جمالِ محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم

کی

جلوہ گاہیں

قلوبِ اولیاء اللہ جن کا اس کتاب میں تذکرہ ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

۱۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم	۱
حکیم اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱
محمدی بن کررہو	۲
مدینہ طیبہ تشریف آوری	۲
غارِ حراء کا اعتکاف	۳
پہلی وحی	۳
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ساری کائنات جگ مگ	۴
نور نبوت کا ظہور	۵
اللھم ھالۃ!	۵
خدیجۃ کانت و کانت	۶
سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف	۷
حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام	۸
حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام	۹
حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام	۱۰
و اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ	۱۰
وَ الضُّحیٰ .وَ الليّلِ اِذَا سَجی، مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلی	۱۱
سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف	۱۳
ولادت باسعادت	۱۳

کفالت اور رضاعت	۱۴
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ مبارکہ	۱۴
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت	۱۶
سفرِ یمن	۱۶
شام کا پہلا سفر	۱۷
شام کا دوسرا سفر اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح	۱۸
نبوت	۱۸
ہجرت	۱۹
وفات	۲۱
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان	۲۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں	۲۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات	۲۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں	۳۰
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے	۳۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات	۳۶
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دینے والے	۳۷
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور قاصد جن صحابہ کرام کو بھیجا	۴۰
حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۰
حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۰
حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۱
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۱
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۱

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۲
حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۲
حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۲
حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۳
حضرت ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۴۳
حریۃ الاصل آزاد حضرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام	۴۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام	۴۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیاں	۴۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین	۴۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان	۴۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار	۴۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء الجیش	۵۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف علاقوں کے گورنر	۵۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء	۵۳
جن صحابہ کرام کو قاضی بنایا گیا	۵۳
امانت اور اخراجات کا حساب رکھنے والے صحابہ کرام	۵۳
حدود کی تفتیش کرنے والے اور نافذ کرنے والے صحابہ کرام	۵۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازداں	۵۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں کے چرانے والے	۵۴
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو ضروریات کے ذمہ دار	۵۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے اٹھانے والے	۵۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریاں تیار کرنے والے	۵۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء	۵۶
آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپّل سنبھالنے والے	۵۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے حدی خواں	۵۶
کن کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی	۵۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب	۵۷
جن حضرات کو سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری اعضاء میں کسی درجہ میں مشابہت تھی	۵۷
سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف گفتگو حاصل کرنے والے نباتات، جمادات اور حیوانات میں سے بعض کے اسماء گرامی	۶۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کا تذکرہ	۶۱
دودھ والی اونٹنیاں	۶۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں	۶۴
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحے	۶۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء متبرکہ	۶۹
ملبوسات مبارکہ	۶۹
خواتیم: انگوٹھیاں	۷۴
خوشبوئیں	۷۵
برتن	۷۵
دیگر اشیاء مستعملہ	۷۸
یحی بن معین رحمۃ اللہ علیہ	۸۲
مأکولات ومشروبات	۸۴
مشروبات	۸۴

لبن/حلیب: دودھ	۸۶
تمر: کھجور	۸۸
شعیر: جَو	۸۹
لحم: گوشت	۹۱
سبزیاں	۹۲
پھل	۹۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ	۹۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ	۱۰۲
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات	۱۰۷
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات	۱۱۷
سیرت پاک کی ترتیب زمانی	۱۳۳
۲۔ سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ	**۱۴۷**
ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں	۱۴۸
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں	۱۴۹
ابوطالب کو اسلام کی دعوت	۱۴۹
حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہجرت کے موقع پر	۱۵۰
مولانا محمد ثانی شہید مرحوم	۱۵۱
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نکاح	۱۵۴
حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا زہد	۱۵۵
حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ بدر میں	۱۵۷
حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ اُحد میں	۱۶۰

حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالی عنہ	۱۶۱
فاقوں کے باوجود فدائیت	۱۶۲
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ	۱۶۴
اہلِ بیت سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا پیار	۱۶۵
حضرت علی کرم اللہ وجہہ غزوۂ احزاب میں	۱۶۵
حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں	۱۶۹
اَلْاٰنَ لَا یَغْزُوْنَنَا	۱۷۱
اللّٰہ اعلیٰ و اجل!	۱۷۲
حضرت علی کرم اللہ وجہہ صلح حدیبیہ میں	۱۷۲
الأمر فوق الأدب یاالأدب فوق الأمر؟	۱۷۴
حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرۃ القضاء میں	۱۷۵
حضرت علی کرم اللہ وجہہ خیبر میں	۱۷۶
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فتح مکہ میں	۱۷۶
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ صدیقی	۱۷۹
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ فاروقی	۱۸۲
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ عثمانی	۱۸۳
خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۴
۳۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	**۱۸۵**
ہمارے دو امام	۱۸۵
حجاج اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۵
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین رضی اللہ تعالی عنہما	۱۸۸

اسلام نے غلامی کے تصور کا خاتمہ کیا	۱۸۸
وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ	۱۸۹
صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ناقدین کی نگاہ میں	۱۸۹
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت	۱۹۱
شریعت وطریقت کے دو امام	۱۹۱
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل	۱۹۲
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت	۱۹۳
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چھت مبارک	۱۹۴
بیعت	۱۹۴
دو بزرگوں پر رشک آتا ہے	۱۹۵
آخری درجہ کی خوبی	۱۹۵
کبھی ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا	۱۹۶
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت	۱۹۶
کونسا گناہ؟	۱۹۷
محمد کبیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال کیا ہوگا؟	۱۹۸
مالک صغیر رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۸
شیخ محرز رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۹
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فصاحت	۲۰۰
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شجاعت	۲۰۰
حسن وجمال کا عالم	۲۰۰
تواضع کا عالم	۲۰۱
مولانا حسن	۲۰۲

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فرقۂ معتزلہ	۲۰۲
اکابر میں مماثلت	۲۰۳
تلاوت ہی تلاوت	۲۰۳
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۳
قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۴
ایک جیسی روشنیاں اور خوشبوئیں	۲۰۴
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۴
حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۴
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور کتا	۲۰۵
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور کتا	۲۰۵
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ستانے والے	۲۰۵
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ایذاء دینے والے	۲۰۶
حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ سے بدتمیزی کی سزا	۲۰۷
سوا لاکھ طواف کی نذر	۲۰۸
حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۸
اجابتِ الٰہیہ کا نزول	۲۰۹
کئی ہزار قرآن شریف	۲۰۹
ابو یحیٰی ناقد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۹
۴۔ حضرت خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ	**۲۱۱**
مجازی آقا کا دینار بھی تو دے دے	۲۱۱
''ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے''	۲۱۳

''فاحْثُوْا فِی اَفْوَاھِهِم التُّرَاب''	۲۱۴
شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ	۲۱۴
چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز	۲۱۵
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۶
وقت ربڑ کی طرح	۲۱۶
عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۶
الاَرْوَاحُ جُنُوْد مُجَنَّدَة	۲۱۸
حضرت ہشام ابن عمار	۲۱۹
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں	۲۱۹
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ترکہ	۲۲۰
ہمارے بیرسٹر صاحب مرحوم	۲۲۱
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۱
بیرسٹر صاحب کا مکان	۲۲۲
زِدْنِی مِنَ الضَّرْبِ	۲۲۳
ابن فروخ قیروانی	۲۲۵
دس ہزار مسائل اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۷
۵۔حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	**۲۲۸**
سنت چھوٹنے پر زیارت نبوی	۲۲۹
یومیہ ایک ہزار رکعت	۲۳۰
مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۰
مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۰

احمد آباد کے ایک بزرگ ۲۳۰
خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم کی خدمت میں ۲۳۱
وَبِالنّجْمِ هم يهتدون ۲۳۲
سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۲

۶۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۳
محل یا مسافر خانہ؟ ۲۳۳
بحر و بر پر حکومت ۲۳۴
غیبی ندائیں ۲۳۵
امام الارض قد مات ۲۳۷

۷۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۹
میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۹
گریہ وزاری ۲۳۹
حضرت شیخ کے والد رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۹
ولكن تعمى القلوب ۲۴۰

۸۔ حضرت خواجہ ہبیرہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳
یحییٰ الجلاّء ۲۴۳
جنت کے مالک کا طالب ہوں ۲۴۴
خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۴
مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ ۲۴۴

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۵
مجاہدات ۲۴۵
نداءِ غیبی ۲۴۶

۹۔خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ **۲۴۷**
یحییٰ الجلّاء ۲۴۷
ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۸
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۸

۱۰۔خواجہ ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ **۲۴۹**

۱۱۔خواجہ ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ **۲۵۰**

۱۲۔حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ **۲۵۱**
چشت۔فیروزہ کوہ۔جام ۲۵۱
ہر سال غارِ حرا کا اعتکاف ۲۵۲

۱۳۔حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ **۲۵۴**
بچہ کی امامت ۲۵۴
مرحومین سوتے ہوؤں کو جگاتے ہیں ۲۵۶
ایک سو دفعہ الحمد شریف کی برکت ۲۵۶
مجمع البحرین ۲۵۷

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا	۲۵۸
۱۴۔حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	**۲۵۹**
۱۵۔حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ	**۲۶۰**
اوجزالمسالک	۲۶۰
زائد چیزوں کا ترک	۲۶۱
حضرت خواجہ شریف کے مجاہدات	۲۶۱
لال مسجد سورت کے ایک بزرگ	۲۶۱
ساؤتھ افریقہ کے ایک بزرگ	۲۶۱
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ	۲۶۲
۱۶۔حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	**۲۶۵**
خواجہ ہارونی آگ میں کود پڑے	۲۶۵
آتش پرستی کی ابتداء	۲۶۵
جنرل ضیاء الحق مرحوم کے حادثہ کا پیشگی خواب	۲۶۷
ماشطۃ فرعون	۲۶۹
۱۷۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	**۲۷۲**
ہندوستان میں اسلام	۲۷۲
دور فاروقی	۲۷۴
موسیٰ بن نُصَیر اور طارق بن زیاد	۲۷۴

خواجہ اجمیری کی ہند میں آمد ۲۷۵
خواجہ اجمیری اور پرتھوی راج ۲۷۶
مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو ۲۷۷

۱۸۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹
تختیوں پر حفظ وتدریس کا سلسلہ ۲۷۹
مولانا سید ظہور الحسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹
باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت ۲۸۰
ماسٹر منظور صاحب (خلیفہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ) ۲۸۰
فنِ خطاطی آدھی سطر میں ۲۸۱
فنِ شاعری ایک سطر میں ۲۸۱
حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۱
تصوف کی تعریف دو کلموں میں ۲۸۲
رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۲
چار دن میں آدھا قرآن حفظ ۲۸۳
نوے دنوں میں حفظ مکمل ۲۸۴
تین مہینے میں قرآن پاک حفظ ۲۸۴
پورا علاقہ حفاظ کا ۲۸۴
اسّی دن میں قرآن پاک کا حفظ ۲۸۵
ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۵
ہر شب ایک ختم قرآن ۲۸۵
ایک رات میں پندرہ پارے ۲۸۶

مولانا بلال ناخدا ۲۸۶
حفظ اور تعلیم، بیعت اور خلافت ۲۸۶

۱۹۔ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۸
تاتاری فتنہ ۲۸۸
بیعت، تکمیلِ تعلیم، خلافت ۲۹۰
مسواک کی لکڑی ۲۹۱
پیلو کا پھل اور گولر ۲۹۲
حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۲
علیکم بالاسود ۲۹۲
نمک کیوں ڈالا؟ ۲۹۳
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مجاہدے ۲۹۴

۲۰۔ حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۶
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تبتل ۲۹۶
حضرت مولانا اشرف صاحب (خلیفہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ) ۲۹۶
چٹان سرمہ بن جاتی ۲۹۸
حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کا اثر ۲۹۸
خواجہ صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا تحفظ ۲۹۹
مزارات کی مٹی کی مہک ۲۹۹
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۹
مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۰

مولانا احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۰
نور کے عمودی ستون	۳۰۰
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۰
انقطاع الی اللہ اور استغراق	۳۰۰
۲۱۔ حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ	**۳۰۳**
ہر چیز میں حسد	۳۰۳
ایک بادام پر گذارہ	۳۰۴
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۴
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول	۳۰۴
انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی خلوتیں	۳۰۵
شیخ چلی	۳۰۸
زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی تصویر دیکھی	۳۰۸
حضرت شمس الدین ترک اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہما	۳۱۰
عاشق اور معشوق	۳۱۱
بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب	۳۱۱
صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۲
عالم استغراق	۳۱۲
تینوں رات کا صدقہ قبول	۳۱۴
باپ بیٹے کا قصہ	۳۱۶
یہ جو کچھ ہے لے جاؤ	۳۱۶
ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۶

چہار گوشہ ٹوپی: چہار ترک	۳۱۷
صرف ایک چیز کی پابندی	۳۱۸
ترک اور قلت	۳۱۸
حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ علیہما السلام کی خلوت	۳۱۹
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت	۳۲۰
ایک رکعت، ایک سجدہ	۳۲۰
مقبولانِ بارگاہِ ایزدی	۳۲۱
حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ ایک فوجی ملازم	۳۲۲
ملتان سے کلیر شریف	۳۲۴
اللہ کی یاد	۳۲۸
ایمان کے بعد دو کام	۳۲۸
ساری عمر کے لئے تین سبق	۳۲۹
اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو	۳۲۹
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۰
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا استغراق	۳۳۲
ایک خاتون کا ایک عظیم جملہ	۳۳۳
رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا	۳۳۳
پینتیس سال کے بعد حرم کی حاضری	۳۳۵
عصرِ حاضر کے غزالی	۳۳۷
بیرسٹر صاحب مرحوم	۳۳۷
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۸
مولانا ریاض الحق صاحب	۳۳۹

ایک ہوک اٹھی	۳۴۲
’’فقیری میں بہت مزہ آرہا ہے‘‘	۳۴۳
ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۳
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عقلمندی	۳۴۴
سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے عہد	۳۴۵
حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی صحرانوردی	۳۴۶
حضرت حاجی امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عشقِ الٰہی	۳۴۷
ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۷
پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ اور ابلیس	۳۴۸
اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے خصوصی انتظام	۳۴۹
ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۹
ایک شعر سے کام بن گیا	۳۵۰
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۰
سچی طلب	۳۵۲
شیخ طباینی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۲
امام غزالی اور پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہما کی صحرانوردی	۳۵۳
اواسرائیلی آجا! محمدی کا خطاب سن لے!	۳۵۴
محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۶
الالقاب تنزل من السماء	۳۵۷
’’شیخ الحدیث کا لقب‘‘	۳۵۸
تمہیں قطب الاقطاب بنادیا گیا	۳۵۸
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۸

شریعت اور طریقت کا توازن	۳۶۰
حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۰
سید احمد بریلوی کے ایک مرید	۳۶۰
نافق حنظلۃ	۳۶۱
اکابر کا تصرف	۳۶۲
حافظ حدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۳
چہار ترک: ایک اور تعبیر	۳۶۴
ہوائے نفس	۳۶۶
حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۶
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۷
ہر عضو کی اپنی اپنی تسبیح	۳۶۸
شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۸
یہ دل جل رہا ہے	۳۶۹
مولیٰ کی پہچان	۳۶۹
شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۹
جنت کے احوال	۳۷۱
کاش کہ ہماری حس جاگ اٹھے	۳۷۲
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان	۳۷۲
ہر وقت شیطان کی خوشامد	۳۷۳
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۳
پینتیس برس کی نماز کی قضاء کی	۳۷۴
ایک بزرگ	۳۷۴

مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۴
حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۵
انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت	۳۷۷
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف	۳۷۸
آگ لگ جاتی ہے۔۔۔	۳۷۹
سچی طلب	۳۸۰
شیخ محمدی بن یوسف البنا	۳۸۰
مجلس صمت	۳۸۲
معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۳
تین قسم کے عابد	۳۸۳
حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب	۳۸۳
نفس کو دھکّا دے دو	۳۸۴
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۴
مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۵
نفس پر قابو	۳۸۵
حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۶
دنیا کو طلاق	۳۸۷
۲۲۔ حضرت شیخ جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ	**۳۹۱**
حضرت ردولوی اور ایک جوگی	۳۹۱
شاہی محل میں اللہ کی یاد	۳۹۳
حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ	۳۹۳

شیخ سعدی اور ایک بزرگ	۳۹۴
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور	۳۹۵
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹۵
’’جیسے تیرے ویسے میرے‘‘	۳۹۶
۲۳۔حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ	**۳۹۸**
شخوصِ بصر	۳۹۸
والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۹۸
یذ کر اللہ	۳۹۹
مراقبہ کے معنی	۴۰۰
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا تعارف	۴۰۱
دکتور عبدالحلیم محمود	۴۰۲
پرانے طرز کا کرتہ پہنو	۴۰۳
پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب	۴۰۳
ہم چوں من دیگرے نیست	۴۰۴
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ	۴۰۴
شفاف آئینہ	۴۰۶
دہلی کے دو نصیر الدین	۴۰۷
تاتاری فتنہ	۴۰۸
۲۴۔حضرت شیخ عارف بن عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ	**۴۱۲**
شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق	۴۱۲

شیر خوارگی میں کلام کیا ۴۱۲
اصحاب الاخدود ۴۱۳
مؤمن کی فراست ۴۱۴
سترہ برس کی عمر میں ۔۔۔ ۴۱۵
سترہ برس کی عمر میں تمام علوم کے امام ۴۱۶
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۶

۲۵۔ حضرت شیخ محمد بن عارف بن شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۸
حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خواہش ۴۱۸
بیمار عشق کا علاج؛ معشوق کا دیدار ۴۱۹
تم ضدی ہو ۴۲۰
یوسف کب آئے گا؟ ۴۲۱
میری نماز قضاء نہ ہو ۴۲۲
مجھے کوئی مخدّ ردوانہ دی جائے ۴۲۲
نماز قضاء ہونے پر حضرت کی ناراضگی ۴۲۳
وہاں سے بلاوے کے منتظر ۴۲۳

۲۶۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۴۲۵
وصال کے بعد تربیت ۴۲۶
قصیدہ سناؤ ۴۲۷
سماع ایک غذا ۴۲۷
مفتی مقبول احمد صاحب ۴۲۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماعِ اشعار ۴۲۹
آج سے سماع بند ۴۳۰
موصول اور صلہ ایک کلمہ کے حکم میں ۴۳۱
شاہ غوث محمد گوالیری رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۲

۲۷۔ حضرت شاہ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۴
شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد ۴۳۴
شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ کا اثر ۴۳۵
حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہما ۴۳۶
ایک نگاہ کی تاب نہ لا سکے ۴۳۶
ہندوؤں کے میلہ میں ۴۳۷
مجلس سماع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ۴۳۸
حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۹
اختلاف کے باوجود احترام ۴۳۹
شرائط سماع ۴۴۰

۲۸۔ حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۱

۲۹۔ حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۲
جنات کے عمل پر تنبیہ ۴۴۲
حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۳
حضرت کی ایک پھونک ۴۴۴

تکمیل کے لئے امتحان ۴۴۵
بڑائی خطرناک چیز ۴۴۶
عجب وخود پسندی ۴۴۷
عجب کا علاج ۴۴۷

۳۰۔حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۹
تمہارا حصہ ردولی شریف میں مقدر ہے ۴۵۰
سندھ سے بلاوا ۴۵۰
روضۂ اقدس سے بیعت کی اجازت کا حکم ۴۵۱
حافظ حدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۱
ایک اندرونی سلسلہ ۴۵۲
سلسلۂ اویسیہ اور خلافت بالاصالۃ ۴۵۲
اللہ کی طرف سے مأمور ۴۵۳
خلافۃ بالاجازۃ ۴۵۳
خلافۃ بالاجماع ۴۵۳
خلافۃ بالوراثۃ ۴۵۴
خلافۃ بالتحکم ۴۵۴
خلافۃ بالتکلف ۴۵۴

۳۱۔سید محمدی اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۶
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۶

۳۲۔شاہ محمد مکی جعفری رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۸

۳۳۔حضرت شاہ عضد الدین امروہوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۹

حضرت حاجی صاحب کی پہچان ۴۶۰

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سلسلہ کی اصلاح ۴۶۲

ہفت مسائل کے بارے میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ۴۶۳

حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳

فن تعبیر ۴۶۵

۳۴۔حضرت شیخ عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۷

امروہہ کے تین بزرگ ۴۶۷

ابتدائی تعلیم اور ایک فقیر کا قصہ ۴۶۷

ایک مجذوب کا قصہ ۴۶۸

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۸

بزرگوں کی چار قسمیں ۴۶۸

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۹

مرحوم اسحاق بھائی اچھا ۴۶۹

تم سے تو کام لینا ہے ۴۷۱

حضرت مولانا ہاشم صاحب ۴۷۲

بیعت اور خلافت ۴۷۲

سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۳

سب سے بڑا جہاد والدین کی اطاعت ۴۷۳

حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۳

۳۵۔ حضرت شیخ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۶

سلسلہ کے مشائخ کے لئے ایصال ثواب ۴۷۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ۴۷۶

مولوی فرقان بارہ بنکوی ۴۷۶

مدرسہ اوپر والوں کا تارہ ۴۷۷

حضرت شیخ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۷

شیخ عبدالباری کے ایک خادم ۴۷۸

تصوف کے سلاسل ۴۷۸

تصور شیخ ۴۷۹

مولانا شبیر احمد بریلوی ۴۷۹

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۰

شیعیت سے توبہ ۴۸۱

تبلیغی جماعت کی ابتداء ۴۸۱

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۱

نماز کے لئے بلانے والی جماعت ۴۸۲

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۲

تیسرا اصول: قرآن ۴۸۳

ساتواں اصول: لایعنی سے بچنا ۴۸۳

۳۶۔حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فاطمی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۴

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۴

اکابر کا وجود سدِّ سکندری ہے ۴۸۷

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۷

۳۷۔حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۰

ایک لمحہ کی توجہ کا اثر ۴۹۰

حضرت کی کرامت ۴۹۱

اتباع سنت کا حال ۴۹۳

قبر شریف سے خوشبو ۴۹۴

۳۸۔حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۵

حضرت شاہ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۵

حضرت مولانا قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۶

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۶

ایک خواب ۴۹۷

انوکھی صدری ۴۹۷

دکّانِ معرفت ۴۹۹

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۹

۳۹۔حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۱

اکابر ثلاثہ ۵۰۱

بیعت ۵۰۲
جہادِ شاملی ۵۰۳
حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ۵۰۳
مدرسۂ گنگوہ ۵۰۴
حضرت کی شانِ فقاہت ۵۰۵

۴۰۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۷
پیروں کا خاندان ۵۰۷
سلسلۂ تعلیم ۵۰۸
تدریسی خدمت کا آغاز اور بیعت ۵۰۹
حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۹
پورا حرم انوار سے بھر گیا ۵۰۹
حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب ۵۱۰
ردِّ فرقِ باطلہ ۵۱۱
تین دعائیں ۵۱۱

۴۱۔ قطب الاقطاب سیدی شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ ۵۱۳
ولادت باسعادت ۵۱۴
دو مرتبہ بخاری شریف ۵۱۵
تعلیم حدیث کا آغاز ۵۱۶
حدیث کا ادب ۵۱۶

ایک شامی بزرگ	۵۱۶
نرالا انداز	۵۱۷
قبر کی مٹی کی خوشبو	۵۱۹
خلافِ معمول ہوائی جہاز کا اترنا	۵۲۰
فجر کی نماز کے لئے جہاز کا اترنا	۵۲۱
دس منٹ میں ایک ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ	۵۲۲
حضرت مولانا عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۵۲۲
انگلستان کے واقعہ کی ہندوستان میں فوراً اطلاع	۵۲۲
بیلجئیم میں تبلیغی جماعت کو تسلی دینا	۵۲۳
مولانا لطف الرحمٰن صاحب سلہٹی	۵۲۳
تشویش پر اطلاع	۵۲۳
مفتی مقبول احمد صاحب	۵۲۳
کشف وکرامات اور اتباع سنت	۵۲۴
طلب علم کے لئے یکسوئی	۵۲۵
حدیث کا ادب	۵۲۵
تاریخ مشایخ چشت	۵۲۶
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور رائلٹی	۵۲۶
سفر کی شرائط	۵۲۷
جود وسخا	۵۲۷
دنیا کی نعمتوں سے زہد کا حال	۵۲۸
نماز وتلاوت	۵۲۹
روزے	۵۲۹

زکوۃ	۵۳۰
آخری حج	۵۳۰
اتباع سنت	۵۳۰
غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے بے چینی	۵۳۰
حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی رحمۃ اللہ علیہ	۵۳۱
تواضع وانکساری	۵۳۲
بیداری میں ملک الموت کی زیارت	۵۳۲
خواب میں ملک الموت کی زیارت	۵۳۳
مہد سے لحد تک	۵۳۹
لوح سعید با تاریخ	۵۵۸
قطعۂ تواریخ	۵۵۹

فہرست

نسب شریف	۱
ولادتِ مبارکہ	۱
طفولیت	۲
بچپن کا سفر شام	۲
تعمیرِ کعبہ	۴
نبوت ورسالت	۴
فترتِ وحی	۵
دعوتِ اسلام	۶
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانی ومالی قربانی	۸
حبشہ کی طرف ہجرت	۸
شعب ابی طالب میں	۱۰
اللہ نے دیمک سے کام لیا	۱۱
سفر طائف	۱۲
پیشانی اور کوڑے میں نور	۱۲
اسراء ومعراج	۱۲
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین	۱۴

ریگستان میں بئر زمزم کیسے ملا؟	۱۴
جدِامجد عبدالمطلب کا امتحان	۱۶
سواری کے سم سے چشمہ جاری	۱۷
حجابۃ، رفادۃ، سقایۃ	۲۱
ربیعہ بن نصر الخمی	۲۴
زید بن عمرو بن نفیل	۲۷
سراقہ بن مالک بن الجعشم	۳۷
ام معبد رضی اللہ عنہا	۳۸
ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۴۰
حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ	۴۳
حبیب خدا: میں نے آج خدا سے یہ دعا کی ہے	۴۷
حضرت عباس رضی اللہ عنہ	۴۹
عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ	۵۱
ابوطلحہ رضی اللہ عنہ	۵۳
شماس بن عثمان المخزومی رضی اللہ عنہ	۵۳
کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	۵۴
زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ	۵۵
ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	۵۵
مالک بن سنان رضی اللہ عنہ	۵۶
طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ	۵۶

انس بن نضر رضی اللہ عنہ ۵۷
سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ ۵۷
خلفاء اربعہ اور ان کے بعد ۷۴
غزوات وسرایا کی ترتیب ۱۰۳

ا - ایوب سختیانی قبرِ نبوی سے چمٹ کر روتے رہے، انکے شاگرد امام ابوحنیفہ چھپ کر دیکھتے رہے، پھر تو ساری عمر کے لئے یہ قصہ انہیں رلاتا رہا۔ اسی پر امام صاحب نے فرمایا ما فکرت فی ھذا الامر الا بکیت

حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۸
اس اُمت کا معجزہ ۱۰۹
حضرت مولانا محدث وصی احمد سُورتی ۱۱۰
صَاحِبُ سُنَّۃ ۱۱۲
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ ۱۱۳
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۳
رواۃِ بخاری امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ۱۱۴
زاہدِ بصرہ: حضرت عامر بن عبداللہ ۱۱۶
مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ۱۱۹
ایک اور اشکال ۱۲۱
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بھی تہمت ۱۲۵
جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۶

۲ - ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر جاں کنی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں رکھ لیا مگر انہوں نے گود مبارک سے نیچے سرکالیا، پوچھا کیوں ثعلبہ؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انها مملو ئة من الذنوب یہ سر گناہوں سے بھرا ہوا ہے

نابینا کا حفظ قران ۱۳۲

تَفْصِيلاً لِكُلِّ شَيْءٍ ۱۳۳

گناہِ بے لذت ۱۳۴

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳۵

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۷

ائمہ اربعہ کی بے مثال قربانیاں ۱۳۷

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۸

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۸

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۸

صلوٰۃ وسلام جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ روضہ اقدس پر پیش کرتے تھے ۱۴۰

نبوت کا چھیالیسواں جزء ۱۴۱

سفید وسیاہ بھیڑیں ۱۴۲

اَلْجَوْزاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَيَّا ۱۴۳

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا موثر کلام ۱۴۴

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ۱۴۵

آستانۂ نبوت سے انتخاب ۱۴۷

ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۸
سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ۱۴۹
اطاعت رسول ۱۵۰
امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۲
حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۴
بَشِّرُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہ اَحْمَد بْنِ حَنْبَل ۱۵۵
کرتہ بھگو کر پانی مجھے دو ۱۵۶
حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۷
مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر اس کے تئیں حضور رہتے ہیں ۱۵۸
مَا کَتَبْتُ حَدِیْثًا اِلَّا عَمِلْتُ بِہٖ ۱۵۹
دو ابوسفیان ۱۶۰
حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۶۰
حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۶۱
حجامہ عام علاج کی طرح نہیں ہے ۱۶۱

۳ - ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ذنبی اعظم ، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلام اللہ اعظم منھا

امُّ الْکتاب ۱۶۶
سورۃ الشمس اور سورۃ اللیل کی خاصیت ۱۶۷
حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۷۰

مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے خادم ۱۷۰
نظر کی حفاظت ۱۷۱
هَلْ عَلِمَ ذَنْبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّم؟ ۱۷۳
فَصَاحَ صَیْحَةً فَمَاتَ ۱۷۶
حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ ۱۷۷
حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ عنہ ۱۷۸
حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ ۱۸۰
علی: آپ میری سفارش کی جیئے ۱۸۲
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ۱۸۳
حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵
اَوَّلُ مَن یَّدْخُلُ فِی الْمَسْجِد، وَ آخِرُ مَن یَّخْرُج ۱۸۵

۴ - ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیل اور نوید مسیحا! بجھ گئے آتش کدے، بیٹھ گئے بتکدے ہوگئی تثلیث مات اور ثنویت فنا

مبارک سلسلہ ۱۸۹
تین بہت بڑے احسانات ۱۹۰
ایک خواب ۱۹۰
حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱
شہدائے دار العلوم ۱۹۲

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ: ابوحنیفۂ ثانی ۱۹۳
علم کی برکت تا قیامِ قیامت رہے گی ۱۹۴
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم باقی رہیں گے ۱۹۵
دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے لئے ایک رہنمائی اور ہدایت ۱۹۷
اہلِ سنت کی نشانی ۱۹۷
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ ۱۹۸
وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْهِكَ مَخْلُوْقُ ۱۹۸
نبیِ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ ۱۹۹
وَ اللَّيْلُ مِنْ طَرْفِكَ مَسْرُوْح ۱۹۹
سوقِ عکاظ کا معبد ۲۰۱
سوقِ ذوالمجاز ۲۰۳
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف ۲۰۴
حضرت عبداللہ کی قبر شریف ۲۰۴
ماں کی یاد ۲۰۵
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا چالیس برس کا معمول ۲۰۷

۵ - حدیث کی سب سے پہلی کتاب، کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

الحدیث المسلسل بالاولیۃ ۲۱۰
اصح الکتب بعد کتاب اللہ ۲۱۰

حدیث کی پہلی کتاب: کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۱
سلسلۃ الذھب ۲۱۲
سب سے اصح سند کونسی؟ ۲۱۳
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ۲۱۴
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ۲۱۵
فن اجتہاد ۲۱۷
الاشباہ و النظائر ۲۱۸
شیخ ابوطاہر رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۸
حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۹
مراقبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۹
''وہاں جا کر میری آنکھوں سے دارالعلوم دیکھ کر آؤ'' ۲۲۰
آخرت کا عالم ۲۲۰
بدو کے سات پتھر ۲۲۱
شیخ ابوطاہر الضریر رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۳
قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۴
ایک بچہ کی ماں کا ایک سو چالیس دن میں حفظ ختم ۲۲۴

۶۔امام ابوحنیفہ مسند تدریس پر دیر سے کیوں آئے؟ سفیان ثوری فرماتے ہیں کنا نتعبد قبل کتابۃ الحدیث بعشرین سنۃ

دو الگ الگ سلسلے ۲۲۷

حفاظِ حدیث ۲۲۸
فن حدیث سے قبل اپنے اندرون کی تیاری ۲۲۹
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان ۲۳۰
''یہ قصیدہ تو میرا ہے'' ۲۳۰
فن شاعری ۲۳۱
دستِ غیب ۲۳۲
حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ ۲۳۳
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور احادیث کا ذخیرہ ۲۳۵
ثلاثی روایات ۲۳۵
مکی ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۶
حافظِ حدیث رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۷
حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ ۲۳۷
امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰

۷۔ حضرت منیب کے دادا نے دیکھا ایک نہایت حسین وجمیل جوان کہتا ہے اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیأ، جواب میں انہیں کوئی گالی دیتا ہے، کوئی تھوکتا ہے

حضرت منیب رضی اللہ عنہ ۲۴۲
حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا ۲۴۴
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حسن و جمال ۲۴۵

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت	۲۴۵
حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا	۲۴۷
حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا	۲۴۷
حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا کا آخری قصہ	۲۴۹
قبر شریف سے تکبیر اور نماز کی آواز	۲۵۰
ماشطہ فرعون	۲۵۱
افضل نساء اهل الجنة	۲۵۲
حضرت آسیہ	۲۵۳
حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم مزنی رضی اللہ عنہ	۲۵۴
ایک اِلَّا اللّٰه سے نفی کا اثبات	۲۵۵
اکثم صیفی رضی اللہ تعالی عنہ	۲۵۶
مبارک الیمامہ	۲۵۹
حضرت قُدد سلمی رضی اللہ عنہ	۲۶۰
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۱
عبدالعزیز ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۳
حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ	۲۶۴
حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی تدفین	۲۶۷
حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا استقبال	۲۶۸
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت	۲۶۹
حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر	۲۷۱

۸ - سلام علی قبر النبی محمد

کیفیتِ نزولِ وحی	۲۷۸
حضرت شیخ قدّس سرہ	۲۷۹
حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸۰
ہوٹ لائن کی آواز	۲۸۲
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص	۲۸۳
دیدارِ باری تعالی کا تحمل	۲۸۳
سر سید احمد خان	۲۸۵
حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۵
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ثقل کی ایک جھلک	۲۸۶
ابتدائی وحی	۲۸۹
غارِ حراء میں خلوت	۲۸۹
رمضانِ مبارک کی خصوصیت	۲۹۱
نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۹۱
لَقَدْ خَشِیْتُ عَلیٰ نَفْسِی	۲۹۲
ورقہ ابن نوفل	۲۹۳
حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام	۲۹۴
فترت وحی	۲۹۶
جبرئیل امین اصلی شکل میں	۲۹۶

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا استحضار ۲۹۷
کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کا نتیجہ ۲۹۹

۹ - علی رسول الله منی السلام

بارگاہِ نبوی سے انتخاب ۳۰۳
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳
جمعِ احادیث میں احتیاط ۳۰۴
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر ۳۰۵
ہر حدیث لکھنے سے پہلے استخارہ اور مراقبہ ۳۰۵
بارگاہ نبوی سے بشارت ۳۰۶
ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ۳۰۷
حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۸
ہمارے اکابرین کہاں اور ہم کہاں؟ ۳۰۸
حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۹

۱۰ - سلام از ما برساں خیر الوریٰ را

نورانی، رحمانی، ملکوتی نظام ۳۱۱
بزرگوں کے وصال کے احوال ۳۱۳
حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۴
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ۳۱۴

شیخ محمد ابن عبدالوہاب ۳۱۶
تعدد ازواج ۳۲۰
قرآن پر اشکال ۳۲۱
قرآن کی پیشینگوئی ۳۲۲
حضرت ام حرام رضی اللہ تعالی عنہا ۳۲۳
حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالی عنہا ۳۲۴
زبانِ نبوت کی صداقت ۳۲۶
صَدَق رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ۳۲۶
حضرت رُبیِّع رضی اللہ عنہا ۳۲۷
حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ۳۲۸

۱۱ - راہب نے صحابی سے حسینِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا، سراپا کے ضمن میں جب ووجهه كدارة القمر سنا تو کہہ اٹھا اشهد ان لا اله الاالله وان محمدا رسول الله

شمس وقمر کو میں اِن پر فداء دیکھتا ہوں ۳۳۱
حضرت ربیِّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا ۳۳۲
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ۳۳۳
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شباہت ۳۳۵
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ شریفہ ۳۳۶
ایک لطیفہ ۳۳۷

صَدَقَ شَیُخنَا ۳۳۷
''اس میں تو کچھ کودّے'' ۳۳۸
ہمارے اکابرین کا علم ۳۳۹
مدینہ طیبہ کے القاب ۳۴۰
حَالِبُ ھَائِل ۳۴۱

۱۲- حرمِ نبوی کے مدرس محمد بن منکدر درس میں اٹک جاتے تو مواجھہ شریفہ پر جا کر گردن جھکا لیتے پھر واپس آ کر علوم کے جواھرات بکھیرتے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۴۳
ھَلُ رَایٰ اَحَدٌ مِنکُمُ رُؤیَا؟ ۳۴۴
نبوت کا چھیالیسواں حصہ ۳۴۴
خوابوں کی تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹائم ٹیبل میں ۳۴۵
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا نظم اور ضبط ۳۴۶
لَوُ یُصَلِّیُ بِالَّیُل ۳۴۷
فن تعبیر ۳۴۸
حضرتِ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۴۹
شیخ ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ اور پروانہ کے سلطان ۳۵۰
لاَ تَقُرَءُ بَعُدَ ھٰذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ ۳۵۰
چالیس مہینے اور دس دن کی پریشانی ۳۵۲
حضرت علامہ ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۲

محدث محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۶

۱۳- اول عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک سورہ محمد سے قرآن کا ہے جیسے آغاز
عروس مملکتِ ربانیہ کا خطبہ نکاح
مہینہ بھر کا اعتکاف ۳۵۹
رمضان کے مہینہ میں غارِ حرا میں اعتکاف ۳۶۰
ماہ مبارک میں نزول قرآن ۳۶۱
یا محمد انت رسول اللّٰہ! ۳۶۲
فرشتہ اور پردہ ۳۶۳
ہر شوط پر حجر اسود کا بوسہ ۳۶۵
پیارے! تو ہی رو لے! ۳۶۶
آنسوؤں کا تالاب ۳۶۷
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اقدامِ عالیہ میں ۳۶۸
تلووں کے بجائے پلکوں سے چھوئیں ۳۶۸
یَوْمَ الْفُرْقَان، یَوْمَ الْتقَی الْجَمْعَان ۳۶۹
سترہ برس تک ایک کرتہ ۳۷۱
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا زہد ۳۷۲
یَا مَنْ لَمْ یَلْبَس الْحَرِیْر صلی اللّٰہ علیہ وسلم
یَا مَنْ لَمْ یَنَمْ عَلٰی فِرَاش رفیع صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۳۷۴
یا معاذ! اتنام ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین اطباق التراب ۳۷۵

یوسف کب آئے گا؟ ۳۷۷
اِقْرَئِیْ مُعَاذًا مِنِّی السَّلَام ۳۷۸
مرتبہ حضوری ووصالِ محمدی ۳۷۹
عروسِ مملکتِ ربانیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا خطبہ ۳۸۰
ہجرت حبشہ کی داستانیں ۳۸۱
یااباعمیر میں پیشینگوئی ۳۸۲
اتبعت دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳۸۲
قبر میں رخ الٹا پھیر دیا جاتا ہے ۳۸۴

۱۴- پانی بولا :اما تستحیی اما تبت من هذا الذنب تجھے حیاء نہیں تو نے اس گناہ سے توبہ نہیں کی تھی

کرسمس ۳۸۸
سرو کا درخت ۳۸۹
ہر چیز بولتی ہے ۳۹۰
توبۂ نصوح ۳۹۱
اَوَّلُ سَرْوٍ ۳۹۳
ادیان سماویہ ۳۹۴
حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ۳۹۴
حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۶
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی ۳۹۶

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ	۳۹۹
من عاش بعد الموت	۴۰۰
حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ	۴۰۱
توکل علی اللہ	۴۰۴
قبر میں نور ہی نور	۴۰۶
حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ	۴۰۷
یزید بن اسود	۴۰۸
پیشانی اور عصا میں نور	۴۰۸
حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے نور	۴۰۹
حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	۴۱۱
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ للہ علیہ	۴۱۲
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو	۴۱۴
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی ٹاپ	۴۱۶
حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام	۴۱۷
حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام	۴۱۸
قرآن کریم کا اثر	۴۱۹
حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ	۴۱۹
نفخ کا ترجمہ	۴۲۱
علامہ جمال الدین ابوزکریا صرصری رحمۃ اللہ علیہ	۴۲۴
نور قلب	۴۲۶

فراست ایمانی ۴۲۹

شہوۃ خفیہ ۴۳۰

نور قلب ۴۳۱

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۳

ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۴

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ۴۳۵

حجۃ الوداع کے واقعات ۴۳۷

کشف بزرگی کی دلیل نہیں ۴۴۱

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۴۴۲

نور نبوت ۴۴۳

۱۵ - مرجاؤں مدینہ میں مدینہ میں لحد ہو، گھر بیٹھے نظر میں میرے آجائے

مدینہ

یوسف بن ماہک ۴۴۷

ہر چیز کا الگ الگ اپنا مقام ۴۴۹

چھپن کروڑ کی چوتھائی ۴۵۰

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۱

مرقدِ پاک عرش و کرسی سے افضل ۴۵۴

مدینہ منورہ کی سرزمین ۴۵۵

حرمِ مدینہ ۴۵۶

والدین کے ساتھ فرمانبرداری ۴۵۷

وضو ۴۵۸

اللہ کا ذکر ۴۵۸

نماز ۴۵۸

صوم رمضان ۴۵۹

غسلِ جنابت ۴۵۹

حج وعمرہ ۴۵۹

صدقہ ۴۶۰

صلہ رحمی ۴۶۰

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ۴۶۱

اچھے اخلاق ۴۶۱

اللہ عزوجل کا خوف وخشیت ۴۶۱

نابالغ بچے جوفوت ہوجائیں ۴۶۲

اللہ تعالیٰ سے امیدورجاء ۴۶۲

خوف خدا سے ٹپکنے والے آنسو ۴۶۲

اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن ۴۶۳

درودشریف ۴۶۳

توحیدورسالت کی گواہی ۴۶۳

درودتنجینا کی طرح سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ ایک دعا ۴۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کی خدمت میں

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عہد نبوت کے ماہ وسال

مصنفہ علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ پیش کیا تھا،

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے بڑے اہتمام سے مجلس میں اس کتاب کو سنا تھا۔

اور حضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ ’’سنین کی ترتیب سے سیرت پر

کتاب تصنیف ہونی چاہئے۔‘‘

میں نے عرض کیا کہ ’’میں واپسی کے بعد ان شاء اللہ کوشش کروں گا۔‘‘

اگلے سفر میں چند ایک ابواب جو میں لکھ سکا تھا، لے کر پہنچا اور تبرکاً حضرت کو اس کا

کچھ حصہ سنایا بھی تھا۔

ان دنوں دائیں ہاتھ میں مجھے تکلیف تھی،

اس لئے میں نے وہ مسودہ مولانا بلال صاحب باوا سے لکھوایا تھا اور

اسی میں سے حضرت کو سنایا تھا۔ اب تک بھی وہ مسودہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے۔

مگر بقول حضرت شہید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کہ ’ناقص کا ہر کام ناقص ہوتا ہے‘،

ربع صدی سے زیادہ گذرنے پر بھی اپنی نحوستیں آڑے آتی رہیں

اور اس کتاب کی تکمیل سے محرومی رہی۔

فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون

یوسف متالا

''قرآن کے رموز اور اسرار کو تو دیکھو!

وہاں کیا فرمایا، وَ الیَّلِ اِذَا یَغْشٰی وَ النَّھَارِ، لیل پہلے، نہار بعد میں۔ اور یہاں والضحیٰ میں کیا فرمایا، و الضحیٰ . و الیل. ضحیٰ پہلے اور، دن پہلے اور لیل بعد میں۔ اوپر کے بالکل مخالف، دونوں سورتوں میں۔ ایسا کیوں؟

ان دونوں سورتوں کے بعد جیسے ہی والضحیٰ کے آخر میں پہنچتے ہیں،

تو آپ نے یہاں تکبیر سنی ہوگی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

جیسا کہ آج ہم مسلمانوں کی عید ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے، مگر وہ کل کائنات کی عید تھی کہ نور محمدی کے ظہور کی والضحیٰ کے ذریعہ خبر دی گئی تھی۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب کہ کفار مشرک نعرہ لگا رہے تھے اعل ھبل، کہ ہمارا ہبل بلند ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعرہ کا جواب نعرہ سے دو۔

کہو اللّٰہ اعلیٰ و اجل۔

تو اسی طرح یہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ سورۃ تم نے پڑھ لی والضحیٰ پوری کر لی، تو اب کہو اللہ اکبر! آپ نے دیکھا کہ قراء پڑھتے ہیں، کیا پڑھتے ہیں؟ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ جو آج کی تکبیر ہے، اُس سورۃ پر ختم پر پڑھی جاتی ہے اور اس لئے یہاں نعرۂ تکبیر بلند کیا جاتا ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ، سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی۔ ہم کیا کہتے ہیں اس سورۃ کو، سورۃ والضحیٰ۔ اس کا دوسرا نام ہے، سورۂ محمد، اللہ اکبر! اس سورۃ کا نام ہی ہے سورۃ محمد۔ کیوں؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ جو اُس میں والضحیٰ ہے، یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دنیا میں نور کی شعاعیں پھیلیں، اس نور کی اِس میں خبر ہے۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وَ الضُّحیٰ. وَ الیَّلِ اِذَا سَجی. مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلیٰ.

وَ لَلآخِرَۃُ خیرٌلَکَ مِنَ الْاُوْلیٰ.وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ ربُّکَ فَتَرْضیٰ.

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیماًفَآوَیٰ. وَ وَجَدَکَ ضَالاًّ فَھَدَیٰ. وَ وَجَدَکَ عَائِلاً فَاَغْنیٰ.

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ. وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ.وَ اَمَّا بِنَعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث.

○

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد

○

قال ابو الحسن سمعت عکرمۃ بن سلیمان یقول:

قرأت علی اسماعیل بن قسطنطین،

فلما بلغت والضحیٰ قال کبّر عند خاتمۃ کل سورۃ حتی تختم،

فانی قرأت علی عبد اللّٰہ بن کثیر، فلما بلغت والضحیٰ قال کبّر حتی تختم،

واخبرہ عبد اللّٰہ بن کثیر انہ قرأ علی مجاھد فأمرہ بذلک،

واخبرہ مجاھد ان ابن عباس رضی اللّٰہ عنھماامرہ بذلک،

واخبرہ ابن عباس ان ابی بن کعب امرہ بذلک،

واخبرہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخبرہ بذلک.

اخرجہ الحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیھقی فی شعب الایمان

من طریق ابی الحسن البزی المقری

○

ما عاشقِ ظہورِ جمالِ محمدیم سرمست از شرابِ وصالِ محمدیم
از آفتابِ حشر نداریم غم کہ ما در زیرِ ظلِ مہرِ جلالِ محمدیم
اہلِ سلامتیم ازاں رو ز صدقِ دل در قول و فعل مال بحالِ محمدیم
از بہرِ کارسازی ما ایں قدر بس ست کز صدقِ خاکپائے بلالِ محمدیم
با صد ہزار شوق و طرف تا بروزِ حشر ما بندۂ جمالِ کمالِ محمدیم

صآبر ز فرق تا بقدم گشتہ ایم گوش
از ذوق در ہوائے مقالِ محمدیم

مخدوم علاء الدین علی احمد صآبر کلیری المتوفی: ۶۹۰ھ

سید و سرور و وقارِ حرم — عظمتِ کعبہ و دیارِ حرم

حُسنِ تخلیق و باعثِ تخلیق — نازشِ دو جہاں، قرارِ حرم

فقر سرمایہ، بوریہ بستر — بے زر و سیم، تاجدارِ حرم

ضامنِ عصمتِ بنائے خلیل — پاسبان و نگاہ دارِ حرم

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقّ گفت — خاتمِ انبیاء، نگارِ حرم

فخرِ کونین، فخرِ موجودات — تیرا کوچہ ہے افتخارِ حرم

تیری تکبیر اور تری تہلیل — نغمۂ سازِ آبشارِ حرم

صاحبِ لطف و جود و خُلقِ عظیم — مجھ کو بھی بخش دے جوارِ حرم

دے جگہ اپنے آستاں کے قریب — کر عطا کوئی ریگ زارِ حرم

میں بھی ہوں گلشنِ محبت میں — گل نورستۂ بہارِ حرم

نغمہ خواں، نغمہ ساز، نغمہ سرا — بلبلِ گلشن بہارِ حرم

دست بکشاد و دست گیری کن — طے نہ یوں ہوگی رہگذارِ حرم

پا شکستہ بھی ہوں، ملول بھی ہوں — نظرِ لطف! شہریارِ حرم

المدد المدد شہِ کونین — وقتِ نصرت ہے، غمگسارِ حرم

الغیاث الغیاث میرِ عرب — آج خطرے میں ہے وقارِ حرم

متحد ہیں یہود بہر قتال — منتشر جملہ شہسوارِ حرم

ہیں کلیسا و دیر شیر و شکر — زہر آلود خلفشارِ حرم

اب دلوں میں نہیں وہ جوشِ عمل — ہو گیا سرد شعلہ زارِ حرم

ہائے! انجامِ کار کیا ہوگا — لے نہ ڈوبے یہ انتشارِ حرم

چارہ سازِ شکستگاں! فریاد — دیکھ پامالیٔ بہارِ حرم

حافظ مظہر الدین المتوفی: ۱۹۸۰ء

گھٹائیں رحمتوں کی چھا گئیں ابرِ کرم برسے
یہ عالم ہے کہ خارِ طیبہ خوشتر ہیں گلِ تر سے

یہ کس نے سازِ دل پر نغمۂ نعتِ نبی چھیڑا
صدائیں مرحبا کی آ رہی ہیں ہفتِ کشور سے

زمین پاک مرقد کی بلندی کوئی کیا جانے
کہ جس کی رفعتوں کے واسطے عرشِ بریں ترسے

خوشا صدق وجلال وحکم وتقویٰ شاہِ والا کا
کوئی پوچھے ابو بکر و عمر عثمان و حیدر سے

یہ ناممکن ہے مرجھائی ہوئی کلیاں نہ کھل جائیں
گھٹا رحمت کی دیکھو وہ اٹھی اللہ کے گھر سے

ہلال و بدر میں آئی کہاں سے اتنی تابانی
کلس سے کچھ اڑائی ہے تو کچھ روئے پیمبر سے

غسالہ سیدکونین کا میری نگاہوں میں
ہزاروں درجہ بہتر قطرۂ تسنیم و کوثر سے

یہ کس نے زندگی کا صور پھونکا کوہِ فاراں پر
زمیں کیا آسماں تک گونج اٹھا اللہ اکبر سے

وہ کیوں کر قصر جنت کی طرف ہو ملتفت عارفؔ
جگہ مرقد کی طیبہ میں ملے جس کو مقدر سے

مولانا ابوالوفاء عارفؔ شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

اَلْخِطَابُ الْفَصِيحْ لِلْحَبِيْبِ الْمَلِيحْ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

كَمَا رُوِىَ

” اَنَا اَمْلَحْ وَأَخِىْ يُوْسُفُ أَصْبَحْ“

امابعد!

ہمیں ہر وقت اللہ کے تقوی کا اور اس بات کا دھیان رہے کہ ہمارے قلوب حق تعالیٰ کے حبیب اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھرپور اور مملو ہوں۔جیسا کہ صحابہ اور تابعین نے ہمیں یہی راستہ دکھایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فراغت کے تین دن بعد ایک اعرابی پہونچا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر اپنے وجود کو اس نے پھینک دیا اور قبر اطہر کی مٹی مبارک اپنے سر پر ڈال کر عرض گذار ہوا:

اے اللہ کے رسول! آپ نے جو ارشادات فرمائے وہ ہم نے سنے، اللہ سے لے کر جو ہمیں آپ نے پہنچایا وہ ہم نے محفوظ کرلیا۔اور آپ پر نازل ہونے والی آیات میں یہ بھی ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾

”اگر یہ آپ کے امتی اپنے جانوں پر گناہ کر کے ظلم کریں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں، تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پائیں گے۔“

میں نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا اور مغفرت طلب کرنے کے خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

جب یہاں تک پہنچا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ قبر سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت ہوگئی۔

١ الخطاب الفصيح للنبى المليح ﷺ

ألـحَـمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى رَفَعَ السَّمَاءَ بِلاَ عِمَادٍ لِلنَّظَرِ، وَزَيَّنَهَا بِالسَّاطِعَاتِ وَالْـقَـمَـرِ، وَأَشْهَدُ أنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، وَأَشْهَدُ أنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، هُـوَ الْبَشِيْـرُ الـنَّـذِيْـرُ، وَالسِّـرَاجُ الْمُنِيْرُ، سَيِّدُنَا مُحَمَّدُ نِ الـنَّبِيِ الرَّسُوْلُ، الَّـذِيْ أَلْبَسَهُ اللّٰه حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَتَاجَ الْقَبُوْلُ، وَرِضْوَانُ اللّٰه عَلٰى اٰلِهِ الْاَبْرَارِ، وَأَصْحَابِهِ الْأَخْيَارِ، وَعَلٰى جَمِيْعِ التَّابِعِيْنَ، بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْن،

أَمَّا بَعْدُ أُوْصِيْكُمْ وَاِيَّايَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَأَنْ نَملَأَ قُلُوْبَنَا بِحُبِّ حَبِيْبِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا نَرَى الصَّحَابَةَ وَتَابِعِيْهِمْ.

۞ عَـنْ أَمِيْـرِ الْـمُـؤمِـنِيْـنَ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَعْـرَابِيٌّ بَعْدَمَا دَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلاَثَةِ أَيَّامٍ، فَرَمىٰ بِنَفْسِهِ عَـلٰى قَبْـرِ الـنَّبِـيِّ صَـلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَثَا مِنْ تُرابِهِ عَلٰى رَأْسِهِ وَقَالَ: يَا رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قُـلْـتَ فَسَـمِـعْـنَا قَوْلَكَ، وَوَعَيْتَ عَنِ اللّٰهِ مَا وَعَيْنَا عَنْكَ.

وَكَانَ فِيْـمَا أُنْزِلَ عَلَيْكَ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ اِذ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰه وَاسْتَـغْـفَـرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰه تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِى، وَجِئْتُكَ تَسْتَغْفِرُ لِيْ. فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ: أَنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَكَ.

محمد عتبی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس پہنچا، اتنے میں ایک اعرابی آتے ہیں، اپنے اونٹ کو بٹھا کر اس کو باندھ کر قبر شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ انہوں نے ٹھیک طرح سے سلام پیش کیا اور بڑی اچھی دعا کی۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر! میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ نے اپنی وحی کے ساتھ آپ کو خصوصیت دی، آپ پر یہ کتاب اتاری جس میں اولین اور آخرین کا علم جمع فرما دیا۔ اس میں اس کا ارشاد ہے اور اس کا قول حق ہے:

''اگر یہ آپ کے امتی اپنے جانوں پر گناہ کر کے ظلم کریں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں، تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پائیں گے۔''

میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور حق تعالیٰ سے آپ کی سفارش کا طلبگار ہوں۔ پھر قبر شریف کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

''جتنے انسان زمین کے نیچے مدفون ہیں، ان میں آپ کو سب پر فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے اعضاء مبارکہ کی خوشبو سے پہاڑ اور میدان سب معطر ہیں۔

آپ وہ نبی ہیں جن کی شفاعت کی صراط مستقیم پر جس وقت قدم پھسل رہے ہوں گے امید کی جاسکتی ہے۔

میری جان اس زمین کے ٹکڑے پر قربان جو آپ کا مسکن ہے۔ اس میں عفت و جود و کرم تمام اخلاق کریمہ مدفون ہیں۔

اور آپ کے دونوں ساتھی کو بھی میں کبھی بھولوں گا نہیں۔ میری طرف سے آپ تینوں پر سلام جب تک قلم چلتے رہے۔''

پھر وہ اعرابی سوار ہو کر چلے گئے۔ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے عتبی! تو اس اعرابی کے پاس جلدی سے جا اور اسے بشارت دے کہ ان اللّٰہ قد غفر لہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔

۞ قَالَ مُحَمَّدُ نِ الـعُتُبِـيُّ: دَخَلْتُ الْمَدِيْنَةَ فَانْتَهَيْتُ اِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا أعْرَابِيٌّ يُوْضِعُ عَلٰى بَعِيْرِهِ، فَأَنَاخَهُ وَعَقَلَهُ، ثُمَّ دَخَلَ اِلٰى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ وَسَلَّمَ سَلاَماً حَسَناً، وَدَعَا دُعَاءً جَمِيْلاً.

ثُـمَّ قَـالَ: بِـأَبِـىْ وَأُمِّـىْ يَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، اِنَّ اللّٰهَ خَصَّكَ بِوَحْيِهِ، وَأَنْزَلَ عَـلَيْكَ كِتَـابًـا جَـمَعَ لَكَ فِيْهِ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ، وَقَالَ فِىْ كِتَابِهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ:

﴿ وَلَـوْ أَنَّهُـمْ اِذ ظَّـلَـمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الـرَّسُـوْلُ لَـوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾، وَقَدْ أَتَيْتُكَ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ، مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلٰى رَبِّكَ.

ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى الْقَبْرِ وَقَالَ:

يَـا خَيْـرَ مَـنْ دُفِـنَـتْ بِالْقَاعِ أَعْظَمُهُ — فَـطَـابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
أَنْـتَ الـنَّبِـىُّ الَّـذِى تُـرْجٰى شَفَاعَتُهُ — عِـنْـدَ الـصِّـرَاطِ اِذَا مَـا زَلَّتِ الْقَدَمُ
نَـفْسِـى الْـفِـدَاءُ لِـقَبْـرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ — فِيْـهِ الْـعَـفَـافُ وَفِيْـهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَم
وَصَــاحِبَــاكَ لَا أَنْسَــاهُــمَـا أَبَـدًا — مِـنِّي السَّلَامُ عَلَيْكُمْ مَا جَرَى الْقَلَمُ

ثُـمَّ رَكِـبَ رَاحِـلَتَهُ. فَغَلَبَتْنِىْ عَيْنَاي، فَرَأَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّوْمِ، فَقَالَ لِيْ: يَا عُتْبِي، اِلْحَقِ الْأَعْرَابِيَّ، وَبَشِّرْهُ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَهُ،

اور سمعانی نے روایت کی کہ ابوشجاع وزیر کا جب آخری وقت قریب ہوا، اور دنیا سے عقبیٰ کی طرف جانے کا وقت آپہونچا، تو انہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا گیا۔ قبر اطہر کے حظیرہ کے پاس پہنچ کر کھڑے روتے رہے اور فرمایا:

اے اللہ کے رسول! اللہ کا ارشاد ہے :

''اگر یہ آپ کے امتی اپنے جانوں پر گناہ کر کے ظلم کریں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں، تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پائیں گے۔''

میں بھی آپ کے پاس آیا ہوں، مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اپنے جرائم کا اقرار ہے، آپ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔

پھر وہ روتے ہوئے واپس ہوئے اور اسی دن ان کا انتقال ہو گیا۔

جعفر صائغ نے فرمایا: امام احمد کے ایک پڑوسی تھے جو گناہوں میں آلودہ رہتے تھے۔ ایک روز وہ امام احمد کی مجلس میں آئے اور سلام کیا۔ تو امام احمد نے انہیں اچھی طرح جواب نہیں دیا اور انہیں دیکھ کر انقباض محسوس کیا۔

انہوں نے عرض کیا اے ابوعبداللہ! آپ مجھ سے کیوں منقبض ہیں؟ میرے متعلق جو کچھ آپ کو معلوم تھا وہ سب کچھ میں چھوڑ چکا ہوں ایک خواب کی بناء پر جو میں نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے خواب میں زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تو میرے پاس کیوں نہیں آتا کہ مجھ سے دعا کی التجا کرے؟''

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے حیا مانع ہے، سابقہ میری زندگی کی وجہ سے مجھے شرم آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر چہ تجھے حیا مانع ہے پھر بھی تو کھڑا ہو جا!''

میں کھڑا ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی۔

خواب سے بیداری کے بعد جس حالت میں ساری زندگی میں نے گذاری تھی، میرے دل میں وہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہو گئی۔

۞ وَرَوَى السَّـمْـعَـانِـيُّ أَنَّ أَبَا شُجَاعَ الْوَزِيرَ لَمَّا قَرُبَ أَمْرُهُ، وَحَانَ مِنَ الـدُّنْيَـا اِرْتِـحَـالُـهُ، حُمِلَ اِلَى مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ عِنْدَ الْحَظِيرَةِ الشَّرِيفَةِ وَبَكىٰ.

وَقَـالَ: يَـا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَـاءُوكَ فَـاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴾، وَقَـدْ جِـئْتُكَ مُـعْتَـرِفـاً بِـذُنُـوبِي وَجَرَائِمِيْ، أَرْجُوْ شَفَاعَتَكَ. وَبَكىٰ وَرَجَعَ، وتُوفِّيَ في يَومِهِ.

۞ قَالَ جَعْفَرُ الصَّايِغُ: كَانَ مِنْ جِيرَانِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ رَجُلٌ مِمَّنْ يُمَارِسُ الْـمَعَاصِيْ، فَجَاءَ يَوماً اِلى مَجْلِسِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ. فَكَأَنَّ أَحْمَدَ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَدًّا تَامًّا، وَانْقَبَضَ عَنْهُ.

فَـقَـالَ لَـهُ يَـا أَبَـا عَبْـدِ اللّٰهِ، لِمَ تَنْقَبِضُ مِنِّي؟! فَاِنِّيْ قَدْ اِنْتَقَلْتُ عَمَّا كُنْتَ تَعْهَدُ مِنِّي، بِرُؤْيَا رَأَيْتُهَا: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ.

فَـقَـالَ لِـيْ رَسُـولُ اللّٰهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يا فُلاَنُ لِمَ لاَ تَقُومُ اِلَيَّ فَتَسْأَلُنِي أَدْعُوْ لَكَ؟)).

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقْطَعُنِي الْحَيَاءُ؛ لِقُبْحِ مَا أَنَا عَلَيْهِ.

فَقَالَ: ((اِنْ كَانَ يَقْطَعُكَ الْحَيَاءُ، فَقُمْ أَدْعُ لَكَ)).

قَالَ: فَقُمْتُ فَدَعَا لِيْ، فَانْتَبَهْتُ وَقَدْ بَغَّضَ اللّٰهُ اِلَيَّ مَا كُنْتُ عَلَيْهِ.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحابِ مجلس اور تلامذہ کو یہ قصہ سنایا کرتے اور اس کو بیان کرنے کی وصیت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ اس میں بڑا نفع ہے۔

اللہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ اور عنایات سے متمتع فرمائے اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق اور احباء میں سے بنائے۔ آمین۔

وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوصِي أَصْحَابَهُ بِحِفْظِ هٰذِهِ الْحِكَايَةِ، وَالتَّحَدُّثِ بِهَا وَيَقُولُ: إِنَّهَا نَافِعَة.

مَتَّعَنَا اللّٰهُ جَمِيعًا بِالْعِنَايَاتِ وَالتَّوَجُّهَاتِ النَّبَوِيَّةِ وَجَعَلَنَامِنْ عُشَّاقِهِ وَأَحِبَّائِهِ.

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، اِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِيراً. لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ، وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ اِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ. فَاسْتَغْفِرُوهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

امابعد:

ہم میں سے ہر ایک کو ہر وقت دو خوف ساری زندگی درپیش رہنے چاہئیں:

ایک یہ کہ اگر قبر میں، حشر میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے نہ پہچانا تو میرا کیا بنے گا؟ اور وہاں اگر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچ پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکا تو وہاں حشر میں میرا کیا حشر بنے گا؟

اسی لئے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے جب یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا فرما رہے تھے، تو اپنی نماز جنازہ کے دوران حق تعالیٰ شانہ سے خصوصیت کے ساتھ یہی التجا کی ہے۔ کہ الٰہی! حضور ہمیں پہچان لیں اور ہم حضور کو پہچان لیں۔

جیسا کہ روایت ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن میں رکھے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں پہونچے،

١ الخطاب الفصيح للنبى المليح ﷺ

أَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ آدَمَ وَنَفَخَ فِيْهِ رُوْحًا وَاصْطَفَاهُ لِلرِّسَالَةِ كَمَا اصْـطَـفٰى اِدْرِيْــسَ وَنُـوْحًـا وَاتَّـخَـذَ اِبْـرَاهِيْـمَ خَلِيْلًا وَمُوْسٰى كَلِيْمًا وَاِسْـمَاعِيْلَ ذَبِيْحًا وَنَصَرَ هُوْدًا وَأَلَانَ لِدَاوُدَ حَدِيْدًا وَسَخَّرَ لِسُلَيْمَانَ رِيْـحًـا وَأَيَّـدَ صَـالِحًا بِآيَاتِهِ وَهَارُوْنَ بِرِسَالَاتِهِ وَجَعَلَ الْمَسِيْحَ رُوْحًا وَعَلَّمَ يُوْسُفَ تَأْوِيْلَ الْمَنَامِ وَخَصَّ بِالْحِكْمَةِ لُقْمَانَ فَمَلَأَ بِهَا قَلْبَهُ حِيْنَ نَامَ.

وَأَشْهَـدُ أَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَـدُ أَنَّ مُـحَـمَّـدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ خَيْرَ الْأَنَامِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ فَازُوْا بِالْمَرَامِ.

أَمَّـا بَـعْـدُ أُوْصِيْـكُمْ وَنَفْسِيْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأَنْ نَسْتَعِدَّ بِالْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْـمَـحَبَّةِ وَالْـعَـظْمَةِ لِلِقَاءِ الرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰى وَالْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ وَيُـفَـكِّـرُ كُـلُّ وَاحِـدٍ مِـنَّا بَيْنَ الْمَخَافَتَيْنِ لَوْلَا يَعْرِفُنِيْ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ لَا أَعْرِفُهُ فَاِلٰى أَيْنَ يَكُوْنُ لِيَ الْمَصِيْرُ؟

كَـمَا عَلَّمَنَا الشَّيْخَانُ سَيِّدُنَا أَبُوْ بَكْرِ نِ الـصِّدِّيْقُ وَسَيِّدُنَا عُمَرَ الْفَارُوْقُ رَضِـيَ اللّٰهُ عَـنْهُـمَا لِأَنَّهُمَا لَمَّا وَصَلَا اِلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا أُدْرِجَ فِى الْأَكْفَانِ

توانہوں نے پہلے سلام عرض کیا السلام علیک ورحمۃ اللہ پھر دعا کی کہ

''اے خدا! ہم گواہ ہیں کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ پہنچادیا جو آپ کی طرف وحی کی گئی تھی اور آپ نے اپنی امت کی ہر طرح سے خیر خواہی فرمائی اور اللہ کے راستہ میں مصروفِ جہاد رہے، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو عزت دی اور خدا کا کلمہ تام ہوگیا۔

اب اے خدا! تو ہمیں ان میں سے بنادے جو اس قول کی پیروی کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا، اور ہمیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز محشر اکٹھا رکھیو، اس طرح کہ حضور ہمیں پہچانیں اور ہم حضور کو پہچانتے ہوں۔ یقیناً آپ ایمان والوں کے ساتھ بہت ہی شفقت رکھنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

اس کے سوا اے خدا! ہم ایمان کا نہ اور کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ اس کی کسی قیمت کا ہمارا تجھ سے مطالبہ ہے۔ بس صرف یہی مطالبہ ہے کہ زندگی میں آپ کی اتباع ہم کر پائیں، دوسرا یہ کہ روز محشر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان پائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پہچان لیں کہ یہ میرا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود گناہوں کو ٹھنڈے پانی کے آگ کو بجھانے سے بھی زیادہ جلد مٹانے والا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود غلاموں کو آزاد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اہمیت رگِ جان میں چلنے والے خون سے زیادہ ہے کہ قلب کی رگوں میں چلنے والے خون پر اس فانی زندگی کا مدار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو تو دائمی عقبی تباہ ہو جاتی ہے۔

دوسری ایک روایت میں وارد ہے کہ حب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم افضل من ضرب السیف فی سبیل اللّٰہ کہ حضور کی محبت قتال فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اور حضرت حسن بصری جب کھجور کے تنہ کے حضور کے فراق میں رونے کا قصہ بیان فرماتے، تو روتے جاتے تھے اور روتے ہوئے فرماتے:

اے اللہ کے بندو! خشک لکڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حضور کی محبت میں رو پڑے۔ تو تم پر تو زیادہ اس بات کا حق ہے کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق اور محبت زیادہ ہونی چاہئے۔

فَقَالَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ أَللّٰهُمَّ اِنَّا نَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى أَعَزَّ اللّٰهُ دِيْنَهُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ. فَاجْعَلْنَا يَا اِلٰهَنَا مِمَّنْ يَّتَّبِعُ الْقَوْلَ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهُ وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَتّٰى يَعْرِفُنَا وَنَعْرِفُهُ فَاِنَّهُ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفًا رَّحِيْمًا لَا نَبْتَغِيْ بِالْاِيْمَانِ بَدَلًا وَلَا نَشْتَرِيْ بِهِ ثَمَنًا.

رُوِيَ عَنْ أَبِىْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: ((اَلصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْحَقُ لِلذُّنُوْبِ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ أَفْضَلُ مِنْ عِتْقِ الرِّقَابِ)).

وَحُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ مُهَجِ الْأَنْفُسِ، وَ ضَرْبِ السَّيْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

۞ وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا حَدَّثَ حَنِيْنَ الْمِنْبَرِ وَالنَّخْلَةِ، بَكٰى وَقَالَ: يَا عِبَادَ اللّٰهِ! اَلْخَشَبَةُ تَحِنُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقاً اِلَيْهِ لِمَكَانِهِ، فَأَنْتُمْ أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوْا اِلٰى لِقَائِهِ.

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ آتا تو ان کا رنگ بدل جاتا، قوت رخصت ہو جاتی، آپ کے شرکاءِ مجلس پر بھی اس کا بھاری اثر ہوتا۔

سید القراء محمد بن منکدر کے شاگردوں کا بیان ہے کہ کبھی بھی ہم ان سے کسی حدیث کے متعلق سوال کرتے تو جواب سے پہلے وہ رو پڑتے۔ اتنا روتے کہ ہمیں ان پر ترس آنے لگتا۔

جعفر بن محمد کی ایک خصوصی صفت دل لگی اور ہنسی مذاق کی تھی، لیکن جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیا جاتا تو رنگ پیلا پڑ جاتا اور کبھی آپ بلا وضو حدیث پاک کو زبان پر نہیں لائے۔

اور عبدالرحمٰن بن قاسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرماتے تو ہم لوگ ان کا رنگ دیکھتے رہتے۔ اتنا سرخ ہو جاتا گویا کہ خون پھوٹ پڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب اور ہیبت کے مارے آپ کے منہ میں زبان خشک ہو کر چپک جاتی۔

عامر بن عبداللہ بن زبیر کے سامنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہوتا تو اتنا روتے کہ آنکھوں میں آنسو رہنے نہ پائیں۔

امام زہری کے سامنے جب تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرو تو ایسے ہو جاتے جیسے آپ میں اور ان میں کوئی جان پہچان ہی نہیں ہے۔ ہمیشہ کے حاضر باشوں کو بھی نہ پہچان پاتے۔

۞ وَكَانَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ لَوْنُهُ وَيَنْحَنِيْ حَتّٰى يَصْعَبُ ذٰلِكَ عَلٰى جُلَسَائِهِ.

۞ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ سَيِّدَ الْقُرّاءِ، فَكَانَ تَلاَمِذَتُهُ يَقُوْلُوْنَ، لَا نَكَادُ نَسْأَلُهُ عَنْ حَدِيْثٍ أَبَدًا، اِلَّا بَكىٰ حَتّٰى نَرْحَمَهُ.

۞ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - وَكَانَ كَثِيْرَ الدُّعَابَةِ وَالتَّبَسُّمِ - فَاِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِصْفَرَّ لَوْنُهُ، وَمَا رَأَيْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى طَهَارَةٍ.

۞ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ يَذْكُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَنْظُرُ اِلٰى لَوْنِهِ كَأَنَّهُ نَزَفَ مِنَ الدَّمِ، وَقَدْ جَفَّ لِسَانُهُ فِيْ فَمِهِ هَيْبَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۞ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رض، وَاِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رض، بَكىٰ حَتّٰى لا يَبْقٰى فِيْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ.

۞ وَاِذَا ذَكَرْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَامَ الزُّهْرِيِّ، فَكَأَنَّهُ مَا عَرَفَكَ وَلَا عَرَفْتَهُ.

اور صفوان بن سلیم جو بہت زیادہ مجاہدہ کرنے والے عبادت گذاروں میں سے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ان کے سامنے ہوتا تو رو پڑتے، پھر روتے رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے۔

اللہ تعالیٰ بارگاہ نبوی کا کماحقہ ادب اور بارگاہ نبوی کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔

۞ وَصَفُوَانُ بُنُ سُلَيُمٍ ـ وَكَانَ مِنَ الْمُتَعَبِّدِيُنَ الْمُجْتَهِدِيُنَ ـ فَإِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ بَكىٰ، فَلَا يَزَالُ يَبُكِي حَتّٰى يَقُوُمَ عَنُهُ النَّاسُ وَيَتُرُكُوُنَهُ.

جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنُ هٰؤُلَاءِ الْمُتَأَدِّبِيُنَ بِجَنَابِ رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ.

اَعُوُذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُمِ، بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِيُمِ، اِنَّا أَرُسَلُنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيُرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذُنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيُرًا، بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمُ فِيُ الْقُرُآنِ الْعَظِيُمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمُ بِالْآيَاتِ وَالذِّكُرِ الْحَكِيُمِ، اِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيُمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَحِيُمٌ، فَاسُتَغُفِرُوُهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوُرُ الرَّحِيُمُ.

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس دفعہ درود شریف پڑھے، تو اسے دس غلام باندیوں کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس دفعہ یا اس سے زیادہ درود شریف پڑھے، اللہ تعالی اسے فزع اکبر کے دن (سخت گھبراہٹ والے دن) امن دے گا۔

Second Khutbah **الخطبة الثانية** دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا

مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

أَمَّا بَعْدُ

وَقَدْ أَمَرَنَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ أَنْ نُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّہِ الْأَجْمَلْ

فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی

﴿ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَامُحَمَّدْ

وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدْ

وَعَلٰی اَصْحَابِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدْ

وَعَلٰی اَزْوَاجِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدْ

وَقَدْ اُمِرْنَا بِالصَّلَاۃِ عَلَیْہِ بِالسُّنَنِ وَالْاٰیَاتِ

فَمَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ عَشْرَ مَرَّاتْ کَانَ لَہٗ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابْ

مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ عَشْرًا أَوْ أَکْثَرْ أَمَّنَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرْ

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت درود پڑھے، اللہ تعالی اس کی روزی اور اپنی طرف سے انعامات میں وسعت فرمائیں گے۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی مجلس میں درود شریف پڑھے، تو اسے اللہ تعالی اس مجلس میں جو لغو گفتگو رہی ہوگی اس کا کفارہ بنا دیں گے۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کتاب میں درود لکھے، تو جب تک وہ تحریر پڑھی جاتی رہے گی، لکھنے والے کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔

جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ پر نور کی محبت دل میں رکھے گا، تو اسے جنات نعیم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھا جائے گا۔

اے ہمارے معبود! اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود! ہم تجھ سے فردوس اعلیٰ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مرافقت کا سوال کرتے ہیں،

اور اس جماعت کی رفاقت چاہتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لئے مکہ مکرمہ میں دار ارقم میں موجود رہتے تھے۔

اور مہاجرین اور انصار اور ان کے متبعین کی رفاقت چاہتے ہیں بالخصوص حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم، ان صحابہ کرام کی جو بدر وحنین اور تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق بنے۔

اور امہات المؤمنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، اہل بیت، اور حضرات شیخین: ابو بکر وعمر اور ختنین: دونوں محبوب داماد عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کی فردوس اعلیٰ میں مرافقت کا تجھ سے سوال کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ عِنْدَ دُخُوْلِ بَيْتِهِ وَسَلَّمْ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رِزْقَهُ وَأَنْعَمْ
مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ فِى الْمَجْلِس كَفَّرَ اللّٰهُ مِنَ اللَّغَطِ فِى ذٰلِكَ الْمَجْلِسْ
مَنْ كَتَبَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فِى الْكِتَابْ لَمْ يَزَلْ فِى أَجْرٍ وَّثَوَابْ مَا قُرِءَ ذٰلِكَ الْكِتَابْ
فَمَنْ أَحَبَّ وَجْهَهُ الْكَرِيمْ كَانَ مَعَهُ فِى جَنَّاتِ النَّعِيمْ
اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ حَبِيْبِنَا
نَسْئَلُ مِنكَ مُرَافَقَةَ نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ فِى الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى
وَنَسْئَلُ مُرَافَقَةَ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ الْاَكْرَمْ
اَلَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَهُ بِمَكَّةَ فِىْ دَارِ أَرْقَمْ
وَنَسْئَلُ مُرَافَقَةَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانْ
مِنْ أَبِى بَكْرٍ وَعُمَرْ وَعَلِى وَعُثْمَانْ
وَمُرَافَقَةَ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَهُ فِى الْغَزَوَاتِ وَبَدْرٍ وَّحُنَينْ
وَ أَزْوَاجِهِ وَأَهْلِ الْبَيْتِ وَالشَّيْخَيْنِ وَالْخَتَنَينْ
رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارْ
عِبَادَ اللّٰهْ رَحِمَكُمُ اللّٰهْ
اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونْ
اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونْ

.....

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر جو اشعار پڑھے تھے، وہ یہ ہیں:

بَارَکَ فِیْکَ اللّٰہُ مِنْ غُلَامٍ — یَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَةِ الْحَمَامِ
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْمِنْعَامِ — فُوْدِیَ غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
بِمِائَةٍ مِّنَ اِبِلٍ سَوَامٍ — اِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِیْ مَنَامِیْ
فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلٰی الْأَنَامِ — مِنْ عِنْدِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ
تُبْعَثُ فِیْ الْحِلِّ وَفِیْ الْحَرَامِ — تُبْعَثُ بِالتَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ
دِیْنُ أَبِیْکَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ — تُبْعَثُ بِالتَّخْفِیْفِ وَالْاِسْلَامِ
فَاللّٰہُ أَنْهَاکَ عَنِ الْأَصْنَامِ — أَنْ لَّا تُوَالِیَهَا مَعَ الْأَقْوَامِ

تو ہے وہ نقطۂ انوارِ فیضانِ خداوندی
کہ جس سے نور ساماں ہے فضائے بزمِ امکانی
بنے اگلے نبی تجھ سے ہوئے پچھلے ولی تجھ سے
ترے ہی فیض سے ارزاں ہوئی شاہوں کو سلطانی
مقاماتِ عروجِ روح تم سے ہیں نہ تم ان سے
ہے سورج خود سے روشن اور شعاعیں اس سے نورانی
نبوت ہی نہیں ختمِ نبوت کے ہو تم حامل
ستارے انبیاء ہیں اور تم ہو مہرِ نورانی
زمینی طاقتوں کا منتہا ہے ایٹمی ذرہ
خدائی طاقتوں کا منتہا ہے ذاتِ نورانی
کمالات نبوت ختم ہیں ذاتِ مقدس پر
نہ ہو ختمِ زمانی کیوں نہ پھر طغرائے پیشانی
براقِ برق پا تختِ رواں تھا ذاتِ اقدس کا
قدم کیا لیتا آکر منجمد تختِ سلیمانی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وَ الضُّحیٰ. وَ الیَّلِ اِذَا سَجی. مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلیٰ. وَ لَلآخِرَۃُ خَیرٌلَکَ مِنَ الْاُوْلٰی. وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ ربُّکَ فَتَرْضیٰ. اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیماًفَآوَیٰ. وَ وَجَدَکَ ضَالاًّ فَھَدَیٰ. وَ وَجَدَکَ عَائِلاً فَاَغنیٰ. فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَر. وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَر. وَ اَمَّا بِنعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث.

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد

اللہ کی شان کہ آج تذکرہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔اور آج کا دن کتنا پیارا دن، عید کا دن، ہم سب غسل کر کے پاک صاف ہو کر معطر ہو کر آئے ہیں۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب　　　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حکیم اجمیری صاحب، جمعہ کے دن ایک مسجد کے افتتاح کے موقع پر میرے ساتھ تھے۔مسجد میں داخل ہونے سے پہلے، وہ باہر ٹھہر گئے۔جیب میں سے شیشی نکالی، مسواک نکالی، اور جب انہوں نے اس کو اُنڈیلا، مسواک پر، تو اس کی خوشبو سے میں نے محسوس کیا کہ، اوہو! یہ کیا کر رہے ہیں؟

خوشبو سے پتہ چلا کہ جمعہ کا دن ہے، مسجد میں پہنچ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو یاد کرنا، اور درود شریف پیش کرنا ہے۔مگر میرا دہن، ہونٹ، منہ، گناہوں سے آلودہ، گندگی سے بھرا ہوا، نجاستوں سے بھرا ہوا، یہ اس قابل نہیں کہ اس زبان کو میں ہلا سکوں، اور محمد نام لے سکوں۔تو پہلے اُس مسواک پر، جو گلاب کا پانی اس بوتل میں تھا، وہ اُنڈیلا۔اور پہلے اس سے

مسواک کی، پھر شروع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف۔

آج عید کا دن بھی ہے۔ ہماری نجاستیں ماہ مبارک کے روزوں اور عبادتوں سے، یقیناً کچھ نہ کچھ پہلے کے مقابلہ میں کم ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو، جیسا آپ کا مقام ہے، ہمیں پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمدی بن کر رہو

اب سرکار کی سیرتِ طیبہ کا باب بڑا وسیع ہے۔ اس لئے تذکرہ شروع کریں تو کہاں سے شروع کریں؟ ہجرت سے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالوں کی گنتی کے لئے، ہمیں سنت قائم کر کے دی۔ کہ سالوں کی گنتی، ایرانیوں کے طرح مت گنو، عیسائیوں کی طرح مت گنو، محمدی بن کر رہو۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے گنتی شروع کرو۔ تو ہجرت سے شروع کریں، کہ جس کی ابتداء کیسے ہوئی؟

بسترِ احمد، شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا

اے علی! مردوں کو یوں ہی نیند آنا چاہئے

کہ کٹنے اور مرنے کے لئے تیار ہو کر بستر پر لیٹے اور وہاں علی پڑے سو رہے ہیں۔ آرام سے نیند بھی آگئی، یقین ہے کہ چاروں طرف سینکڑوں تلواریں اُٹھی ہوئی ہیں، نیام سے باہر، ننگی تلواریں، اور اسی بستر پر وہ پڑنے والی ہیں۔ پھر بھی وہ سو گئے اور نیند بھی آگئی۔

مدینہ طیبہ تشریف آوری

یہاں سے شروع کریں، ہجرت سے؟ یا اس لئے کہ صحابہٴ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ دنیا ساری ہم دیکھ رہے تھے، ظلمتوں سے بھری ہوئی تھی۔ حالانکہ مدینہ طیبہ میں تو کفر کم ہو چکا تھا، کتنے قبیلوں، کتنے گھروں میں، خاندانوں میں، اسلام داخل ہو چکا تھا۔ پھر بھی وہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، کہ جس دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت فرما کر جلوہ گر ہوئے، اور مدینہ طیبہ میں آپ تشریف لائے، وہ دن، کہتے ہیں انوکھا دن تھا۔ ہم بیّن فرق دیکھ رہے تھے، کہ اوہو! کہاں یہ اب تک جو ہم نے زندگی بھر کے ایام دیکھے، وہ ایام کہاں، اور یہ آج کا دن کہاں۔

جو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ تشریف آوری کا ہے۔ سیرت کا بیان اس ہجرت سے شروع کریں؟ یا نبوت سے شروع کریں؟

غارِ حراء کا اعتکاف

میں نے رمضان میں بیہقی کی روایت سنائی تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف ہر سال ایک مہینہ کے لئے، خلوت گزیں ہونے کا تھا۔ غارِ حراء میں تشریف لے جا کر وہاں خلوت گزیں ہوتے تھے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف چالیس برس کو پہنچتی ہے، ایک روایت میں تینتالیس برس کو پہنچتی ہے، تو اُس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غارِ حراء میں تشریف لے جاتے ہیں، تو اہل وعیال کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں کہ وہ بھی خلوت اختیار کریں، وہ بھی اعتکاف کریں۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس سال رمضان المبارک کے مہینہ میں غارِ حراء میں خلوت فرما رہے ہیں، اعتکاف فرما رہے ہیں۔

پہلی وحی

وہاں پر پہلی وحی نازل ہوتی ہے، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق، دونوں روایتیں ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ فرشتہ نے پہلے، بِسْمِ اللّٰہ پڑھی اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق۔ اسی لئے شوافع کے یہاں نماز جب شروع کی جاتی ہے، تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی، کلامِ الٰہی کا نزول شروع ہوا، سب سے پہلی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ، تو یہ آیات، پہلی وحی میں نازل ہوئیں۔ تو آیا سب سے پہلی جو یہ آیات نازل ہوئیں، سب سے پہلے جب قرآن کا نزول شروع ہوا، اور سب سے پہلی وحی آئی، نبوت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا گیا۔ تو یہاں سے، نبوت سے سیرت کا بیان شروع کریں؟

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ساری کائنات جگ مگ

یا سوچا کہ اُس سے اور پیچھے چلے جائیں۔ ہجرت سے نہیں، نبوت سے نہیں، ولادت سے شروع کریں، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا قصہ بیان فرماتی ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور فرماتی ہیں کہ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، تو جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان میں تشریف لاتے ہیں، تو پوری دنیا منور ہو جاتی ہے۔

مکہ مکرمہ کے اپنے گھر میں سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہاں سے قصورِ شام اور کیا کیا دیکھا، وہاں سے دیکھ رہی ہیں کہ ساری کائنات روشن ہوگئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تشریف آوری سے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے اِس ظہور سے۔ کہ ماں نے اُسی وقت دیکھ لیا کہ یہ تمام ظلمتیں، تاریکیاں باطل نے جو پھیلا رکھی ہیں، صدیوں سے، سالہا سال سے، وہ تمام ظلمتیں اس نومولود سے دور ہونے والی ہیں۔ اپنی آنکھوں سے سارا منظر دیکھ لیا کہ کس طرح یہ ظلمتیں فنا کو پہنچیں گی، کس طرح ختم ہوں گی۔

یہاں سے شروع کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرہ سے سیرت کو بیان کرنا شروع کریں؟

نورِ نبوت کا ظہور

یا اُس سے بھی، اور پیچھے ہم چلے جائیں؟ کہ یہ اس نور کا ظہور تو ولادت پر ہوا، مگر یہ نور حضرت آمنہ کے بطن میں اور رحم میں منتقل ہونے سے پہلے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ اور ہر کوئی جو اُس صورت کو دیکھتا، حضرت عبداللہ کی صورت کو، تو فدا ہوتا تھا۔ بیسیوں حسینائیں اونچے اونچے گھرانوں کی اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہ کے لئے پیش کر چکی تھیں، اصرار کرتی تھیں۔

مکہ مکرمہ میں ایک کاہنہ تھی، جو سابقہ مذاہب کی کتابیں پڑھی ہوئی تھی، جنہیں اس کا علم تھا، کہ نبیِ آخرالزمان کس طرح تشریف لانے والے ہیں، تو وہ اصرار کر کے دعوت دیتی تھی، کہ ہم سے نکاح کرلو۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مقدر فرمائی تھی بنی وہیب کے لئے۔ کہ ایک دن حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد، دادا حضرت عبدالمطلب، اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو فرماتے ہیں، کہ چلو بیٹا، آپ کا نکاح کراتے ہیں۔ اور نکاح کے لئے حضرت عبداللہ کو لے کر بنی وہیب کے گھر پہنچتے ہیں۔ تو جب وہاں پہنچتے ہیں، تو ایک وقت میں دو نکاح ہوتے ہیں۔

اللھم ھالۃ!

ہمارے یہاں لوگ نام پوچھتے ہیں کہ کبھی کوئی نام بتایا، تو کبھی کسی نام پر کسی کو اشکال بھی ہوتا ہے، ہالہ نام بتایا، تو کہتے ہیں کہ پھر کوئی مذاق بھی کرے گا کہ ہیلو ہیلو hello,hello۔ نام بگاڑے گا۔ کتنا پیارا نام ہالہ، اِن کو کیا معلوم کہ اس کی کیا تاریخ ہے، اس مبارک نام کی؟

ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں ایک خاتون سلام کرتی ہیں، آواز دیتی ہیں، نوک کرتی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں جیسے ہی اُس خاتون کی آواز پہنچتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا

شغل چھوڑ کر گھبرا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، **اللّٰھم ھالۃ۔**

جیسے ہی وہ آواز سنتے ہیں، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مرحوم زوجۂ مطہرہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یاد آجاتی ہیں، کہ یہ تو اُن کی آواز ہے، یہ تو خدیجہ کی آواز ہے۔ لیکن حضرت خدیجہ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے کتنے برس ہو گئے، تو خدیجہ کہاں سے آ گئی؟ لیکن پھر ذہن کام کرتا ہے، کہ اوہو! پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ اندر خواتین جو باتیں کر رہی ہیں، تو یہ خدیجۃ الکبریٰ نہیں ہیں، اُن کی بہن ہالہ ہیں۔ بہنوں کی آواز ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ یہ تو ہالہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا، کیسے برداشت کر سکتی تھیں۔ کہ یہ جو میرے ساتھ رہتی ہیں، سوکنیں، اُن کو میں مشکل سے گوارا کرتی ہوں۔ کہ یہ سب فناء ہو جائیں، مر جائیں، تو یہ میرے محبوب، تنہا میرے پاس، میری گود میں رہیں۔ تو یہ تو اور آگے چلے گئے، کہ جو قبر میں ہے اس کو یاد فرما رہے ہیں۔

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کہا؟ کہ یا رسول اللہ!، ایک بڑھیا آپ کو ملی تھیں، اس کے گال پر گوشت بھی نہیں تھا، چپٹے ہوئے اس کے گال، اُس کو مرے ہوئے برسوں ہو گئے، اب تک آپ یاد فرماتے ہیں، کب تک یاد فرماتے رہیں گے؟

خديجة كانت و كانت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **خَدِيْجَة كَانَتْ وَ كَانَتْ**، میں اس پر کہا کرتا ہوں کہ یہ جملہ، فصاحت اور بلاغت کی انتہا پر ہے، دنیا کا کوئی فصیح و بلیغ انسان کسی زبان کا، عربی زبان کا جاننے والا، اس کی زبان سے یہ نکل نہیں سکتا تھا۔ اعجاز و بلاغت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت انتہائی درجہ کی بیان فرما دی۔

کیسے؟ کہ خدیجہ کو تم پوچھتی ہو، تو **خَدِيْجَة كَانَتْ وَ كَانَت** خدیجہ کی کہانیاں اور جو سٹوری

شروع کروں، عرب رات میں بیٹھ کر چاندنی میں جو سَمَر کیا کرتے تھے اور کہانیاں بیان کیا کرتے تھے، تو کہانیوں میں اسی طرح ہوتا تھا کان ۔ کہ کانَ رَجُلٌ، ایک آدمی تھا۔ کانَ مَلِکٌ، ایک بادشاہ تھا۔ کانَتِ امْرأۃٌ، ایک عورت تھی۔ تو یہ کانت خدیجۃ، کہ ایک کہانی خدیجہ کی پوری ہوگی، پھر دوسری، پھر تیسری۔ الف لیلۃ سے آگے بڑھ کر ان کی داستانیں میں سنا سکتا ہوں، خدیجہ کو کیا پوچھتی ہو۔ تو یہ ہالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔

اور ایک ہالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا جان حضرت عبداللہ کی بھی سالی، اُن کا نام بھی ہالہ۔ کیسے؟ کہ میں نے عرض کیا، کہ حضرت خواجہ عبدالمطلب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم کو لے کر پہنچتے ہیں، بنو وہیب کے یہاں، اور حضرت عبد اللہ کا نکاح کن سے ہوتا ہے؟ حضرت آمنہ سے۔

حضرت عبداللہ کا نکاح پڑھایا، اب دوسرا نکاح شروع ہوتا ہے، کن کا؟ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی بہن کا نام تھا ہالہ، ان سے نکاح ہوتا ہے۔ کس کا ہوتا ہے؟ حضرت عبدالمطلب کا، حضرت عبدالمطلب کی عمر اس وقت کتنی تھی، ایک سو بیس برس۔ کیا حق تعالیٰ شانہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان حضرات کو قوتیں عطا فرمائی تھیں۔ کیا جسمانی قوت، کیا روحانی قوت، تو ایک سو بیس برس کی عمر میں، جدامجد حضرت عبدالمطلب کا بھی اسی وقت نکاح ہوا، دو نکاح ہوتے ہیں۔

یہ جو نکاح ہوا حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ سے، ہم یہاں سے شروع کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کو یہاں سے بیان کرنا شروع کریں؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف

یا پھر اور اُس سے پیچھے چلتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف امامِ مالک

رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے بیان کرنا شروع کیا۔ پڑھنا شروع کیا ہے اُس نے پڑھا، محمد بن عبداللہ، بن عبدالمطلب ، بن ہاشم ، بن عبدمناف ، تو وہ پڑھتا چلا گیا ، بولتا چلا گیا ، اُس نے آخر میں کہاں پر چھوڑا ، سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا۔ ساری سند ، سارا نسب سن کر حضرتِ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب جھوٹ ہے ، یہ جو نسب آدم علیہ السلام تک پہنچایا ، تو میرے پاس ایک کتاب ہے ، اُس میں آدم علیہ السلام تک نسب مذکور ہے۔ تو فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

پھر دوسری روایت شروع کی گئی کہ حضرت ، یہ تو غلط ہوا ، مگر میں ایک سناتا ہوں نسب ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ انہوں نے سنانا شروع کیا ، محمد بن عبد اللہ ، بن عبد المطلب ، بن ھاشم ، اور انہوں نے جا کر ختم کیا ، حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

اور پھر امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف جو عدنان ابن اُد تک بیان کیا جاتا ہے ، یہ درست اور صحیح اور محقق ہے۔ اس کے بعد جو کچھ بیان کرتے ہیں ، كَذَبَ النَّسَّابُون ۔ یہ نسب بیان کرنے والے ، ویسے ہی جھوٹ بولتے رہتے ہیں ، کوئی حقیقت نہیں۔ تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری جدامجد عدنان ابن اُد ہیں ، وہاں سے ہم شروع کریں؟

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

اوپر کا نسب تو معلوم نہیں ، لیکن حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں ، بیچ کی کڑیاں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ، اور اُن کے بعد کون کون سی ہیں ، تو اس کے متعلق تو کلام ہوسکتا ہے۔ مگر اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں۔ وہاں سے ہم شروع کریں؟

کیوں؟ کہ بہت بڑی تاریخ ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے، کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت ودیعت تھا والد ماجد کی پیشانی میں، اُس پر مکہ مکرمہ کی کاہنات فدا ہوکر کے اپنے آپ کی پیش کش کیا کرتی تھیں۔

اس نورِ نبوت کے ذریعہ انسانیت کو کہاں کہاں فائدہ ہوا ہے اور کہاں کہاں باطل کو حق تعالیٰ شانہ نے اس نور کی روشنی سے ختم کیا ہے، تو بہت بڑا واقعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو جب آگ میں ڈالا گیا، وہ تو ہماری طرح ایک انسان تھے۔ جل کر راکھ ہو سکتے ہیں۔

حضرت عباس ابن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا فرماتے ہیں، کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو بچانے والی ذات کیا تھی؟ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت تھا، جو ابراہیم خلیل اللہ کی پشت میں تھا۔ اس لئے وہ آگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد، حضرت ابراہیم کو جلا نہیں سکی۔ تو اس نورِ نبوت کا وہاں بھی ظہور ہوا، جس طرح کہ حضرت آمنہ ولادت کا قصہ بیان فرماتی ہیں۔ تو ہم وہاں سے شروع کریں، جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سیرت کی ابتداء کریں؟

حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

یا اور پیچھے چلے جائیں، کہ آدم ثانی حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی کشتی کا ذکر کیا ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شعر میں، اور وہ شعر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

ایک غزوہ سے تشریف لا رہے ہیں، مدینہ منورہ سے باہر ایک شب پہلے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے۔ اور سب اچھی طرح آپس میں مل لیتے، جو پیچھے رہ گئے ہوتے، وہ بھی پہنچ جاتے، تب جا کر پھر مدینہ منورہ میں داخلہ ہوتا۔

وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس نے جو اشعار سنائے ان میں اس کا تذکرہ ہے، کہ نوح کی کیا طاقت تھی کہ اتنے بڑے عذابِ الٰہی سے اپنے آپ کو بچا لیتے، یا دوسروں کو بچا لیتے۔

وہ تو اُن کی پشت میں، حضرتِ نوح کی پشت میں چونکہ وہ آدمِ ثانی ہیں۔تو اُن کی پشت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جونورِ نبوت تھا۔تو بچانے والا یہ نورِ نبوت ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کواور کشتی والوں کو۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

یا اُس سے اور ہم پیچھے چلے جائیں۔کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی جب تخلیق ہوچکی، اور سجدہ کا حکم ہوا، تو کسی نے کہا کہ یہ سجدہ کا حکم اس لئے ہوا کہ، حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کی جانی تھی۔آپ کی عظمت اور تعظیم اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔

کسی نے کہا کہ آدم تو کیا ہیں، اُن کو کیسے سجدہ؟ وہ تو جس طرح ہم کعبہ کے سامنے منہ کرتے ہیں، تو وہ بظاہر دیکھنے میں تو سجدہ آدم کو تھا، مگر حقیقۃً آدم تو کعبہ کے مانند تھے، اور سجدہ حق تعالیٰ شانہ کو ہورہا تھا۔علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ سلام آدم علیہ السلام کو نہیں تھا، اصلاً یہ نورِ نبوت کو سلام تھا۔جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت تھا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَة

یا اور ہم پیچھے چلے جائیں۔کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابھی پیدا نہیں کیا گیا تھا، صرف پیدا کرنے کے متعلق حق تعالیٰ شانہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔تو فرشتوں نے درخواست کی، کہ الٰہی! ان کو تو پیدا کرے گا، یَأْکُلُوْنَ، و یَشْرَبُوْنَ و یَتَنَاکَحُونَ و یَرْکَبُونَ ، وہ کھائیں گے، پئیں گے، نکاح کریں گے، سواریاں کریں گے۔تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ الٰہی فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةَ لَنَا ۔کہ الٰہی تو اُن کے لئے دنیا مقدر کر دے اور ہمارے لئے آخرت مقدر کردے۔

فرشتے بھی سمجھتے تھے، کہ یہ تو قید خانہ ہے، مصیبتوں کا گھر ہے، مصیبت کدہ ہے دنیا۔فرشتوں نے اُسی وقت اس دنیا سے توبہ کی تھی جس کی رنگ رلیوں میں ہم خوامخواہ کے لئے بیوقوف بنے

ہوئے ہیں۔تو یہاں سے شروع کریں جہاں سے حق تعالیٰ شانہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تھا۔

وَ الضُّحیٰ .وَ اللیَّلِ اِذَا سَجی، مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلی

یا پھر ہم شروع کریں یہاں سے جو میں نے سورۃ پڑھی تھی۔**وَ الضُّحیٰ .وَ اللیَّلِ اِذَا سَجی، مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلیٰ.** اوراس سے پہلے والی سورۃ کیا ہے،**وَ الَّیُلِ اِذَا یَغُشیٰ. وَ النَّھَارِ اِذَا تَجَلّیٰ** ۔اوہو! قرآن،قرآن کے رموز اوراسرار کوتو دیکھو! وہاں کیا فرمایا، **وَ الیَّلِ اِذَا یَغُشیٰ وَ النَّھَارِ** ،لیل پہلے،نہار بعد میں۔اور یہاں والضحیٰ میں کیا فرمایا،**و الضحیٰ . و الیل.** ضحیٰ پہلے اور،دن پہلے اور لیل بعد میں۔اوپر کے بالکل مخالف،دونوں سورتوں میں۔ایسا کیوں؟

ان دونوں سورتوں کے بعد جیسے ہی والضحیٰ کے آخر میں پہنچتے ہیں،تو آپ نے یہاں تکبیر سنی ہوگی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔جیسا کہ آج ہم مسلمانوں کی عید ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے،مگر وہ کل کائنات کی عید تھی کہ نور محمدی کے ظہور کی والضحیٰ کے ذریعہ خبر دی گئی تھی۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب کہ کفار مشرک نعرہ لگا رہے تھے **اعل ھبل**،کہ ہمارا ہبل بلند ہوگیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعرہ کا جواب نعرہ سے دو۔کہو **اللّٰہ اعلیٰ و اجل** ۔تو اسی طرح یہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ سورۃ تم نے پڑھ لی والضحیٰ پوری کر لی،تو اب کہو اللہ اکبر! آپ نے دیکھا کہ قراء پڑھتے ہیں،کیا پڑھتے ہیں؟ اللہ اکبر،اللہ اکبر،لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔جو آج کی تکبیر ہے،اُس سورۃ پر ختم پر پڑھی جاتی ہے اور اس لئے یہاں نعرۂ تکبیر بلند کیا جاتا ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ،سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی۔ہم کیا کہتے ہیں اس سورۃ کو

سورۃ والضحیٰ، اس کا دوسرا نام ہے، سورۂ محمد، اللہ اکبر! اس سورۃ کا نام ہی ہے سورۃ محمد۔ کیوں؟

مفسرین لکھتے ہیں کہ جو اُس میں والضحیٰ ہے، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دنیا میں نور کی شعاعیں پھیلیں، اس نور کی اِس میں خبر ہے۔

اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دلوں میں بسانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات پر جنات نے اس طرح نوحہ کیا تھا:

نَبْكِىْ الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْأَمِيْنَةَ   ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةَ الرَّزِيْنَةَ
زَوْجَةَ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْقَرِيْنَةَ   أُمُّ نَبِىِّ اللّٰهِ ذِىْ السَّكِيْنَةَ
وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِيْنَةَ   صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِيْنَةَ
لَوْ فُوْدِيَتْ لَفُوْدِيَتْ ثَمِيْنَه   وَلِلْمَنَايَا شَفْرَةٌ سَنِيْنَةَ
لَا تُبْقِىْ ظَعَّاناً وَّلَا ظَعِيْنَةَ   اِلَّا أَتَتْ وَقَطَّعَتْ وَتِيْنَه
أَمَا هَلَكْتِ أَيُّهَا الْحَزِيْنَةَ   عَنِ الَّذِىْ ذُو الْعَرْشِ يُعْلِىْ دِيْنَه
فَكُلُّنَا وَالِهَةٌ حَزِيْنَةَ   نَبْكِيْكِ لِلْعُطْلَةِ أَوْ لِلزِّيْنَةَ
وَلِلضَّعِيْفَاتِ وَلِلْمِسْكِيْنَةَ

وہ رند پاک طینت قبلۂ صافی درو ناں ہوں
کہ برسوں جوتیاں سیدھی کرے پیر مغاں میری

وہ سر پر سایہ افگن ہو قدم بوسی میں یہ مصروف
کمر بستہ ہیں خدمت میں زمیں و آسماں میری

مرے کلک فصاحت پر مضامین ناز کرتے ہیں
سریر آرائے اقلیم بلاغت ہے زباں میری

مفاتیح عقول عشرۂ عالم پہ میں قابض
علوم عقلی و نقلی سے مملو داستاں میری

دو سنگ آسیائے گنبد خضرا و غبرا میں!
مثال دانۂ بریاں ہے جان ناتواں میری

کمالات محمد کو بیاں کرتا مگر افسوس
نہ اس قابل بیاں میرا نہ اس قابل زباں میری

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف

حضرت شیخ عبدالغنی مقدسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف سے اس طرح شروع فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد۔

اس کے بعد بھی شیخ مقدسی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچایا مگر خود ان کا قول ہے کہ یہ عدنان بن اد تک تو نسب شریف متفق علیہ ہے اس کے بعد میں اختلاف ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب ہیں، جن کا نسب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ساتھ اوپر پہنچ کر عبد مناف میں جا کر مل جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ، میں عام الفیل میں، ربیع الأول کے مہینہ میں، پیر کے روز، ربیع الأول کی دو یا نو یا بارہ تاریخ کو ہوئی۔ ولادت سے پہلے والد ماجد حضرت عبداللہ وفات پا چکے تھے، اگر چہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب عمر شریف اٹھائیس مہینے اور ایک قول میں سات مہینے تھی، اس وقت حضرت عبداللہ وفات پا گئے۔

حضرت عبداللہ کی وفات میں ایک قول یہ ہے کہ ابواء میں آپ کی وفات ہوئی۔ دوسرا

قول یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں دار النابغہ نامی مکان میں آپ کی قبر ماضی قریب تک بیان کی جاتی رہی، اور اسی دار النابغہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ننھیال میں والدہ ماجدہ کے ساتھ قیام رہا ہے۔

کفالت اور رضاعت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف جب چار برس یا پانچ برس اور ایک قول کے مطابق چھ برس ہوئی، اس وقت حضرت آمنہ وفات پا جاتی ہیں اور کفالت جدامجد حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں اور آٹھ برس کی عمر میں وہ بھی داغِ مفارقت دے جاتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا جب وہ اپنے بیٹے مسروح کو دودھ پلا رہی تھیں، اسی دوران یا اس سے پہلے یا اس کے بعد حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخز ومی کو بھی ثویبہ نے دودھ پلایا ہے، اس لئے یہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔

جیسا ثویبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا شرف حاصل فرمایا، اسی طرح حضرت حلیمہ سعدیہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ مبارکہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک کے متعلق حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے خود اپنا نام اس طرح بیان فرمایا کہ **اِنِّیْ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِی**، کہ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ جس کے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتے ہیں اور میں حاشر ہوں کہ لوگ جن کے پیچھے محشور ہوں گے اور میں عاقب ہوں کہ خاتم الانبیاء کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسی طرح حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ شریف کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے کئی نام ہمیں بیان فرمائے، کچھ ہمیں یاد رہے۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا کہ **اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ الْمُقَفِّی وَ نَبِیُّ التَّوْبَۃِ وَ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ** اور ایک روایت میں **نَبِیُّ الْمَلْحَمَۃ**، کہ میں محمد ہوں میں احمد ہوں، مقفی ہوں، نبی التوبۃ ہوں، نبی الرحمۃ ہوں، نبی الملحمۃ ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے اسماء شریفہ کے بارے میں یہ روایت بیان فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَامُحَمَّدٌ وَ اَنَا الْحَاشِرُ وَ اَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ لِوَاءُ الْحَمْدِ مَعِیَ وَ کُنْتُ اِمَامَ الْمُرْسَلِیْن وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ**، کہ میں احمد ہوں، محمد ہوں، حاشر ہوں، ماحی ہوں جس کے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتے ہیں پھر جب روزِ قیامت ہوگا تو لواء الحمد میرے ساتھ ہوگا اور میں تمام انبیاء اور مرسلین کا سردار ہوں، اور ان سب کی شفاعت کرنے والا ہوں۔

اللہ عز وجل نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ **بَشِیْراً و نَذِیْراً و رَؤُوفٌ و رَحِیْم ورَحْمَۃ لِلْعَالَمِیْن.**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء یا القاب مبارکہ بعضوں نے سینکڑوں اور بعضوں نے ہزار تک گنوائے ہیں۔ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے کئی سو کو ذکر کیا ہے۔

احقر نے آج سے تقریباً ۲۵ برس قبل مسجد نبوی کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے دوران حق جل مجدہ کے ایک سو اسماء اور ان کے ہم وزن القاب نبویہ کو ملا کر **صلوۃ و سلام علی سید الانام بالاسماء الالھیۃ و الالقاب النبویۃ** کے نام سے درود شریف ترتیب دیا

تھا، اور عید سے ایک روز قبل طبع ہوکر جب پہنچا تو عزیز مولوی مقصود احمد گنگات مسجد نبوی میں اس کو والہانہ انداز میں تقسیم فرماتے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کی حالت میں مکہ مکرمہ میں پرورش ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت فرماتے ہیں اور ان کے بعد چچا ابوطالب کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے جاہلیت کی تمام گندگیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ پاک رکھا، تمام عیوب سے پاک رکھا اور تمام اخلاق جمیلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزین فرمایا۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں ''الأمِیْـن'' کے لقب سے معروف تھے کیوں کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری، باتوں کی سچائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقوی طہارت کی زندگی کو دیکھ رہے تھے۔

سفر یمن

ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر دس برس سے کچھ زیادہ ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یمن کے سفر پر تشریف لے گئے۔

اس روایت میں انہوں نے اس سفر کے دو معجزات کا ذکر کیا ہے:

۱۔ جاتے ہوئے ایک وادی سے گذرنے کا راستہ تھا، مگر ایک سانڈ اونٹ کی وجہ سے وہاں سے لوگ گذرنے نہیں پاتے تھے۔ مگر اس نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی گردن زمین پر رکھ دی، جس طرح پالتو جانور اپنے پالنے والے کے سامنے تابع ہونے اور

محبت کا اظہار کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے،اس پر سواری فرمائی اوراس وادی کو پار فرما کراس سے نیچے اتر آئے۔

۲۔اسی طرح سفر سے واپسی کا معجزہ بھی انہوں نے ذکر کیا ہے کہ قافلہ جب ایک وادی میں پہنچا، وہاں سیلاب تھااور گذرنے کی کوئی سبیل کسی کونظر نہیں آرہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے پیچھے آجاؤ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی پانی میں قدم رکھا، زمین نے پانی کونگل لیااور خشک ہوگئی۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر جب مکہ والوں سے قافلہ نے معجزہ کا ذکر کیا،تو سب کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ **اِنَّ لِهٰذا الْغُلامِ شَأناً**۔

شام کا پہلا سفر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف بارہ برس ہوتی ہے تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر فرماتے ہیں یہاں تک کہ بُصری جب پہنچتے ہیں اور بحیرہ راہب نے آپ کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات سے پہچان لیا۔وہ قریب پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ اقدس پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ سید العالمین ہیں، یہ رسول رب العالمین ہیں، اِن کو اللہ تعالی رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائیں گے۔

بحیرہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟ تو بحیرہ نے کہا کہ جب تم گھاٹی سے آرہے تھے،تو میں دیکھ رہا تھا کہ کوئی درخت، کوئی پتھر نہیں تھا،مگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ میں گر جاتا تھا، اور یہ چیزیں صرف نبی کو سجدہ کرتی ہیں، اور ہم نے نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری کتابوں میں لکھا ہوا بھی پایا ہے۔انہوں نے ابو طالب سے درخواست کی اور یہود کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف کرتے ہوئے آپ کو وہیں سے واپس لے جانے کی درخواست کی، چنانچہ ابوطالب آپ کو واپس لے آئے۔

شام کا دوسرا سفر اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ شام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی تجارت کے خاطر ہوا۔

اس سفر میں نسطورا راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھا تو گویا ان پر حال طاری ہوگیا۔ حال کے طاری ہونے پر ان کے کلمات شاہد ہیں: ھو، ھو، نبی، ھو، ھو، آخر الانبیاء.

یہ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقدِ نکاح سے پہلے ہوا ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بُصریٰ کی سوق میں پہنچتے ہیں، اور وہاں اپنے مقصدِ تجارت کو پورا فرماتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف پچیس برس ہوتی ہے، تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کا نکاح ہوتا ہے۔

نبوت

اور جب چالیس برس کو پہنچتے ہیں، تو اللہ تعالی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی اعزاز وتکریم سے نوازتے ہیں اور آپ کے پاس جبریل امین پیغامِ رسالت لے کر پہنچتے ہیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں ہوتے ہیں۔ الٰہی! ہمارے دلوں کو حرا بنادے۔

وہاں دو پہاڑ ہیں: ثبیر اور حرا۔ کائنات بدربین اور غزوات کے جاں نثاروں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ثبیر پر ہیں، دشمن ستا رہے ہیں، اس دوران ثبیر عرض گذار ہے: **اِھْبِطْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْکَ عَلٰی ظَھْرِیْ فَیُعَذِّبَنِی اللّٰہُ** ۔ کہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے اوپر سے نیچے تشریف لے جایئے، کہ مجھے اس بات کا ڈر

ہے کہ میری پشت پر دشمنوں نے آپ کو قتل کر دیا اور میں آپ کو بچا نہ سکوں ،تو کہیں اللہ مجھے عذاب نہ دے۔

پہاڑ بھی ایک دوسرے کی آواز سنتے ہیں،آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ثبیر کی یہ آواز حِرا نے سن لی۔اس نے دور سے پکارا اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ثبیر آپ سے معذرت خواہ ہے،اس لئے آپ میرے اوپر تشریف لے آیئے۔گویا آپ کی خاطر مجھے سب کچھ گوارا ہے۔

اسی لئے ایک دوسرے موقع پر جب خلفاء کرام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حِرا پر ہیں،تو اس پر حال طاری ہو گیا کہ کتنا پیارا لمحہ، کہ میں محبوب کائنات اور محبوب رب العالمین کے قدم چوم رہا ہوں۔تو حال طاری ہونے پر وہ ہل رہا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرما رہے ہیں اُسْکُنْ یَاحِرَا! فَاِنَّ عَلَیْکَ نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَھِیْدٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ برس قیام فرماتے ہیں،اور اس مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیت المقدس کی طرف استقبال فرما کر نماز پڑھتے رہے،لیکن اس طرح کہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی ، بلکہ کعبہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے رکھتے تھے اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سولہ یا سترہ مہینے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

تیرہ برس مکہ والوں کے بے پناہ مظالم برداشت کرنے کے بعد بحکم الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی۔

ہجرت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو ہجرت فرماتے ہیں۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں ہیں اور راستہ بتانے والے عبد

اللہ بن اریقط لیثی ہیں، یہی دلیل اور ہادی تھے،لیکن ان کے مسلمان ہونے کا کوئی ثبوت میسر نہیں آسکا۔اغلب یہ ہے کہ وہ کفر کی ہی حالت پر رہے۔

ہجرت کے سفر میں یہ تین رفقاء ہیں جو اپنا پیارا وطن چھوڑ کر جارہے ہیں۔راستہ پر موت ان کا پیچھا کرتی رہی،مگر اللہ کی شان کہ ابھی دس برس نہیں گذرے کہ اب صرف مکہ والوں کو نہیں،روئے زمین کی تمام باطل پرست قوتوں کو للکارنے کے لئے تبوک کا سفر ہوتا ہے،تو تیس ہزار سے زیادہ فدائی ساتھ ہیں۔

اور ہجرت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر مظلومانہ ہے،اور تبوک کا مجاہدانہ،مگر آخری مکہ کا حجۃ الوداع کا سفر محبوبانہ انداز کا سفر ہے۔لاکھوں کی تعداد میں چاروں طرف،تاحد نظر جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلوے کے منتظر دور دور تک انسان ہی انسان ہیں۔اور نبوی بارگاہ سے حجۃ الوداع کے لئے جاتے ہوئے اور آتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر ایک کے لئے پیار ہی پیار ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسفار کا دل و دماغ کی گہرائیوں سے آپ مطالعہ فرمائیں اور اس کے بعد اِس طرح موازنہ فرمائیں تو لطف آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے لمحات کا صحیح مطالعہ کرکے ہر وقت دل و دماغ میں ہمیں بسانے کی اللہ توفیق دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس برس قیام فرماتے ہیں۔ان دس سالہ زندگی کی تفاصیل آگے مضامین میں معلوم ہوں گی،جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور عمرہ اور حج کے اسفار،اور خصوصی طور پر اسلام کی دعوت کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک و سلاطین کے یہاں جن خدام کے ذریعہ مکاتیب گرامی ارسال فرمائے،اور عمومی دعوت اسلام کے لئے بھیجے جانے والے سرایا کی تعداد اور اس کے امراءِ لشکر،اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے تین ازواج مطہرات حضرت خدیجۃ الکبری، حضرت سودہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے نکاح تو مکہ مکرمہ میں ہوئے، ان تین امہات المؤمنین کے علاوہ جو بقیہ نکاح ہوئے؛ ان تمام کی تفاصیل اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرماسکیں گے۔

وفات

تریسٹھ برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتی ہے۔ پیر کے دن بارہ ربیع الأول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے اور بدھ کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آتی ہے، کل بارہ دن یا چودہ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے، اس بیماری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

غسل دینے والوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس اور فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید، اور شقران، مؤخر الذکر دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی میں سے ہیں، انہوں نے غسل دیا اور غسل کے وقت اوس بن خولی انصاری موجود رہے۔

تین کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا گیا جو یمن کے شہر سحول کے بنے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تین کپڑوں میں نہ قمیص تھا، نہ عمامہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ مسلمانوں نے الگ الگ پڑھی، کسی نے امامت نہیں کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں آپ کے نیچے ایک سرخ چادر بچھائی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوڑھنے میں استعمال ہوا کرتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترنے والوں میں حضرت عباس، حضرت علی، حضرت

فضل بن عباس اور قثم اور شقران ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد آپ پر نو اینٹیں رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو بند کیا گیا۔

جس جگہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اسی بستر کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا اور وہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر کھودی گئی اور قبر کے اندر لحد بنائی گئی اسی حجرہ میں جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کا قیام تھا۔ پھر اسی حجرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعد میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہوئے۔

مرحبا سیدِ مکی، مدنی العربی دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

منِ بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

چشمِ رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات رحم فرما کہ زحد می گذرد تشنہ لبی

نسبتِ خود بہ سگت کردم وبس منفعلم زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

عاصیانیم زما نیکیٔ اعمال مپرس سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

سَیِّدِیْ، أَنْتَ حَبِیْبِیْ وَطَبِیْبُ قَلْبِیْ

آمدہ سوئے تو قدسؔی پئے درماں طلبی

حاجی جان محمد قدسی المتوفی: ۱۰۶۵ھ

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی، مدنی ہاشمی ومطلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش وسما، جنت وفردوس
آرام گہِ پاک رسولِ عربی ہے

آہستہ قدم، نیچی نگہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے

اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی
محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے

بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج
جو آگ مرے سینہ میں مدت سے دبی ہے

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **تین** صاحبزادے ہیں:

۱۔**قاسم** جن سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہے، جن کی ولادت نبوت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور وہیں آپ نے وفات پائی جب کہ حضرت قاسم کی عمر دو برس تھی۔

۲۔**عبداللہ**۔حضرت عبداللہ، بعد از نبوت ان کی ولادت ہے

۳۔**ابراہیم** جن کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی، اور مدینہ منورہ میں ۱۰ھ میں جب کہ ان کی عمر سترہ یا اٹھارہ مہینے تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

۱۔حضرت **زینب** ہیں جن کے شوہر ابو العاص تھے، اور وہ ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے اور حضرت زینب کے خالہ زاد بھائی سے ان کا پہلا رشتہ تھا، ان سے نکاح ہوا، اور ان سے جو اولاد ہوئیں، وہ یہ ہیں:

۱۔**علی** جو بچپن میں فوت ہو گئے۔

۲۔ **امامہ** جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں بھی اٹھا لیتے تھے۔یہی حضرت امامہ جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد نکاح کیا تھا۔

○

۲۔حضرت **فاطمہ** جن کے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین صاحبزادے ہیں:

۱۔حسن

۲۔حسین

۳۔محسن

اور محسن بچپن میں وفات پا گئے تھے

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو صاحبزادیاں ہیں:

۱۔**ام کلثوم** جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کیا تھا۔

۲۔**حضرت زینب** جن سے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا تھا۔

○

۳۔حضرت **رقیہ** ہیں جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں، انہیں کے یہاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا ہے۔اور حضرت رقیہ کے ایک صاحبزادہ بھی ہیں حضرت عبداللہ، اسی سے ان کو ام عبداللہ کہا جاتا تھا۔

○

۴۔حضرت **ام کلثوم** ہیں۔حضرت رقیہ کی وصال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تھا، ان کی بھی آپ کے یہاں وفات ہوئی۔

○

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں **چار** ہیں، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور صاحبزادوں میں بھی صحیح قول ہے کہ تین صاحبزادے تھے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ چار تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ پانچ تھے کہ طیب اور طاہر دونوں الگ الگ نام ہیں، اگرچہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تین تھے۔طیب اور طاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت عبداللہ کے القاب تھے جن کی ولادت بعد از نبوت ہوئی۔

سب سے پہلے ولادت حضرت قاسم کی ہے اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم

ہے پھر حضرت زینب، ان کے بعد رقیہ، ان کے بعد فاطمہ، ان کے بعد ام کلثوم، پھر حضرت عبد اللہ مکہ مکرمہ میں نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضرت ابراہیم کی ولادت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم کے حضرت خدیجہ سے ہیں۔ صرف حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپ کے وصال سے پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد وفات پا گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے

۱۔ام المؤمنین حضرت **خدیجہ بنتِ خویلد** رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف پچیس برس تھی۔حضرت خدیجہ آپ کے ساتھ رہیں، اسی دوران اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے سچے مشورے دینے والی تھیں۔

ہجرت سے تین سال قبل آپ کی وفات ہوئی، یہ قول سب سے زیادہ صحیح ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ پانچ سال پہلے، تیسرا یہ کہ ہجرت سے چار سال پہلے حضرت خدیجہ کی وفات ہے۔

○

۲۔ام المؤمنین حضرت **سودہ**: حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نکاح فرمایا۔

اور حضرت سودہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں جو سہیل بن

عمرو کا بھائی ہے۔ اور حضرت سودہ کو ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا، لیکن حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو اپنے پاس نکاح میں رہنے دیا۔

○

۳۔ ام المؤمنین حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالی عنہا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں، ہجرت سے دو سال قبل نکاح فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تین سال پہلے جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر چھ یا سات برس تھی اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو برس تھی اور ہجرت کے سات مہینے بعد یا اٹھارہ مہینے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بناء فرمائی اور رخصتی ہوئی ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ آپ کی مدینہ منورہ ہی میں وفات ہوئی اور بقیع میں مدفون ہیں، بقیع کی تدفین کی خود آپ نے وصیت فرمائی تھی۔

آپ کی وفات سنہ اٹھاون یا سنہ ستاون ہجری میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور آپ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی باکرہ عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بچہ کا ان کو اسقاط ہو گیا تھا، اس لئے آپ کی کنیت ام عبداللہ ہے اگرچہ اس روایت کی صحت میں کلام ہے۔

○

۴۔ ام المؤمنین حضرت **حفصہ** بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ

خنیس بن حذافہ کے نکاح میں تھیں، اور حضرت خنیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں، اور بدر میں شریک ہوئے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

اور مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دی، تو جبرئیلِ امین نے آکر اللہ تعالی کا حکم پہنچایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکَ اَنْ تُرَاجِعَ حَفْصَةَ، کہ اللہ کا حکم ہے کہ آپ حفصہ سے رجوع فرمالیں، فَاِنَّھَا صَوَّامَةٌ، قَوَّامَةٌ وَ اِنَّھَا زَوْجَتُکَ فِی الْجَنَّةِ، بہت زیادہ وہ روزے رکھنے والی، بہت قیام کرنے والی ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت میں بھی بیوی رہے گی۔

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ بنت عمر کو طلاق دی، یہ اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی، تو اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمانے لگے کہ اب اللہ تعالی عمر اور اس کی بیٹی کی کیا پرواہ کرے گا؟ اس طلاق کے بعد، اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور اللہ تعالی کا یہ حکم پہنچایا کہ اللہ عز وجل آپ کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ حفصہ سے حضرت عمر پر ترس کھاتے ہوئے رجوع کر لیں۔

حضرت حفصہ کی وفات سنہ ستائیس ہجری یا سنہ اٹھائیس ہجری میں ہوئی ہے جسے عامِ افریقیہ کہا جاتا ہے۔

○

۵۔ ام المؤمنین **ام حبیبہ** بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ آپ کا اسمِ گرامی رملہ بنت صخر ہے، آپ نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی ہجرت بھی کی ہے مگر عبید اللہ بن جحش حبشہ پہنچ کر نصرانی ہوگئے اور اللہ تعالی نے ام حبیبہ کے اسلام کو باقی رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا، جب کہ آپ ابھی حبشہ ہی میں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی نے چار سو دینار مہر بھی عطا فرمایا تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو انہی کے خاطر حبشہ بھیجا تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ام حبیبہ کی طرف سے ولی بن کر نکاح کو قبول کیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ خالد بن سعید بن العاص نے ولی بن کر ایجاب وقبول کیا تھا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن چوالیس ہجری میں ہے۔

○

۶۔ام المؤمنین **ام سلمہ** رضی اللہ عنہا۔آپ کا اسمِ گرامی ہند بنت امیہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد کے نکاح میں تھیں۔

آپ کی وفات سنہ ۶۲ ہجری میں ہے اور مدینہ منورہ میں بقیع میں مدفون ہیں، اور ازواجِ مطہرات میں سب سے اخیر میں وفات حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہے، اگر چہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات سب سے اخیر میں ہوئی ہے۔

○

۷۔ام المؤمنین حضرت **زینب بنت جحش** رضی اللہ عنہا۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت امیمہ کی بیٹی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ اور غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

زید بن حارثہ نے آپ کو طلاق دی، پھر آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالی نے حضرت زینب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرایا اور روئے زمین پر ایجاب وقبول کی مجلسِ نکاح منعقد نہیں ہوئی، اور یہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت زینب ازواجِ مطہرات سے کہا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے آباء واجداد نے کروایا اور میرا نکاح ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اللہ تبارک وتعالی نے کرایا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں سنہ بیس ہجری میں ہے اور بقیع میں مدفون ہیں۔

○

۸۔ام المؤمنین حضرت **زینب بنت خزیمہ** رضی اللہ عنہا۔ان کا لقب ام المساکین ہے کہ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اور یہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور یہ بھی کہا گیا کہ عبدالطفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ سے ہجرت کے بعد تیسرے سال میں نکاح فرمایا ہے، لیکن نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت تھوڑی مدت وہ رہ سکیں، صرف دو مہینے یا تین مہینے رہ سکیں، پھر وفات پا گئیں۔

○

۹۔ام المؤمنین حضرت **جویریہ** بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ جو غزوۂ بنو مصطلق میں سبایا میں شامل ہو کر آئی تھیں پھر پہلے تو ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں گئیں، حضرت ثابت نے آپ کو مکاتب بنایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بدلِ کتابت ادا فرمایا اور ہجرت کے چھٹے سال میں ان سے نکاح فرمایا۔

سنہ چھپن ہجری ربیع الأول میں آپ کی وفات ہے۔

○

۱۰۔ام المؤمنین حضرت **صفیہ** بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا جو حضرت موسی علیہ الصلوۃ و السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے اولاد میں سے ہیں جو غزوۂ خیبر میں قید کی گئی تھیں، قیدیوں میں شامل ہو کر آئی تھیں۔

ہجرت کے ساتویں سال یہ غزوہ ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کروایا تھا اور حضرت صفیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرما دیا تھا اور آپ کی آزادی ہی آپ کا مہر قرار پائی تھی۔

سنہ تیس ہجری یا سنہ پچاس ہجری میں آپ کی وفات بیان کی گئی ہے۔

○

۱۱۔ام المؤمنین حضرت **میمونہ** بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ جو حضرت خالد بن ولید اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے سرِف میں نکاح فرمایا تھا اور سرِف ہی میں آپ کی رخصتی ہوئی ہے اور وہیں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہیں اور سرِف مکہ مکرمہ سے نو میل پر ایک پانی کے چشمہ کا نام تھا۔ امہات المؤمنین میں سب سے اخیری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے۔

آپ کی وفات سنہ تریسٹھ ہجری میں ہے۔

یہ تمام ازواجِ مطہرات وہ ہیں کہ جن سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت زوج مطہر تنہائی میں تشریف لے گئے ہیں اور خلوت فرمائی ہے، جو گیارہ ہیں۔ اور سات وہ ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقدِ نکاح فرمایا لیکن ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت زوج مطہر خلوت نہیں فرمایا یا تنہائی میں تشریف نہیں لے گئے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا ہیں:

۱۔**حارث** جو عبد المطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، انھی سے عبد المطلب کی کنیت ابو الحارث ہے۔ آپ کے چچا حارث کی اولاد میں سے اور ان کی اولاد کی اولاد میں سے ایک جماعت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

○

۲۔دوسرے چچا **قثم** جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے، ان کی اور حارث کی ماں ایک تھی۔

○

۳۔تیسرے چچا **زبیر** بن عبدالمطلب جو قریش کے سرداروں میں سے تھے اور ان کے بیٹے **عبد اللّٰہ بن زبیر** ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں بھی شریک رہے اور وہاں بڑی ثبات قدمی سے لڑے اور اجنادین میں شہادت پائی۔ اجنادین میں شہادت بھی ایسے پائی کہ آپ کے چاروں طرف سات لاشیں پڑی تھیں جن کو حضرت عبداللہ بن زبیر نے قتل کیا تھا، ان کو قتل کرنے کے بعد پھر آپ کی شہادت ہوئی ہے۔

زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد یہ ہیں:

۱۔**عبد اللّٰہ بن زبیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ **ضباعہ بنت زبیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو صحابیہ ہیں۔

۳۔**ام الحکم بنت الزبیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کرتی ہیں۔

○

۴۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے چچا **حمزہ** بن عبدالمطلب ہیں جن کا لقب اسداللہ اور اسد الرسول ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں، ابتدائی اسلام میں سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں ہیں اور آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور بدر میں شریک ہوئے اور احد میں آپ نے شہادت پائی اور آپ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی۔

○

۵۔ پانچویں چچا **عباس** بن عبدالمطلب جن کی کنیت ابوالفضل ہے۔آپ نے بھی اسلام قبول کیا اور اسلام لانے کے بعد بھی بڑی خوبیوں کے مالک رہے، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین برس بڑے تھے۔

حضرت عباس کے دس بیٹے تھے، **فضل، عبداللّٰہ، قثم** یہ تینوں صحابی بھی ہیں۔

حضرت عباس نے سنہ بتیس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

○

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں سے صرف دو، حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسلام قبول کیا ہے۔

○

٦۔ چھٹے چچا **ابو طالب** بن عبد المطلب جن کا نام عبد مناف ہے اور ابو طالب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے حقیقی بھائی ہیں کہ دونوں کی حضرت عبد اللہ اور ابو طالب کی ماں ایک ہیں۔ حضرت عبد اللہ اور ابو طالب کی ایک بہن تھی عاتکہ جنہوں نے بدر کے بارے میں خواب دیکھا تھا اور تینوں حضرت عبد اللہ حضرت ابو طالب اور عاتکہ کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھیں۔

ابو طالب کی اولاد یہ ہیں:

۱۔ طالب ہے جنہوں نے کفر کی حالت میں انتقال کیا

۲۔ حضرت عقیل،

۳۔ حضرت جعفر،

۴۔ حضرت علی،

۵۔ حضرت ام ھانی ہیں، اور حضرت ام ہانی کا نام فاختہ ہے، بعضوں نے ہند بھی بیان کیا ہے۔

ان چاروں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

نیز ابو طالب کی اولاد میں

٦۔ جمانہ نام کی بیٹی کا بھی ذکر آتا ہے۔

○

۷۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں چچا **ابولہب** جس کا نام عبد العزیٰ تھا، حضرت عبد المطلب نے یہ کنیت بچپن سے دی تھی کہ ابولہب کا چہرہ بڑا حسین تھا۔

ابولہب کی اولاد یہ ہیں:

۱۔عتبہ

۲۔ معتّب جنہوں نے جنگ حنین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی دکھائی تھی۔

۳۔اوران دونوں کی بہن **درّہ** ہیں، ان تینوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۴۔ابولہب کا ایک لڑکا **عتیبہ** جسے ملکِ شام کے سفر میں زرقاء نامی جگہ پر شیر نے چیر پھاڑ دیا تھا اور کفر کی حالت میں وہ مرا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے نتیجہ میں شیر نے اسے پھاڑا تھا۔

○

۸۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھویں چچا **عبد الکعبہ** ہیں۔

○

۹۔نویں چچا **حجل** جن کا نام مغیرہ ہے۔

○

۱۰۔دسویں چچا **ضرار**؛ یہ حضرت عباس کے ماں کی طرف سے سگے بھائی ہیں۔

○

۱۱۔گیارھویں چچا **غیداق**۔غیداق قریش میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور سب سے زیادہ کھانا کھلانے والے تھے۔اس لئے انہیں غیداق کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں ہیں:

۱۔پہلی پھوپھی **صفیہ** بنت عبدالمطلب ، جو اسلام لائیں، جنہوں نے ہجرت کی اور یہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جن کی وفات مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دورِ خلافت میں ہوئی اور یہ اور حضرت حمزہ دونوں ایک ماں سے ہیں، دونوں اخیافی بھائی بہن ہیں۔

○

۲۔دوسری پھوپھی **عاتکہ** بنت عبدالمطلب بعضوں نے کہا کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اورانہوں نے بدر کے بارے میں خواب بھی دیکھا تھا۔ یہ ابوامیہ کے نکاح میں تھیں

ان کی اولاد یہ ہیں:

۱۔حضرت **عبد اللہ** جو اسلام لائے اور صحابی بنے۔

۲۔**زھیر**

۳۔**قریبه کبریٰ**

○

۳۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پھوپھی **اروٰی** بنت عبدالمطلب جو عمیر بن وہب کے نکاح میں تھیں، ان کی اولاد میں **طلیب بن عمیر** ہیں، مہاجرین اولین میں سے ہیں، بدر میں بھی شریک ہوئے اور اجنادین میں شہادت پائی ہے، حضرت طلیب کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

○

۴۔چوتھی پھوپھی **امیمہ** بنت عبدالمطلب ، جو جحش بن رئاب کے نکاح میں تھیں، جن سے:

۱۔**عبد اللہ** کی ولادت ہوئی جو احد میں شہید ہوئے۔

۲۔**ابو احمد الاعمیٰ الشاعر** مشہور ہیں اور ان کا نام عبد ہے۔

۳۔حضرت امیمہ کی بیٹی حضرت زیـــــنـــــب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین

حضرت زینب ہیں۔

۴۔اور دوسری بیٹی حبیبه ہیں۔

۵۔تیسری حمنه ہے،سب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۶۔ایک بیٹے حضرت امیمہ کے عبید اللّٰہ بن جحش جو اسلام لائے تھے، پھر نصرانیت اختیار کر لی تھی اور حبشہ میں کفر کی حالت میں وفات پائی۔

○

۵۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں پھوپھی برّہ یہ عبد الاسد کے نکاح میں تھیں،ان کے بیٹے ابو سلمہ ہیں جن کا نام عبداللہ ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے شوہر تھے۔حضرت برہ نے عبد الاسد کے بعد ابو رہم سے نکاح کیا تھا اور ان کے لڑکے ابو عبرہ بن ابی رھم ہیں۔

○

۶۔چھٹی پھوپھی **ام الحکیم** ان کا نام بیضاء بنت عبد المطلب ہے جو کریز بن ربیعہ کے نکاح میں تھیں۔ان کی اولاد میں اروی بنت کریز ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج فرمائے؟ تو حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک حج اور چار عمرے فرمائے ہیں۔

۱۔عمرۃ الحدیبیہ: جس وقت مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ سے روک دیا تھا۔

۲۔عمرۃ القضاء کا عمرہ۔

۳۔ وہ عمرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے فرمایا، جس سفر میں جعرانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے اموالِ غنیمت تقسیم فرمائے تھے جو ذی القعدہ میں ہوا تھا۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمرہ جو حج کے ساتھ ہوا ہے۔

یہ ایک حج اور چار عمرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد ہیں البتہ مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج بھی فرماتے رہے اور عمرہ بھی فرماتے رہے، ان کی تعداد محفوظ نہیں ہے۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے حج فرمایا، حجۃ الوداع، تو اسی حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کو الوداع فرما دیا تھا، اور فرمایا تھا کہ عَسٰی اَنْ لَا تَرَوْنِی بَعْدَ عَامِی ھٰذا، ہوسکتا ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے روئے زمین پر نہ دیکھ پاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس پچیس غزوات میں شرکت فرمائی، یہ مشہور قول ہے اگرچہ دوسرا قول ستائیس غزوات کا بھی ہے اور سرایا کی تعداد پچاس یا پچاس کے قریب ہے۔ ان تمام میں صرف نو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کی نوبت آئی، وہ یہ ہیں:

۱۔ بدر

۲۔ احد

۳۔ خندق

۴۔ بنی قریظہ

۵۔ بنو مصطلق

۶۔ خیبر

۷۔ فتح مکہ

۸۔حنین

۹۔طائف۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وادیِ قری اور الغابہ اور بنو نضیر میں بھی قتال ہوا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دینے والے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دینے والے حضرات یہ ہیں:

۱۔صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ

۲۔عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ

۳۔عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ

۴۔علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالی عنہ

۶۔عبداللہ بن ارقم زہری رضی اللہ تعالی عنہ

۷۔ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ

۸۔ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالی عنہ

۹۔خالد بن سعید رضی اللہ تعالی عنہ

۱۰۔حنظلہ بن ربیع رضی اللہ تعالی عنہ

۱۱۔زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ

۱۲۔معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ

۱۳۔شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالی عنہ

۱۴۔ابان بن سعید رضی اللہ تعالی عنہ

۱۵۔ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالی عنہ

۱۶۔زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ

۱۷۔عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالی عنہ

۱۸۔ابورافع قبطی رضی اللہ تعالی عنہ

۱۹۔خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ

۲۰۔السجل رضی اللہ تعالی عنہ

۲۱۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ

۲۲۔علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالی عنہ

۲۳۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ

۲۴۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ

۲۵۔علاء بن عقبہ رضی اللہ تعالی عنہ

۲۶۔عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ

۲۷۔ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ

۲۸۔ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ

۲۹۔بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالی عنہ

۳۰۔جہیم بن الصلت رضی اللہ تعالی عنہ

۳۱۔الحصین بن نمیر النمیر ی رضی اللہ تعالی عنہ

۳۲۔حویطب بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ

۳۳۔خالد بن زید رضی اللہ تعالی عنہ

۳۴۔سعید بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

۳۵۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ

۳۶۔طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالی عنہ

۳۷۔ابو سلمۃ المخزومی رضی اللہ تعالی عنہ

۳۸۔ابان بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ

۳۹۔حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ

۴۰۔حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ

۴۱۔سعید بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

۴۲۔عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ

۴۳۔عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالی عنہ

۴۴۔عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

۴۵۔عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول رضی اللہ تعالی عنہ

۴۶۔معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ

۴۷۔معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ

۴۸۔یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ

۴۹۔عمرو بن حزم رضی اللہ تعالی عنہ

۵۰۔حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالی عنہ

ان تمام نے کتابت کی خدمت انجام دی ہے۔مگر اس خدمت کے زیادہ مواقع جن کے لئے میسر آئے اور جنھوں نے طویل عرصہ کتابت کی خدمت انجام دی وہ دو صاحبان ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور قاصد جن صحابہ کرام کو بھیجا

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو بطورِ قاصد بھیجا ان میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری ہیں جنہیں نجاشی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ نجاشی کا اسم گرامی اصحمہ ہے اور اصحمہ کے معنی عربی میں عطیہ کے ہوتے ہیں۔

حضرتِ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ گرامی اپنے ہاتھوں میں لیا، دونوں آنکھوں پر اسے رکھا، اپنے تختِ شاہی سے نیچے اتر آئے، زمین پر بیٹھ گئے اور اسلام قبول کیا اور آخر تک آپ کا اسلام ترقی پذیر رہا۔ اگرچہ آپ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے سامنے ہی اس مکتوبِ گرامی سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی، جس دن ان کی وفات ہوئی ہے تو نمازِ جنازہ پڑھی ہے، اور یہ بھی روایات میں بیان کیا گیا کہ حضرت نجاشی کی قبر پر برابر نور کی روشنی دیکھی جاتی رہی۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ روم قیصر کی طرف قاصد بنا کر بھیجا، قیصر کا نام ہرقل تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے متعلق سوالات کیے اور اس کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت ثابت ہوگئی اور اسلام لانے کا اس نے ارادہ کیا، مگر رومیوں نے ان سے موافقت نہیں کی، اس لئے اپنی سلطنت پر خوف کرتے ہوئے وہ اسلام لانے سے رک گیا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ فارس کسریٰ کی طرف قاصد بنا کر بھیجا، جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کے ٹکڑے کر دئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا تھا مَزَّقَ اللّٰہُ مُلْکَہُ، اللہ اس کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کر دے۔ چنانچہ اس کی سلطنت بھی پارہ پارہ اللہ نے فرمائی اور اس کی قوم کی طرف وہ سلطنت منتقل نہیں ہوئی، بلکہ اس کی قوم کی سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاطب بن ابی بلتعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکندریہ کے بادشاہ اور مصر کے بادشاہ مقوقس کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ اس نے اچھی باتیں کہیں اور اسلام لانے کے وہ قریب پہنچ گئے تھے مگر اسلام نہیں لا سکے۔

پھر بھی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، بطور ہدیہ کے حضرت ماریہ قبطیہ اور آپ کی بہن سیرین کو بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرین حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرما دی جن سے عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُمان کے دو بادشاہ جیفر بن جلندی اور عبد بن جلندی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ حقیقۃً تو بادشاہ جیفر تھا، یہ عبد اور جیفر دونوں اسلام میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو کام سپرد کیے۔

ایک یہ کہ آپ صدقات کا انتظام فرمائیں اور دوسرے ہمارے درمیان حکمِ اسلام اور شریعت

کا نفاذ فرماویں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کے پاس رہے۔

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلیط بن عمرو العامری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوذہ بن علی حنفی کے پاس یمامہ قاصد بنا کر بھیجا۔ اس نے حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا اکرام فرمایا، آپ کی ضیافت کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کے جواب میں لکھا کہ جن چیزوں کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ کتنی پیاری، کتنی عمدہ ہیں اور میں بھی میری قوم کا خطیب اور شاعر ہوں، تو میرے لئے بھی آپ اس امرِ نبوت میں کوئی حصہ رکھ دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار فرمایا اور ہوذہ بن علی نے اسلام قبول نہیں کیا اور فتحِ مکہ کے سال وہ اسی کفر کی حالت میں مر گیا۔

حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شجاع بن وہب اسدی کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن ابی شمر الغسانی، بلقاء کے بادشاہ کے پاس بھیجا، بلقاء جو شام کے علاقہ میں ہے۔

حضرت شجاع فرماتے ہیں کہ میں اس کے پاس پہنچا اس حال میں کہ وہ غوطۂ دمشق میں تھا، تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کو پڑھا، پھر اسے پڑھ کر پھینک دیا اور اس نے کہا کہ میں ان پر حملہ کرنے جا رہا ہوں اور اس نے اس کا پختہ ارادہ کیا، مگر قیصر نے جس کی ماتحتی میں یہ حارث بن ابی شمر الغسانی تھا، تو قیصر نے ایسا کرنے سے اسے روک دیا۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث حمیری کے پاس قاصد بنا کر بھیجا جو یمن کے بادشاہوں میں سے ایک تھے۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی بحرین کے بادشاہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اوران کے ساتھ ایک گرامی نامہ بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی، چنانچہ وہ اسلام لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت ابوموسی اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ یمن کی طرف بھیجا تھا کہ وہاں جا کر اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ سارا ملک، وہاں کے تمام باشندے خوشی خوشی بغیر کسی قتال اور جبر کے، بغیر کسی قتال اور مقابلہ کے اسلام میں داخل ہوئے۔

حریۃ الاصل آزاد حضرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام

۱۔ انس بن مالک بن نضر الانصاری رضی اللہ عنہ

۲۔ ہنداور

۳۔ اسماء جو دونوں حارثہ اسلمی کے بیٹے ہیں

۴۔ ربیعہ بن کعب

۵۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب النعلین مشہور ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جانے کے لئے کھڑے ہوتے، تو وہ نعلین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہناتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو جاتے تو انہیں اپنے ہاتھوں میں پہن لیتے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے کے لئے کھڑے نہ

ہوتے، وہاں تک اپنے پاس رکھتے۔

۶۔عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچری کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچری کو اسفار میں یہ لے کر چلتے تھے۔

۷۔ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بھی ہیں۔

۸۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔

۹۔ ذو مخمر جو شاہ حبشہ نجاشی کے بھتیجے یا بھانجے ہوتے ہیں، ان کا نام مخمر میم کے ساتھ یا مخبر با کے ساتھ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔

۱۰۔بکیر بن شداخ اللیثی ،بعضوں نے ان کا نام بکیر کے بجائے بکر بھی بتایا ہے۔

۱۱۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے خاص طور پر ہجرت کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی خدمت فرمائی تھی۔

۱۳۔اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴۔حبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۔عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶۔قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۸۔مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۹۔مہاجر مولی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

۲۰۔ ہلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱۔اربد بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۲۔اسود بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳۔جدرجان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴۔جراح بن جرجان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵۔ثعلبہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۔سالم مولیٰ ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷۔نعیم بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸۔ابواسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام

۱۔زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور

۲۔ان کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت اسامہ کو الحِبّ بن الحِبّ کہا جاتا تھا۔

۳۔ثوبان بن بُجدد، ان کا نسب یمن میں ہے۔

۴۔ابوکبشہ یہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، ان کا نام سلیم تھا، اور بدر میں شریک ہوئے۔
بعضوں نے کہا کہ یہ دوس کے علاقہ میں پیدا ہوئے،

۵۔انسہ ہیں جو سراۃ کے علاقہ سے ہیں، وہاں کی پیدائش ہے۔

۶۔شقران حبشی جن کا نام صالح تھا

۷۔رباح اسود

۸۔یسار نوبی

۹۔ابورافع ہیں جن کا نام اسلم ہے، بعضوں نے ابراہیم نام بتایا ہے، یہ حضرت عباس کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں آزاد فرما دیا تھا۔

۱۰۔ابومویہبہ ہیں جومزینہ سے ہیں ۔

۱۱۔فضالہ ہیں جوشام جاکرآباد ہوگئے تھے۔

۱۲۔رافع ہیں جوسعیدابن العاص کی مِلک میں تھے، جب ان کی اولادان کی وارث ہوئیں،تو بعضوں نے ان کوآزادکیا،بعضوں نے ان کوآزادنہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت رافع حاضر ہوئے، مدد کے طالب ہوئے، سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر آپ کی مدد میں ان کو ہبہ کر دیا تھا۔اس لئے یہ اپنے متعلق حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے **انا مولیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولیٰ اورغلام ہوں۔

۱۳۔مدعم اسودجن کورفاع ابن زید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہبہ کیا تھا،جنہیں وادیِ قریٰ میں قتل کیا گیا تھا۔

۱۴۔کِرکرہ، جونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر متعین ہوا کرتے تھے۔

۱۵۔حضرت زید ہیں جو ہلال ابن یسارابن زید کے جدامجد ہیں

۱۶۔عبید

۱۷۔طہمان یا کیسان یامہران یاذکوان یامروان

۱۸۔مأبورالقبطی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنہیں مقوقس نے ہدیہ کیا تھا

۱۹۔واقد

۲۰۔ابوواقد

۲۱۔ہشام

۲۲۔ابوضمیرہ

۲۳۔حنین

۲۴۔ابوعسیب اورآپ کا نام احمر ہے

۲۵۔ابوعبید

۲۶۔ایمن بن عبید

۲۷۔باذام

۲۸۔رویفع

۲۹۔سلمان فارسی

۳۰۔ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری

۳۱۔قفیز

۳۲۔نفیع بن حارث

۳۳۔ابوحمراء

۳۴۔ابوسلمٰی یا ابوسلّام جن کا نام حارث تھا

۳۵۔ابوصفیہ

۳۶۔اورسفینہ ہیں جوام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، پھرام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے آپ کوآزاد کر دیا تھا، اور آپ پر شرط کی تھی کہ عمر بھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔انہوں نے عرض کیا، حضرت سفینہ نے، کہ اگر آپ مجھ پر شرط نہ کرتیں تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوکبھی چھوڑنہیں سکتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام مشہور موالی اور آزاد کردہ غلام ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیاں

ا۔سلمٰی جوحضرت رافع کی ماں ہیں۔

۲۔ برکتہ ام ایمن ہیں، حضرت ام ایمن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد ماجد حضرت

عبداللہ کی طرف سے وارث ہوئے۔اور یہ ام ایمن برکہ، یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں

۳۔میمونہ بنت سعد

۴۔خضرہ

۵۔رضوی

۶۔امۃ اللہ بنت رزینہ

۷۔امیمہ

۸۔خلیسہ

۹۔خولہ

۱۰۔ام ضمیرہ

۱۱۔ام عیاش

۱۲۔رزینہ

۱۳۔ریحانہ

۱۴۔زرینہ

۱۵۔سائبہ

۱۶۔سدیسہ

۱۷۔سلامہ

۱۸۔سیرین

۱۹۔عنقودہ

۲۰۔لیلی

۲۱۔میمونہ بنت ابی عسیب

۲۲۔اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین

۱۔حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا تھے۔ یہ دونوں حضرات باری باری مدینہ منورہ میں اذان دیا کرتے تھے۔

۳۔حضرت سعد قرظی جو قبا میں اذان دیا کرتے تھے

۴۔حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ مکرمہ میں اذان دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان

۱۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت رباح اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت انسہ بن باداہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار

۱۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کے روز آپ کے پہرہ دار بنے۔

۲۔حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

۳۔حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ احد میں پہرہ دیا۔

۴۔حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

۵۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

۶۔حضرت ذکوان بن عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ تینوں حضرات وادی قری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار بنے۔

۷۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ بدر کے موقع پر عریش میں پہرہ داری کی خدمت انجام دی۔

۸۔حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار تھے۔

جب آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ دینے والوں کو منع فرمادیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء الجیش

۱۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۔سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔سیدنا مالک بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱۔سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۔سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳۔سیدنا صرد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴۔سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶۔سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷۔سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۸۔سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۹۔سیدنا منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۰۔سیدنا علقمہ بن مجزز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱۔سیدنا قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۲۔سیدنا عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳۔سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴۔سیدنا عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵۔سیدنا کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۔سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷۔سیدنا ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸۔سیدنا زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹۔سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰۔سیدنا شجاع بن ابی وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۱۔سیدنا بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۲۔سیدنا زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۳۔سیدنا غالب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۴۔سیدنا کرز بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۵۔سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۶۔سیدنا ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۷۔سیدنا عامر بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف علاقوں کے گورنر

۱۔سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔سیدنا مالک بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔سیدنا مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱۔سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء

آسمان والوں میں سے:

۱۔حضرت جبریل امین علیہ السلام

۲۔حضرت میکائیل علیہ السلام

زمین والوں میں سے:

۱۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن صحابہ کرام کو قاضی بنایا گیا

۱۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ

۲۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امانت اور اخراجات کا حساب رکھنے والے صحابہ کرام

۱۔حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدود کی تفتیش کرنے والے اور نافذ کرنے والے صحابہ کرام

۱۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ

۲۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز داں

۱۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں کے چَرانے والے

۱۔سیدنا ابو سلمیٰ یا ابو سلّام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو عرنیین نے قتل کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو ضروریات کے ذمہ دار

۱۔سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے اٹھانے والے

۱۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ

۶۔سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریاں تیار کرنے والے

۱۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء

۱۔سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپّل سنبھالنے والے

۱۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے حدی خواں

۱۔حضرت انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کن کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

۱۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب

ا۔حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن حضرات کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری اعضاء میں کسی درجہ میں مشابہت تھی :

☆ ابوالبشر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

☆ سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

☆ حضرات حسنین : سیدنا حسن ابن سیدنا علی اور سیدنا حسین ابن سیدنا علی رضی اللہ عنہم

☆ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

☆ سیدنا ابراہیم ابن حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ سیدنا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

☆ سیدنا عون ابن سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا عبداللہ ابن سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا قثم ابن سیدنا عباس رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا ابوسفیان ابن نوفل ابن الحارث ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

☆ سیدنا محمد ابن سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا مسلم ابن سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ

☆ سیدنا شافع ابن سیدنا سائب ابن یزید رضی اللہ عنہما

☆ حضرت عبداللہ ابن عامر ابن کُریز العبشمی رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت کابس ابن ربیعۃ بن عدی

☆ حضرت علی ابن نجاد ابن رفاعۃ الرفاعی الیشکری

☆ حضرت قاسم ابن عبداللہ ابن محمد ابن عقیل رضی اللہ عنہم

☆ حضرت عبداللہ ابن محمد ابن سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

☆ حضرت قاسم ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت ابراھیم ابن عبداللہ ابن الحسن ابن الحسن ابن امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

☆ حضرت یحییٰ ابن قاسم ابن جعفر ابن محمد ابن علی ابن الحسین ابن سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

☆ حضرت عبیداللہ ابن ابی طلحۃ الخولانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت مسلم ابن معتّب ابن ابی لہب رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت قتادۃ ابن دعامۃ رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شہاب الدین الرملی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اسماء گرامی کو نظم فرمایا ہے:

بِالْمُصْطَفٰی شُبِّہَ بَعْضُ النَّاسِ　　فَاحْفَظْھُمْ وَلَا تَکُنْ بِالنَّاسِیْ

فَاطِمَۃُ الزَّھْرَآءُ وَابْنَاھَا الْحَسَنْ　　ثُمَّ حُسَیْنٌ وَکِلَاھُمَا حَسَنْ

وَابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِبْرَاھِیْمُ　　وَنَوْفَلُ ابْنُ الْحَارِثِ الْعَظِیْمُ

وَابْنُ ابْنِهِ انْشُرْ بِالْجَمِيْلِ ذِكْرَه أَبُوْ مُحَمَّدٍ أَمِيْرُ الْبَصْرَة

وَجَعْفَرٌ وَابْنَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَوْناً اذْكُرْ وَلَا تَكُنْ بِاللَّاهِیْ

وَابْنَا عَقِيْلٍ وَهُمَا مُحَمَّدٌ وَمُسْلِمٌ وَالسَّائِبُ الْمُمَجَّدُ

ابْنُ يَزِيْدٍ وَهُوَ جَدُّ الشَّافِعِیّ اِمَامُنَا الْأَعْظَمُ نَجْلٌ شَافِعٌ

وَالْحَبْرُ عَبْدُ اللّٰهِ ذَا ابْنُ عَامِرٍ ابْنُ كُرَيْزٍ الْعَبْشَمِیِّ الْفَاخِرِ

وَكَابِسٍ وَالِدُهُ رَبِيْعَة ابْنُ عَدِیٍّ نِسْبَةً رَفِيْعَة

كَذَا عَلِیٌّ ابْنُ عَلِیِّ بْنُ نِجَادٍ ابْنُ رِفَاعَةَ الرِّفَاعِیِّ الْجَوَادِ

الیَشْكُرِیُّ وَعُدَّ بَعْدَ الیَشْكُرِیِّ يَحْيٰى هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ ابْنُ جَعْفَرِ

ابْنُ مُحَمَّدٍ مَوْلَانَا عَلِیّ ابْنُ حُسَيْنِ ابْنُ عَلِیٍّ الْوَلِیّ

وَوَلَدُ الْعَبَّاسِ وَهُوَ قُثَمُ وَابْنُ مُعَتَّبٍ الْمُسَمّٰی مُسْلِمُ

وَالْقَاسِمُ الثَّبْتُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَظِيْمِ الْجَاهِ

فَجَدُّهُ عُقَيْلٌ الْكَرِيْمُ كَذَا ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِبْرَاهِيْمُ

وَجَدُّهُ فَالْحَسَنُ ابْنُ الْحَسَنِ ابْنُ عَلِیٍّ يَا لَهُ مِنْ مُحْسِنِ

وَابْنُ أَبِیْ طَلْحَةَ عَبْدُ اللّٰهِ وَذَاكَ خَوْلَانِیٌّ بِلَا اشْتِبَاهِ

صَلّٰی عَلَيْهِ رَبُّنَا وَسَلَّمَا وَالْآلِ وَالصَّحْبِ الْكِرَامِ الْعُظَمَا

امام الرملی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، شیخ محمد القیسی المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظم پر اضافہ فرمایا ہے:

وَعُدَّ فِیْ أَشْبَاهِهِ الْخَلِيْلُ وَآدَمُ الْمُعَظَّمُ الْجَلِيْلُ

صَلّٰی عَلَيْهِمَا الْإِلٰهُ دَائِما مُسَلِّماً مَا لَاحَ نَجْمٌ فِیْ السَّمَا

كَذَاكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَوْفَلٍ كَذَا أَبُوْ سُفْيَانْ أَخُوْهُ الْمُعْتَلِی

وَعَــدَّهُ الــنَّــاظِــمُ نَــوْفَلاً بَلا   شَكٍّ مُـخَــالِفٌ لِّـمَــا قَـدْ نُـقِلَا
وَعُــدَّ فِـىْ الْأَشْبَــاهِ أَيْـضــاً ثَـابِتُ   هُـوَ الْبُـنَــانِـىُّ وَكَــذَا قَتَــادَةُ
ابْــنُ دِعَــامَةٍ كَـذَاكَ الْـقَــاسِمُ   كَـذَاكَ عَبْـدُ اللّٰـهِ أَبُـوْهُ الْعَـالِمُ
وَشَـافِعُ ابْنِ ذِىْ الـذِّكْـرِ الْـجَمِيْلْ   وَالْـفَـضْـلِ وَالتَّبْـجِيْـلِ مَـوْلَانَـا عَقِيْلْ
وَشَــافِـعٌ جَـدُّ الْإِمَــامِ الشَّـافِعِىّ   لِـمَـا مَضَـى عَـنْ صَـاحِبِ الشَّرَا ئِعِ
صَـلّٰــى عَــلَيْــهِ الـرَّبُّ ذُوْ الْـجَلَالْ   كَــذَا الـصِّــحَــابُ جُـمْـلَةً وَالْآلْ

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف گفتگو حاصل کرنے والے نباتات، جمادات اور حیوانات میں سے بعض کے اسماء گرامی

۱۔کنکریاں
۲۔پتھر
۳۔اونٹ اوراونٹنیاں
۴۔بکری کی زہر آمیز ذراع/دست/بونگ
۵۔جبل احد
۶۔جبل ثبیر
۷۔غار حرا
۸۔بھیڑیا
۹۔درخت
۱۰۔بکری

۱۱۔ کھجور کا خشک تنہ

۱۲۔ دراز گوش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کا تذکرہ

۱۔سکب: جو گھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں سب سے پہلے آیا ہے۔ جو بنی فزارہ کے ایک اعرابی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اوقیہ چاندی میں خریدا۔ اور اس کا نام اعرابی کے یہاں ضرس ہوا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا نام تبدیل فرما کر سکب رکھا تھا۔ اور پیشانی اس کی سفید تھی اور دایاں پیر سفید تھا، سب سے پہلا گھوڑا ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فرمایا۔

۲۔ سبحہ: جس کو سِباق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، دوڑ میں استعمال فرمایا، اور وہ سب سے آگے رہا، سابق بنا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرحت ہوئی تھی۔

۳۔ المرتجز: جسے اعرابی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تھا، جس کے لئے خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی۔ اور وہ اعرابی بنو مرہ کا تھا۔

سہل ابن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین گھوڑے تھے: لزاز، ظرِب، اور لحیف۔

۴۔ لزاز: جو مقوقس نے آپ کے خدمت میں ہدیہ کیا تھا،

۵۔ لحیف: جو ربیعہ ابن ابی براء نے ہدیہ کیا تھا،

۶۔ ظرِب: جو فروۃ ابن عمرو جذامی نے آپ کو ہدیہ کیا تھا۔

۷۔ الورد: جو تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہدیہ کیا تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو مرحمت فرما دیا تھا، انہوں نے اس پر سواری بھی کی، پھر حضرت عمر نے سواری کے

لئے کسی اور کو دے دیا۔ تو حضرت عمر نے دیکھا کہ وہ بیچا جا رہا ہے۔

۸۔ ملاوح

۹۔ سداد

۱۰۔ ابلق

۱۱۔ ذوالعقال

۱۲۔ ذواللمۃ

۱۳۔ المرتجل

۱۴۔ سرجان

۱۵۔ یعسوب

۱۶۔ بحر

۱۷۔ ادہم

۱۸۔ شحا

۱۹۔ سجل

۲۰۔ مراوح

۲۱۔ نجیب

۲۲۔ طرف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ یا چھ خچریاں تھیں:

۱۔ دُلدُل: ایک جس کا نام دُلدُل تھا، اسے شہباء بھی کہا جاتا تھا۔ مقوقس نے ہدیہ میں دی جس پر اسفار میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی دلدل زندہ رہی یہاں تک کہ بہت عمر ہوگئی، دانت بھی گر گئے، اس لئے شعیر پانی میں بھگو کر حلق میں ڈالا جاتا تھا۔ اور ینبوع میں وہ مر گئی تھی۔

۲۔فضہ جوفروہ بن عمرو نے ہدیہ میں دی تھی۔
۳۔ایک جو صاحب دومہ نے ہدیہ میں دی تھی۔
۴۔ایک جو نجاشی نے ہدیہ میں دی تھی۔
۵۔اور ایک جو صاحب ایلہ نے ہدیہ میں دی تھی۔
۶۔اور آخری جس کے بارے میں اختلاف ہے جو کہ کسریٰ نے بھیجی تھی۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دراز گوش کا نام عفیر تھا جو حجۃ الوداع میں مر گیا تھا۔اور ایک دراز گوش یعفور تھا۔

دودھ والی اونٹنیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کی بیس اونٹنیاں تھی، جن کو غابہ میں رکھا جاتا تھا۔اور وہاں سے ہر رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑے دو مشکیزے بھر کر دودھ لایا جاتا تھا۔

اُن میں بہت زیادہ دودھ دینے والی، سب سے زیادہ دودھ دینے والی اونٹنیاں یہ تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔الحسناء
۲۔السمراء
۳۔العریس
۴۔السعدیہ
۵۔البغوم
۶۔الیسیرہ
۷۔الرّیا

۸۔ بردہ: جوضحاک ابن سفیان نے آپ کے خدمت میں ہدیہ کی تھی۔اس کو دوہا جاتا تھا تو دو بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنیوں کے برابر تنہا اس ایک کا دودھ نکلتا تھا۔

۹۔مہرہ: جوسعد ابن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھی۔

۱۰۔شقراء۔ان دودھ والی اونٹنیوں کے علاوہ تین اونٹنیاں اور تھیں:

۱۱۔عضباء: جوحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی حریش کے جانوروں میں سے خریدی تھی۔دو اونٹنیاں خریدی تھی،ایک العضباء اور ایک دوسری اونٹنی ،دونوں کی قیمت آٹھ سو درہم دے کر خریدی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو میں سے ایک العضباء کو چارسو درہم میں خرید لیا تھا۔اوریہی عضباء ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے۔

۱۲۔قصواء

۱۳۔الجدعاء: ایک دفعہ وہ مسبوقہ ہوگئی تھی تو جدعاء کا مسبوقہ ہوجانا مسلمانوں پر شاق گذرا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ نے جومنیحہ کے طور پر دودھ کے لئے جوبکریاں دی تھیں وہ سات تھیں۔

اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔عجوہ

۲۔زمزم

۳۔سقیا

۴۔برکۃ

۵۔ورسہ

٦۔اطلال

۷۔اوراطراف۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں سات بھیڑیں تھیں جن کوایمن بن ام ایمن چرایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں سو بکریاں رہا کرتی تھیں:

لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وفد بنی المنتفق میں شامل ہوکراللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ میں موجود نہیں تھے، پھر بھی ہمارے لئے ایک طبق میں کھجوریں لائی گئیں۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے لئے خزیرہ کا حکم فرمایا، وہ ہم نے کھایا۔

پھر جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہماری ضیافت اور کھانے پینے کا حال دریافت کیا۔ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں، ہم کھا کر فارغ ہوگئے۔اتنے میں چرواہا بکری کو لے کر وہاں پہنچا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس نے کیا بچہ دیا؟ کہا بہمہ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہے سے ارشادفرمایا کہ اس کے بدلہ میں بکری کو ذبح کرلو۔

پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اورارشادفرمایا کہ آپ حضرات یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے آپ کی وجہ سے بکری ذبح کرلی، بلکہ ہمارے یہاں سو بکریاں رہتی ہیں۔ہم اس سے زائد رکھنا نہیں چاہتے،اس لئے جیسے ہی بکری کوئی بچہ دیتی ہے تو ہم ایک کو ذبح کرلیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں تین نیزے تھے، جو بنوقینقاع کے اسلحہ سے حاصل

ہوئے تھے، جن میں سے ایک کا نام المنطوی تھا اور دو اور تھے جن کے نام مُثوی اور ثنی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے نیزے کے اسماء:

۱۔حربہ

۲۔بیضاء

۳۔عنزہ: جو نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا جاتا۔

۴۔الحد

۵۔القمرہ

۶۔النبعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ کمانیں تھیں:

۱۔الروحاء

۲۔بیضاء جو شوحط درخت سے تھی

۳۔الصفراء

۴۔الزوراء

۵۔الکتوم

۶۔سداس

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک **ڈھال** تھی جس میں مینڈھے کے سر کی صورت بنی ہوئی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس رکھنا ناپسند فرمایا، پھر اگلے دن اسے دیکھا گیا کہ اللہ عزوجل نے اُس تمثال کو مٹا دیا ہے۔ اور تین اور تھیں:

۲۔الزلوق

۳۔الفُتق

۴۔جحفہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں:

ا۔ ذوالفقار: جو جنگِ بدر کے مالِ غنیمت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ نفل کے لی تھی، اور اسی ذوالفقار کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احد کے موقعہ پر خواب دیکھا تھا، اور یہ منبہ بن حجاج سہمی کی تھی۔

اور بنو قینقاع کے اسلحہ سے تین تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہیں،

۲۔ ایک قُلعی،

۳۔ دوسری کو بتار کہا جاتا تھا،

۴۔ اور تیسری کو الحتف کہا جاتا تھا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں رہی۔

۵۔ المخذم

٦۔ الرسوب جس کو فلس سے حاصل کیا تھا، جو قبیلہ طی کا ایک بت خانہ تھا۔

۷۔ مأثور

۸۔ عضب

۹۔ صمصامة

اس سے زائد بھی روایات میں آئی ہیں جیسا کہ حافظ ابو الفتح نے نظم میں گیارہ گنوائی ہے:

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار کا پرتلا چاندی کا تھا، اور اس کا قبضہ چاندی کا تھا، اور اس کے درمیان میں بھی چاندی کے کڑے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہیں:

اور بنو قینقاع کے اسلحہ سے دو زرہیں حاصل ہوئی تھیں:

ا۔ سعدیہ یا سغدیة

۲۔ فضة

محمد ابن سلمہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنگ احد

میں دو زرہیں دیکھی،

۳۔ایک ذات الفضول اور ایک فضہ۔

فرماتے ہیں جنگِ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں دیکھی، ذات الفضول اور دوسری السغدیۃ۔

۴۔ذات الحواشی

۵۔بتراء

٦۔ذات الوشاح

۷۔خِرنق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو خود تھیں:

۱۔موشح

۲۔سبوغ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین جھنڈے تھے:

۱۔زینۃ جو سفید رنگ تھا

۲۔صفراء

۳۔عُقاب جو مربع اور سیاہ رنگ کا تھا۔

شہرِ مکہ بتوں کی بستی تھی چار سو تیرگی برستی تھی
دیکھنا اک یتیمِ بے ساماں اجنبی، کم سخن، تہی داماں
جس نے یوں سال و سن گزارے ہیں بھوک میں اپنے دن گزارے ہیں
تپتی ریتوں پہ محوِ خواب کہیں تیز کانٹوں سے زخم یاب کہیں
چلتی تیغوں کے درمیان کبھی کنکروں سے لہو لہان کبھی
ذرّہ ذرّہ عدوِّ جاں اس کا تشنۂ خوں ہے اک جہاں اس کا
ہاں مگر لب جب اس کے ہلتے ہیں دل کے مرجھائے پھول کھلتے ہیں
جب وہ پیغامِ حق سناتا ہے وجد میں دو جہاں کو لاتا ہے
جب وہ اونچی صدا سے کہتا ہے ہادیانہ ادا سے کہتا ہے
''گمرہو! تم یہ کیا سمجھتے ہو، پتھروں کو خدا سمجھتے ہو''
دل دہلتے ہیں قہرمانوں کے دیئے بجھتے ہیں کفرخانوں کے
بات یہ کیا زبان سے نکلی لاکھ تلوار میان سے نکلی

ظالموں کی اذیتیں ایک سمت
اور خدا کی مشیتّیں ایک سمت

مجید امجد

بڑھاپا ہے چلا ہوں سوئے طیبہ
لرزتا لڑکھڑاتا سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری
پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا
تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی
کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی
کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے
دَیا والا میری نیّا لگھائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی
وہیں رکھےّ خدا واپس نہ لائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑ گڑا کر
سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے
سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے
سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے
سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے
سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء متبرکہ

ملبوسات مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادریں:

۱۔ایک یمنی منقش چادر

۲۔ایک سحولی چادر

۳۔ایک سفید چادر

۴۔مربع چادر جو اوڑھنے میں استعمال ہوتی تھی

۵۔کساء احمر: ایک سرخ چادر

۶۔رداء سوداء: کالی چادر/کالی کملی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دفعہ سیاہ لباس میں ملبوس دیکھا تو عرض کیا کہ **یا رسول اللّٰہ! ما احسنھا علیک یشربھا بیاضک سوادھا** ۔یہ جوڑا آپ پر کتنا حسین لگتا ہے۔آپ کا گورا گورا رنگ اور اس کالے جوڑے کا کالا رنگ دونوں کی آمیزش سے ایک نیا حسن جھلکتا معلوم ہوتا ہے۔

۷۔قطیفہ: روئیں دار/مخملی چادر

۸۔بالوں سے بنی ہوئی اونی چادر

۹۔بردہ: جسم اطہر کے اوپر والے حصہ پر اوڑھنے کے لئے کتان کی ایک چادر/دھاری دار چادر/سیاہ رنگ کی مربع چادر یا کمبل

۱۰۔مرط: ایک اونی چادر جو لنگی کے طور پر استعمال ہو سکے۔مستورات کے اوڑھنے کی ریشمی چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔

۱۱۔رداء: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک چھ ذراع لمبی اور تین ذراع چوڑی ہوا کرتی

تھی۔

۱۲۔ازار:ایسی چادر جو نصف اسفل کے لئے استعمال ہو سکے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کا طول چار ذراع اور دو بالشت اور اس کا عرض ایک ذراع اور ایک بالشت ہوتا تھا۔

۱۳۔کساء ملبّد :استر والی/پیوند والی چادر

۱۴:ازار غلیظ :موٹی چادر

۱۵۔ایک عُمانی لنگی

۱۶۔ثوب قطر:ایک قسم کی یمنی چادر

۱۷۔شملہ:پورے جسم کو ڈھانکنے والی چادر

۱۸:برد نجرانی: نجرانی چادر

۱۹:انبجانی:موٹی چادر جس میں کوئی نقش ونگار نہ ہو

۲۰:ثوب اخضر:سبز رنگ کی چادر

۲۱۔دو صحاری کپڑے

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبے:

۱۔ایک یمنی جبہ

۲۔ایک شامی جبہ

۳۔خمیصہ :ریشم یا اون کا کپڑا/سیاہ کنارے والا جبہ

۴۔ایک رومی جبہ

۵۔جبہ طیالسۃ کسروانیۃ لھالبنۃ دیباج:ایک کسروی سیاہ رنگ کا جبہ جس کے گریبان کے کنارہ پر ریشم تھا۔

۶۔قباء:عبا

۷۔ جبۃ من صوف: ایک اونی جبہ

۸۔عباءۃ: عبا/جبہ

○

۱۔چار چرمی موزے

۲۔دوچپل؛ جہاں حذاء کا لفظ آیا ہے،اس سے مراد بھی نعل ہی ہے۔

○

۱۔ایک صحاری قمیص

۲۔سروال: پائجامہ

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاہ مبارک اورٹوپیاں متعدد بیان کی جاتی ہیں:

○ قلنسوۃ مصریہ: مصری ٹوپی

○ لاطئہ: چھوٹی سر سے چپکی ہوئی ٹوپی جو اوپر اٹھی ہوئی نہ ہو

○ ذات الاٰذان: دونوں کانوں کو جو ڈھانپ لے مگر گردن کھلی رہے

○ قلنسوہ اصمات: چمڑے کی سوراخ دار ٹوپی

○ قلانس: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپیاں لباس مبارک کی طرح سے سفید تھیں۔

○ صرف چھوٹی ٹوپیاں تین سے زائد بیان کی جاتی ہے

○

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار عمامے تھے:

○ عمامہ محنکہ: جو سر پر باندھنے کے بعد ڈاڑھی کے نیچے سے گذار کر کندھے پر ڈالا جاسکتا ہے۔اکثر اوقات یہ زیر استعمال رہتا تھا۔

○ سیاہ عمامہ جو عید وغیرہ تقریبات میں باندھتے تھے۔

○ ایک عمامہ جس کے کنارے پر دھاریاں بنی ہوئی تھیں، کبھی کبھی یہ عمامہ استعمال فرماتے تھے۔

○ سفید عمامہ۔ یہ بھی اکثر اوقات استعمال میں رہتا تھا۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا تھا، جس کے دونوں کناروں کو دونوں شانوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ رکھا تھا۔

○

○ قناع رخمار: ایک کپڑا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بال مبارک میں تیل لگانے کے بعد سر پر ڈالتے تھے اور ازواج مطہرات سے مباشرت کے وقت بھی یہ خمار، یہ کپڑا سر مبارک پر رہتا تھا۔

○ عصابۃ دسماء: سیاہ رنگ کی سر پر باندھے جانے والی پٹی

○

سیدی و مولائی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے خصائل نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا طول اس طرح بیان فرمایا ہے:

۱۔ چھ ہاتھ لمبی

۲۔ سات ہاتھ لمبی

۳۔ بارہ ہاتھ لمبی

چادر:

۱۔ چار ہاتھ لمبی، ڈھائی ہاتھ چوڑی

۲۔ چھ ہاتھ لمبی، تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی

لنگی:

ا۔چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی دو ہاتھ چوڑی

○

○ حلۃ حمراء: ایک جوڑے کا حدیث میں ذکر آتا ہے جس میں سیاہ اور سرخ دھاگوں سے لکیریں بنی ہوئی تھیں۔اس کو حبرہ (یمنی منقش چادر) بھی کہا جاتا ہے۔

○ حلّہ: ایک قیمتی جوڑا

ہمارے آقا، شہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم امیر وفقیر، حاکم ومحکوم، سلاطین اور رعایا سب کے لئے اسوہ اور نمونہ بن کر تشریف لائے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عالم کے لئے جہاں فاقوں اور ترکِ دنیا اور ترک زینت کا نمونہ قائم فرمایا، جو ابراہیم بن ادہم جیسے خدام نے اپنایا۔

مگر تمام ملوک وسلاطین کے لئے یہی ایک یکساں نمونہ نہیں تھا، بلکہ دوسری قسم کے لئے دوسرا نمونہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک قیمتی جوڑا خریدا، اسے پہنا، استعمال فرمایا۔اس ایک جوڑے کی قیمت ایک روایت میں ستائیس اونٹ اور دوسری روایت میں انتیس اونٹ آئی ہے۔

○ اسی طرح ایک حلہ ذی یزن بھی ہے۔حکیم بن حزام ابھی خدام میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ایمان لانا اب تک گوارا نہیں، اپنے کفر وشرک پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

مگر ساتھ ہی رب العالمین کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی اس درجہ کی ہے کہ انہوں نے ایک جوڑا خریدا اور اس کی قیمت تین سو دینار ادا کئے اور خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کیا، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر لینے سے انکار فرمایا کہ میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

مجبوراً انہوں نے اسے پھر بیچ دیا۔جب وہ بیچا جارہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی

طرف سے تین سو دینار قیمت ادا کر کے اسے خریدا۔

دینار سونے کا ایک سکہ ہے۔موجودہ زمانہ کے حساب سے 4.4g اس سکہ کا وزن بنتا ہے۔لہذا اگر آج؛ محرم ۱۴۳۲ھ کی تاریخ سے حساب لگائیں، تو اس حلہ ذی یزن جوڑے کی قیمت سینتیس ہزار، تین سو پچھتر (37375) پاؤنڈ بنتی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زیب تن بھی فرمایا ہے۔

اسی لئے ملوک وسلاطین کے یہاں کے ہدایا، کپڑے، جوڑے اوران کی قیمتی چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تقسیم فرمائی ہیں، وہاں خود بھی استعمال فرمائی ہیں تاکہ دونوں قسم کے مزاج رکھنے والے کے لئے اسوہ اور نمونہ قائم ہو۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملبوسات میں اکثر قطن اور سوت کے کپڑے رہے ہیں۔اگر چہ کبھی کبھی کتان اور اونی کپڑے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائے ہیں۔

○

خواتیم: انگوٹھیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین انگوٹھیاں تھیں:

○ سونے کی انگوٹھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر استعمال نہیں فرمایا تھا، بلکہ اسے پھینک دیا تھا۔

○ چاندی کی انگوٹھی جو استعمال میں رہی

○ اور لوہے کی انگوٹھی جس پر چاندی چڑھائی گئی تھی۔

○

خوشبوئیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں اُس زمانہ کی سب سے قیمتی خوشبو مشک، عود اور خالص عنبر تھا۔ جو خوشبوئیں اُس زمانہ میں بھی بہت نادر و کمیاب تھیں جیسا کہ ان میں سے بعض کی قیمت آج کل بھی سونے کی قیمت سے بھی زیادہ ہوگی۔ پھر بھی خوشبو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پسند تھی کہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔

○

برتن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے

۱۔ تین پیالے استعمال میں رہتے تھے:

○ ایک کا نام ریّان تھا

○ مُضَبَّب۔ لوہے کے پتّر لگایا ہوا پیالہ: جس میں تین جگہوں پر چاندی کی چین لگی ہوئی تھیں اور اس کو پکڑنے کے لئے ایک کڑا تھا۔ یہ برتن سفر میں استعمال میں رہتا۔

○ شیشہ کا پیالہ یا گلاس

۲۔ قدح: ایک اور لکڑی کا پیالہ تھا جو درمیانی درجہ کا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے اور اس میں پانی لے کر وضو فرماتے تھے۔

۳۔ کھجور کے درخت کی لکڑیوں کا بنا ہوا ایک پیالہ جسے رات میں ضرورت کے وقت پیشاب کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

۴۔ طبق: بڑا پیالہ، بڑی طشتری، تھال

۵۔ مخارہ: مٹی کی پیالی

۶۔ صحفہ: چوڑا پیالہ

٧۔کعب: بڑا پیالہ

٨۔قدح: شمشاد درخت کی لکڑی کا ایک اور عمدہ چوڑا پیالہ جس میں لوہے کا ایک کڑا تھا۔

٩۔مغیث: یہ بھی ایک پیالہ کا نام ہے

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے

١۔قربۃ: مشکیزہ جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے اور اسی سے پانی بھی نوش فرماتے تھے۔

٢۔ادواۃ: چمڑے کا چھوٹا مشکیزہ یا برتن

٣۔مزادۃ: مشکیزہ

٤۔شنۃ: پرانی مشکیزہ جس میں پانی زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے

٥۔سقاء: چمڑے کا مشکیزہ

○

چاقو/چھری

١۔سکین: چُھری

٢۔مدیۃ: چھری

٣۔شفرۃ: چوڑی چھری

○

○ تور: جو کپڑے دھونے کے ٹب کی طرح/طشت کے مشابہ پتھر یا پیتل/تانبے کا بڑا برتن تھا، جو خضاب کے لئے یا نبیذ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ محدثین نے تور کا مصداق بڑا برتن بتایا ہے اگرچہ بعض اصحاب لغت نے اس کا ترجمہ کیا ہے 'چھوٹا برتن'۔

○ مہندی بھگونے کے لئے ایک برتن تھا جس کا نام مخضب تھا

○ رکوہ: ایک چمڑے کا برتن جس کا نام صادرہ تھا

○ پیتل رتانبے کا ایک برتن زیر استعمال رہتا

○ قصعہ: چند افراد کے کھانے کے لئے ایک بڑا برتن ہوتا تھا۔ اس قصعہ کا نام الغراء تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے، جس میں صحابہ کرام اور اہل صفہ کے ساتھ کبھی چاشت کے وقت کھانا نوش فرماتے۔

○ جفنۃ: بڑا لگن یا تھال جیسا برتن تھا، جس کے چار کڑے تھے جس میں سے کئی آدمی کھا سکیں۔

○ عکّۃ: چربی، گھی اور شہد کے لئے چمڑے کا برتن

○

○ برمۃ: پتھر کی ہانڈی

○ قدر: کھانا پکانے کے لئے ایک دیگچی رہانڈی

○

○ صاع: لین دین میں استعمال ہونے والا آٹھ رطل کا پیمانہ

○ مد: لین دین میں استعمال ہونے والا دو رطل کا پیمانہ

○

○دلو: ڈول

○

○ طست: یہ وہ طشت مبارک ہے کہ جب اس جہاں سے رخصت ہوئے، تو اس طشت پر دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نظر پڑی ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کنت مستندا رسول اللہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی صدری فدعا بطست فلقد انخنث فی حجری فما شعرت ان مات۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طشت مانگا اور عملی جواب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میری گود میں ڈھیلی ہو کر ایک طرف مائل ہو گئی، تب مجھے معلوم ہوا کہ ابھی اس جہاں میں نہیں ہیں۔

دیگر اشیاء مستعملہ

۱۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی **چھڑی** مبارک:

○ محجن جس کا نام الدَّفن یا الدقن: اس کی طولائی ایک ذراع تھی، جو چلتے ہوئے دست مبارک میں رہتی اور سواری کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر سواری پر تشریف فرما ہوتے۔

○ قضیب: جس کا نام ممشوق اور یہ شوحط درخت سے بنائی گئی تھی۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کرام نے برکت کے لئے استعمال فرمایا۔

○ مخصرہ: جس کا نام عرجون تھا۔

○

○ سرمہ دانی

○ سرمہ کی سلائی

○ قینچی

○ آئینہ

○ کنگھی

○ مدری: پیٹھ مبارک وغیرہ کھجانے کے لئے مٹھی کی شکل کی بنائی ہوئی ایک لکڑی

○ ربعہ اسکندریہ: ہاتھی دانت کا بنا ہوا چار خانوں والا یا چار کونوں والا مدور یا مربع عطر دان جو

مقوقس نے ہدیہ میں بھیجا تھا،جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی جو ہاتھی دانت کی تھی ،سرمہ دانی،قینچی (جس کا نام الجامع تھا)اور آئینہ رکھتے تھے۔

○ خوشبودانی

○

○ فراش: چمڑے کا بستر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی جو بستر یا آرام کے لئے گدے کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔

○ وسادۃ: چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

○ مرفقۃ من ادم: چمڑے کا تکیہ

○

○ چھوٹا تولیہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ انور پونچھنے کے لئے استعمال فرماتے تھے

○

○ حصیر مرمل: بُنی ہوئی چٹائی

○ خمرۃ: چٹائی جو بیٹھنے کے لئے یا نماز کے لئے استعمال ہوتی تھی

○

○ سفرۃ: چمڑے کا دسترخوان

○ نطع: چمڑے کا بڑا دسترخوان

○

○ قبۃ حمراء من ادم: چمڑے کا بنا ہوا سرخ خیمہ

○ فسطاط: جو بالوں سے بنا ہوا چھوٹے خیمہ کے مانند، جو سردی اور گرمی سے تحفظ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔اس کا نام الکنّ تھا۔

○

○ رُحی: چکی

○ جعبۃ: ترکش

○ سرج: زین

ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کا ذکر ایک چیز کے مختلف ناموں کی بناء پر مکرر آ گیا ہو۔ جیسا کہ بعض اشیاءِ مستعملہ کے اسماء کا رہ جانا بھی ممکن ہے۔

○

سریر: ایک تخت جس پر آرام فرماتے تھے جو لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول سریر اور چار پائی پر لیٹنے اور آرام فرمانے کا تھا۔ قریش کی نہ صرف عادات میں یہ داخل تھا کہ وہ چار پائی سونے کے لئے رواجاً استعمال کرتے تھے بلکہ روایت میں ہے کہ **لیس شیء احب الیھا من السرر تنام علیھا**۔ یہ ان کا پسندیدہ طرز زندگی تھا۔

اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ پہنچے اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسکن میں نزول اجلال فرمایا، اس وقت مکان کو ملاحظہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں

یا ابا ایوب! اما لکم سریر؟ قال لا واللّٰہ! فبلغ اسعد بن زرارۃ ذلک فبعث الی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بسریر لہ عامود وقوائم ساج فکان ینام علیہ حتی توفی وصلی علیہ وھو فوقہ. فطلب الناس یحملون موتاھم علیہ فحمل علیہ ابوبکر و عمر والناس طلباً لبرکتہ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں سیدنا ابوایوب انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے یہاں تو چار پائی نہیں ہے۔ جب اسعد بن زرارہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چار پائی جو ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی تھی، اس کے پائے، سرہانہ اور پائینتی کی طرف ٹیک لگانے کے لئے بھی ساگ ہی استعمال کیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ میں بعد میں وہی منتقل ہوئی اور وفات تک نماز اور آرام وغیرہ کے لئے استعمال فرماتے رہے یہاں تک کہ جب رب العالمین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلاوا آ گیا، تو یہی سریر مبارک صحابہ کرام میں سے جن کا انتقال ہوتا، اس کے جنازہ کو بقیع تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتی۔

یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انتقال کے بعد اسی چارپائی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ شریفہ میں دفن کے لئے لایا گیا تھا اور یہ سلسلہ طویل عرصہ تک رہا۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہتمام

یہاں تک کہ اس چارپائی سے برکت حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرام کے جنازے بقیع پر لے جائے جاتے رہے اور اس تبرک کو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور خاص اپنے پاس رکھ رکھے تھے اور اس سریر مبارک کے علاوہ دیگر تبرکات بھی بڑی حفاظت سے آپ نے اپنے پاس رکھے، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا، قدح (پیالہ)، جفنہ (لگن)، وسادہ (تکیہ مبارک جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی) قطیفہ، اونی چادر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال میں رہنے والا پالان بھی تھا۔

بعد میں یہ تمام تبرکات خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نہ صرف محفوظ رکھے، بلکہ جب بھی آپ قریش کو خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی ترغیب دیتے تو فرماتے **ھذا میراث من اکرمکم اللّٰہ بہ واعزکم بہ وفعل وفعل** ۔ کہ یہ اس ذات پاک کی میراث ہے جن کی برکت سے اللہ نے تمہیں اعزاز واکرام عطا فرمایا اور دیتا ہی چلا گیا۔

اسی قسم کے تبرکات امیر المؤمنین عمر ثانی، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بھی منتقل ہوئے ہیں جن میں چارپائی، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، اونی چادر، رحی (چکی)، ترکش جس میں چند تیر تھے۔

اور طویل عرصہ گذرنے کے باوجود دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینہ کی

خوشبو اس اونی چادر نے پیچھے آنے والوں کے لئے محفوظ رکھ رکھی تھی۔ **وکان فی قطیفته اثر عرق رأسه صلی اللّٰه علیه وسلم۔**

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبرکات کی اس دولت کی قدر و منزلت اس قدر فرماتے تھے کہ جس کمرہ میں یہ تبرکات تھے، روزانہ کا معمول بنالیا تھا کہ اس حجرہ مبارکہ میں جا کر ان تبرکات کی زیارت فرما کر اپنی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور پہنچاتے تھے، اور وہ اونی چادر مبارک بیماروں کی شفایابی کے لئے تیر بہدف تریاق تھی۔

جیسا کہ یہاں عمر اول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی تعظیم و تکریم واستبراک کا معاملہ فرما رہے ہیں اور انہی کی اتباع میں آپ کی ذریۃ طیبہ میں سے آپ کے خلف صالح عمر ثانی سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سنت کی ادائیگی میں آپ کی پیروی کر رہے ہیں، یہی طرز عمل مقامات متبرکہ اور اشیاء مستعملہ متبرکہ کا پیچھے والوں پر حق ہے۔ اس کے خلاف عمل خلفاء کرام کی سنت کے خلاف ہے۔

اسی لئے سریر مبارک کی طرح سے وہ تخت مبارک جس سے چند لمحات کے لئے محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر کے ساتھ مس ہوا، اور جس تخت مبارک پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا، اس کے ساتھ بھی یہی سنت برتی گئی۔

یہاں تک کہ یحیٰی بن معین کے حالات بیان کرتے ہوئے جیش بن مبشر فرماتے ہیں کہ یحی بن معین کا معمول تھا کہ سفر حج پر تشریف لے جاتے، تو حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضری دیتے اور حج سے فراغت پر دوبارہ حاضری دیتے۔

جب آپ نے آخری حج فرمایا اور واپسی میں مدینہ منورہ حاضری پر دو تین دن قیام فرمایا، پھر واپسی کا سفر شروع ہوا اور مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر ایک منزل پر قافلہ نے قیام کیا۔

رات کو سوئے تو یحیٰی بن معین نے خواب میں ہاتف غیبی کو دیکھا کہ وہ آواز لگا رہا ہے **یا ابازکریا! اترغب عن جواری؟** کہ اے ابازکریا! آپ کو ہمارے ساتھ رہنا پسند

نہیں؟ چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟

صبح اپنے رفقاء سے یحیٰی بن معین نے فرمایا کہ تم اپنا راستہ لو۔ میں مدینہ منورہ واپس جا رہا ہوں۔ چنانچہ قافلہ رخصت ہوا اور یحیٰی بن معین مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اور مدینہ منورہ تین دن مقیم رہے، پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

تھوڑے سے تغیر کے ساتھ محمد بن یوسف بخاری بیان فرماتے ہیں کہ ہم یحیٰی بن معین کے ساتھ حج میں تھے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ شب جمعہ میں پہنچے۔ اور اسی رات یحیٰی بن معین کا انتقال ہو گیا۔

صبح کے وقت جب لوگوں کو آپ کی تشریف آوری اور رحلت کا حال معلوم ہوا تو انبوہ کثیر اکھٹا ہو گیا۔ بنو ہاشم کے خواص تشریف لائے اور آپس کے مشورہ سے طے کیا کہ جس تخت پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا، اسی پر ہم یحیٰی بن معین کو غسل دیتے ہیں۔

عوام الناس نے اس پر اعتراض کیا۔ جب بات بڑھی تو بنو ہاشم کہنے لگے کہ قرابت کے اعتبار سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں اور ہمارا فیصلہ ہے کہ یحیٰی بن معین اس کے مستحق ہیں کہ انہیں اس تخت مبارک پر غسل دیا جائے۔ چنانچہ اسی پر غسل دیا گیا۔

فغسل علی اعواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحمل علی سریرہ ودفن بالبقیع وصلی علیہ خلق کثیرون ونودی بین یدی جنازتہ ھذا الذی کان یذب الکذب عن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۳۳ھ ذی قعدہ کے مہینہ میں جمعہ کے روز انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

مأکولات ومشروبات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں سے کسی کو **ارحمھم**، کسی کو **اشدھم**، کسی کو **احیاھم** اور کسی کو **اقضاھم** کے القاب عطا ہوئے، تو ضروریات بشر میں سے جن چیزوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں نفع اٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے راحت ملی، ان چیزوں کو بھی القاب ملے۔ کسی کو اطیب کا لقب ملا، کسی کو احب کا لقب ملا۔

سیدی ومرشدی قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے یہاں اہل علم کی ایک جماعت پہنچی جن میں عرب حضرات بھی تھے۔

دستر خوان پر ایک عرب مہمان نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے پوچھا کہ کوئی کہتا ہے کہ کھانے کی ابتداء پانی سے کی جائے، کسی کے نزدیک نمک سے، کسی کے نزدیک میٹھے سے کھانے کی ابتداء مسنون بتائی جاتی ہے۔ تو مسنون کیا ہے؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ فاقہ سنت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاقوں کی تفصیل بیان فرمائی کہ کبھی تو کئی روز کے صوم وصال ہوتے تھے، کبھی بغیر روزے کے فاقوں پر فاقے ہوتے تھے اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھنے پڑتے تھے۔ اور کھانا کھانے کی ہماری طرح وہاں انواع واقسام کہاں تھیں کہ سوال پیدا ہو کہ کھانے کی ابتداء کس سے ہو۔

اس لئے سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اشیاء کو مأکول یا مشروب ہونے کا شرف عطا فرمایا، ان کی یہاں فہرست دی جاتی ہے۔

مشروبات

پانی: سب سے زیادہ مشروبات میں یہ شرف پانی کو ملا ہے۔

اور پانیوں میں سب سے زیادہ یہ شرف آب زمزم کو ملا ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہی کی قربانی کی نذر کے نتیجہ میں بئر زمزم کی جگہ جدامجد عبدالمطلب پر منکشف کی

گئی، جس سے آج تک انسانیت سیراب ہورہی ہے۔

ماء زمزم مکی زندگی کے دوران ہمیشہ استعمال میں رہا اور مدینہ منورہ ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی کبھی صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پہنچایا کرتے تھے۔

اس کے بعد مدینہ منورہ کے قیام میں وہاں کے کنوؤں کا پانی اور اسفار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جگہوں کے پانی کو یہ شرف عطا فرمایا ہے۔

اگر کسی کا استثناء آیا تو مدائن صالح پر گذرتے ہوئے وہاں کے پانی کے پینے اور استعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، ورنہ تبوک کے سفر میں اور دیگر اسفار میں متعدد پانیوں کو یہ شرف ملا ہے۔

مدینہ منورہ کے اطراف کے جن مقامات کے پانی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سیراب کرنے کا شرف حاصل کر سکے، ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔بئر عریس

۲۔اعواف

۳۔اُنا

۴۔بئر انس

۵۔بئر اہاب

۶۔بئر بصہ

۷۔بئر بضاعہ

۸۔بئر جمل

۹۔بئر حاء

۱۰۔بئر حلوہ

۱۱۔بئر ذرع

۱۲۔بئر رومہ

۱۳۔بئر سقیا

۱۴۔بئر عِقبہ

۱۵۔بئر ابی عنبہ

۱۶۔بئر عہن

۱۷۔بئر غرس

۱۸۔بئر قرضافہ

۱۹۔بئر قریصہ

۲۰۔بئر یسیرہ

اور مقامات کے پانی بھی ہو سکتے ہیں۔

○

لبن رحلیب : دودھ

دودھ: دوسرا مشروب جسے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً روز نوش فرماتے تھے، وہ خالص دودھ ہے۔زیادہ تر بکری کا دودھ نوش فرمایا ہے۔

اور مدینہ منورہ میں اونٹنی کا دودھ بھی روزمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لایا جاتا تھا۔

دودھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف شکلوں میں نوش فرمایا ہے:

○ جبنہ : پنیر

○ اقط : پنیر

○ سمن : گھی

○ زبدہ: مکھن

○

دودھ کی لسّی: جو پانی اور دودھ ملا کر پینے کے لئے پتلا کیا گیا ہو۔

○

نبیذ تمر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس نام سے کھجور پانی میں بھگو کر شربت بنایا جاتا تھا۔
نبیذ زبیب: اسی طرح زبیب یعنی کشمش پانی میں بھگو کر شربت بنایا جاتا تھا۔
نبیذ جو: جو کے ستو کو بھی پانی میں بھگو کر نبیذ اور شربت بنا کر تیار کیا جاتا۔

○

شہد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشروبات میں شہد کو بھی شمار کیا گیا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:
○ خالص شہد بھی نوش فرمایا ہے۔
○ کبھی شہد کو پانی میں ملا کر شربت بنایا جاتا تھا۔
○ کبھی شہد کو دودھ میں ملا کر شربت بنایا جاتا تھا۔

○

ان مشروبات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو برتن استعمال فرمائے، وہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ **دَلْوٌ:** بئر زمزم اور متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول ہی سے پانی نوش فرمایا ہے۔

۲۔ **قِرْبة:** مشکیزہ

۳۔ **شیشہ کا گلاس**

۴۔ **فَخارَة:** مٹی کا پیالہ

۵۔قدَح: لکڑی کا پیالہ

۶۔نُحاس: تانبا یا پیتل کا پیالہ

تمر: کھجور

بشری ضروریات کو پورا کرنے اور بقائے حیات کے لئے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور دودھ وغیرہ مختلف شکلوں میں نوش فرماتے تھے، جسم اطہر کی سب سے زیادہ خدمت کا شرف پانی اور دودھ کو حاصل ہے، اسی طرح سب سے زیادہ کھانے کی چیزوں میں یہ شرف کھجور کو حاصل ہے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رطب، بسر اور تمر مختلف مراحل پر اس کو یہ شرف عطا فرمایا ہے۔

مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی پرانی کھجور بھی نوش فرمائی ہے جس میں کیڑے پڑ چکے ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے کیڑے صاف فرماتے اور اسے نوش جاں فرماتے۔

تمور مدینہ کی مختلف انواع کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا ہے۔ عجوہ کی طرح کئی ایک کھجور کی قسموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمغے بھی عطا ہوئے ہیں۔

جیسا کہ شروع میں گذرا کہ تنہا کھجور کو مختلف مراحل پر بسر، رطب، تمر، تمر عتیق تک نوش جاں فرمایا ہے، اس طرح کسی دوسری چیز کے ساتھ کھجور کو ملا کر بھی نوش فرماتے تھے، جیسا کہ تمر تِل کے ساتھ بھی نوش فرمایا ہے۔

۱۔رطب اور ککڑی

۲۔رطب اور زبدہ

۳۔رطب اور پنیر

۴۔رطب اور خربوزہ

۵۔مجیع: کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دودھ اور کھجور دونوں کو ملا کر پکایا جاتا تھا۔

۶۔حیس: ملیدہ، جس کے اجزاء یہ ہیں: کھجور، پنیر اور گھی

۷۔وطیئة: دودھ میں کھجور کو گوندھ کر تیار کیا جاتا تھا۔

۸۔دشیشہ: آٹے کو کھجور کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا تھا۔

شعیر: جَو

کھائی جانے والی چیزوں میں سب سے زیادہ جسم اطہر کی خدمت کا شرف شعیر کو بھی ملا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ستّو کی شکل میں بھی نوش فرمایا ہے، اور خبز اور روٹی کی شکل میں بھی نوش فرمایا ہے۔ گولائی اور موٹائی میں کمی بیشی (سائز) کے اعتبار سے خبز ،اقراص اور رغیف مختلف نام تھے، جن کو نوش جان فرمایا ہے۔

کبھی تو ستّو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں گھول کر نوش فرما لیتے، کبھی پھانک کر سفوف کی طرح نوش فرماتے تھے۔

- خبز شعیر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منفرداً بھی نوش فرمایا ہے۔
- کبھی جو کی روٹی سرکہ کے ساتھ،
- کبھی زیتون کے تیل کے ساتھ،
- کبھی کھجور کے ساتھ نوش فرماتے۔
- کبھی توے پر زیتون کا تیل اور فلفل چھڑک کر آقا کے لئے جو کی روٹی تیار کی جاتی تھی۔

۱۔خبز کا لفظ جہاں روایات میں آتا ہے تو محدثین فرماتے ہیں کہ اس کا مصداقِ اول خبز شعیر کو لیا جاتا ہے۔

۲۔جہاں تصریح ہو وہاں گیہوں کی روٹی دوسرے نمبر پر مراد لی جاتی ہے۔ یہ دونوں قسم کی

روٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائی ہے اگرچہ ثانی الذکر کو یہ شرف کم ملا ہے۔

۳۔خبز مرقق: میدے کی روٹی کے متعلق تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نوش نہیں فرمائی۔

○

شعیر کو جمالِ جہاں آرا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکب شکلوں میں بھی استعمال فرمایا ہے:

۱۔ثرید: گوشت کے شوربے میں جو روٹی چوری گئی ہو

۲۔یا گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ گوشت کی یخنی میں جو چوری گئی ہو۔

۳۔خزیرہ: جس کے اجزاء یہ ہیں: دقیق آٹا، چربی، گوشت کے ٹکڑے۔جب اس کو پینے کے لئے پتلا رکھا جائے۔

۴۔عصیدہ: مذکورہ اجزاء سے پکایا ہوا جو پینے کے لئے نہیں بلکہ کھانے کے لئے گاڑھا بنایا جائے۔یا جس کے اجزاء یہ ہیں: آٹا، نمک، پانی۔

۵۔حریرہ: جس کے اجزاء یہ ہیں:

- ○ آٹا، دودھ، گھی
- ○ آٹا، دودھ، زیتون کا تیل

۶۔مثرودہ: روٹی جو گھی میں چوردی گئی ہو

۷۔خلیص: جس کے اجزاء یہ ہیں: آٹا، شہد، گھی

جَو یا کبھی گیہوں کے آٹے کو ان مذکورہ مرکب شکلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جاں فرمایا ہے، جن مرکبات کے اسماء مذکور ہوئے۔

○

لحم : گوشت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا۔

سب سے زیادہ پالتو جانوروں میں سے بھیڑ، بکری اور اونٹ کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا ہے۔

۱۔ جانوروں کے پیشاب پاخانہ کے مقام سے جو عضو جتنا دور ہوتا وہاں کا گوشت مرغوب تھا۔

۲۔ کتف: شانے کا گوشت

۳۔ لحم الظہر : پیٹھ کا گوشت ۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطیب اللحم فرمایا ہے

۴۔ جنب: پہلو کا گوشت

۵۔ اگلے دونوں پیروں کا گوشت

٦۔ اور اگلے دونوں پیروں کے آگے گردن وغیرہ کا گوشت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا ہے۔

۷۔ مخ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا بھی نوش فرمایا ہے

۸۔ بطن: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندرونی اعضاء میں سے دل وغیرہ کالی چیزوں کو بھون کر خود بھی کھائی ہیں اور صحابہ کرام میں تقسیم بھی فرمائی ہیں۔

○

گوشت کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف شکلوں میں نوش فرمایا ہے:

۱۔ پکایا ہوا

۲۔ بھونا ہوا

۳۔ قدید: نمک لگا کر دھوپ میں سکھایا ہوا

○

جن جانوروں کے گوشت ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی نوش جاں فرمائے:

۱۔بقر: گائے کا گوشت

۲۔حباری: سرخاب/بٹیر/تغدری کا گوشت

۳۔ارنب: خرگوش

۴۔اِرویہ: پہاڑی بکری کا گوشت

۵۔حماروحشی: جنگلی گدھے کا گوشت

۶۔چکور کا گوشت: اگرچہ بعضوں کو اس پر اشکال ہے مگر محققین نے اپنی تحقیق سے اس کو ثابت کیا ہے۔

۷۔جراد: زیتون کے تیل میں بھنی ہوئی ٹڈی

۸۔عنبر مچھلی: جو نمک لگا کر سکھائی گئی تھی، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جان فرمائی ہے۔

۹۔دجاجہ: مرغ یا مرغی کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے تھے۔

سبزیاں

سبزی ترکاریوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیزیں نوش فرمائیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔قلقاس: اروی

۲۔دباء/قرع: کدو

۳۔سلق: چقندر جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکب شکل میں نوش فرمایا ہے، جس کے اجزاء یہ ہوتے تھے: جَو کا آٹا، فلفل، زیتون کا تیل اور توابل (مصالحے)

۴۔زنجبیل: ہندوستان کے ایک راجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زنجبیل (ادرک) کے

دو گھڑے ارسال فرمائے تھے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا اور صحابہ کرام میں بھی تقسیم فرمایا۔اس کا ذکر تو ہمارے یہاں روایت میں ہے۔

ہندوستان کے ایک راجہ کی لکھی ہوئی ڈائری یا تاریخ میں ہے کہ راجہ نے شق القمر رات میں چاند کے ٹکڑے ہونے کا نظارہ دیکھ کر اس کی تحقیق کی اور بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہونے پر اپنی طرف سے جو ہدایا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجے ہیں، ان میں پان اور اس کے لوازمات کا بھی ذکر ہے۔

جب شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ العالی سے اس تاریخی روایت کا ذکر آیا، تو انہوں نے اس مضمون کی فوٹو کاپی بھی طلب فرمائی تھی جو اس وقت غالبًا ان کی خدمت میں ارسال کر دی تھی اور بھروچ کے ایک گجراتی جریدہ میں اس وقت یہ مضمون شائع بھی ہوا تھا۔

پھل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پھلوں کو پسند فرمایا:

۱۔ باکورہ: موسم کا سب سے پہلا پھل آتا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھ مبارک پر رکھتے۔ پھر اس پھل کو مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کا بوسہ ملتا، اور اس کو برکت کی دعا ملتی اور جو بچہ وہاں موجود ہوتا، اُسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرما دیتے۔

۲۔ کباث: مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیلو کے درخت کے پھل نوش فرمائے ہیں۔

۳۔ قثاء: ککڑی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھی۔

- ککڑی تنہا بھی نوش فرماتے
- نمک کے ساتھ بھی
- رطب کے ساتھ بھی

○ شہد کے ساتھ بھی

○ ثرید وغیرہ کھانے کے ساتھ بھی، بالخصوص شہد میں چوری ہوئی روٹی کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی نوش فرمائی ہے۔

۴۔عنب: طائف کے تازہ انگور بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائے ہیں اور خشک کشمش بھی نوش فرمائی ہے۔

۵۔توت: شہتوت

۶۔جُمار النخل: کھجور کی جڑ کھود کر جُمار نکال کر کھایا جاتا ہے۔

۷۔خربز: خربوزہ

۸۔بطیخ: تربوز/ قثاء

۹۔انار: وفات سے چند ہفتے پہلے یوم عرفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انار نوش فرمایا۔

○

ابوالحسن الضحاک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد اکل البصل مشویا قبل ان یموت بجمعة.

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری

چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے گرمیاں
ڈال دی تو نے پیکرِ لات و ہبل میں تھرتھری

ترے قدم پہ جبہہ سا روم و عجم کی نخوتیں
تیرے حضور سجدہ ریز چین و عرب کی خودسری

تیرے سخن سے دب گئے لاف و گزاف کفر کے
تیرے نَفَس سے بجھ گئی آتشِ سحرِ سامری

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری

چشمہ ترے بیان کا غارِ حرا کی خامشی
نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری

زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالؓ حبشؓ نوا
صاعقہ ترے ابر کا لرزشِ روحِ بوذریؓ

شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا
شرح ترے جلال کی ضربتِ دستِ حیدریؓ

تجھ پہ نثار جان و دل، مڑ کے ذرا یہ دیکھ لے
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری

تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں
چہروں پہ رنگِ خستگی، سینوں میں دردِ بے پری

آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے
رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری

تیرے فقیر اور دیں کوچۂ کفر میں صدا
تیرے غلام اور کریں اہلِ جفا کی چاکری

جتنی بلندیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں
اب نہ وہ تیغِ غزنوی، اب نہ وہ تاجِ اکبری

اُٹھ کہ ترے دیار میں پرچمِ کفر کھل گیا
دیر نہ کر کہ گر پڑی صحنِ حرم میں ابتری

جوش ملیح آبادی المتوفی: ۱۹۸۲ء

یا الٰہی سر بسجدہ ہے قلم بہرِ سخن
راہِ نعتِ مصطفیٰ پر اس کو کردے گامزن

ہو بیاں کچھ شانِ عالی احمدِ مختار کا
ہے یہی اہل محبت کے لئے خمرِ کہن

مکہ مولد، طیبہ مورد، حوض موعد حبّذا
حشر کے دن رب سلّم امّتی کی ہے لگن

انبیاء سب مقتدی ہیں لیلۃ المعراج میں
اور امام الانبیاء مہمانِ ربِ ذو المنن

پہونچے جب سدرہ پہ تو جبرئیل یہ کہہ کرر کے
ہست سوزاں ایں تجلی من نتانم پر زدن

قاب قوسین اور دنی اللہ اکبر! یہ مقام
اختیارِ خمر پر راجح ہوا شربِ لبن

عرش، کرسی، حوض، جنت سب کا نظارہ کیا
کیا مبارک ہے سفر ہیں شادماں روح و بدن

تحفۂ قرب و محبت پنجگانہ حاضری
یادگارِ خلعتِ اکرام ہے بے شبہ وطن

ذاتِ مرسل ہے رحیم اور وصف مرسل بھی رحیم
ان کی امت خیر امت، قرن ہے خیر الزمن

ہے لقب امی ولیکن جس طرف بھی دیکھئے
ان سے روشن عقل و دل، دین و فراست علم وفن

آئینہ بن کر ملے تھے جب ''حرا'' میں جبرئیل
آشکارا ہو گیا تھا سرِ علمِ من لدن

رحمۃ للعالمیں، محبوب رب، صادق امیں،
منبعِ ایثار وشفقت، مظہرِ خلقِ حسن

تا قیامت معجزہ ہر سورتِ قرآن ہے
بہرِ منکر ہے تحدی نفیٔ تاکیدِ بلن

ہے نبوت ہر نبی کی حق مگر اس دور میں
سکّۂ حضرت محمد مصطفیٰ کا ہے چلن

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے والوں کی نگاہ میں کیسے لگتے تھے؟

○

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھتے، تو یہ شعر پڑھا کرتے:

امین مصطفی بالخیر یدعو　　　كضوء البدر زايله الظلام

امین ہیں، مصطفیٰ ہیں، خیر کی طرف بلانے والے ہیں، بدر ہیں، چودھویں کے چاند کے مانند ہیں، جسے تاریکی کے بعد دیکھا گیا ہو۔

○

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ زہیر بن ابی سلمی کا قول پڑھا کرتے تھے، جو زہیر نے ہرم ابن سنان کے بارے میں کہا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کا یہ شعر پڑھتے کہ:

لو كنت من شيء سوىٰ بشر　　　كنت المضيء ليلة البدر

اگر انسان کے سوا اور کوئی چیز آپ ہوتے، تو آپ دنیا کو روشن کرنے والے بدر، چودھویں کا چاند ہوتے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی یہ کہا کرتے تھے کہ ایسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہوسکتا۔

○

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گورے گورے تھے، گورے رنگ کے ساتھ تھوڑی سی سرخی بھی ملی ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک گہری سیاہ رنگ کی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سیدھے رہتے تھے۔ داڑھی گھنی تھی، وفرہ؛ کان کی لو تک بال مبارک ہوتے تھے۔ سینہ مبارک پر بالوں کی ایک پتلی لکیر تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی جیسا کہ چاندی کے لوٹے یا صراحی کی گردن ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق مبارک کے نیچے سے آپ کی ناف تک بال تھے جو سیدھے چھڑی کے مانند تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ اور سینہ پر کہیں اس کے علاوہ بال نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں ایڑیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے ایسا معلوم ہوتا کہ بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہوں، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہموار زمین پر چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے گویا کہ پیر اکھیڑ رہے ہوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو پورے چہرۂ انور کے ساتھ توجہ فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتیوں کی طرح بہتا تھا، آپ کے پسینہ کی خوشبو مہکتے مشک سے زیادہ خوشبودار تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ لمبے اور نہ پستہ قد تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بدزبان تھے اور نہ برا دل رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے آپ جیسا نہیں دیکھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ بڑے دل والے، سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ عہد و وعدہ کو پورا کرنے والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے، اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص یکایک دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا، اور جو شخص پہچان کر میل

جول کرتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ واوصاف جمیلہ کا گھائل ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنالیتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریفہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔

○

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قامت کے تھے، دونوں کندھے مبارک کے درمیان کچھ فاصلہ تھا، حضور کے بال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں کان کی لوتک پہنچ جاتے۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑے میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں نے کبھی کسی کو حسین نہیں دیکھا۔

○

ام معبد خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کو بیان فرماتی ہیں کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جس کا حسن اپنی طرف دعوت دینے والا، اور چہرہ ایسا روشن، اتنا روشن کہ نگاہ چندھیا جائے، ظاہری حسن کے ساتھ تمام باطنی خوبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک کے بڑے ہونے اور سر مبارک کے چھوٹے ہونے وغیرہ کسی طرح کا کوئی عیب کسی عضو میں نہیں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین تھے کہ یہ حسن تمام اعضاء پر برابر منقسم تھا کہ ایک سے بڑھ کر ایک عضو حسین تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھ مبارک گہری سیاہ تھیں اور پلکیں لمبی اور مڑی ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک گرج دار تھی اور گردن مبارک نمایاں تھی اور داڑھی گھنی، ابروؤں کے بال پتلے پتلے جس کے ختم ہونے کی جگہ کے کنارے نہایت حسین نوک کی طرح

معلوم ہوتے تھے، بالخصوص دونوں ابرو جس جگہ آ کر ملتے تھے تو دونوں کناروں کے ملنے کا حسن بڑا عجیب تھا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے تب بھی نہایت وقار معلوم ہوتا، اور گفتگو فرماتے تو آسمان کی طرح کائنات پر چھا جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت رعب ڈھانپے رہتا کہ دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا لیکن اس قدر رعب کے باوجود تمام انسانوں سے زیادہ آپ کا حسن و جمال اپنی طرف دعوت دینے والا ہوتا۔ جو آپ کو دور سے دیکھتا رہتا تو مرعوب رہتا، جو قریب پہنچ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور حلاوت کا گرویدہ ہو جاتا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میٹھی میٹھی ہوتی تھی۔

گفتگو کا انداز ایسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو گفتگو فرماتے، اس میں فاصلہ ہوتا، مسلسل گفتگو نہیں ہوتی تھی، یہ گفتگو نہ بہت زیادہ مختصر ہوتی کہ سمجھ میں نہ آئے، اور نہ اتنی طویل ہوتی کہ سننے والا اکتا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات گویا کہ پروئے ہوئے موتی جس کی لڑی ٹوٹ گئی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا، نہ بہت اونچے معلوم ہوتے تھے، نہ بہت پستہ قد معلوم ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کی مثال ایسی جیسے کہ دو خوبصورت ٹہنیوں کے درمیان تیسری خوبصورت ٹہنی ہو۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابو بکر اور عامر بن فہیرہ کے درمیان تیسرے سب سے حسین ترین تھے اور ہر طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن نظر آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء آپ کو گھیرے رہتے۔

اگر آپ تکلم فرماتے تو آپ کی گفتگو کے دوران وہ چپ رہتے، اگر آپ کسی چیز کا حکم فرماتے تو آپ کی تعمیلِ ارشاد میں وہ جلدی کرتے۔

آپ خدام میں گھرے رہتے، چاہنے والوں کا جم گھٹا رہتا، نہ چہرہ پر کبھی شکن آتی، نہ حسنِ

کلام متأثر ہوتا۔

○

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قد کے تھے، نہ بہت زیادہ طویل اور نہ بہت زیادہ پستہ قد، خوبصورت رنگ تھا، نہ بہت زیادہ گورے اور نہ بالکل گندمی رنگ، بال بھی نہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے، ہر وقت ایسے معلوم ہوتے کہ ابھی کنگھی کی ہو۔

○

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہوتا تھا۔ درمیانہ قد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ طویل تھے اور بہت زیادہ لمبی قامت سے تھوڑے کم تھے۔

سر مبارک بڑا تھا، بال مبارک ہر وقت کنگھی کئے ہوئے معلوم ہوتے، اگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ نکل آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ کو رہنے دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کانوں کے لو سے آگے متجاوز نہیں ہوتے تھے، ہاں اس وقت ہوتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو چھوڑے رکھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت رنگ والے تھے، چہرہ کے اعضاء میں پیشانی وسیع معلوم ہوتی تھی۔

دونوں ابروؤں کی چاروں نوک صاف معلوم ہوتی تھیں، دونوں ابرو چوڑے تھے لیکن دونوں ایک جگہ پر آ کر ملے ہوئے نہیں تھے۔ ان دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت نمایاں معلوم ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلند خوبصورت تھی، وہاں ایک نور رہتا تھا جو اس پر

چمک رہا ہوتا، جس نے آپ کو غور سے نہ دیکھا ہو وہ آپ کو سمجھتا کہ آپ اونچی ناک والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھنی داڑھی والے تھے، دونوں آنکھوں کی سیاہی زیادہ تھی، ہموار گال والے تھے، کشادہ منہ والے تھے، دانت مبارک کے کنارے باریک تیز تھے، دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا، سینہ مبارک پر بالوں کی پتلی ایک لکیر تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک گویا کہ ایسی جیسی کہ خالص چاندی کی گڑیا کی گردن ہو، درمیانی جسم کے تھے، بدن کچھ بھاری معلوم ہوتا لیکن اعضاء ہر ایک دوسرے سے مکمل طور پر ملے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ اور سینہ دونوں ایک سطح پر برابر معلوم ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک بھی ہموار، دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر کپڑا نہ ہوتا تو جسم اطہر نہایت نورانی معلوم ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق کے نیچے سے لے کر ناف کے درمیان تک ایک بالوں کی لکیر تھی جو خط کی طرح چلتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پستان اور پیٹ وغیرہ سارے اعضاء بالوں سے خالی تھے، دونوں کلائی کے ظاہری حصہ پر اور دونوں کندھوں پر چند بال تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوڑے سینہ والے، لمبے پہنچے والے تھے، کشادہ ہتھیلی والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور ایڑیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پیر لمبے تھے، ہموار کمر والے تھے۔

دونوں ایڑیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ دونوں قدم کے اوپر کے حصے پر گوشت نہیں تھا، ان دونوں سے پانی جلد سرک جایا کرتا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک اٹھاتے تو قوت سے اٹھاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے دوران دونوں پیروں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ ہوتا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم

زمین پر پیر آہستگی سے رکھتے، تیز چلتے، جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا کہ بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو پورے چہرۂ انور کے ساتھ توجہ فرماتے، نگاہ مبارک ہمیشہ نیچی رہتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر زمین کی طرف زیادہ رہتی، آسمان کی طرف کم رہتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر دیکھنا صرف ایک لمحہ کے لئے ہوتا تھا، ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کو اپنے سے آگے چلنے کو فرماتے تھے اور جس سے ملتے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سلام میں ابتداء فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ کا میدان خوب گرم ہوجاتا اور دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑے ہوتے تھے، تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بچتے تھے۔

○ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخی تھے کبھی کسی چیز کے متعلق سوال نہیں فرمایا گیا جس میں آپ نے 'لا' ارشاد فرمایا ہو، 'نہیں' ارشاد فرمایا ہو۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حلیم تھے۔

○ اور سب سے زیادہ باحیاء تھے، پردہ پوش جوان خاتون کے اپنے پردے میں باحیا ہونے سے بھی زیادہ باحیا تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کسی شخص کے چہرہ میں جمتی نہیں تھی۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے نہیں تھے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتِ پاک کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے، نہ اپنے لئے غصہ فرماتے تھے۔ ہاں مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حرمات کا انتہاک ہو رہا ہو، اُس کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، تو اُس وقت اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

○ اور جب غصہ فرماتے تھے تو آپ کے غصہ کے سامنے کوئی ٹک نہیں سکتا تھا، کوئی کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

○ اور قریب اور بعید اور قوی اور ضعیف سب حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برابر تھے۔

○ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر خواہش ہوئی نوش فرمالیا، خواہش نہیں ہوئی چھوڑ دیا۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔

○ اور خوان پر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔

○ اور کسی مباح سے روکتے نہیں تھے،

○ اگر کھجور پاتے تو اسے نوش فرمالیتے، اگر روٹی پاتے اسے نوش فرمالیتے، اگر بھنا ہوا گوشت پاتے تو اسے نوش فرمالیتے، اگر گیہوں کی روٹی پاتے یا جو پاتے اسے نوش فرمالیتے، اگر دودھ میسر آتا تو اس پر اکتفاء فرماتے۔

○ ککڑی کو رطب کے ساتھ نوش فرماتے۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔

○ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی سے بھی پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمایا۔

○ اور آلِ محمد پر ایک اور دو مہینے گذر جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو گھروں میں سے کسی گھر میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی، اور سب کا کھانا کھجور اور پانی رہتا تھا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ نوش فرمالیتے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔

○ اور ہدیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ عطا فرماتے تھے۔

○ کھانے اور لباس میں تکلّف نہیں فرماتے تھے، جو میسر ہوتا وہ کھالیتے، جو میسر ہوتا وہ پہن لیتے۔

○ اور چپل خود درست فرماتے،

○ خود کپڑے پر پیوند لگالیتے،

○ اور اپنے گھر والوں کے کاموں میں مدد فرماتے،

○ بیماروں کی عیادت فرماتے،

○ لوگوں میں سب سے زیادہ تواضع والے تھے۔

○ جو آپ کو دعوت دیتا، چاہے غنی ہو، فقیر ہو، معمولی آدمی ہو، باعزت آدمی ہو، سب کی

دعوت قبول فرماتے تھے۔

○ مساکین سے محبت فرماتے، اُن کے جنازوں میں شرکت فرماتے، اُن کے بیماروں کی عیادت فرماتے،

○ کسی فقیر کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے،

○ کسی بادشاہ سے اُس کی سلطنت کے وجہ سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

○ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی ہے گھوڑے پر بھی، اونٹ پر بھی، دراز گوش پر بھی، خچری پر بھی، اور اپنے پیچھے اپنے غلام کو ردیف بناتے یا غلام کے علاوہ اور کسی کو ردیف بناتے، کسی ایک کو پیچھے چلنے کے لئے چھوڑتے نہیں تھے اور فرماتے تھے کہ ''میرے پیچھے کی جگہ ملائکہ کے لئے چھوڑے رکھو''۔

○ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم صوف پہنتے تھے اور پٹی والی چپل پہنتے تھے،

○ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب لباس حبرہ تھا جو یمن کی چادریں ہوا کرتی تھیں جس میں سفیدی اور سرخی ملی ہوئی ہوتی تھی۔

○ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی ہوتی تھی جس کا نگ بھی اسی سے تھا، داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے تھے، کبھی اس کو بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

○ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھتے تھے، حالانکہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خزانوں کے لینے سے انکار فرمادیا اور دنیا کے خزانوں پر آخرت کو ترجیح دی۔

○ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر اللہ بکثرت فرماتے،

○ بہت کم بات فرماتے،

○ نماز لمبی ادا فرماتے، خطبہ مختصر فرماتے،

○ لوگوں سے بہت زیادہ تبسم فرمانے والے تھے اور ان کے ساتھ بشاشت سے ملنے والے

تھے،

○ ساتھ یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لگا تار غموں والے، ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو پسند فرماتے تھے اور بد بو نا پسند فرماتے تھے۔

○ با عزت لوگوں سے بھی الفت فرماتے، اونچے مرتبہ والوں کا اکرام فرماتے

○ اور کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشاشت بند نہیں ہوتی تھی

○ اور کسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جفا نہیں فرماتے تھے۔

○ مباح کھیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے، اس پر نکیر نہیں فرماتے تھے،

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی فرماتے مگر مزاح میں بھی حق بات ہی فرماتے،

○ اور عذر پیش کرنے والے اور معافی مانگنے والے کی معافی قبول فرماتے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام بھی تھے، باندیاں بھی تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں اور لباس میں ان پر برتری نہیں فرماتے تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وقت اللہ کے لئے عمل کے علاوہ میں گزرتا نہیں تھا، یا جو ضروری امور ہوں اس میں گزرتا اور اپنے گھر والوں کے لئے گزرتا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بھی چرائیں اور فرمایا کہ کوئی نبی نہیں گزرے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمانے لگیں کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کی تفسیر تھے۔

○ اللہ کی وجہ سے غصہ فرماتے، اللہ کی وجہ سے راضی ہوتے۔

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمدہ سے عمدہ ریشم، موٹا ریشم اور باریک ریشم میں نے چھوا نہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم و نازک ہو، اور میں نے کوئی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

پر فائق ہو۔

○ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی، پھر بھی کبھی بھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُف تک نہیں فرمایا،

○ اور کسی چیز کے متعلق جو میں نے کی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

○ اور کسی چیز کے متعلق جو میں نے نہ کی ہو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

○ اللہ تبارک وتعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام اخلاق کاملہ جمع فرما دئے تھے اور تمام عمدہ سے عمدہ افعال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمع فرما دئے تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا تھا اور وہ چیزیں عطا فرمائی تھیں جن میں نجات ہے اور کامیابی ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، پڑھ نہیں سکتے تھے، لکھ نہیں سکتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انسانوں میں سے آپ کا کوئی معلم اور استاذ نہیں۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت اور صحراء کے علاقہ میں پرورش پائی، پھر بھی اللہ نے آپ کو وہ کچھ عطا فرمایا جو جہاں والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا، اور تمام اولین اور آخرین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا۔

اللہ تعالی کی حساب کے دن تک ہمیشہ رہنے والی دائمی رحمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔

گذارش:

خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جس خلق کو آپ عملی بناتے جائیں،

اس دائرہ میں نشان لگاتے جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے اور سب سے واضح دلائل میں سے قرآنِ عزیز ہے، کہ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے، نہ اس کے پیچھے سے آسکتا ہے۔
یہ قابل تعریف اور حکمت والے اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے جس نے اہلِ فصاحت کو عاجز کر کے رکھ دیا اور اہلِ بلاغت کو حیران کر کے رکھ دیا اور ان سب کو تھکا کر کے رکھ دیا کہ وہ اس جیسی دس سورتیں لے آئیں، یا کوئی ایک سورت لے آئیں، یا کوئی ایک آیت لے آئیں۔
اور مشرکین نے بھی اس کے معجز ہونے کی شہادت دی اور منکرین اور ملحدین نے بھی اس کی سچائی پر یقین جتایا۔

○

اور مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شق القمر کا معجزہ دکھایا کہ چاند شق ہو گیا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گئے اور یہی اللہ تبارک وتعالی کے اس قول سے مراد ہے کہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ.

○

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی نے میرے لئے زمین کو سکیڑ لیا، پھر میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، وہاں تک میری امت کی حکومت پہنچے گی جتنا میرے لئے سمیٹا گیا ہے۔
اور اللہ تبارک وتعالی نے آپ کا قول سچ کر دکھایا اس طرح کہ آپ کی امت کی حکومت مشرق اور مغرب کے آخری کناروں تک پہنچ گئی لیکن جنوب اور شمال میں اتنی نہیں پھیل سکی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے خشک تنہ پر خطبہ دیتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، تو کھجور کا خشک تنہ گابھن اونٹنی کی طرح

رونے لگا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے، اسے گلے لگایا، اور وہ سسکیاں لے رہا تھا، جس طرح کہ وہ بچہ سسکی لیتا ہے جسے خاموش کیا جا رہا ہو، تب جا کر اس کھجور کے خشک تنہ کو سکون ہوا۔

○

اور پانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک سے، ایک سے زائد مرتبہ پھوٹا ہے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی میں رکھا، پھر حضرت عمر کی، پھر حضرت عثمان کی ہتھیلی میں رکھا، پھر بھی وہ تسبیح پڑھتی رہیں۔

○

اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے، اس حال میں کہ وہ کھایا جا رہا ہوتا تھا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر سلام کرتے تھے، درخت سلام کرتے تھے ان راتوں میں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر مبعوث کئے گئے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زہر میں پکائی ہوئی بونگ / دست نے کلام کیا ہے، اور وہ صحابی وفات پا گئے جنہوں نے اس زہر آمیز بکری میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا تھا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتقال کے بعد چار سال زندہ رہ سکے۔

○

اور بھیڑیئے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی ہے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں ایک اونٹ پر گزرے جس کے ذریعہ پانی کھینچا جا رہا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دیکھا تو وہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ کام کی کثرت اور چارہ کی کمی کی شکایت کر رہا ہے''۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں داخل ہوئے جس میں اونٹ تھا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دیکھا تو آواز سے رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے فرمایا کہ وہ مجھے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے تکلیف دیتے ہو اور اس سے برداشت سے زیادہ کام لیتے ہو۔

○

دوسرے ایک باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے جس میں دو نر اونٹ تھے اور ان دونوں کا مالک ان کے پکڑنے سے عاجز تھا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے ایک نے دیکھا، تو وہ آپ کے پاس آیا یہاں تک کہ گھٹنے آپ کے سامنے ٹیک دئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار پکڑی اور اس کے مالک کے ہاتھ میں تھما دی، پھر جب دوسرے اونٹ نے اس کو دیکھا تو اس نے بھی ایسا ہی کیا۔

○

ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، تو زمین کو پھاڑتے ہوئے ایک درخت آیا یہاں تک کہ آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ درخت ہے جس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرے، تو اللہ نے درخت کو اجازت دی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درختوں کو حکم فرمایا تو دونوں مل ہو گئے، پھر دونوں کو حکم فرمایا تو

دونوں الگ ہو گئے۔

○

ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو حکم فرمایا تو اس کی جڑیں کٹ گئیں یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تو واپس اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اونٹوں کا نحر فرمائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سو اونٹ تھے جو سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کر رہے تھے کہ مجھ سے آپ پہل کیجئے۔ اور ایک روایت میں چھ اونٹوں کا ذکر پہل کرنے کے سلسلہ میں وارد ہے۔

دونوں روایات میں جمع اس طرح ہے کہ اونٹوں کو فدائیت کا جذبہ خالق و مالک نے عطا فرمایا تھا، ساتھ ہی یہ سمجھ بھی دی تھی کہ ہم سرکار کی تکلیف کا سبب نہ بنیں۔ اس لئے دائیں بائیں دونوں طرف سے تین تین، ایک دوسرے سے سبقت کر رہے ہوں گے۔

○

ایک کمزور بکری کے تھن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک پھیرا، جس سے نر نے ابھی جفتی نہیں کی تھی، پھر بھی تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوہ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا اور اسی طرح کا قصہ ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں بھی پیش آیا ہے۔

○

حضرت قتادہ ابن نعمان ظفری کی آنکھ نکل گئی یہاں تک کہ ان کے ہاتھ میں آ گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا، تو ان کی دونوں آنکھوں میں سے وہ سب سے زیادہ حسین تھی اور سب سے زیادہ دیکھنے میں تیز تھی، اور یہ بھی کہا گیا پتہ نہیں چلتا تھا کہ دونوں میں سے کونسی ہے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر تھوک کے چھینٹوں کے ساتھ دم فرمایا، جب کہ آپ کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں تو اسی وقت وہ اچھے ہو گئے، اور اس کے بعد کبھی بھی آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی جب بیمار ہوئے، تو اچھے ہو گئے اور اس کے بعد عمر بھر میں یہ بیماری کبھی نہیں ہوئی۔

○

عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ کا پیر ٹوٹ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دستِ مبارک پھیرا تو اسی وقت وہ اچھا ہو گیا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اُبی ابن خلف جمحی جنگِ احد میں قتل کیا جائے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑی پر ذرا سی خراش لگائی تو وہ مر گیا۔

○

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے مکی دوست اُمیہ بن خلف سے فرمایا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرما رہے تھے کہ وہ آپ کو قتل کریں گے، چنانچہ وہ بدر میں کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

○

اور جنگِ بدر میں مشرکین کے مرنے کی جگہوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، فرمایا کہ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے کل کو انشاء اللہ، اور یہ انشاء اللہ کل کو فلاں کے مرنے کی جگہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی جگہ سے ان میں سے کوئی ایک بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی کئی جماعتوں کی خبر دی تھی جو سمندری جہاد کریں گی

اور یہ کہ ام حرام بنت ملحان انہیں میں سے ہیں، تو ایسا ہی ہوا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

○

آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ انہیں امتحان پہنچے گا، آزمائش پہنچے گی، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود عنسی کذاب کے قتل کی خبر دی تھی جس رات وہ قتل کیا گیا تھا، اور قاتل کے نام کے ساتھ خبر دی تھی حالانکہ وہ صنعاء، یمن میں قتل کیا گیا تھا۔

○

اسی جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے قتل کے بارے میں خبر دی تھی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیماء بنت بقیلہ ازدیہ کے متعلق خبر دی تھی کہ اسے سرخ رنگ والی خچری پر کالی اوڑھنی میں سوار کرایا گیا ہے، پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں اسی حال اور کیفیت میں وہ پکڑی گئی۔

○

اور ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم اچھی زندگی گزارو گے اور شہادت کی حالت میں تمہیں موت آئے گی، چنانچہ ان کی زندگی قابلِ تعریف گزری اور جنگِ یمامہ میں وہ شہید ہوئے۔

○

ایک شخص کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو کہ مدعیِ اسلام تھا اور وہ جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، یہ فرمایا تھا کہ **انـہ من اھل النار**، تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو سچا فرمایا اس طرح کہ اس نے خودکشی کرلی۔

○

فَقَلِيْلاً مَّا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ تبارک وتعالی نے سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ بقرہ نازل فرمائی۔

اس میں ایک پیشن گوئی ہے کہ یہودی بہت ہی کم تعداد میں ایمان لائیں گے۔ پندرہ ہزار برس کے عرصہ میں ملک کے ملک اور فرقوں کے فرقوں مسلمان ہوگئے، مگر یہودیوں کے بارے میں یہ پیشن گوئی اٹل رہی۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معدودِ چند یہودی مسلمان ہوئے۔ یہی حال اب تک بھی ہے، اور قیامت تک یہ سچی خبر اسی طرح اٹل رہے گی۔

○

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اگلی صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

○

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالی ان سے گرمی اور سردی کو دور کردے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کبھی گرمی اور سردی محسوس نہیں فرماتے تھے۔

○

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالی انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور قرآن کی تفسیر کا علم دے، چنانچہ انہیں ان کے علم کی کثرت کی وجہ سے سب سے بڑا عالم اور علم کا سمندر کہا جاتا تھا۔

○

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طولِ عمر کی دعا اور مال کی کثرت اوراولاد کی کثرت کی دعا فرمائی تھی اوراس بات کی دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالی ان کے لئے اس میں برکت فرمائے، چنانچہ ان کی پشتی نرینہ اولاد ایک سوبیس ہوئیں اوران کا باغ سال میں دودفعہ پھل دیتا تھااورانس رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سوبیس برس یااس کے قریب ہوئی۔

○

اورعتیبہ بن ابی لہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مبارک پھاڑ دیا تھااورآپ کوایذاءدی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعا فرمائی تھی کہ اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کومسلط فرمائے،توشیر نے اسے شام کے علاقہ میں زرقاءنامی جگہ میں چیرکررکھ دیا تھا۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کے نہ ہونے کی اورقحط سالی کی شکایت کی گئی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔تو آپ نے اللہ عزوجل سے دعا فرمائی ایسے وقت میں کہ آسمانوں میں کوئی بادل کاٹکڑاتک نہیں تھا۔

فوراً ہی پہاڑوں جیسے بادل اکھٹے ہوگئے اوراگلی جمعہ تک بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی کثرت کی شکایت کی گئی،تو اللہ عزوجل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور بارش تھم گئی اورلوگ دھوپ میں چلنے لگے۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خندق کو جو ہزاروں تھے ایک صاع شعیر یااس سے بھی کم سے، اورایک بکری کے بچہ سے کھانا کھلایا اورسب کے سب سیر ہوکرلوٹے جب کہ کھانا ابھی پہلے سے بھی زیادہ موجود تھا۔

○

اورتمام اہلِ خندق کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی کھجور میں سے کھلایا،جس کو لے کر بشیر

بن سعد کی بیٹی اپنے ابا اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تھی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ چار سو سواروں کو بطور زادِ راہ کھجور دیں، جو ڈھیر تھا، اتنا تھا جیسا کہ ایک اونٹ بیٹھا ہوا ہو۔ چنانچہ اس میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو سواروں کو زادِ راہ دیا پھر بھی بچ گیا، وہ بھی اس طریقہ پر کہ گویا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں اسّی آدمیوں کو جو کی روٹیوں سے کھلایا، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی بغل کے نیچے دباتے ہوئے لے کر آئے تھے یہاں تک کہ اسّی آدمیوں نے سیر ہو کر اسے کھایا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذاتی زادِ راہ میں سے پورے لشکر کو کھانا دیا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔

بقیہ کو اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹا کر واپس رکھ دیا اور اس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے برکت کی دعا فرمائی تو عمر بھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں سے کھاتے رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک اس میں سے کھاتے رہے۔

پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے، تو جو ہدیہ کے لئے لادا گیا تھا، اس میں سے پچاس وسق تھا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستہ میں دیا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بناء کے وقت جو کھانا کھلایا وہ ایک برتن میں تھا جو ام سلیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ پتہ نہیں چلتا تھا

کہ جب رکھا گیا تھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا جس وقت اٹھایا گیا۔

○

اور جنگِ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر مٹی کفار کے لشکر پر پھینکی تھی اس کی برکت سے اللہ نے انہیں ہزیمت اور شکست سے دوچار کیا۔
ان میں سے بعضوں نے کہا بھی کہ ہم میں سے کوئی باقی نہیں رہا تھا کہ جس کی آنکھیں مٹی سے نہ بھر گئی ہوں، اسی کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.**

○

قریش کے سو آدمی کھڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ نکلنے کے منتظر تھے، ان کے سامنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں پر مٹی ڈال دی اور تشریف لے گئے اور ان کو پتہ بھی نہیں چلا۔

○

اور سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کے قتل کے ارادہ سے یا آپ کے قید کرنے کے ارادہ سے آپ کا پیچھا کیا۔ جب آپ سے قریب ہو گیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف بددعا فرمائی، تو اس کے گھوڑے کے اگلے پیر زمین میں دھنس گئے، تب اس نے امان کی درخواست کی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اللہ نے اسے نجات دی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور واضح دلائل اور صاف ستھرے اخلاق اور بھی ہیں، ایک نمونہ دکھلانے کے لئے ہم نے اتنے ہی پر اکتفاء کیا ہے۔

اے رسولِ ہاشمی! اے سرِّ تکوینِ حیات — اے کہ تیری ذات ہے وجہِ نمودِ کائنات

تو نہ تھا تو محفلِ کون و مکاں بے رنگ تھی — تو نہ تھا تو بزمِ ہستی سازِ بے آہنگ تھی

خواب میں آسودہ ابراہیم کی تکبیر تھی — ہیبتِ ضربِ کلیم ایک خواب کی تعبیر تھی

بربطِ داؤد اک مدت سے رہنِ زنگ تھا — مے تو تھی لیکن بہت بے کیف اور کم رنگ تھا

قالبِ ہستی میں دوڑا دی شعاعِ زندگی — ہو گئی ارزاں ترے دم سے متاعِ زندگی

اس طرح توڑا طلسمِ باطلِ حرص و ہوس — چشمِ اعرابی میں کسریٰ کا تجمل خار و خس

زندگی تیرے لئے اک داستانِ عشق و مرگ — یہ جہانِ بے ثبات اک کاروانِ عشق و مرگ

حکیم احمد شجاع ساحر المتوفی: ۱۹۶۹ء

سرورِ کون ومکاں، محبوبِ رب العالمیں
میرے آقا ساقیِ کوثر شفیع المذنبیں

خواجۂ کونین اور گھر میں فقط نانِ جویں
اور کہیں یہ بھی میسر میرے آقا کو نہیں

عظمتِ قرآں کا پرتو ان کا رخسارِ حسیں
شوکتِ کعبہ کا نقشہ ان کی زلفِ عنبریں

آپ کا اسم گرامی دلنواز و دل نشیں
آپ کا ذکرِ مبارک جاں فزا و جد آفریں

اے خوشا صلی علیٰ ان کا جمالِ دل نشیں
روح ِایماں روحِ دل روحِ نظر روحِ یقیں

جو بہاریں ہیں یہاں وہ باغِ جنت میں نہیں
ارضِ طیبہ بے گماں ہے رشکِ فردوسِ بریں

اس کے اک ذرے کی قیمت گلشنِ جنت نہیں
یہ مدینے کی زمیں ہے، یہ مدینے کی زمیں

تھے ابوبکر و عمر عکس جمالِ ہم نشین
مصطفیٰ کے جانشیں اور آج تک ان کے قریں

مرتبہ عثمان کا کیا ہو سکے مجھ سے بیاں
وہ تو ذو النورین ہیں، ان کا کوئی ثانی نہیں

کہہ رہی ہے اہل ملت سے یہ شانِ حیدری
ظلمتِ شب سے سحر کا نور دب سکتا نہیں

مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؒ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مکان منازل بنوالحارث میں عوالی میں تھا۔آپ وہاں سے گھوڑے پر سوار ہوکر مسجد نبوی پہنچے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔سب بدحال تھے۔

آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں پہنچے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر وفات کے بعد حبرہ چادر آپ پر ڈال دی گئی تھی۔

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے،بوسہ دیا،روتے رہے،اور روتے ہوئے یہ کلمات فرمائے بِأَبِیْ اَنْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کاش میرے باپ کا فدیہ قبول ہو جاتا۔اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہ کرے۔ایک موت جو سب کے لئے مقدر ہے وہ تو آ چکی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ سے نکل کر مسجد میں پہنچے،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کو ڈانٹ رہے ہیں کہ جو کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہوگئی اسی کے لئے موت مقدر ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب سے ملنے کے لئے گئے ہیں،واپس تشریف لائیں گے اور جو اس طرح کہتے ہیں ان کو قتل فرمائیں گے۔

یہ سننے کے لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی،حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیار نہیں ہیں۔اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب پہنچتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں بیٹھ جاؤ،تو بیٹھنے سے بھی انکار اور اپنا خطبہ بند کرنے سے بھی انکار۔

ادھر ان کا خطاب جاری اور دوسری طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا خطبہ شروع فرما دیا اور جیسے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطبہ کے لئے شہادتین پر پہنچے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آپ کو گھیر لیا۔

آپ نے **اَمَّا بَعْد** کے بعد فرمایا **فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قال الله تعالىٰ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ۔**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے صدمہ میں لوگوں کو یہ آیت یاد ہی نہیں رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے جیسے ہی یہ آیت کیا نکلی، کہ ہر شخص کی زبان پر وہی آیت جاری ہوگئی۔

○ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حال ہو گئے تھے، روتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کھجور کا ایک تنہ جس پر آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے، تو دور تک آواز پہنچ سکے، اس کے لئے آپ نے منبر بنوایا، تو یہ کھجور کا خشک تنہ آپ کی جدائی میں رو پڑا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا، تب اسے سکون ہوا، تو آپ کی امت جنہیں آپ نے چھوڑا، یہ اس خشک تنہ کی بہ نسبت رونے کی زیادہ حقدار ہے یا رسول اللہ!

اسی طرح دیگر حضرات کے مراثی سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ یہ بلند مرتبہ مراثی اس بات کی دلیل ہیں کہ جو حادثہ اور بلا جو اس امت کو پیش آئی ہے، بڑی زبردست ہے؛ اتنی زبردست کہ مسلمانوں نے کبھی اس جیسی مصیبت کی شکل دیکھی تک بھی نہیں تھی اور اس سے پہلے اس جیسی مصیبت سے انہیں آزمایا نہیں گیا تھا۔

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات ہوگئی تو سارا مدینہ منورہ تاریک ہوگیا، اتنا تاریک، اتنا تاریک کہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں پاتا تھا۔ دوسرے کو دیکھنا درکنار، خود اپنا ہاتھ پھیلاتا، تو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا، ایسی تاریکی چھاگئی۔

○ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے دو فرط میری امت میں سے آگے چلے جائیں، تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر کسی کا کوئی ایک بچہ فوت ہو جائے تو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے موفقہ! جس کا ایک فوت ہو جائے تو وہ بھی سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس کا کوئی ایک بھی پہلے آگے نہ گیا ہو تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِیْ۔ کہ میں میری امت کا فرط ہوں، اور ان کے لئے آگے جا کر انتظام کروں گا کیوں کہ میری وفات جیسی مصیبت کے ذریعہ وہ کبھی آزمائے نہیں گئے تھے۔

○ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے، تو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کہ وہ تمام مصائب میں سب سے عظیم تر ہے۔

○ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہاں سے تشریف بری کی مصیبت اتنی عظیم تھی کہ مدینہ منورہ کے اطراف واکناف جس سے تاریک ہوگئے، تمام انسان اپنے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے انواع واقسام کی بلا میں مبتلا ہو گئے۔

○ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، اس وقت خود ملائکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حبرہ؛ سیاہ اور سرخ لکیر والی دو چادریں اوڑھادیں۔

فرماتی ہیں کہ تمام مرد صحابہ اپاہج کی طرح بیٹھ گئے، وہ ایسے لوگوں کی طرح تھے کہ صرف اجسام ہیں، روح نہیں۔ اور انواع واقسام کی بلا گویا ان میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو جھٹلا رہا تھا۔

کچھ تھے جن کی زبانیں گنگ ہو گئی تھیں، پھر وہ اس دن تو ایک کلمہ نہیں بول سکے، اگلے دن سے کچھ بولنا شروع کیا۔

دوسرے وہ بھی تھے جو بے معنی کلام بولے جا رہے تھے، جس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ جن کی عقلیں کام نہیں کر رہی تھیں، اور کچھ لوگ اپاہج بن کر بیٹھ گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو جھوٹا قرار دے رہے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان میں تھے جو اپاہج ہو چکے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں تھے جن کی زبانیں گنگ تھیں۔

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی اور آپ کو تکلیف زیادہ ہونے لگی، تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کو

دیکھ کر فرما رہی تھیں وَا کَرْبَ اَبَاہ! ہائے میرے ابّا کی تکلیف!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے تھے کہ آج کے بعد تیرے ابّا کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پکار رہی تھیں:

یَا اَبَتَاہ! اَجَابَ رَبًّا دَعَاہ! ہائے میرے ابّا! جنہوں نے اپنے رب کے بلاوے پر ہاں کردی۔

یَا اَبَتَاہ! مَنْ جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاہ! ہائے میرے ابّا! جن کا ٹھکانہ جنۃ الفردوس بن گیا۔

یَا اَبَتَاہ! اِلیٰ جِبْرِیْلَ نَنْعَاہ! ہائے میرے ابّا! ہم جبریل امین کو آپ کی موت کی اطلاع دیتے ہیں۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آگئی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوچھنے لگیں **یَا اَنَس! اَطَابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوا عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ التُّرَابَ۔** اے انس! تمہیں کیسے گوارا ہوا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال سکے؟

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کردیا گیا تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبر پر پہنچیں، قبر کی مٹی کی ایک مٹھی ہاتھوں میں لی، اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور روتی جاتی تھیں اور یہ شعر پڑھتی تھیں:

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کو سونگھا
تو اب دنیا بھر کی مصیبتیں اس کے بعد دیکھنا اور ان کو سونگھنا اس کے سامنے ہیچ ہے

صبت علی مصائب لو انها　　صبت علی الایام عدن لیالیا

مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹیں کہ اگر یہ مصیبتیں
دنوں پر ٹوٹی ہوتیں تو یہ دن بھی تاریک راتیں بن جاتے

○ مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا، مہاجرین اور انصار اپنے گھروں میں واپس پہونچ گئے، اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے حجرہ میں پہنچ گئیں، تو صحابیات آپ کے حجرہ میں آپ کی خدمت میں پہنچیں، تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

اغبر آفاق السماء و کورت　　شمس النہار و اظلم العصران

آسمان کے کنارے اور اطراف غبار آلود ہو گئے اور نیر تاباں، خورشید عالم سورج
بھی بے نور ہو گیا اور رات اور دن، دنیا اور آخرت سب تاریک نظر آ رہے تھے

فالارض من بعد النبی کئیبۃ　　اسفا علیہ کثیرۃ الرجفان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے اب زمین بھی غمگین ہے
اس پر افسوس کے مارے بکثرت وہ زلزلہ کی طرح ہل رہی ہے

فلتبکہ شرق البلاد و غربہا　　ولتبکہ مضر و کل یمان

تمام مشرقی اور مغربی ممالک اور علاقے آپ پر رو رہے ہیں
مضر اور سارا یمن رو رہا ہے

ولیبکہ الطود المعظم جوہ　　والبیت ذو الاستار والارکان

پہاڑ اور پہاڑوں کی فضائیں آپ پر رو رہی ہیں
غلاف اور ارکان والا بیت اللہ، کعبہ وہ رونے میں مصروف ہے

یا خاتم الرسل المبارک صنوہ　　صلی علیک منزل الفرقان

اے خاتم الانبیاء! اللہ تبارک و تعالیٰ جس نے فرقان نازل فرمایا
اس کی کڑور ہا کڑور رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں

○ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کبھی ہنستے دیکھا نہیں گیا تھا، ہر وقت، ہر گھڑی، ہمیشہ، آپ کے آنسو جاری رہتے تھے۔

اور کبھی کوئی چیز، کوئی ٹکر آپ کو لگ جاتی اور جسم زخمی ہو جاتا تھا، تو آپ کو نہ اس کی تکلیف کا پتہ چلتا تھا نہ اس کا احساس ہوتا تھا۔کبھی ان سے کوئی بات پوچھی جاتی تو انہیں اس کا پتہ نہیں چلتا تھا۔

آپ کے اس حال کے مناسب کسی شاعر نے کہا:

دع مقلتی تبکی علیک بادمع　　ان البکاء شفاء قلب الموجع

میری آنکھوں کو بہت زیادہ آنسوؤں کے ساتھ تجھ پر رونے دے
کہ اس زخمی قلب کی شفاء اسی رونے میں ہے

ودع الدموع تلد جفنی فی الھوی　　من غاب عنہ حبیبہ لم یھجع

میرے آنسوؤں کو چھوڑ دے کہ میری پلکوں سے محبت میں لڑتے رہیں، جھگڑتے رہیں،
کیوں کہ جس کا حبیب چلا گیا ہو،اسے نیند کہاں آسکتی ہے؟

ولقد بکیت علیک حتی رق لی　　من کان فیک یلومنی و بکی معی

میں آپ پر روئی، روئی، یہاں تک کہ اس رونے کی وجہ سے آپ کے بارے میں جو مجھے ملامت کر رہا تھا
یہ منظر دیکھ کر اس کا دل بھی پسیج گیا اور اس نے بھی میرے ساتھ رونا شروع کر دیا

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دفن کر دیا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

ان الصبر لجمیل الا عنک   وان الجزع لقبیح الا علیک

دنیا بھر کے تمام مصائب پر صبر کرنا ہی بہتر ہے مگر نہیں نہیں، آپ پر نہیں، آپ پر صبر اچھا نہیں ہے
آہ و بکاء اور فریاد یہ یقیناً بری ہے لیکن نہیں نہیں، آپ کی وفات پر بری نہیں ہے

○ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کی اطلاع کان میں پڑتے ہی کائنات کے مشاہدہ سے آنکھیں بند کر لیں، بلکہ سجدہ میں چلے گئے اور گڑگڑا کر حق تعالیٰ سے فریاد کرتے رہے کہ الٰہی! تو نے میرے محبوب کو اپنے پاس بلالیا۔ میری دونوں آنکھوں کی بصارت بھی تو واپس لے لے، کیوں کہ وہ میرے محبوب نہیں ہیں جن کو میں ان آنکھوں سے دیکھ سکوں تو اب مجھے ان دونوں آنکھوں کی ضرورت نہیں۔ میری درخواست ہے کہ میری بینائی تو واپس لے لے۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا، اس کے بعد سے لے کر وفات تک وہ نابینا رہے۔

○ محمد بن ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دینے لگے، جب کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں رکھا نہیں گیا تھا۔ اس حال میں جب اذان میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادتین پر پہونچتے ہیں اور فرماتے ہیں **اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ** ! تو مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر لوگوں کی چیخیں بلند ہوگئیں۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوگئی، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ اذان کی خدمت اسی طرح جاری رکھئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں آپ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے رہوں۔ تو اس کا آپ کو اختیار ہے، لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا ہے تو جس کے لئے آپ نے مجھے آزاد کیا ہے، تو مجھے اس کے لئے چھوڑ دیجئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ **ما اعتقتک الا للّٰہ** میں نے اللہ ہی کے لئے تمہیں آزاد کیا تھا۔ تو حضرت بلال عرض کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں دے سکتا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اپنے بارے میں اس کا اختیار ہے۔

آگے راوی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ جب شام کی طرف لشکر جانے لگے، تو ان کے ساتھ شام چلے گئے اور اخیر تک پھر وہیں رہے۔

○ جب مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کے دل بہت زیادہ غمگین تھے، تو یہ منظر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے، اسی وجہ سے مدینہ منورہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور زبان حال سے یہ فرما رہے تھے:

ولما نأى الاحباب عني واعرضوا ولم ارج بعد البين من نحوهم قربا

جب احباب اور محبوب چلے گئے

اور اب قرب کی کوئی امید نہیں ہے اس جدائی کے بعد

خرجت بنفسی هاربا عن دیارهم　　　لئلا تری العینان ما یؤلم القلبا

تو اب میں ان کے علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ رہا ہوں
تاکہ میری یہ دونوں آنکھیں محبوب کے دیار کو دیکھ کر قلب کو غمگین نہ کرتی رہیں

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کھانا پینا ترک کر دیا تھا اور اس طرح چند دن میں اپنی جان دے دی تھی۔ اور ایک نے فراق کی پریشانی کے عالم میں گڑھے میں گر کر اپنی جان مالک کے سپرد کر دی تھی۔

○ محبّ جب محبوب کے آثار اور نشانات کو دیکھتا ہے، تو اس کا غم اور کرب اور بھڑکتا ہے بالخصوص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف، اگر چہ یہ قبر کا حصہ ایسا ہے کہ اس کی روئے زمین پر خصوصیت ہے کہ ہر دن اور ہر رات ستر ہزار ملائکہ یہاں پر حاضری دیتے ہیں۔

○ نبیہ بن وہب سے مروی ہے کہ حضرت کعب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سب حضرات کرنے لگے، تو حضرت کعب رضی اللہ تعالی عنہ فرما رہے تھے کہ کوئی فجر طلوع نہیں ہوتی مگر آسمان سے ستر ہزار فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو اپنے پروں سے چھونے کے لئے آسمانوں سے اترتے ہیں۔ پھر اپنے پروں سے قبر مبارک کو چھو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ شام تک اسی عبادت میں وہ رہتے ہیں۔
جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ اور دوسرے ستر ہزار

اترتے ہیں۔ وہ بھی قبر شریف پر پہنچ کر قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں، اپنے پروں سے قبر شریف کو چھوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ ستر ہزار رات میں اترتے ہیں اور ستر ہزار دن میں اترتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب حشر ہوگا اور زمین پھٹے گی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک سے اٹھ کھڑے ہوں گے، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کو اپنے بیچ میں لے کر ستر ہزار فرشتے چلنا شروع کریں گے۔

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے اعمال ہر پیر اور جمعرات کی شام میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کے اعمال اچھے ہوتے ہیں تو میں ان کے اچھے اعمال دیکھ کر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور برے اعمال دیکھ کر تمہارے لئے میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

○ دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

○ اصبہانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر پڑھتا ہے، مجھے اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ملائکہ سیاحین ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔

○ سلیمان بن سحیم فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ لوگ جو آپ کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں اور آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں، آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جی ہاں! اور میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

○ عمران بن حمیری فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک حدیث سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنائی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ملائکہ میں سے ایک فرشتہ کو تمام مخلوقات کی آواز سننے کی اور سمجھنے کی قوت عطا فرما رکھی ہے، جو میری قبر پر ہر وقت کھڑا ہے اور قیامت تک وہاں پر وہ کھڑا رہے گا۔

میری امت میں سے جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھ سے کہتا ہے کہ اے احمد! آپ کی امت میں سے اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر وہ مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر اتنا اور اتنا ان الفاظ سے درود پیش کیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضمانت لی ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْراً جو آپ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا تو اللہ تبارک وتعالی کی اس پر دس رحمتیں نازل ہوں گی وَاِنْ زَادَہُ زَادَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اور اگر وہ زیادہ پڑھے گا تو اللہ عزوجل کی رحمتیں بھی مزید ہوں گی۔

قال سيدنا ابو بكر الصديق رضى اللّٰه تعالىٰ عنه

أجـدِّک مـا لِـعَيْـنِک لا تـنـامُ ... كـأنَّ جُـفُـونَهـا فيهـا كِـلامُ
لأمـرِ مـصيبةٍ عَـظُمـتْ وجَـلَّـتْ ... فَـدَمْـع العيـنِ أهْـوَنُـه السِّجـامُ
فُـجِـعـنـا بـالنبى وكـان فيـنـا ... اِمـامَ كـرامةٍ،نِـعْـم الامـامُ
وكـان قِـوامَـنـا والـرأسَ مِـنَّـا ... فـنـحـنُ اليوم ليـس لـنـا قِـوامُ
نـموجُ ونشتكـى مـا قـدْ لَقينا ... ويَشـكـو فَـقْـدَه البـلـدُ الـحـرامُ
كـأن أُنُـوْفَـنـا لاقَيـنَ جَـدْعًـا ... لِـفَـقْـدِ محـمـدٍ فيهـا اصْـطِـلامُ
لِـفـقـدِ أغـرَّ أبيضَ هـاشـمـىٍّ ... تَـمـامِ نبـوةٍ وبـه الخِـتـامُ
أمينٌ مـصـطـفـىً لـلْـخيـرِ يدعو ... كَـضَـوء البـدرِ زَايَـلَـهُ الـظَّـلامُ
سَـأتْبـعُ هَـدْيَـه مـا دمـتُ حيًّـا ... طَـوالَ الـدَّهـر مـا سَجَع الحَمـامُ
اديـنُ بِـدِيـنـه ولِـكُـلِّ قـومٍ ... قـديـمٌ مـن ذَوائبهـم نِـظـامُ
فـلا تبـعـدْ فَـكُـلُّ كـريـمِ قـومٍ ... سَيُـدرِكُـه ولـوْ كـرِه الـحِـمـامُ
كـأنَّ الارضَ بَـعْـدک طـار فيهـا ... فـأشْـعَـلَهـا بسـاكِـنهـا ضِـرامُ
فـقـدنـا الـوحـىَ اذ ولَّـيـتَ عـنَّـا ... فـودَّعـنـا مَـن الـلّٰـهِ الكَـلامُ
سِوٰى مـا قـد تـركـتَ لنـا رهينًـا ... تـوارَثُـهُ الـقـراطِيـسُ الكِـرامُ
فـقـدْ اَوْرَثْـتَـنـا ميـراثَ صدقٍ ... عـليکَ بـه التـحـيةُ والسـلامُ
مِـن الـرَّحـمـنِ فِـى اعـلٰـى جِنـانٍ ... مِـن الـفـردوسِ طـابَ بـه المقـامُ
رفيـقَ ابيکَ ابـراهيـمَ فيهـا ... ومـا فـى مثـلِ صـحبتـهِ نَـدَامُ
واسـحـاقُ واسـمـاعيلُ فيهـا ... بِهـا صَـلَّـوا لِـربِّهـمُ وصـامُـوا

وقال سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

مازلتُ مذْ وُضِعَ الفِراشُ لجنْبهِ　　و ثَوی مریضًا خائفًا اَتَوَقَّعُ
شفقًا علَیّ اَنْ یزولَ مکانُهُ　　عنَّا فنبقیٰ بعدَہ نَتَفَجَّعُ
نفْسی فداؤُک مَن لنا فی أمرِنا　　اَمْ مَن نشاورُہ اذا نتوجَّعُ
واذا تحلُّ بنا الحوادثُ مَن لنا　　بالوحی من ربٍّ عظیمٍ نسمعُ
لیتَ السماءَ تفطَّرتْ أکنافُها　　وتناثرتْ منها نُجومٌ نُزَّعُ
لما رأیتُ الناسَ هدَّ جمیعَهم　　صوتٌ یُنادی بالنَّعیِّ المُسْمِعُ
والناسُ حول نبیهِم یدْعونه　　یبکونَ، اَعْیُنُهُمْ بماءٍ تَدْمَعُ
و سمعتُ صوتًا قبل ذلک هَدَّنی　　عباسُ یَنْعاہ وصوتٌ مُفْظِعُ
فَلْیَبْکِهِ اَهلُ المدینةِ کُلُّهم　　والمسلمونَ بکل ارضٍ تَجْزَعُ

وقال سیدنا عثمان بن عفان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

فَیَا عَیْنِیْ ابْکِیْ وَلَا تَسْأمِی　　وَحُقَّ الْبُکَاءُ عَلَی السَّیِّدِ
تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک　　اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا

وقال سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

ألا طَرَقَ النَّاعی بِلَیْلٍ فَرَاعَنِی　　فأرَّقَنی لمَّا اسْتَقَلَّ مُنادیا
فقلتُ له لمَّا رأیتُ الذی اتٰی　　أغیْر رسولِ اللّٰہ اِن کنتَ نَاعیا
فحقَّق ما اشفقتُ منه ولم یَئِلْ　　وکان خَلیلی عُدَّتِی وجَمالیا
فواللّٰہ ما اَنْسَاک احمدُ ما مَشتْ　　بِیَ العِیْسُ فی ارضٍ وجاوزتُ وادیا

وقال سيدنا عبد اللّٰه بن انيس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه

تَـطَـاولَ لَيْـلِى واعتـرتْنى القَوارعُ — وخَـطْـبٌ جـليـلٌ لِلْبَلِيَّةِ جـامِعُ
غَـداةَ نَعى النَّاعى الينا محمدًا — وتلكَ التى تَسْتَكُّ مِنها المسامعُ
فلـو ردَّ ميتًـا قتلُ نـفسى قَتَلْتُها — ولـكنَّـه لا يـدفـع الـموتَ دافعُ
فآليتُ لا آسى على هُلكِ هالكٍ — مـن الـنـاس مـا اوْفٰى ثَبيرٌ ورافعُ
ولـكـنَّـنـى تـالٍ عـليـه ومُتْبِعٌ — مـصيبتَـهُ:اِنِّـى الـى اللّٰـهِ رَاجِعُ
وقـد قبـض اللّٰـه النَّبِيِّيْنَ قبلَـه — وعـادٌ اصيبـتْ بـالـرُّزا والتَّبـابِعُ

وقالت هند بنت اثاثة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها

اَشَـابَ ذُؤابَتِـى واذلَّ رُكْـنِـى — بـكـاؤُكِ فـاطِمُ الـمَيْتَ الفقيدا
فـأعـطيـتَ الـعـطـاءَ ولـم تُكدِّرْ — وأخـدمـتَ الـولائـدَ والـعبيـدا
وكـنـتَ مـلاذنـا فـى كـل لَزْبٍ — اذا هبَّـتْ شـامـيةً بَـرودا
وانـک خيـرُ مَـنْ رِكِـبَ الـمَطـايـا — واكـرمُهـم اذا نُسِبُـوا جُـدودا
رسـولُ الـلّٰـه فـارَقَنـا وكـنَّـا — نُـرجِّـى ان يـكـونَ لـنـا خَـلُـودا
افـاطـمُ فـاصْبِـرى فـلقد اصابتْ — رَزِيَّتُكِ التَّهـائـمَ والـنُّـجـودا
واهـلَ البَـرِّ والابـحـارِ طُـرًّا — فَـلـم تُـخْـطِئْ مـصيبتُـه وَحيـدا
وكـان الـخيـرُ يُصْبِـحُ فـى ذُرَاهُ — سـعيـدَ الـجَـدِّ قـد وَلَـدَ السُّعـودا

وقالت صفية رضى اللّٰه تعالیٰ عنها
(عمة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم)

عينُ جُودى بِعَبرةٍ وانْتِحابٍ ... لِلنَّبى المطَهَّر الاثْواب
وانْدُبى المصطفٰى وسُحِّى وجُمِّى ... بدُمُوعٍ غَزيرةِ الأسراب
عينُ مَنْ تنْدُبِين بعدَ رسول ... اللّٰهِ قد خصَّهُ بِأمِّ الكتاب
واجْتبَاه بِعلْمه وارْتضاه ... وهَداه بعد العمٰى للصَّواب
فالحٌ حاتمٌ رؤوفٌ رحيمٌ ... صادقُ الْقيلِ طيِّبُ الاثْواب
مُشْفِقٌ ناصحٌ حريصٌ علينا ... رحمةٌ مِنْ الٰهنا الوَهَّابِ
رحمة اللّٰه والسَّلامُ عليه ... وجزاهُ المليکُ خيرَ الثواب

وقالت صفية ايضارضى اللّٰه تعالیٰ عنها
(وتُروى لاُختها اَرْوٰى)

ألاَ يا رسول اللّٰهِ كنتَ رجاءَ نا ... وكنتَ بنا بَرًّا ولم تکُ جافيا
وكنتَ بنا رؤوفاً رحيمًا نبيًّنا ... لِيَبْکِ عليکَ اليومَ مَنْ كان باكيا
لَعمرُک ما أبکِى النبىَّ لِفَقْدِه ... ولكن لِهَرْجٍ كان بعدَک آتيا
كأن علٰى قلبى لِذكرٰى محمدٍ ... وما خِفتُ من بعد النبى المكاوِيا
اَفاطمُ صلى اللّٰه ربُّ محمدٍ ... علٰى جَدَثٍ امسٰى بِيَثْرِبَ ثاوِيا
أرٰى حَسَنًا اَيْتَمْتَه وتَركْتَه ... يُبكِّى ويدعو جَدَّه اليومَ نائِيا
فدىً لرسول اللّٰه اُمِّى وخالتى ... وعَمِّى ونفسى قُصْرَةً ثم خاليا
صَبَرْتَ وبَلَّغْتَ الرِّسالة صادقا ... وقوَّمتَ صُلْبَ الدِّين اَبْلَجَ صافيا
فلوْ اَنَّ ربَّ العرش ابقاکَ بيننا ... سَعِدْنا ولكنْ اَمْرُه كانَ ماضيا
عليکَ مِن اللّٰه السلامُ تَحِيَّةً ... واُدْخِلْتَ جنَّاتٍ من العَدْنِ راضيا

سیرت پاک کی ترتیب زمانی

اسلامی	عیسوی		واقعات
		آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چند ماہ قبل	والد ماجد عبداللہ کی وفات
		۵۰ دن قبل از ولادت	واقعۂ اصحاب فیل
۸ یا ۱۲ر ربیع الاول	۲۹ر اگست سنہ ۵۷۰م یا ۲۲ر اپریل سنہ ۵۷۱م	بروز دوشنبہ	سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
			سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رضاعت
	سنہ ۵۷۵م	بعمر ۴ سال بروایتے	والدہ ماجدہ آمنہ ابواء میں وفات پاگئیں
	سنہ ۵۷۶م	بعمر ۵ سال	واقعۂ شق صدر
	سنہ ۵۷۶م	بعمر ۵ سال	والدہ ماجدہ کے یہاں واپسی
	سنہ ۵۷۶م	بعمر ۵ سال بروایتے	والدہ ماجدہ آمنہ ابواء میں وفات پاگئیں

	۵۷۷ء	بعمر ۶ سال	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں سفر مدینہ
	۵۷۷ء	بعمر ۶ سال	والدہ ماجدہ آمنہ ابواء میں وفات پا گئیں
	۵۷۷ء	بعمر ۶ سال	جدامجد عبد المطلب نے کفالت لی
	۵۷۹ء	بعمر ۸ سال ۲ ماہ ۱۰ دن	جدامجد عبد المطلب وفات پا گئے
	۵۷۹ء	بعمر ۸ سال	چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے
	۵۸۳ء	بعمر ۱۲ سال ۲ ماہ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا ابو طالب شام کے سفر پر لے جاتے ہیں
	۵۸۳ء	بعمر ۱۲ سال ۲ ماہ	بحیرا راہب کی شہادتِ نبوت اور راستہ سے واپسی
محرم	۵۸۵ء	بعمر ۱۴ یا ۱۵ سال	چچا ابو طالب کے ساتھ حرب فجار میں شرکت
	۵۹۱ء	بعمر ۱۶ یا ۲۰ سال	حلف الفضول
	۵۹۵ء	بعمر ۲۳ یا ۲۴ سال	ام المؤمنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کی تجارت کے سلسلہ میں شام کا سفر
	۵۹۶ء	بعمر ۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن	ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
		قبل ولادت سیدہ زینب	سیدنا قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور دو سال کے بعد وفات
	۶۰۱ء	بعمر ۳۰ سال	سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت

	سنہ ۶۰۴م	بعمر ۳۳ سال	سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت
			آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نداءِ غیبی، حجر شجر کا سلام، اور ہر سال غار حرا میں ایک ماہ کا اعتکاف و مجاورت
	سنہ ۶۰۶م	بعمر ۳۵ سال	تعمیر کعبہ میں شرکت
	سنہ ۶۰۶م	بعمر ۳۵ سال	حجر اسود کے نصب کے لئے تحکیم
	سنہ ۶۰۹م	بعمر ۳۸ سال	غار حرا کی خلوت اور علامات نبوت کے ظہور کا تسلسل
	سنہ ۶۱۰م	بعمر ۳۹ سال	رؤیائے صادقہ کا تسلسل
۹ ربیع الاول یا ۱۸ رمضان سنہ ۱ نبوی	۱۲ فروری یا ۱۷ اگست سنہ ۶۱۰م	بعمر ۴۰ سال	سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور وحی کا آغاز
سنہ ۱ نبوی	سنہ ۶۱۰م	بعمر ۴۰ سال	فجر و عصر کی دو دو رکعت کی فرضیت
سنہ ۱ نبوی			ام المؤمنین خدیجہ، سیدنا ابوبکر، سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اسلام
سنہ ۱ نبوی			دعوت اسلام کی ابتداء
سنہ ۱ نبوی			سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت
			سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت
			سیدنا عبداللہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات

سنہ ۳ (اواخر) یا سنہ ۴ نبوی	سنہ ۶۱۳م		علانیہ دعوت اسلام کی ابتداء
رجب سنہ ۵ نبوی	سنہ ۶۱۴م		صحابہ کرام کی حبشہ کی طرف ہجرت
سنہ ۶ نبوی	سنہ ۶۱۵م		سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
سنہ ۶ نبوی			سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
سنہ ۶ نبوی			صحابہ کرام کی حبشہ کی طرف دوسری ہجرت
ار محرم سنہ ۷ نبوی	سنہ ۶۱۶م	بروز سہ شنبہ	صحیفۂ مقاطعہ اور بنو ہاشم سے بائیکاٹ
سنہ ۷ نبوی			بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا
سنہ ۸ نبوی	سنہ ۶۱۷م		شعب ابی طالب میں حصار جاری
سنہ ۹ نبوی	سنہ ۶۱۸م		اب تک بھی بنو ہاشم محصور ہیں
سنہ ۹ نبوی			صحیفۂ قریش کو دیمک نے کھالیا اور حصار کا خاتمہ
سنہ ۹ نبوی			معجزۂ شق القمر
سنہ ۱۰ نبوی عام الحزن			چچا ابو طالب کی وفات
رمضان سنہ ۱۰ نبوی			ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات
رمضان سنہ ۱۰ نبوی			ام المؤمنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

سنہ ۱۰ نبوی	سنہ ۶۱۹م		قریش کی ایذاءرسانی میں اضافہ
۲۶/۲۷ شوال سنہ ۱۰ نبوی			سفر طائف
ذوالقعدہ سنہ ۱۰ نبوی			موسم حج میں قبائل کو دعوت اسلام
شوال سنہ ۱۱ نبوی			اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث
شوال سنہ ۱۱ نبوی			ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
سنہ ۱۱ نبوی	سنہ ۶۲۰م		منیٰ میں بنوخزرج کو اسلام کی دعوت
۲۷ رجب / رمضان سنہ ۱۲ نبوی		دوشنبہ	واقعۂ اسراء ومعراج
سنہ ۱۲ نبوی	سنہ ۶۲۱م	لیلۃ الاسراء	فرضیت صلوۃ
ذوالحجہ سنہ ۱۲ نبوی			بیعت عقبۂ اولیٰ
سنہ ۱۲ نبوی			سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت و تعلیم کے خاطر مدینہ منورہ بھیجا گیا
سنہ ۱۳ نبوی			سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
۱۲/ ذوالحجہ سنہ ۱۳ نبوی			بیعت عقبۂ ثانیہ

۱۳؁ نبوی			مدینہ منورہ کو ہجرت کی ابتداء
۱/محرم ۱؁ ہجری	۱۵، جولائی ۶۲۲؁م		آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے قریش کا مشورہ
۲۷/صفر ۱؁ ہجری	اگست ۶۲۲؁م		آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت
۸/ربیع الاول ۱؁ ہجری	ستمبر ۶۲۲؁م		قبا میں ورود
۱۲/ربیع الاول ۱؁ ہجری	۲۳، ستمبر ۶۲۲؁م	بروز دوشنبہ یا جمعہ بوقت ضحیٰ	مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے
ربیع الاول ۱؁ ہجری	ستمبر ۶۲۲؁م		تعمیر مسجد قبا
ربیع الاول ۱؁ ہجری	ستمبر ۶۲۲؁م		تعمیر مسجد نبوی
۱؁ ہجری	۶۲۲؁م		سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت
ربیع الثانی ۱؁ ہجری	اکتوبر ۶۲۲؁م		ظہر، عصر، عشاء کی چار چار رکعات کی فرضیت
جمادی الاخری ۱؁ ہجری	دسمبر ۶۲۲؁م		مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات
۱؁ ہجری			یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ
۱؁ ہجری			موذیوں سے قتال کی اجازت

رمضان ۱؁ ہجری	مارچ ۶۲۳؁م		سریہ حمزہ بن عبدالمطلب
شوال ۱؁ ہجری	اپریل ۶۲۳؁م		سریہ عبیدہ بن حارث
شوال ۱؁ ہجری	اپریل ۶۲۳؁م		ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی
ذوالقعدہ ۱؁ ہجری	مئی ۶۲۳؁م		سریہ سعد بن ابی وقاص
۱؁ ہجری	۶۲۳؁م		سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
۱؁ ہجری	۶۲۳؁م		اذان واقامت کی مشروعیت
۲؁ ہجری	۶۲۳؁م		جہاد کی فرضیت
۱۲ر صفر ۲؁ ہجری	۱۳، اگست ۶۲۳؁م		غزوۂ ابواء
ربیع الاول ۲؁ ہجری	ستمبر ۶۲۳؁م		غزوۂ بواط
جمادی الاولی یا جمادی الاخری ۲؁ ہجری	اکتوبر رنومبر ۶۲۳؁م		غزوۂ بدر اولیٰ
جمادی الاولی یا جمادی الاخری ۲؁ ہجری	اکتوبر رنومبر ۶۲۳؁م		غزوۂ عشیرہ

رجب سنہ ۲ ہجری	دسمبر سنہ ۶۲۳م		سریہ عبداللہ بن جحش
رجب/شعبان سنہ ۲ ہجری	دسمبر سنہ ۶۲۳م جنوری سنہ ۶۲۴م		تحویل قبلہ
شعبان سنہ ۲ ہجری	جنوری سنہ ۶۲۴م		فرضیت زکوۃ اور صیام رمضان
۱۷/رمضان سنہ ۲ ہجری	۱۲/مارچ سنہ ۶۲۴م	بروز جمعہ	غزوۂ بدر کبریٰ
رمضان سنہ ۲ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۴م		صدقۂ فطر کی مشروعیت
رمضان سنہ ۲ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۴م		سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات
شوال سنہ ۲ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۴م		غزوۂ بنو قینقاع
ذوالحجہ سنہ ۲ ہجری	مئی سنہ ۶۲۴م		سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

ربیع الاول یا شعبان سنہ ۳ ہجری	اگست ر سنہ ۶۲۴م جنوری سنہ ۶۲۵م		سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح
رمضان سنہ ۳ ہجری	فروری سنہ ۶۲۵م		ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
۱۵ر شعبان یا رمضان سنہ ۳ ہجری	۲۹ر جنوری سنہ ۶۲۵م ۲۷ر فروری سنہ ۶۲۵م		سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت
۱۵ر شوال سنہ ۳ ہجری	۲۹ر مارچ سنہ ۶۲۵م	بروز سنیچر	غزوۂ احد
سنہ ۳ ہجری	سنہ ۶۲۵م		ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
محرم سنہ ۴ ہجری	جون سنہ ۶۲۵م		غزوۂ حمراء الاسد
صفر سنہ ۴ ہجری	جولائی سنہ ۶۲۵م		غزوۂ رجیع
ربیع الاول سنہ ۴ ہجری	اگست سنہ ۶۲۵م		غزوۂ بئر معونہ

ربیع الاول ۴ھ ہجری	اگست ۶۲۵ء م		غزوۂ بنونضیر
شعبان ۴ھ ہجری	جنوری ۶۲۶ء م		تحریم خمر
۴ھ ہجری	۶۲۶ء م		ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات
شوال ۴ھ ہجری	مارچ ۶۲۶ء م		ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
۴ھ ہجری	۶۲۶ء م		سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت
۳؍شعبان ۵ھ ہجری	۲۶؍دسمبر ۶۲۶ء م		غزوۂ بنومصطلق
شعبان ۵ھ ہجری	دسمبر ۶۲۶ء م		مشروعیت تیمّم
شعبان ۵ھ ہجری	دسمبر ۶۲۶ء م		واقعۂ افک
شعبان ۵ھ ہجری	دسمبر ۶۲۶ء م		ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
شوال ۵ھ ہجری	فروری ۶۲۷ء م		غزوۂ خندق
ذوالقعدہ ۵ھ ہجری	مارچ ۶۲۷ء م		ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

سنہ ۵ ہجری	سنہ ۶۲۷ م		مشروعیت حجاب
ذوالقعدہ سنہ ۵ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۷ م		غزوۂ بنوقریظہ
سنہ ۵ ہجری	سنہ ۶۲۷ م		سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات
سنہ ۶ ہجری			حج کی فرضیت
ذوالقعدہ سنہ ۶ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۸ م		صلح حدیبیہ
سنہ ۶ ہجری	سنہ ۶۲۸ م		بیعت رضوان
۱ رمحرم سنہ ۷ ہجری	۱۰ رمئی سنہ ۶۲۸ م		ملوک وسلاطین عالم کو دعوت اسلام کا آغاز
صفر سنہ ۷ ہجری	جون سنہ ۶۲۸ م		غزوۂ ذی قرد
صفر سنہ ۷ ہجری	جون سنہ ۶۲۸ م		غزوۂ خیبر
سنہ ۷ ہجری	سنہ ۶۲۸ م		تحریم متعہ
سنہ ۷ ہجری	سنہ ۶۲۸ م		تحریم حمر اہلیہ
سنہ ۷ ہجری	سنہ ۶۲۸ م		خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش
سنہ ۷ ہجری	سنہ ۶۲۸ م		سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
جمادی الاولی سنہ ۷ ہجری	ستمبر سنہ ۶۲۸ م		ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
سنہ ۷ ہجری	سنہ ۶۲۸ م		ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

جمادی الاولی سنہ ۷ ہجری	ستمبر سنہ ۶۲۸م		غزوۂ ذات الرقاع
ذوالقعدہ سنہ ۷ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۹م		عمرۃ القضاء
آخر ذوالقعدہ سنہ ۷ ہجری			ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
محرم سنہ ۸ ہجری	اپریل سنہ ۶۲۹م		سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
جمادی الاولی سنہ ۸ ہجری	اگست سنہ ۶۲۹م		غزوۂ موتہ
۱۹ر رمضان سنہ ۸ ہجری	۸ر جنوری سنہ ۶۳۰م		غزوۂ فتح مکہ
رمضان سنہ ۸ ہجری	جنوری سنہ ۶۳۰م		غزوۂ حنین
رمضان سنہ ۸ ہجری	جنوری سنہ ۶۳۰م		سریۂ اوطاس
شوال سنہ ۸ ہجری	جنوری سنہ ۶۳۰م		غزوۂ طائف
ذوالقعدہ سنہ ۸ ہجری	فروری سنہ ۶۳۰م		عمرۂ جعرانہ

ذوالحجہ سنہ ۸ ہجری	مارچ سنہ ۶۳۰ م		سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
سنہ ۹ ہجری	سنہ ۶۳۰ م		قبائل عرب کا جوق در جوق اسلام میں داخلہ
رجب سنہ ۹ ہجری	اکتوبر سنہ ۶۳۰ م		غزوۂ تبوک
رجب سنہ ۹ ہجری	اکتوبر سنہ ۶۳۰ م		شاہ حبشہ نجاشی کی وفات
شعبان سنہ ۹ ہجری	نومبر سنہ ۶۳۰ م		سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
سنہ ۹ ہجری	سنہ ۶۳۰ م		نزول سورۂ براءۃ
ذوالحجہ سنہ ۹ ہجری	مارچ سنہ ۶۳۱ م		سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں حج
سنہ ۱۰ ہجری	سنہ ۶۳۱ م		فتنۂ مسیلمۃ الکذاب
سنہ ۱۰ ہجری	سنہ ۶۳۱ م		فتنۂ اسود عنسی
سنہ ۱۰ ہجری	سنہ ۶۳۱ م		عبداللہ بن ابی ابن سلول کی موت
ربیع الاول سنہ ۱۰ ہجری	جون سنہ ۶۳۱ م		سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
رمضان سنہ ۱۰ ہجری	دسمبر سنہ ۶۳۱ م		سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری بیس دن کا اعتکاف
۲۶ / ذوالقعدہ سنہ ۱۰ ہجری	۲۲ / فروری سنہ ۶۳۲ م		حجۃ الوداع کے لئے روانگی

سنہ ١١ ہجری	سنہ ٦٣٢ء		اسود عنسی کا قتل
اواخر صفر سنہ ١١ ہجری	مئی سنہ ٦٣٢م		مرض وفات کا آغاز
ربیع الاول سنہ ١١ ہجری	مئی/جون سنہ ٦٣٢م	بروز دوشنبہ بوقت چاشت	سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
ربیع الاول سنہ ١١ ہجری	مئی/جون سنہ ٦٣٢م	شب چہار شنبہ	سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین
ربیع الاول سنہ ١١ ہجری	مئی/جون سنہ ٦٣٢م		سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر صحابہ کرام کی بیعت

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِداً أَرْجُوْا رِضَاكَ وَاحْتَمِيْ بِحِمَاكَ
وَاللّٰهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِيْ قَلْباً مَشُوْقاً لَا يَرُوْمُ سِوَاكَ
أَنْتَ الَّذِيْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَ
أَنْتَ الَّذِيْ لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ أَبَاكَ
وَبِكَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ بَرْداً وَّقَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَ
وَدَعَاكَ أَيُّوْبُ لِضُرٍّ مَّسَّهُ فَأُزِيْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَ
وَبِكَ الْمَسِيْحُ أَتٰى بَشِيْراً مُخْبِراً بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحاً لِّعُلَاكَ
وَكَذَاكَ مُوْسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلاً بِكَ فِيْ الْقِيَامَةِ مُحْتَمِيْ بِحِمَاكَ
وَهُوْدٌ وَيُوْنُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمَّلَا وَجَمَالُ يُوْسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَ
قَدْ فُقْتَ يَا طٰهٰ جَمِيْعَ الْأَنْبِيَاءِ طُرّاً فَسُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرَاكَ
وَاللّٰهِ يَا يٰسِيْنُ مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ فِيْ الْعٰلَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ أَنْبَاكَ
عَنْ وَصْفِكَ الشُّعَرَآءُ يَا مُدَّثِّرُ عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَ
بِكَ لِيْ قُلَيْبٌ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِيْ وَحُشَاشَةٌ مَّحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَ
يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى جُدْ لِيْ بِجُوْدِكَ وَارْضِنِيْ بِرِضَاكَ
أَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ الْأَنَامِ سِوَاكَ
صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰى مَثْوَاكَ

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی المتوفی: ۱۵۰ھ

محمد مصطفیٰ فخر رسل کا جیسے نام آیا
فرشتوں اور خدا کا عرشِ اعظم سے سلام آیا

اجالا ہو گیا محفل میں ان کے روئے انور سے
کبھی جب بزم میں وہ حسنِ کل ماہِ تمام آیا

ابو بکر و عمر عثمان علی سب چاند تارے ہیں
انہیں تاروں ہی کے جھرمٹ میں وہ ماہِ تمام آیا

سکون و امن اور عدل و مساوات و اخوت کا
تمہارے دم سے ہی دنیا میں اخلاقی نظام آیا

امین و صادق و ہادی بشیر و رحمت عالم
لقب لے کر نہ تم سا کوئی بھی عالی مقام آیا

مسلمانو! پڑھو تم بھی درود اس پاک ہستی پر
کہ جس کے واسطے باری تعالیٰ کا سلام آیا

یہی ہے بس تمنا میری اے احمؔد کہ محشر میں
رسول اللہ فرمادیں کہ وہ میرا غلام آیا

حضرت مولانا محمد احمؔد صاحب

۲۔ سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ

تاریخ ولادت: دس سال قبل از نبوت　　مولد: مکہ مکرمہ

تاریخ وفات: ۱۸ یا ۲۱ ر رمضان المبارک ۴۰ھ　　مدفن: نجف اشرف

سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے، اور ہر وقت ساتھ رہنے، اور نسبی قرابت کا جو شرف حاصل ہے، وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں انہوں نے پرورش پائی۔ جب اِن کی عمر ایک روایت کے مطابق آٹھ سال، ایک روایت میں نو سال، ایک روایت کے مطابق دس سال کی ہوئی، یہ تین روایتیں ہیں، اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ اپنے معمول کے مطابق، جس طرح روز خدمت میں پہنچتے تھے، تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درِ دولت پر پہنچے وحی اُترنے کے دوسرے دن، اِقْرَأْ بِاسْم کے نزول کے دوسرے دن۔ تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز میں مشغول ہیں۔

یہ اساتذۂ حدیث کو تو اشکال ہوگا کہ نماز تو بعد میں آئی ہے، لیکن فرضیت سے پہلے بھی غارِ حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہوں گے۔ اس روایت کے مطابق نزول وحی کے بعد اگلے دن نماز پڑھ رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معمول ہر سال کے لئے مقرر فرمایا تھا، ایک مہینہ غارِ حراء میں اعتکاف کا معمول تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں ہر سال ماہ مبارک میں ایک مہینہ کا اعتکاف فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب عمر شریف چالیس سال ہوئی، اور ایک روایت کے مطابق تینتالیس برس ہوئی جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اقرأ بسم کی یہ وحی نازل ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے دن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مکان پر پہنچتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پوچھتے ہیں کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتایا کہ یہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ چھوٹا سا بچہ آٹھ، نو یا دس سال کی عمر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھا رہے ہیں۔ اور جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عرض کرتے ہیں کہ پھر میں اپنے ابا جان سے پوچھوں گا اور جس طرح آپ کرتے ہیں میں بھی کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ہماری اجازت نہ ہو، ہمیں پوچھے بغیر کسی کو نہ بتائیں کہ ہم کیا کر رہے تھے، ورنہ یہ سب مخالف ہو جائیں گے۔

ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اُس وقت روکا کہ ابو طالب کو نہ بتائیں، مگر اسی روکنے کا نتیجہ ہوا کہ بعد میں جب علانیہ دعوت شروع ہوئی، علانیہ جوق در جوق سب اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے، ابو طالب سب کچھ دیکھتے رہے، مگر ان کو توفیق نہیں ہوئی۔

آخری سکرات کا وقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے ہیں، چچا جان بیمار ہیں، مر رہے ہیں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دعوت دیتے ہیں کہ **یَا عَمِّ!** ایک دفعہ، میرے چچا! میرے کان میں آپ کہہ دیں لا الٰہ الا اللہ کہ میں اللہ کے یہاں درخواست کرسکوں کہ میرے سامنے انہوں نے کلمہ پڑھا تھا۔

دوسری طرف ابو جہل روکتا ہے۔ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلنے کے بعد ایمان کے بغیر اس جہان سے جب رخصت ہو جاتے ہیں، اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اپنا باپ ہونے کے باوجود کتنی نفرت کہ یا رسولَ اللّٰہ! **اِنَّ عَمَّکَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ**، کہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو گڑھا کھود کر پھینک دو۔ کافر کو دفن تو کریں گے، مگر تعظیم کے ساتھ اٹھا کر کے نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ اس کو گڑھے میں پھینک دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس وقت عمر دس برس تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد محترم ابو طالب کی کافی ذمہ داریاں تھیں۔ ان کی ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک مشورہ کرتے ہیں کہ ہمارے چچا جان ابو طالب نے خاندان کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں، ان کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں، اولاد زیادہ ہے، اور ان پر بہت بوجھ ہے، اس لئے ہم تھوڑا سا انہیں سہارا دیتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے بچوں میں سے کسی کی، غالباً عقیل کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے ایک بچہ کی پرورش اپنے ذمہ لی۔ یہ بچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اسی عمر سے انہیں یہ شرف حاصل ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پلیں بڑھیں۔

اس کے بعد قصہ سنایا تھا کہ آٹھ نو برس کی عمر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرأ باسم نازل ہوتی ہے، نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس کے بعد اللہ تعالی نے ان کے لئے انعامات کا دروازہ یہیں سے کھول دیا۔

ابو طالب کو اسلام کی دعوت

شروع میں ایمان لانے کے بعد چپکے چپکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے رہے۔ لیکن ابھی کسی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اسلام کا پتہ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ علی! کسی کو بتانا نہیں، ابّا جان کو بھی نہیں۔ مگر ابّا جان نے ایک دفعہ دیکھ لیا کہ تینوں نماز پڑھ رہے

ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ، تو ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً صاف صاف انہیں دعوت پیش کی کہ چچا جان! یہ سب معبود باطل ہیں، معبود حقیقی ایک وحدہ لاشریک ہے، اس پر ایمان لے آؤ۔

چچا جان کا پہلی دعوت پر، پہلے دن جو جواب تھا، وہ کل بتایا تھا، مرتے وقت بھی وہی جواب تھا کہ بھتیجے! میں اپنے خاندان کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن آگے انہوں نے ایک بڑی پیاری بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ اب تم جو کام کر رہے ہو وہ کرتے رہو، میری مدد اور نصرت تمہارے ساتھ رہے گی۔

ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی پوچھا۔ بیٹے نے بھی صاف صاف جواب دیا کہ میں ایمان لا چکا ہوں، تب ان کو بھی ابو طالب نے بڑی پیاری بات فرمائی۔ فرمایا کہ یہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف رہبری فرماتے ہیں، ان کا اتباع تمہارے لئے ہر طرح سے خیر اور بہتر ہے، ان کے ساتھ لگے رہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہجرت کے موقع پر

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لگے رہے، لگے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہجرت کی نوبت آتی ہے، قریش کے دار المشورۃ میں، دار الندوۃ میں مشورہ ہوتا ہے کہ ہر خاندان کا ایک ایک آدمی ہمیں دے دو اور ہم سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے اور اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم **وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْن**، پڑھتے ہوئے مٹی اٹھا کر ان پر پھینک کر تشریف لے جاتے ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں چلا، جیسے بدر میں پھینکی تھی، احد میں پھینکی

تھی، حنین میں پھینکی تھی، **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کسی باہر سے آنے والے مسافر نے قریش کو جب چاروں طرف سے مکان کو گھیرے ہوئے دیکھا تو وہ مسافر آکر ان سے کہتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہنے لگے کہ ان کو آج قتل کرنا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ تو ادھر سفر پر ہیں، مجھے فلاں جگہ ملے۔

اب یہ سارا لشکر تلاش کرنے کے لئے ادھر دوڑتا ہے۔ پھر کچھ لوگ ادھر مکان کی جب تلاشی لیتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ بستر پر حضرت علی ہیں۔ اب آپ سوچیں کہ جس کی عمر اٹھارہ، انیس برس ہے اور موت یقینی ہے اور اتنا بڑا لشکر مکان کو گھیرے ہوئے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلہ قتل کے لئے اپنے آپ کو خدا کے حضور میں پیش کر رہے ہیں کہ **فداءً لک یا رسول اللّٰہ.**

وہاں عرب میں یہ کلمہ تفدیہ نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ یہ عشق اور محبت کے تمام اصول اور قوانین اور آداب کے ایجاد کرنے والے صحابہ ہیں، تو یہ فدا، فَدَيْتُكَ، اور یہ **فِدَاءً لک یا رسول اللّٰہ**، یہ صحابۂ کرام کی ایجاد ہے۔ اور یہ عملی طور پر ایجاد کرنے والے سب سے پہلے کون؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہ صرف لیٹے، فرماتے ہیں کہ میں تو سو گیا اور نیند آ گئی:

بستر احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہئے

کسی شاعر نے، غالباً مولانا محمد ثانی مرحوم نے اس قصہ کو غور سے دیکھا۔ ہم نے حضرت مولانا محمد ثانی شہید مرحوم کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ میں رمضان المبارک کے عشرۂ وسطیٰ کی آخری راتوں میں، دار جدید کی مسجد کی صحن میں، چلہ کی سردی کے ایام میں، چاشت کے وقت ایک سے زائد دفعہ دیکھا ہے۔ کبھی تو تلاوت، کبھی عبادت میں مصروف، اور کبھی ململ کے کرتہ کی آستینیں نصف کلائی تک چڑھی ہوئی اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں موجود علماء، عباد و زہاد کے مجمع

کو دیکھ رہے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ پھر انہیں تصورات کو انہوں نے اپنے الفاظ میں نظم میں بھی پرویا تھا۔

ایسے ہی یہاں بھی اسی طرح سوچ کر انہوں نے ہجرت کا نقشہ کھینچا:

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہیے

ہم لوگ ہر چیز سرسری پڑھتے ہیں، ہر چیز سرسری سنتے ہیں۔ شاعر نے سوچا کہ الٰہی! جس کو پتہ ہے کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے جائیں گے، نکل جائیں گے، سارا لشکر جب مکان کی تلاشی لے گا، تو میری ایک ایک بوٹی الگ کر دے گا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔

اول تو لشکر تھوڑا ہی دیکھتا ہے کہ کون لیٹا ہوا ہے، مارنا شروع کرے گا یہ سمجھ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ قتل ہو جاؤں گا، اور اگر لشکر کو پتہ بھی چلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے، تو پھر بھی ان کے نزدیک یہ جرم ہے کہ تم بھی ان کا ساتھ دینے میں شریک ہو۔ تب کون مجھے بچا سکے گا؟ اس طرح یقینی موت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔

شاعر سارے واقعہ کی نزاکت کو سوچ کر کے کہتا ہے کہ

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہیے

جو مرد ہوتے ہیں انہیں کیا؟

دار العلوم میں ہمارے یہاں شروع میں بہت ستاتے تھے، کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، حملے ہوتے تھے۔ تو میں مثال دیا کرتا تھا، افریقہ میں شیر دیکھے تھے، کھلے جنگل میں ان کو پتھر مارے تھے، تو میں کہا کرتا تھا کہ جو مسلمان ہیں ان کو تو اس طرح جینا چاہیے، وہ تھوڑے ہی ایسی چیزوں

سے ڈر جاتے ہیں۔شیر تو ایک مثال کے طور پر اس کا نام لیا جاتا ہے ورنہ شیر کا کیا تعلق اور صحابہ کرام کی دلیری سے اسے کیا مناسبت؟

غرض اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سو گئے۔پھر جب اٹھ کر دیکھا کہ سارا لشکر چلا گیا،تو جو ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ یہ ودائع اور امانتیں ہیں،ان کو ان کے مالکوں کے حوالے کر کے مدینہ آپ کو پہنچنا ہے،تو امانتوں کو پہنچا کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ منورہ کے لئے رخصت ہوتے ہیں۔

جب مدینہ منورہ پہنچے،تو پیر لہولہان،زخمی ہیں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے زخموں پر لگایا،تو اب ان کے پیر waterproof,fireproof نہ معلوم کیا کیا ہو گیا۔ساری عمر کے لئے ہر طرح کے امراض وتکالیف دور ہو گئے۔یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہجرت ہے۔

یہ لمحہ ہمارے نوجوانوں کے لئے قابلِ عبرت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کی عمر کے تھے،اٹھارہ انیس برس کے ٹین ایج (teenage) کے تھے اور پیدل مکہ مکرمہ سے وہاں تک مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی کہ یارسول اللہ! علی پہنچ گئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاؤ ان کو! فرمایا وہ نہیں آسکتے،ان کے پیر زخمی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر اپنا لعاب مبارک لے کر جیسے ہی مَلا ہے،تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے جسم کے کسی اور حصہ میں تکلیف رہی ہو گی، میرے پیروں میں زندگی بھر کسی طرح کوئی تکلیف نہیں رہی۔سردی،گرمی،کانٹے،پتھر،آگ، کسی چیز سے میرے پیروں میں،تلوے میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک ہمیں بھی نصیب فرمائے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ کا خاص حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نکاح

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ ہی میں مقیم ہو جاتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی طرح پرورش فرمائی ہے، اس لئے وہاں بھی کاشانۂ نبوت میں قیام ہے۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ کے خِطبہ کے متعلق پوچھا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اسی طرح کی درخواست کی تھی، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس خیال کو بار بار روکتا رہا، بالآخر ایک دفعہ میں نے رشتہ کے لئے زبان کھولی اور عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی، تمہارے پاس کچھ ہے؟ یعنی یہ تو گویا آپ کی منگنی تو قبول مقبول ہوگئی، اب مہر میں کیا دو گے؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! کچھ بھی نہیں ہے۔اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد دلاتے ہیں کہ علی، میں نے آپ کو ایک زرہ دی تھی۔فرمایا کہ ہاں، وہ زرہ تو ہے۔فرمایا کہ وہی دے دو۔تو ایک وہ زرہ۔خود شیعہ کی، جو شیعوں کی معتبر کتابیں سمجھی جاتی ہیں، اس میں بھی اس زرہ والے واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے نکاح کے ذیل میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ کیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں۔

وہ خود ہی روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلایا کہ وہ زرہ؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ زرہ تو میرے پاس ہے۔ان کی، شیعہ کی روایت میں لکھا ہے کہ حضرت علی فروخت کرنے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس زرہ لے کر جاتے ہیں۔وہاں پہنچے، انہوں نے تقریباً پانچ سو دراہم میں اس زرہ کو خرید لیا اور اپنی طرف سے وہ رقم چار سو نوے پیش کر دی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ رقم لے کر جانے لگے، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آپ کی زرہ بھی واپس لے جایئے۔ اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہ زرہ ہدیہ فرمادی۔ ختنین کا آپس کا تعلق شروع دن سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت تک یہی رہا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا زہد

اور شیعوں کی روایات کہتی ہیں، ہمارے یہاں تو ہے ہی، کہ اس طرح نکاح ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چار پائی، ایک چھاگل اور دو مٹی کے برتن پانی بھرنے کے لئے، اور ایک صراحی، ایک چکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی، اور جو چار پائی تھی یا ان کی، تو اس پر بچھانے کے لئے ایک چمڑا دباغت کیا ہوا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا بیان ہے کہ وہی چمڑا ہمارا بستر تھا، اور ہم بکری کو جب چارہ دیتے تھے، بکری کو جب چارہ کھلاتے تھے تو اسی چمڑے پر ڈال دیتے تھے، چارہ بھی اسی پر وہ کھاتی تھی اور ہمارا بستر بھی وہی چمڑا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر کی یہ کُل کائنات ہے۔

پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قیام تھا، نکاح ہو جاتا ہے، اب سوال ہے کہاں رہیں؟ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا نے اس تنگی کو محسوس فرما کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کوئی الگ مکان مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو ہمارے پاس نہیں ہے۔

ایک انصاری صحابی، حضرت حارثۃ النعمان رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مکانات کے سلسلہ میں خدمت انجام دی تھی۔ اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یاد دلایا کہ یا رسول اللہ! حضرت حارثہ کے مکان یہاں اور بھی ہوں گے، ان سے فرما دیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ، حضرت حارثہ کو کہنے سے مجھے اب شرم آتی ہے۔اُن کو پتہ چل گیا حضرت حارثہ کو، تو انہوں نے آکر مکان پیش کیا۔اور اُس مکان کے معنی ایک حجرہ، اس میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ منتقل ہوگئے۔یہ تو شادی کا سلسلہ انجام پایا۔

اب مکہ مکرمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، تو جب یہاں پہنچے ہیں تو کلمات ترحیب جو آپ سنتے ہیں طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا، تو یہ سچ مچ طَلَعَ الْبَدْرُ، یعنی یہ شاعری اور مبالغہ نہیں ہے۔کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر مدینہ طیبہ تشریف لا رہے ہیں، مدینہ میں داخل ہو رہے ہیں، اور اُدھر ربیع الاول کا چاند طلوع ہو رہا ہے، مگر اُس ہلال کو دیکھنے کے بجائے وہ اِس مدینہ منورہ میں طلوع ہونے والے بدرتام کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں اور گا رہے ہیں، طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اسلامی تاریخ شروع کی، تو یہاں سے ہجرت سے کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریخ کو مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے ہیں۔

یہاں ہجرت کے بعد جب ایک سال گذر جاتا ہے، اور دوسرا سال آتا ہے، تو دوسرا سن ہجری آیا، اور مکہ والوں کو پھر کھجلی شروع ہوئی۔انہوں نے تیاریاں کر رکھی تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا، اور قریش کا قافلہ گذر رہا تھا جس کا قائد ابوسفیان تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ انہوں نے تمام مہاجرین کی جائدادیں وہاں مکہ میں ضبط کر رکھی ہیں، تو ابوسفیان سے مل کر بات کی جائے، مگر اُن کی ہی شرارتوں کے نتیجہ ہی میں جنگ بدر واقعہ ہوئی۔اگرچہ جنگ بدر کی تاریخ میں ابھی بیان نہیں کر رہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہاں کہاں تھے، یہ صرف عرض کرنا مقصود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ بدر میں

اب جنگ بدر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہنچ گئے۔ اور وہاں جب دونوں لشکر مقابل ہوئے، ادھر یہ تین سو تیرہ ڈنڈے والا لشکر، اُدھر، مسلح، زرہ، اور نیزے اور تلواروں سے لیس لشکر قریش کا تھا۔ اس وقت جتنے اسلحے اُن کو مل سکتے تھے، اُن سب کے ساتھ مسلح ان کا لشکر تھا۔ دونوں آمنے سامنے ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو دعا فرمائی۔

صبح پھر جب جنگ شروع ہونی تھی، تو سب سے پہلے کفار میں سے مبارز نکلتا ہے۔ تو اُس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ لشکر جب آمنے سامنے ہو جاتے، تو دونوں لشکروں میں جو سب سے بڑے بہادر ہوتے، وہ پہلے تلوار لے کر میدان میں کودتے تھے کہ آجاؤ! چیلنج کرتے تھے۔ عتبہ، شیبہ اور ولید، تین اُدھر سے نکلتے ہیں، پکارتے ہیں هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟

اِدھر مسلمانوں کی طرف سے بھی ان کے مقابلہ کے لئے تین حضرات میدان میں آتے ہیں۔ عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت عبیدہ ابن الحارث رضی اللہ تعالی عنہ نکلے، شیبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ نکلے، اور ولید کے مقابلہ کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نکلتے ہیں۔

یہاں سے اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جوہر شروع ہوتے ہیں۔ اور جنہیں فاتح خیبر کہا جاتا ہے، جیسا کہ ابھی میں نے بتایا کہ حضرت علی کی صرف بیس، اکیس سال کی عمر ہے۔ اُس کی بناء پر ولید جیسے بہادر کو بھی شرم آرہی تھی کہ یہ بچہ، ہمارے سامنے آرہا ہے، کوئی کیا کہے گا کہ ان کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ مگر اس موقع پر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک وار ہی میں، اپنے مقابل کا کام تمام کر دیا۔ بلکہ جو حضرت عبیدہ زخمی ہوئے تھے، اور جن کا مقابل عتبہ تھا، اُس کو مار کر ختم کر کے حضرت عبیدہ کو زخمی حالت میں حضرت حمزہ کے ساتھ میدان سے باہر لائے ہیں۔ تو یہ جنگِ بدر کی شرکت ہے۔

یہ جنگ بدر ہوئی اور یہ one ہوا۔ یہ one,two,three, یہ آپ کی کھڑکیاں گنئے، کتنی ہیں، سب کھڑکیاں چاروں طرف دیکھئے کیسی ہیں؟

میں نے لندن از ہرا کیڈمی میں ایک دفعہ بتایا تھا کہ دیکھو، ہمیں شرم آنی چاہئے کہ یہ جن کے متعلق منبروں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر کہا جاتا ہے کہ یہاں یورپ میں تم دین پھیلاؤ، اُن کا مذہب مردہ ہو چکا ہے، ختم ہو چکا ہے۔ نو وارد بیچارے مہمان، اُن کو کیا پتہ، مذہب مردہ ہو چکا ہے اور ختم ہو چکا ہے، اِن کے تو رگ وپے میں نصرانیت اور مسیحیت ہے، ہر جگہ صلیب آپ کو نظر آئے گی، ہر جگہ تثلیث آپ کو نظر آئے گی۔

اب جتنے آپ کارپٹ لائیں گے اس میں کروس ہوگا، آپ جو کوئی کپڑے خریدیں گے، دستر خوان خریدیں گے، کہیں کوئی چیز دیکھیں گے اس میں ایک چیز کے تین تین عدد فوٹو ہوں گے، تین چمچ ہو گے، تین گلاب کے پھول ہوں گے، تین پتیاں ہوں گی، تین تین، ہر چیز میں تین تین، تثلیث ہی کا ماحول بنایا گیا ہے۔

یہ تمام جو کھیل ہیں، ایجاد کرنے والے کون ہیں؟ میں نے ایک جگہ تقریر کی تھی، میں نے کہا تھا اُس وقت وہاں شاید لندن میں، کوئی میچ بھی ہو رہا تھا، شاید پاکستان کی ٹیم team یہاں کھیل رہی تھی، تو میں نے کہا کہ دیکھو، کتنے شوق سے مسلمان بھی کھیل رہے ہیں، اُن کو پتہ نہیں کہ اس گیم کے ایجاد کرنے والے کون ہیں۔

میں نے کہا یہ کرکٹ تو چرچ church کی ایجاد ہے۔ کہ چرچ church نے اس کو ایجاد کیا ہے، کہ تین سٹمپ stumps ہوتے ہیں اور stumps کو bowler گیند پھینک کر گرانے کی کوشش کرتا ہے، تو ٹریننگ دی جاتی ہے کہ اِس تثلیث کو بچاؤ، اس کو گرنے نہ دو۔ اگر تم نے اس کو گرنے دیا اور سٹمپ stumps پر گیند لگی تو تم کو ہم آؤٹ out کردیں گے۔ ہم ہمارے حلقہ سے نکال دیں گے کہ تم نصرانی نہیں ہو، کہ تم تثلیث کو نہیں بچا سکتے۔ تو یہ تثلیث کو بچانے کے لئے کھیل کے ذریعہ ذہن بنایا جاتا ہے۔

یہ ذہن ہر جگہ آپ دیکھیں گے۔ کہ جو یہاں تین کھڑکیاں ہیں، وہ تو جو پلان بناتے ہیں، اور Architect جس طرح پلان بناتا ہے، تو اس طرح بلڈنگ بن جاتی ہے۔ نہ میں نے اس وقت غور کیا تھا، نہ آپ کا ذہن اس طرف گیا ہوگا، ہزار دفعہ آپ نے اس پر نگاہ کی ہوگی۔

اس ملک میں ہم رہ رہے ہیں، ہمیں رہنا ہے، تو میں نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ یہ اپنی تثلیث کا کتنا فکر کرتے ہیں، اور اس کے لئے کتنا ماحول بناتے ہیں کہ ہر وقت دل و دماغ میں تثلیث بسی رہے۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے واسطے اپنا ایمان بچانے کے لئے، ہر وقت اپنے آپ کو مشغول رکھو کہ تمہارا سانس ایسے اندر جارہا ہے تو اللّٰہ، چھوٹ گیا تو ھُو، **اللّٰهُ هو**. جس طرح کہ یہ ایک ماحول بناتے ہیں، اس طرح ماحول بناؤ، اپنے کو آپ خود بنا سکتے ہو۔

ایک دفعہ مفتی صاحب نوجوانوں کا وفد لے کر عمرہ کے لئے جارہے تھے، تو انہوں نے فون کیا کہ کوئی نصیحت؟ میں نے کہا کہ اگر ہو سکے تو آپ ایسا کیجئے کہ وہاں مدینہ طیبہ میں، جب آپ ہوٹل سے نکلیں اور باہر زمین پر قدم رکھنا شروع کریں، تو آہستہ آہستہ چلئے، ایک قدم اُٹھا کر سوچیئے یا زبان سے کہیئے کہ **صلی اللّٰہ علیک** اور جب آپ کا پیر زمین پر پڑے، تو **یا رسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ، یارسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ،یا رسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ،یا رسول اللّٰہ**. اس طرح ہر قدم پر اس کا مراقبہ کر سکتے ہیں۔

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ چل رہا ہے، میں بیان میں ہمیشہ ادھر اُدھر، بھٹک جاتا ہوں۔ تو یہ میں نے اس پر کہا تھا ,one, two, three۔ کہ یہ جنگ بدر one ہو گیا۔ قریش کو کھجلی اُٹھی اور مکہ والے ایک ہزار کا لشکر لے کر بدر میں آئے۔

اسلام پر بڑا الزام یہ ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، حالانکہ اس جنگ بدر میں بھوکے، پیاسے، ننگے سر، ننگے بدن، غیر مسلح ننگے ہاتھ پاؤں والی ایک جماعت تھی۔ اس لئے خدا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضعف کی دُہائی دی تھی، جیسے طائف میں دی تھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ

اَشْکُوْا اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ الخ۔اس طرح یہاں جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھے تو یہ کلمات سنے گئے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ وَجِیَاعٌ فَأَشْبِعْھُمْ وَعَالَّۃٌ فَأَغْنِھِمْ مِنْ فَضْلِک۔انہیں دعاؤں کے نتیجہ میں پھر بنفس نفیس جبریل امین کو اتارا گیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اَبْشِرْ یَا اَبَا بَکْر! کہ جبریل امین گھوڑے پر سوار آ گئے۔

لیکن اچھی طرح پٹائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اِن کو ایک تازیانہ دیا، مکہ والوں کو صرف ابھی تو ایک کوڑا لگا کہ اگر عقل ہے تو سمجھ جاؤ، کہ تم نے دیکھا تھا کہ وہ تو نہتا لشکر تھا کہ جس کو لشکر بھی نہیں کہہ سکتے، بلکہ نہتی جماعت تھی، اور تمہارا تو ایک ہزار کا منظّم لشکر تھا۔تم انہیں شکست نہ دے سکے اور قیامت تک نہیں دے سکو گے۔

اُن کو عبرت کے طور پر تازیانہ کے طور پر شکست ملی کہ تم اپنے کفر اور شرک سے باز آ جاؤ۔ایک مہلت،سوچنے کا موقعہ دیا گیا۔یہ ایک سبق تھا،مگر اُن کی قسمت میں برے دن لکھے ہوئے تھے،تو ایک سال گذار کر کے، بیچ میں ایک سال چھوڑ کر کے قریش پھر واپس آ گئے۔بدر سے بڑا لشکر لے کر اُحُد میں آ گئے۔مسلمان بھی اُحد میں پہنچ گئے۔میں اُحُد کی تاریخ بیان نہیں کر رہا،صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت بتانی مقصود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ اُحد میں

یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے اپنے جوہر دکھائے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے۔مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی اور وہ بھاگ رہے تھے۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، ایک جگہ ان کو کھڑا کیا گیا تھا، اس جماعت کی غلطی کی وجہ سے خالد بن ولید نے پلٹ کر دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کیا۔اور جو فتح تھی، وہ شکست میں بدل گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک، چہرہ انور پر دور سے ایک پتھر آ کر لگا۔ ہونٹ مبارک زخمی ہوئے، دو دانت مبارک کا تھوڑا تھوڑا حصہ گر گیا۔ دانت مبارک شہید نہیں ہوئے، یہ جو کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دندانِ مبارک شہید ہوئے یہ صحیح نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام دانت تھے، صرف یہ سامنے کے اوپر والے جو دو دانت ہیں، اُن دو کے بیچ میں سے، تھوڑا حصہ اِس دانت کا، تھوڑا حصہ اُس دانت کا ٹوٹ کر گر گیا تھا۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین جمیل تو تھے ہی، مگر یہ جو ذرا سا ٹوٹے ہوئے دانتوں والا حصہ تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو دو بالا کر دیا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تھے، تو ہم کیا دیکھتے تھے؟

جیسا میں نے بتایا تھا کہ صحابہ کرام ملائکہ کو اُترتا ہوا دیکھتے تھے، شیاطین کو دیکھتے تھے، جناتوں کو دیکھتے تھے، ہر چیز، جنت کو دیکھتے تھے، وہاں کی حوروں کو دیکھتے تھے، تو اسی طرح صحابہ کرام فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تھے، تو دونوں دانت کے بیچ میں جو ذرا سا فاصلہ ہو گیا تھا، ٹوٹنے کے وجہ سے، وہاں سے ہم ایک نور نکلتا ہوا دیکھتے تھے۔

یہ اُحُد میں جب حملہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر لگنے کے ساتھ ہی زمین پر گرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً پہنچ گئے، دوڑ کر آئے۔ ایک طرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھالا، سہارا دیا۔ ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سہارا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کیا گیا۔

حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب زخم دھونے کے لئے کوشش ہو رہی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوڑ کر جا رہے ہیں۔ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آ رہے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، چونکہ مدینہ منورہ ہی میں جنگ ہو رہی تھی، قریب ہی اُحد ہے، اس لئے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی پہنچ

گئی ہیں، وہ بھی نوجوان، حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی جوان۔ دونوں کی عمر میں، صرف ایک، ڈیڑھ سال کا فرق تھا۔ تو یہ نوجوان جوڑا، ابا جان کی خدمت کر رہا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لے کر پہنچتے ہیں اور اُس پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے زخم کو دھویا گیا۔

اور اس میں سب سے زیادہ کامیاب کون رہے؟ تمام تیمار داروں میں؟ حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامیاب رہے۔ وہ جلدی سے آگے بڑھے، انہوں نے دیکھا کہ پانی لایا جا رہا ہے، اور زخم کو ابھی دھو دیا جائے گا، اس لئے جلدی سے بڑھے اور جتنی جگہ خون چہرۂ انور پر تھا، سارا انہوں نے چاٹ لیا۔ کتنی بڑی حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابی! اس پر ارشاد ہوا جس جسم میں میرا خون گیا ہے اُسے جہنم کی آگ نہیں پہنچ سکتی۔

اب یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فُضَلاتِ مبارکہ کی ایک لمبی بحث ہے، آپ صلی اللہ علیہ کے فضلات مبارکہ۔ صحابہ کرام کو موقع ملا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی جاتے تھے۔ موقع ملا یہاں، مالک بن سنان نے خون چاٹ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا حال کفارِ مکہ نے حدیبیہ میں جب دیکھا، تو واپس جا کر کے بیان کیا کہ تم کیا پوچھتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام تو ان کا لعاب بھی گرنے نہیں دیتے، اُس کو لے کر اپنے منہ پر مل لیتے ہیں۔ ایسے جاں نثاروں سے تمہیں پالا پڑا ہے، کب تک اُن کے ساتھ لڑو گے؟ تو اُحد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کردار ہے۔

فاقوں کے باوجود فدائیت

پھر اور آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتے ہیں، حضراتِ حسنین آتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ایک دفعہ گھر پہنچے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ بچے رو رہے ہیں، دیکھا کہ مسلسل رو رہے ہیں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ گھر میں کھانے کے

لئے کچھ نہیں ہے، بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اچھا، میں ان کو باہر لے جاتا ہوں، یہاں روتے رہیں گے۔

چنانچہ ایک یہودی کے باغ میں پہنچے،تو جو کھجوریں،خشک ہوکر پکنے سے پہلے گر جاتی ہیں،تو وہ تو کیڑے مکوڑوں کی نذر ہو جاتی ہیں،تو اُن کو اُٹھا اُٹھا کر جمع کر رہے ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے،حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ بیٹی، بچے کدھر؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے،کوئی چیز گھر میں نہیں تھی،اس لئے اُن کے ابا جان ، اُن کو فلاں یہودی کے باغ کی طرف لے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُس باغ میں پہنچے، دیکھا کہ حسنین ہیں،ایک صراحی تھی پانی کی، اس سے کھیل رہے ہیں۔اور اُن کے سامنے وہ ایسی کھجوریں جس کو کوئی جانور اور کیڑے مکوڑے بھی نہیں کھا سکتے کہ اُس میں صرف چھلکا ہے اور اُس کی گٹھلی ہے،ایسی کھجور اُن کی تسلی کے لئے سامنے رکھی ہوئی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی! بہت دھوپ ہوگئی، چلو، بچے دھوپ میں ہیں۔تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تھوڑی سی دیکھتا ہوں کہ کوئی کھجوریں اُن کے کھانے کے قابل ہوں،وہ اکھٹی کرلوں۔

دیکھئے،صحابہ کرام نے دین ہم تک کیسے پہنچایا؟ کن لوگوں نے پہنچایا؟ کس حالت میں پہنچایا؟ اور اپنے ایمان کو کیسے بچایا؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسی طرح فدا رہے۔اُن کے عقیدہ،ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا،کوئی ضعف نہیں آیا۔یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ اگر یہ اللہ کے نبی سچے ہیں،تو اِن کے نواسے کیوں بھوک سے بِلک رہے ہیں؟ اِن کے نواسے کیوں بلبلا رہے ہیں؟ نہ پانی ہے، نہ کھجور ہے، نہ کھجور کا ایک دانہ اُن کو مل رہا ہے۔یہ کیسے نبی؟ کبھی دل میں یہ سوال نہیں آیا۔

ہمیں تو ذرا سی بھی تکلیف ہوتی ہے،تو پہلا سوال ،نشانہ، تیر جاتا ہے اللہ پر، کہ پتہ نہیں کہ وہ

ہے بھی کہ نہیں۔ اگر ہے تو دشمن کیوں اس وقت کتنے مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے؟ جس طرح چاہے اُن کے ساتھ، اُن کی عصمتوں کے ساتھ کھیل رہا ہے؟ غرض یہودی کے باغ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر واپس پہنچتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ

ایک اور دن کا قصہ سنئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اپنے گھر میں ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا آ کر حضرت علی سے کہتی ہیں کہ علی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے وقت سے کچھ نہیں کھایا، اتنے وقت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً بھاگے، دوڑ کر تشریف لے گئے۔

جس طرح آج کل نوجوان جوب job کی تلاش میں پریشان ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں بہتر سے بہتر، آسانی کے ساتھ جس میں رزق اور روزی مل سکے، ایسا جوب job عطا فرمائے، ایسے شغل عطا فرمائے، ہر طرح کی تنگی کو وسعت سے بدل دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھاگے ہوئے گئے، یہودی سے جا کر کہا کہ میں مزدوری کے لئے تیار ہوں، کوئی مزدوری، کوئی کام میرے لئے؟ تو اُس نے کہا کہ کنویں میں سے پانی میرے باغ میں اس طرف ڈالو۔ ایک ڈول پانی کا کھینچ کر ڈالو گے، تو ایک ڈول کے بدلہ میں ایک کھجور ملے گی۔ ایک ڈول کے بدلہ میں کیا دے رہے ہیں؟ ایک کھجور۔ کوئی مسلمان ہوتا، تو دیکھتا کہ بھئی، تو پہلے کھالے، یہ کھجور ہے، میرا باغ ہے، جتنی چاہے کھالے، جتنی چاہے اپنے گھر لے جا، اور تیرا جو ملازمت کا سودا ہے وہ ہمارا الگ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعداد بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سترہ ڈول کھینچ کر ایک ڈول کے بدلہ ایک عجوہ کھجور اُس سے لی اور میں نے لے جا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ کھجوریں پھیلا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگا۔ پوچھا کہ

علی! یہ اتنی عمدہ کھجوریں کہاں سے لائے؟ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پہلے آپ کھانا شروع فرمائیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا شروع فرمایا، اُس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور کے فاقہ کا حال مجھے فاطمہ نے بتایا تو میں فلاں یہودی کے باغ میں گیا، اور میں نے اُس کے یہاں مزدوری کی اور اس کے بدلہ میں، میں یہ لایا ہوں۔ کتنی دعائیں، توجہات ملی ہوں گی۔

یہ جو سلسلہ چل رہا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روحانی سلسلہ، خاندانی سلسلہ، سادات کا سلسلہ، قیامت تک کے لئے چلے گا، اس خدمت کی برکت سے کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے مصاحبت رہی اور بچپن سے جو خدمت کا موقعہ ملا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو، قدم قدم پر اپنی جان نثار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فداء کرنے کا اُن کو چانس chance اور موقع ملا، اس کی برکت سے یہ سلسلے قیامت تک ان شاء اللہ چلیں گے۔

اہلِ بیت سے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیار

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان حسنین کے بارے میں اور سنئے، کہ ایک دفعہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ دیکھا کہ حضرت حسن کھیل رہے ہیں، تو اُٹھا کر اپنے کندھے پر سوار کرا دیا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہیں، یہ تو اپنی ماں اور اپنے نانا کے مشابہ ہیں۔ اب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ بیت سے کتنا پیار ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ غزوۂ احزاب میں

یہ ابھی بتایا کہ جنگِ بدر پہلے ہوئی، پھر اُحد، یہ one، two ہو گیا۔ اور اس کے بعد اب three باقی ہے۔ اِن کے چونکہ برے دن لکھے جا چکے تھے، عقل ماری گئی تھی، اُن کی مَت ماری گئی تھی، اس لئے اتنی دفعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُن کو سمجھانے کے لئے، تازیانے بھی پڑے، بہت کچھ ہوا، لیکن سمجھ میں نہیں آیا۔

اب یہ تیسری دفعہ کے موقع پر قریش نے یہ سوچا کہ ہم مکہ والوں کو لے کر گئے، ان مسلمانوں کو بدر میں رام نہیں کر سکے۔ ہم مکہ کے اطراف والوں کو اپنے ساتھ ملا کر کے، پوری تیاری کر کے اُحد میں گئے، اور جنگِ اُحد ہوئی، اُن کو شکست نہیں دے سکے۔

اب مکہ والوں نے پورے عرب میں، جہاں جہاں وہ پہنچ سکتے تھے، وہاں اپنے قاصد بھیجے، کہ دیکھو، اپنے مذہب کو بچاؤ، اپنے مذہب کو بچاؤ۔ ورنہ یہ تمہیں اور تمہارے مذہب کو ختم کر دیں گے۔ ہر قبیلہ میں سے کسی نے کہا ہم پیسے دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ ہم آدمی دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ ہم جانور دیتے ہیں۔ پورے عرب سے چندہ اکھٹا کرتے ہیں، فوج اور لشکر اکھٹا کر کے آئے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام ہی کیا، غزوۂ احزاب ہے، کہ یہ ایک لشکر نہیں تھا، کئی لشکروں کا مجموعہ تھا، تو اُن تمام لشکروں کو لے کر یہاں پہنچے، اور غزوۂ احزاب، غزوۂ خندق ہوتی ہے۔

اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو انسانیت کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے، تو آئندہ کے لئے کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ تمام معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مگر دنیا دار الاسباب ہے، اس کو ملحوظ رکھا گیا۔ اس کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقعہ پر کیسے دفاع کیا جائے کہ یہ اتنی بڑی فوجیں چاروں طرف سے یلغار کر رہی ہوں، تو کیا کرنا چاہیے؟ اُس کے لئے باقاعدہ مشورہ فرما رہے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ ایسے موقعہ پر ہمارے ایران میں خندق کھودی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ خندق کھودی گئی۔ یہاں بھی صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوپر ہم فوکس focus ڈالتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس میں جو نمایاں کردار تھا، بدر اور اُحد کی طرح سے، وہ یہ تھا کہ جو خندق کھودی گئی تھی، وہ اتنی چوڑی تھی کہ کوئی اپنے گھوڑے کے ساتھ، گھوڑا اگر چھلانگ لگائے، گھوڑا چھلانگ لگا سکتا ہے؟ میں نے پانی کے ایک کنارے، بینک bank سے دوسرے بینک، کنارہ تک چھلانگ کو سنا نہیں ہے، میں نے کہیں کودتے ہوئے سنا نہیں، لکڑی پر تو کودواتے ہیں

اور چھوٹی دیوار پر چھلانگ کی مشق کراتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں جن چیزوں کی بہت اہمیت تھی، ان میں سے فروسیت؛ گھوڑے سواری اور تیراندازی اور سباحت؛ تیراکی ہے۔ اور خود بھی آپ کا یہ حال تھا کہ نہ لگام کی ضرورت، نہ زین اور رکاب کی ضرورت۔ روایات میں ہے کہ ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑتے ہیں اور چند لمحات اور سیکنڈ میں اپنی جسمانی تمام قویٰ کو اکھٹا فرما کر ایک دم زمین سے گھوڑے کی پشت پر جست jump لگا دیتے ہیں۔ خیر۔

میں ایک دفعہ ہمارے نرولی سے ورتھی گھوڑے پر گیا۔ ورتھی سے واپس جب میں آرہا تھا، تو جو معروف راستہ، جس پر میں لے کر گیا تھا، اس کو چھوڑ کر میں نے سوچا کہ یہ دوسرا راستہ پیدل چلنے والے لوگ زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اب مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہاں بہت بڑی کھاڑی بیچ میں آتی ہے۔ تو میں تو گھوڑے کو شوق میں تیز دوڑائے ہوئے جا رہا ہوں۔

میں تو اوپر ہوں، گھوڑے کے اوپر، تو وہاں سے جب میں نے دیکھا کہ اوہ! یہ تو ابھی ایک دو سیکنڈ باقی ہیں کہ گھوڑے کی اور میری موت یقینی ہے، کیوں کہ یہ کنارہ، بینک آ گیا اور اس کے بعد وہ سامنے بیچ میں پانی ہے اور اس کے بعد دوسرا کنارہ ہے۔ اور یہ جو نیچے اُترنا ہے، اس کے لئے گھوڑا اپنے آپ کو stop کرے، پھر آہستہ آہستہ اُترے تب اُتر سکتا ہے۔ اپنے آپ کو گھوڑا جو اتنا تیز دوڑ رہا ہے، کوئی چالیس پچاس میل سے زیادہ کی رفتار سے، تو وہ اپنے آپ کو stop کرے گا تو گر جائے گا۔

میں تو ابھی اس سوچ میں ہوں، اور گھوڑے نے جیسے ہی اس بینک کو دیکھا، تو اس نے فیصلہ کر لیا کیا کرنا ہے؟ اس نے ایک جو چھلانگ لگائی، تو دوسرے کنارہ پر کود گیا۔ میں گھوڑے سے جو اُترا ہوں اور میں نے اس کو اُتر کر جو پیار کیا ہے، گلے لگایا ہے۔

اس طرح یہاں پر جو خندق کھودی گئی تھی، تو وہ اتنی چوڑی تھی کہ اس طرح سواری اسے پھلانگ نہیں سکتی تھی، انسان تو کیا پار کر سکیں گے۔ مگر ایک جگہ وہ خندق چونکہ پتھریلی زمین میں

کھودی گئی تھی، اوراسی لئے چٹان کا واقعہ بھی پیش آیا تھا جس میں معجزہ ظاہر ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ یہ سیرت میں تو بیان کیا جاتا ہے، یہاں اس وقت تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات ہیں، تو وہاں جو چٹان وغیرہ کی وجہ سے، جتنا چوڑا کھودا جانا تھا وہ نہیں کھود سکے تھے، تو وہ تنگ حصہ رہ گیا تھا۔ تو جو اتنا بڑا لشکر تھا، تو اُن کے پاس کئی لشکر جب جمع تھے، تو اس میں کیسے کیسے بہادر، اور کیسے کیسے ماہر لڑنے والے اُن کے پاس ہوں گے، اس کا اندازہ آپ کو اس قصہ سے ہوگا۔

انہوں نے ان کے جو گھوڑے سوار تھے، وہ چکر لگا رہے تھے کہ کس جگہ پر weak point ہے، انہوں نے مسلمانوں کا کمزور زاویہ دیکھ لیا کہ یہ خندق یہاں سے تنگ ہے، اس کو ہم آسانی سے کروس cross کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ جو گھوڑے سوار تھے وہ کروس cross کر کے مسلمانوں والے کنارہ پر پہنچ گئے اور ان کے سواروں نے خندق عبور کر لی۔ گھوڑے نے ایک چھلانگ لگائی اور دوسری سائڈ side پہنچے۔ اور وہاں سے وہ مسلمانوں کو للکار رہے ہیں۔ اور للکارنے والا کون ہے؟

کسریٰ کے فرستادہ تین ایرانیوں کا جو قصہ ہے کہ تین ایرانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے، تو ملفوظات میں حضرت نے فرمایا تھا کہ میرے پیارو! اشارہ فرما کر حضرت فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ایرانیوں کی شکل کو نہیں دیکھ سکے، بڑی بڑی مونچھیں، داڑھی منڈی ہوئی اور ہٹے کٹے پہاڑ جیسے تین آدمی، جس طرح کے ان تینوں کے جسم تھے۔ حضرت حسن بصری کا جسم بتایا تھا، کہ اُن کی ایک کلائی ایک بالشت کے برابر ہوتی تھی۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ انہوں نے اتفاقاً تین آدمی نہیں بھیج دئے، اتنا بڑا ایمپائر empire، وہ غلطی نہیں کرے گا۔ وہ ایک ایک آدمی ہوتا تھا اُن کے پاس وہ اتنا ماہر ہوتا تھا، اور اتنا بہادر ہوتا تھا، اور اتنا طاقتور وہ ہوتا تھا کہ اس کا نام ہوتا تھا، کہ یہ ایک آدمی ایک ہزار افراد کی فوج کے برابر۔

ایک ہزار کی فوج جتنا کام کرے گی، اُس سے زیادہ یہ ایک آدمی کام کرے گا اور ایک ہزار آدمیوں کو شکست دے سکتا ہے۔

یہ جو خندق پار کر کے جو سوار پہنچے ہیں، اُن میں عمرو بن عبدود نامی ایک فوجی گھوڑے پر سوار تھا، جو مشرکین کی فوج میں تھا، اور وہ عرب میں مشہور تھا کہ یہ ایک آدمی تنہا، ایک ہزار فوجیوں کے برابر بہادری رکھتا ہے اور کام انجام دے سکتا ہے۔ تو اب اس نے آ کر دور سے تلوار ہلائی کہ آجاؤ، هَلْ مَنْ مُبَارِزٍ ؟ کوئی میرا مقابلہ کر سکتا ہے؟ کیوں؟ ایران نے تین کو کیوں بھیجا؟ کہ انہوں نے سوچا کہ یہ مدینہ منورہ کی کل آبادی کتنی ہے؟ ایران نے سوچا، اور انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک ہزار بھی وہاں کی آبادی نہیں ہے، تو تین آدمی بھیج دئے، کہ تین آدمی ایک ہزار باشندوں کے لئے کافی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں

اسی طرح یہ مبارز عمرو بن عبدود جب پہنچتا ہے اور تلوار سے اشارہ کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں، کہ کیا کیا جائے ابھی؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب سے پہلے ہاتھ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے پرورش فرمائی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ تو ابھی بچہ ہے، اور ان سے بڑے بڑے بہادر ہمارے پاس بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اشارہ فرمایا کہ نہیں، بیٹھے رہو۔ پھر اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوسری دفعہ پھر اصرار فرمایا، پھر تیسری دفعہ مقابلہ پر جانے کی تمنا ظاہر کی۔

تیسری دفعہ کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ جانے پر مُصِر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں، کہ علی! تمہارا مقابل کون ہے، تم جانتے ہو؟ پہچانتے ہو؟ تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عمرو بن عبدود کو میں جانتا ہوں، جو ایک ہزار کے برابر قوت میں شمار ہوتا ہے۔ تو اس کو پہچاننے کے بعد یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں ہی جانا چاہتا ہوں۔ اصرار کر کے تیار ہوئے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج دیا۔ اپنے داماد کو، اپنے بیٹے کو بھیج دیا، اتنے بڑے بہادر کے مقابلہ کے لئے بھیج رہے ہیں۔

اور جب عمرو بن عبدود کے قریب پہنچے ہیں، تو اب دیکھئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذکاوت دیکھئے، بہادری کے ساتھ کس قدر ذکی تھے۔ کیوں کہ جو بہادر ہوتے ہیں، ان کو بیچاروں کو ایک ہی طرف، بوڈی بلڈ کرنے کی طرف توجہ رہتی ہے، تو ان کا دماغ زیادہ کام نہیں کرتا۔ کھانے، پینے، بوڈی بنانے میں رہتے ہیں، تو دماغ کی تیزی، ذکاوت کم ہو جاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب اس کے مقابل پہنچے ہیں، تو وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے شرم آرہی ہے کہ یہ ساری مخلوق دیکھ رہی ہے، تمہیں مار کر میں کیا کروں گا، کیا نام کماؤں گا؟ دنیا کہے گی کہ ایک بچہ کو مارا۔ تو اس لئے خدا کے واسطے تم واپس چلے جاؤ، میرا جو مدِ مقابل ہو، اس کو میرے سامنے میرے مقابلہ کے لئے بھیجو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ اب یہ جس طرح مجھے سمجھ رہا ہے، تو میں اس کو اچھی طرح سمجھا دوں۔ دوسرا یہ کہ اس طرح سمجھا دوں کہ یہ مقابلہ سے بھاگ ہی نہ سکے، کسی طرح نہ بھاگ سکے۔ ڈر کر تو بھاگنے کا عمرو بن عبدود کے لئے کوئی سوال نہیں تھا۔ یہ جو اُس کا عذر تھا، واقعی معقول تھا کہ ایک بچہ اُس کے ساتھ اتنا بڑا بہادر کیسے لڑے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ اچھا عمرو! تجھے یاد ہے کہ تو نے قریش سے ایک عہد کیا تھا، میں بھی قریش میں سے ہوں، قریش سے تو نے ایک عہد کیا تھا۔ اس نے جواب دیا، ہاں بالکل یاد ہے۔ حضرت علی نے فرمایا، اچھا آج تیرے اس عہد کا امتحان ہے کہ تو نے سچ مچ اللہ سے عہد کیا تھا یا نہیں کیا تھا اور اُس میں تو وفا کرتا ہے یا نہیں۔ تو نے کہا تھا کہ قریش میں سے کوئی قریشی دو باتیں پیش کرے گا تو اس میں سے ایک ضرور اُس کی مان لوں گا۔ یہ اس نے عہد کیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ اچھا، دو میں سے پہلی بات میں پیش کرتا ہوں۔ میں تجھ پر اسلام پیش کرتا ہوں کہ اپنی جان بچانے کے لئے، اپنے اوپر رحم کھاتے ہوئے تو اسلام لے آ۔

یہ سچے نبی ہیں، یہ تمام معبود باطل ہیں، اللہ وحدہ لاشریک، تنہا خالق اور مالک ہے، سب کا پیدا کرنے والا ہے، **اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمدا رسول اللّٰه**، تو پڑھ لے اور اسلام لے آ۔ تو اس نے کہا کہ نہیں، تو ایک مطالبہ کی نفی ہوگئی۔ اب وہ پھنس گیا، اب جو بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمائیں گے، تو وہ اس کو ماننا پڑے گا۔

اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے فرمایا، اب میری تجھ سے دوسری درخواست ہے کہ مجھے تجھ سے لڑنا ہے۔ کیسے پھنسایا! ذکاوت دیکھئے، اب اسے اتنی شرم آئی، اتنی شرم آئی، اور اسے اپنے ایک ہزار کے برابر ہونے پر اتنا یقین تھا، اُسے سارا عرب مانتا تھا، وہ یقیناً تھا بھی ایک ہزار کے برابر۔ تو اس نے خود ہی اترتے ہی تلوار ماری اپنے گھوڑے کے سر پر اور پیر پر، اور اُس کو کاٹ کر رکھ دیا کہ مجھے اس بچہ سے لڑنے کے لئے گھوڑے کی کیا ضرورت ہے! کاٹ کر گرا دیا۔

پھر مقابلہ شروع ہوا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار، لکھا ہے کہ ایک تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماری ہے، تو اس کی زرہ کو کاٹ کر، گردن کو کاٹ کر، اس کے جبڑے کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دئے۔ ایک وار میں کام تمام کر دیا۔ کہتے ہیں اس کے جبڑے کے بھی دو ٹکڑے اور زرہ گردن کے پاس سے الگ ہوگئی اور سر کا حصہ الگ ہوگیا۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کردار جنگِ احزاب میں تھا۔

اَلْاٰنَ لا یَغْزُوْنَنَا

آگے پھر جنگِ احزاب کیسے ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح نصرت اور مدد فرمائی۔ یہ قرآن کریم میں ہے کہ اُن کو بھاگنا پڑا، اللہ تعالیٰ نے ایسی طوفانی ہوا بھیجی کہ ان کے خیمے الٹ گئے، اور وہ بھاگے۔

جب وہ جا رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب پیشن گوئی فرمائی کہ **اَلْاٰن لایَغْزُونَنا وَنَغْزُوهُم**، بدر one احد two اور خندق three ہو چکا۔ **اَلْاٰن لایَغْزُونَنا**، یہ پیشن گوئی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ اب یہ ہم سے کبھی نہیں لڑ سکتے، اب ان کو بھول جاؤ، ماضی کی داستان بن گئیے، اب قریش اور عرب بت پرست کبھی نہیں لڑ سکتے۔اُن کی جرأت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔اور نَــغْــزُوهُــم، فرمایااب جس طرح انہوں نے، بدر میں آئے، اُحُد پر چڑھ آئے، احزاب کولے آئے attack،three,two one, کئے تھے، ایک سے ایک بڑھ کر زور آزمائی کی، تو ہم اس سے زیادہ نہیں کریں گے۔جیسا انہوں نے کیا ہے، ہم اسی طرح ہر چیز میں بدلہ چکائیں گے۔

اللّٰہ أعلیٰ و أجل!

جس طرح کہ وہاں احد میں جب مسلمانوں کو پہلے فتح ہوئی، پھر غلطی کی وجہ سے شکست ہوئی، تو شکست پر ابوسفیان نے کہا، اپنی فوج سے کہا کہ نعرے لگاؤ، اعــل هبــل، جس طرح کہ ہم کہتے ہیں نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، تو اس نے کہا کہ اعل هبل، کہ آج ہبل بلند رہا۔تو وہ نعرے لگا رہے ہیں، صحابۂ کرام سن رہے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ نعرہ لگا رہے ہیں، اب نعرہ سے کوئی چوٹ تو نہیں لگتی تھی، وہ جا رہے تھے نعرہ لگاتے ہوئے، کوئی خطرہ بھی نہیں تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ہر چیز کا جواب ہونا چاہئے، اس کا بھی جواب دو۔تو صحابہ کرام پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ، ہم کیا جواب دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ اُعْـلُ هُبـل تو تم کہو الـلّٰه أعْلیٰ وَ أجَلّ۔اسی کے قافیہ پر جواب دیا گیا۔پھر آگے اور بھی نعرے ہیں جن کا اسی طرح جواب دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ صلح حدیبیہ میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، اَلْاٰنَ لَایَغْزُونَنَاوَنَغْزُوهُم، تو کیسے نَغْزُوهُم؟ وہ جیسے تین دفعہ آئے تھے، اس کے جواب میں ہم بھی تین دفعہ جائیں گے اور انہیں للکاریں گے۔اس

لئے پہلے حدیبیہ، پھر عمرۃ القضاء، پھر فتح مکہ ہوتا ہے۔ اس طرح three, two one ہوتا ہے۔

اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اب ہمیں عمرہ کے لئے جانا ہے، کوئی لڑائی کی بات نہیں، صرف عمرہ کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بھی دیکھا تھا۔ تو اب احرام باندھ کر اتنی بڑی جماعت مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں ہے، وہ مکہ مکرمہ سے باہر آ کر روکتے ہیں۔ تو یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود ہیں، ہر وقت کا ساتھ تھا، بدر میں ساتھ تھے، احد میں ساتھ تھے، ہر قدم، ہر سانس میں خدمت انجام دیتے تھے۔ صرف کہیں کہیں سے تھوڑی جھلک آپ کو دکھانی ہے۔

حدیبیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جو نمایاں کام تھا، وہ یہ کہ جب قریش نے روکا اور جانے نہیں دیا، اور یہ طے پایا کہ اس سال تم واپس چلے جاؤ، اور ہم ایک معاہدہ لکھتے ہیں، اس معاہدہ کے مطابق عمرہ کرنے کے لئے پھر تم آ سکتے ہو۔ تو جو معاہدہ لکھا جا رہا تھا، اس کے لکھنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

لکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کاتب ہیں، لکھا **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** ۔ اب وہ کفار کی طرف سے سہیل ابن عمرو کہتا ہے، نہیں، یہ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** مت لکھو، جو پہلے آپ لکھتے تھے، **بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ** وہی لکھو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا بھئی، یہ جس طرح کہتے ہیں وہ لکھو۔ اُس طرح لکھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے فرمایا کہ لکھو، **مِنْ مُحَمَّدٍ رَسولِ اللّٰہ**، کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ کا قریش کے ساتھ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، رسول اللہ مت لکھو، **مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہ** لکھو، کیوں کہ اگر ہم یہ مانیں، رسول اللہ لکھنے کی ہم اجازت دیں، تو گویا ہم نے مان لیا، اسی پر تو ہمارا تمہارے ساتھ جھگڑا ہے کہ ہم آپ کو نہیں مانتے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، اللہ کے

رسول ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہے تم مانو، نہ مانو، میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں۔
انہوں نے کہا کہ نہیں، اس کو مٹا دو۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اچھا، اس کو مٹا دو اور لکھ دو اِبْـنِ عَبْـدِ الـلّٰـہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا، پورے طور پر ہر وقت ذہن حاضر رہتا تھا، کسی جگہ تھکاوٹ کے وجہ سے، حالات کی وجہ سے، کہیں ذرا سی غیبت نہیں ہوتی تھی، ذرا بھی توجہ ادھر اُدھر نہیں ہوتی تھی۔ یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ لَااَمْـحُـوکَ یَـا رَسُـوْلَ الـلّٰـہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی، میں اس کو مٹاؤں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

الأمر فوق الأدب یا الأدب فوق الأمر؟

اب یہاں ایک بحث شروع ہوگئی کہ، الامر فوق الادب یا الادب فوق الامر؟ کہ حکم ہو رہا ہے، امر ہو رہا ہے کہ ایسا کرو، تو یہ ادب کے خلاف ہو تو بھی کرنا چاہئے؟ یا ادب امر کے اوپر غالب رہتا ہے؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہمیں ادب یہ بتایا کہ ادب ایسے موقعہ پر یہ ہے کہ چاہے حکم دیں تو بھی خلافِ ادب نہ کرو، ایسا نہیں کر سکتے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہ رَسُوْلُ اللّٰہ کہاں ہے؟ کیوں کہ نبی اُمی ہیں۔ میں بار بار اپنے بیان میں کہتا رہتا ہوں کہ ہم جو قرآن شریف پڑھتے ہیں، تو پہلے سوچیں اے اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمی تھے، کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اَلْـحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن نکل سکا؟ اُمّی تو پڑھ ہی نہیں سکتے۔ اتنا فصیح بلیغ کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنا، یہ خود ایک معجزہ۔ امی کی زبان سے کیسے یہ کلام ادا ہو پایا۔
وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو مٹا دو۔ پھر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا، پھر فرمایا کہ اس کی جگہ لکھو مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدَ اللّٰہ۔ اب یہ حدیبیہ one، (ون) ہو گیا، ایک ہو گیا۔ اب اُس میں ایک دفعہ اور ایک کالم یہ تھی کہ اس سال واپس جاؤ۔ مسلمان واپس چلے

گئے۔آئندہ سال پھر واپس آؤ۔اسی بناء پر پھر عمرۃ القضاء کا سفر ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرۃ القضاء میں

حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء کرنے کے لئے آئے،تو اس عمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، عمرۃ القضاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں۔اس میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کا قصہ پیش آیا،اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

اس عمرۃ القضاء کے سفر میں صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اكْتَنَفْنا،اب قریش کا بچہ بچہ دشمن ہے، چاروں طرف دشمن ہیں اوران کے بیچ میں مسلمان عمرہ کرنے کے لئے احرام میں ہیں۔تو صحابۂ کرام کو ہر وقت اس کا خیال اور خوف ہے کہ کہیں کسی طرف سے شرارت نہ ہو،مشرکین مکہ کو کسی چیز کا،معاہدہ کا،یا کسی چیز کا پاس اور لحاظ نہیں ہوتا۔یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم ہر وقت،ایک دوسرے کے کندھے کے ساتھ کتف کو کتف کے ساتھ ملا کر کے چلتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشرکین کی طرف سے تکلیف پہنچنے نہ پائے،تو اس میں ہر جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیش پیش ہیں۔

سفر حدیبیہ اور پھر عمرۃ القضاء،one,two ہو گیا اور اب،three باقی ہے۔

عمرۃ القضاء کے بعد پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ اب نَغْزُوهُم۔اب ہم نے کفر کو بہت مہلت دی،بہت مار کھائی،جس طرح وہ چاہتے تھے،اس طرح ہم لیٹ جاتے تھے،اور وہ مارتے رہتے تھے،گرم پتھروں پر،کانٹوں پر گھسیٹتے تھے،سب کچھ ہم نے برداشت کیا۔

دشمن کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ہم نے کہا وہ تو تلوار ماری کہیں نہیں،صرف تلوار دکھائی ہے۔نَغْزُوهُم،تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اب چلنا ہے،لیکن مکہ

مکرمہ کی طرف بعد میں جائیں گے، اِدھر اُتنا ہی بڑا دشمن خیبر میں ہے۔تو اس لئے مکہ کی طرف جانے سے پہلے مدینہ منورہ کو محفوظ کر دیا جائے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ غزوہ خیبر ضمن میں ہو رہا ہے، ابھی three نہیں ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خیبر میں

کہ خیبر تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سب سے اونچا کردار ہے۔ جیسے ہی ان کے مبارز نکلتے ہیں، ان میں سے مرحب نکلتا ہے، اور تلوار ہلاتا ہوا آتا ہے کہ مقابل کون ہے، هَلْ مِنْ مُبَارِز ؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بدر میں اپنے مقابل ولید کا جو حال کیا تھا اور خندق میں اپنے مقابل عمرو بن عبدود کا جو حال کیا، اس سے برا حال مرحب کا خیبر میں ہوا۔ اور اسی مبارزہ کے ساتھ ہی یہ جنگ تو ختم ہو گئی تھی۔ جو فوجوں کی جنگ ہے، اس کی نوبت یہاں نہیں آئی تھی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا پھاٹک کھولا تھا، اسی لئے فاتحِ خیبر ہیں۔

اب خیبر کی صفائی کے بعد، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ one یہ حدیبیہ کا سفر، two یہ عمرۃ القضاء، اور اب three ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ اندر اندر مکمل تیاری کر لو، لیکن کسی کو بتایا نہ جائے۔ صرف باقاعدہ جو فوج تھی، جن کو تیاری کے لئے کہا گیا کہ آپ کو چلنا ہے، آپ کو چلنا ہے، اُن کو معلوم ہے کہ تیاری ہو رہی ہے اور کہاں کی ہو رہی ہے۔تو ان کو بتایا گیا کہ ہم مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فتح مکہ میں

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ مہاجرین میں سے تھے، مکہ سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ اُن سے ایک غلطی ہو گئی کہ ان کے بیوی بچے وغیرہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صاف صریح حکم کے باوجود کہ کسی کو بتانا نہیں، کہ کسی ایک فرد

کو بھی نہ بتایا جائے، مگر انہوں نے، حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک چٹھی لکھی مکہ مکرمہ، زعماءِ قریش کے نام کہ خبردار! خیال رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کی تیاری فرما رہے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوگئی کہ یہ کوئی خط جا رہا ہے، ایک عورت کے ذریعہ کسی نے بھیجا ہے، حاطب ابن ابی بلتعہ نے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت مقداد، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، تین سواروں کو بھیجا۔ فرمایا کہ جاؤ، مکہ مکرمہ کے راستہ پر، اور روضۃ خاخ نامی جگہ پر، پوری نشاندہی فرمادی۔ ہمارے زمانہ میں آپ حضرات کو جس طرح ٹوم ٹوم لاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نشاندہی فرمائی کہ فلاں جگہ پر، فلاں راستہ پر، وہاں وہ عورت ملے گی۔ اُس عورت کے پاس چٹھی ہے، وہ لے کر آؤ۔

اب یہ تینوں سوار وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ وہ عورت ہے۔ اس سے کہا کہ خط نکالو۔ اس نے کہا میرے پاس خط نہیں ہے۔ طرح طرح سے اس کو سمجھانے کی، دھمکانے کی کوششیں کی، کوئی چیز کارگر نہیں ہوئی۔ تو بالآخر انہوں نے کہا کہ دیکھو، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تو ذرہ بھر اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہوسکتا۔ یا تو دو میں سے ایک تو اپنے لئے پسند کرلے، یا ہم تجھے ننگا کریں وہ چٹھی تلاش کرنے کے لئے، یا تو خود ہی دیتی ہے؟

اس نے دیکھا کہ اب یہ مجھے پکڑیں گے، تو اس نے کہا کہ اچھا، تم لوگ ادھر منہ کرلو۔ اُدھر منہ کیا تو اُس نے اپنے کپڑوں میں سے نکال کر چٹھی دی۔ انہوں نے چٹھی وہاں نہیں پڑھی، بلکہ لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کردی کہ یا رسول اللہ، یہ وہ چٹھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب ابن ابی بلتعہ کو بلایا، انہوں نے پہلے ہی ہاتھ اوپر کیے کہ یا رسول اللہ! میں نے کسی غداری، خیانت کی وجہ سے نہیں کیا، مجھے کوئی شک شبہ کچھ نہیں تھا، مجھے تو اس کا یقین اور میرا عقیدہ تھا کہ یہ میں اطلاع ان کو کردوں گا، تو میری اطلاع آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، لیکن میری اطلاع کرنے سے میرا ان پر ایک احسان ہوجائے گا۔ میرے بچوں کی دیکھ بال کرنے والا وہاں کوئی ہے نہیں، میرے خاندان میں سے کوئی نہیں، کیوں کہ وہ باہر سے

آ کر وہاں بسے تھے۔عرب باہر کے آدمی کو اپنے قبیلہ میں داخل کر لیتے تھے۔تو اُن میں سے یہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، مکہ والوں میں سے اور قریش میں سے نہیں تھے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اسی وقت فرما دیا کہ یہ سچ کہتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً تلوار اٹھائی کہ یا رسول اللہ، اجازت دیں؟ میں اس کی گردن اُڑا دوں؟ کہ اس نے اس طرح ایسی حرکت کی، کہ قریش کو چٹھی لکھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، یہ سچ کہتا ہے، اس نے جو کچھ سچی بات تھی، وہ عرض کر دی۔اور تم نے نہیں پڑھا کہ اللہ نے کتنا اونچا بدریین کو مرتبہ دیا ہے۔

جہاں کہیں بدریین کی بات آتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جگہ جگہ فرماتے تھے کہ تم نے نہیں پڑھا کہ اللہ نے تو پہلے ہی فرما دیا کہ **اِعْـمَـلُـوْا مَـا شِـئْـتُم فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ**، کہ آئندہ کے لئے جو چاہے کرتے رہو، سب اللہ کی طرف سے معاف ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین نے یہ نہیں پڑھا ہے کہ یہ صحابہ کا مقام کیا ہے اور بدریین کیا ہوتے ہیں؟ **اِعْـمَـلُـوْا مَـا شِئْتُم فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ** کیا ہے؟

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا، وہ بھی اتنی بڑی غلطی پر۔کتنی بڑی غلطی؟ دنیا کی کوئی فوج، کوئی حاکم معاف نہیں کر سکتا کہ یہ تو ہمارا غدار ہے اور اُن کا جاسوس ہے، اس کو کوئی معاف نہیں کر سکتا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! یہ سچ کہتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف فرما دیا۔اب فتح مکہ کے لئے جو فوج چلی یہاں سے، اس میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساتھ ساتھ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ صدیقی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت کے حاضر باشوں میں رہے اور جو قرب رہا، تھوڑے سے نمونے آپ کو بتا دئیے۔اب خلفاء کرام کا ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کس طرح دیتے ہیں، وہ سنئے۔

حضرت صدیقِ اکبر خلیفہ ہوتے ہیں، ہمارے یہاں ایک دفعہ میں نے تاریخ کے نصاب کے لئے ایک تیاری شروع کی تھی، ایک کمزوری ہے ہمارے نصاب میں، تاریخ کی، اسلامک ہسٹری history کی، پورے طور پر جو مکمل نبوت اور خلافت کی ہسٹری ہے، وہ نہیں پڑھائی جاتی۔تو میں نے، بالکل ابتدائی دور میں کتابیں منگوائیں تھی، ان میں ہماری جماعت کی لکھی ہوئی ایک کتاب تھی۔

میں نے طلبہ کو دینے سے پہلے، اس کو چیک check کیا، تو مجھے اس میں ایک غلطی نظر آئی، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت تو کی تھی مگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے انتقال کے بعد کی تھی۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے لے کر چھ ماہ تک اُن کو وہ خلیفہ نہیں مانتے تھے۔

جنہوں نے یہ مضمون لکھا تھا، ان کو خط لکھا تھا۔ یہ کتاب سالوں پہلے تیار کی جا چکی تھی، اور دنیا میں ہر جگہ چھپتی تھی، اور پڑھائی جاتی تھی۔تو میں نے اُن کو خط لکھا، دو تین جگہ لکھا تھا، لکھنؤ بھی لکھا تھا، ان کے نام جو اس کام میں شریک تھے کہ بہت بڑی غلطی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بڑا بہتان ہے، الزام ہے۔

کیوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت تو جس طرح تمام صحابۂ کرام نے نورمل normal، کی تھی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق سب کا فیصلہ ہوا، اسی وقت کر لی تھی۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ سب نے جو سقیفہ بنوساعدۃ میں تھے، انہوں نے بیعت اس وقت کر

لی۔ پھر اگلے دن مسجد نبوی میں منبر پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا، اور وہاں پھر تمام مجمع نے آکر بیعت کی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز اور تکفین میں مشغول تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ کر تو ادھر نہیں آسکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن نہیں کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز اور تکفین میں وہ مشغول تھے۔ اس لئے جو حضرات سقیفہ بنو ساعدۃ میں موجود نہیں تھے، پھر اگلے دن جو مسجد نبوی میں بیعت ہوئی اس میں نہیں تھے۔

اس لئے جیسے ہی تدفین سے فراغت ہوئی تو تیسرے دن آکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اپنے وقت پر کی تھی۔ صحابہ میں سے کسی کو کوئی شکویٰ، شکایت نہیں تھی۔

میں نے اس کتاب کے متعلق یہ پوچھا کہ یہ تم نے کیسے لکھ دیا اپنی کتاب میں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد بیعت کی تھی۔ یہ کوئی حدیث، قولِ رسول، فعلِ رسول کی روایت نہیں، مجرد تاریخی داستان ہے۔

جب ایک بڑی جماعت اس تاریخی داستان کو معمول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کو نقل کر کے کہتی ہے کہ بیعت تیسرے دن ہی کر لی تھی، مگر چھ مہینہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرض الوصال جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے دن سے شروع ہو کر چھ ماہ رہا، مگر اس کے بعد مشغولیت کی بناء پر پوری قوت کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ وقت کا ہاتھ نہیں بٹا سکتے تھے۔ اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد پھر اپنے آپ کو مکمل طور پر پیش کر دیا کہ اب علی آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ یہ دوسری دفعہ بیعت ہے۔

یہ تاریخی داستان خلاف واقعہ نقل ہونے میں ابن شہاب زہری کی ایک عادتِ ادراج اس کا سبب بن گئی، جیسا کہ محققین لکھتے ہیں کہ **فکان بعض اقرانه ربما يقول له افصل**

کلامک من کلام النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم۔ یہ تاریخی داستان ابن شہاب زہری سے ۲۵ طرق سے مروی ہے۔ خود ان میں تضاد ہے کہ ۲۵ میں سے ۹ طرق میں **غضب و هجران فاطمه** مذکور نہیں۔ اسی طرح کئی طرق میں تاخر بیعت مذکور نہیں۔ اسی طرح ابن شہاب کے علاوہ جو دوسری گیارہ کے قریب اسناد وطرق سے یہ داستان مروی ہے، وہ ابن شہاب سے اس کے نقل میں اختلاف کرتے ہیں۔ اسی لئے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام مجدہم نے تکملہ فتح الملہم میں بیسیوں صفحات میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ **فجزاہ اللّٰہ عنّا خیر الجزاء**۔

یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کتنا تعلق تھا، اور کتنے فدا تھے حضرت صدیق اکبر پر، اس کے پچاسوں قصے ہیں، مگر شیعہ، ان کی اذان ہم سے مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ **اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًا وَلِی اللّٰہ وَ خَلِیْفَتُهُ بِلا فَصل**، کہتے ہیں کہ حضرت علی اللہ کے ولی، اور خلیفہ ہیں، اور اُن کی خلافت چوتھے درجہ پر نہیں ہے، بلا فصل ہے، پہلے نمبر کی ہے۔ کہتے ہیں یہ تو سب غاصب تھے صدیق اکبر بھی، اور عمر فاروق بھی، اور عثمان غنی بھی۔ تو اس لئے وہ کہتے ہیں کہ **و خلیفته بلا فصل**۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی چھ ماہ بعد بیعت کے قائلین سے ہم نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسی وقت بیعت ہو گئے تھے جس وقت سب ہو رہے تھے، ابھی تو باہر سے مدینہ منورہ کے باہر جو لوگ رہتے تھے وہ آ کر بیعت نہیں ہوئے تھے، اُن سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیعت ہو گئے تھے۔

بیعت ہونے کے بعد جب مرتدین سے جنگ شروع ہو رہی ہے، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ مرتدین سے جنگ کا، فوج کا سپہ سالار وہ ابو بکر ہو گا۔ اور حضرت صدیق اکبر تیار ہو کر نکل پڑے۔ تو نکل پڑے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، سب منا رہے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منانے کی کوشش کر رہے تھے، واپس لانے کی کوشش کر رہے تھے

کہ یہ فیصلہ خدارا آپ نہ کیجئے، آپ نہ جایئے، تو ان کو زبردستی اصرار کر کے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو کون لایا ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لائے ہیں۔

اگر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ذہن میں، دل و دماغ میں کوئی کسی درجہ میں ذرہ بھر بھی کوئی خیال تھا کہ خلافت میرا حق تھا، تو وہ تو جانے دیتے کہ اچھا ہے، جا کر مریں تو میں اِن کے بعد خلیفہ بنوں۔ مگر وہ تو وہاں سے اصرار کر کے لائے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جا چکے تھے، تو یہ دورِ صدیقی میں سب سے اہم کردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس جگہ پر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ فاروقی

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آتا ہے، تو یہاں بھی طرفین کو انتہائی تعلق ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اتنی محبت تھی، اتنی محبت تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ آپ نے دیوان مرتب کرائے، سب کے وظائف متعین فرمائے کہ اب اللہ تعالیٰ نے بیت المال کو خزانوں سے بھر دیا ہے، تو سب کو وظائف دیں گے، تو سب سے پہلے جس کا نام لکھا گیا، کس کا؟ فرمایا کہ سب سے پہلا حضرت علی کا نام لکھو۔ اور سب سے زیادہ بڑی تنخواہ کن کی؟ حضرت علی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا وظیفہ چار ہزار رکھا، اور حضرت علی کے لئے پانچ ہزار کا وظیفہ بیت المال سے جاری فرمایا۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان پر کیسے فدا تھے؟ جس کی وجہ سے شیعہ متہم کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو، کہ ام کلثوم چھوٹی سی بچی چھین لی تھی۔

ہم نے کہا کہ نہیں، جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو کر چھ سالہ بچی پیش کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دی تھی، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمر پر اتنے فدا تھے کہ اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم کو آپ کی خدمت میں خود پیش کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اتنے خوش ہوئے، اتنے خوش

ہوئے کہ حضرت عمر نے اس وقت مروجہ مہر سے تقریباً ایک سو گنا زیادہ مہر، یعنی چالیس ہزار درہم ادا فرمایا تھا۔ اور خود شیعہ حضرات کے یہاں بھی یہ روایت ملتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ عثمانی

آگے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سب سے اہم کردار بہت نازک حالات میں ہوتا ہے، جب لشکر مصر سے باغیوں کا تیار ہو کر کے آتا ہے۔ دو دفعہ وہ باغی مصر سے تیار ہو کر آئے ہیں۔ جب پہلی دفعہ تیار ہو کر آئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پتہ چلا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے باہر پہنچے، مدینہ منورہ کے راستہ میں دور جا کر، وہاں اُن سے ملے، اور جا کر اُن کو ڈانٹا اور کہا کہ تم کاہے کے لئے آ رہے ہو؟ تو کہا کہ نہیں، ہم تو آپ ہی کے وجہ سے آ رہے تھے۔

آپ نے فرمایا میری وجہ سے؟ فرمایا کہ عثمان تو میرے خلیفہ ہیں، تو میں اُن کو خلیفہ مانتا ہوں، میرے امیر المؤمنین ہیں۔ اور پھر اُن کی ہر شکایت کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی طرف سے جواب دیا، اور اُن کو ڈانٹ کر کے واپس بھیجا۔

پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر دوسری دفعہ وہ اچانک حملہ آور ہوئے، اور آپ کو گھیر لیا گیا، تو اپنے دونوں شہزادوں کو، حسنین کو بھیجا۔ اُن کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے پہرہ کے لئے حضراتِ حسنین کو بھیجا۔ اتنے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر فدا تھے۔

اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خاندان میں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں، تمام پشتوں کا تعلق خلفاء ثلاثہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اتباع میں مثالی رہا۔ ابوبکر نام رکھے گئے، حضرت عمر کا نام رکھا گیا۔

یہ ایک لمبی داستان ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان شیعوں کو بھی ہدایت عطا فرمائے، ان کی دسیسہ کاریوں کا بڑا فکر ہو رہا ہے، اُمت مسلمہ پر سب سے زیادہ جو بڑے خطرات ہیں، اُن میں

سے ایک بڑا خطرہ اِن کا بھی ہے۔ حرمین کو اور دوسرے خطرات بھی ہیں، بڑا خطرہ اِن کا بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حرمین کی حفاظت فرمائے، اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

اب آپ حضرات واپسی کی تیاری فرما رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں ایک خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی خانقاہ تھی۔ خانقاہ میں کوئی آدمی آتا، تو اُن کا ایک سوال آنے والے سے ہوتا۔ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت کا بھی معمول تھا کہ جو مہمان آیا اس سے السلام علیکم، کون ہو؟ کیوں آئے ہو؟ کب تک ٹھہرو گے؟ ایک سانس میں تین سوال ہوجاتے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لکھنؤ سے ایک صاحب آئے تھے۔ انہوں نے پھر جا کر ایک خط لکھا تھا، وہ بڑا دلچسپ تھا، جس میں حضرت کے اس معمول پر بھی ان کا تبصرہ تھا۔

حضرت خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو کوئی مہمان پہنچتا تو وہ پوچھتے تھے کہ مسافر ہو یا مقیم؟ وہ اگر کہتا کہ مقیم ہوں کہ جب تک آپ فرمائیں، ہمیشہ کے لئے آگیا ہوں۔ فرماتے کہ آجاؤ۔

اور اگر وہ کہتا کہ مجھے تو فلاں جگہ جانا ہے، راستہ میں جا رہا تھا، تو مجھے ایک ہفتہ رہنا ہے، ایک مہینہ رہنا ہے، تین دن رہنا ہے۔ تو فرماتے کہ نہیں، آپ اپنا کام کریں، آپ جائیں۔ وہ کہتا کہ نہیں، مجھے تو حضرت کچھ دن، تھوڑی مدت تو رہنا ہے۔ فرماتے کہ نہیں۔ بات یہ ہے، آپ یہاں رہو گے، ایک مہینہ کے بعد، دو مہینے کے بعد، تین مہینے کے بعد، آپ کہو گے کے مجھے جانا ہے۔ اور آپ کے اس رہنے کی وجہ سے مجھے تم سے ایک قسم کا اُنس ہو جائے گا، تو پھر میں آپ کو کیسے چھوڑوں گا؟

تو آپ لوگ بھی ہفتہ سے، عشرہ سے یہاں ہیں، اتنی مجلسیں آپ کے ساتھ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ بار بار ہمیں اس طرح نیک کاموں پر اکھٹا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیں جنت میں بھی اکھٹا فرمائے۔

۳۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: وصال فاروقی سے دو سال قبل   مولد: مدینہ منورہ

تاریخ وفات: یکم رجب یا ۴ محرم ۱۱۰ھ، اس میں اختلاف ہے   مدفن: بصرہ

ہمارے دو امام

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے وہ درجہ رکھتے ہیں جو شریعت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رکھتے ہیں۔ کہ شریعت کے باب میں جس طرح ہم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع کرتے ہیں، وہ ہمارے امام ہیں، اس طرح روحانیت کے باب میں ہمارے سب سے بڑے امام کون؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ اور دونوں ایک ہی زمانہ میں تھے، دونوں ایک ہی وقت میں، ایک ہی علاقہ میں پچیس برس رہے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں ہوتے تھے۔

دونوں معاصر ہیں۔ جیسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل مذہب تھا، جس سے حنفی مذہب چلا، تو خود ان کا، حسن بصری کا بھی مذہب دو تین صدیوں تک چلا ہے، دو تین صدیوں تک ان کا مستقل مذہب چلا۔ اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ یہ چار مذاہب دنیا میں اتنے عام ہو گئے کہ تمام مذاہب، امام اوزاعی، لیث بن سعد وغیرہ سب کے مذاہب ختم ہو گئے۔ تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کے، صحابہ کرام کے بعد، ہمارے سب سے بڑے امام ہیں۔

حجاج اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حجاج بن یوسف نے جس طرح بڑے بڑے اکابر کو ستایا، ان کا خون بہایا، ان پر ظلم کیا، تو ان کے ساتھ بھی ایک دفعہ واقعہ پیش آیا، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کہ حجاج بن

یوسف نے واسط میں ایک عظیم محل بنایا، زبردست محل، قصر بنایا اور وہ فخر سے بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زبردست درس کا حلقہ تھا۔ تو ایک دفعہ ان کے پاس آدمی بھیجے کہ حجاج بن یوسف آپ کو بلاتے ہیں۔ تشریف لے گئے۔ تو وہ کہنے لگے کہ آپ کو واسط چلنا ہے میرے ساتھ، واسط لے گیا، وہ محل دکھایا۔

جب محل آپ نے دیکھا تو آپ نے اپنی طرف سے تو سکوت فرمایا، صبر کیا، مگر جب اس نے خود پوچھنا شروع کیا کہ آپ نے کیسا پایا؟ تو پھر جو آپ نے اس کو ڈانٹا ہے حجاج بن یوسف کو، کڑوی کڑوی سنائی ہے۔ یہ ادھر ڈانٹ رہے ہیں اور مجمع کے اوسان خطا ہو رہے ہیں کہ اوہو ہو! اب قیامت برپا ہونے والی ہے کہ حجاج بن یوسف، اس کے سامنے اُف کون کرسکتا ہے، اور یہ حسن بصری تو ان کو مسلسل ڈانٹے جا رہے ہیں۔

کہتے ہیں جو ان کے خدام وغیرہ ساتھ تھے یا وہ درباری جو موجود تھے، تو پیچھے سے کوئی کرتا پکڑ کر کھینچ رہا ہے، کوئی شال پکڑ کر کھینچ رہا ہے، پھر بیچ میں کسی نے، کسی کا نام بھی لکھا ہے کہ فلاں نے بیچ میں روکنے کے لئے کہا کہ **کفاک یا امیر المؤمنین فی الحدیث**، کہ ہمارے، جس طرح وہ امیر المؤمنین اس کو لوگ مانتے ہیں خلافت کی وجہ سے، تو اس طرح آپ ہمارے امیر المؤمنین ہیں حدیث میں، تو آپ نے جو نصیحت کی، کافی ہوگئی۔ مگر کہاں حسن بصری رکنے والے تھے، برابر ڈانٹتے رہے۔ حجاج بن یوسف نے اس وقت تو کڑوا گھونٹ پی لیا اور اس کے بعد پھر فرمایا کہ اچھا، ان کو چھوڑ کر آجاؤ، اور کل ان کو اتنے بجے لے آنا۔

دوسرا دن جب متعین کر لیا حجاج بن یوسف نے، تو اب ساری دنیا کو یقین ہوگیا، ہر جگہ ختمات پڑھے جا رہے ہیں، دعائیں ہو رہی ہیں کہ اب یہ حسن بصری کا آخری دن ہے کہ حجاج بن یوسف ان کو قتل کئے بغیر، شہید کئے بغیر، چھوڑے گا نہیں۔

اگلے روز کارندے آئے، پولیس آئی، آپ کو پکڑ کر لے گئی۔ اور وہاں حجاج بن یوسف کے تخت کے سامنے تمام چیزیں تیار، جلّاد تیار، چمڑا بچھا ہوا ہے، تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، یہ منظر

دیکھ کر سارے مجمع کے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کہ اب کیا ہوگا ہمارا؟ اتنے بڑے ہمارے پیر صاحب، روحانیت کے ہمارے امام، ان کے ساتھ اب کیا ہونے والا ہے؟ تو جب حجاج بن یوسف کے سامنے حضرت حسن بصری تشریف لے جارہے تھے، تو آپ نے قدرے آواز سے کچھ پڑھنا شروع کیا کہ ہونٹ ہل رہے تھے اور کچھ پڑھ رہے تھے۔

پہلے تو کیا منظر تھا کہ نہایت آنکھیں سرخ حجاج بن یوسف کی اور غصہ میں شیر کی طرح سے تھا، ہر تھوڑی دیر میں اپنی بیٹھک اور ہیئت کو بدل رہا تھا، پریشان ہورہا تھا، لیکن جب حسن بصری اس کے سامنے تشریف لے گئے ہیں اور جیسے قریب پہنچے ہیں، تو بالکل اس کی ہیئت یکسر بدل گئی اور وہ حضرت حسن بصری کا، جس طرح کہ دنیا جس طرح چومتی تھی اور والہانہ استقبال کرتی تھی، اس طرح آپ کو ہاتھ پکڑ کر لا رہا ہے، اپنے ساتھ بٹھا رہا ہے، اور پوچھتا ہے کہ آپ خیریت سے ہیں؟ آپ کے طلبہ خیریت سے ہیں؟ آپ کا کام سب ٹھیک ٹھاک جارہا ہے؟

اب ساری دنیا حیران کہ یہ کیا ہوگیا؟ اور اس کے بعد جلدی سے اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں اور دعا کے ساتھ رخصت کردیا۔

جب باہر نکلے تو حسن بصری کے خدام پوچھتے ہیں کہ حضرت، یہ کیا ہوگیا؟ فرمایا کیا ہوگیا؟ اس کو تم نے خدا سمجھ رکھا ہے؟ اور مجمع نے پوچھا کہ ہم نے تو یقین کر رکھا تھا کہ آپ زندہ واپس یہاں سے نہیں جاسکتے اور یہ کیا ہوگیا؟ کہ آپ یہاں سے نہ صرف زندہ جارہے ہیں، تعظیم تکریم حجاج بن یوسف نے زندگی بھر کسی عالم کی نہیں کی ہوگی، جس قدر اس نے تکریم آپ کی کی ہے، اور جب آپ اس کے پاس محل میں قدم رکھ کر آگے بڑھ رہے تھے، تو آپ کچھ پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کہ ہاں! پوچھا، وہ کیا؟ کوئی خاص دعا تھی؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس وقت میں یہ دعا کررہا تھا کہ اَللّٰھُمَّ وَلِیَّ نِعْمَتِی وَ مَلاذِی عِنْدَ کُرْبَتِی اِجْعَلْ نِقْمَتَہُ عَلَیَّ بَرْدًا وَ سَلامًا کَمَا جَعَلْتَ النَّارَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ بَرْدًا وَ سَلامًا.

اللہ تعالی ہم نے اپنے گناہوں سے جو دوزخ کی آگ بھڑ کا رکھی ہے اس کو بھی ٹھنڈی کرے، دنیا بھر میں جہاں کہیں جنگوں کی آ گیں، اللہ کی طرف سے کوڑے برس رہے ہیں، جہاں کہیں اللہ تعالی کی ناراضگی کے آثار دکھائے دے رہے ہیں، اللہ تعالی ان کو بھی برد اور سلامتی والا بنائے اور ہم سب کو، اور امت کے گناہوں کو معاف فرمائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا، اور کس طرح حجاج، جو آپ کو شہید کرنے کے لئے جلاد کو بلا چکا تھا اور چمڑا بچھایا جا چکا تھا اور چند کلمات ان کی زبان سے اس وقت نکلے، ان کلمات نے کیسے حجاج کو رام کیا ہے۔

ایک تاریخی داستان بن گئی کہ جس ظالم کا دل کسی چیز سے نہ پسیجا، معرکوں میں، جنگوں میں، میدانوں میں، قید خانوں میں، لاکھوں انسانوں کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ جو جنگوں میں اس نے قتل کئے وہ تو علیحدہ، مگر جن کو جیل خانوں میں اور جلاد کی تلواروں کے ذریعہ اس نے مروایا، وہ ایک لاکھ بیس ہزار ہیں۔ تو واسط کا قصہ آپ کو سنایا تھا، محل جب تعمیر کیا تو کس طرح حسن بصری نے اس کی خبر لی ہے، اور اللہ تعالی نے ان کلمات کے ذریعہ کس طرح ان کی حفاظت فرمائی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین رضی اللہ تعالی عنہما

یہ حسن بصری کے والدین دونوں مملوک ہیں۔ ان کے والد حضرت یسار، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کے غلام تھے، جنہوں نے ان کو آزاد کیا تھا۔ اور آپ کی والدہ محترمہ خیرہ جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی مملوکہ تھیں، ان کی باندی تھیں اور حضرت امِ سلمہ نے ان کو آزاد کیا تھا۔

اسلام نے غلامی کے تصور کا خاتمہ کیا

اب اسلام کو جس طرح نشانہ بنایا گیا، ایک ایک چیز کو، کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق نہیں ہیں، اسلام نے غلامی کے تصور کو جنم دیا، طرح طرح کے جھوٹ گھڑے گئے۔ تو اولین اسلام میں

داخل ہونے والے حضرت بلال تھے، ان کو کونسی مسلم تلوار نے غلام بنایا تھا، اور اس بلال جیسے لاکھوں اس وقت غلام تھے۔

اسلام نے تو جو غلامی کا تصور صدیوں سے چلا آرہا تھا اس کو ختم کیا، طرح طرح سے ختم کیا۔ ایک ایک بات پر حکم ہے غلام آزاد کرو، اتنا کہا خدا کی قسم اور قسم کو پورا نہ کر سکے، فتحریر رقبة، غلام آزاد کردو، غلام کے آزادی کے کتنے راستے کھول دئے۔

وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ

یہ جو اسلام کو طرح طرح سے نشانہ بنایا گیا، ایک ایک چیز کو، تو ہم اس کو تو کسی طرح گوارا کرتے ہیں۔ مگر بعض نام نہاد مسلمان بعض ہستیوں کو نشانہ بناتے ہیں، تو تمہیں کیا ہوا؟ کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے اور عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے، عثمانِ ذی النورین سے، اگر دشمنوں کو عداوت ہے، تو تمہیں کیا ہوا؟

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ناقدین کی نگاہ میں

ناقدین صحابہ نے عنوان قائم کیا کہ صحابۂ کرام اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے، مگر ان کے دل دماغ سے جاہلیت کی خو بو گئی نہیں تھی، جو جاہلیت کے اثرات تھے وہ گئے نہیں تھے۔ اور پھر اس کے دلائل باقاعدہ دینا شروع کرتے ہیں۔

سب سے پہلی دلیل جو پیش کی ہے، وہ شیخین کی، صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی، کہ اَمِّرِ الْقَعْقَاع، ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ ان کو امیر بنایئے، عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ فلاں کو امیر بنایئے۔ صحابہ کرام آپس میں جھگڑتے تھے، یہ جھگڑا آپس کا انہوں نے ثابت کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جاہلیت کی بوان میں باقی رہ گئی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق تو مستقل کتاب لکھ ماری۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ، جنہوں نے سارا خزانہ اسلام کے خاطر لٹایا، ان کے متعلق

لکھا گیا کہ وہ بیت المال میں خیانت کرتے تھے۔آج کل نشانہ بناتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو کہ بچیوں کو غلط طور پر استعمال کیا گیا، ان کی شادیاں بچپن میں کرائی جاتی تھیں۔

اس دن میں نے بتایا تھا کہ یہ تو ہمارے یہاں ہندوستان میں یہ سلسلہ اب تک رائج تھا۔ آج سے کچھ ساٹھ ستر برس پہلے تک، ہمارے گاؤں میں خود اس طرح کے نکاح ہوتے تھے، چھوٹے چھوٹے بچوں کے نکاح کرائے جاتے تھے۔اور بچپن میں ہم نے بسوں میں لکھا ہوا پڑھا کہ حکومت نے آزادی کے بعد قانون بنایا تو اس میں یہ بھی تھا، بسوں میں لکھتے تھے کہ اب بچوں کا نکاح ممنوع ہے۔اب سے کچھ قبل تک یہ سلسلہ ہر قوم میں، ہر مذہب میں اس کو روا رکھا گیا، جائز رکھا گیا،تو عربوں میں بھی تھا۔

اس کی تہمت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر لگا کر سیدھا ان پر نشانہ سادھتے ہیں، اور سب سے زیادہ بغض کا اظہار دشمنوں نے بھی کیا، غیر مسلم کی طرف سے بھی ان پر حملے ہوئے، اور میں نے جیسا کہ بتایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر دشمنانِ صحابہ نے سب سے زیادہ حملے کئے،حالانکہ وَ اَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ، ہزاروں مائیں اِس ماں پر قربان،قرآن نے ان کا رتبہ بیان فرمایا۔

میرا ذہن غلامی کے الزام کے ذیل میں ان چیزوں کی طرف چلا گیا۔اللہ مجھے معاف کرے، لیکن سوچتے ہیں کہ پتہ نہیں کب ان حملوں کا،مظالم کا خاتمہ بھی ہوگا ؟اس لئے جب کبھی یہ موضوع شروع ہوجاتا ہےتو رہا نہیں جاتا، ورنہ یہ تو آپ کی خانقاہ کی مجلس ہے،اس میں کتنے پیارے پیارے واقعات سنائے، زِدْنــی مِـنَ الـضَــرْب، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے وہ درخواست کرتے ہیں کہ ذرا اور پٹوایئے تاکہ اور حدیثیں سنیں۔کتنی رحمت برستی تھی ان واقعات سے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

یہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین دونوں مملوک تھے اور دونوں کو آزاد کیا گیا۔ کس نے آزاد کیا؟ مملوک تھے، ان کو آزاد کرنے والے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آزاد کرنے والی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ بغیر کسی وجہ کے ویسے ہی آزاد کیا انہوں نے کہ اسلام نے ترغیب دی ہے کہ اس سلسلہ کو، غلامی کو ختم کرو۔

ان کی والدہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یسار اور حضرت خیرہ کے اس جوڑے کو خوشی عطا فرمائی، بیٹا عطا فرمایا، تو سب سے پہلی گود ماں کی پھر دادی کی۔ دادی کہیں گے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اگرچہ نسلی طور پر نہیں، خون کے رشتے سے نہیں، لیکن تعلق دادیوں سے بڑھ کر تھا، ان کی گود ملی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی۔

اور انہوں نے سب سے پہلے بھیجا اس بچہ کو کن کے پاس؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین کی گود کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں ہیں، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجور سے تحنیک فرما رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دستِ مبارک سے خود کھجور اپنے لعاب میں تر کر کے بچہ کے منہ میں ڈال رہے ہیں۔

شریعت وطریقت کے دو امام

میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے یہاں دو امام اعظم ہیں۔ ایک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم فی الشریعۃ۔ اور دوسرے امام اعظم ہیں، امام اعظم فی التصوف، امام اعظم فی الطریقۃ، امام اعظم فی الروحانیۃ، ہمارے روحانیت کے سلسلہ کے امام اعظم ہیں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ تو جیسے اسلام کے سب سے top نام کون؟ شیخین۔ ان کو نشانہ بنایا گیا۔ سب سے top

عثمانِ غنی، ان کو نشانہ بنایا گیا۔

اب دیکھا کہ ادھر روحانیت کے باب میں سب سے اونچا مقام حسن بصری کا ہے، تو ان کو نشانہ بنایا گیا۔ اور صرف ایک طبقہ نے نہیں، کیا سلفیوں نے، کیا، ہمارے یہاں بھی بہت سارے پیدا ہو گئے جو تصوف کے خلاف ہیں، تو وہ سب سے پہلا نشانہ سادھتے ہیں حضرت حسن بصری پر۔ اور طرح طرح کی چیزیں ان میں نکالتے ہیں اور کیسے نکال سکتے ہیں؟ جیسے صاحب تفہیم القرآن نے نکال لی کہ وہ آپس میں ایک نے رائے دی کہ ان کو امیر بنایئے، ایک نے رائے دی کہ ان کو امیر بنایئے۔ یہ صاحب تفہیم القرآن کو جھگڑا معلوم ہوا، تو کہتا ہے جھگڑتے تھے، جاہلیت کی بو اس کو نظر آئی۔

اسی طرح حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، ان کو ہدف اور نشانہ بنایا گیا، اور ایک سے زائد کتنے سارے الزامات ان کے سر دھر دئے۔

میں اسی وجہ سے گنوار ہا ہوں کہ دیکھئے، سب سے پہلے ان کو والدین کتنے مبارک ملے، حضرت یسار اور حضرت خیرہ۔ اور ان کو آزاد کرنے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، دادا کتنے عظیم الشان، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی ہونے کا شرف جنہیں حاصل، جمعِ قرآن کی فضیلت ان کو حاصل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کے دور میں جمع قرآن کی خدمت ان کے ذمہ رہی۔

کتنے بڑے انسان! لیکن آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں، دل اندھے ہو جاتے ہیں، توفیق اٹھالی جاتی ہے۔ کوئی چیز نظر نہیں آتی سوائے جو اُن کا پیر، شیطان، ابلیس، جدھر راستہ دکھاتا ہے، اسی طرف چلے جائیں گے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل

کتنے سارے فضائل اللہ نے جمع کر رکھے ہیں حسن بصری میں کہ سب سے پہلی گود ملتی ہے امِ

سلمہ رضی اللہ عنہا کی، وہ پیش کرتی ہیں با قاعدہ کہ جاؤ، لے جاؤ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تحنیک فرمائیں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گود میں لے کر اپنے دستِ مبارک سے تحنیک فرمائی۔ اور کیا الفاظ فرمائے، **اَللّٰھُمَّ فَقِّھْه فی الدِّین و حَبِّبْهُ الی الناس** ۔ دین دنیا پہلے سے بنی ہوئی تھی حسن بصری کی، اُس میں اور ترقی ہوگئی، کہ اے اللہ! اُن کو فقہ فی دین عطا فرما اور ان کو انسانوں کی نظروں میں محبوب بنا۔ تو ان کلمات نے ساری زندگی، حضرتِ حسن بصری کو ایسا ساتھ دیا، ایسا ساتھ دیا، جیسا میں نے بتایا کہ جب حجاج کے یہاں لے گئے، تو کہرام مچا ہوا تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کرامت

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کی شہادت سے دو ڈھائی برس پہلے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لے جاتے ہیں، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا دور آتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس ایک بچہ ہے، ان کی گود میں، تو حضرت ام سلمہ تو اُن کی سچ مچ ماں بن گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت حسن بصری کی سچ مچ ماں بنیں۔ کیسے؟ کہ وہ تو معمر تھی، عمر رسیدہ، اور کئی برسوں پہلے اُن کے یہاں بچہ ہوا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ جب یہ بچہ آیا، تو اُن کو اس بچہ پر اتنا پیار، اتنا پیار کہ اُن کی ماں خیرہ، کہیں کام کے لئے باہر چلی جاتی، کسی خدمت کے لئے گھر سے باہر گئی ہوتی اور بچہ روتا، تو فرماتے ہیں کہ وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا گود میں لے کر چھاتی اس کے منہ میں دیتی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کرامت کہئے، حسن بصری کی سعادت کہئے، کہ برسوں بعد اُن کو دودھ اُتر آیا۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں **تَـدِرُّ ثَدْيُهَا لَبَنًا** ۔ تو اُن کی رضاعی ماں بنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا اور آگے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتنی خوش تھیں، اتنی خوش تھیں کہ ہر ایک کے پاس بھیجتیں، صحابہ کرام کے پاس، کہ اس بچہ کو فلاں کے پاس لے جاؤ، فلاں کے پاس لے جاؤ۔

اب کتنے سارے صحابہ کرام کی گود اُن کو ملی، اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے ساتھ جتنی ازواج مطہرات کے حجرے تھے، سب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی دادیاں ہیں، کبھی کوئی یہاں لے جا رہا ہے، کبھی اِس گھر میں لے جا رہا ہے، کتنے پیار سے ان کو پرورش ملی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چھت مبارک

اور خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، تو میں اچھل کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حجرہ شریفہ تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا، تو اچھل کر ہاتھ لگانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں میرا ہاتھ کبھی پہنچ جاتا تھا، کبھی نہ پہنچتا۔ تو اس سے محدثین نے کتنی چھت بلند تھی اس کو ناپا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چھت مبارک کتنی بلند تھی، یہ ناپ کر بتائی اس بچہ نے۔ کتنی بڑی سعادت، ایسی سعادت کسی اور کے مقدر ہو سکتی ہے؟

بیعت

اور اور آگے چلئے۔ جب چودہ برس کی عمر ہوتی ہے، تو اس کے بعد یہاں سے مدینہ منورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد یہاں کے حالات کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ عراق منتقل ہو گئے۔ تو یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ یا کچھ عرصہ ان کے تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد وہ خود منتقل ہو جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ چودہ برس کی عمر میں انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ اب جو بیعت اور تصوف کے مخالف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اوہو ہو! یہ سِنّ نہیں بنتے اور کیسے بیعت کی؟ ہمیں تو علمی اعتبار سے، تاریخی اعتبار سے کوئی نقص نظر نہیں آتا، مگر جیسے وہاں

جاہلیت کی خو بونظر آئی شیخین میں، تو اس طرح یہاں کوئی نقص نظر آتا ہے کہ چودہ برس کی عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت حسن بصری نے بیعت کیسے کی؟

دو بزرگوں پر رشک آتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بصرہ والوں پر دو بزرگوں کی وجہ سے بڑا رشک آتا ہے، دو نام لئے۔ فرمایا ایک تو حسن بصری وہاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ، کتنی عظیم ہستی، کتنے عظیم صحابی، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رشک آتا ہے ان دو پر، ایک حسنِ بصری پر اور ایک ابن سیرین پر۔

آخری درجہ کی خوبی

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے انبیاء کے کلام کے ساتھ مشابہت کا قصہ تو عام تھا۔ اتنا مشہور تھا کہتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو اتنا عام نقل کیا، فرماتے ہیں کہ اس پر تمام صحابہ اور تابعین کا اتفاق تھا کہ یہ حسن بصری کو دیکھو، ان کا جو کلام ہے، یہ جو بولتے ہیں ان کا کلام تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کلام کے مشابہ ہے۔ ان کو خوبیاں نظر آتی ہیں اور خوبی آخری درجہ کی، آخری درجہ کی اور مخالفین کو نقائص نظر آتے ہیں۔

انبیاء کے ساتھ تشبیہ کے علاوہ کوئی دوسری فضیلت بھی ان کو دے سکتے تھے، مگر فرماتے ہیں ان کا کلام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کلام کے مشابہ ہے، تو اس حسن بصری میں ان کو نقص نظر آتا ہے جو دوسری عینک پہن کر ان کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ایک داستان ہے بڑی کڑوی۔ خود ہمارے اندر بھی ایسے لوگ تیار کرائے جاتے ہیں، جو اسلامی عمارت کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں، طرح طرح سے، تقریر کے ذریعہ، تحریر کے ذریعہ، اپنی دسیسہ کاریوں کے ذریعہ۔ اللہ تعالی اسلام کی، مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ اب یہ مبارک راتیں ہیں، یہ جھگڑے کی باتیں ان میں اچھی نہیں لگتی۔

سماع ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا قصہ بھی بڑا عجیب ہے کہ چودہ سال جن کے ساتھ رہے اور ۶۳ھ میں امہات المؤمنین میں سب سے آخری وفات ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہے اور بصرہ سے دنیا بھر کے سفر پر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جاتے رہے، حج کے سفر پر بھی گئے مگر کہتے ہیں کہ **لم یسمع من ام سلمة .**

کبھی ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری خوبی اور آخری واقعہ بیان کر کے میں اس کو مختصر کر دیتا ہوں، ورنہ گھنٹوں اس پر بیان کیا جاسکتا ہے، ان کے حالات پر۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے تمام باشندے، جنہوں نے آپ کو بچپن سے دیکھا اور جنہوں نے وہاں عراق میں منتقل ہونے کے بعد، صحابۂ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے تین طبقے انہوں نے دیکھے، ان میں رہے، ان کے بیچ میں رہے اور انہوں نے آپ کو دیکھا، ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ساری زندگی کبھی ہم نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

اب یہ کتنی بڑی خوبی! ساری زندگی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔اور فرماتے ہیں کہ وہ صرف ایک مرتبہ ہنسے ہیں۔کب ہنسے؟ آخری وقت، جب اس دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

اور کہتے ہیں آخری وقت ہے، انتقال ہو رہا ہے، تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک دم ہنس پڑے اور فرمایا، کونسا گناہ؟ یہ فرمایا اور آنکھیں بند، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، روح پرواز کر گئی۔سب کو بڑا تعجب ہوا کہ ساری عمر کبھی ہم نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اور آج یہ نزع اور سکرات کے عالم میں، اس وقت یہ ہنسے اور ایک کلمہ صرف فرمایا کہ کونسا گناہ؟

یہ قصہ چونکہ پھیل گیا ہر جگہ۔حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ہم موجود تھے، تو جہاں کہیں اس وقت جاتے تھے، تو اُن دنوں سب پوچھتے تھے کہ کس طرح انتقال ہوا، کیا ہوا۔تو

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا قصہ سارے جہان میں پھیل گیا کہ مرتے وقت ساری عمر کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور مرتے وقت ہنستے ہوئے انہوں نے یہ کلمہ کہا، کونسا گناہ؟

کونسا گناہ؟

ایک خادم خواب میں دیکھتے ہیں وفات کے بعد، وہ پوچھتے ہیں کہ حضرت، ہم نے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اور انتقال کے وقت آپ نے ہنستے ہوئے یہ فرمایا، کونسا گناہ؟ تو اس کی کیا وجہ؟

فرمایا کہ اس کی وجہ یہ کہ جب ملک الموت میری روح قبض کرنے کے لئے آئے، تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ ان پر سختی کرو اور ان کے ایک ایک گناہ کو دیکھو۔ تو کہتے ہیں میں نے ہنس کر اس کے جواب میں کہا کہ کونسا گناہ؟ کیا زندگی رہی ہوگی، کیا زندگی رہی ہوگی؟ کہ وہ چیلنج کر سکتے ہیں کہ کونسا گناہ؟

ان کے اہل زمانہ کہتے تھے **كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ هٰذِهِ كُلُّهَا بِبَرَكَةِ اِرْضَاعِ اُمِ سَلَمة رضی اللہ عنہا** ۔ کہتے ہیں عام تھی صحابۂ کرام اور تابعین سب میں یہ بات کہ حسن بصری جیسا کیا شجاعت کا میدان کہ ابن الفجَاءة، عرب کا سب سے بڑا بہادر انسان، تو اس وقت عام لوگ جب دیکھتے تھے حسن بصری کو اور ان کی شجاعت اور بہادری کو، تو اس کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے، کہتے ہیں کہ عرب کا وہی ایک انسان ہے کہ جس کے ساتھ ہم ان کو شجاعت میں تشبیہ دے سکتے ہیں اور اسی طرح فصاحت میں، بلاغت میں، شجاعت میں اور خوبصورتی میں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو آپ کا نام رکھا تھا اس وقت یہ فرمایا تھا کہ اوہو! دیکھو کتنا حسین ہے اس لئے اس کا نام رکھو حسن۔

اللہ تعالی ان بزرگوں کے طفیل ہماری بخشش فرمائے۔ ان اکابرین اور بزرگانِ دین کے صدقہ اور ان کے طفیل ہم دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، ان

ٹوٹی پھوٹی ہماری عبادتوں کو قبول فرمائے۔ان کی طرح سے حق سبحانہ وتعالی کے رنگ میں، صبغة اللّٰہ و من احسن من اللّٰہ صبغة، اللہ تعالی کی محبت کے رنگ میں رنگ جانے کی اللہ تعالی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

محمد کبیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال کیا ہوگا؟

جس طرح ہم ابھی ان کے وسیلہ سے دعا مانگ رہے ہیں، ایک قیروان کے بڑے اونچے محدثین میں سے مالکِ صغیر ہیں۔جیسے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھ کر ایک حکیم و فلسفی کہنے لگا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیرِ صغیر اور سیرِ کبیر اور مبسوط اور زیادات جیسی ان کتابوں کا یہ حال ہے، اور امام محمد، محمدِ صغیر کی کتابوں کا اور ان کا علم کا یہ حال ہے، تو پھر محمدِ کبیر کا حال کیا ہوگا؟ ان کے علوم کیسے ہوں گے؟

مالک صغیر رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح یہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سلسلہ کے مالکیہ میں سے یہ قیروانی بزرگ ہیں، ان کو مالکِ صغیر کہا جاتا ہے۔اتنا عظیم الشان اللہ تعالی نے علم عطا فرمایا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے علوم کا موازنہ کیا جاتا تھا، ان کی ایک اپاہج بیٹی تھی۔

جیسے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جنرل ضیاء کے گھر والے اپنی معذور بیٹی کو لے کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے، تو حضرت نے اندر داخل ہوتے ہی جیسے دیکھا کہ برقع والی مستورات نہیں ہیں، پونچھنے کے لئے تو ہمارے لئے تو چھوٹا سا رومال کافی ہوجاتا ہے، ٹیشو (tissue) کافی ہوجاتا ہے، چلئے، آج رونے کا دن ہے، شیعوں کے یہاں، ان کے ذاکر آتے ہیں، رلاتے ہیں، تو ہم تو کبھی کبھی مناتے ہیں رونے کا دن، اور اولیاء اللہ کے یہاں تمام راتیں رونے ہی کے لئے ہوتی تھیں، ساری ساری رات روتے رہتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں چھوٹے رومال کافی نہیں ہوتے تھے، جو لنگی ہم باندھتے

ہیں، تو بے سِلی لنگی ہر وقت حضرت کے پاس رکھی رہتی تھی۔ کیا حرم میں، کیا سرہانے۔ جیسے ہی ہم حضرت کو لے جا کر حرم شریف میں بٹھاتے تھے اور حضرت بیٹھنے سے پہلے جو رونا شروع کرتے تھے، آپ ایک گھنٹہ، دو گھنٹے، تین گھنٹے کے بعد گذریں گے، تو اسی طرح حضرت کا بدن شیک (shake) ہو رہا ہے، ہل رہا ہے، اور مسلسل آنسو جاری ہیں، اور ہر تھوڑی دیر میں وہ لنگی تر ہو جاتی تھی۔

تو وہ لنگی حضرت نے جلدی سے اپنے چہرے پر ڈال دی کہ حضرت بھی ان مستورات کو نہ دیکھیں اور وہ بھی حضرت کو نہ دیکھ سکیں، پردہ کا اس قدر اہتمام تھا۔

یہ اپاہج بیٹی کو لے کر مالکِ صغیر کی، ان کے گھر والے، ایک بڑے بزرگ تھے شیخ محرز، ان کے پاس پہنچے کہ حضرت! یہ معذور ہے اتنے برس سے، پیدائشی معذور ہے، اس کے لئے دعا فرما دیں۔ حضرتِ محرز نے کچھ کلمات کہے، دم کیا، تو وہ تو چلنے لگی حالانکہ پیدائشی معذور تھی!

جیسے اس دن میں یہاں سے گیا، تو وہ دعا **اَللّٰھُمَّ وَلِیَّ نِعمَتِی** وہ ٹیپ کرنے کے لئے نوجوان دروازے پر مجھے ملے کہ ذرا وہ دعا پھر پڑھ دیں، جو حجاج بن یوسف کے دربار میں حسن بصری نے پڑھی تھی، تو اسی طرح یہ حضرت محرز سے پوچھتے ہیں کہ حضرت! یہ آپ کچھ پڑھ رہے تھے، کیا کلمات؟ فرمایا کچھ بھی نہیں۔ میں نے تو اللہ تعالی سے یہ عرض کیا کہ الٰہی! اس کے باپ کا جو تیرے یہاں مرتبہ ہے، اس کے صدقہ اس کو اچھا کر دے۔

کہتے ہیں ان کے باپ کا مرتبہ معلوم ہو گیا کہ دیکھئے، یہ مالکِ صغیر، کتنا ان کا اونچا مرتبہ ہوگا، انہی کی بیٹی اپاہج، وہ بھی دعا کرتے ہوں گے، لیکن جیسے ہی انہوں نے واسطہ دیا کہ الٰہی! اس بچی کے والد کا جو تیرے یہاں مقام ہے اس کے واسطہ سے میں دعا کرتا ہوں کہ اس کو اچھا کر دے۔ تو وہ چلنے لگی، اچھی ہو گئی۔

اللہ تعالی ان بزرگوں کے طفیل ہماری دعائیں قبول فرمائے، ہمیں ہدایت کے راستہ پر گامزن کر دے، نفس اور شیطان کے راستہ سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فصاحت

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ہورہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ان کو کمال عطا فرمایا تھا۔ درجنوں بڑے بڑے محدثین کہتے ہیں کہ کوئی کمال ایسا نہیں کہ جس میں یہ اول نمبر پر نہ ہوں، ہر چیز میں، کیا ادب، کیا علم، کیا فصاحت۔

کہتے ہیں فصاحت میں پہلے ضرب المثل تھا حجاج بن یوسف کہ اس سے بہتر فصیح عرب میں اور کوئی نہیں۔ اب تو کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ حجاج بن یوسف اور حسنِ بصری، ان کے سوا فصیح عرب میں اور کوئی نہیں، لیکن ساتھ وہ کہتے تھے کہ ان دو میں سے بھی، حسن بصری حجاج بن یوسف سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اتنے عظیم انسان فصاحت اور ادب کے اعتبار سے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شجاعت

بہادری اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ابن الفجاءۃ، عرب کا سب سے بہادر انسان ضرب المثل، اس کے ساتھ تشبیہ دے کر اس پر فوقیت دیتے تھے کہ شجاعت اور بہادری میں یہ ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے آپ کا ہر سال کا معمول تھا کہ فوج کے ساتھ غزوہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ جو سب سے بڑی جنگ ہوئی ہے کابل میں، حربِ کابل کے نام سے صحابۂ کرام اور تابعین کے دور میں، تو اس میں بھی حسنِ بصری کے قدم وہاں کابل میں پڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے قدم کی برکت سے وہاں والوں کی حفاظت فرمائے، ان کو مظالم سے نجات دلائے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ عبرت ناک سزائیں عطا فرمائے۔

حسن و جمال کا عالم

اور کیا خوبصورتی! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو بچپن میں چہرہ دیکھتے ہی فرمایا، اوہو!

اتنا حسین! اسی لئے نام رکھا تھا حسن۔فرماتے ہیں ان کی اسی سال سے زیادہ عمر تھی اور اس وقت بھی حسن و جمال کا یہی عالم تھا۔اور ڈیل ڈول کا یہ حال لکھا ہے کہ ان کی یہ جو کلائی ہے، یہ کلائی، ہڈیوں میں یہ پتلا حصہ شمار ہوتا ہے،فرماتے ہیں کہ یہ ایک بالشت چوڑی ہوتی تھی۔

لیکن یہ شجاعت، یہ بہادری اور جوان کی دلیری نظر آتی تھی اور ان کو اللہ تعالی نے ایک رعب عطا فرمایا تھا، وہ صرف کن کے لئے تھا؟ ظالموں کے لئے۔صرف کن کے لئے؟ صرف ظالموں کے لئے۔حجاج بن یوسف جیسے اور بھی ابن ہبیرہ وغیرہ نے جب آپ کو طلب کیا،تو وہ لوگ جن سے بڑے بڑے لشکر کانپتے تھے اور ہزاروں پناہ مانگتے تھے،لیکن جب حسن بصری پہنچے ہیں،تو وہ خود ان کے سامنے کانپ رہے ہوتے تھے۔لیکن ان کا حال،خود حضرت حسن بصری کا یہ تھا کہ۔۔

تواضع کا عالم

کہتے ہیں کہ تواضع میں بھی ضرب المثل۔ان کے جیسا متواضع انسان کسی نے دیکھا نہ ہوگا۔ کیسے؟ لکھا ہے کہ جب وہ تشریف لا رہے ہوتے تھے،تو جب ہم ان کو دیکھتے تھے،تو ان کی چال کو دیکھنے والا ہر شخص یہ کہے گا کہ یہ ابھی اپنے بھائی کو دفن کر کے آئے ہیں۔جو اپنے بھائی کو دفن کر کے لوٹ رہا ہو،تو اس کی جیسی چال ہوتی ہے،ایسی ضعیف، کمزور، ناتواں جیسی ان کی چال ہوتی تھی۔

اور لکھا ہے کہ جب تشریف فرما جاتے، بیٹھ جاتے،تو بیٹھنے کا انداز ان کا ایسا تھا، ہمارے یہاں تو شاہانہ ٹھاٹ یہ تکیہ لگاؤ اور ادھر کرسی رکھو، اسٹیج پر نمایاں ہو کر بیٹھیں گے،اور ان کا حال یہ تھا حسنِ بصری کا کہ جب وہ بیٹھ جاتے تھے،تو ان کی بیٹھک ایسی ہوتی تھی جیسے کہ چمڑا اچھا کر کسی کی گردن اڑانے کے لئے کسی کو بٹھایا گیا ہو،اس کی ہیئت ہوتی ہے۔کس قدر متواضع انسان ہوں گے!

اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے

ہیں کہ مجھے بصرہ والوں پر دو آدمیوں کی وجہ سے رشک آتا ہے۔ ایک ابن سیرین اور ایک حسنِ بصری۔ وہ سرٹیفیکٹ اور شہادہ اور سند دے رہے ہیں۔

مولانا حسن

آج کل تو ہمارے طلبہ کو بھی دیکھا جنہیں پرانی چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔ کوپی کرتے ہیں سلفیوں کی، دوسروں کی۔ یہ مرض ہے دوسروں سے مرعوب ہونے کا، بڑھتے بڑھتے مجامع میں پہنچ جاتا ہے، جماعتوں میں پہنچ جاتا ہے، اجتماعات میں پہنچ جاتا ہے، مدارس میں پہنچ جاتا ہے، خانقاہوں میں، ہر جگہ پہنچتا ہے جب ایک بیماری پھیلتی ہے۔

ہمارے یہاں بھی چند سال سے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کے پاس طلبہ جائیں گے تو کہیں گے استاذ! یہ پوچھنا تھا ذرا۔ کیوں؟ وہ کہتے ہیں وہ ادھر عرب میں یونیورسٹیز میں وہاں کے طلبہ وغیرہ اسی طرح بولتے ہیں۔ ہمارے یہاں جو مولانا کہتے ہیں، وہ انہیں برا لگتا ہے۔ پرانا انداز معلوم ہوتا ہے۔

حالانکہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالی حضرت حسن بصری کو کہتے تھے مولانا حسن۔ یہ مولانا حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی زبانِ مبارک سے چلا ہوا کلمہ صدیوں سے چل رہا ہے۔ عالم کے متعلق کتنا مبارک کلمہ! کتنا اچھا خطاب! جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فرقۂ معتزلہ

یہ حضرتِ حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ، جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ انتہائی درجہ کے متواضع انسان تھے۔ حتی کہ لکھا ہے کہ آپ کا حلقۂ درس جاری تھا، درس کے حلقہ میں واصل بن عطاء پہنچتا ہے، وہ آپ کا تلمیذ اور شاگرد بنتا ہے، کسی جگہ پہنچ کر کے وہ اٹک جاتا ہے اور آپ سے اس نے حجت بازی شروع کی، حضرت حسن بصری سے مخاصمت کرنے لگا۔

فرماتے ہیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے، جیسے عادت ہوتی ہے کہ نکالو اس کو، مارو اس کو، اس کی غلط حجت بیانی اور غلط مخاصمت پر کچھ نہیں فرمایا، صبر کا کڑوا گھونٹ پی گئے، اس کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے رہے ہوں گے۔

اللہ کا کرنا کہ وہ اٹھ کر حلقہ سے الگ ہوگیا۔ تو وہ دن اور آج کا دن، کہ اس کے متعلق جو اس وقت کلمہ، اس حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نکلا کہ اِعْتَزَلَ عَنَّا، کہ وہ ہم سے نکل گیا، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو حسن بصری کی زبان سے اعتزال کا لفظ نکلا، ایک کلمہ نکلا، تو وہ واصل معتزلہ کا امام بن گیا۔ آج تک جو معتزلہ کا فرقہ ہے تو اس کا امام کون؟ واصل بن عطاء ہے۔

اکابر میں مماثلت

یہ ہم نے ہمارے بزرگوں میں بھی دیکھا۔ یہ چیزیں وہیں سے چلتی ہیں۔ جس طرح میں نے بہت سی چیزوں میں مثال دی تھی کہ یہ ساری ساری رات جاگنا، روز ایک قرآن شریف، روز دو قرآن شریف اور ترکِ طعام، مدتوں کھانا چھوڑ دینا، تو میں نے تسلسل کے ساتھ بیان کیا کہ یہ ہمارا روزہ تو آج کل کچھ سولہ سترہ گھنٹے کا ہوتا ہوگا اور ان حضرات کا روزہ، دو دن کا ہوتا تھا کسی کا، کسی کا تین دن کا ہوتا تھا، کسی کا پانچ دن کا، اور آخری جو ملا اس میں سات دن کا۔ ہمارے خود اسی سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں میں، اس سے زیادہ بھی رہے ہیں۔ تو یہ نقل چلی آتی تھی کہ وہ اتنا مجاہدہ کر سکتے ہیں، تو مجھے بھی ان کا اتباع کرنا چاہئے۔

تلاوت ہی تلاوت

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول ایک قرآن شریف کا تھا رمضان المبارک میں۔ تو حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرہ کیا کہ ہمارے ائمہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رمضان میں ایک قرآن شریف دن میں، ایک رات میں ختم کا تھا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول ایک قرآن شریف دن میں، ایک رات میں کرنے کا تھا۔ تو ایک رمضان

ہم ایسا بھی گزارتے ہیں کہ ایک قرآن شریف دن میں ہوجائے، ایک رات میں ہوجائے۔تو اس سال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے چھپن (۵۶) قرآن شریف پڑھے۔تو ہر چیز میں یہ مماثلت ملتی ہے۔

ہمارے یہاں ابھی آپ نے قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں سنا کہ جیسے ہی کسی نے یہ شعر پڑھا کہ

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

سنتے ہی بس، ادھر لولگ گئی اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس کو دہراتے رہے، دہراتے رہے۔

انہی بزرگ کے متعلق لکھا ہے، قیروان والے، کہ کسی قاری نے سورہ القارعۃ پڑھی، القارعۃ جیسے ہی اس نے پڑھنا شروع کی اور ادھر سسکیاں شروع کی، اس کی القارعۃ پوری نہیں ہوئی اور ان کی زندگی ختم ہوگئی۔سورۃ کے اختتام کے ساتھ ان کی زندگی کا اختتام ہوگیا۔تو ایک تأثر لینا، شعر سے لینا، قرآن شریف سے لینا۔

ایک جیسی روشنیاں اور خوشبوئیں

میں نے بتایا تھا کہ ان کی خوشبوئیں بھی ایک جیسی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی قبر پر، حضرت کی قبر کی مٹی میں خوشبو۔

ایک بزرگ کا حال بتایا تھا کہ ان کی تدفین کے بعد دیکھا گیا کہ ان کی قبر سے روشن شعلہ نکلتا رہا۔حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے قبر کے متعلق عرض کیا تھا، تو اس کے ذیل میں سنایا تھا، وہاں وہ سورج جیسا شعلہ دکھائی دیتا تھا اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نہیں، کہتے ہیں مدتوں، ایک لمبی مدت تک سَوَارِی مِن نور، نور کے عمودی ستون۔

میں نے اس دن کہا تھا کہ نور کا ستون، نور کا ایک ستون نہیں، سواری من نور، نور کے کئی ستون نظر آتے تھے۔ تو ہر چیز میں وہ ایک جیسے ہوتے تھے، کیا مجاہدات میں ایک جیسے، اور کیا مجاہدات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جو نوازتا ہے، ان کرامات میں بھی ایک جیسے ہوتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور کتا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قصہ سنایا تھا کہ جب بھی میں وہاں دار الطلبہ قدیم سے سبق کے بعد وہیل چیر لے کر چلتا، کبھی حضرت فرماتے کہ بھئی جلدی، جلدی استنجے کا تقاضہ ہے، تو بہت تیز وہیل چیر (wheelchair) کو میں بھگاتا، تو پیچھے کتے لگ جاتے اور بھونکتے۔ تو حضرت اُن کو خطاب کر کے فرماتے، کبھی رو دیتے، فرماتے کہ اے میرے بھائی، تو میرا پیچھا کیوں کرے؟ میں تو تیرا بھائی ہوں۔ تو یہ کہاں سے لیا؟

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور کتا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حسن بصری سے لیا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ گذر رہے تھے، کتے کو دیکھا۔ ادھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میرا بھائی، تو کیوں مجھے بھونکے، میں تو تیرا بھائی ہوں۔

کتے کو دیکھ کر حضرت حسنِ بصری نے ہاتھ اُٹھا لئے کہ الٰہی! مجھے اس کتے کے صدقہ بخش دے۔ ہم نے ابھی دعا کی تھی کہ ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ تو ہمیں بخش دے، معاف کردے، تو حسن بصری دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی! اس کتے کے صدقہ مجھے بخش دے۔ تواضع کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ستانے والے

جس طرح یہ واصل بن عطاء پر ایک غضب کی نگاہ اُٹھی حضرت حسن بصری کی، اور پوری ایک

جماعت قیامت تک کے لئے اسلام دشمن معتزلہ کی تیار ہوگئی۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے بدتمیزی کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ جانے لگا، تو فرمایا کہ **یَخْرُجُ من ضِئْضِئِی ھذا قوم...** ، مارقہ اس کی نسل سے پیدا ہوئے اور ہور ہے ہیں۔ مستقل جماعتیں ہیں ان کی، مارقہ اور خوارج کی۔ یہ سچی خبر کا نتیجہ ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ایذاء دینے والے

ایسے ہی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جس پر غضب کی نگاہ ہوگئی، ایک دفعہ اسٹرائک (strike) ہوئی، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے، اور ناظم صاحب نے، اساتذہ نے منتیں کیں، سمجھایا۔

جب طلبہ اساتذہ کے سمجھانے سے باز نہیں آئے، تو حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نے بلوایا۔ اور حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان، ماشاء اللہ، پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ مگر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تشریف لے گئے کہ بھائی، میں درس گاہ میں پہنچتا ہوں، طلبہ میں سے جو آنا چاہے۔ تو تین طالبِ علم تھے، انہوں نے سیڑھی پر راستہ روک لیا حضرت کا۔

جب اللہ تعالی کسی سے توفیق سلب کر لیتے ہیں تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ تو حضرت نے اس وقت تو کچھ نہیں فرمایا، پھر بعد میں حالات درست ہوئے، تو وہ طلبہ نکل گئے، یا نکال دئے گئے۔

ہمارے سامنے ان میں سے ایک کے چچا کا خط آیا کہ حضرت! وہ آپ کے یہاں سے باغی بن کر جو نکلا تھا، ہمارے خاندان کو اس کا بڑا رنج اور افسوس تھا، اور وہ گذشتہ کل فلاں تالاب میں اس طرح ڈوب کر مرا۔ وہ تین تھے، دوسرے کا بھی اسی طرح کوئی حال تھا۔

تیسرے کے متعلق اس نے خود خط لکھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو۔ تو چونکہ برسہا برس گذر جاتے ہیں، نام بھی یاد نہیں رہتے، کیا قصہ تھا، وہ قصہ بھی یاد نہیں رہتا، تو اس نے قصہ دہرایا کہ

فلاں موقعہ پر ایسا ہوا تھا، اُن طلبہ کا لیڈر میں تھا۔اور میں نے آپ کو ستایا تھا، اس کے نتیجہ میں ہمارے یہاں کوئی قتل ہوا تھا، اس قتل میں میں بے گناہ تھا، مگر وہ گناہ میرے ذمہ لگایا گیا، اور نچلی کورٹ نے مجھے پھانسی کا حکم سنایا، ہائی کورٹ (high court) میں اپیل (appeal) کی، وہاں پھانسی کا حکم بحال رہا، اپیل کورٹ، سپریم کورٹ (supreme court) میں گئے، وہاں بھی یہ پھانسی کا حکم بحال رہا۔اب میں پھانسی گھر سے کر آپ کو خط لکھ کر معافی کی اپیل کر رہا ہوں کہ میرا وہ جرم، وہ گناہ معاف فرما دیجئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو کلمات اس وقت لکھوائے ہوں گے، اس کے نتیجہ میں پھر اس کا خط آیا کہ حضرت آپ کا گرامی نامہ ملنے کے اتنے دن کے بعد میں نے جو صدرِ ہند سے، ہندوستان کے پریزیڈنٹ کے سامنے جو اپیل رکھی تھی، وہ میری اپیل منظور ہوگئی اور مجھے رہائی مل گئی۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ سے بدتمیزی کی سزا

اور دیکھئے، میں نے کہا کہ سب کے یہاں ایک جیسے واقعات ملتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہو بہو یہی قصہ ہوا تھا۔جیسے واصل بن عطاء، جیسے تلامذہ حضرت کے دارالحدیث کا راستہ روک رہے تھے، اور اس میں اللہ کی شان کہ خود ہمارے گجرات کے دو تین طالب علم تھے۔

اُن میں سے دو کو بچپن میں میں نے خود دیکھا، اور اُس وقت بچپن میں، ہم تو ان قصوں کو اس وقت نہیں جانتے تھے، حفظ کرتے تھے، کہ بزرگ کیا ہوتے ہیں، اُن کی بددعا کیا ہوتی ہے، اور یہ ساری چیزیں ہم نہیں جانتے تھے، مگر اس وقت جو ایک کو پاگل دیکھا، تو لوگ بتاتے تھے کہ ان کو حضرت مدنی سے بدتمیزی کی سزا مل رہی ہے۔اس نے یہ حرکت کی تھی۔اور دوسرے ایک تھے، اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اُن کے افعال ایک جیسے، اُن کی کرامتیں ایک جیسی، اُن کے مجاہدے ایک جیسے ہوتے تھے۔

سوالاکھ طواف کی نذر

سوالاکھ طواف کا مجاہدہ سنئے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں ایک دفعہ طائف کے انار آئے۔ تو وہ طائف کے انار بہت میٹھے، بہت بڑے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولوی حبیب اللہ کو میں بھیجتا، مگر مصیبت یہ ہے کہ وہ سب سے بھاگتے ہیں اور اُن کا ٹھکانا کسی کو معلوم نہیں۔ تو میں نے جلدی سے عرض کیا کہ حضرت، میں پہنچادوں گا۔ تو حضرت نے مجھے دئے، میں لے کر گیا، اور پہنچا کر آیا۔

جب وہاں سے واپس آیا تو حضرت نے تفصیل پوچھی کہ کیا ہوا۔ تو ایک لمبی کہانی ہے، میں مختصر کرتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جب یہاں پہنچے تھے، تو اُس وقت ان کے پاس یہاں رہائش کی کوئی شکل، صورت، قانونی بھی نہیں تھی، اور ظاہری معیشت کے اعتبار سے بھی یہاں قیام کی شکل نہیں تھی۔ تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ الٰہی! میرا یہاں رہنے کا انتظام ہو جائے اور اقامہ مل جائے تو میں سوالاکھ طواف کروں گا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی طبیعت میں عجلت تھی ہر چیز میں، تو جب میں بیان کر رہا تھا، تو یہاں پہنچا تو حضرت نے فرمایا، تو پھر انہوں نے طواف کر لئے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت، اُن کے خدام فرماتے ہیں کہ جیسی نذر مانی اور اس کے ساتھ انہوں نے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر طواف شروع کر دئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رات میں، دن میں، جس وقت جاؤ تو ان کو ہم طواف میں مشغول پاتے تھے۔

خدام فرماتے ہیں کہ اُن کی طرح سے دوڑ کر طواف کرنے والا، مولانا غلام رسول صاحب بتاتے تھے کہ اُن کی طرح سے دوڑ کر طواف کرنے والا ہم نے نہیں دیکھا۔ تو انہوں نے طواف

پورے کر لئے تھے۔ اور اُس کے نتیجہ میں اُس وقت حکومت کی طرف سے اقامہ مل گیا کہ اِن کی یہ نذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی، اور آرڈر (order) اُن کے متعلق آیا کہ اُن کو نہ صرف قیام کی اجازت دی جاتی ہے، بلکہ حکومت سارا قیام کا انتظام کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور پیش کش کی حکومت نے اپنی طرف سے وظیفہ کے لئے بھی کی، مکان کی، رہائش کے انتظام کے لئے بھی کی، مگر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے کوئی چیز نہیں چاہئے، مجھے اسی حرم شریف میں ایک کونہ مل جائے کہ میں یہاں پڑا رہوں۔ چنانچہ یہ جو تہہ خانہ ہے تو اس میں، اس وقت خلوے، کمرے بنے ہوئے تھے، تو ایک کمرہ اُن کو دیا گیا تھا، اس میں وہ مقیم تھے۔

اجابتِ الٰہیہ کا نزول

جیسے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے سوا لاکھ طواف کی نذر مانی، تو ایک بزرگ تھے، انہوں نے مکاشفہ میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اُن کے اعضاء گناہوں سے پاک، صاف، اُجلے، ستھرے، اُن کے کان گناہوں سے پاک، نگاہیں گناہوں سے پاک، زبانیں گناہوں سے پاک، اُن کے دل، دماغ گناہوں سے پاک، تو ہر چیز میں ہمارے گناہ حائل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جو رحمتیں برستی ہیں، ہم اُسے نہیں دیکھ پاتے۔

ایک بزرگ کے قصہ میں میں نے پڑھا کہ وہ فرما رہے تھے کہ یہ بزرگ دوسرے کے متعلق فرما رہے تھے کہ یہ جب ان کے پاس کوئی دعا کے لئے آتا ہے، اور وہ اُن کو دعا دیتے ہیں، تو میں اوپر سے اجابتِ الٰہیہ، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو اجابت اُتر رہی ہے، اس کو میں اُترتا ہوا دیکھتا ہوں۔ تو یہ ملائکہ کا نزول، رحمت کے ملائکہ، عذاب کے ملائکہ، ہم تو نہیں دیکھتے اور یہ حضرات دیکھتے ہیں۔

کئی ہزار قرآن شریف

ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ ابو یحییٰ الناقد دیکھ رہے ہیں کہ ایک حور آسمان کے دروازے پر

کھڑی ہے، تو اُس کو ٹکٹکی باندھ کر جب یہ دیکھنے لگے، تو اس نے کہا کہ مجھے خریدنا چاہتے ہو؟ تو کہنے لگے، کیا قیمت؟ کہا کہ تم کیا قیمت دو گے؟

لکھا ہے اُن کے حالات میں کہ انہوں نے فرمایا کہ بروایتے چار ہزار یا چودہ ہزار قرآن شریف میں تیرے لئے پڑھوں گا۔ اور جیسے اِنہوں نے سوا لاکھ طواف ختم کئے، تو ان بزرگ نے اسی طرح ۴ یا ۱۴ ہزار قرآن شریف جیسے ہی ختم کئے، اور شہرت ہوگئی، وہ مسلسل پڑھتے رہتے تھے، اس سودا کا خدام کو، گھر والوں کو، سب کو پتہ تھا۔

انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے تو سودا کیا ہے، اور میں اس سودے کے وجہ سے، اُس کے قیمت ادا کرنے کے لئے اس کو میں پڑھ رہا ہوں، تو وہ گنتے رہتے تھے۔ جیسے ہی چودہ ہزار قران شریف ختم ہوئے، اور جیسے والناس پر پہنچے ہیں، تو کہتے ہیں وہ اُن کی نگاہ اوپر اُٹھی اور وہاں سے حور کی آواز آئی۔ یہ ابو یحییٰ الناقد امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد ہیں۔

میں نے وہ نداء کے واقعات سنائے تھے کہ دیکھو، یہ بزرگ ہیں ان کو بھی آسمان سے ندا آرہی ہے، ان بزرگوں کے یہاں کا سارا مجمع سنتا تھا، وہ خود سنتے تھے، آسمان سے آواز آرہی ہے۔ میں نے کہا اب جو خیرات اور انعامات اوپر سے جو اُترتے تھے، موقوف ہوگئے، اُن میں سے یہ ندا کبھی آپ نے قریب میں نہیں سنی ہوگی۔ کچھ خوشبو کے واقعات اور قبر کی مٹی سے خوشبو آرہی ہے، اس طرح کے واقعات تو سنے اور دیکھے جارہے ہیں۔ تو یہ ندا آئی اور تمام حاضرین، جو حضرت کی خدمت میں موجود ہیں، سب سن رہے ہیں کہ وہ حور کہہ رہی ہے کہ **ھا انا لک**، وہ حور کی آواز، اوپر سے آئی، اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کرگئی۔

یہ مبارک ساعتیں ہیں، اس میں حق تعالیٰ شانہ سے مانگنا چاہئے۔ تھوڑا وقت رہ گیا، چند گھڑیاں رہ گئیں۔ ہم نے تو اتنا مبارک مہینہ بھی اپنے دنیوی مشاغل میں، گناہوں میں گزار دیا، اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے۔ جو کمانے والے ہیں، وہ کماتے ہیں اور وہ کس طرح کماتے ہیں، تو یہ بزرگوں کے حالات میں آپ نے سنا۔ اللہ تعالیٰ اُن کا اتباع ہمیں نصیب فرمائے۔

۴۔ حضرت خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۷ صفر ۱۷۰ھ یا ۱۷۶ھ یا ۱۷۷ھ یا ۱۷۸ھ یا ۱۸۶ھ

مدفن: بصرہ

حضرت خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی فضیل بن عیاض کی طرح سے ان کی ابتدائی زندگی کوئی بری بھی نہیں تھی، لیکن کوئی زیادہ سروکار بھی نہیں تھا ان روحانی لائنوں سے۔ عام زندگی بسر کرتے تھے، نیک تھے، مگر اللہ تبارک وتعالی جب اپنا قرب کسی کو عطا فرمانا چاہتے ہیں، تو کوئی نہ کوئی سبب بن جاتا ہے جس طرح کہ انہوں نے، فضیل بن عیاض نے سیڑھی لگائی اور اوپر سے آسمان سے آواز سنی اور کایا پلٹ گئی۔

ایسے ہی خواجہ عبدالواحد کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پاس غلام باندیاں تھیں، تو ایک غلام جو ان کے پاس تھا، اس نے ان کے ساتھ شرط کر رکھی تھی کہ میرے آقا! کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ مجھے آپ رات کو چھٹی دے دیا کریں، دن کو تو میں آپ کی جو خدمت ہے، میں بجالاؤں گا، لیکن رات ہونے سے پہلے پہلے میں آپ کے پاس سے، یہاں سے چلا جاؤں، اور آپ جو مجھے رات جانے کی چھٹی اور اجازت دیں گے، اس کے بدلہ میں میں آپ کو ایک دینار پیش کر دیا کروں گا۔

خواجہ عبدالواحد نے سوچا کہ ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ وہ اپنے غلاموں سے محنت مزدوری کرواتے تھے، وہ کما کر اپنے مالکوں کو پیش کرتے تھے، تو وہ ایک دینار روز لاتا رہتا تھا۔

مجازی آقا کا دینار بھی تو دے دے

ایک دفعہ کسی نے خواجہ عبدالواحد سے عرض کیا کہ حضرت! یہ اتنے عرصہ سے روز آپ کے پاس ایک دینار لے آتا ہے، آپ نے کبھی یہ سوچا کہ یہ کہاں سے لاتا ہوگا؟ اور ایک دینار ایک غلام کس طرح کما سکتا ہے، روز روز ایک دینار۔ تو کسی کو شبہ ہوا ہوگا، تو انہوں نے ان کے مالک

خواجہ عبدالواحد سے یہ عرض کر دیا، اپنا خیال، اپنا تصور۔ تو ان کو بھی خیال ہوا کہ واقعی اس کی تحقیق تو ہونی چاہئے۔

ایک دن اپنے معمول کے مطابق شام کو اپنا کام ختم کر کے جیسے وہ غلام جانے لگا، تو خواجہ عبد الواحد ان کے پیچھے پیچھے، گھر سے نکل کر جیسے جیسے وہ چل رہا ہے، آپ بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ اب رات ہوگئی ہے اور وہ ایک قبرستان میں پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے نماز کی نیت باندھی اور نماز پڑھتا جا رہا ہے، پڑھتا جا رہا ہے، ساری رات اس نے نماز میں کھڑے کھڑے گزار دی، ساری رات نماز پڑھتا رہا۔ جب اپنی عبادت سے فارغ ہوا، سحر کے وقت، صبح صادق کے وقت، اس نے ہاتھ اٹھائے، غلام نے اور دعا شروع کی، اپنی جو دعائیں مانگنی تھیں، مانگنے کے بعد پھر وہ کہتا ہے الٰہی! اے میرے حقیقی آقا! میرے مجازی آقا کا دینار بھی تو دے دے۔ اللہ میاں سے مانگتا ہے، اپنے مجازی آقا خواجہ عبدالواحد کو دینے کے لئے دینار۔ میرے حقیقی آقا! میں تجھ سے میرے مجازی آقا کے لئے دینار کا طلبگار ہوں، اس کے لئے دینار دے دے۔

کہتے ہیں جیسے ہی اس کے کلمات ابھی ختم نہیں ہوئے کہ اس کے ہاتھ میں وہ دینار آ گیا اور وہ وہاں سے چل پڑا۔

خواجہ عبدالواحد فرماتے ہیں ایں کہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب؟ یا الٰہی! یہ جو سارا قصہ میں شروع رات سے لے کر آخر رات تک دیکھ رہا ہوں، یہ کوئی بیداری میں سچ مچ دیکھ رہا ہوں، یا کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ حیران ہیں، پریشان، اور توبہ کر رہے ہیں کہ یا اللہ! میں نے اس انسان کو کیا سمجھ رکھا تھا۔ میں تو اس ٹوہ میں اس کے پیچھے چلا تھا کہ کہاں سے چوری کر کے وہ ایک دینار لاتا ہے اور یہ تو براہِ راست، بلا کسی واسطہ کے، آسمان سے گرتا ہے۔

اب انتظار میں کہ سورج نکلے اور میں یہاں سے اپنے گھر واپس جاؤں۔ نکلے، تو غلام تو نکل

کر جا چکا تھا۔ اب یہ قبرستان کے دروازہ سے جیسے ہی باہر نکلے، تو دیکھتے ہیں کہ یہ تو کوئی اجنبی جگہ ہے، یہ کونسا علاقہ، میں کہاں آ گیا؟ اب کسی سے پوچھتے ہیں، جہاں خواجہ عبدالواحد کو اپنے گھر، اپنی بستی میں جانا تھا، اس کا نام لیتے ہیں کہ فلاں جگہ مجھے جانا ہے، تو لوگ ہنسنے لگے۔ وہ تو یہاں سے بہت دور ہے۔ پوچھا، کتنے دور ہے؟ کہا کہ ہمیں پتہ بھی نہیں کتنے دور ہے، وہ تو کسی دوسرے ملک میں ہے۔

اب یہ پریشان ہو گئے۔ افسوس کر رہے ہیں کہ یا الٰہی! میں اب کیا کروں؟ اتنے میں ایک سامنے سے دیکھا کہ کوئی تیز رفتار گھوڑے پر آتا نظر آیا، تیز گھوڑے پر سوار کوئی آ رہا ہے۔ اس سوار سے پوچھتے ہیں، وہ سوار سلام کرتا ہے، ان سے پوچھتے ہیں کہ مجھے فلاں جگہ جانا ہے، تو وہ بھی ہنسنے لگا۔ کہنے لگا کہ آپ کو پتہ ہے کہ وہ کتنا دور ہے؟ کہا کہ آپ نے ابھی دیکھا میرا گھوڑا کتنا تیز ڈور رہا تھا؟ کہا، ہاں دیکھا۔ اتنی تیز رفتاری کے ساتھ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جائیں، تو آپ کے مقام تک پہنچنے میں دو سال لگیں گے۔

پھر دیکھا کہ یہ خواجہ عبدالواحد بہت پریشان ہیں، تو وہ کہنے لگا کہ اب آپ ایسا کیجئے اُس غلام کی تلاش ہے آپ کو، تو یہیں ٹھہرے رہئے، آج دن یہیں گزاریئے، گذشتہ رات کی طرح سے وہ وقت ہوگا، اس وقت وہ غلام یہیں آئے گا، تو اسی کے ساتھ آپ جا سکتے ہیں، اکیلے نہیں جا سکتے۔

خواجہ عبدالواحد کہتے ہیں کہ میں نے سارا دن وہاں گزارا، اور رات ہوئی، وہ غلام اسی طرح آیا۔ اسی طرح کہتے ہیں میری تو ہمت نہیں ہوئی کہ میں اس سے جا کر ملوں۔ وہ آتے ہی اللہ اکبر! کہہ کر اپنی نماز میں مشغول ہو گیا۔

''ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے''

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ بابِ عمر پر مصروف رہتے تھے، تو وہاں ایک بزرگ حضرت کی صف میں ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، وہ کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تشریف لائے تھے اور فرمایا

کہ یہ حضرت شیخ نہ کسی سے کلام، نہ گفتگو، نہ بات، یا صلوۃ وسلام پیش کر رہے ہیں اور اس سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر! کہہ کر نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے۔''

اسی طرح یہ غلام بھی آتے ہی فوراً اللہ اکبر! ساری رات نماز میں مصروف رہا۔ اسی طرح اس نے آخری کلمات کہے کہ الٰہی! میرے حقیقی مولیٰ! میرے مجازی مولیٰ کے لئے اس کا دینار دے دے۔ دینار آ گیا۔

کہتے ہیں کہ وہ جب وہ فارغ ہو کر چلنے لگا، تو پیچھے مڑ کر جب مجھے دیکھا، تو دونوں دینار میرے حوالے کئے۔ رات ہی جب قصہ ہوا، تو اسی وقت میں نے دل میں نیت کر لی تھی کہ اب میں اس کا آقا کیسے رہ سکتا ہوں؟ یہ میرا آقا ہے، یہ میرا غلام کیسے رہ سکتا ہے؟ دو دینار اس نے میرے حوالے کئے اور ساتھ ہی کہنے لگا کہ اب آپ نے تو مجھے چھوڑنے کی نیت کر رکھی ہے، مجھے آزاد کرنے کا آپ نے تہیہ کر لیا ہے، تو اس کے بدلہ میں نیچے سے کنکر اٹھائے اور چند پتھر مجھے دئے۔

''فَاحۡثُوا فِی اَفۡوَاهِهِم التُّرَاب''

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے ایک خلیفہ مغرب کی نماز کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، تو عرض کرنے لگے حضرت کچھ عرض کر سکتا ہوں؟

حضرت نے سوچا کہ کچھ کہنا چاہتے ہوں گے، تو حضرت نے فرمایا کہ فرمایئے۔ تو ایک لمبا سانس لیا، پھر وہ اشعار شروع کئے، جیسے عتیقی صاحب جنہوں نے کل جمعہ پڑھایا، میں نے بتایا کہ انہوں نے بیس سال پہلے لمبا قصیدہ لکھ کر دیا تھا، حضرت یوسف ہمارے باکمال۔۔ وہ قصہ میں نے ان کو یاد دلایا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ نے حضرت شیخ کے متعلق جو اشعار بنا کر رکھے تھے، وہ شروع کیے۔ جیسے ہی شروع کیے، حضرت نے فرمایا حافظ جی! مٹی اٹھا! وہاں تو حضرت کے یہاں فرش نیچے اینٹوں کا ہے، جس طرح کہ ہمارے یہاں اس عمارت سے آپ باہر نکلیں گے، فوارہ کے آس پاس جس طرح اینٹیں بچھائی ہوئی ہیں، اس طرح اینٹیں بچھی ہوئی ہیں۔

حضرت نے دوسری دفعہ فرمایا حافظ جی! جلدی اٹھا۔ اور حافظ جی نے ادھر اُدھر سے غبار مٹی اکٹھی کر کے دی۔ حضرت نے تھوڑی سی مٹی حضرت کے ہاتھ میں لی، پھر ان کے منہ پر ماردی۔ فرمایا کہ حدیث میں ہمیں یہ ہی حکم ہے کہ **فَاحْثُوْا فِی اَفْوَاھِھِم التُّرَاب**، کہ جو تعریف کرے سامنے منہ پر، ان کے منہ پر مٹی مارو۔

غلام نے نیچے سے کنکر اٹھائے، فرمایا کہ آپ مجھے آزاد کر رہے ہیں، تو یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ یہ لے کر غلام کے پیچھے پیچھے ساتھ ساتھ چلے، اتنے میں تو دیکھا کہ ان کا محلّہ آ گیا چند منٹ میں، جس طرح کہ رات پہنچے تھے اور وہاں آ کر اپنا ہاتھ کھولتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ اوہو ہو! یہ تو ہیرے جواہرات ہیں۔ دنیا میں کوئی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا، ایسے قیمتی ہیرے جواہرات ہیں۔

چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا ہمیں اتباع نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی عظیم الشان ہستیاں عطا فرمائی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان کے مقام مرتبہ کا ہم تصور نہیں کر سکتے، نہ ان کے تقدس کا، نہ ان کے مجاہدوں کا، نہ ان کی عبادت کا۔ اب پھر کہتے ہیں کہ خواجہ عبد الواحد شروع زندگی تو کوئی زیادہ علمی نہیں تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اتنا نوازا کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

آج حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پڑھی جا رہی تھی عصر کے بعد کہ چالیس تابعین کے

متعلق متواتر روایات ہیں کہ انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔اور یہ متواتر کیسے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ساری عمر کا یہ معمول، ساری عمر کا، کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز۔تو اب اتنے بڑے بڑے ائمہ، تو جب ساری رات عبادت اور سارا دن درس و تدریس، تو کھانا کب کھاتے ہوں گے؟ اور یہ جو انہوں نے دستورِ عمل انسانیت کو بنا کر کے دیا، شافعی مذہب، حنفی مذہب، یہ کب بنایا ہوگا، کیسے بنایا ہوگا؟

وقت ربڑ کی طرح

اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ غلام دو منٹ میں ان کو دو سال کی مسافت پر لے گیا، تو اس طرح یہ وقت بھی ربڑ کی طرح ہے۔ہمارے لئے بے برکتی، نحوست رہتی ہے، بھاگتے ہیں، دوڑتے ہیں، کام ختم ہی نہیں ہوتا اور ان کے کام میں اتنی برکت کہ وہ پانچ پانچ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، رات دن میں۔تو یہ خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نوازا کہ چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی دائمی معمول رہا۔

عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خادم یہاں اندلس، اسپین سے جاتے ہیں، عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی۔آپ کے پڑوس سے، اسپین سے، اندلس سے۔وہاں جا کر دیکھا کہ اوہو ہو! ہزاروں کا مجمع ہے، وہاں تو جو خلفاء ہیں اور ان کے شاہزادے ان کی رسائی نہیں ہوسکتی امام مالک تک۔

کسی طرح پہنچے اور پھر عرض کیا کہ حضرت! میں تو بہت دور سے آیا ہوں، وہاں تو کچھ بھی نہیں ہمارے یہاں، اسپین سے آیا ہوں، اندلس سے، تو میرے لئے اگر کوئی رعایت ہو جائے کہ میں

کچھ حاصل کر کے جاؤں، وہاں دین کی خدمت کرسکوں۔

حضرت نے چوبیس گھنٹے میں سے فرمایا کہ میں رات کی عبادت سے جب فارغ ہوتا ہوں، اس وقت سے لے کر فجر کے فرض کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، اس میں میرے پاس آیا کرو۔

عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میرے تو مزے ہو گئے۔ میں اپنا بستر ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر لگا کر وہاں پڑا رہتا تھا، ساری رات وہ اپنے گھر میں اندر مصروف رہتے تھے اور میں چوکھٹ پر مصروف رہتا۔ ساری رات میں بھی جاگتا تھا۔ کہتے ہیں سترہ برس گزارے۔

اپنا ایک واقعہ وہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ عجیب قصہ ہو گیا کہ میں چوکھٹ پر پڑا ہوا ہوتا تھا۔ جیسے ہی دروازہ کھلتا کہ میں اندر داخل ہو جاتا، اور جتنی احادیث اتنی دیر میں وہ بیان فرماتے، میں یاد کر لیتا۔

ایک دفعہ کہتے ہیں کہ میری طبیعت اتنی بوجھل تھی اور اتنا میں تھکا ہوا تھا اور گہری نیند تھی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ کھلا، انہوں نے مجھے دیکھا بھی ہوگا، انتظار بھی کیا ہوگا، میرے پاس سے چوکھٹ سے، میرے بستر کے اوپر سے گزر کر گئے بھی ہوں گے، کہتے ہیں مجھے کچھ پتہ نہیں چلا۔

میری آنکھ اس وقت کھلی جب آپ کی ایک باندی نے مجھے ٹھوکر ماری، پیر سے مجھے کِک مار کر مجھے جگایا کہ ارے تو، تجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ امام مالک تو یہاں سے نکل کر تشریف لے گئے اور پڑا سوتا رہتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ تجھے معلوم ہے؟ اس نے بتایا کہ پچاس برس امام مالک کو اسی طرح گزر گئے کہ عشاء کے وضو سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھی، اور تو پڑا یہاں سوتا رہتا ہے۔ اس نے جگایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے قرب کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد، عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی، جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر، دروازہ کے باہر سترہ برس تک پڑے رہے، اور باندی نے اُن کو ٹھوکر مار کر، کِک (kick) مار کر جگایا تھا، کہ تم تو سوئے پڑے ہو، اور تمہارے پاس سے اُوپر سے گزر کر کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے بھی تشریف لے گئے اور تم سوئے پڑے ہو۔ اور ان کو، امام مالک کو پچاس برس ہو رہے ہیں کہ رات کو کبھی سوئے نہیں، عشاء کے وضو سے اِنہوں نے فجر کی نماز پڑھی ہے۔

الاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ

یہی ابن القاسم مالکی سترہ برس پڑے رہے۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک عجیب قصہ ہوا، میں وہیں پڑا رہتا تھا، ایک سال حج کے بعد مدینہ طیبہ قافلے آنے شروع ہوئے۔ مصریوں کا قافلہ جب پہنچا، وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سلام مصافحہ کر رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرا نام لے کر، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خدام سے پوچھ رہا ہے کہ ابن القاسم کون ہیں؟ میں نے آواز سنی، تو میں نے جواب دیا کہ میں ہوں ابن القاسم۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے التثام کیا ہوا تھا، منہ لپیٹ رکھا تھا، صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں، پورے چہرے اور سر پر رومال لپیٹا ہوا تھا۔ **کان مُلْتَثِمًا،** میں نے ان سے کہا کہ بھئی، ذرا پردہ تو ہٹاؤ، میرا نام لے کر تم پوچھتے ہو۔ کہتے ہیں جیسے ہی اس نے اپنا چہرہ کھولا، تو آنکھیں چار ہوئیں اُن کی اور میری، تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان سترہ برس کا ہے۔

کہتے ہیں کہ **الارواح جنود مجندة** کی طرح سے دیکھ کر کے، میرے دل نے یہ کہا کہ او ہو! یہ تو میری بیوی کو حالتِ حمل میں چھوڑ کر آیا تھا، تو یہ میرا بیٹا ہے۔ اس زمانہ میں فون کہاں تھے؟ ڈاک کہاں تھی؟ تو بیٹا سترہ برس کا ہو گیا، اور جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچتا ہے، تب اس سے ملاقات ہوتی ہے۔

حضرت ہشام ابن عمار

ایک بزرگ ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، حضرت ہشام ابن عمار، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میرے والدین بہت غریب تھے، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا! ساری دنیا پڑھ رہی ہے، تم جوان ہوگئے، ضروری علم تو یہاں مل گیا، مگر تمہیں بزرگوں کے پاس سفر کر کے جانا چاہیئے، اور ہم آپ کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے ہمارے رہنے کا جو گھر تھا وہ بیچ دیا۔

جیسے روز قصے سنتے رہتے ہیں پاکستان کے، ہندوستان کے، کہ روزی کمانے کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجنے کے لئے بیچارے اپنی زمینیں، جائیداد بیچ کر بھیجتے ہیں، پھر پتہ چلتا ہے کہ ایجنٹ کوئی دھوکہ باز تھا۔ نسلوں کی پونجی ختم ہو جاتی ہے۔

ان کے ابّا نے، ہشام ابن عمار کے ابّا نے بھی اپنا گھر بیچ دیا اور فرمایا کہ بیٹا! تم ایسا کرو کہ یہ مکان کی قیمت ہے۔ تم جاؤ حج پر، سفر کرو، حج بھی ہو جائے گا تمہارا اور وہاں تم اپنی علمی لائن شروع کرو۔ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے پہنچا، میں نے حج کیا، اور حج سے فارغ ہو کر کے میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

میں ابھی نوعمر تھا، بچہ تھا، میں مدینہ طیبہ پہنچا۔ امام ملک رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ کیا، جب ان کے درِ دولت پر حاضر ہوا، تو میں دیکھتا ہوں کہ شاہانہ ٹھاٹھ ہے، پہرہ دار کھڑے ہوئے ہیں، خدام با ادب کھڑے ہوئے ہیں، ایک مکمل انتظام ہے۔ جیسے جیسے جن کو بلایا جاتا ہے، وہ حاضر ہوتے ہیں، اُن کا مدعیٰ، اُن کی طلب، درخواست سنی جاتی ہے۔ کسی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دعا دے رہے ہیں، کسی کو احادیث سنا رہے ہیں۔

کہتے ہیں میں بھی کھڑا ہوگیا، اب اتنے بڑے بڑے محدثین کے زمرہ میں اور حکام اور سلاطین کے شہزادے، وہاں اُن کی کوئی پوچھ نہیں تھی، تو مجھے کون پوچھتا؟

کہتے ہیں کہ میں منت کرتا رہا، جب اخیر میں سب مہمانوں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوگئے، تو میں نے مزید اصرار کیا۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی جانے دو، تو خدام نے مجھے جانے کی اجازت دی۔ میں امام مالک رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہنچا، میں نے سلام عرض کیا، کہتے ہیں کہ ان کی ہیبت اور ان کا رعب اور جلال اس قدر تھا کہ کہتے ہیں کہ میرے تو اوسان خطا ہورہے تھے، میں بچہ نو وارد اور یہ ٹھاٹھ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ترکہ

اس دن میں نے عرض کیا تھا کہ ہمیں تو اپنے بناؤ سنگار، دستار، جبہ سے فرصت نہیں ہوتی، تو جو اس کے شوقین ہوتے ہیں، ان کے پاس بھی ان کے دلائل ہیں۔ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت قیمتی لباس پہنتے تھے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نہایت قیمتی لباس پہنتے تھے۔ اور لباس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کتنی وسعت کہ جب امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے، اور آپ نے ترکہ چھوڑا ہے، تو جو کپڑے آپ کے استعمال میں تھے، وہ چھوڑے ہیں، تو ایک سو عمامے چھوڑے تھے، کتنے عمامے؟ ایک سو۔ اب کتنی نزاکت ہوگی۔

اور آگے سنئے، جوتوں کے متعلق آپ کیا اندازہ لگائیں گے؟ کتنے چھوڑے ہوں گے جب عمامے سو تھے۔ فرماتے ہیں کہ پانچ سو جوڑی جوتے چھوڑے ہیں۔ خود مالکیہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے، اور وہ بھی نہایت معتبر کتاب ہے، قاضی عیاض مالکی کی ترتیب المدارک، تو میں نے کہا کہ بالکل سچ ہے یہ۔ ایک ذرہ برابر بھی، کوئی اس میں رتی برابر بھی، گننے میں بھی اُن کو کوئی غلطی نہیں ہوئی ہوگی۔

ہمارے بیرسٹر صاحب مرحوم

اس لئے کہ ہمارے بیرسٹر (barrister) صاحب مرحوم، بہت سوں نے اُن کو دیکھا ہوگا، جس طرح وہ بالکل سمارٹ (smart) رہتے تھے، ہر وقت سوٹ، ٹائی (tie،suit)، ایک قسم کا، وہ جوان کی خاص قسم کی اُونی ٹوپی انگریز پہنتے ہیں، تو وہ بھی اسی سوٹ سے جو ملتی ہوتی تھی، ٹوپی بھی، ٹائی بھی ایک جیسی، جوتے بھی جو کپڑوں سے میل کھاتے ہوں۔

اُن کا جب انتقال ہوگیا، تو میں نے ان کے متعلق مصلیوں کے مجمع سے کہا کہ بیرسٹر صاحب، ان کی ظاہری شکل وصورت، وضع قطع الگ تھی، جس طرح اولیاء اللہ کھانا، پینا، لباس چھوڑ کر اپنے آپ کو اس طرح فنا کر دیتے ہیں کہ کوئی سمجھے کہ یہ تو راستہ چلتا کوئی فقیر، سائل، مانگنے والا ہوگا، تو جس طرح اُنہوں نے اپنے آپ کو ترک کر کے فنا کیا تھا، تو بیرسٹر صاحب نے اپنے اسمارٹ رہنے میں اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا۔

اور کتنے بڑے بیرسٹر؟ کہ ایک دفعہ نام آیا کہ جو یہاں کی اپیل کورٹ ہوتی ہے، اس میں فلاں نام۔ تو فوراً کہنے لگے کہ ان کے ساتھ میرا اتنی دفعہ مقدمات میں مقابلہ ہوا ہے، وہاں Pretoria کی کورٹ میں۔ واقعی اُن کا یہی حال ساری زندگی رہا۔ زبردست ماہرِ قانون بیرسٹر تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے قبرستان میں جنازہ پر کہا کہ اُنہیں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی اور اُس کا پتہ تب چلتا تھا کہ جب وہ موازنہ کرتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب میں فلاں جگہ اس طرح لکھتے ہیں۔ یہی مضمون امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے۔

کہتے ہیں میں حیران ہوں کہ صدیاں بیچ میں ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ میں

کتنا فرق؟ کتنا فاصلہ؟ صدیوں کا، لیکن وہ مٹیر یل بھی وہی، اُن ہی کے یہ الفاظ ہیں، کہ مٹیر یل بھی ایک ہی، اور کہتے ہیں زبان ایک جیسی، اوراس میں جوتا ثیراور چاشنی وہ بھی بالکل ایک جیسی، کہتے ہیں اس پر میں حیران ہوں۔تو کتنے غور سے انہوں نے ان سب کو دیکھا ہوگا، پڑھا ہوگا۔

بیرسٹر صاحب کا مکان

ہم ان سے بار بار کہتے تھے کہ آپ تنہائی میں بیمار بھی رہتے ہوں گے، ضرورت بھی رہتی ہوگی، کبھی بتاتے نہیں تھے وہ کہاں رہتے تھے، گھر پر کبھی نہیں لے گئے۔ ہم جب بلاتے تھے، گاڑی بھیجتے، آجاتے تھے۔اور کہتے تھے میرے یہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں۔تو ہم سمجھتے تھے کہ پتہ نہیں کیوں؟ گھر مکان بتاتے نہیں۔

لیکن جب اُن کا انتقال ہوا، اور اُن کے گھر کو دیکھا، تو میرے ابا جان مجھے یاد آ گئے، کہ جو سولہ برس تک ایک گھر میں محبوس رہے، اس گھر کا جو حال تھا، بالکل وہی حال بیرسٹر صاحب کے مکان کا تھا۔آپ اس میں دومنٹ کے لئے کھڑے نہیں ہوسکتے، صفائی وغیرہ کا سوال نہیں، آپ قدم کہاں رکھیں، اس کو دس دفعہ سوچنا پڑے گا۔

بچے جو کھیلتے ہیں ان کی گڑیا کے لئے جو چیر کرسی ہوتی ہے، بچوں کی گڑیا کی پلیسٹک کی، تو وہ چیر اُن کے بیٹھنے کی تھی، ایک لمبی اُن کی کہانی ہے، بڑی زبردست۔اس طرح انہوں نے اپنے کو فنا کر رکھا تھا۔

ایک ایک چیز میں نے مولانا عبدالرحیم صاحب کو بتائی۔میں نے کہا دیکھئے، ان کی ڈاڑھی نہیں تھی، تو اُن کو روزشیو (shave) کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہوگی، تو یہ حمام کا حال دیکھئے۔حمام میں آپ کھڑے نہیں ہوسکتے، آپ کو کہا جائے دیکھنے کے لئے، تو آپ ذرا سا دور سے دیکھ کر کے مڑ جائیں گے۔حالانکہ دولت کا یہ حال تھا کہ ہرقدم پر وہ پیپر (paper) پڑے ہوئے تھے کہ آپ کے شیرز (shares) کے اتنے پیسے، یہ اس کا چیک (cheque) ہے،

جہاں کہیں دیکھو، پیپرز، چیکس بکھرے پڑے تھے، میرے خیال میں ہزاروں پاونڈ ہوں گے۔

خیر، میں تو ہمارے اکابر کے حالات بیان کررہا ہوں، تو بیرسٹر صاحب کے متعلق سنایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے کہ حضرتِ امامِ مالک رحمۃ اللہ کے ایک سو عمامے، پانچ سو جوتے، تو بیرسٹر صاحب کے سوٹ کئی سو تھے، ایک ایک سوٹ بڑا قیمتی ۔ وہ مجھے تو نہیں معلوم تھا، مگر جو ساتھی دیکھتے تھے، کہنے لگے کہ یہ تو کم ازکم، یہ ہزار پاونڈ سے کم کا نہیں ہے، یہ دو ہزار پاونڈ سے کم کا نہیں ہے۔اس کے کمپنی کے نام وغیرہ دیکھ کر کے اندازہ لگاتے تھے، اور اُن کی ٹائی، وہ سینکڑوں کی تعداد میں تھیں، اور اونی ٹوپیاں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں، اور اُس میں سے کم ازکم، دوسو سوٹ اور کوئی ڈھائی سو جوڑی جوتے اُن کے ہم نے گاؤں بھیجے، اور جو بہت زیادہ ہیوی (heavy) قسم کے تھے، وہ یہاں چھوڑ دیئے۔

اب کتنے شوقین کسی زمانہ میں رہے ہوں گے کہ جب یہ چیزیں، ڈھائی سو جوڑی جوتیاں بیرسٹر صاحب نے چھوڑی۔امام مالک رحمۃ اللہ نے پانچ سو جوڑی جوتے چھوڑے۔

زِدْنِی مِنَ الضَّرْبِ

یہ ہشام ابن عمار فرماتے ہیں کہ جب میں پہنچا، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رعب اور جلال دیکھا اور وہ بچہ سمجھ کر مجھے ویسے بھی جانے نہیں دے رہے تھے اور مشکل سے میں پہنچا اور جب نظریں چار ہوئی، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ، کیا مدعی؟

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جس طرح مسائل پوچھتے ہیں، تو میں نے دو چار مسئلے گنوا دیئے، مثلاً وضو کا کیا حکم ہے، فلاں نماز کا کیا؟ چند مسئلے گنوا دیئے۔تو اب وہ سب بڑے بڑے محدثین، وہ مسکرا رہے ہیں کہ بیچارا کوئی نو وارد حاجی لڑکا پھنس گیا ہے۔پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جلدی جلدی جواب دے دیا۔پھر اخیر میں جب انہوں نے پوچھا کہ اچھا اور؟ میں نے کہا اور کوئی سوال تو نہیں ہے، مگر مجھے حدیث سنایئے۔

حدیث میں دونوں طریقے ہیں کہ شاگرد پڑھتا ہے، استاذ سن کر اجازت دیتا ہے۔ کبھی استاذ پڑھتے ہیں اور شاگرد سن کر اجازت لیتے ہیں۔ تو انہوں نے جب یہ عرض کیا کہ مجھے حدیث سنایئے، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا، تم شروع کرو پڑھنا۔ تو اب میں تو کوئی زیادہ پڑھا ہوا بھی نہیں تھا اور جو کچھ پڑھا تھا، وہ بھی اس مجمع کی وجہ سے اور اس ہیئت کی وجہ سے میرے اوسان خطا ہو رہے تھے، تو میں نے کہا حَدِّثْنِی انت ۔ اب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کون یہ حکم دے سکتا ہے کہ آپ حدیث پڑھیں، میں سنوں۔

کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے از راہِ شفقت پھر ایک دفعہ مزید فرمایا کہ نہیں، آپ پڑھو! تو میں نے اور جب زیادہ زور سے پھر دوبارہ دہرایا کہ حدثنی انت کہ آپ مجھے حدیث سنایئے، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اپنے غلام سے کہ اَمْسِکْہ اس کو پکڑ کر لے جاؤ اور ادِّبْہُ بِدُرَّۃِ الْمُعَلِّمِیْن، کہتے ہیں کہ اس کی ذرا تأدیب کرو اور اس کو ادب سکھاؤ، لیکن وہ معلمین والے انداز سے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو شفقت سے فرمایا تھا کہ معلمین جس طرح مارتے نہیں ہیں، شور زیادہ کرتے ہیں اس طرح ان کی تادیب کرو۔

کہتے ہیں مجھے وہاں لے جا کر جیسے ہی انہوں نے مجھے پکڑا، تو میں چلّانے لگا، زور زور سے چلّا رہا ہوں، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ترس آ گیا۔ فرمایا کہ لاؤ بھئی اس کو۔ ارے بھئی، کیا ہوا؟ اب یہ کہتے ہیں مجھے مارا اور میں لا اَجْعَلُکَ فی حِلّ، میں آپ کو معاف نہیں کروں گا۔ اب وہ کیا پھنسا ہوا تھا، اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پھنسا دیا۔

اب جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا کہ اس نے تو دعوی کر دیا کہ میری تأدیب کی گئی، مجھے مارا گیا اور میں معاف نہیں کروں گا، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر اس کا کیا کفارہ؟ بتاؤ، ہر چیز کا ہو سکتا ہے کفارہ۔ اس نے کہا جتنی مجھے مار پڑی ہے، اتنی حدیثیں سناؤ۔ پوچھا کتنی؟ تو انہوں نے کہا جیسا کہ روایت میں لکھا ہے کہ بیس یا تیس روایت کا مطالبہ کر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے چلے گئے، ایک، دو۔۔۔ جب پوری ہوئی، تو اس کے بعد

ارشاد فرمایا بس، اب تو معاف کر دیا تم نے؟ تو اب یہ کیا فرماتے ہیں نو وارد ہشام ابن عمار امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اور مجمع سے کہ زِدْنِی مِنَ الضَّرْب، فرماتے ہیں کہ مجھے اور ذرا پٹوایئے تاکہ میں اور حدیثیں آپ سے سن سکوں۔

اللہ تعالی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کتنا نوازا تھا اور یہ اللہ کے بندوں نے کس طرح علم حاصل کیا، کہاں کہاں سے دور دور سے سفر کر کے آتے تھے۔ ابا جان نے مکان بیچا اور بھیجا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور اللہ تعالی نے اس تأدیب کی برکت سے اور یہ جو بسم اللہ ہوئی اس کی برکت سے کہاں تک پہنچایا؟ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں یہ ہشام بن عمار۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ استاذ بنے۔

ابن فروخ قیروانی

ایک ہیں ابن فروخ قیروانی۔ قیروان افریقہ کا بڑا زبردست عظیم الشان، ایک تہذیب وتمدن کا مرکز رہا ہے، تو وہاں کے تھے ابن فروخ۔ وہ سفر کر کے عراق پہنچے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی پہنچے، سلیمان الاعمش کی خدمت میں بھی پہنچے۔

جب حضرت سلیمان الاعمش کے یہاں حاضر ہوئے حدیث سننے کے لئے، تو ان کو بتایا گیا کہ یہاں تو استاذ اپنے شاگردوں سے ناراض ہو گئے ہیں اور انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اب سے سبق بند۔ تمام اسباق اور سب کچھ بند ہے۔ حضرت اعمش کسی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے۔

ابن فروخ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سوں کے سامنے اپنا رونا رویا کہ میں بہت دور سے افریقہ سے یہاں آیا ہوں حدیث سننے کے لئے۔ اب میں کیا کروں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ سب پڑے ہوئے ہیں، یہاں کے بھی، باہر کے بھی، انہوں نے تو اپنا درس موقوف کر رکھا ہے۔ کیا کیا جائے؟

کہتے ہیں کہ میں بھی جا کر جس طرح یہ ابن قاسم پڑے رہتے تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی

چوکھٹ پر، کہتے ہیں کہ میں حضرت اعمش کی چوکھٹ پر جا کر پڑ گیا۔ ایک آدھ دفعہ کوشش کی تو مجھے کہہ دیا گیا کہ سبق بند ہے، جاؤ۔ میں واپس آ گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ نہیں، میں یہاں سے ٹلوں گا نہیں جب تک خود براہِ راست ان سے بات نہ کروں اور ان سے درخواست نہ کروں۔

کہتے ہیں میں ایک مرتبہ ان کے دروازے پر جا کر پڑ گیا۔ تو سب دیکھتے تھے کہ یہ تو روز آتا ہے، کوئی دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ ان کی جو باندی تھی اس نے دروازہ کھولا اور مجھ پر برسنا شروع کیا۔ ناراض ہوئی کہ اتنی دفعہ تمہیں منع کیا کہ یہ درس سب کے لئے بند ہے اور یہ اعمش اپنے گھر سے نکلتے نہیں ہیں، تو آپ اتنا نہیں سمجھ سکتے ہیں؟

فرماتے ہیں کہ میں نے رونا شروع کیا، روتا رہا اور میں نے کہا کہ میں تو بہت دور سے افریقہ سے آیا ہوا ہوں۔ تو وہ جو باندی تھی وہ بھی افریقاً تھی، افریقہ سے تھی، امام اعمش کی باندی۔ وہ پوچھتی ہے کہ آپ افریقہ سے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، میں افریقہ سے ہوں۔ کہا، کہاں سے افریقہ؟ میں نے کہا، قیروان سے ہوں۔ او! تو وہ باندی اعمش کی پوچھتی ہے، ابن فروخ سے، کہ تم قیروان میں کس جگہ رہتے ہو؟ تو انہوں نے علاقہ بتایا کہ میں قیروان میں فلاں جگہ پر رہتا تھا۔ وہ پوچھنے لگی کہ انتَ تعْرِف دَار ابن فروخ؟ کہ تم فروخ کے قبیلہ کو، اس خاندان کو جانتے ہو؟ تو میں نے اس سے کہا کہ انا ابن فروخ۔

فوراً وہ غور سے مجھے دیکھنے لگی اور چلاّئی زور سے اپنے آقا کو، اعمش کو، اور بھاگی ہوئی اندر گئی اور حضرت اعمش سے جا کر کہتی ہے کہ حضرت! دیکھو باہر کون آیا ہے؟ میں جب سے آپ کے یہاں آئی ہوں، تو میں اپنے پرانے سب سے پہلے آقا جن کی میں باندی تھی، اور انہوں نے مجھے بیچ دیا تھا آگے، تو میں ان کا ہمیشہ تذکرہ کرتی رہتی تھی، ابن فروخ کا، وہ دروازے پر پڑے ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں اعمش مجھے اندر گھر میں لے گئے اور اس کے بعد پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے درس تو موقوف کر رکھا ہے، مگر تمہارا تو سفارشی زبردست ہے، تمہاری باندی، اس کی وجہ سے

مجھے اب تمہیں پڑھانا پڑے گا۔ ابن فروخ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعمش کے گھر کے سامنے ایک مکان کرایہ پر لیا اور میں پڑھنے لگا۔ درس موقوف تھا، اس لئے ساری دنیا حیران تھی کہ یہ کیا ہوگیا؟ ایک افریقی طالبِ علم، اس کو اعمش اتنی توجہ سے پڑھا رہے ہیں۔ اس طرح میں نے حضرت اعمش سے پڑھا۔

دس ہزار مسائل اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اسی سفر میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ اور ابن فروخ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم سے اس سفر میں میں نے دس ہزار مسائل حاصل کیے۔ اللہ تعالیٰ ان اکابرین کی قدردانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہماری نسلوں میں علم اور عمل کو باقی رکھے، یہ مبارک رات ہے، مبارک رات میں اصل تو دعا ہے، سب سے اہم چیز دعا ہے۔

۵۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

مولد: سمرقند یا بخارا

تاریخ وفات: محرم ۱۷۷ھ یا ۳/ربیع الاول ۱۸۷ھ   مدفن: مکہ معظّمہ

فضیل بن عیاض جو آج کے ہمارے بزرگ ہیں، تو ان کی زندگی ابتدائی کچھ اچھی نہیں تھی۔ تمام بزرگوں کے بارے میں تو آپ سنتے چلے آئے ہیں کہ ابھی سات برس کی عمر میں حفظ کرلیا، سولہ برس، سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہرہ، علوم باطنہ تمام سے فارغ ہوگئے۔ مگر ان کی دوسری لائن تھی۔ تو بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ ایک گینگ تھی، ان کا کام تھا ہر وقت لوگوں کو ستانا۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی محبوبہ کے عشق میں رات کو سیڑھی لگائی۔ اب سنسان رات ہے اور کتنی جرأت؟ کہ سیڑھی لگا کر اس کی کھڑکی تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

اب یہ دھندھا کر رہے تھے کہ آسمان سے آواز آئی، اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰہ، کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا اللہ سے ڈرنے کا؟ تو چپ ہو گئے۔

کیسا ہی انسان ہو، جب دیکھے گا کہ کہنے والا کوئی نہیں، آسمان سے میں سن رہا ہوں براہِ راست، خدا کی طرف سے میرے لئے انتظام ہے، تو فوراً عبرت پکڑ لی۔ اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے کیا کہتے ہیں، اَللّٰھُمَّ اِنِّی تُبْتُ اِلَیْکَ وَجَعَلْتُ تَوْبَتِیْ مُجَاوَرَةَ الْبَیْتِ الْحَرَام، کہ الٰہی! آج سے ان تمام دھندوں سے توبہ اور اب میں تیرے گھر کا قصد کرتا ہوں۔

اور پھر ظاہر ہے کہ جب اس طرح توبہ کا واقعہ پیش آیا ہوگا، اس طرف بڑھنا شروع کیا ہوگا، تو کتنے آگے گئے ہوں گے کہ تیس برس تک مجاہدے کرتے رہے۔ اُسی اپنی گذشتہ زندگی کو یاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت الٰہیہ کو، جو یک دم ان کی طرف متوجہ ہوئی، اس کے شکریہ کے طور پر، پھر

بڑھے، بڑھے، یہاں تک بڑھے کہ انتہائی درجہ کے متبع سنت بنے کہ کوئی سنت چھوٹنے نہ پائے، نہ رہن سہن کی، نہ عبادت کی، نہ طہارت کی۔

سنت چھوٹنے پر زیارت نبوی

میں نے گذشتہ سال وضوء کی سنتوں کے بارے میں عرض کیا تھا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ہر عضو کے دھونے کی دعائیں ذکر کی ہیں۔حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اہتمام بتایا تھا، تو ہمارے مولانا محمد صاحب نے آپ لوگوں کو وہ دعائیں چھاپ کر لا کر دی تھیں کہ ہاتھ دھوتے وقت، کلی کرتے وقت، منہ دھوتے وقت۔تو انتہائی درجہ کے متبع سنت، ہر چیز میں سنت کے اہتمام کی عادت بن گئی۔

ایک دفعہ انسان ہے، جلدی میں وضوء میں ایک سنت چھوٹ گئی، اور رات کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں کہ فضیل! محبت؟ محبت تو ایسی ہونی چاہئے کہ آدمی کبھی نہ بھولے۔

کتنی محبت کے ساتھ وہ سنن ادا کرتے ہوں گے۔ ہم تو اپنے معمولات بھی ادا کرتے ہیں، تو ہر وقت ہمارا دل اور دماغ گناہوں میں مصروف ہوتا ہے۔وہی تصورات رہتے ہیں۔نماز پڑھ رہے ہیں تو بھی وہی گناہوں کے تصورات، خدا کا دھیان نہیں آتا، میں نے جب گذشتہ سال دعائیں بتائی تھیں، تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس سے احسان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

جب وضو میں انسان سوچے گا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ میں سنت ادا کر رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو دل میں جگہ دے گا، پکائے گا، تو اس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھر توجہات عالیہ ہوتی ہیں۔تو ایک سنت وضوء میں چھوٹی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اوہو! محبت اور کیسے سنت چھوٹ سکتی ہے؟

جیسے وہاں، وہ قدر کرتے تھے ایک ایک چیز کی کہ جیسے آسمان سے آواز آئی، تو اس کی قدر کی اور ساری زندگی، تیس برس مسلسل مجاہدے پر مجاہدے، اور یہاں تک پہنچے کہ ایک سنت کے چھوٹنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم براہِ راست خود تنبیہ فرما رہے ہیں، خود تشریف لا رہے ہیں۔ تو اس کی بھی انہیں قدر تھی کہ اوہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِی، ایک روایت کے الفاظ جو عام طور پر روایات میں کثرت سے ہیں، وہ تو ہیں مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِی یا فَقَدْ رَأی الْحَقّ اور تیسرے الفاظ ہیں فَسَیَرَانِی، عنقریب مجھے دیکھے گا۔

شراح اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بشارت سنا رہے ہیں کہ جس کو خواب میں زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، تو مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ ہو گیا تو فَسَیَرَانِی، یہ بشارت ہے اس کے لئے کہ وہاں میدانِ محشر میں پہنچے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں بھی زیارت ہوگی، اور وہاں جب زیارت ہوگی تو شفاعت بھی ملے گی، تو یہ شفاعت کی بشارت ہے۔

اس کی انہوں نے کتنی قدر کی فضیل بن عیاض نے، ایک سنت کے چھوٹنے پر جو یہ انعام ملا، تو اس کی قدر یہ کی کہ فوراً ہاتھ اٹھائے کہ الٰہی! مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی، میں نے ایک سنت آج وضو کی چھوڑی تھی، اس سے میں آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں اور اس کے کفارہ میں میں پانچ سو رکعت نفل روز پڑھا کروں گا اور ساری عمر پڑھتے رہے۔

یومیہ ایک ہزار رکعت

یہ ایک سو رکعت پڑھنے والے، یہ ہمارے اساتذہ میں دیکھا، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کو ہم دیکھتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی دو رکعت ختم نہیں ہوتی تھی، اتنی دیر میں ان کی دس، بارہ رکعتیں ہو جاتی تھیں۔

یہی حال حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھا کہ ایک زمانہ میں ان کا معمول تھا کہ روز سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ تو یہ سو رکعت نفل والے تو اب تک ہمارے زمانہ تک ہم نے دیکھے ہیں۔ انہوں نے تہیہ کیا کہ روز پانچ سو رکعت پڑھوں گا اور میں نے اپنی نوٹس میں کہیں لکھا ہے ایک ہزار رکعت والے بھی ہیں کہ جن کا معمول تھا یومیہ ایک ہزار رکعت کا۔ خود احمد آباد میں ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے خاندان میں یہ روایت تھی۔ الفاظ دیکھئے کہ خاندان میں یہ روایت تھی کہ سب گھر والے ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔

انہوں نے اپنے لئے اس کی نذر مان لی کہ الٰہی! میں اس کے کفارہ کے طور پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی، تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مجھے تنبیہ فرمائی، تو پانچ سو رکعت میں پڑھتا رہوں گا۔ تو اسی کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے ان کو قائم اللیل، صائم الدہر بنایا اور پانچ سو رکعت کے ساتھ وہ جو بزرگوں کا معمول بتایا، تو ان کا معمول یہ تھا کہ پانچ دن میں افطار کرتے، پانچ دن مسلسل بلا کھائے پیئے روزہ۔ پانچواں دن ختم ہوا، غروب ہوا، تب جا کر وہ افطار فرماتے تھے، اس قدر انہوں نے مجاہدے کئے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم کی خدمت میں

خواجہ فضیل بن عیاض جو ایک عام انسان تھے، اس کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے ان کو اتنا نوازا، اتنا نوازا کہ جب یہ توبہ کر کے یہاں سے چلے ہیں، تو فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے ہیں، جیسے ابراہیم ادہم پہنچے تھے۔

یہ بھی حضرت امام صاحب کے شاگرد ہیں، فضیل بن عیاض۔ اور پھر محدثین میں بہت اونچا ان کا مرتبہ ہے۔ سلیمان الاعمش سے ان کی متعدد روایات ہیں، اور خود امام اعظم سے ان کی روایات ہیں کہ ان کے تلمیذ اور شاگرد ہیں۔ اور ان کے شاگردوں میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، سفیان ثوری ہیں، سفیان ابن عیینہ ہیں۔

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْن

ان خدام پر کبھی ناراض ہوتے تھے، تو سفیان ابن عیینہ، کتنے عظیم محدث، تو ان کی ایک چیز ان کو پسند نہیں آئی، اپنے شاگرد سفیان ابن عیینہ کو فضیل بن عیاض نے ڈانٹا ہے۔

یہ طبقہ جو تھا صوفیہ کا، محدثین اور علماء کے دو طبقے تھے، ایک وہ کہ جن کو حکام سے کوئی تعلق نہیں تھا، نفرت کرتے تھے، نفرت دلاتے تھے۔ یہی حال ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، ایک نظر دیکھنے، ایک سلام کرنے کے لئے، تھوڑی دیر گفتگو کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، مگر انہی کے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی قاضی القضاۃ کا عہدہ سنبھالا۔

یہ فضیل بن عیاض اپنے شاگرد پر بگڑے سفیان ابن عیینہ پر، ایک دفعہ ان کو ڈانٹا اور فرمایا کہ "تم علماء تو چراغ تھے جس سے ساری دنیا روشنی حاصل کرتی تھیں، ظلمتیں دور ہوتی تھیں، تم تو ستارے تھے، تم محدثین اور تم علماء اور تمہارے ذریعہ **وَبِالنَّجْمِ هم يهتدون**، لوگ سنسان صحراء میں اور کالی رات میں راستے پاتے تھے، اور راہ ان کو ملتی تھی۔ اور تمہارا اب یہ حال ہو گیا کہ تم سلاطین اور حکام اور اہلِ حکومت کے دروازوں پر جاتے ہو، ان سے ملتے ہو، ان کے ہدایا قبول کرتے ہو، اور ان کے یہاں کھانا کھاتے ہو اور کھانا کھاتے وقت تمہیں اس کی بھی تمیز نہیں رہتی کہ اس نے جو ہمارے سامنے کھانا پیش کیا ہے، یہ حلال ہے یا حرام؟" ان کو خوب ڈانٹا۔

کہاں تو ان کی زندگی کیا تھی اور اللہ تعالی نے صوفیاء کے رہبر اور ان کا امام ان کو بنایا، محدثین کا امام ان کو بنایا۔

۶۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

مولد: بلخ

تاریخ وفات: یکم شوال ۱۸۷ھ یا ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ یا ۱۶۶ھ

مدفن: درشام علی الاصح، مدینہ منورہ عندالبعض

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ، آپ کو بلخ کے بادشاہ نے اپنا متبنیٰ بنایا تھا۔ بادشاہ کے محل میں پرورش پائی۔ انہوں نے پھر اپنا جانشین بنایا، بادشاہ بنے، تو طبیعت نیک تھی، تو اللہ تعالی کی طرف سے، ان کے لئے غیب سے انتظام ہوا۔

مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ اپنے محل میں آرام فرما ہیں، بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، بیڈروم (bedroom) میں ہیں، اوپر چھت پر چلنے کی آواز آئی ہے۔ پوچھا بھئی، دیکھو کون ہے؟ کوئی آدمی ہے۔ اس کو لایا گیا۔ ارے بھئی، یہاں محل میں تو کیسے آیا؟ کیوں آیا؟ کہا کہ میرے اونٹ کھوئے گئے۔ اونٹ کھوئے گئے تو اونٹ صحراء میں، جنگل میں تلاش کرتے ہیں۔ یہاں محل میں؟ تو فرمایا کہ اچھا، یہاں اونٹ نہیں ملے گا؟ کہا نہیں، یہاں کہاں ملے گا، صحراء میں ملے گا۔

فرمایا کہ پھر یہ جو تم ہر وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہو کہ اے خدا! مجھے تیرا وصال چاہئے، تیرا قرب چاہئے، تو یہاں تختِ شاہی پر بیٹھ کر خدا کا قرب مل جائے گا؟ اس کے لئے تو دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ فرمایا کہ اسی وقت اپنی بادشاہت اور سلطنت کو ٹھوکر مار کر کے، ترک کر کے نکل پڑے ہیں۔

محل یا مسافر خانہ؟

دوسری ایک روایت یہ ہے کہ تمام پہرہ داروں کو کاٹ کر کے غیبی رجال جو ہوتے ہیں، وہ تو

پہنچ سکتے ہیں، تمام پہرہ دار چاروں طرف محل پر کھڑے ہوئے ہیں اور اچانک کوئی آدمی آپ کے سامنے دربار میں، سب کے بیچ میں آکر نمودار ہو گیا۔ ارے بھئی، تو کیسے یہاں پہنچ گیا؟ کہا کہ نہیں، میں تو جارہا تھا، مسافر آدمی ہوں، میں نے سوچا کہ مجھے وقت گزارنا ہے، آج کی رات گزارنی ہے، تو مسافر خانہ میں پہنچ گیا۔ تو کہا مسافر خانہ تو فلاں جگہ ہوگا، یہ تو شاہی محل ہے۔

فرمایا اچھا؟ یہ مسافر خانہ نہیں ہے؟ پھر کتنے برس ہو گئے اس محل کو بنے ہوئے؟ کہا کہ اس کو تین سو چار سو برس اس کو ہو گئے ہوں گے۔ کس نے بنایا تھا؟ فلاں نے بنایا تھا۔ وہ یہاں رہے؟ کہا ہاں، اتنی مدت رہے۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ کہتے ہیں اس کے بعد فلاں بادشاہ ہوئے وہ رہے۔ اس کے بعد فلاں بادشاہ بنے وہ رہے۔ کہا اچھا، یہ چار پانچ گزر گئے، تو ان کے بعد پھر آپ کا نمبر آیا، اب آپ ہیں۔ تو یہ محل ہوا یا مسافر خانہ ہوا؟ فوراً متنبہ ہوا۔ اللہ! نکل پڑے۔

بلخ، بخارا، سمرقند کے علاقہ میں تھے، تو بلخ کے بادشاہ یہاں سے نکل کر کے چلے، چلے، اللہ کی قدرت کہ وہاں کوفہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں آپ کی خدمت میں کافی عرصہ رہے اور پھر یہاں سے آپ بصرہ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حضرت خواجہ فضیل بن عیاض سے آپ نے بیعت کی ہے، ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور یہاں سے پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اپنے شیخ کی وجہ سے کہ شیخ بھی وہاں مکہ مکرمہ میں تھے۔

بحر و بر پر حکومت

بڑے ان کے عجیب وغریب واقعات ہیں حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے۔ جب یہ بادشاہت ترک کر کے چلے ہیں، تو اب سارا لشکر، حکام، وزراء آپ کے پیچھے، پیچھے تلاش کرتے پھرتے تھے، خوشامدیں کرتے کہ حضرت! آپ کو جس حال میں رہنا ہو، لیکن ہمارے سلطان اور بادشاہ بن کر تو رہئے، ہمارے سر پر آپ کا سایہ تو رہے گا۔ آپ تو ہمیں چھوڑ کر آ گئے۔

کہتے ہیں ایک دفعہ وہ سمندر کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی وہ گدڑی سی رہے ہیں۔ تو جو سوئی ہاتھ میں تھی وہ انہوں نے پھینکی سمندر میں اور کہنے لگے میری سوئی! کہتے ہیں، ہزاروں مچھلیاں منہ میں سوئی لے کر نمودار ہوئیں۔ فرمایا کہ وہ تم پر میری حکومت بہتر ہے یا میری یہ حکومت بہتر ہے؟

مکہ مکرمہ میں پہنچے، اپنے شیخ کی وجہ سے وہاں پہنچے گئے۔ وہاں جبلِ ابی قبیس پر ہیں۔ سلفی مذاق اڑاتے ہیں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ولو رمیٰ بِاَبَا قُبَیس کی وجہ سے۔ تو جبلِ ابی قبیس پر پہنچے، تو وہاں خدام ساتھ ہیں، اور کسی نے پوچھا بزرگوں کی کرامات کے متعلق۔

ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ یہ جبلِ ابی قبیس کتنا عظیم الشان پہاڑ، اس کو اگر حکم کریں تو وہ چلنا شروع کرے۔ یہ کلمہ منہ سے نکلنا تھا کہ اس میں جنبش شروع ہوگئی اور اس نے چلنا شروع کیا، تو وہ پیر مار کر فرماتے ہیں کہ ارے! میں تو ان کو مثال کے طور پر سمجھا رہا تھا، میں تجھے نہیں کہہ رہا تھا کہ تو نے چلنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالی ان کی روحانیت سے ہمیں مستفید فرمائے۔

غیبی ندائیں

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات عرض کیئے۔ اخیر میں ان کے انتقال کا قصہ باقی رہ گیا تھا۔ جب آپ کا وصال ہوا، تو آسمان سے آواز آئی۔

میں نے اس دن عرض کیا تھا کہ جیسے جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہم دور ہوتے جارہے ہیں، سب چیزیں آہستہ، آہستہ، آہستہ اٹھتی گئیں، کم ہوتی چلی گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، تو جنت و جہنم گویا ہمارے بالکل سامنے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں اور روز معجزات دیکھتے تھے۔ فرشتوں کو اترتا ہوا دیکھ رہے ہیں، فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ رہے

ہیں، کیا مسلم، کیا صحابہ کرام، کیا غیر مسلم، جنگوں میں وہ بھی دیکھ رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے شیطان کو صدقات کی کھجوریں اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریاں ہیں، صحابہ کرام سن رہے ہیں اس کی تسبیح۔ پکا ہوا کھانا سامنے رکھا ہے، اس میں سے سبحان اللہ، سبحان اللہ کی صحابہ کرام تسبیح سن رہے ہیں۔ یہ روزمرہ کی چیزیں ہوتی تھیں۔ ایک معمول ہو گیا تھا۔

ان سب واقعات کے متعلق جو محروم القسمۃ ہوتے ہیں، تو وہ تو کہیں گے کہ یہ ویسے ہی کہانیاں ہیں، اپنی عقیدت کی وجہ سے گھڑ لی گئی ہوں گی، لیکن میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ یہ سب چیزیں ہم نے ہمارے بزرگوں سے آنکھوں سے دیکھی۔ اللہ تعالی نے ان کو کتنا نوازا کہ اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ، شیطان آتا ہے، کھجوریں لے رہا ہے، پھر اس پر اس نے آیۃ الکرسی بتائی تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے آخری دنوں میں خدام حضرت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اچانک فرمایا، یہ، اسی طرف، داہنی طرف، کونہ تھا ادھر۔ حضرت تو اخیر عمر میں اور زیادہ ضعیف ہو گئے تھے، مگر پورے دائیں طرف مڑ گئے حضرت اس طرح۔ فرمایا، مارو اس کو! ایک دفعہ، دو دفعہ، ہم تو کچھ دیکھ نہیں رہے ہیں، تو ہم نے پوچھا حضرت، کس کو ماریں؟ پھر دوسری دفعہ، پھر تیسری دفعہ، مارو اس کو! تو ہم نے تیسری دفعہ سوال پھر دہرایا، کس کو ماریں؟ تب حضرت ہنس پڑے۔ فرمایا ابلیس آیا ہوا تھا۔ تو خدام کا ذہن کام نہیں کر رہا ہے کہ یہ حضرت کا آخری وقت شروع ہو گیا ہے۔

اور انہی دنوں میں حضرت کو استنجے، پیشاب کا تقاضا ہوا، پیشاب دانی ہوتی تھی، تو وہ مولانا نجیب اللہ صاحب کے ہاتھ میں ہے، ابھی حضرت کو دینے جا رہے ہیں، اتنے میں زور کی، زبردست آواز آسمان سے سنی، تو میں حضرت کی اس خدمت کو چھوڑ کر بھاگ کر باہر نکلا، اور دروازہ پر پہنچا اور دروازہ کھول کر دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی؟ بعد میں فارغ ہوئے، تو مولانا

نجیب اللہ کہنے لگے کہ یہ کیا آواز تھی؟ میں نے کہا کہ کوئی نہیں تھا، اُدھر تو سناٹا ہے، کچھ نہیں۔مگر آواز ضرور تھی۔

پھر یہ تو ہم خدام تک یہ محدود تھی۔اوپر مستورات کو اس قصہ کا کچھ پتہ نہیں۔اماں جان وغیرہ اوپر تھیں، تو انہوں نے کسی اور وقت میں اسی طرح کی زبردست آواز انہوں نے بھی سنی۔

امام الارض قد مات

یہ میں نے عرض کیا تھا کہ جو چیزیں اس طرح کی تھیں اب کم ہوگئیں، تو اسی طرح یہ ندا آتی تھی آسمان سے، براہِ راست انسان سنتے تھے۔میں نے جو واقعات ہمارے بزرگوں کے سنائے کہ وہ قائم اللیل، صائم الدہر، قائم اللیل، صائم الدہر، کہ ساری زندگی کے روزے، کبھی رات کو سونا نہیں، جیسے ان چیزوں میں اشتراک تھا، تو اس چیز میں بھی اشتراک ہے کہ ان کے لئے بھی آوازیں، ہر ایک کے لئے ندا آئی۔کسی کے لئے آئی ہے کہ خواجہ مرعشی کے پاس جا کر بیعت ہو جاؤ۔اور سب بزرگوں کے قصے میں آتی رہی۔یہ آوازوں کے قصے بھی بہت سارے ہیں۔

ان کے لئے، ابراہیم بن ادہم کا جب انتقال ہوا ہے، تو آسمان سے آواز آئی **امام الارض قد مات**، جس طرح انڈیا میں آپ نے سنا ہوگا میت کے انتقال کی آواز دیتا ہے، ہر اسٹریٹ میں جا کر کہتا ہے، فلاں مر گیا۔اب یہاں آسمان سے اس ندا کا نعی کا انتظام ہوا۔بعض روایات میں ہے کہ **امام الارض** یا **امان الارض قد مات**۔کسی نے امام کو امان سنا ہوگا یا وہ آواز لگانے والا الگ الگ الفاظ میں دہراتا جاتا ہوگا کہ اس روئے زمین کا امام آج چل بسا۔

میں نے اس پر عرض کیا تھا کہ ابھی آوازیں تو موقوف ہوگئیں، خواب تو کم از کم رہ گئے ہیں۔یہاں وہ حافظجی ہیں، بولٹن کے ابوبکر حافظجی۔تو انہوں نے ایک خواب لکھ کر دیا، تو میں نے پڑھ کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا ذکر ہے، اس پر میں نے کہا کہ کسی متبع سنت بزرگ کے انتقال کی خبر ہے۔

انہوں نے مجلس میں وہ پرچہ دیا تھا اور دوسرے دن صبح اطلاع آئی ہندوستان سے کہ ہمارے ترمذی کے استاذ مفتی مظفر حسین صاحب کا انتقال ہوگیا۔ آوازیں بھی اس طرح سنی جاتی تھیں، ملائکہ صحابہ کرام دیکھتے تھے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے خدام نے ملک الموت سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سنا۔ ہمارے اکابر، اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنا عروج عطا فرمایا تھا، کیا مرتبہ تھا ان کا۔

۷۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۴ یا ۲۴ شوال ۲۰۲ھ یا ۲۰۷ھ یا ۲۵۲ھ مدفن: بصرہ عند البعض

حضرت حذیفہ مرعشی، یہ بھی سولہ سال کی عمر میں جمیع علوم سے فارغ ہو گئے۔ جس طرح میں نے بتایا کہ یہ فقراء کے معنی یہ نہ سمجھیں کہ یہ ننگ دھڑنگ ملنگ لوگ، نہ دین دنیا، کسی چیز کا پتہ نہیں، بلکہ بہت بڑے زبردست علامہ ہوتے تھے۔ تحصیل علوم، پہلا کام یہی ہوتا تھا۔ تو سولہ سال کی عمر میں اپنے تمام علوم سے فارغ ہو گئے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے یہ۔ تو ان سے جو چیز ورثہ میں ملی تھی، دیکھتے تھے کہ یہ روزہ ہمیشہ رکھتے ہیں، تو یہ بھی ہمیشہ صائم الدہر، ساری عمر روزہ سے رہے۔

اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مثال دی تھی کہ ان کے پیر و مرشد اگر ہم نے ان کو دیکھا نہ ہوتا، تو شک ہوتا کہ شاید ویسے ہی لکھ دیا ہوگا۔ ہم نے ان کو آخری عمر میں، جب ان کی عمر اسّی، پچاسی برس کی تھی، تو مکہ مکرمہ میں دیکھا، تو وہ جو بچپن سے ہم سنتے تھے کہ وہ صائم الدہر ہیں، تو ان کو اسی طرح پایا۔ اس عمر میں بھی ان کے اسی طرح روزے جاری تھے۔

اور یہ خواجہ مرعشی صائم الدہر بھی اور پانچ دن کے بعد افطار کرتے تھے۔ صومِ وصال رکھتے تھے۔ آج پورے دن کا روزہ پھر افطار نہیں کیا، پھر روزہ رکھا، پھر افطار نہیں کیا۔ کس قدر مجاہدے ان لوگوں نے کیئے۔ اور ایک کام ان کا ہر وقت کا تھا، ہر وقت روتے رہنا۔

گریہ وزاری

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا میرے والد صاحب کو، حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا رونا۔ ہم نے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کعبہ کے سامنے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے مسلسل دریا جاری ہے۔ ابھی آپ گزریں، پھر

ایک گھنٹے کے بعد گزریں گے، دو گھنٹے کے بعد گزریں گے، تو وہی حال ان کا، رو رہے ہیں۔

ان کا کام بھی یہی، تو کسی نے پوچھا کہ حضرت، کسی چیز کی کوئی حد ہوتی ہے۔ سالہا سال سے ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ ہر وقت آپ روتے رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ایک آیت مجھے رلاتی ہے۔ قرآن کہتا ہے **فریقٌ فی الجنۃو فریقٌ فی السعیر**، کہ ایک جماعت کی جماعت ساری وہ جنت میں اور ایک جماعت دوزخ میں ہوگی۔ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ پتہ نہیں میں کدھر ہوں گا۔ الٰہی! تو یہ آیت مجھے رلاتی ہے ہر وقت۔ اسی کا مراقبہ، ساری عمر کے لئے ایک آیت کا مراقبہ ان کے لئے کافی ہوگیا۔ ہم سارا قرآن پڑھ جاتے ہیں، مگر کہیں کوئی اثر نہیں ہوتا، کسی آیت کا اثر نہیں لیتے، کوئی عبرت نہیں ہوتی۔

انہوں نے پوچھا کہ حضرت، کیوں روتے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ آیت رلاتی ہے۔ کسی نے غلطی سے چھیڑ دیا اور کہہ دیا، پوچھ لیا کہ حضرت! پھر آپ تو صاحبِ سلسلہ ہیں۔ آپ تو اتنے ہزاروں کو بیعت کرتے ہیں جو بیعت کے لئے آتے ہیں، تو پھر آپ ان کو بیعت کیوں کرتے ہیں جب آپ کو اپنا خود پتہ نہیں؟

یہ سننا تھا، آہ کی، بے ہوش ہوگئے۔ اتنا اثر ہوا اس شخص کے پوچھنے کا کہ مجھے خود اپنا پتہ نہیں اور میں بیعت کیوں کر رہا ہوں؟ تو اب انہوں نے تو کوئی جواب نہیں دیا، زبان کو بند رکھا، اس شخص کے سوال کا جواب دینے کے بجائے چپ سادھ لی اور وہ ساتھ ہی بے ہوش ہوگئے۔

ولکن تعمی القلوب

یہاں بھی میں نے بتایا کہ غیب سے آواز آتی ہے

بطواف کعبہ رفتم بحرم رحم نہ دادند

آوازیں آتی تھیں۔ ابھی بھی آواز دیتے بھی ہوں گے ہمیں، لیکن یہ سب ڈاٹ کان میں ہم نے بھر لی ہے گناہوں کی۔ کوئی چیز سامنے کی نظر نہیں آتی، فرشتے ہیں، اتر رہے ہیں، رحمتیں ہیں،

کوئی چیز نظر نہیں آتی، ہمارے دل اندھے ہو گئے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں

بطوافِ کعبہ رفتم بحرم رحم نہ دادند
بیرونِ در چہ کردی کہ درون خانہ بیائی

میں جا رہا تھا مکہ مکرمہ کہ جا کر طواف کروں گا، تو کہتے ہیں معروف راستہ، مگر میں کھو یا گیا، راستہ ہی نہیں مل رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک آواز آ رہی ہے، ادھر سے جاتا ہوں، اُدھر سے جاتا ہوں، تو ایک ہی آواز

بطواف کعبہ رفتم بحرم رحم نہ دادند
بیرونِ در چہ کردی کہ درون خانہ بیائی

کہ حرم کے باہر رہ کر تم نے کیا کیا دھندے کئے ہیں کہ پھر اندر بھی آتے ہو، کس منہ سے آتے ہو؟ تو جب یہ بے ہوش ہو گئے اور جواب نہیں دے سکے، کوئی جواب نہیں دیا۔

کہتے ہیں فوراً آسمان سے آواز آئی، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو جنت کی بشارت ہے۔ ان کو کہہ دیجئے سننے والوں کو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے آواز آپ نے سنی، سارے مجمع نے سنی اور اس کی اتنی شہرت ہوئی کہ ہزاروں آدمی اس قصہ کی وجہ سے اسلام لائے۔ ہر شخص پوچھتا تھا کہ آپ بھی موجود تھے وہاں؟ کہا ہاں، قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے آسمان سے یہ آواز سنی۔ تو کہتے ہیں ہزاروں آدمی اس قصہ کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔

جب یہ بزرگ پہنچتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں، تو پھر وہاں بھی جو آواز یہاں آئی تھی، اس کے ایک مدت کے بعد جب وہاں دربارِ نبوی میں حاضری ہوتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے جواب کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں

انتَ معی فی الجنّة، اللہ نے جو فرمایا کہ جنت ملے گی، جنت بھی وہ ملے گی جہاں میں ہوں گا، میرے ساتھ تم جنت میں ہوں گے۔۔ اللہ اکبر!

۸۔ حضرت خواجہ ہبیرہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۱۶۷ھ   مولد: بصرہ

تاریخ وفات: ۷ شوال ۲۷۵ھ یا ۲۷۹ھ یا ۲۸۷ھ   مدفن: بصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَة،

عِنْدَ ذِكْرِ الْأَبْرَار تَنْزِلُ الرَّحْمَة

مجھے تو ان حضرات کے حالات پڑھنے میں، بیان کرنے میں نہایت لطف ولذت محسوس ہوتی ہے کیوں کہ ان کے تذکرہ کے وقت، کہتے ہیں کہ تنزل الرحمۃ۔ قرآن کہتا ہے کہ ان کے قصوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے عبرت رکھی ہے۔ جب ہم پڑھتے ہیں کہ وہ تین دن صومِ وصال رکھ کر افطار کرتے تھے، تو ہمارے لئے تو ایک روزہ مشکل اور وہ ساری عمر، تین دن، کوئی پانچ دن، کوئی سات دن، کیسے کرتے ہوں گے؟ تو کم از کم ہمیں عبرت تو ہو۔

یہ ہمارے آج کے بزرگ ہیں حضرت خواجہ ہبیرہ۔ جو ہمارا معمولات کا پرچہ ہے، اس میں جو نظم ہے، سلسلہ کے اسماء کو نظم کیا گیا ہے، اس میں ہبیرہ نام آتا ہے۔ تو حضرت شیخ ہبیرہ نور اللہ مرقدہ جمیع علومِ ظاہرہ سے اور علومِ شریعت سے سترہ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد ان کا معمول اپنے طور پر انہوں نے بنا لیا تھا روزانہ دو ختمِ قرآن۔ ہمارے لئے کتنی بڑی عبرت ہے! ساری عمر کے لئے دو ختم کا ان کا معمول ہے۔ وہ نہ کسی سے بیعت ہیں، مگر اساتذہ ان کو ایسے ملتے تھے، صحبت ایسی ملتی تھی جس سے کام بن جاتا تھا۔

یحییٰ الجلاّء

جیسے عرض کیا تھا یحییٰ الجلاّء۔ بس، جو ان کی گفتگو سنتا تھا، تو دل میں جلاء ان کی گفتگو پیدا کرتی

تھی۔اسی لئے ان کا قصہ تو بتایا تھا،مگراس کا تتمہ رہ گیا ہے کہ جب ان کو لاتے ہیں،تختہ پر لٹاتے ہیں غسل کے لئے،تو ہاہاہا،ہنس رہے ہیں۔پھر چھوڑ دیتے ہیں،طبیب کو بلاتے ہیں،تو پھر لاشہ، مرا ہوا جسم۔تو لوگوں نے سوچا کہ اب کیا کریں؟ تو ان کے بہت خاص،والد صاحب کی میں نے مثال دی تھی کہ ہمارے والد صاحب کے خاص دوست نے پوچھا کہ آپ نے آنکھ یہ کیسے نکالی؟ تو ان کے دوست سے کہا گیا کہ بھئی،تم کچھ کرو۔تو وہ آئے،غسل دیتے گئے اور بولتے گئے کہ تو چاہے ہنستا رہے،میں تو اب تجھے نہلاتا ہوں۔چونکہ وہ بے تکلف رہے ساری عمر،تو وہ ایسا کر سکتے تھے،ورنہ ساری دنیا ڈرتی تھی کہ یہ تو زندہ معلوم ہوتے ہیں،ان کو کیسے ہم غسل دیں اور کفنائیں اور دفن کریں؟

جنت کے مالک کا طالب ہوں

ان کے مصاحب تھے خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ۔تو ان کا بھی آخری وقت ہے۔جیسے اخیر وقت میں سکرات کی حالت میں تکلیف محسوس کر کے دعا دیتے ہیں،تو نزع کا عالم ہے اور ان کو جو عیادت کے لئے پہنچے،انہوں نے دعا دی کہ اللہ آپ کو جنت عطا فرمائے۔آپ کے اعمال تو ایسے ایسے تھے،تو نزع کی تکلیف اپنی جگہ پر چھوڑ وہ ہنس پڑے۔

پوچھا دعا دینے والوں نے کہ حضرت،کیا بات پیش آئی؟ کہنے لگے کہ تمہاری دعا پر مجھے ہنسی آرہی ہے کہ اللہ تمہیں جنت دے۔فرمایا تیس برس ہو گئے،جب میں دعا میں ہوتا ہوں،عبادت سے فارغ ہوتا ہوں،تو جنت میرے سامنے پیش کی جاتی ہے اور میں نے ایک نظر بھر کر اس کو کبھی دیکھا بھی نہیں کہ تجھ سے مجھے کیا لینا دینا۔مجھے تو تیرے مالک کی چاہت،اس کا طالب ہوں، مجھے تیرا مالک چاہئے۔

مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

اسی لئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ دہرایا کرتے تھے

نہ دنیا دوست می دارم　　نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید　　بجز دیدار یا اللہ

کہ مجھے نہ آخرت چاہئے، نہ وہاں کی نعمتیں چاہئے، نہ جنت چاہئے، الٰہی! مجھے تو تو چاہئے۔

اسی لئے پہلے بھی سنایا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا شعر کہ وہ مستی میں جب جوش میں ہوتے تھے، تو شعر پڑھتے تھے، اے جنت! جنت سے لڑائی، اے جنت! جس طرح ان کو جنت پیش کی گئی، مگر اس کو دیکھتے بھی نہیں خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ، تو انہی کے سلسلہ کے ہمارے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، دار العلوم دیوبند کے پہلے طالبِ علم، جنت کو خطاب کرتے ہیں

اے جنت! تجھ میں حور و غلمان رہتے ہیں　　اے جنت تجھ میں حور و غلمان رہتے ہیں
ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت! میرے دل کا طواف کر　　اس میں حضور رہتے ہیں

یا تو اللہ کو، اس کے رسول، دونوں کو بیک وقت بسا لو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ مرتبہ عطا فرمائے۔

مجاہدات

خواجہ ہبیرہ تو ابھی ٹین ایج (teenage) کے ہیں، فارغ ہوئے ہیں ابھی، سترہ برس کے۔ اور فارغ ہونے کے بعد ہی، ساتھ ہی، انہوں نے اپنا معمول بنالیا تھا روزانہ دو ختم۔ نہ کسی سے بیعت، نہ کوئی سلسلہ، تیس برس تک یہ مجاہدہ کرتے رہے۔ پھر یہ دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے صاحبِ احوال لوگ ہوتے ہیں اور میں تو تیس برس گزر گئے، خالی خولی ہوں، کچھ ہے ہی نہیں، کچھ پتہ ہی نہیں چلتا، تو غیب سے آواز آئی۔

نداءِ غیبی

اب بہت سی چیزیں جو اس وقت موقوف ہوگئیں، پہلے زمانہ کی، وہ ایک بنائی ہوئی اسٹوری (story) لوگوں کو معلوم ہوتی ہوگی کہ ندا، آواز آتی ہے، لوگ بیٹھے سن رہے ہوتے ہیں، آسمان سے آواز آرہی ہے، سب سن رہے ہیں، بکثرت یہ واقعات ہوتے تھے۔ اب یہ خواب، اچھے خواب رہ گئے ہیں۔

حضرت ہبیرہ بہت پریشان کہ الٰہی! تیس برس گزر گئے اور میرا کام نہیں بن رہا ہے، تو غیب سے آواز آئی کہ اگر تمہیں فقیری چاہئے، تو خواجہ حذیفہ مرعشی سے بیعت کرو۔ تب جا کر ان کی خدمت میں پہنچے۔

اللہ تعالی نے یہاں تک نوازا، یہاں تک نوازا، فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ مرعشی مجھے خلافت کے کلمات فرمارہے ہیں کہ میری طرف سے تمہیں بیعت کی اجازت ہے اور خلافت ہے، تو میں سامنے اس دنیا کے بجائے تمام ارواح کو دیکھ رہا ہوں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاکیزہ جماعت کے ساتھ تشریف فرمارہے ہیں اور ہمیں مبارک باد دے رہے ہیں کہ اس خلافت پر تمہیں مبارک باد۔ کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں!

۹۔ خواجہ ممشا د د ینوری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۴ محرم ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ یا ۲۹۹ھ مدفن: دینور

خواجہ ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ ممشا د دینوری، ان کے متعلق لکھا ہے کہ بہت بڑے متموّل گھرانے کے، اور اللہ تعالیٰ نے دنیوی وجاہت بہت زیادہ عطا فرمائی تھی۔ اپنے علاقہ کیا، دور دور کے علاقوں تک کے سب سے بڑے مالدار اور تاجر تھے، مگر ایک ہوک اٹھی کہ سب براہِ للہ خرچ کر کے، فقراء میں تقسیم کر کے، ہجرت کر کے، مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے اور کیوں ایسا نہ ہوتا کہ ان کو جو مصاحب ملے، جن کی صحبت انہیں ملی، ان میں ایک نام ہے یحییٰ الجلاّء۔

یحییٰ الجلاّء

یحییٰ الجلاّء کو جلاّء کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جو کلمات ان کی زبان سے نکلتے تھے، وہ جلاءِ قلوب ہوتے تھے، سیدھے دل پر پہنچتے تھے، دل کی مکمل صفائی ہو جاتی تھی۔ اور یحییٰ الجلاّء کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ان کا وصال ہوا، اب ان کو غسل کے لئے تختہ پر لٹایا گیا، ابھی پانی ڈالنے جا رہے ہیں، اتنے میں زور سے قہقہہ لگایا، سب ڈر گئے۔ اب تک بالکل بے جان، بے حس و حرکت تھے، سب ڈر گئے۔ پھر جا کر دیکھا کہ ابھی آواز تو موقوف ہے، مگر اسی طرح دانت کھلے ہوئے ہیں، ہنس رہے ہیں۔

طبیب کو بلایا گیا۔ انہوں نے نبض دیکھی، کہا یہ تو وفات پا چکے ہیں۔ کہتے ہیں ایک سے زائد دفعہ انہوں نے کوشش کی۔ تھوڑی دیر انتظار کیا کہ چند گھنٹے دیکھتے ہیں، ممکن ہے کہ کوئی سانس رک گیا ہو، دوبارہ حرکتِ قلب جاری ہو جائے، تو پھر اسی طرح ہوتا، قہقہہ اور ہنسی۔ تو اس کے بعد جب کافی وقت گزر گیا تو سوچنے لگے کہ کیا کریں؟

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے والد صاحب نوراللہ مرقدہ تہجد کے وقت اپنے اوراد و وظائف میں مشغول ہیں اور ہمارے بھائی مرحوم بھائی محمد علی پہنچے، تو دیکھا کہ والد صاحب نے اپنی آنکھ نکال کر سامنے رکھی ہے طشتری میں۔ وہ ڈر گئے، چلّائے۔ ہماری دادی پہنچ گئیں، خاندان سارا جمع ہوگیا۔ دیکھا کہ آنکھ اپنی جگہ پر نہیں ہے، طشتری میں رکھی ہوئی ہے۔ لمبا قصہ ہے۔ تو بعد میں ہمارے والد صاحب کے ایک قریبی عزیز تھے، انہوں نے پوچھا، وہ بے تکلف تھے والد صاحب سے، کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ کیوں ایسا ہوا؟ تو کہنے لگے کہ یہ اعضاء تو کئی دفعہ الگ ہوجاتے تھے، یہ تو اس دفعہ کسی نے دیکھ لیا۔

جیسے بتایا تھا حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے، کوئی ضرورت تھی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی، تو وہ گئے، تو بتایا کہ آرام فرما رہے ہیں۔ فرمایا بہت ضروری کام ہے، میں دیکھ لیتا ہوں۔ اب مولانا فخر الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کھڑکی سے جھانکا تو دیکھا کہ تمام اعضاء الگ الگ پڑے ہیں۔

اللہ تعالی ان بزرگوں کی قدر ہمیں عطا فرمائے۔

۱۰۔خواجہ ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: چشت

تاریخ وفات: ۱۴ ربیع الاول یا ربیع الاخر ۳۲۹ھ مدفن: عکہ از بلاد شام

حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ، میں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج سات قسم کے الوان کھائے ہوں گے، ابھی اور بھی دستر خوان لگ رہا ہے، اور ان کا معمول تھا کہ وہ پرسوں والے جو بزرگ تھے، ان کا معمول تیسرے دن افطار کا کہ تین دن پورے کر کے افطار کرتے تھے، خواجہ ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سات دن کے بعد افطار کرتے تھے، پورے سات دن کے بعد۔ اور اپنے پیر ومرشد سے خلافت اور اجازت ملنے کے بعد ان کے پاس سات برس رہے، بڑے مجاہدے کیئے۔ اللہ تعالیٰ یہ نفس کشی ہمیں بھی عطا فرمائے۔

۱۱۔ خواجہ ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۶/رمضان ۲۶۰ھ　　　　مولد: چشت

تاریخ وفات: ۳/جمادی الاخری ۳۵۵ھ　　　　مدفن: چشت

خواجہ ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ، جس طرح میں نے بتایا کہ ہمارے تمام اکابرین علوم اور فنون کے ماہر، مگر انہوں نے اپنے آپ کو اس طرح مٹا رکھا تھا، اپنی شکل وصورت، ہیئت اس طرح بنا رکھی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو مٹا رکھا تھا۔

ہر چیز، کھانا، پینا، لباس، کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں، حالانکہ یہ بڑے زبردست علوم اور فنون کے ماہر تھے۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے تمام کتابیں پڑھی ہیں، انہیں سے بیعت ہوئے، اور اس کے بعد اتنا فرق ہے کہ یہ جو خواجہ ابو محمد کا حال ہم نے بیان کیا، تو وہ بھاگتے ہی رہے مخلوق سے۔ یہ لوگوں میں بھی رہے، شریعت بھی لوگوں کو سکھائی، شریعت کا بھی درس دیا، روحانیت کا بھی درس دیا۔

ایک دفعہ کسی بڑے تاجر کے یہاں پہنچ گئے۔ شراب کے مٹکے رکھے ہوئے ہیں، توڑنا شروع کیا۔ تو پہلے تو زبان سے انہوں نے منع کرنا شروع کیا کہ بھئی، یہ کیا حرکت؟ آپ حکومت کے کوئی محتسب تو ہے نہیں؟ پھر دیکھا کہ یہ تو باز نہیں آتے اور یہ کتنی قیمتی دولت ہماری ضائع ہو رہی ہے، تو انہوں نے پتھر مارنے شروع کیے۔ تو کہتے ہیں جو پتھر مارا جاتا، وہ ہوا میں معلق رہتا۔ تو مجمع نے آ کر پیر پکڑے کہ حضرت، معاف کیجیے، ہم سے گستاخی ہوئی۔

۱۲۔ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: محرم ۳۳۱ھ

تاریخ وفات: ۴/ربیع الاول یا شروع رجب ۴۱۱ھ مدفن: چشت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ، پھر خواجہ ابو یوسف چشتی، ان کے پیر و مرشد خواجہ ابو محمد چشتی، ان کے پیر و مرشد خواجہ ابدال چشتی، ان کے پیر و مرشد خواجہ ابو اسحاق چشتی، تو یہ سب چشت کا سلسلہ ہے۔

چشت ۔ فیروزہ کوہ ۔ جام

جس زمانہ میں افغانستان افغانستان تھا، کہتے ہیں ہر چیز کو نظر لگ جاتی ہے، بڑا زرخیز علاقہ تھا، علمی، روحانی اعتبار سے، بڑے بڑے مراکز تھے وہاں۔ تو اسی افغانستان ہی کے علاقہ میں یہ چشت بھی تھا، بڑا وسیع علاقہ تھا۔ تو یہاں یہ جو میں نے نام گنوائے، کئی پشتیں اکابر اولیاء اللہ کی، ساری دنیا میں روحانیت اس سے پھیلی۔ اور ایک جگہ تھی فیروزہ کوہ، تو وہاں سے فاتحینِ ہند پیدا ہوئے۔

سلطان غوری وہاں کے، بڑی عظیم مملکت ان کے ہاتھوں قائم ہوئی۔ اس کے بعد چل کر مغلیہ امپائر وجود میں آیا۔ اسی علاقہ میں تہذیب اور تمدن کے اعتبار سے بڑی عظیم جگہ تھی جام۔ کہتے ہیں کہ دہلی کے کھنڈرات جو اس وقت کچھ آپ کو دکھائے جاتے ہیں، تو وہ تو اس کے مقابلہ میں بہت ہیچ۔ عظیم عمارتیں انہوں نے بنائیں۔ قطب صاحب کے لاٹ دلی میں مشہور ہے۔ اس سے بہت پہلے وہاں جام میں اس سے کئی گنا طویل اونچی لاٹ ہوا کرتی تھی۔

آج خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہے۔ یہ مادرزاد ولی، پیدائشی ولی تھے۔ جیسے ہی اس جہان میں تشریف لائے، تو فوراً بولنا شروع کیا، لا اِلٰہ الا اللہ، لا اِلٰہ الا اللہ، سات دفعہ دہرایا۔

جب یہ بات پھیلی، یہ کرامت کہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزہ کے منکر دنیا میں پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان معجزات کے اثبات کے لئے ان کرامات کو ظاہر فرماتے ہیں بزرگوں کے ذریعہ۔ تو لوگ جوق در جوق، مسلم، غیر مسلم پہنچتے۔ تو اس کے بعد پھر اس کے متعلق شبہ ہو سکتا تھا کہ چلیئے، کوئی ابھی نوزائیدہ بچہ ہے، اس کا دماغ تیز ہوگا، یا کسی وجہ سے ایک کلمہ زبان پر آ گیا، تو اللہ کی قدرت کہ جیسے جیسے لوگ آنے شروع ہوئے، تو پھر اور کلمات شروع ہوئے۔ کہتے ہیں کہ مختلف کلمات آپ سے لوگ سنتے اور اسلام قبول کرتے۔ تو ان کے لئے، ان کے گھر والوں کے لئے جینا دوبھر ہو گیا، ہر وقت مجمع رہتا تھا۔

جب یہ بڑے ہوئے، ہوش سنبھالا، تو انہوں نے عزلت اختیار کی، بھاگے لوگوں سے۔ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بتایا تھا کہ پندرہ، سولہ برس ایک گھر میں محبوس رہے، اپنے آپ کو انہوں نے بند رکھا تھا۔ چھوٹا سا مکان صرف ایک کمرے کا، اور اس میں پندرہ سولہ برس تک باہر قدم نہیں رکھا۔ ادھر انہوں نے بھی کئی برس تنہائی میں گزارے۔ اس کے بعد پھر جب یہاں سے نکلے تو بھاگے۔

ہر سال غارِ حرا کا اعتکاف

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیہقی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا، ہر سال کا معمول تھا، آپ تو ایک ہفتہ کے لئے وقت نکال سکتے ہیں، دس دن نکال سکتے ہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت معمول تھا کہ غارِ حرا میں ہر سال پابندی سے ایک مہینہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے تھے۔

یہ خلوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خلوت سکھائی، کہ لوگوں سے بھاگ کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے۔ اسی لئے ابراہیم بن ادہم بھاگ کر سمندر کے کنارہ کہیں پہنچ گئے، تو مخلوق وہاں بھی پہنچ جاتی ہے۔ بادشاہ نے خود اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جا کر منت سماجت کی، آپ آبادی میں آ کر رہیں، آپ سے استفادہ ہو سکے۔ فرمایا کہ مجھے ان سے کیا لینا؟ تو ادھر نگاہ کی سمندر کی طرف، ابراہیم بن ادہم کی طرح سے مچھلیاں منہ نکالے ہوئے ہیں، سب کے منہ میں ہیرے دکھا رہی ہیں، ایک سے ایک بڑھ کر۔ تو یہ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح منا کر کے سلطان محمود غزنوی اپنے ساتھ سومنات لے گئے۔ یہ گجرات بھی آئے ہیں۔ گجرات کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ یہ ہمارے چشتی بزرگ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

۱۳۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: چشت

تاریخ وفات: عندالاکثر ۳/رجب ۴۵۹ھ یا یکم جمادی الاولی ۴۰۰ھ

مدفن: چشت

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ اوران کے پیر و مرشد خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کو اللہ تعالی منتخب فرماتے ہیں، تو بچپن ہی سے ان کے لئے انتظام ہوتا ہے۔ جیسے ابھی پرسوں بتایا کہ قطب الدین بختیار کا کی تختی لے کر پہنچے، خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ کیا لکھوں تختی پر؟ تو فرمایا کہ سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کہ میں نے ماں سے سن کر پندرہ پارے یاد کر لئے ہیں۔ تو ماں کتنا قرآن پڑھتی ہوں گی کہ بچپن میں ماں کے پاس کھیلتے ہوئے جو کان میں پڑتا رہا، وہ یاد ہوتا چلا گیا۔

بچہ کی امامت

ایک دفعہ ایک جماعت آئی، تو وہ کہنے لگی کہ ایک حدیث کی تلاش ہے وہ بخاری شریف میں کس جگہ ہے کہ وہ ایک صحابی تھے، وہ ان کا قبیلہ، ان کا خاندان مشرک تھا اوران کا قبیلہ آبادتھالبِ سڑک، جہاں سے قافلے گزرا کرتے تھے۔ تو جب وہ قبیلہ اسلام لایا ہے تو ایک بچہ کو امام بنا دیا گیا۔ کیوں؟ کہ سارا قبیلہ، سارے قبیلہ نے اسلام قبول کیا، چھوٹے، بڑے سب اسلام میں داخل ہوئے، تو بچہ کی عمر آٹھ، دس سال کی ہے، اور نماز تلقین کی گئی تو نماز میں امام اس بچہ کو بنایا۔ کیوں؟

کہتے ہیں کہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اس راستہ سے گزرا کرتے تھے، تو ان

سے یہ پارۂ عم کی سورتیں، ان سے سن سن کر ان کو غیر مسلم ہونے کی حالت میں یاد ہوگئی تھیں۔ اس بچہ کے سوا اور کوئی ان کے پاس قرآن شریف پڑھنے والا نہیں تھا اور اتنا قرآن یاد نہیں تھا کسی کو کہ جس سے وہ امامت کر سکے، تو بچہ کو امام بنایا۔

وہ خود فرماتے ہیں امام صاحب اپنے متعلق، حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے امام بنایا، تو میں تو ننگا، تھوڑا سا اوپر کا جسم ڈھکا ہوا ہے، باقی سارا بدن ننگ دھڑنگ، تو بعضوں نے شکایت کی کہ ارے، امام صاحب کے لئے کوئی انتظام تو کرو! تو فرماتے ہیں کہ پھر ان کو کہیں سے ایک کرتہ لا کر دیا گیا، تو وہ فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی میں سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوئی تھی جب وہ کرتہ میں نے پہنا ہے کہ ساری زندگی ننگے پھرتے رہے، آج اللہ نے کرتہ دیا۔

عمرو بن سلمہ کی طرح خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اپنی ماں سے جو قرآن کی کثرت سے تلاوت کرتی تھیں، سن کر پندرہ پارے یاد کر لئے تھے اور باقی پندرہ پارے صرف چار دن میں انہوں نے حفظ کر لئے۔

جس طرح اس پر تعجب ہے کہ باقی سارے پندرہ پارے چار دن میں انہوں نے کیسے یاد کر لئے ہوں گے، تو یہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ وہ علوم سے فارغ ہو گئے، مگر افسوس رہا کہ مجھے بچپن میں پہلے حفظ شروع نہیں کرایا گیا اور بڑی عمر میں تھوڑا مشکل ہوتا ہے، اگرچہ پھر بھی اگر انسان لگا رہے، حافظ ہو جاتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں کڑھتا رہا دل میں، کڑھتا رہا، بہت پریشان۔ تو ایسی کڑھن کی حالت میں اور پریشانی کی حالت میں، تنہا میں ایک جگہ اکیلا بیٹھا ہوا ہوں، تو دیکھا کہ سامنے ہمارے پیر و مرشد جو مرحوم ہو چکے تھے، خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، وہ سامنے نمودار ہوئے، تشریف لائے، پوچھا کہ اچھا، آپ اس پر پریشان ہیں؟

مرحومین سوتے ہوؤوں کو جگاتے ہیں

اس طرح ارواح کے آنے کی اور ان کی امداد کے اور ان کے ملاقات کے بہت کثرت سے واقعات ہیں ۔ابھی اس سفر میں ہم لوگ وہاں پرتگال(Portugal) میں تھے، تو ایک الارم(Alarm) رکھ کر سوئے ۔مگر کسی وجہ سے الارم نہیں بجا، یا کیا ہوا، چند منٹ جب سحر کے ختم میں رہ گئے، پندرہ بیس منٹ تقریباً باقی تھے،تو میں نے اہلیہ کو آواز دی۔ میں نے کہا کہ ہم تو آج سوئے رہ گئے ۔تو جلدی سے انہوں نے کچھ انتظام کیا اور فارغ ہوئے۔

اس کے بعد پھر میں نے سنایا کہ پتہ ہے، میں کیسے جاگا ہوں؟ میں نے ان سے کہا کہ یہاں جو صدیوں پہلے ،صدیوں اسلام رہا ہے اور یہاں مسلمانوں کی بستیاں ہر جگہ تھیں ،تو کوئی جگہ، کوئی چپہ یہاں کا ایسا نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کے قدم نہ پڑے ہوں، ان کی آبادی نہ رہی ہو، تو میں نے کہا کہ ہماری یہاں آمد سے اور یہاں رہنے سے اور جو کچھ اللہ کا نام لیا جاتا ہے، تو اس سے یہاں کی ارواح اتنی خوش ہیں کہ آج ہم سوئے رہ گئے ،تو میں خواب دیکھ رہا تھا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سڑک پر کھڑا ہوا ہوں، تو ایک خاتون آئی اور خاتون بھی جس طرح یہ موسکو(Moscow) اور یہ یوگوسلاویا(Yugoslavia) کے اطراف میں ایک خاص لباس عورتیں پہنتی ہیں کہ صرف چہرہ کھلا ہوتا ہے اور پورا سر وغیرہ وہ اچھی طرح ڈھکا ہوا ہوتا ہے، اس طرح کی خاتون کھڑی ہوئی ہے اور گھر کی طرف اشارہ کر کے زور سے چلاّ کر کہتی ہیں کہ دیکھو! یہ اٹھتے بھی نہیں ہیں، سوئے رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں اٹھ کر کے، نہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اس نے یہ کہا اور میری فوراً اسی وقت آنکھ کھلی اس کی ڈانٹ پر۔ جلدی سے میں نے اہلیہ کو جگایا۔ بہت کثرت سے ایسے واقعات ہیں۔

ایک سو دفعہ الحمد شریف کی برکت

خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پریشان رہتا تھا، میں نے حفظ نہیں کیا

اوراب مشکل ہے، ہونہیں رہا۔تو کہتے ہیں کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے جومرحوم ہو چکے تھے ہمارے پیرومرشد خواجہ ابومحمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، وہ سامنے کھڑے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اچھا تم پریشان ہو کہ تم حفظ نہیں کر سکے؟ ایسا کرو کہ ایک سو دفعہ الحمد شریف پڑھ لو۔فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میری آنکھ کھلی ، میں نے جھٹ سے پڑھنا شروع کیا، سوویں دفعہ کی الحمد شریف کی **ولا الضالین، آمین** ختم ہوئی اور پورا قرآن حفظ و مستحضر ہو گیا۔کتنی بڑی کرامت!

مجمع البحرین

جو لوگ تصوف کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں ویسے ہی گھڑ لئے ہیں اور جب ہم بتاتے ہیں کہ یہ علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ کے جامع تھے، ان کی فلاں، فلاں، فلاں کتابیں ہیں اور اللہ کے فضل سے ساری نہ سہی، تو کسی کی ایک، ایک دو، دو تین نمونہ کے طور پر اللہ تعالی نے کہیں نہ کہیں اس کو باقی رکھا ہے، نمونہ کے طور پر مل جاتی ہیں، تو میں نے ان سے کہا کہ یہ من گھڑت واقعات نہیں ہیں، یہ بڑے بڑے علماء تھے، مشائخ تھے، علومِ ظاہرہ اور باطنہ کے سمندر تھے۔

یہ جو خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مصنف، بہت بڑے عالم اور اب اسی کرامت کے نتیجہ میں وہ حافظ ہو گئے ۔تو اب ان کا دورہ ہوتا تھا، ہر جگہ لوگوں کی ارشاد اور تلقین کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے، تو عرصہ تک انہوں نے نکاح نہیں کیا۔

ایک جگہ پہنچے، تو جو استفادہ کرنے والے تو سینکڑوں، مگر جو خاص میزبان تھے، تو میزبان کی بیٹی نے خواب دیکھا۔اس نے یہ خواب دیکھا کہ چاند اتر رہا ہے اور چاند ان کی گود میں آ گیا۔

معبر سے تعبیر پوچھی گئی، انہوں نے کہا کہ بھئی، یہ جو آج آپ کے یہاں جن کا قیام رہا، وہ مہمان ہیں چاند اور آپ کی گود میں آنا، یہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے خواب کی طرح، نکاح اس کی تعبیر ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی جاتی ہیں۔ جب خلوت ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حسین چہرے پر، بہت حسین تھیں، ایک نشان ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا؟ کوئی چوٹ لگی ہوئی ہے؟ فرمایا ہاں، ابھی آپ کی خیبر میں تشریف آوری سے پہلے ہی، اتنے دن پہلے میں نے خواب سنایا میرے ابا کو کہ آج میں نے خواب دیکھا کہ چاند اتر کر میری گود میں آ گیا۔

کہتے ہیں اٹھا کر زور سے تھپڑ اور طمانچہ مارا میرے منہ پر اور اس نے کہا کہ عربوں کے نبی کو تم اپنی گود میں لینے کی تمنا رکھتی ہو اور ان کی گود میں بیٹھنا چاہتی ہو؟

وہ سمجھ گیا اس کی تعبیر کہ اس وقت روئے زمین پر چاند سوائے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہوسکتا ہے؟ تو اس کی تعبیر بھی صحیح نکلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا، یہ قید ہو کر جو قیدی لائے گئے، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اور ایک صحابی نے مانگ لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام نے عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمایا کہ ان کے بدلہ میں اور آپ جو چاہیں قیدیوں میں سے، جن کو باندی کے طور پر آپ رکھنا چاہیں، ان کو لے لیجئے۔ اس طرح حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں پہنچیں۔ وہ خواب چاند والا پورا ہوا۔

اس واقعہ میں بھی اسی طرح یہ خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عزلت ٹوٹی۔ اللہ تعالی نے اس طرح نکاح کا انتظام فرمایا۔ اللہ تعالی ان بزرگوں کا ہمیں اتباع نصیب فرمائے، ان کے قدر کی توفیق عطا فرمائے، ظاہری علوم سے بھی ہمیں محبت دے، باطنی علم کی طرف بھی ہمیں رغبت دے۔ جس طرح انہوں نے مجاہدے کیے، مجاہدے تو نہیں کر سکتے، مگر اس کی تمنا، طلب، دعا ضرور کرنی چاہیے۔

۱۴۔ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۴۳۰ھ

تاریخ وفات: اوائل رجب ۵۲۷ھ یا ۵۷۷ھ مدفن: چشت

خواجہ شریف زندنی کے پیر و مرشد حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ اب یہ جو ہمارے یہاں سلسلہ کو چشتی کہا جاتا ہے کہ تین چار مسلسل بزرگ ہیں ایک ہی جگہ کے، چِشت کے رہنے والے، اس لئے اس سلسلہ کو سلسلۂ چشتیہ کہا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ سات سال کی عمر میں حضرت حافظ قرآن ہوئے اور سولہ سال کی عمر ہوئی اور تمام علومِ ظاہرہ سے، قرآن، حدیث، تفسیر، عربیت، ادب، تمام علوم سے فارغ ہوگئے۔ اور نہ صرف فارغ ہوئے، عالم ہوئے، بلکہ لکھا ہے کہ حضرت کی ایک بہت عظیم تصنیف ہے، بہت مشہور کتاب ہے، منہاج العارفین، تصوف کی عظیم الشان کتاب۔ فرماتے ہیں کہ اس عمر میں لکھی ہے، سولہ سال میں، جب فارغ ہوئے ہیں۔ اسی طرح احکامِ شریعت کی ایک عظیم الشان کتاب، خلاصۃ الشریعۃ، وہ بھی اسی عمر میں لکھی۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جب اس عمر میں، سولہ سال کی عمر میں ایسی عظیم کتابیں لکھی ہوں گی، تو پھر ساری عمر کیا کیا ہوگا، جب قدم رکھا ہے علومِ ظاہرہ سے فراغت کے بعد روحانیت کے سلسلہ میں؟

اپنے پیر و مرشد خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے انیس برس کی عمر میں خلافت ملی ہے اور اس کے بعد ساری عمر اس سلسلہ کو حضرت نے پھیلایا۔ اور ظاہری علوم کی تدریس کے ساتھ، یہ ہمارے جتنے اکابرین ہیں یہ جامع ہوتے تھے، علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ دونوں کے جامع ہوتے تھے۔

۱۵۔ حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۴۹۲ھ مولد: زندنہ

تاریخ وفات: ۳ یا ۱۰/ رجب ۶۱۲ھ یا ۵۸۰ھ یا ۵۸۴ھ مدفن: قنوج یا زندنہ یا شام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسے حدیث بیان کرنے سے پہلے محدثین اپنی سند بیان کرتے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ یہ حدیث ہم تک کیسے پہنچی۔ پوری سند آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک بیان کی جاتی ہے کہ یہ معتبر حدیث ہے۔ تو یہ ہمارے سلسلہ کے مشائخ کے حالات بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ہمیں پتہ چلے کہ یہ اکابر جن کے ذریعہ یہ روحانی سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک چل رہا ہے، کتنے بڑے بڑے لوگ ہیں۔

اوجز المسالک

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی سو کتابوں میں سے ایک کتاب، اوجز، قرآن شریف جو بڑی سائز کا ہوتا ہے، اس سائز کے تقریباً آٹھ، دس ہزار صفحات میں ہے۔ اور اگر اس کا اعلان کیا جائے کہ اس کو پڑھانے کے لئے ہمیں استاذ چاہئے، جو وہ تنخواہ مانگیں گے، سہولت مانگیں گے، ہم سب دینے کے لئے تیار ہیں، کوئی تیار نہیں ہوگا، نہ ہندوستان سے، نہ پاکستان سے، کہ جگہ جگہ وہ اٹکے گا کہ پتہ نہیں، یہ، اس کو حل کرنے کے لئے دماغ چاہئے۔ تو وہ کتاب حضرت نے لکھی ہوگی کیسے؟ ایسی عظیم الشان کتاب۔

کاش کہ ہمیں قدر ہو کہ ہمارے سلسلہ میں کتنی بڑی بڑی عظیم الشان ہستیاں ہیں، جن سے ہمیں یہ روحانی سلسلہ ہم تک پہنچا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے

پیر و مرشد کا حال کل بیان کیا تھا خواجہ عثمان ہارونی، ان کے پیر و مرشد حضرت خواجہ شریف زندنی، زندن کے رہنے والے، ۴۹۳ھ میں ان کی ولادت ہے، چار سو ترانوے۔ اور، یہ جس طرح سب، تمام بزرگوں کے حالات میں آپ دیکھتے ہیں مجاہدات ہی مجاہدات، ان کو جو کچھ ملا، مجاہدوں سے ملا۔

زائد چیزوں کا ترک

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ وہ میرا زائد چیزوں سے پرہیز کا زمانہ تھا۔ جس سے زندگی باقی رہے، اتنا تھوڑا سا کھا لیا، بس۔ آگے نہ زیادہ کھانا ہے، نہ زائد چیزیں کھانی ہیں۔ اسی میں بتایا تھا کہ حضرت کو مرض کی طرح سے ہو گیا تھا کہ اگر حضرت کو کوئی میٹھی چیز ذرا سی چکھا دی جائے، تو حضرت کو اُبکائی آتی تھی کہ ایک چیز چھوڑ دی ساری عمر کے لئے، تو اس سے ایک طرح کی نفرت ہو گئی۔

حضرت خواجہ شریف کے مجاہدات

یہ حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ، بڑی مشہور ہستی، مگر سب چھوڑ چھاڑ کر کے جنگل میں چلے گئے۔ کتنے برس؟ چالیس برس رہے جنگل میں، چالیس برس۔

ہمارے یہاں خودسورت میں ایک لال مسجد تھی، وہاں ایک بزرگ رہتے تھے۔ تو وہ کچھ مدت کے بعد چلے جاتے تھے، چند سال کے لئے فلاں جگہ کے جنگل میں چلے گئے۔ ایک عرصہ کے بعد واپس آتے۔ انہوں نے بھی بڑے مجاہدات کئے۔

اور یہ حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ جنگل کے پتوں پر گزارہ کر کے روزے رکھتے تھے اور وہ روزے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صومِ وصال کا اتباع کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج روزہ رکھا، افطار نہیں فرمایا، دوسرے دن روزہ، افطار نہیں فرمایا، تیسرے دن دیکھا کہ یہ سب صحابۂ کرام میرے ساتھ روزہ شروع کئے ہوئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی

کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہر چیز میں کیوں میرا بغیر پوچھے اتباع کرتے ہو؟ **اِنَّمَا یُطْعِمُنِی رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِی۔**

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاطر تیسرے دن افطار فرما لیا، **کَالْمُنَکِّلِ لَھُمْ**۔ تو یہاں تک پہنچ کر وہ بھی تین دن صومِ وصال رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہؓ کرام کو تین دن کی تو گنجائش تھی۔ اندازہ لگائیں مجاہدوں کا کہ چالیس سال اس طرح گزارے اور پھر صومِ وصال اور وہ بھی ایک ایک روزہ تین تین دن کا۔ ان کو لوگ تلاش کرتے رہتے تھے کہ اب اس جنگل میں کہیں ملیں گے۔

وہاں ساؤتھ افریقہ میں بھی ایک بزرگ کے متعلق بتایا گیا کہ وہ اس جنگل میں رہتے تھے۔ آپ کو دن کے وقت میں بھی جماعت کے ساتھ، چند افراد کے ساتھ جانے میں بھی وہاں خوف محسوس ہوگا، اس میں رہتے تھے۔

کسی کو ضرورت پڑی شدید، تو انہوں نے حضرت خواجہ شریف کو تلاش کیا۔ تلاش کرتے کرتے کہیں اتفاق سے ملاقات ہوگئی، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میری سات بیٹیاں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

اور ان بیٹیوں کا بھی والدین کو فکر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی، سکرات کے عالم میں ہیں، آخری چند گھڑیاں باقی ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ بھئی، ہماری بیٹی کے رشتہ کی بات چل رہی تھی اور یہ خِطبہ بھی ایک وعدہ کی طرح ہے میں نے اس کا ان سے نکاح کر دیا۔ اتنا فرمایا اور یہ جا وہ جا، روح پرواز کرگئی، آخری گھڑی میں نکاح پڑھ دیا۔

ان بیٹیوں کا باپ تلاش کرتے ہوئے پہنچا جنگل میں، ملاقات ہوگئی تو عرض کیا کہ حضرت! میری سات بیٹیاں ہیں اور ان کے نکاح کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ میں فقیر آدمی ہوں، میرے لئے

ان کے نکاح کا انتظام ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا، کل اسی جگہ میں تم سے ملوں گا، کل اس وقت آ جانا۔

وہ واپس جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک غیر مسلم، ایک یہودی پر گزر ہوا، تو اس نے پوچھا، کہاں گئے، کیا ہوا؟ تو بتایا کہ میں اس مقصد کے لئے ان کو تلاش کر رہا تھا، آج ملاقات ہوئی۔ تو کہا کہ کیا فرمایا؟ کہا کہ کل بلایا ہے۔ تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا کہ ان کے پاس کیا ہے؟ کھانے کے لئے کچھ نہیں۔ وہ تمہیں کل بلا کر کیا دیں گے؟ ان سے جا کر کہو کہ وہ میرے یہاں اگر سات سال تک ملازمت کرنے کے لئے تیار ہیں، تو میں دیتا ہوں سات ہزار دینار۔

اب یہ اللہ کا بندہ آئندہ کل کے وعدہ پر حضرت کے پاس جانے کے بجائے، اسی وقت واپس لوٹ کر جا کر نقل کرتا ہے کہ فلاں یہودی ملا، اس نے یہ کہا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا، ان سے جا کر سودا کر لو، میں تیار ہوں سات سال تک اس کے یہاں ملازمت کروں گا۔ تو حضرت تشریف لائے اور براہِ راست خود اس یہودی سے بات کی۔ تو اس نے سات ہزار دینار دے دئے اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرح سے اب ان کے ملازم، ان کے نوکر بن کر کام شروع کر دیا۔

اب اس قصہ کی شہرت ہو گئی کہ حضرت فلاں جگہ ہیں۔ ساری مخلوق تو ان کی تلاش میں تھی، حتیٰ کہ حکومتِ وقت بھی، بادشاہ بھی ان کا متلاشی تھا۔ بادشاہ کے آدمی پہنچے پیغام لے کر اور حضرت سے عرض کیا کہ یہ جو آپ نے رقم لے کر بیٹی کے باپ کو دی ہے، تو ہم آپ کو پیش کرتے ہیں، یہ رقم ہے۔ تو حضرت نے رقم لی اور غرباء میں ساری تقسیم فرما دی، چھٹی ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا تو ان کے ساتھ ایک معاہدہ ہو چکا ہے سات برس کا، وہ مجھے پورا کرنا ہے۔

جب یہودی نے دیکھا کہ اوہو! یہ تو کوئی اور قصہ ہے کہ سات ہزار دینار ان کے ہاتھ میں آئے اور اسی گھڑی تقسیم ہو گئے فقراء میں، تو اس کو عقل آئی۔ اس نے کہا کہ حضرت، مجھ سے غلطی ہو گئی، میرا اور آپ کا جو معاہدہ تھا وہ ختم، آپ آزاد ہیں۔ آپ اس کا خیال نہ کیجئے کہ آپ نے

سات سال کے لئے میرے پاس رہنے کا معاہدہ کیا ہے۔تو حضرت نے فرمایا کہ بہت بہت شکریہ، جس طرح تم نے اپنی ملازمت سے مجھے آزاد کیا، اللہ تمہیں دوزخ کی آگ سے آزاد کرے۔ یہ سننا تھا کہ فوراً اس نے کلمہ پڑھا، **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ**۔

اب یہ کتنے بڑے انسان کہ حکومت تلاش کرتی ہے، بادشاہ ان کے تلاش میں ہیں، ساری مخلوق ان کو ڈھونڈ رہی ہے ہر وقت، مگر وہ جنگل میں۔ کتنے بڑے انسان ہوں گے، کتنے مشہور، مگر انہوں نے اپنا حال یہ بنا رکھا تھا۔

۱۶۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۲۶ھ مولد: ہارون

تاریخ وفات: ۵رشوال ۶۱۷ھ یا ۶۰۳ھ یا ۶۳۳ھ یا ۵۶۷ھ یا ۵۹۷ھ

مدفن: مکہ مکرمہ متصل مکان شریف صاحب

حضرت خواجہ عثمان ہارونی ہیں، بڑے صاحبِ کشف وکرامات۔ اگرچہ کشوف وکرامات کی ان کے یہاں ذرہ بھراس کی نہ کوئی اہمیت، نہ اس کی طرف کوئی توجہ۔ وہ تو اللہ تعالی کے لاڈلے بن جاتے ہیں، تو ہر مخلوق ان کے تابع بن جاتی ہے۔

خواجہ ہارونی آگ میں کود پڑے

ایک دفعہ سفر میں کہیں سے گزر رہے ہیں، راستہ میں کہیں سفر میں ضرورت پیش آئی کھانا وغیرہ پکانے کے لئے، تو خادم سے فرمایا کہ بھئی، یہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں آتش پرست، ان سے کچھ شعلہ لے کر آؤ۔ وہ گئے تو انہوں نے انکار کیا کہ ہم نہیں دے سکتے اور نہیں دیں گے۔ دوبارہ درخواست کی کہ ہم مسافر ہیں، ہمیں ضرورت ہے۔ مزید انکار پر ان کے مجمع میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا، اس کو گود میں اٹھایا اور آگ میں تشریف لے گئے۔

جب یہ منظر انہوں نے، ہزاروں کے مجمع نے دیکھا کہ وہ جو آگ کے گرد طواف کر رہے تھے، اس کی عبادت کر رہے تھے، تو اللہ تعالی نے حضرت کی اس کرامت کے نتیجہ میں، ان سب کو اسلام سے نوازا، سارا مجمع مشرف بہ اسلام ہوتا ہے۔

آتش پرستی کی ابتداء

اور یہ ان کے یہاں، جو آتش پرستوں کے یہاں، ایرانیوں کے یہاں آگ کی عبادت کا

تصور ہے، یہ حکومت کا پیدا کردہ ہے۔ جیسے متعدد جگہوں پر حکومتوں نے مذاہب تبدیل کیے، خود اسلام میں بھی، عیسائیت میں بھی، تو وہ ملوک اور سلاطین نے بنائے مذاہب، اور سب کو پتہ ہے، تاریخ میں لکھا ہے، پڑھتے ہیں، مگر یہ توفیق اوپر سے ہے، پھر بھی اس کے پیچھے چلنے والے ملینوں کی تعداد میں ہیں۔

یہ آتش پرستوں کے یہاں آگ کی پوجا ہے، یہ کیسے شروع ہوئی؟ کہ ان کے کوئی پیغمبر تھے، اللہ کے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر، ان کے پیچھے چلتے تھے، ان کی کتاب کے مطابق عمل کرتے تھے، رعایا بھی، حکومت بھی، بادشاہ بھی، مگر نفس و شیطان ہر ایک کے ساتھ ہے۔

ان کے، ایرانیوں کے بادشاہ نے، جو صحیح مذہب پر تھے، اس نے نفسانی خواہش کی بنا پر اپنی بہن کو چھیڑا، اس سے تعلق پیدا ہوا، اور تعلق کے نتیجہ میں غلط کاری ہوئی ہوگی اور اس کی کسی طرح عوام کو اطلاع ہوگئی۔ اب جب یہ راز فاش ہوگیا، بعض قصے یہاں بھی سنے گئے، **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، ہدایت دے، نفس اور شیطان کے پیچھے انسان جب چلنا شروع کرتا ہے، تو وہ کہاں سے کہاں پہنچا کر چھوڑتے ہیں، اپنی ہمشیرہ اور بہن اور غیر میں فرق نہیں رہتا۔

جب یہ راز فاش ہوا، تو وہ دونوں مشورہ کرتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے، یہ تو لوگوں کو معلوم ہوگیا، تو لکھا ہے کتابوں میں کہ اس عورت نے، اس کی بہن نے، بادشاہ کی، جس کے ساتھ غلط کاری ہوئی تھی، اس نے اس کو دلیل بتائی۔ بہت آسان دلیل۔ وہ کیا؟ کہنے لگے آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں نہیں تھا کہ جو جڑواں پیدا ہوتے تھے، وہ تو حقیقی بھائی بہن شمار ہوتے تھے، تو جو آگے پیچھے پیدا ہوئے، تو وہ ان کے ساتھ نکاح ہوسکتا تھا۔ تو بہن کے ساتھ تو حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں نکاح جائز تھا، نکاح ہوتے تھے۔

ان کے حاکم کو، بادشاہ کو بھی دلیل مل گئی۔ اس نے اعلان کر دیا کہ ہم نے کیا غلط کیا؟ ہم تو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ان کے پیروکار ہیں، جب ان کے مذہب، ان کی شریعت

میں جائز تھا، تو ہم نے کونسا غلط کام کیا؟ تو یہ اس اصرار کے نتیجہ میں ساری رعایا مخالف ہوگئی، وہ حق پرست لوگ تھے، تو اس نے آگ جلائی کہ اصحاب الاخدود کی طرح سے ان کو سزا دی جائے۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے حادثہ کا پیشگی خواب

میں نے اپنے یہاں طلبہ کو اسی وقت خواب سنایا تھا، ان کے حادثہ سے پہلے، وہ ہمارے طلبہ جو بخاری شریف والے نوٹ کرتے ہیں، کہیں کہیں ڈائری میں، تو انہوں نے وہ تاریخ بھی لکھی ہوگی۔

میں نے پہلے خواب دیکھا کہ ہمارے بیرسٹر صاحب مرحوم کے ساتھ میں کہیں جنازہ میں شرکت کے لئے جارہا ہوں اور جنازہ میں شرکت کے لئے ہم گئے ملتان، ملتان پہنچے۔ تو جس طرح آبادی سے باہر عیدگاہ ہوتی ہے، اس عیدگاہ کی چاردیواری ہے۔ جب ہم عیدگاہ یا پریڈ کے میدان میں داخل ہوئے تو وہاں جنازہ کی نماز ہے۔ اور جنازہ کی نماز کے شرکاء کون ہیں؟ بڑے بڑے اولیاء اللہ جو مرحوم ہو چکے ہیں، تمام ارواح وہاں موجود ہیں اور صفیں لگی ہوئی ہیں۔

میں جیسے ہی داخل ہوا، تو سب صف میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو اگلی صف میں بہت آگے حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انہوں نے پہلے تو بیٹھ کر اشارہ فرمایا، جب میں ہلا نہیں، کھڑا رہا، مجھے حجاب مانع ہوا کہ میں کیسے آگے بڑھوں، اتنے مجمع کو، اکابرین کو، پھلانگ کر کے کیسے جاؤں، تو وہ اصرار فرماتے رہے، پھر کھڑے ہوگئے۔ میں نے سوچا کہ تماشا بن رہا ہوں میں، تو میں نے چلنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنے ساتھ وہاں سامنے بلایا، نماز ہوئی ہوگی، اس خواب کو بہت برس ہوگئے۔

جب میں وہاں پہنچا، تو اس کے بعد، نماز کے بعد چلنے لگے، تو میں نے دیکھا کہ بیرسٹر صاحب اور ہم دونوں ایک پہاڑ پر کھڑے ہوئے ہیں اور پھر دیکھ رہے ہیں کہ چاروں طرف سے مجمع۔ یہاں تو نمازِ جنازہ ہو چکی، پھر میں دیکھ رہا ہوں کہ عوام پہاڑوں پر سے اتر رہے ہیں، پیدل

اور سواریوں پر، مجمع بہت بڑی تعداد میں، لاکھوں کی تعداد میں اکھٹا ہو رہا ہے نمازِ جنازہ کے لئے۔ بس آنکھ کھل گئی۔ میں نے سوچا کہ یہ کیا؟ بعد میں جب پتہ چلا کہ اوہو! جنرل ضیاء الحق مرحوم کی نمازِ جنازہ جو فوج نے اپنے طور پر، خصوصی طور پر، اپنے طور پر پڑھی، وہ ملتان میں پڑھی گئی تھی اور جس میں عوام نے، پبلک نے شرکت کی بہت بڑے مجمع کے ساتھ، وہ اسلام آباد میں پڑھی گئی تھی۔

پھر کئی دن تک اس کا افسوس رہا کہ اچھا، نیک آدمی تھا۔ کیا ہوا ہوگا؟ حادثہ ہوگا یا سازش ہوگی، سوالات رہے دل میں۔ تو پھر میں نے دوسرا خواب دیکھا کہ کوئی مقرر کھڑے ہو کر جس طرح تقریر کرتے ہیں، مجھے سنا رہے ہیں، **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ، وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْد، وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْد، قُتِلَ اَصْحَابُ الاُخْدُوْد،** کہ وہاں بھاولپور میں بھی جب جہاز سے وہ چلے ہیں، تو برجوں پر فوجی متعین تھے، کون سازش میں شریک تھا، نہیں تھا، اللہ جانے۔ اور **والیوم الموعود** جوانہوں نے دن متعین کیا تھا کہ اس دن ان کو مارا جائے، **و شاهدٍ و مشهود** ؟ کپتان مشہود تو تھا ہی، کوئی شاہد بھی ہوگا شریک اس میں اور جو یہ جلے ہیں، مرے ہیں جہاز میں، تیس چالیس بڑے بڑے جنرل فوجی اور حکام اس میں شہید ہوئے، تو ان کو جلنے کی وجہ سے کونسا مرتبہ ملا؟ **قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد،** جو مرتبہ اصحابِ اخدود کو ملا۔

میں نے اسی دن، اسی وقت طلبہ کے سامنے شرح کی تھی پورے خواب کی، اخیر میں **قُرْآنٌ مَّجِيْد، فِي لَوْحٍ مَّحْفُوْظ،** کہتے ہیں کہ کوئی چیز باقی بچی نہیں، پورے جہاز میں سے، اتنے لوگ، ان کے سامان میں سے صرف، جنرل ضیاء الحق کے جیب میں جو قرآن شریف جیبی رہتا تھا وہ محفوظ رہا۔

اصحاب اخدود کی طرح ایران میں ان کو، رعایا کو، آگ میں جلایا جا رہا ہے۔ تو ایک بچہ کے ساتھ ماں ہے۔ یہاں ظالموں نے ہاتھ میں بچہ کو لیا کہ تو اپنے مذہب اور ضد کو چھوڑتی ہے یا

نہیں؟ کہ ہم جو جس مذہب کی طرف دعوت دے رہے ہیں کہ بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے، آدم علیہ السلام کی شریعت اس کی دلیل ہے۔ وہ کہتی ہے کہ نہیں۔ کہتے ہیں بچہ کو پھینکتے ہیں آگ میں؟ تو اس کو تھوڑا سا بچہ کی وجہ سے پس وپیش ہوا، تو بچہ نے کہا کہ ماں! آگ میں کود جانا بہتر ہے ایمان کو کھونے کے بجائے۔

ان کا بھی اصحابِ اخدود کی طرح کا واقعہ ہے۔ اس طرح وہاں سے ان کا یہ مذہب شروع ہوا، اس ظالم حکومت نے جس طرح ایک حکم تبدیل کیا نکاح کا کہ بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے، اس ضد میں پورا مذہب تبدیل کر دیا۔ وہ آگ، جس کے ذریعہ مظلوموں کو جلایا گیا تھا، اسی کی عبادت کا آرڈر جاری کیا گیا کہ اس کی اب عبادت کی جائے۔ اس دن سے آج تک ان کے یہاں آتش پرستوں کے یہاں آگ کی پرستش جاری ہے۔

ماشطة فرعون

جس طرح خواجہ عثمان ہارونی آگ میں کود گئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے جا رہے ہیں، جبرئیل امین ساتھ ہیں، گزر ہو رہا ہے۔

نسائی کی وہ روایت بھی سنائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں کہاں کہاں نیچے اتر کر نماز پڑھی ہے۔ بیت اللحم میں، کوہِ طور پر۔ تو اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خوشبو محسوس فرما رہے ہیں۔ پوچھا جبرئیل، یہ خوشبو کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل امین عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! یہ جو نیچے قبر ہے اس قبر سے یہ خوشبو آ رہی ہے۔ یہ قبر ہے کس کی؟ ماشطۃ فرعون کی، فرعون کے محل میں جو خادمہ تھیں، بچوں کو کنگھی کرنے والی، اس کی قبر کی یہ خوشبو ہے۔ اور اس کا قصہ بھی اسی طرح کا ہے۔

وہ فرعون کی بچی کو کنگھی کر رہی ہیں، بال اس کے سنوار رہی ہیں، کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی، تو اس کی زبان سے نکلا، **بسم اللّٰہ ربی اللّٰہ**، تو فرعون کی بچی پوچھتی ہے کہ یہ رب

کون؟ **بسم اللّٰہ ربی،** اللہ کے نام سے جو میرا رب ہے، میرا باپ؟ فرعون؟ تو اس نے کہا کہ نہیں، جو تیرے باپ فرعون کا بھی رب ہے، میرا بھی رب ہے، تیرا بھی رب ہے، وہ رب، **بسم اللّٰہ ربی** سے میری مراد ہے۔

وہ پوچھتی ہے کہ میرے باپ کو معلوم ہے؟ وہ تو خود کہتا ہے **انا ربکم الاعلیٰ،** کہ میں خود رب ہوں۔ کہا کہ اس کو معلوم تو ہوگا۔ کہا آپ کی اجازت ہے؟ میں اس کو بتا سکتی ہوں باپ کو؟ ماشطہ کتنی نڈر، بے خوف، ہم تو ذرا سی دھمکی سے، ذرا سی، کوئی کسی چیز سے ڈر جاتے ہیں۔ فرعون اور اس کی حکومت اور اس کا دبدبہ، جو اس کی پرستش کرتے تھے، رب اعلیٰ اس کو مانتے تھے، تو ماشطہ فرعون کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کرے گا میرے ساتھ؟ تو پوچھتی ہے کہ میں ابا کو، اس کو بتا سکتی ہوں؟ کہا ہاں، بتا سکتی ہو۔

اس نے جیسے ہی بتایا، فرعون نے کہا ماشطہ کو بلاؤ۔ کہنے لگے، کون ہے تیرا رب؟ کہا کہ جو آسمان اور زمین اور ساری مخلوق کا جو رب ہے۔ تو جب اس کے نتیجہ میں اس ماشطہ کے لئے آگ جلائی گئی اور اس میں اس کو ڈال رہے تھے، تو اس وقت اس کے پاس کئی بچے تھے، ایک ایک کر کے ایک ایک کو ڈالا گیا۔ اسے پوچھتے تھے کہ تو باز آتی ہے اپنے مذہب سے اور اپنے رب کو چھوڑ کر مجھے ربِ اعلیٰ مانتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں، میرا رب وہ ہے۔ ایک کو ڈالا، دوسرے کو ڈالا، تیسرے کو ڈالا۔

حدیث میں لکھا ہے کہ جس بچہ کو وہ دودھ پلا رہی تھی، جب اس کو چھین کر وہ ڈالنے لگے، اب ماں کا دل پسیجتا ہے دودھ پیتے بچہ کی وجہ سے، تو جب اس بچہ کو پھینکا گیا آگ میں، تو آگ میں سے وہ بچہ بولتا ہے، **یا اُمی اصبری فانکِ علی الحق،** کہ اماں! حق پر جان دینے میں تو بڑا مزہ آتا ہے۔ دیکھئے، میں تو آگ میں سے بول رہا ہوں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خوشبو سونگھی، اس کی خوشبو معراج کے سفر میں آپ کو پہنچی۔

اللہ تعالیٰ حق پر ہمیں قائم رکھے، ہماری نسلوں کو قائم رکھے، قیامت تک کے لئے ہماری نسلوں کو دین ایمان پر قائم رکھے۔ ان کا ایمان کوئی ہلا نہ سکے، نہ مظالم، نہ مصائب، نہ حکومتیں ہلا سکیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو اس طرح مضبوط فرمائے۔

۱۷۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۳۷ھ مولد: سیستان، قصبہ سجز، ایران

تاریخ وفات: اس میں اختلاف ہے۔ ۶، رجب ۶۳۲ھ یا ۶۳۳ھ یا ۶۳۶ھ یا ۶۳۷ھ

مدفن: اجمیر شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج تذکرہ ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً حکم فرمایا کہ انہیں خلافت دی جائے، تب جا کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ تو یہ سارا روحانی سلسلہ ہے، جب یہ روحانی سلسلہ بھی دنیا داری بن جائے، تو پھر اس چیز کی قیامت آجاتی ہے اور وہاں روحانیت کا نام ونشان نہیں رہتا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق عام طور پر غلط فہمی کی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں حضرت کی وجہ سے، حضرت کے ذریعہ سے اسلام پھیلا۔ حضرت کی ولادت تو پانچ سو سینتیس ہجری میں ہے اور اس سے پانچ سو تیس، بتیس برس پہلے ہندوستان میں اسلام آچکا تھا۔ اس سے کتنا پہلے؟ پانچ سو تیس، بتیس برس پہلے۔

ہندوستان میں اسلام

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور ابھی پانچ سال نہیں گزرے کہ سن پندرہ ہجری میں دو بھائی ہیں، عثمان ابن ابی العاص، حکم ابن ابی العاص، ایک بھائی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بحرین کا گورنر بنایا، تو انہوں نے اپنے دوسرے بھائی کو اس مہم پر

بھیج دیا اور یہ مہم، بحرین چونکہ ہندوستان کے بمبئی کے علاقہ سے قریب ہے، تو جس طرح بحری بیڑا سائپرس پہنچا تھا، جس طرح بحری بیڑا اسپین میں پہنچا تھا، وہ تو بہت بعد میں، لیکن یہ تو صرف پانچ برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو ہوئے، ہر جگہ، جہاں کہیں، اس طرح کی فوجیں پہنچتی تھیں، داعی پہنچتے تھے، تو اکثریت صحابۂ کرام کی ہوتی تھی۔

اسی لئے حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم لکھتے ہیں کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کو صرف پانچ برس ہوئے ہیں، اور اس میں اکثریت صحابۂ کرام کی تھی، اس لئے اس ساحل کی پٹی پر اس مہم میں شامل صحابۂ کرام محوِ خواب ہیں۔

اور یہ مہم بمبئی کے قریب پیش آئی۔ آپ ٹرین میں سفر کرتے ہیں، تو ایک اسٹیشن آتا ہے تھانے۔ تو تھانے جو اسٹیشن آتا ہے، تو وہاں پر یہ بحری بیڑا پہنچا تھا اور باقاعدہ اس علاقہ میں اس وقت سے مسلمانوں کی بستیاں تھیں۔ اور وہاں سے لے کر سورت، راندیر تک کا علاقہ، یہ دو دفعہ، سن پندرہ ہجری اور اس کے سال دو سال کے بعد، دوسرا بیڑا آیا، اس نے پھر اور یہ ساحلی علاقہ میں اس علاقہ کو فتح کر کے وہاں اقامت اختیار کی۔ تو وہاں اس علاقہ میں مسلمان ڈیڑھ ہزار برس سے آباد ہیں۔ اس علاقہ کے مسلمان، ڈیڑھ ہزار برس سے، جہاں سب سے پہلے اسلام پہنچا، ان میں سے یہ علاقہ ہے۔

اس کے بعد جب تابعین کا دور آیا، تو تابعین کے آخری دور میں ۱۶۰ھ میں، بھروچ کے پاس بھاڑبوت، بارہا وہاں حضرت ربیع ابن صبیح رضی اللہ عنہ کے مزار پر ہم حاضر ہوئے، تو وہ فوج ایک مقامی طاعون اور وباء کا شکار ہوگئی، اسی میں سب اکثریت شہید ہوگئی تھی۔ تو یہ وہاں پہنچے اسی لئے تھے کہ اس علاقہ میں پٹی پر جو مسلمان آباد تھے، ان کے ساتھ جو کچھ زیادتیاں کی جاتی تھیں، تو اس کی سرکوبی کے لئے، اور ان مسلمانوں کی مدد کے لئے، یہ ایک سو ساٹھ ہجری میں پہنچے تھے۔ اور اس سے ایک سو پچپن برس پہلے گویا آبادی اس پوری پٹی پر شروع ہوگئی تھی۔

دورِ فاروقی

یہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا کہ ابھی پورے دو بڑے امپائر موجود ہیں، رومن امپائر اور پرشین امپائر، ان کے خاتمہ سے پہلے، ادھر ادھر دور تک جانا دانشمندی نہیں ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے پھر اس طرح کے مہم کو روک دیا اور بالخصوص اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بحری سفر کے حق میں نہیں تھے۔

موسیٰ بن نُصَیر اور طارق بن زیاد

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور کے بعد، جن حضرات کے ذہنوں میں اس کی تڑپ تھی، تمنا تھی کہ اس بحری سفر کے ذریعہ، دور دور اسلام کو پہنچایا جائے، تو اسی میں یہ پہلی صدی ختم ہونے سے پہلے مسلمان اسپین میں داخل ہوئے، اور وہ بھی بڑے عجیب طریقہ سے۔

مراکش، مغرب میں تو اسلام مستحکم ہو چکا تھا۔ وہاں کے گورنر تھے موسی ابن نُصَیر، فوجی کمانڈر، ان کی ماتحتی میں حضرت طارق بن زیاد تھے۔ تو حضرت طارق بن زیاد نے ایک دفعہ غنیمت سمجھا کہ ان کے کمانڈر اپنی گھریلو مصروفیت کی وجہ سے، والدین میں سے کسی کے فوت ہونے پر دور سفر پر گئے ہوئے ہیں، تو اچانک انہوں نے فوج ساتھ لے کر یہ جو خلیج ہے، کروس کر لی۔ وہاں سے، مغرب سے لے کر، جو جبرالٹر، وہاں کروس کر کے، یہ سمندر کروس کر کے، وہاں کنارے پر اتر گئے۔ اور اترنے کے بعد انہوں نے یہ کیا کہ جن جہازوں میں، کشتیوں میں وہ آئے تھے، حکم دیا کہ ان سب کو جلا دیا جائے۔ اگر چہ احراق سفن کے واقعہ میں نقل کرنے والوں میں اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ صحیح نہیں۔

فوج حیران کہ ہم اس کی بدولت تو یہاں پہنچے ہیں، ابھی ان کی ضرورت ہے، اور فوج کو آگے پیچھے ہونے کے لئے بھی کبھی ضرورت پڑتی ہے، تو ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! اس کو جلا دو تا کہ آپ کے ذہنوں سے واپسی کی سوچ ختم ہو جائے۔ اس تصور کو ختم کرنے کے لئے

فرمایا کہ کشتیاں جلادو۔

جلا ڈالی تھیں تم نے کشتیاں اندلس کے ساحل پر

یہ جو اندلس اور اندلس سے آگے، بڑھتے بڑھتے آدھا فرانس، یہ جو ساؤتھ فرانس کا علاقہ ہے، آدھے فرانس تک، صرف دس سال میں پہنچ گئے۔ پورا یہ اسلامی ملک تھا، اور مدت تک رہا۔ اور وہاں جو روکا گیا، تو پورا یورپ اکھٹا ہو کر ان کے خلاف جب لڑ رہا تھا، تو کسی کے قابو میں نہیں آتے تھے وہ۔ صرف انگلینڈ کی فوج نے کنٹرول کیا اور ان کی پیش قدمی روک سکی تھی۔ اور ان کو وہاں روکا، آدھے فرانس پر۔ تو وہاں صدیوں اسلامی حکومت رہی۔

خواجہ اجمیری کی ہند میں آمد

ہندوستان کے حالات کا ذکر تھا، جو کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اسلام پھیلا۔ تو میں نے عرض کیا کہ وہ تو ان کی ولادت ہے پانچ سو سینتیس میں اور اس سے پانچ سو بتیس برس پہلے تھانے، سورت، راندیر کے علاقہ میں اسلام پہنچ چکا تھا۔ اگر چہ حضرت کا یہ جو سفر ہوا تھا، وہ بھی اسی سلسلہ کا کہ اتنی صدیوں میں جو مسلمان آباد ہو گئے تھے وہاں ہندوستان میں، تو ان کے ساتھ زیادتی، زیادتیاں ہوتی تھیں، یا ان میں جو دینی طور پر بے دینی پھیل رہی تھی، تو ان کی اصلاح کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اجمیری کو حکم فرمایا، ورنہ حضرت کی ولادت تو سیستان، سجستان کی ہے، سجستان ہی کی طرف نسبت کر کے سَجَزِّی کہا جاتا ہے۔

حضرت معین الدین چشتی اجمیری سجزی۔ مگر ہمارے جو قوّال ہیں، انہوں نے قوالیاں، اشعار بنائے ہیں سَنْجَرِی، سنجر۔ سنجر تو کوئی چیز نہیں ہے، کوئی جگہ نہیں ہے۔ سجزی، یہ نون کا نقطہ آگے پیچھے ہو گیا، سجزی کو انھوں نے پڑھ لیا سنجری۔ تو یہ سیستان، جو حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا علاقہ، تو وہاں آپ کی ولادت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی۔ اور آپ کی

تعلیم ہے سمرقند بخارا کی۔

وہاں سے فارغ ہوکر کے روحانی علوم کی تکمیل کے لئے آپ نے سفر فرمایا، عراق پہنچے، تو عراق میں ایک جگہ ہے قصبہ ہارون۔ تو وہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بیعت ہوئے۔ تو روحانی طور پر، طبعی طور پر اللہ تعالی نے ان کو مجتبیٰ اور مصطفیٰ بنایا تھا، منتخب فرمایا تھا۔ اس اجتبائیت اور اصطفائیت کی وجہ سے جیسے ہی پہنچے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کو کیا ضرورت کسی مصلح کی؟ اللہ تعالی نے تو آپ کو نواز رکھا ہے۔

پہلے ہی دن حضرت کی طرف سے خلافت تو مل گئی تھی، مگر پھر بھی اپنی اصلاح کے خاطر حضرت اپنے پیر ومرشد کے پاس رہے۔ کتنا رہے؟ بیس برس۔ تو جس کو یہ پہلے دن سند مل چکی ہو، تو ان کا بیس برس تک رہنا کس قدر کسرِ نفسی اور تواضع کی علامت۔ اس کے بعد پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا اور ہندوستان کا سفر فرمایا اور اجمیر کے علاقہ میں آپ کے دستِ حق پرست پر (۳۵) پینتیس لاکھ انسانوں نے اسلام قبول کیا۔

خواجہ اجمیری اور پرتھوی راج

ایک جگہ میں نے یہ پورا سفر نامہ، جہاں جہاں سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا ہے، پڑھا ہے۔ صاحبِ کشف المحجوب شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس سفر میں ملاقات ہوئی اور پھر وہاں پرتھوی راج، ایک بڑا زبردست ہندوؤں میں بادشاہ گزرا ہے، راجہ گزرا ہے، اس کی حکومت تھی اور وہاں اجمیر میں جا کر آپ نے قیام فرمایا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت دلّی کو لوگ نہیں جانتے تھے۔

ہندوستان کا بڑا شہر، بڑی جگہ، دارالخلافہ اجمیر ہوا کرتا تھا، تو حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ چونکہ مسلمان پہلے سے آباد تھے، خود پرتھوی راج کے وزراء میں اور حکام میں بھی تھے، تو ان میں سے کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی، اور وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے

متوسلین میں سے تھے، حضرت سے خاص تعلق تھا، تو حضرت نے پرتھوی راج سے جا کر بات کی، تو جو بات کا انداز تھا، اسے ذرا کڑوا معلوم ہوا اور اس نے حضرت سے بدتمیزی سے باتیں شروع کی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جانتے ہو، آپ کو میں اس وقت پکڑ کر کے سلطان غوری کے حوالہ کر رہا ہوں۔ لیکن وہ کیا اس کا مطلب سمجھتا؟

اور واقعۃً ایسا ہوا، ابھی چند مہینے نہیں گزرے کہ سلطان غوری کا زبردست ایک حملہ ہوتا ہے، جس کو، ان کا ایک بڑے پروفیسر ہیں، پروفیسر پَرشاد، انہوں نے تاریخ لکھی ہے پرتھوی راج کی۔

اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی جنگ جو لڑی گئی، وہ تھانیسر کی جنگ۔ اور اس میں جتنے اس وقت کے چھوٹے بڑے راجہ تھے، جتنی حکومتیں تھیں، سب نے حصہ لیا۔ اور لکھا کہ تین ہزار یا تیس ہزار صرف ہاتھی تھے اس میں۔ اور جو گھوڑ سوار فوج تھی اس کی تعداد اس نے لکھی ہے تین لاکھ۔ تو جب گھوڑے سوار اتنے ہوں، تو وہاں اس سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے پیادہ فوج۔ تو بے شمار، انہوں نے کہا کہ ملینوں کی تعداد میں پیادہ فوج تھی پرتھوی راج کی۔ اور جو دوسری دفعہ جنگ لڑی گئی، ایک دفعہ میں فیصلہ نہیں ہو سکا، دوسری دفعہ میں پھر واقعی پرتھوی راج کو جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا، اس کے دربار میں بالمشافہہ، کہ ہم نے تجھے پکڑ کر کے سلطان غوری کے حوالہ کر دیا، تو سلطان غوری کے ساتھ جنگ میں پرتھوی راج پکڑا گیا اور حضرت کی پیشن گوئی پوری ہوئی۔

مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو

حضرت کی روحانیت آج تک بھی اسی طرح ہے۔ افسوس یہ ہے کہ وہاں ابھی بدعت کا شور ہے، ورنہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کے خلیفہ کو حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے، اس زمانہ میں دلّی کی شہرت نہیں تھی، تو اس علاقہ میں حضرت نے

بھیج دیا تھا کہ آپ وہاں قیام کرو، تو وہاں سے اجمیر حاضری دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حاضر ہوتے ہوئے سفر میں سوچ رہے ہیں کہ میں ہر دفعہ آتا ہوں، پتہ نہیں حضرت کو میرے آنے کی اطلاع بھی ہوتی ہے، پتہ بھی چلتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ یہ سوچتے ہوئے جب پہنچے قبر پر، تو دیکھا کہ حضرت سامنے ہیں اس طرح زندہ، بالمشافہہ، اور حضرت فرما رہے ہیں

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

کہ جس طرح تم زندہ ہو، چل پھر سکتے ہو، آتے ہو دلّی سے ہمیں ملنے کے لئے

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

فرمایا کہ مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو، فرق اتنا ہے کہ تم اپنے اس خاکی جسم سمیت میرے پاس آتے ہو، اور میں اپنی جان، روحانی طور پر تمہارے یہاں آیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالی ان کی روحانیت سے استفادہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

۱۸۔حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۸۲ھ مولد: قصبۂ اوش

تاریخ وفات: ۱۴یا۲۴ربیع الاول ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ مدفن: دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بیعت سے پہلے تعلیمی سلسلہ انہی سے شروع کیا تھا اور فقہ میں النافع ان سے پڑھی تھی۔ اور پھر استاذ اتنے پسند آئے کہ بیعت کر لی اور ہمیشہ ساتھ رہنے کے خاطر درخواست کی کہ حضرت! میں آپ کے ساتھ ملتان سے اب دہلی جاؤں گا اور وہیں آپ کے پاس پڑھوں گا۔ تو حضرت نے منع فرمایا کہ آپ اپنی یہیں تعلیم مکمل کریں، پھر اس کے بعد اور کوئی فیصلہ ہوگا۔

یہ ہمارے سلسلہ کے تمام اکابرین روحانی اور ظاہری علوم کے امام ہوتے ہیں۔ اسی لئے تو ان سے یہ کتابیں پڑھ رہے ہیں، ساری عمر ان کے ساتھ رہنے کی درخواست کر رہے ہیں۔ اور ان کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ من جانب اللہ وہ مجتبٰی ہوتے ہیں، منتخب ہوتے ہیں، اوپر سے ان کا انتخاب ہوتا ہے۔

تختیوں پر حفظ و تدریس کا سلسلہ

اسی لئے بچپن میں جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے خود پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا، تو تختی لے کر اپنے استاذ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

افریقہ میں اب تک بھی، تختی پر اساتذہ لکھ کر دیتے ہیں قرآن شریف کی آیتیں۔ وہاں ماضی میں تو انتظام نہیں ہوتا تھا، پریس وغیرہ، کتابیں، قرآن شریف چھپنے کا، تو اس لئے وہ تختی پر قرآن کی آیات لکھ دی جاتی ہیں، اس کو یاد کر کے اگلے دن طالبِ علم سنا دیتا ہے۔

تختی لے کر ہم بھی اپنے استاذ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جب پہلا یا دوسرا سال تھا جامعہ حسینیہ راندیر میں، تو ہمارے استاذ تھے حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ۔ اردو، فارسی، عربی، ادب کے بہت بڑے امام اور فنِ خطاطی کے امام۔ مگر وہاں، نہ اردو زبان تھی گجرات میں، نہ فارسی تھی، نہ ادب کا کوئی ذوق تھا اور فنِ خطاطی کے امام تھے، مگر ان سے استفادہ کسی فن میں کما حقہ نہیں کیا جا سکا۔ تو میں ان کی خدمت میں تختی لے کر حاضر ہوا۔

باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت

یہ جو امامِ فن ہوتے ہیں، ہمارے یہاں جب سکول ہمیں شروع کرنا تھا دار العلوم میں، تو وہاں جدہ میں پاکستانی سفارت خانہ کے ماتحت ایک سکول پرائیویٹ چلایا جاتا تھا، اس کے پرنسپل تھے ماسٹر منظور صاحب، وہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ کے خلفاء میں سے تھے۔ تو وہ جدہ سے ہر جمعرات کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس پہنچتے اور چوبیس گھنٹے حضرت کے پاس گزارا کرتے تھے۔

یہاں دار العلوم میں جب ہم سیکنڈری سکول شروع کرنے جا رہے تھے، اس وقت اتفاق سے یہاں ان کے علاقہ کے کچھ لوگ ہڈرزفیلڈ میں تھے، لیڈز میں تھے، تو ان کے یہاں بطور مہمان آئے ہوئے تھے۔ ہم نے دعوت دی، یہاں تشریف لائے۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ ماسٹر صاحب! آپ کی ساری عمر اس تعلیمی سلسلہ میں گزری ہے، آپ پرنسپل رہے ہیں وہاں اسکول کے، تو ہمیں نصاب کے بارے میں کوئی ہدایت؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بس ایک ہی بات ہے۔ میں نے کہا کوئی کتاب ہے، کوئی نصاب؟

فرمایا کہ نصاب اور کتابیں کوئی کام نہیں دیتیں۔ کتنا ہی اچھا نصاب ہو، کتنی ہی عمدہ کتابیں ہوں، پڑھانے والا استاذ باصلاحیت نہ ہو، تو وہ بے کار ہے، نہیں پڑھا سکے گا۔ اور اگر وہ ماہرِ فن ہے، تو اسے کتاب کی ضرورت ہی نہیں، بغیر کتاب کے شروع کر دے گا۔ اس کو کتاب کی کیا ضرورت؟ وہ تو خود کتاب لکھ سکتا ہے، فن کا امام ہے۔

فنِ خطاطی آدھی سطر میں

جب تختی لے کر ہم پہنچے کہ رسم الخط، اردو درست کرنے کے لئے تو حضرت نے فنِ خطاطی کو ایک کلمہ میں بیان کر دیا، آدھی سطر میں۔ فرمایا کہ یہ طولاً لکیر لمبی اور یہ عرضاً لکیر اور تیسرا دائرہ، گول دائرہ، تین چیزیں درست ہو جائیں، تو وہ اس کی تحریر نہ صرف درست ہوگی بلکہ وہ فنِ خطاطی میں اور آگے بڑھ سکتا ہے۔ اب یہ امام فن کے سوا کوئی نہیں سکھا سکتا ہے کہ صرف تین چیزیں درست کرو، سیدھی لکیر تحریر میں اور عرضاً لکیر با، تا، ثا، فا، سب اس میں اس کی ضرورت ہوتی ہے اور لام، جیم، حا، خا، نون سب میں دائرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

فنِ شاعری ایک سطر میں

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ کا کلام بہت سنا ہے اور میں بھی کچھ وزن ادھر ادھر جوڑنے کی کوشش کرتا ہوں، تو شعر کے متعلق کچھ ہدایت فرمائیں گے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ صرف تین چیزیں ہیں۔ اب فنِ شعر کتنا بڑا فن ہے۔ جیسے فنِ خطاطی کہ سیدھی لکیر اور عرضاً لکیر اور دائرہ تین، درست تو سب کچھ درست۔ اسی طرح پورے ایک فن کو تین چیزوں میں حضرت نے سمیٹ لیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ نہیں، شعر جس کا نام ہے، صرف تین چیزیں درست ہو جائیں تو شاعر بن گیا۔ پوچھا کیا تین چیزیں؟

فرمایا کہ ایک تو یہ کہ وزن درست ہو، یہ اشعار کے لئے وزن متعین ہے، فعولن، مفاعلن،

مفاعیلن ، فاعلات وغیرہ اوزان ،تو ان اوزان کے مطابق ہو،اوروزن درست ہو۔

دوسرے فرمایا کہ زبان صحیح ہو،اگرعربی زبان میں شعر کہنے جارہے ہیں آپ،تو زبان درست ہو، زبان اورلسان کی اس میں کوئی غلطی نہ ہو، اردو میں ہوتو اردو زبان، فارسی میں ہوتو فارسی زبان،انگلش میں ہوتوانگلش زبان،تووزن درست ہو،زبان صحیح ہو۔

اورتیسری چیز فرمایا کہ ایک شعرمیں کم ازکم ایک تشبیہ ہو۔ورنہ ہو سکے،تو شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک تشبیہ ہونی چاہئے کہ کوئی مصرعہ تشبیہ سے خالی نہ ہو۔گویا شعر کے یہ تین رکن ہیں۔ایک چیز نہ ہو،مثلاً تشبیہ پورے شعر،دونوں مصرعوں میں نہیں ہے،تو شعرنہیں کہلائے گا۔اب کتنا بڑا یہ فن ہے،اس کوایک سطر میں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجرمکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمادیا۔

تصوف کی تعریف دوکلموں میں

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا پچھلے سال قصہ سنایا تھا کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ بہت بڑے لیڈر ہندوستان کے،حکومتیں کانپتی تھیں جس جلسہ میں ان کا نام ہوتا تھا کہ ان کا بیان ہونے والا ہے۔رئیس الاحرار،سب سے زیادہ سخت ہندوستان کے آزادی کے سلسلہ میں جن کا رول تھا،وہ احرار پارٹی تھی، ہر وقت کلہاڑی ان کا شعارتھا،اس کوساتھ رکھتے تھے،بہت بڑے علامہ۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تصوف پر بہت زیادہ مطالعہ کیا اور پھر میں نے سوچا کہ میں رائے پورحاضری دوں گا،تو راستہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے سوال کروں گا کہ تصوف کی تعریف کیاہے؟

اگروہ یہ تعریف کریں گےتو یہ میرااعتراض ہوگا۔وہ یہ جواب دیں گےتواس پر یہ میرااعتراض ہوگااوراگروہ دوسری تعریف کریں گےتواس پرمیرایہ اعتراض۔پورامطالعہ کرکے پہنچے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کتب خانہ میں اوپر پہنچ چکے تھے، وہاں پہنچے کہ حضرت، صرف مجھے رائے پور جانا ہے ابھی، مصافحہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور مصافحہ کے ساتھ صرف ایک سوال دے کر جاتا ہوں، دو کلمہ کا، اور اس کا جواب آپ سوچتے رہیے۔ میرا ایک ہفتہ وہاں قیام رہے گا۔ واپسی میں مجھے اس کا جواب بتا دیجئے کہ یہ جس چیز کا نام تصوف ہے وہ کیا چیز ہے؟ تصوف کیا چیز ہے؟ اتنا سوال ہے میرا۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں نہیں، جواب لے کر جائیں۔ انہوں نے کہا نہیں، آپ آرام سے۔ فرمایا کہ نہیں، جس چیز کا نام تصوف ہے وہ اخلاصِ نیت کا نام ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں چکرا گیا کہ جتنا میں نے مطالعہ کیا تھا، اس میں کہیں اس کا ذکر نہیں تھا۔ اور یہ جو حضرت نے تعریف کی، اس کے اوپر جتنا میرا مطالعہ تھا اور میرا علم تھا، کہیں کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا تھا کہ میں یہ کہوں کہ فلاں نے یہ لکھا ہے اور فلاں نے یہ۔ تو یہ امام فن ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے یہ تعریف اپنی طرف سے فرمائی، کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گی یہ تعریف۔

چار دن میں آدھا قرآن حفظ

یہ اپنی تختی پر سے میں وہاں پہنچا، تو خواجہ قطب الدین تختی لے کر پہنچے حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کہ ابھی ناظرہ کے لئے یا بہت زیادہ تو حفظ کے لئے تختی لے کر جاتے ہیں، استاذ اس پر لکھ دیتے ہیں وہ آیات۔ تو حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ پوچھنے لگے کہ تختی پر میں کیا لکھوں؟ یعنی پہلے کوئی الف، با، تا، ثا، کہاں تک آپ کا سبق پہنچا ہے؟ کتنا آپ پڑھ سکتے ہیں یا پارۂ عم میں کونسی آیت پر ہیں؟ کیا لکھوں؟

فرمانے لگے کہ **سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً**۔ میں نے کہا کہ تم تو پڑھتے ہو، تختی لے کر آئے؟ فرمانے لگے کہ میں نے وہاں سے آدھا قرآن حفظ کر لیا ہے، تو پھر حضرت حمید

الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے باقی آدھا حفظ کرنا شروع کیا اور صرف چار دن میں حفظِ قرآن مکمل فرمالیا۔

نوے دنوں میں حفظ مکمل

پچھلے سال بتایا تھا کہ مانچسٹر سے ابراہیم بھائی سلو، ان کا خاندان، اور وہ اس دفعہ نظر نہیں آرہے ہیں، شاید سفر میں ہوں، تو وہ ان کے صاحبزادہ دارالعلوم سے فارغ ہوئے، عالم ہوگئے، حافظ نہیں تھے۔ تو اس کے بعد انہوں نے حفظ کرنا شروع کیا، تو نوے دن ninety days میں حفظ کرلیا تھا۔

تین مہینے میں قرآن پاک حفظ

ایک اور قصہ سنایا تھا گلاسگو کا کہ وہاں میں پہنچا تو ایک دکتور سے، پی ایچ ڈی اسی وقت نئی نئی انہوں نے مکمل کی تھی، سوڈانی تھے، تو ان سے ملاقات ہوئی، تو حافظ حنیف صاحب کہنے لگے کہ انہوں نے صرف تین مہینے میں، انہوں نے بھی نائینٹی ڈیز میں، تین مہینے میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ تو پھر میں نے ان سے تفصیل پوچھی۔

پورا علاقہ حفاظ کا

فرمانے لگے کہ اصل میں بات یہ ہے کہ میں تعلیم کے سلسلہ میں میرے علاقہ سے خرطوم چلا گیا تھا اور میرا سارا خاندان فلاں علاقہ میں، دیہاتی علاقہ میں آباد ہے۔ اور کئی گاؤں ہیں ہمارے ایک ہی خاندان کے، ایک ہی رشتے کے، ایک ہی سلسلہ کے ہیں، ہمارے آباء واجداد سب کے ایک ہی ہیں۔ تو ان میں بہت چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر کے سمجھدار بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں میں بھی، اور مردوں میں بھی کوئی غیر حافظ نہیں ہیں، پورا علاقہ حفاظ کا ہے۔ اور چونکہ تعلیمی سلسلہ میں مجھے بھیج دیا گیا تھا خرطوم، تو میں اس نعمت سے محروم رہ گیا۔

اب میں نے یہاں پی ایچ ڈی کی، مجھے شرم آرہی ہے کہ میں وہاں جاؤں گا، تو پی ایچ ڈی کو دیکھ کر وہ کیا کریں گے، حافظ نہ ہونا ان کے نزدیک تو عیب ہوگا کہ جو ہماری خاندانی روایت ہے کہ سب کے سب اس علاقہ میں حافظ ہیں، اس لئے پھر میں نے یہ سوچا کہ مجھے جانا ہے تو میں اپنا حفظ مکمل کرلوں۔ الحمدللہ، اللہ تعالی نے توفیق عطا فرمائی، انہوں نے تو صرف نوّے دن میں حفظ مکمل کرلیا۔

اسّی دن میں قرآن پاک کا حفظ

ابن شہاب زہری، بہت بڑے امام ہیں فنِ حدیث، ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اسّی دن میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔

ہر شب ایک ختم قرآن

ابھی میں وہاں سفر میں تھا تو میں نے وہاں اوڈی ویلا کی مسجد میں پوچھا کہ آپ کے یہاں کچھ اس مجمع میں کچھ لوگ ہیں کہ جو مطالعہ رکھتے ہوں کہ اسلام آپ کے یہاں پرتگال میں کب آیا، اسپین میں کب آیا۔ اس کے بعد پھر میں نے ان کو بتایا کہ آپ کے یہاں اوڈی ویلا میں خلف ابن فتحون بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔

پھر ان کے واقعات اور بزرگوں کے سنائے کہ وہ جس طرح ہم یہاں ہندوستان پاکستان سے بزرگوں کو بلایا جاتا ہے، جلسہ میں شرکت کے لئے اور بیان کے لئے اور بخاری شریف شروع کرانے، ختم کرانے کے لئے، تو میں نے کہا کہ کسی زمانہ میں یہاں سے وہاں بخارا اور سمرقند میں بلایا جاتا تھا، یہاں سے جاتے تھے اسپین سے تیسری صدی میں۔ تو تیسری صدی میں یہاں یورپ سے سمرقند اور بخارا جاکر حدیث کا انہوں نے درس دیا۔ پھر ان کے واقعات، ان کے معمولات بتائے کہ ایک ایک رات میں ساری عمر کا ان کا معمول تھا کہ ہر رات قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔

ایک رات میں پندرہ پارے

اسی کے ذیل میں پھر بتایا کہ ہمارے یہاں دارالعلوم میں اخیر عشرہ میں جو اعتکاف ہوتا ہے، تو اس میں مولوی بلال ناخدا نفل میں پڑھتے ہیں، پیچھے مجمع ہوجاتا ہے۔ تو وہاں والوں کو شوق ہوا، تو ابھی وہ وہاں پہنچے ہوئے ہیں، اور گذشتہ رات انہوں نے ایک مسجد میں پندرہ پارے ایک رات میں سنائے۔ تو میں نے پوچھا، کیا؟

کہنے لگے، یہاں تو عید ہے، اتنا بڑا مجمع ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور ہم نے اشتہار کیا تھا کہ ایک رات میں پندرہ پارے پڑھنے والے ہیں، تو ہم سوچتے تھے کہ پندرہ بیس آدمی سے زیادہ چھوٹی راتوں میں شریک نہیں ہوں گے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ مسجد اوپر، نیچے، اندر، باہر اور دروازے کے باہر بھی مجمع، علاقہ سارا مصلیوں سے بھر گیا، اب جگہ نہیں رہی۔ ہم سوچتے تھے کہ اور مجمع آگیا تو کیا کریں گے؟ سڑک تک لوگ پہنچ جائیں گے۔ اب آج دوسرے باقی پندرہ پارے، وہ وہاں کے دارالعلوم میں سنا رہے ہیں۔

پھر یہاں آنے سے پہلے تین دن تک ہم لوگ تراویح آسمان کے نیچے کھلے میدان میں پڑھتے رہے وہاں دارالعلوم میں تاکہ ہم یہاں تراویح پڑھ کر دیکھیں کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی۔ مجمع کے ساتھ آپ اگر یہاں شبینہ پڑھیں، تو الحمدللہ وہاں کا موسم بھی اچھا ہوتا ہے، اور گرم راتیں ہیں، تو وہاں آج وہ باقی دوسرے پندرہ پارے پڑھ رہے ہیں۔

حفظ اور تعلیم، بیعت اور خلافت

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چار دن میں باقی دوسرے پندرہ پارے حفظ کر لئے اور باقی علوم کی تکمیل کے بعد وہ دہلی پہنچے اور دہلی پہنچ کر وہ یہاں اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت ہوئے، جو حضرت نے سلوک کے معمولات بتائے، اس کے مطابق عمل کرتے رہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرمایا کہ سلسلہ کی خلافت ان کو دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے بعد ان کو خلافت ملی۔

یہ ہمارے سارے ظاہری علوم اور باطنی علوم سارے روحانی طور پر چلتے ہیں۔ ابھی وہاں مولوی بلال کے سلسلہ میں ہماری گفتگو ہوئی کہ وہ ایک یا دو رات میں یا تین رات میں قرآن پاک سنائیں۔ تو پھر جب میں نے فون کیا، پریسٹن ہماری بیٹی خدیجہ کہتی ہیں کہ سنا ہے کہ یہاں کسی نے خواب دیکھا اور اس کی وجہ سے مولوی بلال وہاں جا رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ وہ تو ایک سرسری گفتگو ہوئی تھی اور اس کے بعد سے اس وقت تک تو کوئی حرکت نہیں ہے، سب طرف سے خاموشی ہے، کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا خواب ہے؟ بعد میں پتہ چلا کہ مولانا الیاس ڈیسائی صاحب نے خواب دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے، مولوی بلال نماز پڑھا رہے ہیں اور شبینہ ہو رہا ہے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور اکابر وہاں جمع ہیں۔

یہ سارا پرتگال اور اسپین کا علاقہ، صدیوں وہاں اسلام رہا ہے، اور قال اللہ، قال الرسول کی صدائیں وہاں لگتی رہیں، تو وہاں کی ارواح کتنی تڑپتی ہوں گی جو وہاں محوِ خاک ہیں، زمین کے نیچے آرام فرما ہیں، ان کو اس مجمع سے کتنی خوشی ہو رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسلام کا بول بالا فرمائے۔

۱۹۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۸۴ھ یا ۵۸۵ھ یا ۵۶۹ھ   مولد: کوٹوال، مضافات ملتان

تاریخ وفات: ۵ محرم ۶۶۰ھ یا ۶۶۴ھ ۶۶۸ھ یا ۶۷۰ھ یا ۶۹۰ھ یا ۶۹۷ھ

مدفن: پاک پٹن، ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے آج کے بزرگ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

یہ جتنے نام آرہے ہیں، فرید الدین، جلال الدین، تو یہ سب القاب تھے۔ ان کے یہاں بزرگوں کی طرف سے لقب ملتا تھا۔ اور وہ بھی ویسے اپنی طرف سے بنائے ہوئے نہیں بلکہ **الالقاب تنزل من السماء**، ان کا اصل نام تو تھا مسعود، اور ان کا لقب فرید الدین ہے۔ گنج شکر ایک کرامت سے بنے۔ کنکر یا ریت یا نمک، مختلف روایات ہیں کہ وہ سارا شکر بن گئی تھی، اس لئے ان کو گنج شکر بھی کہا جاتا ہے۔

اصل ان کا خاندان کابل میں رہائش پذیر تھا۔ ان کے دادا تھے قاضی شعیب، علمی گھرانہ تھا۔

تاتاری فتنہ

ایک مصیبت آئی، آسمان اور زمین نے ایسی مصیبتیں کم دیکھی ہیں، یہ مصیبت تاتاریوں کی طرف سے جب آئی ہے مسلمانوں پر اور اسلام پر، تاتاریوں کا یہ فتنہ چند حکام اور سلاطین کی غلطی کی وجہ سے پیش آیا کہ منگولیا Mongolia کے لوگوں کی طرف سے شکایت لے کر کوئی قاصد پہنچتا ہے، تو اس سفیر کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

اس پر ان کے بادشاہ نے تین دن کھانا، پینا، سونا، سب ترک کر کے ایک کام کیا، دعا کی، اور

دعا اپنے طریقہ اور انداز سے کی، ایک پہاڑ کی چوٹی پر کی۔ جس طرح بزرگ پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاتے ہیں اور خلوت گزیں ہو جاتے ہیں، جنگل، بیابان، ساحل کے کنارے تلاش کرتے ہیں خلوت کے خاطر، تو یہ پہنچتا ہے پہاڑ کی چوٹی پر اور اپنے ایک پیر پر، دوسرے پیر کے سہارے کے بغیر، مسلسل دعا میں مصروف ہے۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا دعا کا انداز یہ تھا کہ اس نے ہمارے ہی خدا سے مانگا اور دعائیں کی اور کہا کہ اے مسلمانوں کے خدا! اگر تو ان کا اور ہم سب کا خدا ہے، تو یہ ظلم جو ہمارے ساتھ ہوا ہے اس کا ہم بدلہ چاہتے ہیں۔

لکھا ہے کہ تین دن کے بعد اسے باقاعدہ آسمان سے جواب ملتا ہے، آواز آتی ہے۔ یہ ندا کے بہت سارے واقعات ہیں، کسی وقت بیان کریں گے۔ تو یہ ندا آتی ہے کہ تمہاری نصرت ہوگی، جاؤ، تم بدلہ لے سکتے ہو۔

مٹھی بھر لوگ تھے یہ منگولین، اور یہاں سے لے کر کے روم تک اور یورپ کے کنارہ تک اور یورپ کے آدھے فرانس تک، تمام اسلامی ملک تھا، پورا ایک عالم اور جہاں تھا۔ مگر اللہ کی شان کہ اس کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ چنگیز خانی فتنہ، ہلاکو کا فتنہ جہاں کہیں پہنچا ہے، تو وہاں والوں پر زمین تنگ ہوگئی، جینا دوبھر ہو گیا۔

ان کے دادا قاضی شعیب بھی کابل سے اسی بناء پر ہجرت کرتے ہیں۔ جہاں کہیں اس کی اطلاع پہنچ جاتی تھی، تو لوگ دعا کرتے تھے کہ کاش! کہ ہم اس قبرستان والوں کی جگہ ہم آباد ہوتے، زمین کے نیچے ہوتے۔ اب کہاں جائیں؟

ان کا خاندان وہاں سے ہجرت کر کے لاہور آیا، قصور آیا، اور ہوتے ہوتے اس زمانہ میں ملتان بڑا آباد تھا، علمی اعتبار سے، انتظامی اعتبار سے، علمی، روحانی اعتبارے بہت بڑا مرکز تھا۔ تو وہیں پر ان کی، فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوتی ہے ایک بزرگ سے، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ یہ دہلی سے سفر کر کے ملتان پہنچے ہوئے تھے۔ وہاں

ملاقات ہوئی، تعارف ہوا، تو ابتدائی اپنی کچھ تعلیم وغیرہ بھی ان سے شروع کی یہاں تک کہ لکھا ہے کہ فقہ کی کتابوں میں النافع خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے۔

یہ اکابرین تو تمام علوم اور فنون کے جامع ہوا کرتے تھے۔ لیکن منکرین تصوف کے یہاں جب اہلِ تصوف کا ذکر کیا جاتا ہے، تو جوگیوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ کہتے ہیں جوگیوں کی طرح سے اور چرسیوں کی طرح سے لگے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایسے گردن جھکائے کون بیٹھ سکتا ہے؟ ایک دن، دو دن۔ یہ سالہا سال گذار دیتے ہیں۔

خواجہ مخدوم کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ سالہا سال استغراق ہی استغراق میں گذارے۔ جیسا پرسوں بتایا تھا کہ وہ کسی کو پہچانتے ہی نہیں تھے۔ تو یہ نہ جوگی تھے، نہ چرسی تھے، یہ تو بہت بڑے نادرۃ الزمان اہلِ علم ہوا کرتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنے آپ کو کس طرح فنا کیا جاتا ہے، اس فنائیت کو بھی علم کے ساتھ سیکھ لیا تھا۔

بیعت، تکمیلِ تعلیم، خلافت

حضرت سے انہوں نے فقہ میں کتاب النافع پڑھی۔ اور پھر استاذ اتنے پسند آئے کہ بیعت بھی ہوئے۔ بیعت ہو کر انہوں نے درخواست کی کہ حضرت! میں تو اب آپ کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔ تو فرمایا کہ جب تک یہاں قیام ہے، تم رہ سکتے ہو۔

جب جانے لگے تو اصرار کیا کہ میں دہلی آپ کے ساتھ چلتا ہوں، وہاں میں اپنی تعلیم مکمل کروں گا۔ تو منع فرمایا کہ آپ اپنی تعلیم یہیں مکمل کریں، جب آپ کی تعلیم مکمل ہو جائے گی، تب دیکھا جائے گا۔ دیکھئے، کتنا لحاظ ہے شریعت کا، اسلامی علوم کا، فنون کا۔ فرمایا کہ اس کو پہلے مکمل کرو۔ اس کی تکمیل کے بعد پھر یہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔

پھر حضرت نے اس زمانہ کے اعتبار سے، ان سے مجاہدے کروائے ہیں، سالہا سال۔ ایک جگہ دہلی کے ایک کونہ میں ان کو بٹھا دیا اور وہاں کسی طرح کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا۔ بس، خدا

دے تو کھالو اور ہمیشہ کے روزے سے رہنے لگے۔

فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد کے حکم سے مجاہدے کرتے رہے۔ اللہ تعالی نے پھر ان کو نوازا، روحانی اعتبار سے تکمیل ہوگئی، تو حضرت کی طرف سے نہ صرف خلافت عطا ہوئی، بلکہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہونے لگا، تو ان کو یاد فرمایا۔ فرمایا کہ ان کو بلا کر لاؤ۔ ہر وقت کے حاضر باش خدام اور قریب کے جو لوگ تھے، ان کو چھوڑ کر ہانسی سے ان کو بلا کر حضرت نے فرمایا کہ یہ سجادہ آپ کے حوالے، یہ ہماری گدی آپ کے حوالے کرتے ہیں اور ہم جاتے ہیں اور وہ اللہ کے پیارے ہوگئے۔

اس کے بعد وہاں چند روز مقیم رہے، لیکن چونکہ اتنا عرصہ خلوت میں گزارا تھا، تو ان کو اتنا ہجوم اور لوگوں کا آنا جانا، ملنا جلنا گوارا نہ ہوسکا اور فرمایا کہ ہم واپس ہانسی چلتے ہیں۔ تو سب نے گھیر لیا کہ حضرت! آپ کو تو آپ کے پیرومرشد نے یہاں بٹھایا ہے۔ آپ کیسے جاسکتے ہیں؟ فرمایا نہیں، جو انہوں نے حوالہ کیا ہے، وہ کام تو میرے ذمہ ہے، جو دولت حوالہ کی وہ بھی میرے پاس ہی رہے گی، لیکن مجھے وہاں زیادہ سہولت رہے گی، تو پھر وہاں وہ ہانسی منتقل ہوجاتے ہیں۔

مسواک کی لکڑی

لکھا ہے حالات میں کہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ یہ ترکِ تنعّمات اور مجاہدہ اخیر تک تمام بزرگوں کے یہاں ملتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو آپ کی غذاء ہوتی تھی، ابھی مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سفر میں ہمارے ہاں تشریف لائے، تو میں نے ان سے کہا کہ یہ زیتون کے درخت یہاں بہت ہوتے ہیں، تو اس کی مسواک کاٹ کر لے جائیں۔ کیوں کہ مسواک کے بارے میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے پیلو کی مسواک، یہ مسنون ہے، **ثم الزیتون، ثم المُرّ**، کہ سب سے پہلے پیلو اور اس کے بعد زیتون کی لکڑی کی مسواک، اور تیسرے نمبر پر کسی بھی قسم کی کڑوی لکڑی ہو، اس کی مسواک مفید ہے، وہ کرنی چاہئے۔

پیلو کا پھل اور گولر

وہ پیلو کا جو پھل ہوتا ہے، بچپن میں ہم بھی پیلو کے درخت سے توڑ کر لایا کرتے تھے۔ یہاں تو آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا، وہ تو ایک جنگل کا پھل ہے، دیہات میں رہنے والے لوگوں کی چیز ہے گولر کی طرح سے۔ جیسے حضرت خواجہ مخدوم کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ملتان سے میرے پیر و مرشد کے بھیجے ہوئے مہمان آئے ہیں، تو خادم سے فرمایا کہ ہمارے گولر میں ذرا سا نمک ڈال دینا، تو یہ اعلیٰ قسم کی تواضع شمار ہوئی کہ گولر اور اس کے اندر ذرا سا نمک ڈال دیا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی افطاری میں صرف گولر پر گذارہ رہتا تھا۔ بزرگوں نے انہی سے یہ سب چیزیں لیں۔ جس زمانہ میں ہم نے بہت قریب میں نظام الدین کو دیکھا، سکسٹیز (sixties) میں، تو اس وقت بھی نظام الدین کے چاروں طرف آپ دیکھیں، تو صرف جنگل معلوم ہوتا تھا۔ اور اسی سے اس کا نام ہی تھا بستی نظام الدین، بستی تھی، شہریت نہیں تھی، اور چاروں طرف خالی علاقہ تھا، پرانے کھنڈرات تھے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی شہر سے، رمضان المبارک میں کچھ حضرات گئے، تو وہ دہلی شہر کے رہنے والے اور رمضان المبارک میں ہر ایک سے مجاہدہ نہیں ہوتا، تو انہوں نے سوچا کہ حضرت کے پاس چند روز قیام کریں گے۔

جب افطار کا وقت ہوا تو دیکھا کہ سناٹا ہے، افطار میں تو چند منٹ رہ گئے اور یہاں تو کوئی شور، ہنگامہ نہیں ہے۔ تو جب غروب کا وقت قریب ہوا، تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ بھئی، مہمان ہیں، جلدی سے گولر لے آؤ، جو کل کے رکھے ہیں۔ یہ تواضع ہوگئی۔

علیکم بالاسود

ان کے یہاں بھی، حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پیلو کے پھل پر گذارہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابۂ کرام کے ساتھ صحراء میں کہیں قیام ہے۔ دیکھا کہ صحابۂ کرام نے دیکھا کہ پیلو کا درخت ہے، تو اس کے پھل توڑنے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **علیکم بالاسود**، تم پکے ہوئے کالے رنگ کے ہوں، وہ توڑو کہ وہ لذیذ ہوں گے۔

صحابۂ کرام تعجب سے پوچھنے لگے یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم کہ اس میں سے کونسی قسم کے پھل اور کون سے رنگ کے کھانے چاہیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، **کُنْتُ اَرْعٰی الْغَنَمَ لِأهْلِ مَکَّةَ عَلٰی قَرَارِیْط**، مجھے چند قیراط دیتے تھے۔ تو میں نے بکریاں چرائی ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے اسماءِ گرامی گنوائے کہ فلاں فلاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے، شعیب علیہ السلام نے، ان سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ تو میں بھی صحراء میں رہا ہوں، میں بکریاں چراتا تھا۔ اس لئے مجھے یہاں کے درخت، یہاں کے پھلوں کا علم ہے، اس لئے **علیکم بالاسود**، کہ تم کالے پھل توڑ کر کھاؤ۔

حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اسی پیلو پر گزارہ ہے۔ ایک دفعہ خادم نے دیکھا کہ بہت دن سے یہ پیلو کے پھل ویسے ہی ہم کھا رہے ہیں، تو ان کو ذرا سا تبدیلی کا شوق ہوا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کہیں تشریف لے گئے، تو حضرت جس جگہ پر تشریف فرما ہوتے تھے اور وہاں ایک چمڑا سا بچھا ہوا رہتا تھا، تو خدام گھر والوں نے سوچا ہوگا کہ ذرا اس کی صفائی کرلیں، اس کو بدل لیں۔ تو جب حضرت واپس آئے تو بہت ناراض ہوئے، صرف اس کی تبدیلی پر کہ اتنی تبدیلی بھی اچھی نہیں لگتی۔

نمک کیوں ڈالا؟

خادم نے سوچا کہ اتنے دن ہوگئے، زمانہ ہوگیا، حضرت اسی طرح کے پیلو کے پھل کھا رہے ہے

ہیں کہ جسم کا حق ادا کرنے کی نیت سے ڈال دئے، چبا کر اتار لئے۔ تو انہوں نے سوچا کہ اس میں ذرا سا نمک ڈال دیتے ہیں، ذائقہ کی تبدیلی کے لئے۔ تو وہ قریب سے کہیں سے جا کر کے ادھار نمک لے آئے اور ڈال دیا۔ جیسے ہی حضرت نے پیلو منہ میں رکھا، فرمایا کہ ارے بھئی! یہ بے اصولی آج کس نے کی؟ حضرت نے ڈانٹا، اتنی تبدیلی بھی گوارا نہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مجاہدے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے کیا کیا مجاہدے فرمائے، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فلاں جگہ سے ایک دفعہ ٹوکرا پھلوں کا آیا اور کچھ چیزیں آئیں، تو میں نے فلاں سے کہا کہ تم لے جا کر اس طرح اس کو تقسیم کر دو۔ کیوں؟

فرمایا کہ اس لئے کہ وہ زمانہ میرا زائد چیزوں سے پرہیز کا زمانہ تھا۔ زائد چیزوں سے پرہیز کا زمانہ تھا۔ یہ جملہ بہت کچھ بتا رہا ہے کہ کتنے زمانہ تک حضرت نے ان چیزوں سے پرہیز کیا۔ اور زائد کے معنی یہ کہ جو جسم کی جتنی حاجت اور ضرورت ہے، اس سے زائد کوئی چیز استعمال نہ کی جائے، کھانے پینے میں بھی نہیں، نہ لباس میں، نہ فرش میں۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ چیزیں جو حضرت نے اس وقت ترک فرمائی تھیں، جب ہم نے حضرت کو دیکھا ہے، اس وقت پھل تو نوش فرما لیتے تھے، مگر کوئی میٹھی چیز، کسی طرح کی بھی ہو، حضرت منہ میں رکھ نہیں سکتے تھے۔ اتنی نفرت ہو گئی تھی کھانا چھوڑنے کی وجہ سے۔ کوئی بہت زیادہ اصرار سے عرض کرتا کہ حضرت! ذرا ایک چمچ۔ فرمایا مجھے اُبکائی آئے گی، میں نہیں کھا سکتا۔

یہ ان حضرات کے مجاہدے تھے کہ صرف پیلو پر گزارہ ہو رہا ہے، کہ صرف گولر پر گزارہ ہو رہا ہے۔ اور فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ہمیشہ کے روزے رکھتے تھے، صائم الدہر تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان حضرات کی برکات سے نوازے اور ان کے اتباع کی توفیق عطا

فرمائے۔ اگرچہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں تو شاہی دسترخوان ہوتا تھا، ہزاروں مہمانوں کے لئے انواع واقسام ہوتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ دوستو! ہم ان حضرات کی اتباع کی حرص بھی نہیں کر سکتے، بلکہ تمنا بھی نہیں کر سکتے۔ ان کے جیسے مجاہدے ہم کب کر سکتے ہیں، لیکن کم ازکم اپنے لئے دعا کرنی چاہئے کہ الٰہی! تو نے ان بندوں کو ان مجاہدوں کے نتیجے میں کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہماری اس ٹوٹی پھوٹی عبادت کو، پڑھنے پڑھانے کو قبول فرمائے۔

رمضان کی خاص دعاؤں میں، پاکستان میں ملینوں سیلاب زدہ مسلمان کس طرح رمضان گزارتے ہوں گے، ان کو یادرکھ کر ان کے لئے بھی دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔

۲۰۔حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۹۲ھ مولد: کوتوال، ملتان

تاریخ وفات: ۱۲یا۱۳ربیع الاول ۶۹۰ھ مدفن: پیران کلیر شریف متصل رڑکی ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم

حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات چل رہے تھے۔ان سب کے یہاں قدرِ مشترک ایک چیز ملتی ہے، استغراق، کہ وہ ایسے کھوجاتے ہیں، ایسے کھوجاتے ہیں کہ انہیں کسی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

میں نے مثال ایک بیان کی کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے پیر صاحب مولانا طلحہ صاحب کچھ پوچھتے ہیں، جا کر کوئی بات عرض کرتے ہیں، تو حضرت پوچھتے ہیں، کون؟ اپنے بیٹے کو، دیکھ رہے ہیں، نظر بھی اس وقت ٹھیک تھی، پھر بھی پوچھتے ہیں، کون؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ طلحہ۔ پھر پوچھتے ہیں، کون؟ تین چار دفعہ کے بعد نزول ہوتا تھا۔

میں نے مثال بیان کی تھی کہ فیصل آباد میں قرآن شریف، میں اعتکاف کے پردے میں حضرت کے پاس پڑھ رہا ہوں۔تو حضرت نے گردن اٹھائی مراقبہ سے، پوچھا کون؟ عرض کیا یوسف۔ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ قرآن شریف ہے۔تو پوچھا کونسا قرآن شریف؟ قرآن شریف نام کس چیز کا ہے، ادھر ذہن جا ہی نہیں رہا۔وہ نیچے اتریں تو جائے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تبتل

اسی لئے غالباً اسی کے ساتھ میں نے حضرت مولانا اشرف صاحب پشاور یونیورسٹی کے لکچرار

(lecturer) اور حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور جنرل ضیاء صاحب نے جو ایک اسلامی قوانین کے لئے کونسل بنائی تھی، اس کے وہ رکن تھے، ان کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات ہم جمع کر رہے تھے، تو پوچھنے لگے کہ کہاں تک سلسلہ پہنچا؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت کی کاپی ہے، اس میں کچھ اقتباسات ہیں جو بخاری شریف میں جگہ جگہ سے ہم نے کچھ منتخب کئے ہیں۔ اس میں باب الاضطجاع قبل صلوۃ الفجر، صحیح بخاری میں ایک باب آتا ہے، تو وہاں کا اقتباس تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد سے فارغ ہو کر، فجر کی سنت پڑھ کر فرض سے پہلے لیٹ جاتے تھے۔

یہ اضطجاع اور فرض سے پہلے اور سنت کے درمیان لیٹنا، بتایا تھا کہ ابن حزم کے نزدیک فرض ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ شرطِ صحت صلوٰۃ اللیل ہے کہ اگر یہ اضطجاع نہ ہو، تو رات کی تہجد اور وتر او تح سب باطل۔ کسی نے کہا کہ واجب ہے، کسی نے کہا سنتِ مؤکدہ ہے، کسی نے کہا کہ سنت ہے، ہمارے یہاں مستحب ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعت ہے۔

یہ تمام اقوال وہاں آتے ہیں۔ پھر آگے اس کی علتیں سب الگ الگ بیان کرتے ہیں کہ جن کے یہاں اس کا فرض کا یا شرطِ صحتِ صلوۃ کا درجہ ہے، یا وجوب کا درجہ ہے، یا سنیت کا درجہ ہے، تو کیوں اضطجاع ہے؟ فلاں نے یہ بیان کیا، فلاں نے یہ بیان کیا، کرتے، کرتے، میں نے جب ان کو یہ سنایا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے چکی کا پاٹ، حضرت کی اپنی رائے کو چکی کے پاٹ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے، اس کا بھی شانِ نزول ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ میری رائے یہ ہے کہ ساری رات مناجات مع الرب، اللہ تعالی کے ساتھ مناجات میں گزری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اوپر پہنچ جاتے تھے کہ نیچے آنے میں بہت دیر لگتی تھی۔

چٹان سرمہ بن جاتی

پھراس پر واقعات سنائے حضرت نے بزرگانِ دین کے کہ جب وہ فارغ ہوتے تھے اپنی عبادت سے، تو دیکھنے والے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے تھے۔ تو ایک بزرگ کا قصہ بیان کیا تھا کہ ان کے حجرہ کے سامنے چٹان رکھ دی جاتی تھی۔ جیسے ہی وہ فارغ ہوکر دروازے کی طرف ایک نگاہ فرماتے، تو پتھر کی وہ زبردست چٹان سرمہ بن جاتی تھی۔ وہ اگر کوئی انسان سامنے اس وقت آجائے تو ہلاک ہو جاتا۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کا اثر

خود حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں بھی ہم نے اس کو بہت دیکھا۔ پھر وہاں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ جب رائے پور تشریف لے جاتے، تو معمول یہ تھا کہ اسی حجرہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی چار پائی ایک کونہ میں ہوتی تھی، تو جو حضرات وہاں کا معمول جانتے ہیں، ان کو تو پتہ ہے کہ کس وقت حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی جا سکتی ہے، کس وقت پہنچ سکتے ہیں، کس وقت نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت اپنے مراقبہ میں مشغول اور اچانک کوئی نو وارد دروازہ کھول کر پہنچ گیا، تو جیسے ہی کھڑکا ہوا تو حضرت نے، حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہ فرمائی، تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت کی نگاہ سے لے کر اس شخص تک، اس دروازہ تک ایک زبردست نور۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ وہ تو اس شخص کا مقدر کہ وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، تو حضرت نے اس کو بچا لیا۔ ورنہ وہ جو ایک نگاہ سے جو جلال نور کی شکل میں نکل رہا تھا، جس طرح ان بزرگ کے یہاں چٹان سرمہ بن جاتی تھی، تو پتہ نہیں اس شخص کا کیا حال ہوتا۔

خواجہ صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا تحفظ

آج جن کا تذکرہ ہے، خواجہ صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات کے بعد کا قصہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام ہے، وَ تِلْکَ الایّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ، کبھی کعبہ میں بت رکھے ہوئے ہیں، کبھی وہ شیعے آتے ہیں، حجرِ اسود نکال کر کے لے جاتے ہیں، پھر آ جاتا ہے۔ تو یہ اتار چڑھاؤ دنیا میں ہوتا رہتا ہے، تو اس علاقہ میں بھی کسی زمانہ میں مسلمان تھے اور حضرت کی خانقاہ آباد تھی۔ پھر حضرت کا مزار یہاں پر ہے۔ عرصہ بعد وہاں انقلاب آیا اور صرف ہندو آباد ہو گئے، تو کسی نے حضرت کے مزار کے ساتھ گستاخی کی کوشش کی۔

فرماتے ہیں کہ ایک ظاہری انتظام تو یہ ہوا کہ وہاں جب کوئی شخص جاتا تھا برے ارادے سے، تو دور سے دیکھتا کہ ایک شیر چکر لگا رہا ہے۔ اور یہ تو اسی شخص کے لئے تھا کہ جو کوئی بری نیت سے پہنچتا۔

لیکن مسلم، غیر مسلم، دوست، دشمن، سب کے لئے ایک قدرِ مشترک جو چیز اس کے بعد وہاں پیدا ہو گئی تھی، وہ یہ کہ رات ہو، دن ہو، کسی وقت بھی ہر وقت ایک شعلہ آگ کا نظر آتا تھا، جس طرح آگ جل رہی ہو اور اس کی لپیٹیں اوپر تک، آسمان سے باتیں کر رہی ہوں، اس طرح شعلے نظر آتے تھے۔ اب جو جانا چاہتے تھے وہ بھی ڈرتے تھے، دل سے سمجھتے تھے کہ یہ حضرت کی کوئی کرامت ہے۔ مگر وہ جا نہیں سکتے، ڈرتے ہیں۔

مزارات کی مٹی کی مہک

برسہا برس یہ سلسلہ رہا۔ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ تشریف لے گئے، جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد قصہ مشہور ہے کہ ان کی قبر پر جو مٹی ڈالی گئی، تو ابھی ڈال کر فارغ نہیں ہوئے کہ اس میں سے خوشبو شروع ہوئی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تدفین کے بعد قبر کی مٹی سے خوشبو آتی تھی۔ حضرت مولانا طلحہ

صاحب کے کپڑوں میں یہ خوشبو بسی ہوئی تھی۔ شیخ عبداللہ دہلوی کے کپڑے اب تک بھی وہاں دہلوی خاندان میں، مدینہ منورہ میں ہوں گے۔ تو یہ خوشبوؤں کا سلسلہ تدفین کے بعد قبر کی مٹی سے ابتداء سے لے کر آج تک چل رہا ہے۔

یہ خوشبو مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے آئی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد عرصہ تک آتی رہی۔

نور کے عمودی ستون

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی کی خوشبو کی تو شہرت ہے۔ مگر ایک دوسری ان کی کرامت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد رات دن ہر وقت آپ کی قبر سے لے کر آسمان تک نور کے عمودی ستون نظر آتے تھے۔ دور سے، سینکڑوں میل دور کسی کو پہنچنا ہو، تو وہ نور، اس کی سمت میں وہ چل کر پہنچ سکتا تھا۔ ایک طویل مدت کے بعد کسی کی دعا سے یا حکمتِ الٰہیہ کہ وہ موقوف ہوا۔

اسی طرح حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو شعلہ ہر وقت نظر آتا تھا، تو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ جا کر مراقب ہوئے اور مراقبہ میں جب ملاقات ہوئی، تو درخواست کی کہ حضرت، ایک درخواست ہے۔ پوچھا کیا؟ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو کرامت ہے، یا حکمتِ الٰہی ہے، یہ جو شعلہ نظر آتا ہے، کہتے ہیں یہ اگر موقوف ہو جائے تو بہتر ہے۔ تو اس دن سے وہ موقوف ہوا۔ وہ دن اور آج کا دن، وہ شعلہ موقوف ہو گیا۔

انقطاع الی اللہ اور استغراق

جیسے سب کے یہاں خوشبوئیں، نور، شعلے، کرامتیں ایک جیسی، اسی طرح ان سب کے یہاں، ہر وقت استغراق رہتا تھا۔ اور اس درجہ کا استغراق کہ ایک دفعہ آپ کے ایک پیر بھائی ملتان میں

اپنے پیر و مرشد سے اجازت مانگتے ہیں کہ حضرت، آپ کے یہاں ہر وقت ہم تذکرہ سنتے ہیں آپ کے خلفاء میں سے، خواجہ صابر پیا کا بہت خصوصی تذکرہ ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں جب ہم لوگ تھے، تو حضرت کی توجہ ہم محسوس کرتے تھے کسی کی طرف گفتگو میں، خطوط میں، تذکرے میں، تو اسے ہم نمبر دے سکتے تھے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، حضرت کی نگاہ میں سب سے مقرب کون کون ہیں؟ نمبر دو، تین، چار، پانچ دے سکتے تھے۔ خصوصی خدام میں یہ معروف تھا۔

اسی طرح وہاں خدام سنتے تھے کہ حضرت کے یہاں بڑا تذکرہ ہے خواجہ صابر پیا کا، تو ایک دفعہ اجازت مانگی کہ حضرت کی اجازت ہو، تو میں ملتان سے سفر کر کے کلیر جاؤں۔ فرمایا جا سکتے ہو۔ وہ کلیر پہنچے۔ جب پہنچے، سلام کیا۔ جواب ملا وعلیکم السلام۔ پوچھا بھی نہیں کہ آپ کون؟ کہاں سے آئے؟ فرصت کہاں ان سب جھگڑوں کی۔

انہوں نے جب عرض کیا کہ میں ملتان سے آپ کے پیر و مرشد کا ایک مرید حاضر ہوا ہوں، صرف اتنا پوچھا میرے حضرت کیسے ہیں؟ عرض کیا اچھے ہیں۔ اس کے بعد پھر گردن جھک گئی۔ وہ کئی دن رہے، مگر نہ بات چیت، نہ کوئی گفتگو ہے۔

ہاں، پہلے دن صرف اتنا فرمایا اپنے خادم سے، جب یہ معلوم ہوا کہ میرے پیر و مرشد کے خادم ملتان سے مہمان آئے ہیں، فرمایا کہ گولر میں آج ذرا نمک ڈال دینا، مہمان آئے ہیں۔ گولر جس کو صاحبِ مال لوگ پھل کے طور پر پسند نہیں کرتے، غرباء کا پھل ہے۔ پھر یہ ملتانی خادم حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوئے۔

جب یہ طویل سفر کے بعد واپس ملتان جب پہنچے، تو شیخ نے پوچھا کہ جا کر آئے؟ کیسا پایا ان کو؟ فرمایا، وہ تو بس ہر وقت مراقبہ میں ہوتے ہیں، نہ کوئی گفتگو کر سکتا ہے، نہ کوئی پوچھ سکتا ہے، نہ استفادہ کر سکتا ہے۔

فرمایا کہ ہمارے متعلق بھی کچھ پوچھا؟ فرمایا نہیں۔ فرمایا، کچھ بھی نہیں؟ صرف اتنا پوچھا تھا

کہ میرے حضرت کیسے ہیں؟ تو جب یہ سنا میرے حضرت کیسے ہیں؟ تو پیر خود اپنے مرید کے اس سوال پر رو پڑے اور چیخ کر روتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس مقام پر پہنچے ہیں کہ جہاں سے ان کا صرف اتنا پوچھ لینا کہ میرے حضرت کیسے ہیں، یہ بہت غنیمت ہے۔

جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لیٹنا اس لئے تھا کہ زمین کے اوپر تھوڑی دیر لیٹتے تا کہ ارضیت پیدا ہوجائے کہ ملأِ اعلیٰ کے ساتھ، ذات حق کے ساتھ اس قدر اتصال ہوگیا تھا کہ صحابہ کرام استفادہ نہیں کر سکتے تھے، اور تا کہ ان کے ساتھ گفتگو فرما سکیں، نیچے آ جائیں۔ اس لئے ارضیت پیدا کرنے، ملکوتیت میں کمی کی غرض سے زمین پر لیٹتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ذاتِ عالی کے ساتھ اس قدر لو لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۱۔ حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۹/۱۹ شعبان یا ۱۰ جمادی الاولی/جمادی الاخری ۷۱۵ھ یا ۷۱۶ھ یا ۷۱۸ھ

مدفن: پانی پت

حضرت شیخ شمس الدین ترک، ماوراء النہر، نہر کابل کے اس پار کے علاقے بلخ، بخارا، سمرقند کے تھے۔ اس لئے ان کے نام کے ساتھ ترک ہے، شمس الدین ترک۔ یہ اپنے علاقہ سے چل کر یہاں شمالی ہند، ہندستان کے شمالی حصہ میں کلیر شریف ہے، وہاں آکر حضرت علاء الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔

یہ جو تمام بزرگوں کی صفات میں آپ سن رہے ہیں کہ وہ ہر وقت استغراقی کیفیت میں رہتے تھے، گردن جھکی ہوئی رہتی، ہم تو چند منٹ میں محسوس کرتے ہیں کہ پیچھے درد ہو گیا اور ان کے تو گھنٹے اور دن، مہینے اور سال اسی طرح استغراق میں گزر جاتے تھے۔

ہر چیز میں حسد

اور منکرین و ناقدین صوفیاء کرام، جن کو ان مجاہدات سے کوئی آشنائی نہیں ہوئی اور اس کی چاشنی انہوں نے چکھی نہیں، ہر چیز میں حسد ہوتا ہے۔ جب انسان دیکھتا ہے کہ اوہ ہو ہو! یہ اتنا بڑا امیر ہے، میں اتنا امیر نہیں بن سکا، تب اس پر ہزاروں تہمتیں جڑ دیں گے کہ اس نے حرام کا اکٹھا کیا، اس نے میراث کا اکٹھا کیا، اس نے فلاں کا مال کھایا۔ صرف اس لئے کہ وہ خود اس نعمت سے عاری ہے، اور خود دولت جمع نہیں کر سکا۔

یہ صوفیاء کے جو معترضین ہیں ان کا حال بھی یہی ہے۔ جب وہ سارے واقعات دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، تو ان کی عقل کام نہیں کرتی کہ مجاہدہ اس قدر بھی کیا جا سکتا ہے، تو طرح طرح کے الزام

دھر دیتے ہیں۔

ایک بادام پر گزارہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے بارے میں لکھا ہے کہ کافی عرصہ ایسا گزرا کہ ہر روز ایک بادام کھاتے تھے، پورے چوبیس گھنٹے میں ایک بادام۔اب اس پر گزارہ آسان ہے؟ ایک بادام کھا کر ہفتے، مہینے گذارے جاسکتے ہیں؟

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا معمول

ہم نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو دیکھا کہ پورے رمضان شریف میں مشکل سے مغرب کے بعد آدھی پیالی چائے پیتے، اور یہی حال سحر میں تھا۔مغرب کے بعد تو میں پلاتا تھا،تو ابھی آدھی بھی نہیں ہوئی،فرماتے تُو پی لے۔میں کہتا نہیں،ابھی تو بہت ہے۔تو زبردستی اورتھوڑی اور میں پرچ میں ڈالتا، پھراس کے بعد دوسری دفعہ میں نے اگراصرار کیا کہ نہیں،ابھی تو اور ہے۔ فرماتے کہ تجھے پینا نہ ہوتو کسی اورکو دے دے۔

اب اسی طرح سحر میں وہ آدھی پیالی چائے اورایک انڈے کی زردی مشکل سے اور چونکہ دانت نہیں تھے، کھجور نہیں کھا سکتے تھے،تو کھجور نرم کی ہوئی، ایک کھجور کے برابر مشکل سے افطار میں لیتے اور زمزم کا ایک گلاس نوش فرماتے، ایک کپ چائے۔پورے دن میں ایک آدھ انڈے کی زردی اس پر کوئی زندہ رہ سکتا ہے؟ ہم لوگ تو تیسرے دن حال سے بے حال ہو جائیں گے۔

اس سے حسد پیدا ہوتا ہے کہ یہ مجاہدہ کیسے کرتے ہوں گے؟اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا اس مجاہدہ کے ساتھ پھرروز ایک قرآن شریف کا معمول ساری زندگی رہا۔اوردیگر معمولات اور ہزاروں مہمانوں کا انتظام اور ہزاروں کوتوجہ دینااورساری دنیا کا انتظام،انصرام، یہ سب مزید برآں۔

اس لئے ناقدین نے ان صوفیاء پرتہمت لگادی کہ یہ جو گردن جھکا کر بیٹھتے ہیں استغراق میں رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ طریقہ جوگیوں سے انہوں نے لیا۔

کم بختوں کی عقل ماری گئی ہے۔ صرف صوفیاء کی دشمنی میں اسلام کو جھٹلا دیا، قرآن کو جھٹلا دیا۔ قرآن میں نہیں پڑھا ہوگا؟ انہوں نے بھی پڑھا ہوگا، آپ سے زیادہ وہ اس کی تفصیل سے واقف ہوں گے کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بیت المقدس تعمیر کروا رہے ہیں، ہیکلِ سلیمان جس کی تلاش ہے یہودیوں کو، اس کے لئے گرانے کی کوشش ہے بیت المقدس، مسجد صخرۃ وغیرہ کو، تو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام بیت المقدس کی مسجد تعمیر کروا رہے ہیں اور کام ایسا ہے کہ عام انسان نہیں کر سکتا، اس لئے جناتوں سے کروا رہے ہیں، وہ سمندروں سے بڑی بڑی چٹانیں، پورے پورے ستون نما مرمر وغیرہ نکال کر لاتے ہیں، تراشتے ہیں اور لگا رہے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی خلوتیں

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک معمول تھا کہ وہ خلوت میں، تنہائی میں چلے جاتے تھے۔ اب جو خطوط میرے نام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ہیں، تو اس میں آپ کئی جگہ پڑھیں گے کہ حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ تمہیں اس سے پہلے بھی لکھا، بار بار میں نے لکھا، اب بھی لکھواتا ہوں کہ اپنے لئے دن بھر میں سے زیادہ نہیں تو کم از کم دو تین گھنٹے کا وقت ایسے نکال لیا کریں کہ جس میں کوئی آس پاس بھی نہ ہو اور تمام دنیا سے فارغ ہو کر، یکسو ہو کر صرف ادھر لو لگا کر بیٹھیں۔

یہ خلوت سب کو چھوڑ چھاڑ کر ایک طرف لو لگانے کا نام ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ وہ خلوت میں تشریف لے جاتے، مگر ان کی خلوت بھی ان کی شایانِ شان، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی خلوت، جیسا کہ سرورِ کونین فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حراء کو اس کے لئے منتخب فرمایا تھا، جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے میں نے عرض کیا کہ ان کی شایان شان اللہ نے خلوت کی جگہ منتخب فرمائی کہ کہاں پر؟ غارِ حرا۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو کوہِ طور پر جانے کا حکم ہوا۔ اسی لئے میں نے کہا

کہ یہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں، وَوَاعَدْنَا مُوْسیٰ ثَلاثِیْن تو کہاں بھیجا؟ کوہِ طور پر۔ جہاں کوئی دور دور تک نہ کوئی آواز، نہ کوئی مخلوق، نہ کوئی انسان، تو وہاں جا کر، ابھی موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو توریت نہیں ملی، کوئی حکم نہیں شریعت کا کہ یوں عبادت کرو، یہ کرو، یہ نہ کرو۔ تو کیا عبادت ہوتی تھی؟ یہی مراقبہ، تفکر میں مشغول بحق رہتے۔

ہر سال کے ماہِ مبارک غارِ حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں گزارتے۔ ابھی تو قرآن بھی نہیں اترا تھا، اِقْرأ بِاسْم تو اسی خلوت کے دوران کئی برس بعد نازل ہوئی۔ تو اس سے پہلے قرآن کی تلاوت بھی نہیں، نماز بھی نہیں اور دوسری عبادتیں نہیں، احکام نہیں، تو کیا کرتے تھے؟ وہی مراقبہ، تفکر عبادت تھا۔

صوفیاء نے یہاں سے لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غارِ حراء سے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور سے کہ جس کے بعد انہیں توریت ملی، جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملا، **اقرأ باسم**، حضرت سلیمان علیہ السلام سے یہ مراقبہ ہمیں ملا۔

حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ وسلام کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ وہ بیت المقدس کی مسجد تعمیر کروا رہے ہیں، جناتوں سے کام لے رہے ہیں اور ان کی خلوت کا وقت آ گیا۔ خلوت میں اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اس طرح کہ جہاں کام ہو رہا ہے وہاں سے جنات دیکھ سکتے ہیں کہ یہ حجرہ ہے ہمارے نبی کا، حضرت سلیمان کا، اور اس حجرہ میں تخلیہ میں ہیں۔ وہاں خلوت ان کی کئی دنوں کی نہیں، کئی مہینوں اور سالوں کی ہوتی تھی۔

قرآن کہتا ہے کہ تَأْکُلُ مِنْسَأَتَه کہ اب جنّات کام کر رہے ہیں کہ ابھی خلوت سے باہر آئیں گے، نکلیں گے، ہماری حاضری لیں گے، کتنا کام ہوا؟ کہاں ہم نے چھوڑا تھا خلوت میں جانے سے پہلے؟ تو جلدی جلدی سب کام میں لگے ہوئے ہیں۔ تو وہاں کوئی کھڑکی بھی ہوگی جہاں سے وہ کام کو ملاحظہ فرماتے ہوں گے۔

جب طویل زمانے تک یہ کام کرتے رہے، ایک دن دیکھا کہ روز ہم دیکھتے تھے کہ حضرت

سلیمان علیہ السلام اپنی کرسی کے اوپر تشریف فرما ہیں اور لاٹھی پر گردن ٹیکے ہوئے مراقبہ میں ہیں، استغراق میں ہیں۔

ایک دن دیکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کرسی پر تو نہیں ہیں، تو جھانک کر دیکھا تو نیچے زمین پر گرے ہوئے ہیں۔ کیسے گرے؟ کہ وہ لاٹھی جس کے اوپر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام، اس کو دیمک نے کھالیا اور اس سے وہ لکڑی ٹوٹ کر گری اور سہارا ختم ہوگیا، تو آپ بھی نیچے گر گئے۔ تب اندر جا کر دیکھا کہ یہ تو مدتوں پہلے ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو اس مسجد کی تعمیر منظور تھی، اس کی تکمیل منظور تھی، اس لئے ایک وقتِ موعود پر اس کیڑے نے دیمک نے لکڑی کو کھایا اور لکڑی ٹوٹی اور سلیمان علیہ السلام کی میت زمین کے اوپر گر گئی۔ تب ان کو پتہ چلا کہ ان کا تو انتقال ہوگیا ہے۔

کتنی لمبی خلوت؟ کتنا لمبا مراقبہ؟ تو یہاں سے صوفیاءِ کرام نے یہ مراقبے لئے اور اس میں بھی وہی تفکر اور مراقبہ، اللہ تعالیٰ کی ذات کو انسان اتنا دل میں بسائے، اتنا بسائے کہ اپنے آپ سے بھی کھو جائے اس کو پتہ نہ رہے کہ میں کہاں ہوں اور یہ مسجد ہے، یہ دیوار ہے، یہ فرش ہے، آپ ہیں، میں ہوں، کسی چیز کو نہ پہچانے، اپنے آپ کو نہ پہچانے۔

اس پر مجھے ہمارے بزرگ یاد آئے۔ پانچ سو برس پہلے کی کتاب ہے، وہاں ایک مزار سورت میں ہے، خوب صاحب کی مسجد میں ہے، جہاں ہمارے قاری یعقوب صاحب امام بھی رہے ہیں، تو وہاں مزار ہے خوب صاحب کا۔ تو شاید یہی ہوں یا یہ ان کا جن کی یہ کتاب ہے خوب ترنگ، پندرہ سو اٹھتر (۱۵۷۸ء) میں کتاب انہوں لکھی، 1578 عیسوی انگلش تاریخ کے حساب سے۔ تو پانچ سو برس پہلے انہوں نے یہ خوب ترنگ کتاب لکھی تھی۔ ان کا، خوب محمد صاحب کا انتقال ہوا تھا احمد آباد میں، تو ممکن ہے کہ وہاں سے سورت لا کر دفن کیا ہو یا انہیں کے سلسلہ کے پوتے، نواسے خاندان کے کوئی دوسرے ہم نام بزرگ ہوں۔

شیخ چلی

بہر حال وہ اس اپنی کتاب میں شیخ چلی کا ایک قصہ لکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ شیخ چلی ہر وقت استغراقی کیفیت میں رہتے تھے۔ اگر کوئی مراقبہ میں ہو، گردن جھکا کر تنہائی میں بیٹھا ہو، وہاں تو کوئی آدمی جا سکتا ہے، مگر یہ چلتے پھرتے تھے، پھر بھی ان کو کوئی پتہ نہیں ہوتا تھا اطراف اور ماحول کا کہ میں کون ہوں، کہاں پر ہوں۔

چار کمرے تھے ان کے گھر کے۔ تو ایک کمرے کی چھت کے اوپر وہ کھڑے ہوئے ہیں اور وہاں سے گنتے ہیں، اچھا ایک، دو، تین۔ جس چھت پر وہ کھڑے ہوئے تھے، اس کو بھول گئے اس کو نہیں گن رہے ہیں۔ تو پھر اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں کہ میرے مکان کے تو چار کمرے ہیں، چوتھا کدھر گیا؟ اوہو! وہ کہیں روٹھ کر چلا تو نہیں گیا۔

اسی حال میں بے خودی میں اوپر سے نیچے اترے، بھاگ رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت ، کدھر جا رہے ہیں؟ فرمایا کہ ہمارا ایک مکان روٹھ کر چلا گیا، اس کی تلاش میں ہوں۔ تو شریر لوگ بھی ہوتے ہیں، بزرگوں کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ تو کسی شریر نے کہا کہ ادھر میں نے جاتے ہوئے دیکھا تھا، تو اُدھر گئے۔ اب وہ بھاگتے دوڑتے روٹھے ہوئے مکان کی تلاش میں ہیں۔

تلاش کرتے کرتے جب تھک گئے اور گرمی کی وجہ سے پریشان ہو کر سامنے مسجد تھی اس میں تشریف لے گئے اور حوض پر وضوء کے لئے بیٹھے، تب پانی میں اپنا عکس نظر آیا۔ شیشہ اور آئینہ کی طرح جس طرح ہم آئینہ روز دیکھ کر سنورتے ہیں، تو اپنی صورت دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ تو کون؟ اگر تو میں ہوں، تو میں کدھر؟ اپنا بھی پتہ نہیں کہ تو کون اور میں کون؟ اپنی تصویر سے پوچھ رہے ہیں کہ تو کون؟

زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی تصویر دیکھی

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قصہ پہلے بھی سنایا ہوگا کہ جب حضرت کے دانت ڈینٹسٹ

dentist بنا کر سہارنپور لے کر آئے اور چوکٹھا حضرت کے منہ میں رکھا، پوچھا کہ آپ کو کوئی الجھن تو نہیں، یہ ٹھیک ہے؟ اس کے بعد انہوں نے کپڑے کے تھیلہ سے آئینہ نکالا۔ جب آئینہ حضرت کے سامنے کیا تو حضرت نے فرمایا اوہو! حضرت نے زندگی میں پہلی مرتبہ آئینہ میں اپنی تصویر دیکھی۔ اب اپنے آپ سے کتنے بے تعلق؟ اپنے آپ سے کتنی نفرت؟ اور اپنے وجود سے کتنے متنفر حضرت؟ تو میں نے کہا تھا کہ معترضین اشکال کریں گے کہ حضرت مونچھ تو بناتے ہوں گے؟ کیسے بناتے ہوں گے؟

وہاں سہارنپور میں نائی جمعہ کے روز آتا تھا۔ سب مجمع کے سامنے، مجلس ہو رہی ہے گاؤں والوں کی، ساڑھے گیارہ بجے تک کا وقت متعین ہوتا تھا، مجلس کا وقت، گیارہ سے ساڑھے گیارہ جمعہ کے دن کا تھا، پوری سہ دری اور مسجد بھری ہوئی ہوتی تھی سب عمامے والوں سے، سب گاؤں کے لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے سینکڑوں کی تعداد میں آتے تھے، ان کے یہاں جمعہ نہیں ہوتا وہاں گاؤں میں، تو شہر میں آ کر سہارنپور میں حضرت کے یہاں جمعہ پڑھتے تھے۔

نماز کے بعد پھر کھانا کھا کر جاتے تھے۔ تو وہ سب بیٹھے ہوئے ہیں، اور نائی آجاتا تھا، وہ حضرت کی حجامت بناتا تھا۔ ساری دنیا میں آئینہ کا استعمال ہے، اور حضرت بھی بڑے شہر میں رہ رہے ہیں، کوئی جنگل میں نہیں، قدم قدم پر سہارنپور میں دکانیں ہیں، مگر زندگی میں پہلی دفعہ تصویر دانت کے ڈاکٹر کے آئینہ میں دیکھی۔

شیخ چلی کا قصہ خوب ترنگ میں لکھا ہے کہ پانی میں عکس دیکھ کر سوال کرتے ہیں کہ اگر تو میں ہوں تو میں کدھر؟ ہو بہو یہ قصہ مولانا روم نے بھی لکھا ہے ایک ہی طرح کا ہے۔

ایک علاقہ روم نامی ترکی میں بھی ہے۔ اور ان کی کتاب ''مثنوی'' ہے۔ تو اس میں انہوں نے ایک ترک بزرگ کے نام سے قصہ لکھا ہے کہ وہ سفر پر تھے، سفر کرتے ہوئے ایک جگہ قیام کیا۔ جس طرح آج کل ہوٹل ہوتے ہیں، تو سرائے میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ سرائے میں بھیڑ ہے، کافی لوگ ہیں۔ تو کچھ پریشان ہوئے کہ میں کہاں آ گیا؟ پھر ان کو اپنا فکر ہو گیا کہ یہ اتنا بڑا

مجمع ہے، اس کے اندر اگر میں کھو گیا تو کیا ہوگا؟ تو انہوں نے پھر اس کی تدبیر یہ سوچی کہ ایک کدّ و لمبا سا لیا (دودھی)، کدّ و لے کر اپنے پیر کے ساتھ باندھ دیا، تا کہ اگر میں اس مجمع میں کھو گیا، تو میری پہچان ہوگی کہ پیر پر کدّ و بندھا ہوا ہے۔

آج کل کی طرح جیسے ہوٹل ہوتے ہیں الگ الگ کمرے تو ہوتے نہیں تھے۔ سرائے کے معنیٰ وہ پورا ایک ہال ہے جس میں ایک چار پائی آپ کے لئے ڈال دی، ایک ان کے لئے ڈال دی، سب وہاں پڑے ہوئے ہیں۔ تو کوئی ان کو دیکھ رہا تھا کہ وہ گئے، کدّ و لائے اور کدّ و اپنے پیر سے باندھ رہے ہیں۔ تو بیچارے تھکے ہارے، دور کی مسافت طے کر کے آئے تھے، وہ تو پڑے اور سو گئے۔ یہ سب کچھ جس نے دیکھا اس کو شرارت سوجھی۔ اس نے کیا کیا؟

جب اچھی طرح سو گئے، خراٹے لینے لگے، تو اس شخص نے رسّی کھولی آہستہ، آہستہ، آہستہ اور کدو نکال لیا اور اپنے پیر کے ساتھ باندھ کر پاس والی چار پائی تھی، اس کے اوپر وہ لیٹ گیا۔

جب ترک بزرگ کی آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو دیکھتے ہیں، تو اپنی پہچان کے لئے دیکھا کہ پیر میں کدو تو نہیں ہے۔ پاس والے کو دیکھا کہ اس کے پیر میں کدو بندھا ہوا ہے۔ تو پوچھتے ہیں کہ وہ اگر تو میں ہوں تو پھر میں کون ہوں؟

یہ ہو بہو وہی سوال، اللہ والے کتنے قصوں سے ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں اے پاگلو! تم اپنے خودی میں کیوں اتنے مست اور مگن ہو کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھے ہو؟ بھلا دو اپنی خودی کو بھی۔ اپنے آپ کو بھی جب بھلا دو گے، تب تم اس ایک اللہ کو پہچان سکو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معرفت نصیب عطا فرمائے۔

حضرت شمس الدین ترک اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہما

یہ جو ہم نے یٰسین پڑھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں سالہا سال یہ معمول رہا ہے۔ حضرت کے یہاں عشاء کی نماز کے بعد اس کا معمول تھا اور حضرت کی مسجد میں عام دنوں

میں مہمان کم ہوتے تھے اور اس ختمِ یٰسین کی تعداد چالیس دفعہ ہے کہ چالیس دفعہ یٰسین پڑھی جائے اس کے بعد دعا کی جائے، تو چالیس یٰسین ہوئی یا نہیں اس کے لئے خدام میں سے کوئی گنتا تھا، تو سب پڑھنے والے اشارہ کرتے تھے۔ کوئی ایک انگلی اٹھاتا تھا کہ میں نے ایک دفعہ پڑھی، کوئی دو، کوئی تین۔ بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کہتا کہ ابھی پانچ کم ہیں، تو الحمدللہ اِس بڑے مجمع میں تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، چالیس سے زیادہ ہی ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کے طریق پر ہمیں رکھے۔

عاشق اور معشوق

آج کا موضوع ایک مرشد اور ایک مرید، عاشق اور معشوق۔ حضرت شمس الدین ترک، یہ مرید، اور ان کے پیر پیرانِ کلیر حضرت علاء الدین احمد کلیری، کلیر شریف میں آپ کا مزار ہے۔

یہ رشتہ ارادت جس طرح کہ میں نے بتایا عاشق اور معشوق سے بھی بہت آگے کا ہے۔ ابھی یہاں آنے سے پہلے عصر کے وقت میں نے بھائی صاحب کو، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کو فون کیا کہ آپ کا تو اعتکاف شروع ہو جائے گا، میں تو ویسے ہی آوارہ ہوں، تو اعتکاف اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے میں تو نہیں کر سکوں گا، مگر آپ شاید فون پر ملیں، نہ ملیں، اس لئے میں نے فون کیا، تو پھر دیر تک سہارنپور کی باتیں ہوتی رہیں۔ جب بھی فون ہوتا ہے تو ماضی کی پرانی باتیں یاد آجاتی ہیں۔

گفتگو میں ذکر آیا کہ بھائی صاحب کہنے لگے کہ ایک دفعہ میں پہنچا حضرت کے پاس، تو سلام مصافحہ ہوا، دعائیں ملی اور حضرت بڑے خوش ہوئے۔ اور اس کے بعد پھر شام کو حضرت نے ایک فقرہ فرما دیا کہ بھئی، تم کہاں رہے؟ اب بھائی صاحب فکر میں، پریشان، کہ حضرت نے کب طلب فرمایا، کب میں موجود نہیں تھا؟

اب ان کی تو اگر تشبیہ دی جائے بادشاہوں کے جلال کے ساتھ، اور شاہی نزاکتوں اور نخروں

کے ساتھ، تو یہ تو ان کی توہین ہے، وہ بھی ان کے سامنے کچھ نہیں ہوتے۔ اِن کو تو پوچھ بھی نہیں سکتے کہ کیوں ناراض ہیں؟ اسی لئے جب کبھی ایسا ہوتا تھا تو پھر منانے کے لئے لگے رہنا پڑتا تھا۔

ہمارے حضرت صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑا اچھا جملہ ایسے موقع پر فرماتے تھے کہ آپ ناراض رہنا چاہتے ہیں، لیکن ہم آپ کو ناراض نہیں رہنے دیں گے۔ یعنی بالکل قریب جا کر نہیں، مگر ایسے کہ ذرا سی آواز ادھر بھی پہنچ جائے، سن بھی لیں۔ تو ایسے ہی بھائی صاحب کیا کرتے تھے۔ جب ذکر ہوا تو ذکر میں کبھی ان کی عادت ہے، ترنم سے اشعار پڑھنے کی، تو اُس میں آٹھ دس اشعار خطاب کر کے پڑھ دئے:

تمہارا پیار کا وعدہ کیا ہوا

وہ زور زور سے روتے جاتے، پڑھتے جاتے۔ جب ذکر ختم ہوا تو حضرت نے پھر بلایا کہ عبدالرحیم کو بلاؤ۔ گئے۔ حضرت نے فرمایا، میں نے تجھے تلاش کروایا تھا۔ حضرت، میں تو اپنے ہی بستر پر فلاں جگہ تھا۔ حضرت نے فرمایا، میں نے تو ڈھنڈوایا تھا، تو تھا ہی نہیں۔ جواب دیا، نہیں، یہیں تو تھا میں۔ حضرت نے فرمایا، میّا کے پاس چلا گیا تھا؟ اہلیہ بھی ساتھ تھی، اس کو میّا فرماتے ہیں۔ میّا کے پاس چلا گیا تھا؟ تو یہ بڑی پر لطف زندگی ان لوگوں کے ساتھ گذرتی ہے، بڑی پر لطف۔ اسی لئے میں نے مرشد اور مرید کو عاشق اور معشوق سے تعبیر کیا۔

عالم استغراق

اور اسی تعلق سے وہ ساری چیزیں پھر منتقل ہوئیں کہ حضرت پیرانِ کلیر حضرت علاء الدین صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، تو یہ آپ بار بار سن رہے ہیں استغراق، غلبۂ حال، کہ نہ دیکھتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ کوئی حاجت ہے، ہر وقت اوپر لو لگی ہوئی ہے۔

اور میں نے کل اشارہ کیا تھا کہ جو اس دولت سے محروم ہوتے ہیں، جو اس کو سمجھ ہی نہیں پاتے

کہ اتنا لمبا استغراق، لمبا غلبۂ حال ایک دن، دودن، ایک مہینہ، سالہا سال کیسے کرتے ہوں گے؟ تو کسی نے کہہ دیا، جوگیوں سے لیا، کسی نے اور کچھ کہا۔

کل میں نے ایسے لوگوں کے ایک دو جملے نقل کئے تھے۔ اور کسی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ پِنک میں رہنے والے، یہ چرسی، انہوں نے اپنی طرف سے الزامات تراش لئے دل میں کہ بھئی، اتنا لمبا مراقبہ تو جب ہی کیا جا سکتا ہے کہ کچھ کسی وقت پی لیتے ہوں گے، بھنگ پیتے ہوں گے، چرس پیتے ہوں گے کہ جس سے گردن جھک جاتی ہوگی۔ ان کم بختوں کو کیا پتہ کہ یہ نشہ تو اترتا ہی نہیں، اور بھنگ کا نشہ تو کتنی کوئی تیز سے تیز پی لے تو کسی نہ کسی وقت اتر سکتا ہے، یہ تو اترتا ہی نہیں مرنے کے ساتھ ہی اترے گا۔

یہ حضرت صابر پیا کلیر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ چیز تھی سالہا سال استغراق میں ہیں۔ پھر ان سے یہ دولت حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو ملی۔ ان پر بھی یہی غلبۂ حال تھا، حالانکہ بڑے زبردست علامہ تھے۔ پھر ان سے یہ نسبت منتقل ہوئی حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں۔ ان کو نماز کے لئے جگایا جاتا تھا۔ خود ان کو بھی حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نماز کے لئے، نماز، نماز، بار بار ان کو ہلا کر کان میں خادم کہتا تب جا کر بہت دیر کے بعد ان کو احساس ہوتا تو کہتے کہ اچھا اچھا، نماز تو بھئی پڑھنی ہی ہے۔

اگر یہ اعتراض کرنے والے تھوڑا سا انصاف کی نظر سے اس کو دیکھتے، تب سمجھ پاتے۔ لیکن وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو اس درجہ کا استغراق کہ دنیا کا پتہ نہیں، دنیا مافیہا سے بالکل بے خبر، کیسے ہو جاتے ہوں گے؟

وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ شریعت ہم سے خشوع کا دو منٹ کے لئے مطالبہ کرتی ہے۔ نماز میں اللہ اکبر نیت باندھی کہ ہاتھ سے اشارہ اس طرف کہ الٰہی! میں نے دنیا کو پیچھے پھینک دیا۔ کسی نے کہا کہ یہ میں نے دنیا و مافیہا سے ہاتھ اٹھا دئے ہیں۔ آپ کا غلام، تابعدار سب چھوڑ کر حاضر ہوں۔ جس طرح آپ مجھ سے کہیں، میں خدمت کے لئے تیار ہوں۔

یہ تمام تعبیرات اس کی کہ دنیا اور مافیہا کو خیر باد کہہ کر کے کہا، اللہ اکبر۔ تو وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم تو اتنی دو منٹ کی نماز میں اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتے، اپنے دل کو مشغول نہیں کر سکتے۔ ادھر نیت باندھی اور ہر چیز کا خیال آئے گا، دکان کا، تجارت کا، بیوی کا، بچہ کا، دوست کا، گناہ کا، شیطانی اور نفسانی تمام وسوسے اور خیالات دل میں پہلے سے زیادہ آنے شروع ہوں گے جو نماز سے پہلے نہیں تھے۔ ہم تو اتنی دیر نہیں صبر کر پاتے اور ان کو، سالہا سال کہتے ہیں کسی چیز کا پتہ نہیں۔ تو کچھ چرس ورس کھائے پیئے بغیر تھوڑے ہی اس طرح رہ سکتے ہیں کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔

وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ یہی مطالبہ ہر عبادت میں ہے۔ نماز میں تو چند منٹ بھی لگتے ہیں، مگر یہی مطالبہ زکوٰۃ میں بھی ہے، صدقات میں بھی ہے کہ صرف دینا اور لینا ہے۔ ایک لمحہ آپ نے دیا، اس نے لے لیا۔ تو اتنی دیر کے لئے شریعت نے شرط لگائی کہ وہ جو کچھ دے صرف اللہ کے لئے دے، اور نہ ریا ہو، نہ دکھاوا ہو، نہ کسی کو دکھانا، نہ اپنی سخاوت کا اظہار، نہ اس پر جس کو دے رہے ہیں اس پر ترفّع کا خیال و اظہار ہو۔

تینوں رات کا صدقہ قبول

اسی لئے جب یہ سنا کہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ یہ صدقات اور زکوٰۃ کا ادب یہ ہے کہ اس طرح اس کو دیا جائے کہ کسی کو پتہ نہ چلے، صرف اللہ کے ساتھ اس وقت لو لگی ہوئی ہو، اس کو بتا رہا ہو کہ الٰہی! میں تجھے خوش کرنے کے لئے دے رہا ہوں اور بس۔

اسی لئے ایک آدمی اس پر عمل کرنے کی نیت سے رات کے وقت رقم لے کر چلا۔ تو اس نے راستہ چلتے کسی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ صبح بڑا مشہور چور اور ڈاکو جو تھا اس نے شور مچایا، وہ کہنے لگا، کہ آج تو حد ہو گئی۔ میں تو نکلا تھا کہیں شکار کے لئے، چوری کے لئے اور چپکے سے مجھے کوئی اتنی بڑی رقم میرے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ تو لوگ کہنے لگے واقعی کمال ہو گیا، تُصُدِّقَ عَلٰی

سَــارِق۔تواب وہ اسی آبادی میں وہ صدقہ دینے والا بھی،اس نے جب سنا تو اس نے **لا حــول** پڑھی کہ لاحول، یہ صدقہ تو بیکار چلا گیا۔

پھر دوسری رات پھر نکلا۔ اس نے سوچا کہ یہ مرد چور ہوتے ہیں، عورتیں چوری نہیں کرتی ہوں گی۔ گھر توڑ کر گھر میں چوری کے لئے داخل ہوں، اتنی بہادر اور جری عورتیں کم سنی گئیں۔ حرم شریف میں تو اس چوری وغیرہ کا مستورات میں بھی بڑا خطرہ رہتا ہے۔اس نے سوچا کہ مرد عام طور پر چوری کرتے ہیں، عورتیں نہیں سنی گئیں، تو اس نے اندھیرے میں دیکھا کہ کوئی خاتون جارہی تھی اس کو تھما دیا۔ پھر صبح شور ہو گیا کہ وہ عورت کہنے لگی میرا حال تو سب کو معلوم، وہ رنڈی مشہور تھی۔ اس نے کہا کہ میں تو زانیہ مشہور ہوں اور مجھے آج رات کوئی رقم دے گیا۔تو وہ آدمی سوچنے لگا کہ الٰہی، میں کیا کروں؟

پھر اس نے کوشش کی کہ ایسی جگہ پر کہ جہاں ایسے غلط ہاتھ میں جانے کا اندیشہ نہ ہو تو اس نے تیسری رات پھر چپکے سے کسی کو دے دیا۔تو صبح پھر شور ہوا، کوئی مالدار آدمی کہنے لگا کہ چلتے ہوئے جلدی میں کسی نے مجھے کوئی چیز تھما دی۔ میں نے دیکھا کہ مجھے کسی نے صدقہ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ تینوں رات کا صدقہ اس شخص کا قبول ہے اور ہم نے خود اس کا انتظام کیا کہ پہلی رات چور کے ہاتھ میں اس لئے پہنچایا تاکہ وہ اپنی اس عادت سے توبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ حلال طریقہ سے باعزت طریقہ سے بھی دیتے ہیں، میں پھر کیوں چوری کروں۔اور یہ زانیہ کے لئے پیغام تھا کہ وہ اپنے اس پیشہ سے باز آجائے کہ اللہ تعالیٰ اس ناجائز طریقہ اور حرام کاری کے بجائے عزت سے بھی دیتا ہے۔اور مالدار کے ہاتھ میں ہم نے پہنچایا تو اس کے لئے پیغام تھا کہ میرے پاس اتنی دولت ہے اور میں تو کسی کو دیتا نہیں ہوں۔اور اللہ کے نیک بندے مال والے ایسے ہیں کہ چپ چاپ کسی کو پتہ نہ چلے۔اس طرح سخاوت کرتے ہیں۔

باپ بیٹے کا قصہ

صحابہ کرام نے جب یہ سنا تو اس پر بھی عمل کرنے کی انھوں نے کوشش کی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ حضرت معن ابن یزید اپنے گھر پہنچے، فجر کی نماز پڑھ کر انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے تو ابھی فجر کی نماز کے وقت اندھیرے میں کسی نے یہ ہدیہ دیا اور اتنی بڑی رقم مجھے دی۔ تو ابا جان کہنے لگے کہ لاؤ، وہ تو میں ہی تھا، میں نے ہی دیا تھا کہ اس میں اخفاء مطلوب ہے کہ چپکے سے دینا چاہئے۔ تو مجھے کیا پتہ کہ اندھیرے میں کہ میں اپنے بیٹے کو دے رہا ہوں؟

انھوں نے کہا، ابا جان، میں نہیں دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں قصہ پہنچا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ بیٹے دونوں کی فریاد سنی۔ ارشاد فرمایا **لَکَ مَا اَخَذْتَ یَامَعْنُ وَلَکَ مَانَوَیْتَ یَا یَزِیْد**، ابا جان سے فرمایا کہ بھئی، تم نے جس نیت سے دیا تھا، وہ ثواب مل گیا چپکے سے دینے کا اور بیٹا اس کا مالک ہو گیا۔

اب یہ معترضین اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ ہم کوئی چیز اول تو دے نہیں سکتے اور دیتے ہیں، تو یہ جو دنیا اپنے سے جدا کرتے وقت، نکالتے وقت جو اس کے آداب ہیں، صرف ایک لمحہ کے لئے وہ ادب اختیار کر لیں یہ مشکل بن جاتا ہے۔ اور سالہا سال جنھوں نے استغراق میں گزارے، ان کا یہ حال ہے کہ ان کے لئے ساری دنیا لٹانا آسان ہو جاتا ہے۔

یہ جو کچھ ہے لے جاؤ

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے جب ان پر غلبۂ حال ہوا تو اعلان کر دیا کہ یہ جو کچھ دوکان کا سامان ہے، بہت بڑی تجارت تھی، فرمایا سب کچھ لے جاؤ۔ جس کا جو جی چاہے لے جائے۔

سب چیزیں جا رہی ہیں، سب چیزیں لوگ لے گئے اور زمین رہ گئی، کافی بڑی زمین تھی،

فرمایا کہ جو چاہے وہ زمین بھی لے سکتا ہے۔ پھر کسی نے چپکے سے دستخط کروالئے، اپنے نام زمین کروالی۔

چہار گوشہ ٹوپی: چہار ترک

معترضین سوچتے ہیں کہ کیسے دنیا سے اس قدر ان کو نفرت ہو جاتی ہے، بے تعلق ہو جاتے ہیں؟ تو یہ ایسے کہ حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بیعت ہوئے۔ ان کے بعد پھر ان کے خلیفہ سے بھی، حضرت علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت کی۔

انہوں نے اس زمانہ میں جب کوئی طریق میں داخل ہوتا تھا، تو ترکِ دنیا کے لئے اگر اس کے بال ہوئے تو بال کٹوائے جاتے تھے، سر منڈوایا جاتا تھا، اور اس کے بعد ٹوپی عنایت ہوتی تھی۔ تو یہ آپ نے دیکھی ہوگی کہ ایک قسم کی ٹوپی آج کل لوگ پہنتے ہیں اس کے چار حصے ہوتے ہیں، چار ٹکڑے جوڑ کر سئے ہوئے ہوتے ہیں اور کوئی پانچ جوڑ والی استعمال کرتے ہیں، تو اس کو تو وہ جانے پانچ والا، لیکن یہ جو چار والی ہے تو اس کو کہتے ہیں چہار ترک والی، چار چیزوں کے ترک کرنے کی طرف اشارہ ہے، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، اور ترکِ اختلاط کردن۔

۱۔ کہ ترکِ خوردن: ترک طعام، کھانا بند۔ میں نے کل قصہ بتایا تھا کہ چالیس دن میں چالیس بادام، ایک دن میں صرف ایک بادام کھاتے۔ اور پھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی غذا کل عرض کی تھی۔

۲۔ اور ترکِ گفتن: کہ بولنے پر پابندی، زبان بند رکھو۔ پچھلی شریعتوں میں ان کے یہاں باقاعدہ چپ کا روزہ ہوتا تھا، جس طرح ہمارا روزہ اکل، شرب اور جماع کو ترک کرنے کا نام روزہ، تو ان کے یہاں چپ کا روزہ تھا۔ صمت کا حکم تھا، ہر وقت چپ رہو۔

۳۔ترکِ خفتن: ترکِ منام کہ نیند چھوڑ دو جاگتے رہو۔کہ کھانا پینا چھوڑ دو،اس کی وجہ سے سستی پیدا ہوتی ہے،آدمی پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔اور

۴۔ترکِ اختلاط: ترکِ اختلاط مع الانام۔مخلوق کے ساتھ میل جول ترک کر دینا،تو ان کے یہاں یہ تمام چیزیں ترک کروائی جاتی تھیں۔

مگر ہمارے بعد کے مشائخ نے دیکھا،اس کو ہماری شریعت کے ساتھ منطبق کیا اوران کو ترک کرنے کے بجائے اس میں کمی تجویز کی،اس لئے انہوں نے تعبیر بدلی کہ

۱۔قلتِ طعام

۲۔قلتِ منام

۳۔قلتِ اختلاط مع الانام،

۴۔قلتِ کلام۔تو پہلے دن سے وہ ٹوپی دے کر کے ان چیزوں کی پابندی کروائی جاتی تھی اور پھراس کی نگرانی ہوتی تھی کہ یہ تمام چیزیں انہوں نے چھوڑی یا نہیں،ان میں کمی ہوئی یا نہیں۔

صرف ایک چیز کی پابندی

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ رمضان المبارک میں روز اعلان فرماتے تھے کہ میرے پیارو! میرے یہاں کسی چیز کی پابندی نہیں، نہ کھانے کی، نہ پینے کی، نہ سونے کی۔صرف ایک چیز کی پابندی ہے،وہ یہ کہ بے ضرورت کسی سے بات مت کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان مشائخ کے طریق کا اتباع ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

ترک اور تقلیل خواہشات

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کس کس طریقہ سے بزرگوں نے کوشش کی،مختلف طریقوں، مختلف علاج،مختلف تدابیر کے ذریعہ کہ کس طرح دل کو مالکِ حقیقی کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ اور اس کی یاد میں مشغول کیا جائے؟شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کوفرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کی طرف سے چہار گوشہ ٹوپی عنایت ہوئی اور اس کا مطلب بتایا گیا کہ چہار گوشہ کہ چار ترک:

۱۔ ترکِ طعام،

۲۔ ترکِ منام،

۳۔ ترکِ اختلاط مع الانام،

۴۔ ترکِ کلام۔

بزرگوں نے پھر ترک کے بجائے قلت تجویز فرمائی:

۱۔ قلتِ طعام،

۲۔ قلتِ منام،

۳۔ قلت کلام،

۴۔ قلت اختلاط مع الانام۔ مشائخ نے زمانہ کے اعتبار سے پھر نسخہ بدلا کہ ہمارے قویٰ بالکل چھوڑنے کے متحمل نہیں، ورنہ انہوں نے خود تو بالکل چھوڑا تھا، ترک پر عمل کیا تھا۔

حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ علیہما السلام کی خلوت

حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی خلوت تو ہوتی تھی کئی دنوں اور مہینوں کی نہیں، سالوں کی۔ اسی لئے تو جنّات کام کرتے رہے۔ وہ خلوت میں ہیں، مراقبہ میں ہیں۔ اور وہ جب دیمک نے ان کے عصا کو کھالیا، اور وہ ٹوٹ کر عصا گرا اور وہ خود بھی گرے، تب جنّاتوں نے سمجھا کہ یہ تو مدتوں پہلے انتقال کر چکے تھے۔

اسی لئے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھئے کہ کہاں دور سب چھوڑ چھاڑ کر کے کوہِ طور پر جانے کا حکم ہوا کہ وہاں کلام بھی نہ ہو، طعام بھی نہ ہو، اختلاط بھی نہ ہو، پھر وہاں منام اور نوم کا تقاضا بھی نہیں ہوگا۔ کھانا، پینا ہی اس کا اصل سبب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت حیات طیبہ کا حال بتایا تھا کہ غارِ حراء میں ہر سال ماہ رمضان کے اعتکاف کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

اس زمانہ کا غارِ حراء جنگل بیابان میں، اور پہاڑ کی چوٹی پر، وہاں نہ کھانا، نہ پینا، اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی لے کر جاتیں اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود لینے کے لئے تشریف لاتے، وہ بھی کئی کئی دنوں کے بعد، کئی کئی دن تو ویسے ہی گزرتے ہوں گے۔

یہاں سے صوفیاء نے خلوت کو لیا۔ اب یہ ہماری نماز جس میں حکم ہے کہ سب کو بھلا دو، ایک اللہ کے لئے پڑھو۔ تو ہم کیوں نہیں پڑھ سکتے؟ اور تھوڑی دیر کے لئے بھی ہم سے خشوع کا مطالبہ پورا نہیں ہوتا۔

ایک رکعت، ایک سجدہ

جیسا کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو لکھا کہ جیسی نماز مطلوب ہے، زندگی بھر کوئی ایک رکعت بھی ایسی نصیب نہیں ہوئی، دعا فرمائیں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم تو ایک رکعت کو لکھتے ہو، ہمیں تو کوئی ایسا ایک سجدہ بھی نصیب نہیں ہوا، زندگی بھر میں ایک سجدہ بھی نہیں۔ تم ایک رکعت کو روتے ہو، ہم سے تو ایک سجدہ بھی نہیں ہوا کہ جس پر ہم اعتماد کر سکیں کہ شاید یہ زندگی میں ایک سجدہ ایسا ہو گیا ہے جو وہاں کام آئے گا۔

زکوٰۃ کے لئے بتایا تھا کہ اس وقت تھوڑی دیر کے لئے، ایک لمحہ کے لئے دیتے وقت، دل کو خالی کرنا ہے مگر وہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی لئے فرمایا گیا **اوّل مَنْ تسجّر بهم نار جهنم**، اللہ اکبر! تو اس میں سب سے پہلا عالم کو پھینکا جائے گا، سب سے پہلے مجاہد کو پھینکا جائے گا، سب سے پہلے اس سخی کو پھینکا جائے گا کہ تم نے جس لمحہ زکوٰۃ دی تھی تو اس وقت تمہارا ارادہ اور نیت تمہاری

کیا تھی؟ تو اتنی دیر کے لئے ہم فارغ نہیں کر سکتے اپنے دل کو غیر اللہ سے، تو یہ ہماری نماز کا حال، یہ زکوٰۃ کا حال ہے۔

مقبولانِ بارگاہِ ایزدی

حج کے متعلق لکھا ہے کہ فلاں سن میں اتنے لاکھ حجاج عرفات میں جمع تھے۔ وہاں اللہ کے ایک بندے کو ندا آئی کہ یہ لاکھوں جو رو رہے ہیں، جمع ہیں، کسی کا حج مقبول نہیں!

اب کیا ان میں کمی اور کوتاہی بظاہر رہی ہوگی، لیکن لکھا ہے کہ ندا آئی کہ سب کا حج مردود، سب کا حج مردود ہو جاتا اگر ایک شخص نہ ہوتا۔ اس ایک شخص کی وجہ سے اور وہ ایک شخص بھی لکھا ہے کون؟ کہ وہ حج کے لئے نہیں آئے۔ اور شام میں فلاں جگہ، فلاں گاؤں میں، فلاں یہ ان کا اتہ پتہ ہے، وہ وہاں ہیں۔ ان کی وجہ سے، ان کی برکت سے سب کا حج مقبول ہو گیا۔

اب یہ جب حج سے واپس ہوئے تو جا کر انہوں نے تحقیق کی۔ اس پتہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک عامی آدمی، نیک دیندار آدمی۔ تو پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہو، کیا عمل ہے؟ کہا کچھ بھی نہیں۔ میں تو اس کا ایک گناہ گار بندہ ہوں۔

پھر بہت کچھ کھود کرید کے بعد ان کو جب کچھ نہیں ملا، تو پھر بتانا پڑا کہ ہم نے تمہارے متعلق یہ ندا سنی وہاں عرفات میں کہ تمہاری برکت سے ان لاکھوں کا حج جو مردود ہو گیا تھا مقبول ہو گیا۔ تو ایسی کیا تم میں خوبی ہے؟ تمہارا کیا عمل ہے؟ بتاؤ۔

تب ان کو بتانا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ اصل میں میں نے حج کے لئے تیاری کی تھی اور اس کے لئے سواری، نفقہ، اخراجات سب کچھ جمع کئے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کو اس حال میں چھوڑ کر تم حج کے لئے جا رہے ہو؟

بس کہتے ہیں جب میری صبح آنکھ کھلی تو میں نے وہ سارا جو کچھ اکٹھا کیا تھا، فقراء کو صدقہ کر دیا

اور میں اس طرح ہماری ماں ہیں گھر میں، ان کی خدمت میں لگا ہوا ہوں۔ تو ان کی برکت سے سب کا لاکھوں کا حج جو مردود ہو گیا تھا، مقبول ہو گیا۔ کیوں؟ ان کا حج مردود تھا، کیا کمی رہی ہو گی لاکھوں رونے دھونے والوں میں؟ کتنے عبادت گزار ان لاکھوں حجاج میں رہے ہوں گے؟

حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ ایک فوجی ملازم

اس لئے صوفیاء نے سوچا کہ پہلے اسی کو ٹھیک کیا جائے، اس کے لئے پیر و مرشد نے ٹوپی عنایت فرمائی تھی حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو۔ انہوں نے اس ٹوپی کا کتنا لحاظ کیا ہو گا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ کے مقبول ترین بندوں میں سے ان کو بنایا یہاں تک کہ پھر ہر قدم پر کرامتیں ظاہر ہونے لگیں۔

انہوں نے دعا کی کہ الٰہی! میں یہ شہرت بزرگی والی نہیں چاہتا اپنے لئے کہ وہ اس کو فضیحت اور رسوائی سمجھتے تھے۔ ہم لوگ تو اس کی طلب و تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی عمل ایسا مل جائے کہ جس سے یہ القاء ہونے لگے، یہ ہونے لگے۔ اس کو وہ اپنے لئے فضیحت اور رسوائی سمجھتے تھے۔ چنانچہ گمنامی کے لئے انہوں نے استخارہ کیا اور اس کے بعد اپنے لئے عام فوجی کی حیثیت سے ملازمت منتخب کی۔ سلطان بلبن، غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ جس طرح عام ملازم ہوتے ہیں، ایک ملازم آپ بھی ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کو اس طرح کہیں چھوڑتے نہیں ہیں۔ بہت بڑی فوج پڑی ہوئی ہے، کہیں سفر میں منزل کئے ہوئے ہے، سب ٹھہرے ہوئے ہیں، بادشاہ سلامت بھی ساتھ ہیں۔ رات کے وقت زبردست آندھی چلی۔ اب ہمارے زمانہ کی طرح انتظامات تو تھے نہیں، اگرچہ وہ لوگ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ تھے، مگر ان کے یہاں جو بجلی اور پانی گرم کرنے کا اور ان چیزوں کا انتظام وہ پرانے طرز پر ہوتا تھا تو شمعیں جلی ہوئی ہیں۔ جب آندھی چلی تو شمعیں کہاں رہ سکتی ہیں؟

شمع سے شمع روشن ہوتی ہے، دل سے دل روشن ہوتا ہے۔ تو انہوں نے کوشش کی کہ چقماق کے ذریعہ پھر دوبارہ روشنی کریں۔ بادشاہ سلامت کا خیمۂ خاص بھی اندھیرے میں ہے۔ مگر وہ برف والی سردی، تو کسی طرح چقماق کی آگ بھی جل کر نہیں دیتی، اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ تو یہ جو خدام تھے بادشاہ سلامت کے وہ تلاش میں نکلے۔ ارے بھئی، کسی کے پاس کوئی روشنی کا انتظام ہو۔ تو سینکڑوں خیمے لگے ہوئے ہیں، سب کو چھان مارا، ہر طرف اندھیرا ہے۔ مگر ایک خیمہ میں جب پہنچے تو دیکھا کہ کونے میں ایک چراغ ٹمٹما رہا ہے۔ ایسی آندھی میں، ہوا، طوفان میں چراغ کیسے ہے؟

قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک فوجی ملازم بادشاہ سلامت کا وہ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف ہے۔ تو وہاں سے اپنا کام تو کر لیا جلدی سے کہ شمع روشن کر لی، ان کو چھیڑا نہیں، مگر اپنے دل میں سوچا کہ یہ چاروں طرف قیامت خیز ہوائیں ہیں، اتنا طوفان ہے، اور یہ دیا کیسے جل رہا ہے؟ یہ شمع کیسے روشن؟ یہ کیوں بجھی نہیں؟ تو ضرور کوئی نہ کوئی اس میں راز ہے۔

یہ جاسوس کے طور پر، سی آئی ڈی کے طور پر پیچھے لگ گئے، اس ٹوہ میں کہ یہ کہاں جاتے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ دوسری تیسری رات خدام شاہی پیچھا کئے ہوئے تھے، تو انہوں نے دیکھا کہ دریا کے اوپر پانی جما ہوا ہے۔ جیسا ہمارے یہاں بھی برف جم جاتی ہے، دریاؤں میں بھی پانی کی اوپر کی تہہ برف بن جاتی ہے جب سردی مائنس درجہ انجماد پر ہوتی ہے، تو دیکھا کہ برف اوپر جمی ہوئی ہے اور یہ آرام سے اس میں وضوء کر رہے ہیں۔ تو خود بھی انہوں نے دیکھا کہ ان کو تکلیف نہیں ہوتی ہوگی اتنے برف میں وضوء کر رہے ہیں۔ جب شاہی خدام نے ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ پانی تو گرم گرم ہے۔

بادشاہ سے جا کر عرض کیا کہ چلو، ایک کرشمہ آپ کو دکھاتے ہیں۔ سلطان بلبن کو لے گئے۔ انہوں نے جا کر خود بھی دیکھا۔ اس فوجی نے دعا کی اور اللہ سے فریاد کی یا اللہ! تو نے یہاں بھی میرا راز فاش کر دیا۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نے عجیب عجیب انسان بنائے ۔فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ کی کروڑوں رحمتیں برکتیں ہوں۔

حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد حضرت علاء الدین صابر کلیری ہیں اور ان کے پیر فرید الدین گنج شکر۔تو دونوں سے حضرت شمس الدین کو خلافت ہے، اپنے مرشد سے بھی اور دادا پیر سے بھی خلافت ہے۔

ملتان سے کلیر شریف

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم نے ایک دفعہ ہندوستان کے سفر کی اجازت چاہی۔حضرت کے مزار پر ہم نے حاضری دی ہے۔وہاں ملتان میں حضرت کا مزار ہے۔ حضرت مولانا عتیقی صاحب کے ساتھ وہاں حاضری ہوئی تھی۔سہروردیہ سلسلہ کے مؤسس ہیں، ان کا بھی وہیں مزارہ۔اجازت مانگی حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خادم نے کہ حضرت، سنا ہے کہ وہاں ہند میں آپ کے خلفاء کی بڑی بڑی خانقاہیں ہیں اور ہزاروں ان کے مریدین ہیں۔

دو بڑے حضرات تھے حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے۔ایک خلیفہ تھے سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور ایک حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ۔چنانچہ ملتانی خادم پہلے کلیر شریف پہنچے کہ ملتان سے، پنجاب سے نزدیک پڑتا ہے کلیر شریف۔وہاں حاضری دی، تو دیکھا تو وہاں سناٹا، نہ کوئی زیادہ آنے جانے والے اور جب ملاقات کے لئے پہنچے، سلام کیا تو جواب کے بعد نہ کوئی لمبی گفتگو، نہ وصایا، نہ نصائح، نہ ہدایات۔

حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ جملہ سنا کہ آپ کے پیرومرشد کا سلام لے کر آئے ہیں، تو حضرت صابر آنکھ کھول کر پوچھتے ہیں ہمارے مرشد خیریت سے ہیں؟ کہا خیریت سے ہیں اور سلام عرض کیا ہے۔تو حضرت شمس الدین ترک کو ایک جملہ صرف فرمایا کہ مہمان بہت

دور سے آئے ہیں، آج گولر میں نمک ڈال دینا۔گولر ایک پھل ہوتا ہے، وہاں کا عام پھل جس کو میں اور آپ کھانا پسند نہیں کریں گے، دیہاتی قسم کی چیز، بچے اس کو تفریح کے طور پر کھاتے ہوں گے۔تو فرمایا کہ ہمارے گولر میں آج مہمان کے خاطر تھوڑا سا نمک ڈال دینا۔بس یہ ہوگئی خاطر، ضیافت مہمان کی۔

جب شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ آج گولر میں نمک بھی ڈال دینا۔پھر وہ ملتانی مہمان یہاں سے فارغ ہوکر کے دلّی پہنچے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں۔ دیکھا کہ بہت بڑی خانقاہ ہے، ہزاروں کے لئے روزانہ کا لنگر ہے،قسما قسم کے کھانے ہیں، امراء کے لئے ان کی خواہش کے مطابق، فقراء جس طرح رہنا چاہتے ہوں، ان کی خواہش کے مطابق، اور جاتے ہی بڑا استقبال، آؤ بھگت کہ ہمارے پیرومرشد کے یہاں سے، ملتان سے، آئے ہیں۔

خادم جب واپس ملتان پہنچے حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں، تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تو بہت تعریف کی کہ بہت بڑا کام ہو رہا ہے وہاں، بہت بڑی خانقاہ ہے۔ اور وہاں کلیر بھی گئے، مگر وہاں تو کوئی خاص کام تو نہیں دیکھا۔

فرمایا کہ وہ کس حال میں تھے؟ کہنے لگے استغراق میں تھے۔پس گردن اوپر اٹھتی ہی نہیں، مشکل سے تو ہمارے پہنچنے کی اطلاع انہیں دی گئی۔کچھ بھی کہا یا نہیں؟ فرمایا نہیں، کچھ نہیں۔پھر پوچھا، انہوں نے کچھ کہا تو ہوگا؟ ہمارا سلام پہنچایا تھا؟ تو کہا ہاں، سلام پہنچایا کہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمانی کی تھی کہ آپ کے پیرومرشد کا سلام لے کر یہ آئے ہیں۔تو صرف اتنا پوچھا تھا کہ ہمارے مرشد خیریت سے ہیں؟

فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا جملہ سن کر ایک چیخ ماری، حال طاری ہوگیا، رونے لگے اور فرمانے لگے کہ ابھی تو وہ اس حال میں ہیں کہ اتنا پوچھ لینا بہت بڑی غنیمت ہے، ورنہ وہ نیچے آتے ہی نہیں۔تو یہ اس درجہ کی محویت جو ان حضرات کو ملتی تھی وہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ

والسلام کی سنت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر وہ عمل پیرا ہیں، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح کی، کوہِ طور کی خلوت کا اتباع ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دل کو بھی ان تمام لغویات سے اور اپنی مخلوق کے پھندوں سے فارغ کرے، اس جھنجھال سے ہمیں بھی نکالے۔

جس طرح کل عرض کیا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی چاہت ہر وقت یہی رہتی تھی کہ بس مشغول رہیں، مشغول رہنا ہے۔ ایک ہفتہ ہم نے فارغ کیا، تو اس کی قدر و قیمت پہچان کر ہر وقت مشغول رہیں، اپنے آپ کو مشغول رکھیں۔ جتنا انتظام ہوسکتا ہے الحمدللہ ساتھی کر رہے ہیں۔

اور ایک خاص بات یہ کہ انتظام کھانے پینے وغیرہ کے سلسلہ میں کسی طرح کی کمی اور زیادتی کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے تو کبھی کوئی معتکف ساتھیوں میں سے یہ کہتا کہ آج ہماری طرف سے دعوت ہے، اس کی بھی قطعاً ضرورت نہیں، نہ دعوت کی ضرورت، نہ نقد رقم دینے کی ضرورت۔ وہ سارا انتظام پہلے سے موجود ہے اور ان شاء اللہ وہ انتظام ٹھیک چلتا رہے گا۔

اگر کسی کی نگاہ میں کسی چیز کی کمی اور ضرورت ہو یہ تو یہ جو طلبہ خدمت کرنے والے ہیں ان کو ہم نے یہ اختیار دیا ہے کہ بعضوں کو کسی چیز کا الگ سے تقاضا ہوتا ہے، تو آپ کے لئے وہ انتظام بھی کر سکتے ہیں، لیکن نقد یا کھانے پینے کی، دعوت وغیرہ کے سلسلہ کے ان تمام جھگڑوں سے فارغ ہو جائیں۔ بس جتنا، ہم الحمدللہ پورا سال اپنی چاہت کے مطابق سب کچھ کھاتے پیتے رہتے ہیں، تو یہاں ہفتہ بھر صرف ایک طرف ہماری لو لگی رہے اس کی کوشش ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

یہ مبارک راتیں چل رہی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میں آپ لوگوں کا مبارک وقت ان مبارک گھڑیوں میں ضائع کروں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ میں تو اس کہنے اور سننے کو بھی وقت ضائع کرنا سمجھتا ہوں کہ اتنی مبارک راتیں ہیں، ستائیسویں شب کا تو مشہور قول ہے، اس کے بعد سب سے زیادہ تیئیسویں اور اکیسویں کے متعلق علماء کے اقوال ہیں، تو اس میں آپ کے اور خدا کے

درمیان میں حائل کیوں بنوں؟ لیکن کچھ دنیا اللہ نے ایسی بنائی ہے کہ ذوق، جیسے آپ لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام ہے، اسی طرح آپ حضرات کو کچھ کہنے سننے کا شوق بھی ہے، اس کی بھی کچھ چاشنی چاہئے۔ ایک ذوق ہے، اپنا نفع ونقصان سوچے بغیر۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے، آپ کو بھی۔

اسی لئے میں نے متعین کر رکھا ہے کہ بس چند منٹ آپ لوگوں کی چاہت بھی پوری ہو جائے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے اہم ترین فرض نماز کو بنایا، اور اس میں وقت متعین کر دیا، دعائیں متعین کر دیں۔ اب ہزاروں تسبیحات ہو سکتی ہیں **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ** کے علاوہ، احادیث کو دیکھیں، قرآن پاک کی آیات کو دیکھیں کہ **سُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ، سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ** کہ یہ تمام تسبیحات پڑھی جا سکتی ہیں، لیکن شریعت نے متعین کر دی بس ایک مختصر سی تسبیح، پھر اس کے بعد سورہ فاتحہ متعین کر دی، ایک چھوٹی سی سورت، اور اس کے بعد پھر پابند کیا اماموں کو کہ طوالِ مفصل ان نمازوں کے لئے، اوساطِ مفصل ان نمازوں کے لئے، قصارِ مفصل (چھوٹی سورتیں) مغرب کے لئے کہ کم سے کم وقت صرف ہو اور اس کے خلاف جو امام کرے اس کے لئے کتنی بڑی وعیدیں ہیں۔ بلکہ تطویل کے بجائے اس کے برعکس حکم کہ جب تم میں سے کوئی امام ہو تو ہلکی پھلکی نماز پڑھائے۔

فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن پر اللہ کا غضب اور غصہ ہے۔ ان میں سے ایک جو امامت کرتا رہے، لوگ ناپسند کرتے ہوں، پھر بھی امام بنا رہے، بوڑھا زانی اور ایک تیسرا ہے۔ حالانکہ نماز میں کوئی لمبی قرأت امام کرتا رہے، کتنا اچھا کام، لیکن وہی غضب کا مورد بن جاتا ہے۔

اس سے ہمیں سبق ملا کہ نماز جیسی اہم ترین عبادت اس کے لئے بہت کم وقت رکھا گیا ہے، پانچ منٹ سے لے کر دس منٹ تک۔ اس کے خلاف جو کرے تو اس کے لئے اس طرح کی سخت وعید **اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَا مُعَاذُ**؟ تو میرے اس بکواس کے لئے میں نے سوچا کہ اتنا ہی وقت

ہمیں متعین کرنا چاہئے، اسی لئے میں نے ساتھیوں کو پابند کیا کہ مجھے اشارہ کر دیا کریں۔

اللہ کی یاد

موضوع چل رہا تھا کہ اللہ کی یاد۔ یہ اللہ کے بندے اپنے دل میں اللہ کو کس طرح بساتے ہیں اور اسی میں کھو جاتے ہیں۔ یہ کیسے؟ میں نے بتایا کہ انہوں نے نماز سے لیا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں ہمیں اس کا پابند کیا کہ اس کی کوشش کرو کہ شروع سے اخیر تک کوئی خیال نہ آنے پائے۔ ورنہ یہی نماز، جیسے ہی سلام پھیرا، تمہارے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

اور وہاں زکوٰۃ کے لئے بتایا کہ یہی زکوٰۃ جنت دلاسکتی ہے اور اس میں خلاف ورزی ہوئی تو **اوّل من تسعّر بھم نار جھنم**، سب سے پہلے جہنم میں جن کو ڈالا جائے گا وہی زکوٰۃ دینے والا۔ کیوں؟ کہ تم سے اتنا نہیں ہوسکا کہ اس وقت مجھے خوش کرنے کے لئے میری رضا کے لئے تم دیتے۔

اسی لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ **اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ**، **یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ**، نماز، زکوٰۃ، نماز، زکوٰۃ، کیوں کہ ایک بہت مختصر وقت کے لئے ہمیں بتایا گیا کہ اللہ ہی کو اپنے دل میں رکھو، نماز میں اور زکوٰۃ میں۔ ورنہ اور باقی جو دو فرض ہیں روزہ اور حج، اس سے انسانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ اللہ کو یاد کرنا ہے لا الہ الا اللہ سے اور نماز اور زکوٰۃ سے کہ ہر وقت تمہارے دل میں اللہ بسا رہے۔ جیسے تم نماز پڑھتے ہو، جیسے زکوٰۃ دینے کا لمحہ ہوتا ہے، وہ کیفیت نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی ہر آن، ہر ساعت، ساری عمر کے لئے ہونا چاہئے۔

ایمان کے بعد دو کام

ایمان کے بعد دو کام ہیں ہر انسان کے لئے، ایک گناہ سے بچنا، اور ایک نیک عمل (عمل صالح)، ایک فعل اور ایک ترک۔ تو حج میں فعل ہے، کرنا ہے۔ کچھ زیادہ پڑھنے کے لئے نہیں بتایا گیا کہ عرفات میں جو سوتا سوتا گزر جائے، بیہوشی کی حالت میں گزر جائے، اس کا حج ہو گیا۔ اسی

کو چکّر لگوا دیئے طواف زیارت کے، نہ کچھ پڑھنا ہے کہ اس کا پڑھنا چھوٹ جائے گا، نہ کوئی دعا، کچھ نہیں! تو وہاں بتایا گیا کہ ساری زندگی انسانوں کو نیک عمل اور اعمال صالحہ کرنے ہیں۔ اور روزے میں ترک ہے، اللہ تعالیٰ جن چیزوں سے ناراض ہوتا ہے، جسے گناہ کہتے ہیں اس کو چھوڑا جائے۔ ایسے حج میں فَلا رَفَثَ وَلا فُسُوْقَ وَلا جِدَالَ فِی الْحَجِّ۔

ساری عمر کے لئے تین سبق

ساری عمر کے لئے یہ تین سبق نماز اور زکوٰۃ سے دیئے گئے کہ اللہ کی یاد ہر وقت دل میں بسی رہے، جیسا کہ نماز، جیسا کہ زکوٰۃ، اور کبھی کوئی گناہ تم سے سرزد نہ ہو جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہو، جیسا کہ تم روزے کی حالت میں ان تین چیزوں کو چھوڑتے ہو کھانا پینا اور جماع، تو اس طرح ساری عمر ان تمام گناہوں کو چھوڑے رکھو، اپنے سے دور رکھو، اور حج سے یہ سبق ملا کہ عمل صالح ہی مطمح نظر رہے۔

اسی لئے صوفیاء کرام نے دیکھا، ان ارکانِ اربعہ کے فلسفہ پر غور کیا، تو انہوں نے اس کو لیا کہ اللہ کی یاد دل میں بسائے بغیر تو نماز ہو ہی نہیں سکتی، جو روز پانچ وقت پڑھنی ہے۔ زکوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ تو اس کے لئے وہ مشق کرتے ہیں اور کیسی مشق کہ بڑے بڑے لوگ، ان کی تاریخ آپ پڑھیں گے تو ساری عمر وہ نمازیں پڑھتے رہے، مگر اپنے متعلق یہی رونا وہ رو رہے ہیں کہ اس میں اللہ کی یاد تو ہم نے دل میں بسائی نہیں، کوئی نماز کیا، ایک رکعت، ایک سجدہ ہم سے نہ ہو سکا جیسا مطلوب ہے۔

اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ساری عمر لمبے لمبے سجدے کر کے پھر روتے ہیں۔ مولانا پالنپوری صاحب کو لکھواتے ہیں کہ تم تو ایک رکعت کے لئے روتے ہو، یہاں تو ایک سجدہ بھی نہیں۔ تو یہی رونا پھر حال بنتا گیا اتنا بنا، اتنا بنا کہ جب میں وہاں تھا سہارنپور میں، تو حضرت پر ایک قسم کا حال

طاری ہوا، تو روز ایک ہی ذکر، ایک ہی تذکرہ، ایک ہی بات فرماتے۔

حضرت فرماتے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ یہ چھوڑ چھاڑ کر کے کہیں سب سے دور الگ تھلگ کہیں جا کر پڑ جاؤں، مگر کیا کریں معذوری بھی بری بلا ہے، ایک دو اٹھانے والے تو چاہئیں۔ ان کی تو مجبوری ہے، ورنہ سب کو ایسا کر دیتا (اشارہ سے)۔ تم لوگوں کو میں کہہ دیتا کہ جاؤ، یہاں سے بھاگو۔ اور پھر ایک شعر پڑھتے اور شعر ایک حال میں پڑھتے، روتے ہوئے پڑھتے، آنسو جاری ہوتے، اور یہ شعر پڑھتے کہ

اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو
اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو
ہم نفس کوئی نہ ہو، ہم نوا کوئی نہ ہو
گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار
گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار
گر مر جائیں، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

یہ پڑھتے اور روتے۔ اور ایک دفعہ، ایک مجلس میں نہیں، بار بار حضرت پر یہ حال طاری ہوتا، وہی تذکرہ، رو رہے ہیں، اور ایک ہی دھن میں ہیں، ایک دن، دو دن، حضرت کے کم از کم تین سال سے زیادہ اسی حال میں گزرے۔ اور پھر اس کے بعد حضرت نے سفر فرمایا مدینہ طیبہ کا، اسی کا نتیجہ یہ سفرِ مدینہ منورہ تھا۔

ہمارے ان بزرگوں کی طرح سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال ہے، بلکہ انہیں سے ہمارے بزرگوں نے یہ لیا، بلکہ شریعت کی طرح طریقت میں بھی انہیں کا اتباع کرتے ہیں کہ ان متاخرین صوفیاء کی طرح سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **مَـــا اَعْـدِلُ بِالفَقْرِ شَيْئًا**، کہ فقر اور تصوف کے ہم پلہ میرے نزدیک کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

یہ تو تصوف کے بارے میں فرما رہے ہیں، لیکن اس کی ایک خاص صفت کا جو تذکرہ ہو رہا ہے

کہ ترکِ دنیا اور ترکِ اشغال دینیہ اور خدماتِ دینیہ کہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے سب کچھ چھوڑا، امام غزالی نے چھوڑا، حضرت شیخ پر بھی یہی حال طاری تھا کہ میرا بس چلتا تو میں سب کو اس طرح کر دیتا۔ تو بالکل یہی الفاظ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی فرما رہے ہیں کہ

مَا اَعْدِلُ بِالفَقْرِ شَيْئًا وَلَوْ وَجَدْتُ السَّبِيْلَ لَخَرَجْتُ حَتّٰى لا يَكُونَ لِيْ ذِكْرٌ

کہ اس جھنجھال سے نکلنے کا راستہ مجھے ملتا، تو میں نکل کھڑا ہوتا کہ نہ کسی کو میرا نام ونشان ملتا اور نہ کوئی میرا تذکرہ سن پاتے۔

اس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بھی بخاری شریف ایک شان سے پڑھاتے تھے۔ بڑے بڑے علماء درس میں شرکت کے متمنی رہتے تھے کہ حضرت سارے سال میں کبھی کبھی بخاری شریف کھولتے تھے، ورنہ بند رہتی تھی، حفظ پڑھاتے تھے۔

اب ساری عمر جس پر محنت کر کے اس کو یہاں تک پہنچایا اور ابھی وہ پک کر تیار ہے اور ساری دنیا سے لوگ آ رہے ہیں فیض حاصل کرنے کے لئے، مگر ان سب کو لات مار کر حضرت جانے کی سوچ رہے ہیں، چھوڑنے کی سوچ رہے ہیں، اور چلے بھی گئے سب کو چھوڑ کر مدینہ شریف چلے گئے، بخاری شریف بھی چھوڑ دی، عظیم خانقاہ بھی چھوڑ کر چلے گئے۔ اور جب وہاں پہنچے ہیں، وہاں جاتے ہی فوراً روزے شروع فرما دئے۔ اب یہ بڑھاپا ہے، ستّر پچھتر برس کی عمر ہے اور حضرت نے روزے شروع فرمائے، ایک دن، دو دن، تین دن، ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے۔

یہاں تک کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ حضرت، ذرا بات کریں آپ کہ روزے سے بڑا اثر ہو رہا ہے طبیعت پر۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب آئے، ان سے ہم نے کہا، ہر وقت رونا دھونا، گھنٹوں حرم میں رونے کا کام۔ ہم تو بار بار اٹھ کر قیام گاہ پر آتے، استنجے کے لئے، پھر وضوء کر کے واپس جاتے، لیکن حضرت حرم شریف میں بیٹھے ہوئے ہیں، دو گھنٹے، تین گھنٹے، چار گھنٹے، گردن جھکی ہوئی ہے اٹھتی ہی نہیں اور روئے جا رہے ہیں۔

اور وہ جو ایک دفعہ کسی معترض کا قصہ میں نے سنانا شروع کیا تھا، کسی نے آ کر پوچھا تھا، ذکر کر رہے تھے اس پر، مراقبہ پر اور ذکر پر اُسے اعتراض تھا، تو اس کو سمجھانے کے لئے میں نے جو بتایا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق، میں نے اُسے بتایا تھا کہ دیکھو، آپ کو یاد ہے کل کیا ہوا تھا مغنیہ ام کلثوم کے حرم میں آنے پر؟ یہاں حرم میں مغرب کے بعد، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اس نے رونے جیسا منہ بنایا اور بار بار لاحول پڑھتا تھا کہ ساری زندگی یہ تو قصہ یاد رہے گا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا استغراق

وہاں مواجہہ شریفہ پر ہوا یہ تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر عشاء تک حضرت تو مشغول رہتے تھے، اور ہم لوگ پھر اپنی نفلوں میں یا صلوۃ وسلام میں یا کسی کو اپنا قرآن پارہ سنانے کے کسی کام میں، مشغول رہتے تھے۔

حضرت جب نماز مغرب سے فارغ ہو کر مشغول ہو گئے تو میں صلوۃ وسلام کے لئے حاضر ہوا، صلوۃ وسلام پڑھتے وقت تو صرف اتنا احساس ہوا کہ ذرا آگے اور پیچھے سے معمول سے زیادہ مجمع ہو گیا ہے، حالانکہ جب سلام پڑھنے کے لئے اس وقت جاتے تھے تو اس زمانہ میں پانچ دس آدمی ہوتے تھے، تو میں نے سوچا کہ ابھی میں حاضر ہوا اس وقت تو کوئی نہیں تھا، ابھی اتنا پیچھے ہجوم ہو گیا کہ اور آگے اور پیچھے چاروں طرف انسان ہی انسان ہیں۔

پھر اسی الجھن میں میں نے سلام ختم کیا اور صلوۃ وسلام کے بعد میں مڑنے لگا تو دیکھا کہ کوئی خاتون وہاں کھڑی ہے، سلام پڑھ رہی ہے، حالانکہ مغرب کے بعد سلام کے لئے خواتین نہیں آ سکتی تھیں۔ اور بے پناہ ہجوم تھا، جانے کی کوئی جگہ نہیں، نکل بھی نہیں سکتے، اور آنے جانے کا راستہ وہی تھا۔ صلوۃ وسلام پڑھ کر نکلتے تھے باب جبرئیل سے اور حضرت کی نشست ہوتی تھی اقدام عالیہ میں۔ باب بقیع اس وقت نہیں بنا تھا اس لئے سارا مجمع وہیں سے، باب جبریل سے گزرتا تھا اور آتا جاتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ خاتون فارغ ہو کر جانے لگی، مجمع پیچھے پیچھے، ہزاروں کی تعداد میں لوگ پیچھے جا رہے ہیں۔ تو میں نے کسی سے یہ پوچھا کیا ہے؟

وہ بیچارہ وہ بھی رونے لگا، لاحول پڑھتا جاتا۔ کہتا، چھوڑیئے، یہ وہ گانے والی مغنیہ ام کلثوم آئی ہے، اس کے لئے جس طرح کسی ملک کے سربراہ کے لئے انتظام ہوتا ہے، عورتوں کے لئے صلوۃ وسلام کا اس زمانہ میں وقت تھا عصر کی نماز کے فوراً بعد، تھوڑی دیر کے لئے ایک آدھ گھنٹے کے لئے ہوتا تھا، تو اس وقت نہیں پہنچ سکی ہوگی، مصروف ہوگی، تو مغرب کی نماز میں آئی، تو اس کے بعد خصوصی انتظام اس کے لئے کیا گیا۔

اس معترض سے میں نے کہا کہ ہمارے حضرت شیخ جہاں بیٹھے ہوئے ہیں، وہاں سے لوگ گزرے ہوں گے؟ کہا ہاں۔ یہ تو جالی مبارک کو پکڑ پکڑ کر لوگ اس پر ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر اس خاتون کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کدھر ہے امّ کلثوم؟ تو میں نے کہا کہ یہ جو کچھ تماشہ ہوا، حضرت کو کوئی پتہ نہیں تھا۔

جب نماز سے فارغ ہو کر وہاں پہنچے ہیں، تو ذرا کسی نے ذکر چھیڑنے کی کوشش کی کہ وہ حضرت کو بھی حرج ہوا ہوگا۔ تو حضرت نے پوچھا کیا؟ کیا حرج؟ تو پھر بتایا گیا کہ اس طرح وہاں مغنیہ آئی تھی سلام پڑھنے کے لئے، اس کو دیکھنے کے لئے ہزاروں وہاں سے، آپ کے پاس سے گزرتے رہے، مگر حضرت کو کوئی پتہ نہیں۔ تو وہ عرب کہنے لگے، واللہ؟ میں نے کہا ہاں، بالکل۔ یہ کل کا قصہ ہے، ان کو کوئی پتہ ہی نہیں چلا۔ اوپر ان کی لو لگی ہوئی ہے تو یہ کیسے؟ اوپر کی تار ٹوٹتی ہی نہیں۔ ہزاروں کا آنا جانا سر کے اوپر سے گزر رہے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلا۔

ایک خاتون کا ایک عظیم جملہ

جیسے کہ رابعہ بصریہ مشغول تھیں، تو کسی نے جا کر پوچھا کہ آپ اتنے برسوں سے اس طرح مراقبہ میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتی ہیں، ہم تو ایک نماز دو منٹ کی نہیں پڑھ سکتے۔ فوراً

خیالات شروع ہو جاتے ہیں، ہم تھک جاتے ہیں، شیطان بہکانے لگتا ہے۔ تو شیطان آپ کے دل میں وسوسہ نہیں ڈالتا کہ آپ اس طرح سالہا سال سے اس طرح مراقبہ میں اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہتی ہیں؟

کیسا عظیم جملہ اس عظیم خاتون نے فرمایا! رابعہ کہتی ہیں کہ میں دوست کی یاد سے فارغ ہوں، تو دوست کی یاد چھوڑ کر میں اس کے دشمن کی یاد میں مشغول ہوں گی؟ کب میں میرے محبوب کی یاد سے فارغ ہوں کہ اس کے دشمن کو یاد کرنے لگوں؟

اللہ کرے کہ اس کو ہم دشمن سمجھیں۔ اللہ ایسی ہمیں استعداد نصیب فرمائے اور اپنے محبوب کو محبوب سمجھ کر یاد کرنے کی ہمیں توفیق دے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت نے ساری عمر تعلیم، تدریس، تدریسِ حدیث خاص طور پر، بالاخص بخاری شریف، سالہا سال پڑھا کر ثمرات پھر چننے کا وقت آیا کہ ساری دنیا سے منتخب، چنندہ افراد، کیا افریقہ، کیا عرب، نہ صرف علم کے خاطر بلکہ شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کے حصول کے لئے حضرت کے پاس پہنچنے لگے، ہزاروں کا مجمع ہو جاتا تھا، ابھی اس کو چار پانچ برس بھی نہیں گزرے اور حضرت ماشاء اللہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ ایک دھن لگ گئی کہ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر کے چلے جانا ہے۔

اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو
ہم نفس کوئی نہ ہو، ہم نوا کوئی نہ ہو
گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیمار دار
گر مر جائیں، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

بار بار پڑھتے اور روتے۔ اور ہم اٹھا رہے ہیں، تو وہ ہاتھ اس طرح زور سے غصہ میں جھٹکتے ہیں، پھر کہتے ہیں میرا بس چلے تو تمہیں بھی دھکا دے دوں، بھگا دوں یہاں سے۔ تو یہ کیفیت بڑھتی رہی، بڑھتی رہی، اور واقعۃً سب چھوڑ چھاڑ کر کے مدینہ کا سفر فرما ہی لیا اور مدینہ کے باسی

بن گئے۔

پینتیس سال کے بعد حرم کی حاضری

حرمین بہت پیارے اور ہر مسلمان کو اس جگہ سے محبت، خواہش اور تمنا کہ جو لمحات زندگی کے وہاں گزریں، وہی زندگی کے صحیح لمحات ہیں۔ لیکن حضرت تو جب اپنے پیرو مرشد کے ساتھ وہاں تھے اور واپس ہندوستان آئے اور اس کے بعد جب حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا، تو پتہ ہے آپ کو کتنے برس واپس حرمین نہیں گئے؟ پینتیس برس! اب حضرت کو کیا کمی رہی ہو گی کسی ٹکٹ کی اور کسی سفر کے انتظامات اور اخراجات کی؟

ہمارے سامنے دہلی کے عتیق صاحب جو حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے تھے، تھیلا لے کر آئے۔ اس زمانے میں یہ بینکنگ نظام اور یہ ڈرافٹ اور چیک وغیرہ کا سلسلہ کم تھا، تو نقد ہی پورا تھیلا لے کر آئے کہ حضرت، آپ کے اور آپ کے خدام کے ٹکٹ کے لئے یہ ہدیہ ہے، مگر حضرت نے قبول نہیں فرمایا، بلکہ یہ کہ آپ تشریف لے جائیں کہ حضرت نے ذرا مناسب انداز میں پہلے منع فرمایا، پھر جھڑک کر زور سے کہ بھئی، میں نے کہہ دیا اسے لے جاؤ۔ تو ان سب کے باوجود حرمین نہیں گئے، پینتیس برس تک نہیں گئے۔ مگر جب حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اصرار سے زبردستی لے گئے، تو وہ پینتیس برس کی حلف اور قسم کی طرح کی کوئی روک ٹوٹی ہے۔

پھر دوسری دفعہ کا جب حضرت کا سفر ہوا ہے تو وہ اس طرح ہوا ہے کہ ہوک اٹھی کہ او ہو! نمازیں، درسِ حدیث، درسِ شریعت و طریقت سب کچھ ہے مگر ۔۔۔ حالانکہ نمازیں بھی حضرت کی ہوتی تھیں سب سے انوکھی۔ دنیا کے منتخب افراد میں سے جن کی نماز کی نقل کوئی کر نہیں سکتا۔

حضرت کی نماز کے متعلق سینتالیس کے فسادات کا حال ذکر کرتے ہوئے سہارنپور کے شیخ انعام اللہ نے ہم سے کہا کہ ہم ان دنوں آتے تھے حضرت کو دیکھنے کے لئے، تو ہر جگہ فسادات ہو

رہے تھے،صوبے کے صوبے مسلمانوں کے وجود سے خالی ہوگئے، لاکھوں مسلمان قتل ہوگئے،املاک لوٹ لی گئیں۔تو ہم دیکھتے تھے کہ پوری پوری رات حضرت نماز میں کھڑے ہوتے تھے، پھر ہم خدمت کے لئے حاضر ہوتے تھے،تو پیر ہاتھی کی طرح ورم کرجاتے نماز میں کھڑے ہونے کی وجہ سے۔حدیث پاک میں ہے حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک ورم کرجاتے تھے،تو کیا نمازیں نہیں تھیں؟

نماز بھی تھی، روزانہ کے ختم کی تلاوت بھی تھی، تدریس بھی تھی، دنیا میں سب سے ممتاز اعلیٰ درجہ کی تدریسِ حدیث تھی، بخاری حفظ پڑھا رہے ہیں، طریقت بھی تھی، بیعت اور سلوک کا سلسلہ بھی تھا۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانہ میں جب حضرت کے سفر سے پہلے کہیں مضمون لکھا تھا،اس میں لکھا تھا کہ یہاں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی یاد تازہ ہوگئی۔تو ان سب کو لات مار کر چھوڑ کر نکل رہے ہیں، اور جب وہاں حرمین پہنچے ہیں اور یہاں سہارنپور سے کسی نے اس زمانہ میں خط لکھا ہے کہ یہاں سہارنپور کے حالات متقاضی ہیں کہ حضرت واپس تشریف لے آئیں،تو جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ وہاں جاتے ہی، حضرت نے روزے شروع کئے ، ایک روزہ ، دو، تین، ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے، پانچ ، چھ، سات، سال بھر ختم ہوگیا روزے ہی نہیں بند ہوتے۔ روزہ، اور وہاں کی گرمی میں، پچاس ڈگری گرمی چل رہی تھی،اس ضعیف العمری میں۔تو حضرت نے جب سہارنپور سے خط آیا تو اس کے جواب میں لکھوایا کہ۔۔

پہلے میں ایک واقعہ بیان کردوں۔حضرت کے وصال کے بعد سہارنپور میں جب مدرسہ میں ہنگامہ شروع ہوا اور دو پارٹیاں ہوکر کے مدرسہ بند ہوگیا،تو میں نے ایک دفعہ وہاں مدینہ شریف میں حضرت کے خدام کے سامنے کہا کہ یہ حضرت نے سب کچھ کیا ہے۔تو وہ سوچ میں پڑ گئے۔ حضرت شیخ نے؟ میں نے کہا، ہاں۔ کہا کیسے؟

میں نے کہا کہ ایک دفعہ خط آیا تھا کچھ عرصہ پہلے، اس میں مدرسہ کے کسی قضیہ کا ذکر کیا تھا، تو حضرت نے خط کا جواب جو شروع کیا اس کے سرنامے پر اوپر سب سے پہلے شعر لکھوایا

بلبل نے آشیاں چمن سے اٹھا لیا

بلا سے اپنی ہما رہے یا بوم بسے

حضرت کا مقام اس وقت یہ تھا کہ جو کلمہ زبان سے نکلتا تھا وہ اسی طرح ہو کر رہتا تھا، ''بلبل نے چمن سے آشیاں اٹھالیا''، کہ ہم تو مظاہر العلوم کے بلبل تھے اور وہاں سے آشیاں اٹھا کر ادھر آ گئے، اب ''بلا سے اپنی ہما رہے یا بوم بسے''، اب بلبل تو ہے نہیں وہاں اب کون رہے گا اُدھر؟ تو یا تو ہما رہے، کاش کہ ہما کا کوئی دنیا میں وجود ہوتا۔ ہما ایک خیالی پرندہ ہے جس کا دنیا میں وجود نہیں ہے، تو اب تیسری چیز متعین ہوگئی یا بوم بسے، اُلو۔ اور اُلو کے متعلق مشہور ہے کہ الو جہاں بولتا ہے، کہتے ہیں وہاں ویرانی آتی ہے۔

یہ کلمات اسی طرح ہو بہو پورے ہو گئے۔ وہاں پارٹیاں ہوگئی، جھگڑا ہو گیا، اور وہ بوم بھی، الو بھی بسنے لگا، مدرسہ بند۔ تو میں نے کہا جو شعر حضرت نے لکھوایا تھا یہ پورا ہو کر رہا۔ حضرت کی زبان سے جو نکلا، اس کو پورا ہونا ہی تھا۔ کسی چیز کی پرواہ نہیں کی، نہ مظاہر علوم کی، نہ مدرسہ کی، نہ بخاری کی، نہ طریقت کی، نہ سلوک کے سالکین کی، اور مریدین کی، بس ایک ہی دھن۔ کیا دھن؟ یہی دھن تھی: اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو

عصرِ حاضر کے غزالی

بالکل یہی حال حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر گذرا ہے۔ ہمارے بیریسٹر صاحب مجھے ایسے موقع پر بہت یاد آتے ہیں۔ انہوں نے بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کا جو انہیں میسر آسکیں انگلش ترجمہ کی۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا بھی انہوں نے بہت مطالعہ کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ میں، جب میں نے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان بھی ایک، مواد اور مٹیریل بھی ایک اور موضوع بھی وہی۔ کہتے تھے کہ صدیوں پہلے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جن چیزوں پر لکھا، حضرت بھی اسی پر لکھتے ہیں۔ کہتے کہ زبان دونوں کی ملاؤ تو ایک جیسی، اور کہتے سب سے بڑی چیز ہے، تاثیر۔

کہتے ہیں میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں، ان کی تحریر میں جو اثر محسوس کرتا ہوں، وہی اثر صدیوں بعد حضرت کی کتابوں میں ہے۔ کہتے ہیں یہ کیا ہے؟ بار بار پوچھتے کہ یہ کیوں ایسا ہے؟

حضرت نے بھی سب کچھ اس حق کی تلاش میں، خدا کی طلب میں، یہ سوچ کر کہ ہم تو کہاں پھنس گئے ہیں، میں نے اپنے آپ کو کہاں پھنسا لیا ہے، یہ سوچ کر اس حق کی طلب اور جستجو میں ان سب کو لات ماردی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا امام ہے اور حکومت مانتی ہے، بادشاہ، وزراء، حکام، دنیا بھر کے سلاطین آ کر سلام کرتے ہیں، غنیمت سمجھتے ہیں کہ ایک کلمہ ہمیں فرما دیں، ہمیں پہچان لیں، امام غزالی۔ وہ خدمت کے لئے ہر وقت تیار، اور تمام انتظامات جس طرح وہ چاہیں کرنے کے لئے تیار، مگر سب چھوڑ کر کے صحرا نورد بن گئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حالانکہ ان کے علوم کا حال یہ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ زبردست محقق تھے اور تحقیق کے معنیٰ ان کے نزدیک یہ تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے صرف کتابوں سے پڑھ کر نہیں لکھا، مثلاً شوافع کے متعلق جو لکھا ان کی کتابوں سے پڑھ کر یا حنابلہ کی کتابوں سے پڑھ کر، حنفیہ کی کتابوں سے پڑھ کر نہیں لکھا۔

مجوسی اور دوسرے فرق اور مذاہب کی مثال دی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہودیوں کے متعلق، نصاریٰ کے متعلق، ملحدین کے متعلق، زندیق تک کے لئے، ان کے متعلق جو کچھ لکھا، کسی

سے سن کر اور کسی کتاب سے پڑھ کر نہیں لکھا۔ میں نے خود تحقیق کی کہ اس مذہب کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ آج کل زندیقیت سب سے بڑا فتنہ ہے تو اس فتنہ کا بانی اور مؤسس کون ہے؟ میں اس سے جا کر ملتا تھا۔ یہودیوں کا بڑا عالم کون ہے؟ اس سے جا کر ملتا تھا، اس سے پوچھتا تھا کہ تم اپنے مذہب کے بارے میں بتاؤ۔ اس درجہ کی تحقیق تھی، تو اسی تحقیق کے سلسلہ میں ان کو تمام روحانی سلاسل وطرق کی جستجو میں جو اہل طریقت تھے، روحانی سلاسل تھے، ان کے پاس بھی جانا پڑا۔

خود تو بیعت تھے، جس طرح کہ رسمی طور پر ساری دنیا بیعت ہوتی ہے۔ اور طریقت کے معمولات کے بھی پابند، سب کچھ تھا۔ مگر ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرح سے انہوں نے سوچا کہ اوہو! یہ تو صرف الفاظ ہیں ہمارے پاس۔ یہ دولت تو ان کے پاس ہے یہ حضرات جن سے میں ملا ہوں اہلِ طریقت، مشایخ سلوک، روحانی سلسلے والے، اللہ والے، اور ان کا علم صرف میرے پاس ہے، میں نے ان کی کتابوں کو پڑھا، ان سے پوچھا، ان سے معلوم کیا تو صرف مجھے تو علم ملا، لیکن انہوں نے جس طرح مجاہدہ کیا، مجھے بھی کرنا چاہئے۔ تو اس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلق جب فیصلہ کیا کہ اب ان کے طریق پر مجاہدے کرنے ہیں۔

جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے، امام غزالی نے جب فیصلہ کیا کہ سب کچھ چھوڑنا ہے تو ساری دنیا رو رہی ہے لاکھوں انسان، حکومت رو رہی ہے کہ اب اسلام کا کیا ہوگا، کہیں دنیا کے کسی کونے سے کوئی چیلنج ہوتا کسی مذہب کی طرف سے کوئی مناظر، کوئی سوال، کوئی فتویٰ پوچھتا، تو امام غزالی کے پاس اس کا جواب تیار پاتے تھے۔ اب کس کے پاس جائیں گے؟

ایک دفعہ ساؤتھ افریقہ میں ایک جگہ علماء جمع تھے، تو وہ کہنے لگے کہ آپ کے یہاں سے مولانا ریاض الحق تشریف لائے تھے۔ کہتے ہیں کہ بڑے عجیب آدمی۔ میں نے کہا کیا عجیب چیز دیکھی؟ کہنے لگے کہ جو بات بھی پوچھو، تو اس پر جب بولنا شروع کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابھی قریب میں اس چیز کا پورا مطالعہ کیا ہے اور مدتوں اس کی تحقیق کر کے اب بول

رہے ہیں۔ کہتے ہیں جو بھی ہم نے آزمانے کے لئے، کہتے ہیں، اِدھراُدھر کی دوسری باتیں پوچھنی شروع کی، تو ہر چیز کا صحیح جواب موجود تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہر چیز کو چھوڑنے کے لئے تیار۔ اب دنیا رو رہی ہے کہ جا رہے ہیں سب چھوڑ چھاڑ کے، بہت زیادہ اصرار ہوا، پھر بھی چھوڑ چھاڑ کر چل دیئے۔ اور کہاں تو وہ شاہی ٹھاٹھ کے ساتھ رہتے تھے اور حکومت کی طرف سے جو انتظام تھا ان کے لئے، حکومت کی طرف سے وظائف متعین تھے، یہ وزیر سے بڑھ کر ان کو وظیفہ ملتا تھا۔ ان سب کو لات مار کر جب نکلے ہیں، دیکھنے والا بیان کرتا ہے کہ اس کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہی محل میں رہا کرتے تھے، شاہی ٹھاٹھ سے جن کی زندگی گزرتی تھی، ہر وقت ہزاروں تلامذہ چاروں طرف قلم اور دوات لے کر ان کے فرمودات کو لکھنے کے کے لئے تیار رہتے تھے، تو میں نے دیکھا کہ جنگل بیابان میں ایک دریا ہے، وہاں سے پانی لینے کے لئے ایک چادر پھٹی پرانی جسم پر پڑی ہوئی ہے اور ہاتھ میں ایک چھاگل ہے اور پانی لے کر آ رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ میں ان کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگا کہ یہ کہاں ناز پروردہ انسان اور اس حال میں اپنے آپ کو انہوں نے رکھا ہے۔ اور اس حال میں ایک دن، دو دن، چند مہینے نہیں، دس برس سے زیادہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے گزارے۔

وہاں سے، بغداد سے سب شاہی ٹھاٹھ کو چھوڑ چھاڑ کر نکلے ہیں مولدِ عیسوی کی طرف، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہاں ولادت ہوئی، کئی دفعہ جی بھی چاہا کہ وہاں حاضری دینی چاہئے کہ وہاں جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے وہ کلمات فرمائے تھے **اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ،** تو زمین نے بھی اس کو محفوظ کئے ہوں گے، اپنے اندر ٹیپ کئے ہوں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قدس اور صخرۃ میں کئی سال رہے۔ دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر اوپر چڑھ جاتے تھے دروازہ بند کر کے، کوئی آ نہیں سکتا۔ ایک دفعہ دمشق میں جب وہاں کی جامع

دمشق میں نماز کے بعد گزر رہے ہیں،ایک حلقہ میں مدرس پڑھا رہے ہیں،تو ان کے کلمات کانوں میں پڑ گئے،سن لیا کہ وہ کہتے ہیں کہ **قال الامام الغزالی**، فوراً وہاں سے بھاگے۔لا حول ولاقوۃ الا باللہ۔ پھر میں اسی طرف آرہا ہوں،اور بھاگ کر یہاں سے الخلیل،مزار سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی طرف نکل گئے۔

اب تو بہت کچھ بن چکے تھے،بہت پا چکے تھے۔تو وہاں جب حاضری ہوئی تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ حضرت دہلی اکابر کے مزارات پر جب حاضری دیتے تھے،گنگوہ،تھانہ بھون تشریف لے جاتے،بارہا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت نے گھنٹوں،آدھا آدھا دن مراقبہ میں گزارا ہے۔اس کے بعد حضرت رفقاء سے پوچھتے، کیوں پیارو،کسی نے کچھ دیکھا؟تو وہاں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میرے فلاں تین مکتوب شائع کرنے کی ضرورت ہے۔چنانچہ وہ مکاتیب حضرت نے اسی بناء پر شائع فرمائے تھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی بالکل اسی طرح فرماتے ہیں۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مزار پر حاضر ہوا،تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے باقاعدہ عہد کیا جس طرح کہ آپ کسی سے بیعت ہوتے ہیں،عہد کرتے ہیں،میں نے ان سے عہد کیا کہ حضرت،میں اب کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں جاؤں گا۔

۱۔جس طرح ہم توبہ کرتے ہیں کہ کفر سے،شرک سے،بدعت سے،نماز چھوڑنے سے،اس طرح عہد کیا۔

۲۔دوسرے فرمایا کہ کسی بادشاہ کی طرف سے،حاکم کی طرف سے شاہی عطیہ کبھی قبول نہیں کروں گا۔

۳۔اور تیسری چیز اب علم کو بھی خیرباد کہہ رہے ہیں،اور تیسرا میں نے عہد کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ میں اب کسی سے کوئی علمی مباحثہ نہیں کروں گا۔

جس طرح انہیں عشق الٰہی اور حبّ الٰہی کا چسکا لگا، اس کی تلاش میں ایسی ایسی سچی، پکی مسلّمہ دولتیں تھیں، دینی دولتیں ان سب کو لات مار کر وہ نکل پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی سچی طلب نصیب فرمائے۔

سلسلہ تو ہمارا چل رہا تھا شروع رمضان سے کہ روز ہمارے سلسلہ کے مشائخ میں سے ایک کا ذکر ہوتا رہے گا، سلسلہ چلتا رہا، مگر یہاں حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے پیرومرشد شمس الدین ترک، ان کے پیرومرشد علاء الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ کر رک اس لئے گیا کہ ان کے حالات میں ہم نے سنا کہ وہ سالہا سال گردن نہیں اٹھاتے تھے، سالہا سال انہیں دنیا کا پتہ نہیں، اور نماز کے لئے بھی اطلاع کی ضرورت پیش آتی، جس طرح سوئے کو مشکل سے جگاتے ہیں، اٹھایا جاتا ہے، پتہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ تو کیوں انہوں نے اس قدر دنیا کو لات ماردی اور گردن جھکالی۔ اور دنیا سے منہ موڑ لیا؟

ایک ہوک اٹھی

میں نے بتایا کہ ایسے ہی کیا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے، ایسے ہی کیا ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اور حضرت نے جب چھوڑا اس وقت کے حالات بتائے کہ کیا نہیں تھا وہاں؟ ہر چیز تھی، سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں، صدیوں میں ایسی کتابیں نہیں لکھی گئیں جیسی حضرت شیخ نے لکھیں۔ ان سب کے لکھنے کے بعد ایک ہوک اٹھی کہ یہ سب تو ہورہا ہے، مگر وہی ایک ذات جس نے یہ سب کچھ دیا وہ چاہئے بس۔ اب اور کچھ نہیں چاہئے تو سب کو لات مار کر چل دئے۔

جب روکا جارہا ہے کہ ادھر مظاہر العلوم مدرسہ، تو اچھا ہوا کہ وہاں کی سہارنپوری زبان میں یہ نہیں فرمایا کہ مدرسہ بھاڑ میں جائے، ورنہ آگ لگ جاتی، جل جاتا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ شعر لکھوایا کہ وہاں اُلّو بسے، تو واقعی کچھ عرصہ کے بعد وہ الّو کے بسیرے کا دور آگیا۔ حضرت کا مقام وہ تھا کہ جو زبان سے نکلتا تھا وہی ہو کر رہتا تھا، تو اب وہاں جھگڑا ہوا، مدرسہ بند، مدتوں بند، اور اُلّو کا بسیرا۔

وہی کلمات پورے ہوئے اب بلا سے اپنی ہمارے یا بوم بسے

’’فقیری میں بہت مزہ آ رہا ہے‘‘

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس جوان بیوی ہے، دو سال کا بچہ ہے، بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب، دوسرا ابھی آنے کی تیاری میں ہے، حالانکہ اولاد کے اتنے منتظر و مشتاق تھے کہ انہیں تاخیر محسوس ہو رہی تھی۔ بھائی کی آمد سے پہلے بزرگ کسی فقیر کو لے آتے ہیں، دعا کراتے ہیں، وہ انگوٹھی دیتے ہیں، ان کی ولادت ہوتی ہے۔ پھر آتے ہیں، دعا دیتے ہیں، دوسری انگوٹھی دیتے ہیں کہ دوسرا بھی اللہ دے گا۔ تو اتنی خوشیاں اور امنگیں تھیں، مگر سب کچھ چھوڑ کر خلوت گزیں ہو گئے۔

میں کہا کرتا ہوں جب کوئی ساتھی آ کر کہتا ہے کہ میرے گھر میں اللہ نے امید دی ہے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ لمبی خوشی ہے۔ اب سالہا سال خوشی میں گزرتے ہیں، اب نو مہینے تک خوشی کہ بیبی (Baby)، بچہ آنے والا ہے۔ مگر ہمارے ابا نے ان سب کو لات مار کر ایک ہی جملہ ماں سے، والدہ سے، کہہ دیا کہ میں نے دنیا چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

پھر سچ مچ سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیا۔ بیوی کو بھی گھر بھیج دیا، بچوں کو بھی نانا کے یہاں بھیج دیا، چیزیں بھی ساری خیرات، اختیار دے دیا جس کا جو جی چاہے لے جائے۔ تو ہماری دادی کہا کرتی تھی کہ سلیمان، تو تو فقیر ہو گیا، اللہ نے اتنا دیا تھا۔ تو قہقہہ لگاتے تھے کہ ماں، ’’اس فقیری میں بہت مزہ آ رہا ہے‘‘۔

یہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ والد صاحب نے تو صرف دنیا ترک کی۔ انہوں نے، امام غزالی نے پورا ایک عالم کا عالم چھوڑ دیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے صرف ایک ہندوستان نہیں، ایک انٹرنیشنل مرکز چھوڑا، پوری دنیا کی دنیا چھوڑی، علمی دنیا، روحانی دینا، کتنا لمبا چوڑا خاندان۔ تو ان کو ایک ہوک اٹھتی تھی، ایک ہوک، ایک افسوس ہوتا تھا کہ ہم کاہے میں پڑ گئے، ہم

نے تو اسی کو بہت کچھ سمجھ لیا۔ داڑھی آ گئی، نماز پڑھ لی، بس الحمد للہ بہت کچھ اللہ نے دیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! وہ اسی کو سمجھتے تھے کہ او ہو! یہ تو فریب دھوکہ ہے، ہم نے اسی مالک کو بھلا دیا اور ہم کن چیزوں میں لگ گئے۔ کتنے عقلمند وہ لوگ ہوتے تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عقلمندی

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا انتقال کا وقت ہے، آخری گھڑیاں گنی جا رہی ہیں اور لوگ تلقین کر رہے ہیں لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، تو جیسا میں نے عرض کیا کہ سب سے زیادہ یہ لوگ عقلمند ہوتے ہیں کہ جنید بغدادی کے متعلق لکھا ہے کہ اگر دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل کو انسان بنایا ہوتا اور مرد بنایا ہوتا تو وہ جنید بغدادی ہوتے۔ سبحان اللہ۔

کتنے عقلمند ہوں گے، کتنا تجربہ لوگوں کو ہوا ہوگا تو ان کی دانائی کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ جب انہیں تلقین کی جا رہی ہے لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ، تو وہ مشغول ہیں اللہ، اللہ، اللہ! پھر ملقن کہتے ہیں لا الہ الا اللہ، تو غصہ ہو گئے۔ کہا، چپ کرو۔ اگر میں نے کہا لا الہ اور میرا سانس بند ہو گیا تو؟ تو میں یہ کہہ کر مرا کہ معبود کوئی ہے ہی نہیں دنیا میں۔ کتنے عقلمند ہوتے ہیں یہ حضرات!

اس لئے صوفیاء کرام نے اللہ اللہ کا ذکر اس حدیث سے کہ قیامت نہیں ہوگی **حَتّٰی یُقَالُ فِی الارْضِ اللّٰـہ اللّٰہ**، اس حدیث سے اور رئیس الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جہاں سے رخصت کے وقت کے آخری عمل سے لیا کہ میں اللہ اللہ کا ورد اس لئے کر رہا ہوں۔

یہ اعقل الناس، اذکیاء الناس میں سے یہ طبقہ ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے سب کچھ ہوتے ہوئے سب کو لات ماری اور چل دیئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہاں تو شاہی ٹھاٹھ سے رہا کرتے تھے اور کہاں وہ کل والا قصہ جو میں نے بتایا تھا کہ پھٹی چادر جسم پر ہے اور چھاگل ہے۔ عورتیں جس طرح پانی بھرتی ہیں اس چھاگل کو لے کر دریا سے پانی لے کر امام غزالی آ رہے ہیں۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے عہد

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی انسیت کے لئے دوسرا عالم کھول دیا۔خود اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار پر حاضر ہوا،تو وہاں میں نے ان سے یہ عہد کیا، بات چیت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ادھر کے دروازے کھول دیئے۔ جب ہی تو اپنے عہد کا ذکر کرتے ہیں کہ عہد یہ کیا کہ میں بادشاہوں کے دربار میں نہیں جاؤں گا،ان کے عطیات قبول نہیں کروں گا،اور تیسرے علمی بحث ومباحثہ کے ترک کی بیعت کی اور عہد کیا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ کیوں کہ جو حکمران طبقہ، یہ بڑا عجیب وغریب کہ علماء کو کس میں مشغول کردیا جائے، کاہے میں ان کو پھنسادیا جائے؟اور آپس میں علماء کو لڑانے اور لالچ طمع میں گھیرنے کے کیسے حربے حکام نے استعمال کرر کھے تھے۔

حکام کہتے کہ یہ مناصب ہیں شہر کا قاضی اور جامع مسجد کا امام، پورے علاقہ کی سب سے بڑی جامع مسجد کا امام، عدالت کا چیف جسٹس،فوج کا امام، ان تمام مناصب کو تم کیسے حاصل کر سکتے ہو؟ اس کے لئے تمہیں ایک امتحان پاس کرنا ہوگا۔ امتحان ممتحن کے سامنے نہیں، ایک عام مجلسِ مناظرہ ہوگی۔ جتنے آنا چاہتے ہیں علماء وہ اس موضوع پر مناظرہ کریں۔اس میں جو کامیاب ہوگا، وہ یہ منصب لے گا، کتنا ذلیل کیا علماء کو؟

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس طریقہ سے مناصب پر وہ خود پہنچے ہوں گے،تب انہوں نے عہد کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ علمی مباحثہ نہیں کروں گا۔اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے انتظام فرمایا۔

جب یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح دنیا کو خیر باد کہہ کر یہاں سے نکلے ہیں،تو عجیب اتفاق ہے،اب دنیا رو رہی ہے، سارا عالم پریشان کہ اب کیا ہوگا اسلام کا؟ اتنے بڑے آدمی نے درویشی اختیار کرلی۔اب اس علم کا کیا ہوگا؟اس علمی مسند کا کیا ہوگا؟ حدیث اور تفسیر کا کیا بنے گا؟

لکھا ہے حالات میں کہ ادھر اللہ تعالیٰ نے انتظام یہ فرمایا کہ بغداد سے جس وقت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نکل رہے ہیں، قریب قریب اسی عرصہ میں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تیار ہوکر بغداد میں داخل ہورہے ہیں۔ جس دینی دنیوی جاہ پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو افسوس ہوا اور جس کے لئے انہوں نے دنیا کو لات ماری، ان تمام مراحل کو طے کر کے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ واپس بغداد میں داخل ہورہے ہیں۔

کیسے انہوں نے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دس سال سے زیادہ گزارے تنہائی میں؟ کبھی دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر چڑھ جاتے ہیں، دوسال وہاں رہتے ہیں۔ صخرۃ میں اعتکاف کر لیتے ہیں، دو تین سال وہاں گزارتے ہیں۔ اسکندریا کے برج پر چڑھ گئے، وہاں دوسال گزارے۔

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی صحرانوردی

یہی حال حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کا ابتداءِ جوانی میں ہوگیا تھا کہ انہوں نے ساری دنیا کو چھوڑ دیا۔ پڑھنے کے بعد فارغ ہوئے تو زبردست عالم تھے، تمام علوم پر اللہ تعالیٰ نے دسترس عطا فرمائی تھی۔ مگر سب چھوڑ چھاڑ کر کے خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحرانوردی اختیار کی، جنگل بیاباں میں اکیلے ہوتے۔

میں نے کہا تھا کہ یہ پاگل پن نہیں ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس جگہ کو مسکن بنایا تھا؟ غارِ حراء پہاڑ پر، دور مکہ سے باہر جنگل میں، کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ تو حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے صحرانوردی شروع کی اور وہاں نہ کھانا، نہ پینا، نہ کوئی انسان، نہ کوئی مونس، نہ مددگار۔ تو اس میں ان کو مزہ آتا تھا کہ اب کوئی نہیں ہے، ایک اللہ، تو اور میں، آجا تو، اب تو آجا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جوش میں ارشاد فرمایا کہ پیارے، یہ نماز، روزہ،

تلاوت، یہ سب کچھ کا ہے کے واسطے، پتہ ہے؟ پھر فرمایا کہ تاکہ بندہ اور اللہ دونوں ایسے ہو جائیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عشقِ الٰہی

اب وہاں جنگل بیابان میں خطاب اسی ایک ذات سے، بھوک لگے تو، پیاس لگے تو۔ ہمارے حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ، حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں بھی بیان فرمایا، بالمشافہہ ان سے ہم نے سنا، کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ عہد کرلیا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے، یہ عہد کیا، آپ رزاق ہیں، کھانا دیتے ہیں، ہم کھاتے ہیں، لیکن آپ تو نہیں دیتے، آپ کسی کو واسطہ بناتے ہیں، آئندہ سے آپ خود کھلائیں گے تو ہم کھائیں گے، اللہ تعالیٰ سے ناز ہو رہا ہے۔

ایک وقت کا فاقہ، دو وقت، تین وقت، ایک دن، دو دن، تین دن۔ لوگ لا رہے ہیں، مگر نہیں کھا رہے ہیں۔ اب قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فاقہ میں کتنے دن گزرے ہیں، معلوم؟ سترہ دن۔ اب یہ ٹھان لی ہیں کہ اللہ خود کھلائیں گے، تو ہم کھائیں گے۔

کتنا پیار اپنے پیدا کرنے والے سے، اپنے مالک سے، اپنے رب سے۔ اور ہم لوگ کتنے دور، اس لئے ہم کہتے ہیں ہم تو وہ ایک نماز ہی ہم کو دی گئی کہ اتنی دیر اس کا تصور کرو، وہ ہم سے نہیں ہوسکتا، ہزار خیالات اور تصورات آجاتے ہیں۔

ایک اللہ والے نے نیت باندھی امام کے پیچھے، سلام پھیرنے کے بعد ہنسنے لگے اور امام صاحب سے فرمایا کہ بھئی، ہمیں تو اپنی نماز دوبارہ دہرانی ہوگی۔

پوچھا، کیا غلطی ہوگئی؟ تو فرمایا، میں تمہارے پیچھے کہاں کہاں دلّی اور کابل اور گھوڑے کا خرید وفروخت؟ ایک گھوڑا پسند نہیں آرہا ہے، دوسرا، پوری نماز میں کہاں کہاں، میں تمہارے پیچھے پیچھے گھومتا رہا۔ اور یہ کہہ کر کھڑے ہوگئے اللہ اکبر، اپنی نماز دہرانے لگے۔

یہاں ایک نوجوان آتے تھے، سالوں پہلے کی بات ہے، ایک طالب علم یونیورسٹی سٹیوڈنٹ تھے، بریڈفورڈ کے تھے۔ بیعت کے بعد ان کا بہت اچھا حال تھا۔ ایک دن کہنے لگے، زاروقطار رو رہے ہیں اور کہنے لگے کہ میرے لئے دعا کریں کہ یہ حال مجھ سے دور ہو جائے کہ میں امام کے پیچھے نیت باندھتا ہوں، امام کے دل میں جو تصورات آتے ہیں وہ میرے سامنے آئینہ کی طرح سے میں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ اور ہم کتنے دوران چیزوں سے اور ہماری نمازیں کیسی؟ جنہیں ہم پڑھ کر مطمئن ہیں۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عہد کیا کہ اللہ خود کھلائے گا تو کھاؤں گا۔ اس میں ایک دن، دو دن، تین دن۔ پھر ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ دروازہ بند ہے، تمام دروازے بند ہیں، اور اوپر سے ناشتہ دان اترا۔ تو خیال ہوا کہ یہاں تو ظاہری واسطہ لانے والا کوئی نہیں ہے اور چھت پھاڑ کر جو اتر رہا ہے، تو اللہ کی طرف سے ہے۔ مگر کھول کر پھر بند کر دیا کہ نہیں، آپ تو نہیں کھلا رہے ہیں، نہ معلوم کون جنات لایا ہوگا، کون مخلوق لائی ہوگی، تو غیب سے آواز آئی کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے، کھالو، یہ ہماری طرف سے ہے۔

ایک بزرگ ہیں، ابوسعید مبارک۔ انہوں نے، بالکل یہی نذر انہوں نے بھی مانی کہ اے خدا! تو کھلائے گا تو میں کھاؤں گا۔ تو ان کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ چالیس دن گزرے فاقہ میں، چالیسویں دن حضرت خضر ان کے لئے کھانا لے کر آتے ہیں۔

پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ اور ابلیس

پیرانِ پیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق خود بیان فرماتے ہیں کہ جب صحرانوردی میں بھوک اور پیاس کی ایک دفعہ انتہا ہوگئی اور چالیس دن گزر گئے، تو چالیسویں دن اوپر سے اتر رہے ہیں۔ پوچھا، کون؟ کہا، خضر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ بھیجا ہے۔ کہا کہ نہیں، ہم تو وہ کھلائے گا تو کھائیں گے۔ اسی میں بڑے امتحانات ہوئے پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ

کے بھی۔

ایک دفعہ بادل میں سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر! تم نے بڑے مجاہدے کئے، آج سے تمہارے لئے تکالیفِ شرعیہ ہم نے اٹھا دی ہیں، ہر حرام آپ کے لئے حلال۔ آپ جو چاہو کر سکتے ہو۔ فوراً فرمایا اِخْسَـأْیَـا اِبْلِیْـس! دور ہو جا یہاں سے منحوس! مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ تو اس نے دوسرا وار کیا۔ اس نے کہا کہ آج آپ اپنے علم کی برکت سے بچ گئے۔ تو فرمایا کہ خبیث! یہ تیرا دوسرا وار ہے میرے اوپر۔ میں بچ نہیں گیا ابھی، اس دنیا سے آخری سانس تک میں میرے ایمان کو بچا لوں گا، تب میں بچ کر جاؤں گا۔ وہاں تک میں خطرے میں ہوں۔ تو اسی خلوت وصحرا نوردی میں یہ امتحان پیش آیا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خصوصی انتظام

پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر کھانا لے کر آئے اور کہا کہ سنت اللہ یہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اسی طرح بھیجتے اور انتظام فرماتے ہیں۔ آپ کو پیاس بھی لگی ہوگی۔ دیکھئے، آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خود کھلائیں، پلائیں تو ابھی بارش شروع ہوتی ہے، آپ لیٹ جایئے۔ اب منہ کھول کر لیٹے ہیں، بارش سیدھی آسمان سے منہ میں گر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی حق کی سچی طلب نصیب فرمائے کہ ہم اپنے مالک کو جو بھلا بیٹھے ہیں، اس کی یاد کو دل میں بسانے کی کوشش کریں۔

بزرگانِ دین کا ذکر ہو رہا تھا جنہوں نے اللہ کی طلب میں، معرفت کے حصول کے لئے اپنی جانیں لگا دیں۔ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ، ان پر جذب طاری تھا اور ہر وقت جذبی کیفیت میں رہتے تھے۔ اس لئے ایک آدھ دفعہ کے سوا ان سے کبھی کوئی نہ دین کی بات سنی، نہ قرآن سنا، نہ اس طرح کا اور کوئی تذکرہ سنا، نہ انہوں نے کبھی ہم سے یہ پوچھا کہ تم حافظ ہو گئے، عالم ہو گئے، یا کیا پڑھ رہے ہو، کچھ نہیں۔

کبھی ہم تذکرہ کرتے تھے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا، تو فرماتے کہ آپ کے مولانا صاحب بہت اچھے آدمی ہیں۔ بس اتنا ہی ایک جملہ ہوتا تھا (تمارا مولی ساب بوسارا مانس چھے۔) ہم سے کسی چیز کی کبھی فرمائش نہیں کی۔

صرف آخری دن جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، تو آدمی آتا ہے گھوڑے پر سوار بلانے کے لئے کہ والد صاحب بلا رہے ہیں۔ تو اس وقت فرمائش کی میرے پاس بیٹھ کر یٰسین پڑھو۔ بہت لمبا قصہ ہے، تو انہوں نے صرف زندگی میں جو اس طرح کی باتیں کی ہیں، صرف ایک دفعہ، تصوف کی لائن کا ساری عمر میں ہم نے ان سے ایک جملہ سنا۔ فرمایا کہ ہزاروں اللہ کے بندے، ہزاروں مشائخ، اللہ کی معرفت کے حصول کے لئے کوشش کرتے رہے، مگر بہت کم ان میں سے کامیاب ہوئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو الیلی ہے۔

ایک شعر سے کام بن گیا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، جب اپنی تحقیق کے دوران صوفیاء سے ملے، ان کی کتابیں دیکھیں، اوران کا علم دیکھا، تو انہیں اس کا احساس تو تھا ہی، مگر اللہ تعالیٰ جب کسی کو نوازنا چاہتے ہیں تو کوئی بہانہ بنا دیتے ہیں۔ تو ایک دفعہ خود ان کے بھائی جو صوفیاء میں سے تھے، تو وہ شعر گنگنا رہے ہیں

؎ اِلیٰ مَتیٰ تُسمِعُ وَلَا تَسمَعُ

اِلیٰ مَتیٰ تَھدِیُ وَلَا تُھدیٰ

کہ کب تک تم لوگوں کو خود سناتے ہی رہو گے اور اپنے آپ کو مستغنی سمجھتے رہو گے۔ اب تم بھی سنو، لوگوں ہی کو سناتے رہو گے۔ الیٰ متیٰ تَھدِیُ و لا تُھدیٰ، یہی منصب کہ لوگوں کو راستہ دکھاتے رہو، یہ اچھا لگتا ہے، بلکہ تم تو خود محتاج ہو کہ تمہیں کوئی ہاتھ پکڑ کر کھینچ کر راستہ پر لائے۔

آگے شعر میں الیٰ متیٰ کے بعد شاعر کہتا ہے کہ ہندوستان، پاکستان میں آپ نے دیکھا

ہوگا کہ چھری کُند ہوجاتی ہے،تو اس کو تیز کرنے کے لئے پتھر پر اس کو گھستے ہیں۔اور وہ پتھر پر تیز کرنے والے کبھی شہروں، میں دیہات میں آواز دیتے ہیں۔اس کے پاس چھوٹی سی موٹر سے چلنے والا بڑے وہیل کے ساتھ ایک چھوٹا پتھر گول گھومنے والا ہوتا ہے درزی کی مشین کی طرح، جس سے وہ پتھر گھومتا ہے،اور چھری وہاں رکھتے ہیں تو وہ چھری تیز ہوتی ہے۔

سورت چی چی فارمسی والوں کو جو''حکیم چی چی'' کہا جاتا ہے کہ ان کے آباء واجداد میں سے کسی نے یہی پیشہ اپنے روزگار کے لئے اختیار کیا تھا۔تو جہاں گاؤں میں گئے، بچے شور مچاتے تھے کہ چی چی والے بابا آگئے، چھری تیز کرنے والے۔

شاعر یہ کہتا ہے کہ کب تک تم دوسروں کے لئے کام کرتے رہو گے؟ان کی چھری تو تم نے تیز کردی۔وہ آپ سے کام لے رہے ہیں، آپ پتھر بنے ہوئے ہیں اور ان کی چھری تیز ہورہی ہے،وہ واصل الی اللہ ہورہے ہیں،اور آپ اسی طرح پڑے ہوئے ہیں،آپ کے اپنے کلام سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں، دوسری مخلوق فائدہ اٹھارہی ہے،ان کی چھریاں تیز ہورہی ہیں۔

جب یہ اپنے بھائی کی زبانی جو عارف باللہ تھے ان کی زبانی جب یہ کلمات انہوں نے سنے تو دل کو لگے۔فوراً اسی وقت سب چھوڑ چھاڑ کے نکل پڑے۔پہلے سے ذہن تو بنا ہوا تھا، تیار تو ہو چکے تھے،ایک دھکّے کی ضرورت تھی، چل پڑے۔دس بارہ برس گھومتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا کام بنادیا۔

اسی سفر میں بغیر کسی کتاب کے اور بغیر کسی کتب خانہ کے، جو اپنی یادداشت سے جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے احیاء العلوم۔اسی لئے اس میں اتنی تاثیر ہے کہ یہ کبھی تو قدس میں لکھی جارہی ہے،کبھی صخرۃ میں لکھی جارہی ہے،کبھی اسکندریہ میں لکھی جارہی ہے،کبھی جامع مسجد کے منارہ پر دمشق میں لکھی جارہی ہے۔تو اسی طرح معرفت کی تلاش کے لئے جب یہ نکلے ہیں،تو اسی وقت حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ داخل ہورہے ہیں۔تو یہ امام غزالی نکلے ایک شعر سن کر کے اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے آگے ان کا کام بنادیا۔

سچی طلب

اس پر مجھے شیخ سعدی کے ہم وطن، شیخ طباینی شیرازی یاد آئے۔ وہ امّی محض تھے، کچھ نہیں جانتے تھے، بہت بھولے بھالے۔ ایک دفعہ کسی مدرسہ میں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ طلبہ اپنے درس میں مصروف ہیں، مطالعہ میں ہیں، بحث مباحثہ ہورہا ہے، کتاب یاد کی جارہی ہے، تو یہ ان کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ یہ آپ لوگ پڑھ رہے ہو، مجھے بہت اچھا لگتا ہے یہ آپ لوگوں کا پڑھنا، آپ کا علم شریعت، تو مجھے بھی یہ علوم پڑھنے ہیں۔

اب وہ طلبہ ہم عمر اور جب کوئی نگراں بھی نہ ہو، ان کی جماعت میں کوئی پہنچ جائے اور پھنس جائے تو اس کا اللہ ہی حافظ۔ تو یہ بیچارے پہنچ گئے، ان طلبہ سے جو سوال کردیا تو طلبہ کیا جواب دیتے ہیں؟

وہ کہتے ہیں کہ اس کے لئے تو اوندھا لٹکنا پڑے گا، علم شریعت اور علم طریقت کا حصول ویسے تھوڑا ہی ہوگا؟ اوندھا لٹکنا پڑتا ہے۔ یہ تو میں نے کہا امّی محض تھے، بھولے بھالے، تو انہوں نے پوچھا کیسے؟ کہنے لگے کہ تم گھر جاؤ اور رسّی کے ساتھ اوندھے لٹک جاؤ اور ساری رات یہ پڑھتے رہو، وظیفہ ہم بتاتے ہیں آپ کو۔ تو وظیفہ ان کو سکھایا۔ کیا وظیفہ؟ کہ **کُزبُرہ عُصفُرہ، کُزبُرہ عُصفُرہ، کُزبُرہ عُصفُرہ**، یہ رنگین دھنیا۔ ایک مہمل لفظ۔

ویسے ہی شرارت میں طلبہ نے تو کہہ دیا، مگر طلب سچی تھی۔ تو سچ مچ یہ گئے اپنے گھر اور کہہ دیا گھر والوں سے کہ مجھے ایک وظیفہ کرنا ہے، مجھے لٹکادو۔ اوندھے لٹک گئے، ساری رات پڑھ رہے ہیں، ان کا کام ایک رات میں بن گیا۔ صبح گھر والوں سے کہتے مجھے کھولو اور اسی مدرسہ میں پہنچے اور رورہے ہیں کہ بہت شکریہ تم لوگوں کا کہ تم نے مجھے علومِ شریعت اور علومِ طریقت سے نواز دیا۔

طلبہ پھر ہنستے ہیں۔ تو پھر وہ شرارت میں پوچھتے ہیں کہ اچھا **کتاب الطہارۃ** کا ایک مسئلہ

بتاؤ۔تو جوانہوں نے پڑھنا شروع اور بولنا شروع کیا،تو کیا ان کا محدث اور کیا ان کا حافظ اور کیا ان کا فقیہ اور مفتی۔شریعت کا جو باب چھیڑ دیتے وہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ سچی طلب پر ایک رات میں کام بن گیا۔

امام غزالی اور پیرانِ پیر رحمہما اللہ کی صحرانوردی

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طلب کا تو کیا کہنا،تو ان کا کام بنا دس بارہ برس میں۔اور ادھر میں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دین کا محافظ ہے۔تو مخلوق رو رہی ہے بغداد کا کیا ہوگا، ہمارا کیا ہوگا؟

یہ جا رہے ہیں اور اسی عرصے میں پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ تیار ہو کر داخل ہو رہے ہیں،جن کا قصہ بتایا تھا کہ پچیس برس انہوں نے صحرانوردی کی،جنگل کی خاک چھانی،اور مخلوق سے بھاگتے رہے۔

یہ رہبانیت نہیں ہے۔لوگ تو مذاق اڑاتے ہیں، کہتے ہیں یہ تو ممنوع ہے اسلام میں، **لا رهبانية فى الاسلام** ۔ جو چاہے الزام لگاتے رہو،مگر ان کی تو لو لگی ہوئی تھی اوپر کو تار جوڑنے کے لئے ،اس کو مضبوط کرنے کے لئے ،معرفت کے حصول کے لئے ،پچیس برس لگے رہے اور بہت بڑے محدث،اور محدث بھی کٹّر حنابلہ کے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ،ان کو کیسے کہو گے کہ رہبانیت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کیا پچیس برس؟ اور اس میں وہی عہد کیا ہے کہ الٰہی! تو خود مجھے کھلا۔پھر کوئی لے کر آتا ہے،تب خضر لے کر آتے ہیں۔

جو کل ابلیس کا قصہ سنایا تھا،تو اس میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ دیکھا کہ کوئی انسان سونے کے برتن میں پیالہ میں پانی لا کر پیش کرتا ہے۔پوچھا یہ کیا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے ہے۔تو پیالہ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے منہ پر مار کر فرمایا،**اِخْسَأ یَا اِبْلِیْس** ۔ سونے کا پیالہ،سونے کا برتن،تو حضرت خضر جب آسمان سے طباق لے کر اترے اور پیش کیا،

کھانا کھایا اور اس کے بعد بارش براہ راست آسمان سے برستی ہے، ادھر سیراب ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خضر ہاتھ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بغداد میں جا کر بیٹھئے اور مخلوق کو ہدایت کیجئے اور ان کو اللہ کی طرف بلانے کا اور دعوت کا کام کیجئے۔

پھر جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا کہ یہ پچیس برس کی صحرانوردی کے مجاہدوں سے معرفت کے کس منصب پر یہ فائز ہوئے ہوں گے کہ بڑے عجائبات ہیں، سب سے زیادہ اگر دیکھا جائے تو عجائبات اور کرامات حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

ایک مرتبہ خود سنانے لگے کہ جب میں وہاں صحرانوردی میں تھا پچیس برس تک، تو وہاں میرے ساتھ رجالِ غیب کبھی ہوتے تھے، کبھی جنّات ہوتے تھے۔ آج ہمارے حاجی اجمل صاحب بھی آئے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ بھی وہاں زکریا مسجد میں جنات ہوتے تھے۔ یہاں دارالعلوم میں بھی جناتوں کا ذکر یہ سنتے تھے۔ تو پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارواح میری تسلی کے لئے آتی تھیں اور حضرت خضر بار بار آتے تھے۔ اخیر میں وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر آئے کہ بغداد جا کر ہدایت خلق کا کام کرو۔

او اسرائیلی، آجا! محمدی کا خطاب سن لے!

ان کے درس کا یہ حال تھا کہ کبھی درس ہو رہا ہے، ستّر ستّر ہزار کا مجمع ہوتا تھا۔ پہلے تو اپنی مسجد میں شروع کیا، پھر جامع مسجد میں منتقل ہونا پڑا، پھر آپ کا منبر عیدگاہ میں لے جایا گیا۔ جب کوئی جگہ کافی نہیں ہوسکی، تو پھر جنگل میں درس کی مجلس لگانی پڑی۔ ہزاروں مشائخ اور علماء آپ کے بیانات نوٹ کرتے تھے اور لکھتے تھے۔

بیان ہو رہا ہے اور اسی اثناء میں فرماتے ہیں آجا آجا، او اسرائیلی، آجا، محمدی کا کلام سن لے۔ کہ حضرت خضر سے صحرانوردی میں بار بار ملاقات ہوئی ہے، تو جب دوبارہ آتے ہیں تو انہیں خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ او اسرائیلی آجا! اسی جملہ پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے

ہمارے کئی قصے ہیں کہ مجلس میں فرمایا آجا، پیارے آجا!۔

ایک دفعہ عشرۂ ثانیہ کے آخری ایام کی بعد مغرب کی مجلس کے دوران کسی نے مجھے حوض پر کہا کہ حضرت تمہیں یاد فرمارہے ہیں۔ میں بھاگا ہوا گیا۔ بیٹھنے سے پہلے حضرت نے فرمایا ارے یوسف! میں نے زور سے کہا جی حضرت! اس پر ساری مسجد مشائخ کے قہقہوں سے گونج گئی، یہاں تک کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہر چند سیکنڈ کے بعد ہنسی روکنے کے لئے چہرہ اور ڈاڑھی پر ہاتھ ملتے تھے۔ میں حیرت زدہ کھڑا ہوں کیوں کہ یہ مجھے خطاب نہیں تھا۔ یہ تو کسی قصہ کے دوران حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت کوئی حکایت فرمارہے تھے۔

مختلف آراء ہیں حضرت خضر کے بارے میں کہ یہ لمبی عمر جو پائے ہوئے ہیں، کب سے ہیں؟ کسی نے کہا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلو ۃ والسلام جب اس روئے زمین پر تھے، اسی وقت سے ہیں۔ اور کسی نے کہا کہ اس کے کچھ عرصہ بعد کے ہیں۔ کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ تو حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس سے معلوم ہوتی ہے جو خطاب کرتے ہیں او اسرائیلی، آجا! محمدی کا کلام سن لے۔ اس جملہ سے ان کی رائے معلوم ہوتی ہے۔

اور کبھی غصہ میں ہوتے تھے، جلال آتا تھا، علماء مشائخ کو ڈانٹتے تھے۔ تو چونکہ وہ ایک سلسلہ تھا، بڑے بڑے منصب بیچاروں نے پائے ہوئے تھے، مسجد میں امام ہیں، بڑی بڑی تنخواہیں مل رہی ہیں، تو ایک مادّی ذہن بنا ہوا تھا، تو ان کی اصلاح کے لئے فرماتے تھے کہ او عالمو! اے صوفیو! اس کے بعد غصہ میں فرماتے کہ تمہارے عماموں کو آگ نہیں لگ جاتی؟ یہ کوئی الفاظ نہیں ہوتے تھے۔ تو سچ مچ آپ کے سامنے جو آپ کے بیٹے ابھی پڑھ رہے تھے، عالم بن رہے تھے، بیٹھے ہوئے ابا جان کا خطاب سن رہے تھے، تو انہیں کے عمامہ میں آگ لگ گئی۔

ہر دفعہ ایسا ہوتا تھا۔ جو کلمہ نکلا، تو ایک آدھ واقعہ اسی جگہ پر مخلوق دیکھ لیتی تھی، جس سے وہ سمجھتے تھے کہ کوئی یہ لفّاظی نہیں ہے۔ کبھی فرماتے تھے کہ تمہاری خانقاہیں زمین میں دھنس نہیں جاتیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو نقشہ کھینچتے ہیں کہ کیا حالات تھے اس وقت کے کہ حکومت نے لوگوں کو اور عوام الناس کو اور علماء اور خواص کو بگاڑ رکھا تھا۔ دیکھئے، اس علماء ہی کے طبقے کو اس طرح خراب کیا کہ منصب کا حصول موقوف رکھا گیا مناظروں پر کہ جو مناظرہ میں کامیاب ہو، وہی مسجد میں امام ہوگا۔ اس سے بڑے مناظرہ میں جو کامیاب ہوگا وہ جامع مسجد کا امام ہوگا۔ اس سے بڑے مناظرہ میں جو سب علماء کو مات کر دے گا وہ قاضی بنے گا۔ اور سب سے بڑا چیف جسٹس بننا ہے تو سب کو مات دے دے۔ تو یہ ایک ذہن بنا رکھا تھا، اس لئے یہاں سے کام شروع کیا حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کی اصلاح فرمائی۔

محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اور اسی لئے فرماتے ہیں، اپنے حالات خود بیان فرماتے ہیں پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ۔ فرمایا کہ میں ایک دفعہ گزر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص بہت ناتواں، لاغر، کمزور، صرف سانس جاری ہے، تو مجھے اس پر بڑا رحم آیا۔

میں اس کے پاس پہنچا، میں اس کے قریب جا کر میں بیٹھ گیا اور میں نے اس کو دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ آہستہ آہستہ جو سانس بالکل آخری گنے جا رہے تھے تو وہ سانس تیز ہونے شروع ہوئے، اب حرکت شروع ہوئی، اب آنکھیں اس نے کھولی، تو میں خوش ہوا۔ لیکن تعجب بھی ہو رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن جب وہ گلا، سڑا جسم صرف ہڈی اور چمڑا، اس پر گوشت کا نام نہیں تھا، جب وہ گوشت بننے لگا اور ہاتھ گول گول ہونے لگے، پیر گول گول ہونے لگے، وہ صحت مند انسان بننے لگا، تو مجھے خوف محسوس ہوا کہ یہ کیا بلا ہے؟

وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا کہ نہیں نہیں، آپ گھبرائیں نہیں۔ میں کون ہوں؟ آپ مجھے پہچانتے ہو؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔

فرمایا کہ میں آپ کے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہوں۔ کیوں کہ حضرت پیرانِ پیر

سادات میں سے ہیں۔فرمایا کہ میں آپ کے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہوں۔آپ نے مجھے زندہ کیا، اس لئے آج آپ محی الدین ہو۔تو یہ صحرانوردی، جس کو ہم رہبانیت کا نام دیتے ہیں، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اتنا نوازا، اتنا نوازا کہ دنیا کو دین سے اور علم سے اور عمل سے بھر دیا۔اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی زندہ کرے۔

حضرت پیرانِ پیر سیدنا عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح پچیس برس تک جنگل اور صحراء کی خاک چھانی اللہ کی طلب میں کہ تو کدھر ہے؟ اور اسی میں پھر اللہ تعالیٰ نے جب انہیں نوازا اور ان سے وہ کام لیا گیا جس کی وجہ سے حضرت امام غزالی کو اپنا سب کچھ چھوڑنا پڑا تھا اور جس مدرسہ اور جس مدرسہ کی پڑھائی اور جس طریقۂ کار اور سارے سلسلہ سے انتہائی متنفر ہو کر وہ نکلے تھے کہ یہ تو سارا کا سارا جال ہے، نفس اور ہوا کے لئے سب کچھ ہو رہا ہے، تو پھر کیا مدارس، کیا مساجد، کیا نمازیں، کیا زکوٰۃ، روزہ، حج، اور کیا طریقت کے سلاسل، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ، ایک شخص واحد کی برکت سے ان سب کو زندہ کر دیا۔

الالقاب تنزل من السماء

بزرگوں کے یہاں کے القاب الألْقَابُ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ، القاب دیکھنے ہوں، تو تنظیموں اور مدارس کے جلسوں کے اشتہار دیکھ لیں۔

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم ریونین پہنچے، تو حضرت نے فرمایا کہ جو یہاں کا چوبیس گھنٹے کا نظام الاوقات ہے مجھے بھی سنا دو، جو انہوں نے چھپوایا ہے۔تو میں نے پڑھنا شروع کیا کہ قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا۔

یہاں پہنچا، حضرت نے فرمایا اس کو کاٹ دو۔ میں نے سوچا حضرت ویسے ہی فرما رہے ہیں۔اتنے میں فرمایا کہ 'پیارے، اس کو کاٹ دے'۔ اور اس کی جگہ لکھ دے ربُّ السَّماوات والارض۔تو اس کے بعد فرمایا 'ارے پیارے، مولوی زکریا لکھ دیتے، مولانا زکریا لکھ دیتے،

ان تمام القاب کے لکھنے کی کیا ضرورت۔

’شیخ الحدیث‘ کا لقب

حالانکہ وہ سب لقب ہمارے بنائے ہوئے نہیں تھے، مولانا محمد زکریا، اس سے پہلے شیخ الحدیث، وہاں مدینہ طیبہ میں ایک سے زائد مرتبہ خط آیا ہے کہ شیخ الحدیث مدینہ منورہ، پہنچ گیا۔ ایک دفعہ خط آیا شیخ الحدیث ، بقیع ، مدینہ منورہ، پہنچ گیا۔ مکہ مکرمہ میں خط آتا ہے شیخ الحدیث مکہ مکرمہ، اور وہ پہنچ گئے۔ پہلے دارالحدیث جاتا تھا اور وہ دارالحدیث والے یہاں بھیجتے تھے، تو شیخ الحدیث بھی غلط نہیں تھا۔

تمہیں قطب الاقطاب بنادیا گیا

قطب الاقطاب، میں جب حضرت کے یہاں، حضرت کے وصال سے پونے دو برس ڈیڑھ برس پہلے مدینہ طیبہ پہنچا، تو مصافحہ اور ملاقات کے ساتھ ہی فرمانے لگے، وہ خواب تو نے سن لیا؟ میں نے کہا، نہیں۔

فرمایا کہ ابھی میں نے تین چار روز پہلے خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف رکھتے ہیں اور یہاں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شاہ صاحب کو فرما رہے ہیں کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں قطب الاقطاب بنادیا گیا اور لوگوں کو یہ بتادیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ خواب ہی میں میں دل میں سوچنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں، میں سامنے حاضر ہوں، مجھے خود ارشاد کیوں نہیں فرمارہے ہیں؟ شاہ صاحب کو فرمارہے ہے کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں قطب الاقطاب بنادیا گیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ میرے ذہن میں آئی کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں جب میں پڑھا کرتا تھا، انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واقعات صرف ایک جگہ پر چالیس لکھے ہیں ’’**الدُّرُّ الثمین فی مبشّرات النبی**

الامین'' کہ نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات جو حضرت شاہ صاحب کو ہوئے۔

اس میں کہیں فرماتے ہیں کہ میں قائم الزمان ہوں کہ تمہیں قائم الزمان بنا دیا گیا۔ تو مجھے اشکال ہوتا تھا کہ یہ چیزیں تو چھپائی جاتی ہیں۔ تو انہوں نے مستقل کتابی شکل میں اس کو کیوں لکھا ہوگا؟

یہ چیز دل میں کھٹکتی تھی۔ تو اب اس کا جواب یہاں ملا کہ جس طرح یہاں حضرت شاہ صاحب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطہ بنایا کہ گویا تمہیں ان کے متعلق اشکال تھا، تو جس طرح ہم آپ کو فرما رہے ہیں کہ تم اس کو چھپاؤ نہیں کہ تمہیں قطب الاقطاب بنا دیا گیا، بلکہ لوگوں کو بتا دو، تو اس طرح یہ جو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے قائم الزمان بنایا گیا، تو یہ بھی مامور ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، اللہ عزوجل کی طرف سے ان کو حکم ہوا ہوگا۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو محی الدین کہا جاتا ہے، اس دن سے آپ کا یہ لقب ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا اور پھر اس نے کہا کہ تمہیں آج سے محی الدین بنا دیا گیا۔ پھر وہ غائب۔ میں چل کر جیسے مسجد میں پہنچا، تو دور سے ایک آدمی نے اشارہ کیا، آجاؤ! آجاؤ! یہ محی الدین آگئے۔ اب ان کو کیسے پتہ؟ عوام، وہاں کی پبلک کے دل میں اوپر سے ڈالا گیا، **الالقاب تنزل من السماء.**

اسی لئے یہ جو ہمارے اکابرین میں جن کے حالات آپ نے سنے، ان کے، نظام الدین تھانیسری، حضرت جلال الدین، اور صابر پیا کلیری، حضرت علاء الدین، یہ ان کے مرید حضرت شمس الدین ترک، یہ سارے کے سارے علاء الدین، جلال الدین، نظام الدین، شمس الدین نام نہیں ہیں، یہ القاب ہیں، نام ان کے کچھ اور ہیں۔ جیسے حضرت شاہ عبدالحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تو ہے احمد۔ مگر جیسا بتایا کہ ان پر حال ہر وقت غالب رہتا تھا اور اس دنیا میں آتے ہی نہیں تھے، نماز کے وقت حق حق کہہ کر جب خادم چلنا شروع کرتا، تو اس کی آواز کے پیچھے وہ چلتے تھے۔ تو وہیں سے ان کا لقب عبدالحق ہو گیا۔

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے روحانی سلسلہ کو دوبارہ زندہ کیا۔اسی طرح ہمارے یہاں بھی ہمارے اکابرین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس سلسلہ کو زندہ فرمایا، ورنہ یہ سلسلہ خرافات کا مجموعہ بنتا جارہا تھا۔ یہ دین، یہ طریق اور یہ سلسلہ اور یہ تصوف، سب کو ہمارے اکابر نے سنت کے سانچہ میں ڈھالا۔جیسا کہ رسالہ ہفت مسئلہ کے بارے میں حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، پیرومرشد سے شریعت کے مسئلہ کی بناء پر اختلاف کیا۔

شریعت اور طریقت کا توازن

اپنے پیرومرشد سے اختلاف کرکے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے شریعت وطریقت کا توازن برقرار رکھا اور اس سے ان کے مرتبہ کو اورعروج ملا، حالانکہ حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کو مرشد سے فنائیت کے درجہ کا تعلق تھا۔

تصورِ شیخ کے ذیل میں بتایا تھا کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید پر جو حال طاری ہوا تھا، وہ چاروں طرف جدھر دیکھتا ہے ادھر سید احمد بریلوی صاحب، ادھر بھی، ادھر بھی، چاروں طرف، تو وہ پریشان کہ میں نماز کیسے پڑھوں، چلوں کیسے، چاروں طرف سے، جدھر نگاہ کرتے، آنکھ کھولتے ہیں، سید صاحب موجود۔

سید صاحب کے پاس لے گئے تو سید صاحب نے کیا پڑھ کر دم فرمایا، حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ مجھ کتے کا تصور کرتا ہے! چھوڑ مجھ کتّے کے تصور کو! یہ کہتے ہی ان کی وہ کیفیت ختم، تصورِ شیخ کا جو غلبہ ہو گیا تھا وہ ختم ہو گیا۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے تشریف لے گئے مکہ معظّمہ، تو برسوں ان کی شبیہ میرے قلب میں رہی، کوئی کام ان کو پوچھے بغیر میں نے نہیں کیا۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ اور آگے بتا دوں؟ ارواح ثلاثہ میں حضرت امیر خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اور آگے بتا دوں؟ خادم نے عرض کیا کہ فرمایئے۔ تو فرمایا کہ اس کے بعد برسہا برس سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی رابطہ رہا۔ کوئی کام میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں کیا۔

جب یہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری کے لئے میں نے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ پیارے! تجھے تو ہمارا معمول معلوم ہے کہ مجھے کہنے کے بجائے وہاں عرض کرو روضۂ اقدس پر، جو وہاں سے حکم ہوگا۔ اسی لئے شعر میں حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کا اٹھنا، بیٹھنا، سفر، حضر، نقل، حرکت ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذن کے بعد ہوتی تھی۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ برسہا برس یہ حال رہا، اس کے بعد جوش میں اور زیادہ جوش میں فرمانے لگے کہ اور بتاؤں؟ اور آگے بتاؤں؟ فرمایا کہ اس کے بعد تو میں کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے پھر اس کے بعد مرتبہ احسان عطا فرما دیا، ہر وقت اللہ تعالیٰ۔

نَافَقَ حَنْظَلَۃ

یہ اس کے حصول کے لئے پچیس برس صحرا نوردی کی حضرت محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور سالہا سال حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدے کئے۔

اور یہ جو ہم اپنی ان نمازوں پر، اپنے ذکر واذکار پر، اس موجودہ دین پر ہم قناعت کئے بیٹھے ہیں دوستو! یہ کافی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ جو اس وقت میں آپ سے کچھ کلمات عرض کر رہا ہوں، بول رہا ہوں، یہ بھی سب نفاق ہے۔ جو الفاظ ہیں وہ اندروں کے مطابق نہیں ہے اور نفاق اسی کو کہا جاتا ہے کہ الفاظ کچھ اور ہوں، اندر کچھ اور۔

نَافَقَ حَنْظَلَه فرما کر صحابہ کرام روتے ہیں اپنے بارے میں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے حضرت حنظلۃ الغسیل رضی اللہ تعالی عنہ آ کر کہتے ہیں کہ میں تو منافق ہو گیا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ پوچھتے ہیں، کیسے؟ تو بتاتے ہیں کہ ایسے کہ ہمارا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کچھ حال اور ہوتا ہے، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کچھ سنتے ہیں اور جب وہاں سے اٹھتے ہیں، تو میرا حال کچھ اور ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرا حال بھی میں ایسا ہی پاتا ہوں۔ چلو جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں۔ تو دوستو! یہ اس کا موازنہ نہ کریں کہ ہمارا اندر اور باہر ایک ہے یا نہیں۔ یہ جو ہم پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ، تو اس کی کوئی حقیقت ہے ہمارے دل میں یا صرف الفاظ ہیں اور اس کی حقیقت کوئی نہیں۔ پھر تو یہ الفاظ اور اندرون دونوں میں مطابقت نہ ہو، وہ تو منافقت ہے۔ ہمارے اکابر نے جو ایک جادہ اور طریق اور راہ مستقیم ہمیں چل کر دکھایا، عمل کر کے دکھایا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور آج کی رات بہت مبارک ہے۔ جس طرح میں نے بارہا کہا یہ ہماری لفاظی سے آگے کچھ نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے ایک کام سے خوش ہے۔ امام اپنے کام سے خوش ہوتا ہے کہ میں نے آج بہت اچھا پڑھ دیا، مجھے بہت اچھا یاد تھا۔ مقرر جب بیٹھ جاتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ یہ سارے کے سارے بڑے گناہ گار ہیں۔ ان کے لئے اللہ نے مجھے مصلح بنا کر بھیجا ہے۔ وہ جو مصلح اور دین کا احیاء کرنے والے تھے، وہ تو تھے حضرت پیرانِ پیر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان کا تصرف کیسے چلتا ہے؟ روحانیت کیسے کام کرتی ہے؟ اس کے بڑے واقعات ہیں۔

اکابر کا تصرف

پہلے آپ کو بتایا تھا کہ ۱۹۸۴ء ہے۔ اور میں خواب دیکھتا ہوں اور صبح حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ یہاں راشدیہ سلسلہ کے بزرگ، پیر

راشدی فرمارہے ہیں کہ یہاں ہمارے پاس آؤ۔ تو مولانا یوسف لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں کہ بہت دور سندھ میں اندرونِ سندھ ان کا مزار ہے، آپ کمزور آدمی ہیں، کچی سڑک ہے، پانچ سات گھنٹے کا سفر ہے، آپ جا نہیں سکتے۔ تو خواب بیان کر دیا، ان کا جواب ہو گیا، بات ختم ہو گئی۔

دو تین سال کے بعد مجھے حرم شریف میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب تلاش کرتے ہیں کہ حضرت درخواستی تمہیں یاد فرمارہے تھے۔ تو وہاں جب میں خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو وہی کلمہ حضرت درخواستی فرماتے ہیں کہ گذشتہ کل میں جب صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوا، تو مجھے وہاں سے حکم ہوا کہ میں تمہیں ہمارے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اجازت دوں۔

اب یہ دو تین برس پہلے وہاں سندھ میں مجھے طلب کیا گیا کہ وہاں میں حاضر ہوں، وہی راشدیہ قادریہ سلسلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں حکم ہوتا ہے اور وہی الفاظ بھی، ورنہ اپنی طرف سے وہ اپنے الفاظ میں بھی کہہ سکتے تھے، اس کے بجائے فرمایا کہ وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں، الفاظ بھی فرمایا کہ وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں ہمارے سلسلہ قادریہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں۔ تو بزرگوں کے یہ تصرفات ہیں۔

تصرف یہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر چلا، ان کے زمانہ میں دین کو انہوں نے دوبارہ زندہ کیا اور جو دین ختم ہو چکا تھا مدرسہ میں، خانقاہ میں، مسجد میں اور معاملات اسلامیہ، معاملات شرعیہ میں، ہر چیز میں جو ایک نئی روح اور نئی زندگی آئی، ان کی توجہ کی برکت سے اور ان کے تصرف سے۔ اور یہ تصرف ان کا پھر صدیوں چل رہا ہے، وہ روحانی فیض ان کا اب تک جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابرین کی خدمتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا میں نے اس دن بھی عرض کیا کہ یہ مبارک راتیں ہیں۔ لفّاظی میں، کہنے سننے میں ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ خاص طور پر یہ بہت مبارک رات، اللہ تعالیٰ آج کی رات میں روئے زمین پر جہاں کہیں اہلِ

اسلام دعا میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرمائے، بالخصوص سب سے اہم ترین اس وقت جو قیامت گزر رہی اہلِ اسلام پر اور اہلِ اسلام نشانہ ہیں، اور دینی سلسلہ کو ختم کرنے تک کی ٹھانی جارہی ہے، اللہ دین اسلام کی حفاظت فرمائے۔

ہر زمانہ کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے۔ چنانچہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ فتنہ جو انہوں نے ذکر کیا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے، وہ ایک تعیُّش کا فتنہ تھا، مادیت کا فتنہ تھا، اس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا۔ اور آج ظلم و بربریت کی انتہاء ہے، مسلمانوں پر جگہ جگہ ظلم و ستم ہورہا ہے، ان کے وجود سے، اس لفظ اسلام سے اور اسلامی شعائر سے دشمنوں کو چڑ اور نفرت ہوگئی ہے کہ ان کو کس طرح ختم کیا جائے، اس لئے آج کی مبارک رات میں خاص اس کے لئے گڑگڑائیں اور دعا کریں۔

چہار ترک: ایک اور تعبیر

جیسا میں نے عرض کیا کہ چار کلیوں والی ٹوپی بزرگ عنایت کرتے تھے اور اس سے مطلب ان کا یہ ہوتا تھا کہ ترکِ گفتن، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ اختلاط کردن، کہ سونا چھوڑ دو، کھانا چھوڑ دو، ملنا چھوڑ دو، بولو نہیں۔ یہ اس طرح کسی نے اس کو تعبیر کیا کہ مجھے میرے پیر نے یہ ٹوپی عطا فرمائی اور اس کے ساتھ چار نصیحتیں فرمائی۔ چار نصیحتیں کیا تھیں کہ چھوڑنا سیکھو، ترک کرنا سیکھو۔

جس طرح انہوں نے جنگل میں جاکر سب کو چھوڑ دیا، صحرا نوردی کے بغیر ان تمام علائق کو ہم چھوڑ نہیں سکتے، اس لئے وہ جنگل میں بھاگ جاتے تھے۔ پچیس برس کے لئے پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ بھاگ گئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کو چھوڑ کر غارِ حراء پر تشریف لے گئے۔ تو یہ چھوڑنا ان کے یہاں بڑا اہم اور ضروری تھا۔

ایک بزرگ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے میرے پیر و مرشد نے جب ٹوپی عطا فرمائی، تو پھر

ارشاد فرمایا کہ چار (۴) چیزیں چھوڑ دو۔ یہ چار اس کی کلیاں ہیں۔

۱۔ایک فرمایا کہ ترکِ دنیا۔ دنیا سے کسی قسم کی کوئی محبت، کوئی علاقہ تعلق، کسی طرح کا تمہارا نہ رہے، نہ تمہاری ملک میں دنیا رہے، نہ دنیا سے تم کسی طرح کا تمتع اور فائدہ اٹھاؤ۔ بالکلیہ اس کو چھوڑ دو۔ یہ تو سمجھ میں آتا ہے۔

۲۔اس کے بعد فرمایا کہ ترکِ عقبیٰ۔ آخرت کو بھی چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم

مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

وہ کہتے تھے اللہ کو خطاب کر کے الٰہی ! نہ مجھے دنیا چاہیئے، نہ مجھے حور وقصور اور جنت چاہیئے، مجھے تو صرف تو چاہیئے۔ تو ان نعمتوں کو بھی حارج سمجھتے تھے، عقبیٰ کو بھی، آخرت کو بھی، جنت کو بھی، نعمتوں کو بھی، حور وقصور کو بھی۔

۳۔اور آگے فرماتے ہیں کہ تیسری چیز جس کے ترک کے لئے میرے پیر ومرشد نے فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ ترکِ خودی۔ کہ جب تم تمہارے خدا کو یاد کرو، ایک مقام آتا ہے اللہ اللہ اللہ کرتے وقت۔ وہ کہتے ہیں کہ اتنا اللہ کو بساؤ کہ تم اپنے آپ کو بھی بھول جاؤ۔ جیسے وہ خوب محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جس بزرگ کا واقعہ بیان کیا کہ وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ وہ جب وضو کرتے ہوئے حوض میں اپنی تصویر دیکھتے، تو پوچھتے کہ تو کون؟ اپنے آپ سے نکل جاؤ، ترکِ خودی، تم اپنے وجود کے تمام تقاضوں کو بھول جاؤ، صرف اسی میں محو ہو جاؤ، صرف وہی رہ جائے۔

۴۔اب ایک چیز رہ گئی کہ اپنے وجود کو بھی بھلا دیا، مگر یہ طلب تو ہے کہ مجھے یہ ملنا چاہیئے، خدا تو مجھے مل جا۔ تو فرمایا، ترکِ طلب۔ یہ طلب بھی تمہیں یاد نہ رہے کہ تم کچھ مانگ رہے ہو۔

ہوائے نفس

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کا رسالہ نکلتا تھا جس کا نام پہلے شاید کچھ اور تھا، بعد میں وصیۃ العرفان کے نام سے نکلتا تھا۔ میں پڑھا کرتا تھا، وہاں کوئلہ والے ہمارے اسمٰعیل بھائی دوست تھے راندیر میں، وہ منگوایا کرتے تھے۔ تو اس میں حضرت کے حالات تازہ بتازہ آیا کرتے تھے۔

حضرت جمعہ سے پہلے وعظ فرمایا کرتے تھے، تو جمعہ سے پہلے حضرت نے وعظ شروع فرمایا۔ یہاں سے شروع فرمایا، آج میں سوچ رہا تھا کہ کیا بیان کروں۔ راستہ میں جب میں مسجد میں داخل ہو رہا تھا، تو صحن میں حکیم صاحب ملے۔ اور حکیم صاحب اس طرح ہاتھ پیٹ پر پھیرتے ہوئے فرمانے لگے حضرت، دعا فرمائیں یہ ہوا نے، گیس نے، بہت پریشان کر رکھا ہے۔ تو فرمایا کہ اوہ ہو! میں نے سوچا کہ میں متلاشی تھا کہ کیا بیان کروں، مجھے موضوع مل گیا کہ سب سے بڑی مصیبت یہ ہوا، خواہش، طلب ہے۔ اس پر حضرت نے اس دن وعظ فرمایا۔

ٹوپی والے وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے پیر و مرشد نے فرمایا کہ یہ چار ٹکڑے ہیں، جس سے یہ ٹوپی بنی ہے۔ تو اس سے:

۱۔ ایک ٹکڑے سے اشارہ ہے ترکِ دنیا کی طرف،

۲۔ ایک سے اشارہ ترکِ عقبیٰ کی طرف،

۳۔ اور ایک سے اشارہ ہے ترکِ خودی، اپنے وجود کو بھی بھول جاؤ،

۴۔ اور آخری چوتھی چیز فرمایا کہ ترکِ طلب اور ترکِ ہوا کہ اپنی نفس کی تمنا، خواہش اور طلب بھی کسی قسم کی باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک رات میں اس کا فیصلہ فرمادیں کہ دشمن اپنے عزائم میں ناکام ہو جائے، اور اسلام اور یہ ہمارا دین اور ترقی کرے، اسلامی مراکز کو اللہ تعالیٰ تا قیامت محفوظ رکھے۔

کچھ دوست کل اور آج نئے بھی آئے ہیں، تو میں نے سوچا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ کیا موضوع چل رہا ہے۔ ہم نے شروع رمضان سے یہ سلسلہ شروع کیا تھا کہ سلسلہ کے اکابر میں سے روز کسی ایک بزرگ کے حالات بیان کئے جائیں۔ جیسے حدیث کی کتاب کے شروع میں اپنی سند بیان کر دیتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے یہ کتاب پڑھی، انہوں نے فلاں سے پڑھی، تاکہ یہ اعتماد رہے کہ یہ باقاعدہ ہمارا مضبوط اور پختہ سلسلہ ہے حدیث کے پڑھنے کا۔

اسی طرح میں نے سوچا کہ دوستوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ جو کچھ ہمارے یہاں معمولات پڑھنے کے لئے بتائے جاتے ہیں، یہ ذکر، یہ تسبیح، یہ مراقبہ، تو یہ کسی کی شخصی ایجاد نہیں، بلکہ مسلسل پورا ایک سلسلہ ہے، تو اس کے لئے روز ایک بزرگ کے حالات بیان ہو رہے تھے، مگر آدھے کے قریب مشائخ کے حالات بیان ہوئے، تو اس میں مسلسل ایسے اکابر کا ذکر آنے لگا کہ جو ساری دنیا کو، سب اہل وعیال، مال ومنال، سب کو خیر باد کہہ کر کے اسی کی یاد میں ہر وقت محو اور مستغرق رہتے تھے۔ کیا ہمارا سلسلہ، کیا دوسرے سلسلے، سب میں یہ چیز قدر مشترک ہے۔

اس لئے پھر میں نے دوسرے سلسلوں کی بھی مثال دی کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہ انہوں نے تو سب کچھ چھوڑ دیا اور کوئی ایک دو چلّہ نہیں، بلکہ دس بارہ برس تک کے لئے چھوڑ کر جنگل کی راہ لی، جن پر شافعی مذہب کا، ان کی کتابوں پر مدار ہے۔ جیسے ہمارے یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیر صغیر، سیر کبیر، جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، تو اس طرح ان کے یہاں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بسیط، وجیز، وسیط، تو ان کتابوں پر شافعی مذہب کا مدار ہے۔ اتنا بڑا امام اپنے مذہب کا، تو وہ کیسے یہ ساری چیزیں چھوڑ دیتا؟ اور چھوڑیں تو معلوم ہوا کہ بڑا اہم یہ کوئی فریضہ ہے، جس کی ادائیگی ضروری تھی۔

پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس سے بھی ڈبل جنگل میں پچیس برس لگائے۔ ہمارے والد صاحب کا حال بتایا تھا کہ انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا، بیوی کو، بچوں کو سسرال بھیج دیا۔

اور چار پیوند والی ٹوپی کے متعلق بتایا تھا کہ یہ چار ترک کی طرف اشارہ ہے، تو اس میں الگ

الگ تعبیرات ہیں۔تو کل ایک تعبیر بتائی تھی کہ جس میں ترکِ دنیا، ترکِ آخرت، ترکِ طلب، ترکِ خودی، اپنے آپ کو بھی چھوڑ دو، تو انہوں نے اپنے آپ کو بھی چھوڑ دیا۔

ایک دفعہ والد صاحب کو، ہمارے بڑے بھائی محمد علی صاحب مرحوم، جو ہندی تھے، پھر مدنی بنے، پھر افریقی ہوئے، جن کا باب عمر پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں نکاح ہوا تھا اور اس بابرکت دعا، توجہات نبویہ کے نتیجہ میں مدنی بیٹا ملا جس کا نام ہی مدنی ہے۔تو بھائی صاحب نے دیکھا رات تین بجے کہ انہوں نے اپنی آنکھ نکال کر رکھ دی۔ پھر والد صاحب کے کسی خاص دوست نے جب والد صاحب سے پوچھا اور خود مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بار ہا ہوتا تھا کہ سارے جسم کے اعضاء الگ الگ ہو جاتے تھے۔

ہر عضو کی اپنی اپنی تسبیح

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، کسی کام سے تشریف لے گئے، دیکھا دروازہ بند۔ ذرا سا کنڈی کھٹکھٹائی، جواب نہیں ملا، تو کہتے ہیں میں نے ادب کے خلاف کام کیا۔ باہر آ گیا اور تھوڑی سی کھڑکی کو ہاتھ لگایا، ذرا سی کھلی، کیا دیکھتا ہوں کہ جسم کے سارے اعضاء الگ الگ پڑے ہوئے ہیں۔

والد صاحب نے فرمایا کہ وہ سب اعضاء الگ ہو جاتے تھے، وہ اپنی اپنی تسبیح کرتے تھے۔ ہر عضو، کہتے ہیں ہر بُنِ مو سے، ہر ایک ایک بال سے الگ الگ تسبیح ہو، وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ،تو یہ کیسے؟ اپنے آپ سے کیسے الگ ہو جاتے ہوں گے؟ اپنے آپ کو بھی کیسے چھوڑ دیتے ہوں گے؟ اس پر ہم اٹک گئے۔ کئی روز سے یہی موضوع چل رہا ہے کہ کیوں ایسا کرتے ہوں گے؟ اور کیسے کر سکتے ہوں گے؟

یہ دل جل رہا ہے

مجھے مجنون کا قصہ یاد آیا۔ مجنون کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک جگہ لیلیٰ کے مسکن کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا، جہاں سے اس کی کھڑکی، اس کا جھروکہ سامنے رہے اور وہاں سے وہ دیکھ سکے، پتھر تھا، جس پر وہ جا کر بیٹھ جاتا تھا، اور ٹکٹکی باندھے ہوئے۔ تو محلے کے لڑکوں کو شرارت سوجھی، انہوں نے شرارت یہ کی کہ یہ روز یہاں آ کر بیٹھتا ہے، ادھر تکتا رہتا ہے، تو بہت سارا کوڑا اکٹھا کیا، کوڑا اکھٹا کر کے پتھر پر آگ جلائی۔ اور انہوں نے کہا کہ اس کے آنے سے پہلے پتھر اتنا گرم کر دیتے ہیں کہ وہ یہاں بیٹھ ہی نہ سکے۔ آگ جلا دی، پتھر بالکل آگ کے مانند گرم ہو گیا۔

اور کیا دیکھتے ہیں بچے کہ مجنون اپنے وقت پر آیا اور وہاں آ کر بیٹھ گیا، نہ کوئی حس، نہ حرکت، نہ آہ، نہ بکاء، نہ کوئی چہرے پر تغیر، نہ آنکھ میں کوئی آنسو۔ اسی طرح ٹکٹکی پھر شروع ہوگئی، تو لڑکے دوڑ کر آ گئے کہ انہیں بھی رحم آ گیا، بھاگے ہوئے آئے کہ اٹھو اٹھو، یہ کیا ہو گیا، اس نے کہا کیا ہو گیا؟ کہنے لگے کہ آپ کا بدن جل رہا ہے، تو اس نے کہا نا، نا، بدن نہیں جل رہا ہے۔

آتش عشق سوختہ قلب مرا

ادھر اشارہ کیا کہ یہ جل رہا ہے۔

ایسے کوئی آگ ہوک لگتی ہوگی ان کے دلوں میں، ہوک ایسی اٹھتی ہوگی ایسی آگ کہ جس سے ان کے لئے سب کچھ آسان ہو جاتا ہوگا۔ میں نے موازنہ کرنا شروع کیا تھا کہ وہ تو برسہا برس اس کی یاد میں ایسے گزار دیں، اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر، اور ہماری دو منٹ کی نماز ہم ٹکٹکی نہ باندھ سکیں اس ذات کی طرف۔ جیسے ہی نماز کے لئے اللہ اکبر کہا، اور سارا حساب و کتاب، ساری دنیا یاد آ جائے گی۔ اگر کسی کا گزر نہیں ہوگا، کچھ یاد نہیں آئے گا تو وہی ایک ذات یاد نہیں آئے گی۔

مولیٰ کی پہچان

شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے۔ شیخ عبدالواحد بن زید ایک دفعہ جوش

میں بیان فرمارہے ہیں۔فرمایا اچھا بھئی، بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اللہ کے لئے اپنے مال منال، اہل وعیال سب کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوتا ہے؟ وہ خود بھی چھوڑتے تھے، چھڑواتے بھی تھے۔سمجھتے تھے کہ یہ سب ان چیزوں کے بندے بنے ہوئے ہیں، جب تک ان سے نہیں نجات پائیں گے،تو ادھر مولیٰ کو پہچان نہیں سکیں گے۔تو انہوں نے اعلان کیا کہ کون ہے؟

ایک صاحب خدام میں سے کھڑے ہوگئے، حضرت میں اس کے لئے حاضر ہوں، میں اس کے لئے تیار ہوں۔وہ سامنے آنے لگے۔فرمایا، ادھر نہیں، اُدھر جاؤ، پہلے عمل کر کے آؤ، اللہ! تو وہ کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے کہ حضرت، ہم نے سب کو خیر باد کہہ دیا، جو کچھ تھا سب لٹا دیا راہ للہ میں، کچھ نہیں رہا ہمارے ساتھ۔فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ بیٹھتے ہی سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، یہاں گردن جھکادو۔

جیسے ہی حضرت نے ہاتھ رکھا اور مراقبہ انہوں نے شروع کیا،تو کیا دیکھتے ہیں کہ عالم عقبیٰ، عالم آخرت منکشف ہے، تمام قسم کے جو نام سنتے تھے آج تک جنتوں کے، وہ ساری سامنے ہیں، وہاں کے تمام خدام، حور و قصور سب کے سب سامنے ہیں۔

حضرت نے جب ان کو مراقبہ میں بٹھایا تو فرمایا کہ تم عمل کر کے آئے،تو ہم بھی اپنا وعدہ پورا کر کے چھوڑیں گے۔اور تم نے ہمارے کہنے پر سب کچھ لٹایا تو کیا کیا ملنے والا ہے ابھی دیکھ لو، دنیا میں، آخرت میں تو ملنے ہی والا ہے، اور وہاں تم نے اہل وعیال کو چھوڑا تو وہاں کے لئے چھوڑا، آپ کے لئے جو تیاریاں ہیں تو اس کو بھی دیکھ لو۔

گردن جھکاتے ہی دیکھتے ہیں وہ سارا ،ملأ اعلیٰ کا عالم منکشف اور ایک جنت، دوسری، تیسری، دکھائی جارہی ہے کہ یہ بھی آپ کی، یہ آپ کی ہے اور جو خاص جنت تھی اور خاص آپ کی بیوی بننے والی حورعین ،تو وہ جب سامنے آئی ہے، تو ان کا تو حسن و جمال دیکھ کر حال خراب ہونے لگا۔

جنت کے احوال

جیسے ایک روایت بہت عرصہ ہوا سنی تھی، اس کے بعد میں نے بہت تلاش کی، مجھے ملی نہیں کہیں، مل جانی چاہیئے کہ جنتی کو جب حق تعالیٰ شانہ حکم فرمائیں گے کہ جا، تو جنت میں بھاگا ہوا جائے گا کہ کہیں میں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ اور جیسا ہی جنت کے اندر اس نے قدم رکھا کہ سامنے دیکھا کہ استقبال کے لئے حور کھڑی ہے، تو ایک قدم جنت میں ہے، ایک باہر ہے اور اس کا حسن و جمال دیکھ کر چلنا موقوف، ہر قسم کی طلب ختم۔ بس، اس کے دیدار اور اس کی زیارت اور اس کے دیکھنے میں محو ہو گیا۔

اسی حال میں کھڑا ہوا ایک قدم اندر ہے، ایک باہر ہے، کہتے ہیں پانچ سو برس دیکھتا رہے گا اس کو کہ کہیں میں ذرا سا قدم اٹھانے کی فکر کروں گا، پلک جھپکوں گا، تو کہیں یہ ادھر اُدھر نہ ہو جائے۔

پانچ سو برس کے بعد دوسرے پانچ سو برس گزریں گے، تو ادھر سے ایک سریلی آواز آئے گی، تو وہ آواز اتنی سریلی ہوگی، اتنی سریلی ہوگی کہ وہ اس کے حسن و جمال کو جو پانچ سو برس سے دیکھ رہا تھا وہ بھول جائے گا اور اس آواز کی طرف ایسے گردن پھیرے گا۔ ابھی ایک قدم جنت کے اندر ہے، ایک باہر ہے اور اس نے گردن اِدھر پھیری جدھر سے آواز آئی، تو دیکھا کہ ایک حور اس پہلی والی سے بھی زیادہ حسین اور جمیل اور وہ گا رہی ہے۔ تو پانچ سو برس اس کی آواز کی طرف، اس طرح چہرہ مڑا ہوا ہے، ایک قدم اندر، ایک باہر، اس طرح وہ دیکھتا رہے گا۔

اسی طرح یہ شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید مراقبہ میں جب دیکھ رہے تھے، ''حور العین''، قرآن میں جس کا ذکر آتا ہے کہ اس کے استقبال کے لئے کھڑی ہے، اسی بے خودی میں کھڑے ہو گئے، اور اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ تو وہ وہاں سے کہتی ہے کہ نہیں نہیں، ابھی نہیں، تم میں اور ہم میں تھوڑا فاصلہ باقی ہے، تھوڑا صبر کرو ابھی۔

اتنے میں وہ منظر ختم ہو گیا تو حضرت شیخ عبدالواحد بن زید ہنسنے لگے اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ بھئی، کیوں کھڑے ہو گئے؟ تو وہ چیخ رہے ہیں، چلا رہے ہیں، ایک حال طاری ہے ان کے اوپر۔ فرمایا کہ اس نے کہا نہیں کہ تھوڑا فاصلہ باقی ہے، اور فاصلہ آپ کا جلدی طے ہو جائے گا۔ ابھی صبر کرو، اتنے میں شام نہیں ہوئی کہ نفیر، نفیر، نفیر، ایک اعلان ہوا کہ فلاں جگہ لشکر جا رہا ہے۔

حضرت شیخ عبدالواحد نے فرمایا کہ جاؤ، ان کے ساتھ تم ہو جاؤ۔ جا کر وہاں شہید ہوتے ہیں اور وہ اپنی مراد پا لیتے ہیں، تو ایسی ان حضرات نے بھی خواب یا بیداری میں کوئی وہاں کی حور، وہاں کے قصور کو دیکھ لیا ہو گا کہ جس کی لذت میں سب کچھ چھوڑنا ان کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

کاش کہ ہماری حس جاگ اٹھے

اور ہمارے لئے تو جیسا میں نے بتایا کہ کوئی چیز ہم چھوڑ نہیں سکتے، نہ ایک چائے چھوڑ سکتے ہیں، نہ ایک وقت کا کھانا چھوڑ سکتے ہیں، ساری دنیا کے چھوڑنے اور ترک کرنے کا تو سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

اللہ کرے کہ جس طرح انہیں کوئی ایک دھکا لگا، ہمیں بھی کوئی ایسا دھکا لگ جائے کہ ہمارے لئے اس طرح سے ادھر توجہ آسان ہو جائے، کہ ہمارے ذکر میں ہمارا دل لگے، ہماری نمازوں میں ہمارا دل لگے، مراقبہ میں دل لگے۔ جس طرح ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا، یہ طلب سے بھی ہوتا ہے، مانگتے بھی رہنا چاہئے، اور شدت احساس سے بھی ہوتا ہے کہ کاش کہ ہماری یہ حس جاگ جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نماز کا وقت ہوا تو آپ کو نماز میں آگے کر دیا گیا کہ حضرت، نماز پڑھائیں۔

نماز سے فارغ ہوئے تو بڑا عجیب وغریب اعلان کیا۔ فرماتے ہیں کہ دیکھو، یہ میں نے آخری

نماز تمہیں پڑھائی ہے۔ یا تو اپنے لئے کسی امام کا انتظام کرلو آئندہ نماز سے یا تم خود اکیلے اکیلے اپنی نماز پڑھ لینا۔

اتنے بڑے صحابی، وہ جماعت کے بعد فرماتے ہیں کہ چاہے تو اپنے لئے کوئی امام دوسرا متعین کرلو، دوسرا امام ڈھونڈھ لو یا پھر تم اکیلے اکیلے نماز پڑھ لو۔ تم نے مجھے امام بنایا اور میں نے نماز کے لئے جب اللہ اکبر کہا تو میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ شاید میں ان میں افضل ہوں، اس لئے مجھے انہوں نے امام بنادیا ہے۔

کتنا ذمہ داری کا احساس! اور ہمیں تو کوئی چیز اپیل نہیں کرتی ہے، نہ گناہ اپیل کرتا ہے، کبھی جھنجھوڑتا ہے، ہمیں تو نفس اور شیطان کھینچ کر لے جاتا ہے۔ وہ جدھر لے جاتا ہے، ہم چلتے رہتے ہیں۔

ہر وقت شیطان کی خوشامد

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، جس طرح میں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کیا تھا کہ ان کے متعلق آتا ہے کہ اتنے عقلمند انسان تھے کہ لکھا ہے کہ اگر عقل کو اللہ نے انسان بنایا ہوتا اور عقل مرد پیدا کی گئی ہوتی، تو وہ جنید بغدادی ہوتے۔

ایسے ہی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ایک جملہ، کیا جملہ حضرت نے فرمایا اللہ اکبر! کہ ہماری بدعملی کا دوسرے پر ہم تو الزام لگاتے ہیں کہ یہ نفس گناہ کرواتا ہے، یہ شیطان گناہ کرواتا ہے، شیطان وسوسہ ڈالتا ہے ہم گناہ کرلیتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں نا، نا، ایسا نہیں، ہمارا حال تو یہ ہو گیا ہے، اب حضرت کا جملہ شروع ہوتا ہے، سنئے، حضرت فرماتے ہیں کہ ہم ہر وقت شیطان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ!

کہ شیطان کے اوپر الزام ڈال کر تم بری ہونا چاہتے ہو، کتنی بڑی غلطی پر حضرت نے متنبہ فرمایا۔ اپنے آپ کو بچانے کے لئے سارا گند شیطان کے اوپر ڈال دیا، سارا نفس کے اوپر ڈال

دیا۔

فرمایا کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم ہر وقت شیطان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔اور خوشامد کے معنیٰ میں طلبہ کو سمجھایا کرتا ہوں کہ اگر کبھی کسی جگہ جانے کا ارادہ ہو، پروگرام ہو، ساتھی تیار نہ ہو، تو اس کو ہر تھوڑی دیر کے بعد کہیں گے چلنا ہے، چلنا ہے، چلنا پڑے گا، چل، چل، تو یہ جو اس کو بار بار کہہ رہے ہیں، تو حضرت فرماتے ہیں ہم تو خود شیطان کو تیار کر رہے ہیں، وہ تو فارغ ہو چکا ہے، آرام سے بیٹھا ہوا ہے، اس کو تو ضرورت ہی نہیں کہ مزید ہماری سرکشی کے لئے زور لگائے۔

پینتیس برس کی نماز کی قضا کی

یہ اللہ والے حضرات! اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سمجھ عطا فرمائی، اور انہوں نے ان چیزوں کو سمجھا اور جانا اور پہچانا۔اور اس کی وجہ سے ان کے لئے سب کچھ لٹانا، سب کو خیر باد کہنا آسان ہو گیا۔

ایک بزرگ جن کے کتابوں میں بہت تفصیلی احوال ملتے ہیں، بڑے مسلّم مشائخ میں سے، بڑا ان کا سلسلہ، ہزاروں ان کے مریدین۔اور جب یہ سلسلہ ہوتا ہے تو ہر وقت سب ساتھی تیار، تمام کام ٹائم ٹیبل کے مطابق چل رہا ہے، تو تیس برس تک ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

جیسے ہمارے مدرسہ کے ناظم صاحب حضرت مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مختار صاحب کے دادا جان، ان کی پینتیس برس تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔تو کتنی پابندی کی ہوگی؟ لیکن انسان ہے، ایک دفعہ کسی وجہ سے کچھ دیر ہوگئی، بشری تقاضے انسان کو رہتے ہیں۔

اسی طرح یہ بزرگ صرف ایک دفعہ نماز میں ایسے وقت میں پہنچے کہ ایک رکعت ہو چکی تھی۔ برسہا برس کے بعد ایسا ہوا۔تو وہ نماز تو انہوں نے اپنی پڑھ لی، پوری کر لی، ایک رکعت امام کے سلام کے بعد پڑھ لی اور اس کے بعد چلے گئے، اب سب خدام اور ساتھی سب انتظار میں، آتے ہی نہیں، کئی دن گزر گئے، اس کے بعد برآمد ہوئے، اس کے بعد آئے۔ پوچھا، کیا بات تھی؟ کچھ

طبیعت خراب، کچھ طبیعت ناساز تھی؟ اور اتنے دن تک حضرت کہاں رہے؟

انہوں نے فرمایا کہ اس دن مجھے وہ جو قصہ ہوا تھا آپ کو یاد ہے کہ میری ایک رکعت چلی گئی تھی؟ کہا ہاں۔ فرمایا میں جب چھوٹی ہوئی اس ایک رکعت کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوا ہوں، تو مجھے دل میں ایک قسم کی شرمندگی محسوس ہوئی کہ میں ہمیشہ تکبیر اولیٰ کے وقت موجود رہتا تھا اور پہلی صف میں ہوتا تھا اور آج میں مسبوق بن گیا، میری رکعت چلی گئی، تو مجھے ایک قسم سے لوگوں سے جھجھک محسوس ہوئی، شرمندگی، تو میں نے سلام پھیر کر سوچا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون، میں یہ اس مخلوق کو خوش کرنے کے لئے پینتیس برس تک مرتا رہا اور پینتیس برس تک پابندی کرتا رہا۔ تب میں نے جا کر فوراً اپنی پینتیس برس کی نمازیں دہرانی شروع کی کہ میں ان سب کی قضا کروں گا۔

حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مالک ابن دینار، بہت بڑے مشائخ میں سے اور بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں، اور بہت اونچے اپنے زمانہ کے علماء میں سے بھی تھے۔ تو وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں بالکل صاف صاف، ہماری طرح سے منافقت نہیں ہوتی، یہ تو جو کچھ میں بول رہا ہوں، اندر کچھ، اور زبان پر کچھ ہے۔

لیکن وہ فرماتے ہیں اپنے متعلق کہ جب یہ مسجد معاویہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عظیم الشان مسجد دمشق میں تعمیر فرمائی تھی، تو اس مسجد میں میں دیکھ رہا تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں مصلی، ہزاروں طلبہ اس مسجد میں پڑھنے والے، حلقے لگے ہوتے ہیں تو اس مسجد کا نظام اور انتظام یہ ایک چھوٹی سی حکومت کی طرح ہوتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایک دفعہ تمنا ہوئی کہ کاش کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مسجد کا متولی بنا دے۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کو مانگنا شروع کیا، پھر وہاں اس مسجد میں میں نے اعتکاف کیا۔ اعتکاف میں، ذکر و تلاوت میں مشغول رہتا، اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا اور اللہ سے

مانگتا کہ یا اللہ، اب کتنا مقدس کام، کتنی اچھی سوچ کہ الٰہی! مجھے تو اس مسجد کی تولیت عطا فرما دے۔ پورے ایک سال تک لگے رہے۔

کہتے ہیں ایک سال کے بعد غیب سے ندا آئی کہ آپ نے بہت اچھا کام کیا۔ آپ نے ایک سال تک اعتکاف کیا، ایک سال تک نمازیں پڑھیں، ایک سال تک ذکر واذکار کئے، اللہ کو یاد کیا اور مسجد سے نکلے نہیں، ایک سال کا پورا اعتکاف کیا آپ نے، بڑا اچھا کام کیا، مگر کیا کس کے لئے آپ نے؟ مسجد کی تولیت کے لئے کیا۔ ہمارے لئے تو آپ نے نہیں کیا۔

اب پھر اعتکاف میں رو رہے ہیں، گڑگڑا رہے ہیں اور اس گناہ پر رو رہے ہیں۔ یہ ایک سال تک جو کچھ کیا ہے جس طرح ان بزرگ نے پینتیس برس کی نمازیں قضا کی اس کو گناہ سمجھ کر کہ یہ گناہ کئے میں نے، تو اس کی معافی کے لئے رو رہے ہیں حق تعالیٰ شانہ کے سامنے۔ عرض کرتے ہیں، روتے رہے، پورا ایک سال جب گزرا ہے، ٹھیک ایک سال گزرنے پر جو وہاں کی منتظمہ ہوگی، حکومت کا شعبہ کوئی رہا ہوگا، ان کو ضرورت پیش آئی کہ ہم متولی، اب مسجد کا نظام کچھ خراب ہے، کسی کو ہم مسجد کا متولی بنائیں۔ تو سب نے سوچ کر ان کے بارے میں فیصلہ کیا حضرت مالک ابن دینار کے متعلق کہ یہ بڑے بزرگ ہیں، ہمیشہ معتکف رہتے ہیں، ان سے درخواست کرتے ہیں اور یہ منصب ان کو دیا جائے۔

حکومتی طبقہ اور تمام مصلی اور صلحاء وہاں آپ کی خدمت میں پہنچے۔ پوچھا، کیا بات؟ میں تو روز یہاں مسجد میں ہی ہوتا ہوں، آج سب اکٹھے ہو کر آئے؟ تو سب نے کہا حضرت، ہمیں ضرورت ہے اس مسجد کی تولیت کے لئے کسی نیک آدمی کی اور آپ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے؟ تو چلّا نے لگے، رونے لگے، الٰہی! میں تجھ سے اس کو مانگتا رہا ایک سال، اس وقت تو تو نے یہ نہیں دی۔ اور جب اب میں نے ایک سال کا اعتکاف تیرے لئے کیا تو اب یہ تو اپنے آپ کو دینے کے بجائے یہ مسجد مجھے دیتا ہے۔ اب تو مجھے یہ تولیت نہیں، تو ہی تو چاہئے۔ اب اس تولیت اور شہرت سے بھاگ رہے ہیں اور دمشق سے بھاگ کر بصرہ آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری بھی کایا پلٹ دے، ہمارے دل کے قبلہ کو درست کر دے، ہر وقت اپنے مالکِ حقیقی کو دل میں بسانے کی اللہ ہمیں توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائے، تراویح اور تلاوت کو قبول فرمائے۔ جو لغزشیں، کوتاہیاں ہوئیں، کمی رہ گئی، اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمائے۔

موضوع پورے مہینہ یہ رہا کہ ہمارے اکابر نے عملی طریقت کے سلسلہ کو اپنایا اور اس میں چشتیہ سلسلہ کے اکابرین کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا بطور خاص ذکر ہوتا رہا کہ ان دونوں حضرات نے مختلف انداز اختیار کئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے سب سے بڑے قرآن وحدیث اور فقہ کے سب سے بڑے امام ہیں۔ سلاطین اور ملوک، حکام اور وزراء ہر وقت ان سے مصافحہ کے لئے ترستے ہیں۔ دنیوی وجاہت بھی عروج پر ہے، مگر ان سب کو ایک لات مار کر نکل کر جنگل کی راہ لیتے ہیں۔

اس کے برخلاف پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی ابتداء میں، علوم شرعیہ سے فراغت کے ساتھ ہی یہ کام شروع کر دیتے ہیں اور پچیس برس تک صحرانوردی اور جنگل کی راہ لیتے ہیں۔ اور جس زمانہ میں امام غزالی بغداد سے جا رہے ہوتے ہیں، پیران پیر بغداد میں آ رہے ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت

تصوف کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا، کہا گیا، خلوت کے خلاف بھی، استغراق کے خلاف بھی۔ مگر جیسا میں نے بارہا عرض کیا کہ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے۔ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی مثال دی تھی کہ برسہا برس مراقبہ میں گزارتے ہیں۔ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے فرستادہ رجالِ غیب جب پہنچتے ہیں، تو اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں، سب کچھ بند، خلوت میں ہیں، اپنی عادت کے مطابق تو دیوار پھٹتی ہے اور اس میں سے داخل ہوتے ہیں، ففزع، وہ گھبرا

جاتے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ قرآن نے ذکر کیا **کُلَّمَا دَخَلَ علیْهازَکَرِیَّا الْمِحْرَاب**، تو یہ سب خلوتیں ہیں۔ مگر کبھی خلوت سے کام نہیں چلتا ہے، جیسے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام خلوت ہی میں تھے، ہر طرف پہرے بٹھا رکھے ہیں، کوئی آنہیں سکتا، جانہیں سکتا، مگر دیوار پھٹی اور اس میں سے آ گئے۔ اس لئے پھر یہ صحرانوردی اور جنگل کی راہ لی گئی۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو سب سے دور کوہِ طور پر بھیجا گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے جنگل بیابان میں پہاڑ، غارِ حراء کو پسند فرمایا، جبل نور کو یہ شرف عطا فرمایا۔

آج جب معتکف کی جگہ بنائی جا رہی تھی نماز کے لئے بستر ہٹائے جا رہے تھے، تو مجھے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ سٹینگر کا رمضان یاد آیا کہ وہاں مجمع کی کثرت کی وجہ سے یہ سوچا گیا کہ ایسے بستر ہوں کہ نماز کے وقت اٹھانے کی ضرورت نہ پڑے، جس پر سجدہ کیا جا سکے، یہ ہمارے عام گدوں سے تھوڑے سخت ہوں، پتلے ہوں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف

یہ سب ہماری کمزوری اور ضعیفی اور ناتوانی کی بنا پر ہے اور ناز پروردہ ہم لوگ بنے ہوئے ہیں، اس کا نتیجہ ہے۔ ورنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلوت، جو طویل اعتکاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ کہاں ہے؟ جنگل میں، کوہِ نور پر، غارِ حراء میں فرمایا۔

اور غارِ حراء کے اعتکاف کے ساتھ ہمارے اس اعتکاف کا ذرا آپ موازنہ فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ مکرمہ کی سب سے مالدار ترین حویلی میں تھے، سب سے مالدار گھر میں تھے، سب سے بڑی تجارت تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کی اور تمام نعمتیں وہاں موجود تھیں۔ ان سب کو پھینک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں؟ جنگل میں، پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ اور اس پہاڑ کو اور اس غار کو سوچئے۔ تین چار دفعہ وہاں حاضری کی توفیق ہوئی۔ تو جو

حضرات وہاں جا سکے، انہیں اندازہ ہوگا کہ وہ پہاڑ، اس کی چڑھائی ڈیڑھ ہزار برس کے بعد آمد و رفت کی وجہ سے اتنی آسان ہو جانے کے بعد اب یہ حال ہے۔ تو اس زمانہ میں کیا حال ہوگا؟

ابھی بھی وہاں جب گرمیوں میں حاضری ہوتی ہے، تو نماز پڑھنا صحن میں مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان سرخ پتھروں پر جب گرمی پڑتی ہے، تو سورج ڈوبنے کے بعد آئندہ کل کی صبح تک وہ اس قابل نہیں ہو پاتے کہ آپ اس پر اپنا ماتھا ٹیک سکیں۔ تو کیا سابقہ قصہ والا مجنون کا گرم پتھر، اس سے بھی زیادہ گرم تپتے ہوئے یہ پتھر ہوتے ہیں، جس پر ہمارے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ماتھا نہیں ٹیکتے تھے، بلکہ اٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا، سب کچھ ان گرم پتھروں پر ہے۔ جو مدت بیان کی جاتی ہے برسوں میں بیان کی جاتی ہے کہ کئی برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں اعتکاف کا یہ معمول تھا۔

اس غارِ حراء کے اس پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح آرام فرماتے ہوں گے؟ کس طرح لیٹتے ہوں گے؟ اور پھر ہمارے ان گدّوں اور ہمارے اس اعتکاف کے ساتھ اس کا موازنہ کیجئے۔

خیر! تو یہ اعتکاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، جو ہم ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر اس کی گرد کو پہنچنا تو در کنار، اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جس ماحول میں ہم پلے ہیں، بڑھے ہیں، جو ہمارا مزاج بن چکا ہے ہماری رگ و پے میں ہے، ہم ان مجاہدات سے کتنے دور ہو چکے ہیں کہ مشکل ہے کہ اس کے اوپر، ان پتھروں پر ہم ایک سجدہ کر پائیں۔ اور جن پر بار بار ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرماتے رہے۔

آگ لگ جاتی ہے۔۔۔۔

یہ کیا چیز تھی کہ جس نے یہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے لے کر ان کے امتیوں تک کے لئے ترک غیر اللہ کو آسان بنا دیا۔ اس کا میں نے کل ذکر کیا تھا کہ دل میں ایک ہوک اٹھتی تھی اور

اسی ایک ذات کی طرف ان کی ٹکٹکی بندھی ہوئی ہوتی تھی، جیسے مجنوں کو گرم پتھر پر جب لڑکوں نے بٹھا دیا اور اس کا بدن جل رہا تھا، اسے کوئی پتہ نہیں، نہ تکلیف کا، نہ جلنے کا، تو اسی طرح ان حضرات کو عشق الٰہی میں اس کا پتہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم کس گرم پتھر پر پڑے ہوئے ہیں؟

ایک دفعہ یہ آگ لگ جاتی ہے اور یہ سارے احساسات ختم کر دیتی ہے۔ اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ صرف اسی پر اکتفاء نہیں کہ خلوت ہے، تنہائی ہے، جنگل ہے، پہاڑ ہے، غارِ حراء ہے، بلکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار بڑھا کہ وہ پیغام لے کر آیا تھا معشوق کی طرف سے، محبوب کی طرف سے، اتنا عرصہ ہو گیا، ابھی پھر دوبارہ قاصد کیوں نہیں آتا؟ انتظار میں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیسے انتظار میں؟

کہ ہماری کتب احادیث میں، صحاح میں حدیث آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ہو جاتے تھے، مضطرب اور پریشان ہیں اور یہ جدائی اور یہ فراق اور یہ جو فترت، کچھ عرصہ کے لئے سلسلہ موقوف کیا گیا مالک کی طرف سے پیغام بھیجنے کا، یہ برداشت نہیں ہوتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شواہق الجبل، پہاڑ کی چوٹی کے اوپر تشریف لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ارادہ فرماتے کہ اب میں یہاں سے اپنے آپ کو گرا کر جان قربان کر دوں، **لِکَیْ یَتَرَدّٰی عَنِ الْجَبَلِ.**

فوراً جبرئیل امین آجاتے ہیں، **تَبَدّٰی لَهٗ جِبْرِیْل**، جبرئیل منانے کو آتے ہیں، مناتے ہیں کہ آپ تو تمام انبیاء اور رسل کے سردار ہیں، ایسا نہ کریں۔ ایک دفعہ نہیں، بار بار ایسا ہوا۔

سچی طلب

ایک بزرگ ہیں شیخ محمد بن یوسف البنا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طلب اور تلاش اور معرفت کی طلب میں خاک چھان رہے ہیں جنگل بیابان کی، پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں، تو اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں الٰہی! یا تو تو اپنی معرفت مجھے نصیب فرما یا یہ پہاڑ میرے اوپر گرا

دے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو گرانے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں، یہ اللہ سے مانگتے ہیں کہ اس پہاڑ ہی کو میرے اوپر گرا دے۔ جب اسی سفر میں وہ مکہ معظّمہ پہنچتے ہیں، تو طواف کرتے ہوئے پھر وہی فریاد۔ یا اللہ! یا تو میری جان لے لے یا تیری معرفت دے دے۔ تو آجا میں تجھ سے تجھے چاہتا ہوں۔ تو غیب سے آواز آتی ہے کہ اچھا، ہمیں چاہتے ہو اور سچ مچ چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تین مہینے تک روزے رکھو، وَ وَاعَدْنَا مُوْسٰی ثَلاثِیْن، سے بھی تین گنا زیادہ، تین مہینے تک روزے رکھو اور پھر یہاں جب تمہارے روزے پورے ہو جائیں، تو ہمارا وعدہ ہے کہ چاہِ زمزم کے پاس، روزوں کے پورے کرنے کے بعد پہنچ جانا۔

ایک زمانہ میں چاہِ زمزم جس طرح کہ ہندوستان پاکستان میں کنوئیں ہوتے ہیں، اسی طرح کا کنواں ابھی قریب کے سالوں تک تھا۔ وہاں جب ہم حاضر ہوتے تھے تو چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زمزم کے کنویں سے ڈول میں پانی نکالا اور اس میں سے پیا اور بقیہ کو اس میں ڈالا، تو اس میں کئی قسم کی برکات ہیں، اس پر عمل کی کوشش کرتے۔ تو کبھی تو وہ آدمی جو وہاں متعین ہوتا تھا اجازت دے دیتا تھا اور ایک ہی آدمی وہاں متعین ہوتا تھا۔ کبھی دیکھا کہ وہ منع کر رہا ہے، تو انتظار کرتے کہ ابھی تھوڑی دیر میں وہ نماز کے لئے جائے گا، جیسے ہی وہ کھانے کے لئے، استنجاء کے لئے گیا، تو اس وقت جا کر ڈول ڈال کر کے پانی کھینچ کر پی لیتے تھے۔ تو وہاں کا، زمزم کے کنویں کا وعدہ ہوا شیخ البنّا سے۔

چنانچہ انہوں نے جب اپنے روزے پورے کئے تو چاہِ زمزم پر حاضر ہوئے، جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا گیا، بِجَانِبِ الطُّوْرِ الأَیْمَن۔ اب یہ انتظار میں ہیں حق تعالیٰ شانہ کی معرفت کا سوال کیا تھا۔ اس کا جواب ملنے والا ہے۔

جب وہاں پہنچے تو زمزم کے کنوئیں سے آواز آتی ہے، آپ کیا چاہتے ہو؟ دو چیزوں میں سے ایک اپنے لئے پسند کر لو۔ یا تو مالدار مولانا بننا پسند ہے، تو یہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں، **العلم مع**

الغنیٰ۔ یہ آپ کو چاہیئے یا اگر یہ نہیں چاہیئے، تو دوسری چیز ہم آپ کو پیش کرتے ہیں **المعرفة مع الفقر،** کنگال صوفی بننا چاہتے ہو؟

یہی معرفت جس کے یہ طالب تھے، تو انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی! میں تو برسہا برس سے اسی کو رو رہا ہوں، مجھے تو تیری معرفت چاہیئے۔ مجھے تو نہ علم چاہیئے، نہ غنیٰ چاہیئے، نہ مالداری۔ میں تو صرف تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں، تیری معرفت مل جائے۔

مجلس صمت

یہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ حضرات بڑے عقلمند انسان ہوا کرتے تھے، جیسے معروف کرخی، ہمارے معروف بزرگوں میں سے ہیں۔ وہ ہر وقت چپ رہتے تھے، بولتے نہیں تھے، بالکل چپ۔ اسی لئے خدام کو ایک طلب اور خواہش رہتی کہ ہم کچھ نصیحت سن لیں۔ وہ کہتے بھی کہ ہمیں کوئی نصیحت فرمادیجئے، مگر وہ بالکل چپ، خاموش رہتے۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس کو ہماری چپ سے فائدہ نہ ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جب وصیۃ العرفان میں ان کی یہ مجلس پڑھی گئی، تو حضرت نے بارہا، پچاسوں دفعہ اس کو دہرایا کہ ہمیں تو ان کا، مولانا وصی اللہ صاحب کا یہ جملہ بڑا پسند آیا کہ ''جس کو ہماری چپ سے فائدہ نہ ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے''۔

حضرت معروف کرخی سے سوال کیا گیا کہ حضرت، کیا بات ہے؟ آپ چپ رہتے ہیں، بولتے ہی نہیں۔ کیا وجہ؟ کیا موت کا ڈر؟ کہ ہر وقت آپ پر موت کا غم، موت کا ڈر اور اس کا خوف سوار ہے، اس کی وجہ سے آپ چپ ہیں؟ یا مرنے کے بعد قبر میں جانا ہے، وہاں کی ہولناکی اور وہاں کی منکر نکیر، اور اس کے سوالات کا ڈر ہے، اس کی وجہ سے آپ کی زبان بند ہے؟ یا پھر حشر ونشر اور وہاں کی ہولناکیاں محشر کی، وہ ڈراتی ہیں، اس کے وجہ سے آپ چپ ہیں؟ یا پھر کدھر کا فیصلہ ہوگا، اہل یمین میں سے یا شمال والوں میں سے ہوں گے، جنتیوں میں سے،

جہنمیوں میں سے ہوں گے، اس کا ڈر آپ کو ستاتا ہے، اس کی وجہ سے آپ چپ ہیں؟

حضرت کرخی سنتے رہے۔ اخیر میں مسکراتے ہوئے فرمایا، کتنے عقل مند، کہنے لگے، یہ تو جتنے مقاصد بنائے جاسکتے ہیں موت، قبر، حشر ونشر، جنت اور جہنم، تو ان کو کیوں بطور مقصد اپنے لئے چنا جائے؟ ان کا جو خالق اور مالک اور بادشاہ ہے اس کو کیوں نہ لیا جائے؟ جب تمہاری بادشاہ سے اور مالک اور خالق سے جان پہچان ہوگئی، تو یہ سب چیزیں تمہارے قدموں میں ہیں۔

معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب آپ کا وصال ہوا معروف کرخی کا، تو علی ابن موفق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ عرش الٰہی ہے اور خدا کے عرش کے بالکل سامنے معروف کرخی بیٹھے ہوئے ہیں اور ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے، پلک جھپکتے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مصروف ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علی ابن موفق سے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ کر اور کوئی چیز اپنے لئے پسند نہیں کی۔ اس لئے میں نے میرے دیدار، میری رؤیت کو ان کے واسطے ہمیشہ کے لئے مباح کردیا۔

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ یہی مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے نہ جنت چاہئے، نہ وہاں کی نعمتیں۔ الٰہی، میں تو صرف تجھ سے تجھ ہی کو مانگتا ہوں۔

تین قسم کے عابد

حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ ہمارے فارسی کے اساتذہ میں سے تھے۔ اور فارسی کی طلبہ کی جماعت گویا بچوں کی جماعت، مگر اس زمانہ کے اساتذہ سارے کے سارے اہلِ معرفت۔

ایک دفعہ بوستاں پڑھاتے ہوئے فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی جو عبادت کی جاتی ہے، تو اس کی عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں۔ کچھ لوگ اللہ کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے بیماریوں سے محفوظ رہیں، مصائب سے محفوظ رہیں، حوادث سے محفوظ رہیں، اور اللہ تعالیٰ دنیوی دولت، عافیت کی زندگی دے۔ تو فرمایا کہ یہ تو کتے ہیں۔ صرف انہوں نے دنیا کو مقصد بنایا اللہ کی عبادت کے لئے، سب سے گھٹیا چیز کو مقصد بنایا۔

اور فرمایا کہ دوسرے درجہ کے وہ ہیں جو اللہ کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ جنت کمائیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ تاجر ہیں، اللہ کو کچھ دینا چاہتے ہیں اور کچھ لینا چاہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اللہ کے حقیقی بندے وہ ہیں تیسری قسم کہ جو صرف اللہ ہی کے لئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ مل جائے۔ اب یہ اللہ کیسے ملتا ہے؟

ہم اپنے مالک سے کتنے دور! ہر چیز ہر وقت ہماری سوچ میں، دل و دماغ میں گھومتی رہتی ہے، کوئی لمحہ خالی نہیں جاتا۔ کبھی اپنی ضروریات، اپنے تقاضے، اپنی راحت، بچوں کی، اطراف کی، ہر چیز کا فکر، تصور دل میں آئے گا۔ اگر ہم نے اپنے دل میں نہیں سمایا، کسی کو داخل نہیں کیا، تو وہ مالک، مالکِ حقیقی، اس سے ہم کتنے دور ہو گئے۔

نفس کو دھکّا دے دو

اس لئے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا حق تعالیٰ شانہ سے کہ الٰہی! ہم تجھ سے بہت دور ہو گئے۔ یہ سب چیزیں اپنے چاروں طرف اکٹھی کر کے ہم نے خود اپنے آپ کو ایک قید خانہ میں اپنے اختیار سے مقید کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، تمام بشری تقاضے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف دیکھئے، ہمارا اعتکاف دیکھئے۔ وہ پتھر

پر ہے اور پچاس ڈگری اور اس سے زیادہ گرمی میں جو تپ کر گرم ہوتا ہے اس پتھر پر، پہاڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف ہے۔ اسی پر نمازیں، اسی پر سونا بیٹھنا ہے۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ الٰہی! ہم تجھ سے بہت دور ہو گئے، ہم تیرے پاس آنا چاہتے ہیں۔ **کیف الطریق الیٰ ذاتک**، تیری ذات تک پہنچنے کا رستہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جواب ادھر سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بہت آسان۔ یہ جو تم نے اپنے آپ کو نفس کا قیدی بنا رکھا ہے، اس کو دھکا دے دو اور چھوڑ کر آ جاؤ۔

حضرت مولانا شمس الدین صاحب ہمارے استاذ، انہیں علم سے عشق تھا، تو اس علم کو چھوڑ کر کوئی عبادت میں مشغول ہو، یہ بھی انہیں پسند نہیں تھا۔ تو فرمایا کرتے تھے کہ معرفت کا حصول تو بہت آسان ہے۔ ایک قدم اپنے نفس پر رکھو، دوسرا قدم تمہارا جنت میں ہے۔ کتنی آسان تعبیر؟ مگر یہ نفس پر ہم قدم رکھیں کیسے؟

زِ شر نفس امّارہ نگاہم دار یا اللہ
ہوائے حرصِ نفسانی زِمن بردار یا اللہ

جس طرح حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ سب سے بڑی مصیبت ہی یہ ہوا ہے، ہوائے حرص نفسانی اور یہ نفس۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس کو آسان فرمائے۔

نفس پر قابو

ہم تو جس طرح بہت کوئی پرانا، ساری زندگی جرائم کر کے ایک مجرم ہو، عادی مجرم ہو جاتا ہے، اس طرح ہماری عادتیں چھوٹتی ہی نہیں۔ اور ان حضرات نے ہر وقت اپنا مقصد زندگی بنایا کہ کیسے ہم ان تمام تعلقات توڑ کر مالک تک پہنچ جائیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے پاس فلاں جگہ سے

یہ یہ چیزیں آئیں اور وہ میرا زمانہ زائد چیزوں سے پرہیز کا تھا، یعنی اس وقت حضرت نے چند سال کے لئے اپنے اوپر پابندی لگا رکھی تھی کہ چند لقمے جس سے زندگی باقی رہ سکے اور چند گھونٹ جو پینے کے لئے اس جسم کو پانی دینے کے لئے ضروری ہوں، اس کو چھوڑ کر تمام زوائد کو میں نے ترک کر رکھا تھا۔

اب کتنے برسہا برس تک حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے تمام زوائد کو چھوڑ رکھا تھا۔ ہم تو ان تمام زوائد کے طلب گار اور مشتاق بنے ہوئے ہیں، تو یہ جس طرح حضرت نے تمام زوائد کو چھوڑا، اپنے نفس پر کتنا قابو ان کو رہا ہوگا۔ تب جا کر ان تمام زوائد کو چھوڑا ہوگا۔

گزشتہ کل حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا حال ذکر کیا، جنہوں نے تولیت مانگی تھی دمشق کی مسجد معاویہ کی۔ جب وہاں شہرت ہوگئی، تو وہاں سے بھاگے۔ بھاگ کر بصرہ آئے۔ بصرہ اب تک بھی مرکز ہے کھجوروں کا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے تیس برس تک بصرہ کی کھجور نہیں چکھی کہ یہاں کی کھجور دنیا بھر میں اس وقت بھی جاتی تھی۔ تو کہتے ہیں تیس برس کے بعد ایک دفعہ مجھے خیال ہوا کہ لوگ دنیا بھر سے آتے ہیں، لے جاتے ہیں، بڑی شہرت ہے، میں ایک کھجور تو چکھ لوں۔

میں نے حق تعالیٰ شانہ سے استخارہ کیا اور پوچھا کہ الٰہی! میں ایک کھجور کھا سکتا ہوں؟ اتنے برس سے تو میں نے تمام چیزیں چھوڑ رکھی ہے، تو اجازت ملی کہ ہاں، تم کھا سکتے ہو۔ ایسا کرو کہ ایک ہفتہ کے لئے روزہ رکھ لو۔ ایک ہفتہ تک صومِ وصال رکھا، مسلسل روزہ بغیر کھائے پیئے، جیسے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی ایام کا روزہ ہوتا تھا، **اَنَّمَا يُطْعِمُنِی رَبِّی وَيُسْقِيْن**، بیچ میں افطار نہیں فرماتے۔ اور ایک ہفتہ کے بعد پھر تم کھا سکتے ہو۔

اب ایک ہفتہ مسلسل صوم وصال کے بعد کھجور لے کر چلے اور سوچا کہ اب ایک ہفتہ کے بعد کا جو افطار ہے مسجد میں جا کر کرتے ہیں۔ کھجوریں ہاتھ میں ہیں اور عصر کے وقت مسجد میں کھجور لے کر جا رہے ہیں۔ راستہ میں بچوں نے ان کو دیکھا جاتے ہوئے کہ یہ شخص کھجور لے کر جا رہا ہے

عصر کے وقت، دن کے وقت میں، تو انہوں نے شور مچایا، دیکھا کوئی اجنبی آدمی ہے، مسجد میں جا رہا ہے کھجور ہاتھ میں ہے، تو شور کیا محلّہ کے بچوں نے کہ دیکھو، دیکھو، کوئی یہودی آ گیا، مسجد میں جا رہا ہے۔ کچھ لوگ آ گئے۔

آ کر پوچھا۔ انہوں نے اپنا حال بتایا، تب انہوں نے کہا معاف کیجئے ہمارے بچوں کو، یہ آپ کے پاس کھجور دیکھ کر یہودی ہونے کا شبہ اس لئے ہوا کہ ہمارا یہ پورا علاقہ ہمیشہ پورا سال روزہ سے رہتا ہے اور دن کے وقت میں کوئی کھاتا نہیں اور نہ کھانے کی چیز کا کوئی تصور کر سکتا ہے۔ تو اس لئے آپ کے پاس کھجور کی تھیلی دیکھ کر کے انہیں شبہ ہوا کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔ کیا زمانہ ہوگا! کیسے مقدس بندے ہوں گے کہ علاقہ کے سب لوگ سال بھر روزہ سے رہتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں اپنے متعلق مالک ابن دینار کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور کہنے لگے کہ الٰہی! میں نے صرف کھجور کی خواہش کی کہ ایک کھجور، ایک کھجور اور اس کے کھانے سے پہلے میں تو یہودی بن گیا۔ اگر میں نے وہ کھجور ان کے سامنے کھا لی ہوتی، تو پھر میں تو کافروں سے بھی بدتر شمار ہوتا۔

دنیا کو طلاق

انہوں نے اس طرح دنیا کو ترک کیا مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب وہاں بصرہ میں بھی شہرت ہوگئی، تو وہاں کے سب سے بڑے بصرہ کے ایک رئیس تھے، ان کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ وہاں کے امیر لوگوں میں سے تھے، ان کے ورثاء میں صرف ان کی ایک بیٹی تھی۔

وہاں والوں نے سوچا کہ یہ بزرگ مجرد ہیں مالک ابن دینار، تو رئیس بصرہ کی بیٹی کا ان سے نکاح کروا دیتے ہیں۔ اب حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیغام پہنچایا کہ ہم سب کی رائے ہے کہ آپ نکاح کر لیں۔ تو وہ ہنسنے لگے۔ کہنے لگے کہ تم تو بہت بھولے ہو۔ میں نے تو بارہا کہا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور دنیا میں یہ عورت اور بیوی

بھی شامل ہے، اس کو تو کب کی طلاق ہو چکی ہے۔ کیوں تم اس بیچاری کو ستا رہے ہو؟

انہوں نے یہ جو ٹوپی، چار پیوند والی ٹوپی کہ کھانا بھی چھوڑ دیں، سونا بھی چھوڑ دیں، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، بولنا بھی چھوڑ دیں، اور اختلاط بھی چھوڑ دیں، میل جول، ملنا جلنا۔ اسی لئے یہ صحرا کی راہ لیتے ہیں اور تب جا کر اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب ان کو عطا فرمایا اور یہ کیسے قریب ہوئے؟ کہ خود ہم تو اپنا قرب سمجھ لیتے ہیں کہ نماز پڑھ لی۔ الحمدللہ، ہم روزے رکھ لیتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہمیں قرب نصیب ہو گیا۔ اور یہ حضرات اکابر اپنی نمازوں پر روتے ہیں۔

خود مالک ابن دینار فرماتے ہیں کہ جب میں ہر نماز میں اللہ اکبر کہہ کر **الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمن الرحیم ، مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین** پڑھتے ہوئے جب یہاں میں پہنچتا ہوں، تو بہت مشکل سے میں **ایاک نستعین** میں کہہ پاتا ہوں۔ یہاں آ کر میں اٹک جاتا ہوں **ایاک نعبد** کے بعد اب آگے میں **و ایاک نستعین** پڑھوں، اس کے لئے میں اپنے آپ کو تیار کرتا ہوں اور زور لگاتا ہوں اپنی طبیعت پر۔ کتنے اصرار کے بعد میں ان کلمات کو ادا کر پاتا ہوں۔ کیوں؟

اور یہاں تک فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی سورت۔ سورۂ فاتحہ متعین نہ ہوتی، اور کسی دوسری سورت کے انتخاب کا اختیار ہوتا تو میں کبھی یہ سورت سورۂ فاتحہ نماز میں نہ پڑھتا۔ دوسری کوئی سورت میں منتخب کر لیتا۔ لیکن مجبوری ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہی سورت تم ہر نماز میں پڑھا کرو الحمد شریف۔ اور اس میں یہ آیت پڑھنی ضروری ہے اور میں یہ آیت پڑھ نہیں سکتا۔ کیوں نہیں پڑھ سکتا؟

فرماتے ہیں کہ جب میں یہاں پہنچتا ہوں **ایاک نعبد** اور جب آگے قرأت کرنے جاتا ہوں **و ایاک نستعین** کہ اللہ میں تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں، تو جب میں اس کو پڑھتا ہوں تو اپنے دل سے کہتا ہوں کہ تو جھوٹ بول رہا ہے کیوں کہ ابھی تو نے فلاں سے پانی مانگا تھا، ابھی تو تو نے فلاں سے یہ چیز مانگی تھی، کھانا لاؤ، پانی لاؤ، ہزاروں سوال میں دن بھر کرتا ہوں، اور

اس آیت میں تو طلب کی ممانعت ہے کہ تیرے سوا کسی سے نہیں مانگیں گے۔کتنا اصرار ہے **ایاک نستعین**، اے اللہ ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ایسی مناجات نصیب فرمائے،ایسا قرب نصیب فرمائے۔

ان کا ہمارا کوئی جوڑ نہیں ہے کہ سہارنپور میں حضرت کے یہاں نماز میرے ذمہ تھی۔تو ایک دفعہ حضرت نے معتکف میں مجھے بلایا جب تمام ضروریات سے فراغت ہوگئی اور ہم لوگ حضرت کولٹا کر نکل رہے تھے،حضرت نے فرمایا کہ یوسف پیارے،ادھر آ۔فرمایا،تم قاریوں کی بڑی مصیبت کہ ایک لفظ تم پڑھ لو،تو ہٹ کر دوبارہ پھر اسی کو پڑھنا شروع کرو،جیسے کہ قرأت میں کہیں بیچ میں کوئی کلمہ چھوڑ دیا **الا ان یشاء اللّٰہ**، تو **الا ان یشاء اللّٰہ** کے بعد **رب العالمین** کے بجائے **الا ان یشاء اللّٰہ** سے شروع کرتے ہیں، **الا** سے شروع کرتے ہیں،تو حضرت نے فرمایا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟

اب میں یہ سن کر چپ رہا۔تب حضرت نے مثال دی،کیسی زبردست مثال، لا جواب، مسکت جواب، کہ اس کا کوئی جواب نہیں ہمارے پاس۔حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ سے پیارے گفتگو کر رہا ہوں،بات کر رہا ہوں۔اب بات کرتے کرتے اب جہاں میرا سانس ٹوٹے تو وہ آخری جو کلمہ ہے،اس کو پھر دوسرے جملے میں پھر میں اس کو دہراؤں،جیسا کہ میں نے کہا کہ دہراؤں،تو میں یہاں سے شروع کروں،دہراؤں اس جملہ کو،تو اس طرح آخری کلمہ مکرر میں اگر تیرے سامنے دہراتا رہوں گا،تو یہ اچھا لگے گا یا برا لگے گا؟

واقعی ہم اپنی زبان میں کسی سے بات کرتے ہوئے اس جملہ کو مکرر دوبارہ دہرائیں گے،تو کتنا برا لگتا ہے۔تو یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے کلام کی مناجات میں اتنے محو ہو جاتے تھے کہ انہیں یہ قاری کا دوبارہ اس جملہ کو پڑھنا یہ بھی ناگوار گزرتا تھا۔اتنی دیر بھی ان سے برداشت نہیں ہوتا تھا کہ آگے اللہ تبارک وتعالیٰ جو فرماتے ہیں وہ پڑھو۔تم اس کو کیوں دوبارہ دہرا رہے ہو؟ تو اسی طرح مالک ابن دینار اس کو رو رہے ہیں کہ میں اپنی نماز میں **ایاک نستعین** نہیں

پڑھ سکتا، اس لئے کہ میں اپنے دل سے کہتا ہوں تو تو جھوٹ بول رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا قرب نصیب فرمائے، معرفت نصیب فرمائے۔ ہماری اس دوری کو اللہ تعالیٰ قرب سے بدل دے۔ ہم نے اپنے مالکِ حقیقی کو نہ پہچانا، نہ پہچاننے کی کوشش کی۔ یہ ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے جرم کو معاف فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۲۲۔ حضرت شیخ جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۶۹۵ھ

تاریخ وفات: ۵/ذی القعدہ یا ۱۳/ربیع الاول ۷۶۵ھ مدفن: پانی پت

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت بار بار بیان کی کہ حضرت ہر وقت استغراق میں اوراوپر ہی رہتے تھے، دنیا اور مافیہا سے بالکل بے خبر رہتے تھے۔ تو انہیں یہ نعمت ملی اپنے پیرومرشد شیخ جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ان کے یہاں بھی یہی حال تھا۔

ہم چونکہ اسی دنیا کو، اسی جہان کو، مخلوق کو جانتے اور پہچانتے ہیں، اسی کی قدر ومنزلت ہمارے دلوں میں ہے، اسی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور یہ اللہ والے ہم سے بالکل برعکس، مخلوق کے بجائے خالق کو پہچانتے ہیں، اس سے لو لگائے ہوئے ہیں۔

انہوں نے اس راز کو سمجھ لیا تھا کہ یہ تمام مخلوقات بندوں کی آزمائش کے لئے ہیں۔ ان سے بھاگنا چاہئے۔ اس لئے لَا اِلٰہَ میں جب وہ گردن پھیر کر اشارہ کرتے ہیں، تو یہی سوچتے ہیں کہ اس کو دل میں سے ماسوا اللہ کو نکال کر پیچھے پھینک دیں، الا اللّٰـــــہ، کہ صرف اللہ کو دل میں بسائیں۔ تو یہ اس راز کو پہچان کر کے ہر وقت اس میں لگے رہتے تھے۔ اسی لئے چوبیس گھنٹے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی گردن جھکی ہوئی ہے، دنیا اور مافیہا کا کچھ پتہ نہیں۔ شیخ عبدالحق کے پیرومرشد تھے شیخ جلال الدین، ان کا بھی یہی حال تھا۔

حضرت ردولوی اور ایک جوگی

یہ حضرات مخلوق سے بھاگتے تھے۔ ہم لوگ تو یہ چاہتے ہیں زیادہ سے زیادہ مہمان آئیں، زیادہ آؤ بھگت کرنے والے ہوں، زیادہ لوگ ہمیں چاہیں، بلائیں، محبت کریں۔ ہم ان سے

فائدہ اٹھائیں، وہ ہمیں اپنا بڑا بنائیں۔ وہ ان چیزوں سے بھاگتے تھے۔ تو وہ بھاگ کر کے دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ وہاں کوئی جوگی گردن جھکائے استغراق میں ہے۔ تو جب ان کا گزر ہوا تو اس نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ اوہ ہو ہو! آجاؤ۔ یہ پاس گئے، کیا بات ہے؟

کہنے لگا کہ میرے پاس ایک پارس کے پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس چیز سے وہ مس ہو جائے اسے سونا بنا دے۔ یہاں تو کیمیا کو بھی پہچاننے والے نہیں ہیں۔ تو کیمیا مرکب چیزوں سے، تانبے کو، پیتل کو، ان چیزوں کو سونا بنایا جاتا تھا کہ حقیقۃً کوئی سونے میں اور اس میں کوئی فرق نہیں کر سکتا تھا، وہی خواص کیمیا سے اس میں بھی پیدا ہو جاتے تھے۔

اس سارے جھگڑے کے بجائے وہ جو پارس کا پتھر ہوتا تھا، اس کو صرف مس کر دیں تو اس سے وہ حقیقی سونے جیسا بن جاتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ لیجئے، میں نے آج یہ نذر مانی تھی، میں کل سے آنکھیں بند کر کے اپنے استغراق میں تھا، تو میں نے نیت کی تھی دل میں کہ جب میں آنکھ کھولوں گا تو سب سے پہلے میری جس پر نگاہ پڑے گی، اس شخص کو یہ دے دوں گا۔

شیخ نے ہاتھ میں لیا اور اس کو پھینک دیا سمندر میں۔ تو وہ تو کھڑا ہو گیا، چلّانے لگا کہ یہ تم نے کیا حرکت کی؟ یہ اتنی قیمتی چیز اگر تمہیں چاہئے نہیں، تو مجھے واپس کر دیتے۔ آپ نے تو اس کو سمندر میں پھینک دیا۔

شیخ نے ان سے فرمایا، پریشان مت ہو، جاؤ اندر، یہاں سے اترو، دس قدم آگے چلو، گردن جھکاؤ اور دیکھو، تو وہ آپ کے سامنے پارس کا پتھر ہوگا۔ لیکن خبردار! دیکھو، صرف جو آپ والا فلاں رنگ کا تھا وہ پارس کا پتھر صرف وہی اٹھانا، دوسرا نہیں۔ وہ جوگی جب چل کر اندر جاتا ہے عجیب وغریب ان حضرات کے تصرفات کے قصے لکھے ہیں۔ انوار العیون پڑھئے، شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب، ان کی کتابیں لطائفِ قدسیہ پڑھئے۔

وہ جوگی جب اتنے قدم اندر جا کر جب دیکھتا ہے، تو دیکھتا ہے کہ اس نے تو حضرت کو دیا تھا چھوٹا سا ایک ٹکڑا، اور وہاں ہزاروں وہ پارس کے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ تو جب ہاتھ اس نے جو

ڈالا تھا تو سوچا کہ ایک نہیں، ایک سے زیادہ جتنے آ سکے، میں پکڑ لوں۔ تو دو اس کے ہاتھ میں آئے۔ تو حضرت نے وہیں سے اس کو فرمایا کہ دیکھ، میں نے تجھ سے کہا تھا کہ صرف تیرا پتھر لینا ہے، تو نے دوسرا کیوں اٹھایا؟

شاہی محل میں اللہ کی یاد

شیخ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتِ خاصہ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو شاہی تخت سے بھی اٹھا کر ان کو فقر کی طرف، فقیری کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے۔ اللہ کرے وہ عنایتِ خاصہ، عنایتِ الٰہیہ ہماری طرف بھی متوجہ ہو جائے کہ ہم دنیا کے کتّے بنے ہوئے ہیں، ہر وقت دنیا کے پیچھے پیچھے، اسی کی محبت میں غرق اور مستغرق، تو وہ اپنے شاہی محل میں آرام سے لیٹے ہوئے یادِ الٰہی میں مصروف ہیں، پڑھ رہے ہیں۔

اتنے میں چھت پر آواز سنی۔ تو انہوں نے سوچا کہ شاہی محل، چاروں طرف پہرہ، بادشاہ کا محل، اور اس میں کون اس طرح یہاں سے وہاں بھاگتا ہے؟ پوچھا، بھائی کون؟ کہا، کوئی نہیں، آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، میں اپنے کام مشغول ہوں۔ کہا کیا؟ کہا کہ میرے اونٹ کھو گئے، تلاش کر رہا ہوں۔ کہا پاگل ہو، شاہی محل میں اونٹ! تو کہا نہیں، شاہی محل میں اونٹ نہیں ہو سکتے؟ کہا شاہی محل میں یہاں کیسے اونٹ آئے گا؟

جواب ملا کہ شاہی تخت پر بیٹھے ہوئے شاہی محل میں رہ کر اللہ کو دل میں کب بسا سکتے ہو؟ جس طرح تمہارے نزدیک یہ محال ہے کہ اونٹ یہاں نہیں آ سکتا، تو وہ محبت الٰہی کا دریا یہاں شاہی تخت پر بیٹھے اور سلطنت کے مزوں کے ساتھ کیسے مل جائیں گے؟ تو اسی وقت لات ماری سلطنت کو اور بادشاہت کو اور نکل پڑے، درویشی اختیار کر لی۔ پھر لوگ تلاش کرنے کے لئے ہر جگہ پہنچ جاتے۔

وہ بھی شیخ جلال الدین کی طرح سے لکھا ہے ان کے حالات میں کہ دریا کے کنارہ اپنی گدڑی

سی رہے تھے پھٹی ہوئی تھی، سوئی دھاگے سے اس میں پیوند لگا رہے ہیں، اپنے کام میں مصروف ہیں۔ دیکھا کہ ان کے جو وزراء اور حکام تھے تو ان میں سے کچھ لوگ وہاں پہنچ گئے، رونے لگے، پیر پکڑ لئے۔ کہا کہ حضرت آپ ایسا نہ کریں، یہ کام تو آپ وہاں بھی کر سکتے ہیں، اللہ کی یاد تو تخت پر بھی کی جاسکتی ہے۔

جس سوئی دھاگے سے اپنی سلائی میں مصروف تھے، وہ انہوں نے سوئی سمندر میں پھینک دی۔ پھر فرمایا کہ ہماری سوئی لاؤ۔ یہ جملہ کہنا تھا، کہتے ہیں ہزاروں مچھلیاں، ہر مچھلی اپنے منھ میں ایک سوئی لے کر پہنچ گئی۔ جیسے وہ پارس کا پتھر انہوں نے پھینکا اور جوگی سے کہا کہ جا کر دیکھو، دیکھا تو اندر وہ پارس کے پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں، مجھے تو اتنی ساری نہیں چاہئے، مجھے تو صرف میری والی ایک سوئی چاہئے۔ وہ لے لی۔ پھر حکام سے کہنے لگے کہ آپ لوگوں کے اندر رہ کر جو میں بادشاہت کرتا ہوں، کوئی کبھی مانتا ہے، کوئی نہیں مانتا ہے، کوئی دل سے مانتا ہے، کوئی بجبر، مجبوراً طوعاً وکرھاً مانتا ہے، مختلف قسمیں ہیں وہاں ماننے والوں کی۔ تو ان میں حکومت کرنا بہتر ہے یا یہ چرند اور پرند پر حکومت بہتر ہے؟ جس طرح چاہیں ان سے ہم خدمت لے سکتے ہیں، یہ حکومت بہتر ہے۔

شیخ سعدی اور ایک بزرگ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا کہ اس کو شعر میں بھی نظم کیا ہے۔ کہا کہ ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ شیر پر سواری کئے ہوئے ہیں۔ اور یہاں پٹکا باندھتے ہیں کپڑے کا جب سوار سواری پر بیٹھتا ہے، کمر پر ایک ناگ سانپ باندھا ہوا ہے۔ اور کبھی اس کو وہاں سے کھولتے ہیں اور اس طرح وہ چابک کے طور پر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ خونخوار درندہ شیر، اس پر سواری اور یہ آپ نے یہ جو ناگ سانپ کو ایک کوڑے کے طور پر آپ استعمال کر رہے ہیں، تو فرمایا کہ

تو ہم از حکمِ داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زِ حکمِ تو ہیچ

فرمایا کہ تم نے اس مالک سے منہ موڑ لیا، تو ہر چیز تمہارے خلاف ہوگئی۔ یہاں اِس ملک میں بھی دشمن مار رہا ہے، اُس ملک میں بھی مار رہا ہے، ہر جگہ مار رہا ہے۔ یہاں درندے کا خوف، یہاں سانپ بچھو کا خوف، یہاں پڑوسی کا خوف، یہ کسی دوسرے مذہب والے کا خوف، ہر ایک تمہارا دشمن۔ اگر تم ایک کے مطیع اور فرمانبردار بن جاؤ، از حکمِ تو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم گردن مت پھیرو، کہ گردن نہ پیچد زِ حکمِ تو ہیچ، تو پھر کسی مخلوق کی مجال نہیں ہے کہ تمہارے منشا اور خواہش کے خلاف وہ کچھ کر سکے۔

یہاں یہ سمندر میں ہیرا، جواہرات تیار کہ کب ہمیں استعمال کریں، پارس تیار کہ ہمیں کب استعمال کرلیں، مچھلیاں ابراہیم ابن ادہم کے لئے مستعد، تو یہ اس راز کو انہوں نے پہچانا کہ ایک در کو پکڑا، سارے در کی غلامی سے انہیں نجات مل گئی۔ ہم نے اس ایک سے منہ موڑا، تو ہم ہر وقت پریشان۔ کبھی پیسے کے پیچھے، کبھی دولت کے پیچھے، کبھی کس کے پیچھے، ہزاروں ضرورتیں ہمارے ساتھ وابستہ ہوگئیں۔ تو یہ حضرات ہر وقت اسی ایک کی لو دل میں لگائے رہتے تھے۔ جس طرح شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کہ ہر وقت استغراق میں ہیں، کبھی فرصت ہی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، آپ سوچیں گے کہ یہ جو بزرگ ہوتے ہوں گے، تو انہیں کچھ علم، ہنر، پڑھنا، پڑھانا کچھ ہوتا نہیں ہوگا، اور تمام چیزوں سے یہ بے بہرہ۔ تو اور آخر کیا کرتے، تو گردن جھکا لیتے ہوں گے۔

مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتنے عظیم ترین انسان، جنہوں نے علم و دانش کی دنیا بدل دی۔ پورے ایشیا نہیں، ایشیا اور عرب کی، جہالت کا دنیا سے خاتمہ کر دیا۔

جیسا کہ یہاں سے حرمین جانے والے پوچھتے ہیں کہ کیا کریں، تو میں کہتا ہوں کہ بھئی، دیکھو ایک کام کرنا ہے۔ مدینہ شریف جب پہنچو، تو اس کی کوشش کرو کہ ہر وقت جب سے آپ کی آنکھ کھلے، اس وقت سے لے کر دوبارہ سونے تک جاگنے کی حالت میں ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک یہاں بھی پڑے ہوں گے۔

یہ مدینہ وہ بستی ہے کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سالہا سال رہے۔ یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہوں گے۔ یہ بقیع شریف جس کا یہ قصہ ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں چھ سال کی عمر میں تشریف لائے تھے، بنی عدی کے محلے میں وہاں قیام رہا تھا، تو ان واقعات کو سوچ کر ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو اپنے دل میں بساؤ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا بسایا، اتنا بسایا کہ جس کو انہوں نے ظاہر کیا اپنی کتابوں میں، ایک کتاب کا نام ہے فیوض الحرمین اور الدر الثمین میں کہ جو فیض اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے قلب اطہر پر وارد ہوا۔ ایک کتاب کا نام جو خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھیں، جس میں آپ کو بشارتیں دی گئیں ''الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین'' کہ نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے جو بشارتیں ملی، تو اس میں سے بھی منتخب، آپ نے چند ایک چالیس کے قریب اس میں بیان کی ہیں۔ تو یہ ہر وقت وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لو لگائے رہتے تھے، ہر وقت تصور، چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہیں۔

''جیسے تیرے ویسے میرے''

کبھی میری طرح سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ بڑھاپے میں اولاد ملی ہے، بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، تو میں مر گیا تو کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مراقبہ میں اور فرمایا، کل تم سوچ رہے تھے کہ بچے چھوٹے ہیں، مر گئے تو کیا

ہوگا؟ جیسے تمہارے بچے، ویسے میرے بچے، یعنی وہ میرے ہی ہیں۔

اس پر اتنا وثوق، اتنا اعتماد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ آپ نے انتقال سے پہلے سب کو بلایا، چھوٹے چھوٹے بچے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سب سے بڑے تھے، شاہ رفیع الدین صاحب سب سے چھوٹے تھے، اور شاہ عبدالغنی اور شاہ عبدالقادر چار بیٹے تھے۔ تو ان کو آپ نے بلایا اور جس طرح خلافت دیتے وقت جو عمل کیا جاتا ہے، پگڑی باندھی جاتی ہے، تو اپنی طرف سے بچپن میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ سو اگر خدا نہ خواستہ بڑے ہو کر وہ اپنے باپ اور دادا کے طریق پر نہ رہتے تو کیا ہوتا؟ لیکن پورا اعتماد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دی ہے، ''جیسے تیرے ویسے میرے''، تو وہ پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، دنیا نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چاروں بھائیوں سے کتنا عظیم کام لیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی اولاد نصیب فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۲۳۔ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: ردولی شریف

تاریخ وفات: ۱۵/جمادی الاخری ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ مدفن: ردولی، ضلع بارہ بنکی

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، آپ خلیفہ ہیں حضرت جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے۔ جیسا کئی دفعہ آپ کا ذکر آیا ہے کہ سب سے بڑی خصوصیت آپ کی یہ تھی کہ سالہا سال استغراق میں رہے، نہ دن کا پتہ، نہ رات کا، نہ ظہر کا، نہ عصر کا۔ نماز کے لئے حق حق کی آواز دے کر ان کو گویا نیچے اتارا جاتا تھا۔ اللہ کا فضل ہے کہ ہم نے ایسے درجنوں افراد کو استغراق میں دیکھا۔

شخوصِ بصر

ہمارے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے پاس ہم لوگ ہوتے تھے تو اکثر و بیشتر گئے، تو آواز دے رہے ہیں، رشتہ دار آواز دے رہے ہیں، تو ان کی آنکھیں ایسی ہوتی تھیں کھلی کی کھلی۔ ہم تو تھوڑی دیر گردن بھی اتنی اونچی ایسے نہیں کر سکتے، اور جو پلک ہے ہماری، وہ زیادہ دیر نہیں ٹھہرا سکتے۔ ہم تو ایک منٹ میں کوئی دس دفعہ پلک جھپکتے ہوں گے، آنکھ کھلتی ہے، بند ہوتی ہے۔ مگر ان کی جب اس طرح وہ اوپر کچھ دیکھ رہے ہوتے تھے، تو آنکھ کھلی ہوئی ہے، پلک ہی نہیں جھپکتے تھے۔

اور ہر انسان پر یہ حال آئے گا مرتے وقت۔ دنیا میں اس وقت تو انسان غفلت میں ہے، تو اس لئے ہماری آنکھ بند ہوتی ہے، کھلتی ہے، کوئی فکر نہیں۔ لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی کوئی انسان پریشانی میں ہو، دشمن کی طرف سے، کسی کی طرف سے کوئی خوف ہو، تو پوری آنکھ ایسی کھلی ہوتی ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کھلی ہی رہے، تو مرتے وقت جو تَشْخَصُ فِیْہِ

الأبْصَار، شخوصِ بصر اس کو کہتے ہیں، مرتے وقت کھلی رہ جاتی ہے، سانس چل رہا ہے۔ تو اب تک تو اوروں کی طرح سے اس کی آنکھ کھلتی تھی، بند ہوتی تھی، مگر وہ مرحلہ جب آجاتا ہے تو کسی کا چند منٹ کے لئے، کسی کا چند گھنٹے کے لئے، کسی کا کئی روز کے لئے یہ حال ہوتا ہے۔ بس ایسی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، سانس چل رہا ہے، کیوں کہ اوپر کا عالم منکشف ہو جاتا ہے۔ تو والد صاحب کا گھنٹوں یہ حال ہوتا کہ گردن اوپر کو ہے، آنکھیں پوری کھلی ہوئی ہیں۔ تو پھر ہمارے بعض رشتہ دار والد صاحب کو آواز دیتے ایک دو دفعہ، پھر اس کے بعد بھی جب جواب نہ ملتا، تو کہتے کہ چلو بھئی، ابھی تو کوئی گنجائش نہیں، ابھی تو یہ اس عالم میں نہیں ہیں۔

جیسے والد صاحب کی اسی طرح آنکھ کھلی ہوئی ہے، پتہ نہیں کیا دیکھ رہے ہوتے تھے، تو ہو بہو حضرت کے جو پیر و مرشد تھے مکہ معظّمہ میں، تو ان کو دیکھا، وہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے مکہ معظّمہ، رباط میں، رباط آغا الماس میں قیام تھا۔ یہ وہی رباط ہے جس میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام رہا تھا، اسی میں قیام ان کا بھی رہا۔

ان کو ہم نے دیکھا کہ سالہا سال ان کو ہجرت کئے ہو گئے تھے، وہ بہار یا بنگال کے تھے اور کوئی رشتہ داری بھی نہیں، مگر ہم نے دیکھا کہ ادھر والد صاحب کو جس حال میں ہم نے دیکھا، جس شکل میں ان کو دیکھا، اسی شکل میں، اسی حال میں ان کے پیر صاحب کو اُدھر مکہ معظّمہ میں دیکھا۔ اُن کو بھی نہ دن کا پتہ، نہ رات کا، حالانکہ بہت بڑے علامہ تھے۔ ہم نے ان کو بھی دیکھا گھنٹوں اس طرح مراقب گردن جھکائے رہتے تھے۔

یذکر اللّٰہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پیچھے ہم لوگ باب جبرئیل کے اندر اقدام عالیہ کی سیدھ میں بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت کے آس پاس، الگ الگ، کوئی یہاں، کوئی وہاں، کوئی اپنا قرآن پڑھ رہا ہے، کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے، کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے، کوئی مراقبہ میں ہے، کوئی ذکر میں،

تو ایک صاحب آہستہ آہستہ، اونچی آواز سے تو نہیں، ہلکی آواز سے لا الہ الا اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

اتنے میں کوئی صاحب وہاں سے گزرے، کسی عرب نے گزرتے ہوئے ان کو دیکھ کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ گردن ہلاتے ہوئے دیکھا۔ تو میں نے کہہ دیا، حالانکہ مجھے تو انہوں نے پوچھا نہیں تھا، کیوں کہ مجھ سے نہیں رہا گیا۔

میں نے کہا **یذکر اللہ**، کہ وہ ذکر کر رہا ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ دو تین اور بھی گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ؟ تو میں نے کہا کہ **ھو فی المراقبۃ**۔ میری زبان سے اتفاق سے نکل گیا۔

ایسے لوگوں کے سامنے یہ صوفیاء کی اصطلاحات کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے، اس کے نام سے ان کو نفرت، یہ مراقبہ یہ کشف، یہ حال۔ لیکن جلدی میں میں نے کہہ دیا، تو ذرا سی دیر وہ دیکھتے رہے، دو چار کو دیکھا، حضرت کو دیکھا، پھر مجھ سے پوچھتا ہے کہ **انت منھم**؟ میں نے کہا، ہاں۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔

مراقبہ کے معنی

پھر میں نے اس سے کہا کہ دیکھو، یہ جو تم نے پوچھا کہ کیا کر رہا ہے، یہ مراقبہ میں ہے۔ اور مراقبہ کے معنی، آپ نے دیکھا فلاں ہوٹل کے دروازہ پر فلاں جگہ مراقب، پہرے دار کھڑا ہوتا ہے، مراقب، تو میں نے کہا اسی سے یہ مراقبہ ہے۔

اُس مراقب کا کام کیا ہوتا ہے کہ کسی کو اندر نہ جانے دیں بلا اجازت، جو مجاز نہ ہو وہ نہیں جا سکتا۔ تو میں نے کہا اس طرح یہ اپنے قلب کا مراقبہ کر رہا ہے کہ اس میں کوئی غیر داخل نہ ہونے پائے اللہ کے سوا۔ دل میں جس نے اس کو بسا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی محبت، تو اس کی یاد ہی میں دل کو لگائے رکھنا چاہتا ہے اور غیروں سے اس کی حفاظت مقصود ہے اور اس کا نام ہے

مراقبہ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا تعارف

پھر اس کے بعد وہ حضرت شیخ کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگے کہ اور وہ؟ تو میں نے ان سے کہا کہ تم نے تو ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ میں نے بہت سوچا کہ اب اس کو کہاں سے شروع کراؤں؟ الف، با کوئی جانتا ہو، تو اس کو تو وہاں سے شروع کرا سکتے ہیں۔ یہ بیچارہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ دیکھو، یہاں کے امام کون ہیں، آپ کو معلوم ہے؟ اس وقت دو امام تھے۔ شیخ عبد العزیز بن صالح، ساٹھ برس سے زیادہ وہ امام رہے، اور جو دوسرے نمبر کے امام تھے، وہ شیخ عبد المجید۔ اس نے دونوں کا نام لیا۔

میں نے کہا کہ یہ شیخ عبد المجید جس مدرسہ کے پڑھے ہوئے ہیں، یہ مدرسہ علوم شرعیہ جو باب النساء کے سامنے ہے، یہ (حضرت شیخ) اس مدرسہ کے لئے مالیات کی فراہمی کرنے والوں اور سرپرستوں میں سے ہیں۔ ہندوستان سے ارسالِ زر اور تمویل کے ذریعہ مساعدت فرماتے ہیں۔ جب یہ آپ کے شیخ عبد المجید اس میں پڑھ رہے ہوں گے اور ان کے جیسے کتنے یہاں بڑے بڑے مناصب پر فائز ہوں گے، جیسا کہ یہ حرم نبوی کے مصلے پر امام ہیں، یہاں کے پڑھے ہوئے ہیں، تو یہ حضرت شیخ اس مدرسہ کے یہ ذمہ داروں میں سے تھے۔ کہا کہ اچھا اچھا۔ میں نے کہا، یہ مکہ کے امام کو جانتے ہیں آپ؟ کہا، ہاں۔

اس وقت دو ہی تھے امام، تیسرے تھے شیخ خیاط، وہ تو بہت معذور ہو چکے تھے، اور خطبہ امامت وغیرہ انجام نہیں دے سکتے تھے، رسمی طور پر شیخ خیاط وہ بھی امام تھے، اور نمبر دو پر تھے شیخ خلیفی، جو بہت روتے تھے عام دنوں میں بھی، مغرب میں کوئی سورت پڑھنی شروع کی **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْن**، اس پر روتے رہتے، ایک آیت کو بار بار پڑھتے، بڑے رونے دھونے والے آدمی شیخ خلیفی، تو وہ کہنے لگے کہ ہاں شیخ خلیفی امام ہیں اور شیخ محمد بن عبد اللہ السبیّل۔ تو میں نے کہا کہ

کبھی آپ کا مکہ مکرمہ جانا ہو، تو ان دونوں سے، شیخ خلیفی سے اور شیخ محمد بن عبداللہ السبیّل سے ملاقات کر کے ان کے مقام اور مرتبہ کو پوچھ لیجئے، کیوں کہ رابطہ اور حرم کے چوٹی کے ذمہ دار حضرت کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے ہیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ ابھی تو سلفیت، سلفیت کا شور ہے دنیا میں۔ مگر ایک وقت وہ بھی تھا کہ مسجدِ حرام کے ائمہ کرام قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیارت و ملاقات کے لئے مدرسہ صولتیہ کے دیوان خانہ میں تشریف لاتے تھے۔ ریاسۃ الافتاء والوعظ والارشاد بالحرم المکی کے رئیس شیخ طٰہٰ فجر کی نماز کے بعد مدرسہ صولتیہ کے دیوان خانہ میں تشریف لائے اور زیارت و ملاقات کے بعد ذکر بالجہر کی مجلس ہوئی۔ اس میں بھی آپ مجلسِ ذکر کے اختتام تک شریک رہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ کلیات اسلامیہ، اور کلیات شریعہ میں سب سے بڑا جامعہ عرب میں کونسا ہے؟ تو اس نے کہا، ریاض میں۔ میں نے کہا نہیں، ریاض میں تو سب سے بڑا نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کلیۃ الازہر۔ کہا، ہاں ازہر! تو میں نے کہا کہ جو وہاں کے رئیس ہیں، دکتور عبدالحلیم محمود ابھی گزشتہ دنوں یہاں آئے تھے۔ تو وہ وہاں ایک التیسیر ہوٹل تھا، یہ باب مجیدی کے دائیں طرف، وہاں سرکاری مہمان رہا کرتے تھے، بڑا ہوٹل سمجھا جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ اس میں ان کا قیام رہا، تو ہوٹل پہنچ کر سب سے پہلے مسجدِ نبوی انہوں نے حاضری دی اور نماز اور صلوۃ وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد وہ ان کی، حضرت شیخ زکریا کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ تو کہا، اچھا؟ یہ اتنے معروف انسان ہیں۔

میں نے کہا نہیں، اور سنئے۔ اس وقت میں یہ جو جامعہ اسلامیہ تھا، بہت چھوٹا تھا، چھ سو کل طلبہ ہوتے تھے اس میں، جامعہ اسلامیہ میں، جس طرح ہمارے دارالعلوم ہوتے ہیں۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہاں صحیح بخاری کی کسی نے شرح لکھی ہے، تو وہ سوچ کر کہنے لگے کہ میرے علم میں تو نہیں ہے۔ تو میں نے کہا کہ صحیح بخاری کی انہوں نے شرح کی ہے اور اتنی ضخیم جلدوں میں۔ پھر

میں نے گنوائی، حضرت کی یہ ایک، دو۔کہا، اچھا، هُوَ مُحَدِّث؟ میں نے کہا، ہاں۔بعض دفعہ ایسی مبارک جگہ پر بیٹھ کر ایسی جھک کرنی پڑتی تھی۔

پرانے طرز کا کرتہ پہنو

اس زمانہ میں ثوب، عربی کرتہ بھی ہم نہیں پہنتے تھے۔پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب مد ظلہ ابھی تشریف لائے، تو ہمارے گھر والوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک جوڑے کے میں پیسے دوں اور پرانے طرز پر اس کو سلوا کر جاؤں اور میرے سامنے وہ پہن کر آئیں، میں ان کو دیکھوں سہارنپور میں جس طرح کا کرتہ اور پائجامہ پہنتے تھے، وہاں کے طرز اور اسٹائل کا۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا دیا ہوا میں پہنتا ہوں، یہ عرب والا ثوب بھی حضرت کا عطیہ تھا۔

ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ میں حج میں حضرت کے ساتھ تھا۔تو وہاں جب مکہ معظّمہ سے احرام باندھ کر حج کے لئے، منیٰ کے لئے روانہ ہوئے، تو ہم تو حضرت کو لے کر اٹھا کر ساتھ چل دیئے۔ پہلا حج تھا، کچھ پتہ نہیں، کیا لینا ہے، کیا کرنا ہے، کوئی چیز ساتھ نہیں۔صرف پہنا ہوا احرام اور بس۔اس وقت تو پاسپورٹ اور کسی کاغذات کی بھی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔تو جب منیٰ، پھر عرفات، پھر مزدلفہ، پھر منیٰ واپسی اور طواف زیارت پر جب احرام کھل گیا، تو سب نے تو کپڑے پہن لئے اور میں حضرت کی خدمت میں حضرت کو اٹھانے کے لئے پہنچا، تو فرمایا تو ابھی احرام میں؟

میں نے کہا حضرت، میرے کپڑے صولتیہ میں رہ گئے، مجھے لانا یاد نہیں رہا۔حضرت نے خدام سے فرمایا یہاں بھی بازار میں کپڑے تو ملتے ہوں گے؟ تو کسی نے کہا کہ ہاں حضرت، ملتے ہیں۔ریال حضرت نے دیئے کہ جاؤ، یہاں سے خرید لو۔تو وہ اس طرح حضرت کی دی ہوئی ثوب ہے، حضرت کے پیسوں سے خریدی ہوئی، کئی برس تک میرے پاس تھی۔تو میں نے کہا کہ

یہ بھی حضرت ہی کا دیا ہوا ہے۔

ہم چوں من دیگرے نیست

میں نے اس عرب سے، وہ جو اعتراض کررہا تھا، اس سے کہا کہ اور آگے میں آپ کو سناؤں؟ یہاں کے میں نے دونوں حرم کے اماموں کا حال سنایا، مکہ مکرمہ کے دونوں اماموں کا سنایا۔ میں نے کہا اوپر تک سن لیجئے۔ میں نے کہا کہ یہ جو ملک عبدالعزیز ہیں، میں نے کہا کہ ان کو تو آپ جانتے ہیں، لیکن ایک قاضی کا نام آپ کو شاید ہی معلوم ہوگا، قاضی بلیہد اس کا نام یا قاضی ابن البلیہد۔ تو یہ یہاں کے جو قضاۃ ہیں، ان سے معلوم کریں کہ یہاں کے قضاۃ میں سے اس نام کا کوئی آدمی رہا ہے کہ نہیں؟

اور یہ تاریخی واقعہ ان کے یہاں بھی لکھا ہوا ہوگا کہ اس زمانہ میں ملک عبدالعزیز نئے نئے حکمراں ہوئے اور مدینہ منورہ آئے، تو حضرت سہارنپوری مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ مدینہ طیبہ میں تھے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ بھی وہاں ساتھ تھے، تو اس زمانہ میں بحث چلی کہ یہ جو ہم درود شریف پڑھتے ہیں، **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا**، تو کہتے ہیں یہ بدعت ہے۔ اسی لئے آپ دعائیں سنیں گے، تو **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ** یا **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ**۔

ایک مرتبہ جب اس کا شہرہ ہوگیا ہے، دیکھئے شرارت اور برائی کتنی پھیلتی ہے کہ یہ ہر ایک کا اپنا ذاتی فعل ہے، کوئی اپنی دعا میں **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا** کہتا ہے، **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد** کہتا ہے، تو دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ کیا ضرورت ایک ایک نکتہ کو اٹھانے کی؟ مگر علم کا اظہار نہیں ہوتا جب تک کسی کو چھیڑیں نہیں، فتنہ نہ پھیلائیں۔ تو یہ بحث اتنی لمبی ہوگئی **سَیِّدُنَا** کی کہ بادشاہ تک پہنچی۔

پھر حضرت سہارنپوری قدس سرہ کو اور قاضی ابن بلیہد کو دونوں کو ملک عبدالعزیز نے اپنے

پاس بلایا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ۔ اور پھر مسئلہ پوچھا، تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث سنائی، دوسری سنائی کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَم وَلا فَخر** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **انا سَیِّدُ وُلْدِ آدَم،** میں تمام بنی نوع انسان کا سید اور سردار ہوں، سید الاولین والآخرین ہوں، لیکن **ولا فَخْر،** اس پر میں کوئی فخر نہیں کرتا۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمام بنی نوع انسان کے آپ **سَیِّد** ہیں، تو ہم اگر اپنی دعا میں اسی کا اظہار کریں کہ ہمارے سردار ہیں وہ، ہمیں اپنے ماتحتوں میں شمار فرماتے ہیں اور ہم انہیں اپنے آقا اور سید مانتے ہیں۔

اس طرح کی جب کئی احادیث ملک کی سامنے آئیں، تو بادشاہ نے کہا کہ قاضی ابن بلیہد کی طرف دیکھا سوالیہ نگاہوں سے کہ اس کا کیا جواب؟

میں نے کہا کہ ان کی وہاں سے جان پہچان ہے، آپ کے چھوٹوں بڑوں سب سے پرانی جان پہچان ہے۔ اور میں نے کہا کہ اب یہ تصوف پر آپ لوگوں کو اشکال ہے۔ ہمارے دلوں میں تو ہر وقت دنیا بھری ہوئی ہے، ہر وقت قسم قسم کے تفکرات اور خیالات اور کیا نہ کیا اس میں داخل ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ شخص مراقبہ میں ہے کہ اس کی کوشش کرتا ہے کہ میرے دل میں سوائے اللہ کی یاد کے کوئی دوسرا تصور آنے نہ پائے۔

یہی حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔ ساری عمر اس کو کتنا پکایا ہوگا، بسایا ہوگا کہ وہ اتنا بس گیا کہ اس کے سوا دوسری چیز کا خیال ڈالنا مشکل ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی اپنی محبت سے معمور کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دیں، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہمیں نصیب فرمائیں، اپنی ذات پاک سے صحیح تعلق نصیب فرمائیں۔

شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ ان کا استغراق، ہر وقت ادھر اوپر لو لگی رہتی تھی، نیچے آتے ہی نہیں تھے، سالہا سال۔ تو اسی کے ذیل میں وہاں مسجد نبوی کا قصہ میں بیان کر رہا تھا، مگر اس کو پورا کریں تو حضرت شیخ ردولوی کے حالات رہ جاتے ہیں۔ ان کو پھر پورا کریں گے۔

لمبی گھنٹوں گفتگو اس طرح رہا کرتی تھی وہاں کے لوگوں کے ساتھ، جھک کرنی پڑتی تھی۔

شفاف آئینہ

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی پڑھنے کے لئے گئے، تو بالکل ابتدائی تعلیم میں نحو وصرف کی کتابیں جب شروع کی گئیں اور مثال آئی فعل اور فاعل اور مفعول کی، **ضرب زید عمروً**، تو یہاں اٹک گئے۔ کہنے لگے کہ زید نے عمرو کو مارا کیوں؟ تو استاذ نے کہا کہ نہیں، یہ تو مارا نہیں، مثال ہے۔ کہا، اچھا نہیں مارا؟ پھر تو یہ جھوٹ ہے، جھوٹی کہانی، جس کی بسم اللہ ہی جھوٹ سے ہو، اس کو کیسے پڑھیں؟ استاذ سمجھ گئے۔ انہوں نے ان کے گھر والوں سے کہا کہ یہ تو بالکل شفاف آئینہ ہے۔

ہر بچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس کا دل بالکل آئینہ، صاف شفاف، نہ اس میں جھوٹ، نہ بناوٹ، نہ کوئی چیز۔ یہ تو ماحول اس کو بگاڑتا ہے۔ وہ دوسروں کو دیکھتا ہے، اسی سے وہ ہر چیز سیکھتا ہے، جھوٹ بولنا بھی اسی سے سیکھے گا، ہر برائی اس کو دی جاتی ہے۔ ورنہ **كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ**، بالکل سادہ فطرت پر اللہ تبارک وتعالیٰ پیدا فرماتے ہیں، **فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْيُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ**، کہتے ہیں والدین اور ماحول اور گھر، جو اس بچے کو ماحول ملے گا، تو وہ یہودی، نصرانی، مجوسی ماحول ہی اس کو بناتا ہے۔

شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ بالکل سادہ فطرت، تو اٹک گئے **ضرب زید عمرو** پر۔ تو استاذ نے گھر والوں سے کہا کہ یہ تو دوسرے کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پڑھائی ایک طرف موقوف رہ گئی اور اس کے بعد جو اوپر لو لگی ہے اور وہ لو لگانے والے، وہ بھی کیسے۔

لکھا ہے کہ جب بیعت کے لئے یہ پانی پت حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء کے پاس سفر کر کے گئے ہیں، تو یہ بھی گھر کے بہت مشہور خاندان سے تھے اور گویا صاحبزادہ کے طور پر مشہور تھے

کہ ان کے جو دادا تھے حضرت داؤد، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نسبت تھی اور تعلق تھا۔

دہلی کے دو نصیر الدین

وہاں دہلی میں دو نصیر الدین نامی ہستیاں بہت معروف اور مشہور رہی ہیں۔ایک تو جنگِ آزادی کے وقت کے بہت بڑے مولانا نصیر الدین، جنھوں نے زبردست کارنامے انجام دیئے مسلمانوں کے خاطر، قربانیاں دیں۔اور یہ اکابر مشائخ میں سے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔اوران کی بھی داستان بڑی عجیب ہے۔

ان کے دادا حضرت داؤد جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے تھے، یہ بلخ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔

یہ جو اس وقت ہم حالات سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں، یہ تو ان حالات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، لاشئی ہیں۔ ہمارے تو ذرا سی بات پر دل دہلنے لگ جاتے ہیں، کانپ جاتے ہیں۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق توڑ بیٹھے ہیں، اشکال ہونے لگتا ہے اپنے عقیدے کے بارے میں، مذہب کے بارے میں، ایمان کے بارے میں، اسلام کے بارے میں کہ اگر یہ سچا ہے، تو کیوں اتنی ذلت؟ مگر تاریخ دیکھیں گے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور اہل حق کے ساتھ کیا کیا بیتی ہے۔اس دن وہ اصحابِ اخدود کا قصہ آپ کو سنایا کہ تاریخی بچہ، تاریخی خاتون کا سورہ بروج میں ذکر ہے۔

ان کے دادا بلخ میں تھے اور وہاں جب تاتاریوں کا فتنہ آیا ہے، یہ دنیا دارالاسباب ہے، کچھ نہ کچھ کوئی بہانہ ہو جاتا ہے، تو ایک معمولی بہانہ ہو گیا، سلطان خوارزم شاہ اپنے زمانہ کا، روئے زمین کا، یوں کہا جائے کہ سب سے بڑا بادشاہ تو کوئی غلط نہیں ہوگا، اس کی پورے ایشیا اور عرب سے لے کر پورے علاقہ پر اس کی حکومت اور زبردست، مستحکم، مضبوط حکومت تھی۔

اس سے شکایت کی گئی علاقہ قراقورم کی۔ ابھی جو شاہراہِ ریشم بنائی گئی ہے، پاکستان کو چین کے ساتھ ملانے والی قراقورم، تو شاید اسی علاقہ میں قراقورم کے متعلق ان سے شکایت کی گئی کہ قافلہ آرہا تھا تاتاری قوم کا، تاجروں کا، وہ اپنے متعلق بتاتے ہیں کہ ان کو روکا گیا کہ ہمیں شبہ ہے کہ یہ جاسوسی کے لئے آئے ہیں۔

تاتاری فتنہ

اس کی حقیقت کیا تھی، اللہ ہی جانے۔ مگر بادشاہ نے حالات سن کر تاتاری تاجروں کے بارے میں فیصلہ دے دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ تاتاریوں کا بادشاہ تھا چنگیز خان، جس نے بغداد کو تہہ وبالا کیا ہے، اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، ہلاکو اس کا دادا۔ تو چنگیز خان بادشاہ کو، تاتاریوں کے بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ ہمارا تاجروں کا قافلہ قتل کر دیا گیا، تو اس نے سفارت بھیجی۔

اب دنیا کے کسی مذہب، کسی قوم، کسی حکومت کے نزدیک سفیر کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو کیا منظور تھا کہ جب یہ سفارت پہنچی ہے سلطان خوارزم شاہ کے پاس، تو اس نے اس سفیر کو بھی قتل کیا اور ایک آدھ دو کو ذلیل کر کے ان کی ڈاڑھیاں منڈوا کر کے اطلاع دینے کے لئے واپس بھیجا۔

لکھا ہے کہ چنگیز خان تو سلطان خوارزم شاہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں تھا، لاشئی تھا، ایک جنگلی قوم، جنگل کا ایک گویا بادشاہ۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ ہماری، ہماری قوم کی اس طرح ذلت، تو جیسے ہم لوگ کسی اہم کام کے لئے استخارہ کرتے ہیں، تو اس استخارہ کے خاطر پہاڑ پر چلا گیا تخلیہ میں اور پہاڑ پر جا کر اس نے اپنے اہل حکومت کو بتا دیا کہ میں اللہ سے، وہ تو بُدھسٹ رہے ہوں گے یا اس سے بھی آگے، جنگلی قوم تھی، نہ معلوم ان کا کیا مذہب رہا ہوگا؟ تو اس نے کہا کہ میں میرے مالک سے اور معبود سے مشورہ لیتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

لکھا ہے کہ کئی گھنٹے یا دن رات ایک پیر پر کھڑا ہو کر وہ استغاثہ اور فریاد کرتا رہا کہ اے مسلمانوں کے خدا! اگر تو اس دنیا کو سچ مچ چلاتا ہے، تو ان کا بھی خدا ہے، تو ساری کائنات کا خدا ہے اور ان سب کو چلانے والا ہے، جس طرح ہمارے آدمیوں کو قتل کیا گیا، ذلیل کیا گیا، تو ہم اس کا انتقام چاہتے ہیں۔

لکھا ہے کہ غیب سے آواز آئی اور جواب ملا کہ جاؤ، تم انتقام لے سکتے ہو۔ کیا انتقام؟ کہتے ہیں کہ یہ بلخ، بخارا، سمرقند، کاشغر، ختن، یہ پورا علاقہ جو مرکز تھا خوارزم شاہ کا اور یہ موجودہ سارا افغانستان، یہ سب اس زمانہ میں خراسان کہا جاتا تھا اور پھر یہاں سے ہوتے ہوئے پورا ایران، پورا عراق، اور اس کا مقصود جنگ نہیں تھا، نہ کوئی مال مقصود تھا، بس ختم کرنا مقصود تھا، انسانیت کو ختم کرنا مقصود تھا۔

کہتے ہیں کہ مجال نہیں تھی کہ کوئی زندہ جانور یا انسان یا بچہ کوئی زندہ بچ کر اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ ہزاروں میل کا علاقہ انسانوں سے بالکل صاف کر دیا۔ یہ یوروپین مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ اتنا زبردست تاتاریوں کا فتنہ تھا کہ اس فتنے کا رعب اور خوف اور اس کی دھاک سویڈن تک پہنچی ہوئی تھی۔

وہاں لوگ اگر گھر میں سے کوئی مچھلی پکڑنے کے لئے نکلتا، تو گھر والے اس کو پکڑ لیتے تھے کہ تاتاری آ جائیں گے کہ یہاں تک اس کی ہیبت پہنچ چکی تھی کہ وہ جہاں کہیں بھی جاتے ہیں، انسانوں کا صفایا کر دیتے ہیں۔ اتنی تلخ کڑوی داستان ہے کہ صرف بغداد میں اور اس کے اطراف کے علاقہ میں دوملین انسانوں کو قتل کیا گیا۔ اور کوئی مرد، عورت، بوڑھا، بچہ ان کے قتل سے بچ نہیں سکتا تھا۔

اور حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ فلاں مؤرخ نے لکھا ہے کہ ان کا رعب اتنا تھا کہ ایک گلی میں کسی مسلمان کو ان کی کوئی عورت پکڑ لیتی تھی، مسلمانوں کا مجمع ہے اور اس کو پکڑ کر اس کا سر پتھر سے ٹکراتی اور کہتی کہ خبردار! یہاں رہو، میں چھری

لے کر آتی ہوں تمہیں قتل کرنے کے لئے۔ تو نہ کوئی اس کو بچانے والا ہوتا تھا، نہ وہ بھاگ سکتے تھے۔ اور وہ اسی طرح اس کے چھری لانے اور ذبح کرنے تک یہاں وہ سر اپنا پتھر کے اوپر رکھ کر کے سجدہ ریز رہتا تھا۔

یہ تو عام رعایا کا حال تھا۔ معتصم باللہ کو جو مارا ہے وہ اس طرح کہ ایک کہانی بنائی۔ کہانی یہ بنائی کہ انہوں نے کہا چلو، سب کو تو ہم نے قتل کر دیا۔ اور کیسے قتل کیا؟ تو میں نے شروع میں بتایا کہ ابن العلقمی جو شیعہ تھا، تو وہ تاتاریوں کو بلا کر لایا تھا اور پھر اس نے اِدھر مسلمانوں سے اور امیر المؤمنین خلیفہ معتصم باللہ سے اور خلیفہ سے تو یہ کہا کہ ان سے صلح کر لینا اچھا ہے، اور صلح کرنے کے لئے وفود جانے چاہیئے۔

سب سے پہلے اس نے منتخب کیا علماء اور مشائخ کو، جو کئی ہزار تھے، کہ ان کو ان کے پاس بھیجتے ہیں۔ تو ایک راستہ تھا جانے کا یہاں سے، ان کو پہلے بھیجو، یہ جا کر ان سے گفتگو کریں، اور ان کی بات سنائی جائے، پھر اہل حکومت کو، پھر فوجی افسران کو، اس طرح الگ الگ جماعتوں کو اس نے منتخب کیا۔ ان کے منتخب ہزاروں افراد کو ادھر اندر بھیجتے تھے، ادھر وہ قتل کر کے ان کو پھینک دیتے تھے۔ ادھر والوں کو کوئی پتہ نہیں کہ اُدھر کیا ہو رہا ہے۔ یہ ابن العلقمی شیعہ کی حرکت تھی۔

اسی سے اور ابن العلقمی جیسے شیعوں سے پھر اس نے مشورہ کیا کہ یہ ان سب کو تو ہم نے قتل کیا۔ اب جو رہ گیا ان کا امیر المؤمنین اور خلیفہ صاحب، اس کا کیا کریں؟

ایک مذاق بنایا اس کا۔ مذاق یہ بنایا، انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں، بڑا گناہ ہے اور اتنا بڑا گناہ ہے امیر المؤمنین اور خلیفہ کو قتل کرنا کہ اگر اس کو ایک مُکّا بھی مارا گیا اور ایک قطرہ خون کا نکل آیا، تو زمین پر اس کا قطرہ گرتے ہی آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے گا، عذاب الٰہی آجائے گا۔ تو اس لئے اس کے قتل کی تدبیر ایسی کرنی چاہیئے کہ جس سے خون نہ نکلے، یعنی اس کو تکلیف دے دے کر اس کو مارا، لاتوں سے، گھونسوں سے، بوری میں بند کر کے بری طرح مارا۔ تو یہ ہم تو معمولی قصوں پر لرز جاتے ہیں اور یہ زمین اور آسمان لرز اٹھیں، اتنے بڑے بڑے واقعات سے یہ دنیا گزری

ہے۔

اس قصہ کی وجہ سے، جو وہاں سے بلخ سے بھاگے تھے حضرت داؤد، جو حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا اور ردولی میں متوطن ہو گئے تھے، تو ان کی نسل سے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے صاحبزادہ حضرت عارف ردولوی، ان کے صاحبزادہ محمد بن عارف۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے اور تاریخ کے ان عبرت ناک واقعات سے ہمیں سبق لینے کی توفیق دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۲۴۔حضرت شیخ عارف بن عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۷/صفر ۸۷۲ھ مدفن: ردولی

حضرت شیخ عارف بن عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت شیخ عبدالحق ردولوی کے صاحب زادہ ہیں۔ان کے صاحب زادہ محمد بن عارف بن عبدالحق ہیں۔تین پشتوں میں اللہ تعالیٰ نے ولایت عطا فرمائی۔نہ صرف یہ کہ ولایت، بلکہ پوری دنیا کو ولایت کے نور سے انہوں نے منور کیا۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق

یہ شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال تھے۔ان کے یہاں بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ہر وقت کمال درجہ کا استغراق رہتا تھا۔جیسے ہی بچہ پیدا ہوا،تو حضرت کی توجہات اتنی زبردست ہوتی تھیں کہ ابھی نومولود بچے پر نگاہ پڑی،تو وہ بھی بولنا شروع کرتا حق،حق،حق۔تین سانس میں تین دفعہ حق،حق،حق، کہہ سکا،مگر وہ اس توجہ کی تاب کہاں لاسکتا ہے؟ چھوٹا سا دل۔فوراً آنکھیں بند،انتقال کر جاتا تھا۔

ایک گیا بچہ، دوسرا انتقال کر گیا،تو ماں کو تو اولاد چاہئے۔تو پھر رو کر ایک دفعہ اہلیہ نے عرض کیا کہ یہ آپ کی تو کرامات ہو جاتی ہیں، میرے پاس بچے نہیں ہیں۔تو اس کے رونے پر حضرت کو ترس آ گیا۔حضرت نے فرمایا اچھی بات ہے، اب کے جو پیدا ہوگا وہ حق نہیں کہے گا، اور وہ ان شاءاللہ زندہ رہے گا،تو یہ ہیں حضرت عارف۔

شیر خوارگی میں کلام کیا

گہوارے میں، رضاعت کی حالت میں جنہوں نے کلام کیا،لمبی فہرست ہے، قَالَ اِنِّی

عَبْـدُ اللّٰہ، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، وَشَھِـدَشَـاھِـدٌ مِنْ اَھْلِھَا، حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شاہد گواہی دینے والے بچہ نے جس نے گواہی دی تھی، اصحاب الاخدود والا بچہ۔ اوہو ہو! ہمیں فرصت نہیں ہمارے دھندوں سے، ہم نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں غیر نافع امور میں ضائع کر رکھا ہے، ورنہ قرآن پاک میں ہزاروں قصے ہیں۔ اب یہ اصحاب الاخدود، والسَّـــمَـــآءِ ذَاتِ الْبُـــرُوْجِ کی تفسیر کہیں سے لے کر آپ پڑھیں اور ضرور پڑھیے۔

اصحاب الاخدود

اس میں ایک بچہ کا ذکر ہے، تاریخ کا عظیم ترین انسان وہ بچہ۔ ایک ماں کا ذکر ہے، تاریخ میں ایسی خاتون مشکل سے گزری ہوگی۔ اس میں ایک نوخیز غلام کا ذکر، لڑکے کا، جس نے دنیا بدل دی انسانیت کی اور رہتی دنیا تک کے، قیامت تک کے آنے والے ظالموں کے لئے کھلا عظیم پیغام اس نے دیا۔

لمبا قصہ ہے، آپ نے بار بار سنا بھی ہوگا کہ بادشاہ کا ساحر مرنے لگا۔ اس نے کہا کسی کو میرے پاس سحر سیکھنے کے لئے بھیج دیں، تو اس بچہ کو بھیجا گیا کہ بڑا ہوشیار ہے، اس کو سکھائیں۔ بچہ سیکھنے لگا، تو اس کا گزر ہوتا تھا اہل حق، ایمان والوں کی ایک عبادت گاہ پر۔

وہاں چپکے چپکے اس نے کلمۂ حق سیکھ لیا ''لا الٰہ الا اللّٰہ''، لیکن جب بادشاہ کو پتہ چلا ایک قصہ کی وجہ سے کہ اس بچہ کے ہاتھوں ایک کرامت ظاہر ہوئی اور وہاں سے ایمان پھیلنا شروع ہوا، تو مختصراً میں عرض کر رہا ہوں کہ اس کو دھمکیاں دی گئیں، مارنے لگے، مار ڈالنے کے لئے لے گئے، کشتی میں لے جا کر ڈبونے کی کوشش کی، تو سب غرق ہو گئے۔ اسی طرح زندہ واپس للکار رہا ہے اہلِ باطل کو۔ پہاڑ پر لے گئے، وہاں سے پھینکا، تو لڑھک کر لے جانے والی فوج ساری گر گئی، یہ اسی طرح سالم واپس آ گیا۔

مؤمن کی فراست

یہ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں، حق کے لئے کام کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ انہیں زبردست فراست دیتے ہیں، اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤمِن فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ الله، ان کی فراست بڑی تیز۔ تو لڑکا ہے، مگر اس نے کہا کہ اس طرح تم مجھے نہیں مار سکتے۔ تم یہ کرو کہ ایک سولی کا انتظام کرو مجھے سولی دینے کے لئے تاکہ ساری دنیا دیکھ سکے۔ اس سولی پر مجھے کھڑا کر کے کوئی مجھے تیر مارے۔ اور تیر اس طرح مارتے رہو گے تو میں نہیں مروں گا۔ صرف یہی کہو کہ بِرَبِّ هٰذا الْغُلامَ، اس لڑکے کے رب کے نام سے میں مارتا ہوں۔

اب ساری دنیا جمع ہے، جس طرح فرعون نے سحرة، جادوگروں کو اکٹھا کیا تھا، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقابلہ ہو رہا ہے، لاکھوں وہاں مسلمان ہو گئے تھے، وہی انتظام اس لڑکے نے کیا۔ جب سب ساری دنیا اکٹھی ہو گئی، اس کو سولی کے تختہ پر کھڑا کیا گیا اور مارنے والے نے جیسے ہی تیر پھینکا اور کہا کہ بِرَبِّ هٰذا الْغُلام، اس لڑکے کے رب کے نام سے میں مارتا ہوں، تو اس کو تیر لگا اور جس طرح اس نے مستی میں اور مزے میں اور جو منظر اوپر سے، ملأ اعلیٰ سے، استقبال کے لئے دکھایا گیا ہوگا، ان کو دیکھ کر خوشی میں اس نے جو جان دی ہے، تو اس کی وجہ سے ساری مخلوق جو اکٹھی ہوئی تھی، سب مسلمان ہو گئے اور کہہ اٹھے آمَنَّا بِرَبِّ هٰذا الْغُلام، کہ ہم بھی سب اس بچہ کے رب پر ایمان لے آئے۔

درباریوں نے بادشاہ سے کہا کہ وہ تو ایک کو تو نے برداشت نہیں کیا تھا۔ اب دیکھ یہ تو ساری دنیا کی دنیا مسلمان ہو گئی۔ کہا کہ ان کو بھی مارو۔ ایک نشہ ہوتا ہے، میں نے کہا، حکومت کا، طاقت کا ایک نشہ ہوتا ہے۔ تو کھائیاں کھودی گئیں، ہزاروں جلاد، پکڑ پکڑ کر اس میں آگ میں ڈالتے تھے۔ پوچھتے تھے کہ اپنے مذہب کو چھوڑتے ہو یا نہیں؟ لڑکے کے مذہب کو چھوڑو گے یا نہیں؟ وہ انکار کرتے اور آگ کی نذر کر دئے جاتے۔

جس کا میں تذکرہ کررہا ہوں کہ حق، حق، حق بچہ کہتا تھا، تو اس طرح یہاں بھی اصحاب الاخدود کے بچے نے بھی کلام کیا۔ تو ایک ماں کو لایا گیا، اس کے گود میں بچہ اور ماں سے کہا گیا کہ تو اس لڑکے کے مذہب کو چھوڑے گی کہ نہیں؟

پھر دوسرے فوجی نے کہا کہ اس کے بچہ کو چھین لو۔ بچہ کو لے لیا اور اس کو اٹھا کر آگ میں پھینکنے لگے اور کہا کہ دیکھ، اب بھی تو اگر باز نہیں آئی تو تیرے بچہ کو ابھی آگ میں پھینکتے ہیں۔ تو ماں تو اولاد کے لئے سب کچھ کرسکتی ہے، تو وہ ماں تھوڑا سا سوچنے لگی۔ سوچ رہی تھی کہ الٰہی! میرے بچہ کو بھی آگ میں ڈال دیں گے، کیا کروں؟

اب یہاں بچے نے کلام کیا۔ جس طرح وہاں حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ہر بچہ پیدا ہوتا تھا، کہتا تھا حق، تو یہاں بھی اس بچے نے کلام کیا۔ شیرخوار بچہ، دودھ پیتا بچہ، وہ کہنے لگا ''یا امتاہ''، اے میری پیاری ماں، اِصْبِرِی فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ، کہ تو ایمان سے ہاتھ نہ دھونا میری محبت کے خاطر، صبر کرنا۔ یہ اللہ کے نام پر مرجانا، قتل ہوجانا، جل جانا، یہ بہتر ہے کفر کی آگ میں جلنے سے۔ تو اس نے کہا یَا اُمَّتَاہ اِصْبِرِی فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ. تو یہ بچہ، یہ اس کی ماں، دونوں نے نارِ دنیا کو نارِ آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی اور کتنا بڑا دنیا کو پیغام دے کر گئے۔

جس طرح اس نے، بچہ نے، انتظام کیا کہ ساری دنیا کو حق کی دعوت اور مسلمان کرنے کے لئے سولی کا اس نے انتظام کیا جس طرح کہ منصور حلاّج نے کیا۔ کسی دن موقع ہوا تو اس کو بھی بیان کریں گے۔

سترہ برس کی عمر میں ۔۔۔

ہمارے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ اور جو بچہ پیدا ہوتا تو کہتا حق، حق، حق، اور انتقال کرجاتا۔ جب ماں نے یہ شکایت کی اور انہوں نے

فرمایا کہ اچھا، اب آئندہ جو بچہ پیدا ہوگا، تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ حضرت شیخ عارف زندہ رہے۔ اور زندہ کیا رہے، پوری دنیا کو انہوں نے زندہ کردیا۔

اور کس عمر میں؟ جب ان کے والد محترم کا انتقال ہوا ہے، تو ان کی عمر صرف سترہ برس تھی۔ اور صرف سترہ برس اپنے والد کی صحبت پائی۔ اس میں اتنا کچھ حاصل کیا جس سے ساری دنیا کو سیراب کرتے رہے۔ ہم تو اپنی عمر کا بہترین حصہ یہ سمجھ کر کے کہ ابھی تو بچہ ہے، لڑکا ہے، ضائع کر دیتے ہیں۔

سترہ برس کی عمر میں تمام علوم کے امام

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی جب چودہ برس کی عمر ہوئی تو علوم وفنون پڑھ رہے تھے۔ ایک فن سے، ایک علم سے فارغ ہوئے کہ دوسرا فن شروع کیا۔ اس زمانہ میں جس طرح ہم تمام فنون ساتھ ساتھ چلاتے ہیں کہ ایک کتاب نحو کی، ایک صرف کی، ایک حساب کی، ایک سائنس کی، دس موضوع، سبجیکٹس ساتھ چلتے ہیں، ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک ایک موضوع پڑھایا جاتا تھا، نحو پڑھا دیا، صرف پڑھا دیا، منطق پڑھا دی، فلسفہ پڑھا دیا، فقہ پڑھا دیا، پھر اخیر میں جا کر حدیث، پھر اخیر میں جا کر تفسیر، ایک ایک فن پڑھایا جاتا تھا۔

چودہ برس کی عمر میں جیسے فراغت ہو رہی تھی ان علوم سے، تو والد محترم نے بالکل بیچ میں اعلان کیا کہ چلو، تمہاری شادی کرادیتے ہیں۔ سب گھر والوں کو بھی حیرت ہوئی کہ ابھی چودہ برس کی تو عمر ہے۔ سوچا کہ چلو نکاح کر دیتے ہیں، رخصتی بعد میں ہوتی رہے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بہت کم سنی میں ہوا۔ تو نکاح ہوگیا۔ نکاح کے چند ماہ کے بعد ان کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب رخصتی کرادو۔ تو اور زیادہ تعجب ہوا کہ ان کا پڑھنے کا بھی حرج ہوگا اور ابھی جلدی کیا ہے؟ اس عمر میں، پندرہ برس

کی عمر میں، رخصتی بھی۔ لیکن ادھر رخصتی ہوئی اور چند ہفتے گزرے کہ بہو کی نانی کا انتقال ہو گیا، اور فلاں کا انتقال، بڑے بوڑھے جانے لگے۔ تب جا کر سب کو عقل آئی کہ اوہو! یہ تو چونکہ یہ جانے والے تھے، ان کی وجہ نکاح میں اور رخصتی میں عجلت کی گئی۔

مگر جب خود حضرت کا انتقال ہوا، تو اس وقت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر، جب آپ کے والد محترم حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، تو اس وقت ان کی عمر صرف سترہ برس کی تھی۔ اور سترہ برس کے عمر میں تمام علوم کے حامل نہیں، بلکہ امام بن چکے تھے۔ اور تمام علوم کے ساتھ اپنے والد کے زیرِ سایہ انہوں نے اس طریقت اور سلوک اور تصوف کو مکمل طور پر حاصل کیا، یہاں تک کہ اپنے والد صاحب سے انہیں خلافت ملی۔ ہم تو اس عمر میں ابھی سمجھتے ہیں کہ یہ تو بچہ ہے، جب بڑا ہو گا تب کرے گا۔ اور یہ حضرات اس عمر میں سب کچھ حاصل کر لیتے تھے۔ تو حضرت شاہ عارف جو شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر بیٹھے، تو صرف سترہ برس کی عمر تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بچوں کی حفاظت کی توفیق دے اور خاص طور پر اس نوعمری میں ان کو یہاں کے مضر اثرات سے بچانے کی توفیق دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۲۵۔حضرت شیخ محمد بن عارف بن شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۷/صفر ۸۹۸ھ نزد اہل عرس   مدفن: ردولی

آج کے ہمارے بزرگ ہیں حضرت شیخ محمد بن عارف بن شیخ عبدالحق ردولوی، جو حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں، جن سے حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب بیعت ہوئے تھے۔ یہ اپنے داداجان کی نسبت پر، جس طرح شیخ عبدالحق ہمہ وقت استغراق میں، چوبیس گھنٹے، سالہا سال، نماز کے وقت بھی حق، حق، کہہ کہہ کر ان کو لے جانا پڑتا تھا، تو یہی حال ان کا بھی تھا۔

اور اسی استغراق کے عالم میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جاؤ، جا کر شیخ عبدالقدوس کو لے آؤ۔ چونکہ میں نے بتایا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب نے پینتیس برس ردولی شریف میں گزارے، پینتیس برس شاہ آباد میں۔ تو یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ عبدالقدوس شاہ آباد میں تھے۔ تو وہاں پر آدمی بلانے کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ ان سے کہیں کہ ساتھ حضرت شیخ محمد بن عارف کے بیٹے شیخ بُدّھا، وہ بھی ان کے ساتھ تھے، ان کی تربیت میں، فرمایا کہ ان دونوں کو لے کر آؤ۔ جب یہ دونوں صاحبان یہاں پہنچے، تو حضرت نے آخری جو کلمات ہوتے ہیں وصیت نصیحت کے، وہ باتیں شروع کر دیں۔ اسی لئے ان کو بلانے کے لئے بھیجا تھا۔

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خواہش

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بہت کبار، اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ان کو بیماری کی حالت میں کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کی کوئی خواہش، کوئی تمنّا؟ فرمایا، ہاں ایک ہے۔ تو سب متوجہ ہو گئے کہ کبھی کسی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا اور آج فرما رہے ہیں۔ تو ہمہ تن گوش سب اکٹھے ہو گئے کہ کس چیز کی فرمائش کرتے ہیں؟ کیا تمنا ہے؟ کیا خواہش ہے؟

فرمایا کہ ایک ہی تمنا ہے اور خواہش ہے، وہ یہ کہ کاش کہ مجھے موت سے پہلے موت کی آ گاہی ہو جائے، پیشگی اطلاع ہو جائے، تا کہ میں پورے طور پر اپنے طور پر تیار رہوں اور جانے کے لئے میں پورے ہوش اور حواس کے ساتھ تیار ہوں۔

بیمارِ عشق کا علاج :معشوق کا دیدار

اسی لئے اسی بیماری میں جب لایا گیا طبیب، اس نے نبض ٹٹولنی شروع کی۔ تو وہ تو عرب تھے، عربی میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہوگا، مگر فارسی میں اس کا ترجمہ شاعر نے کیا کہ وہ اس وقت طبیب اور ڈاکٹر کو فرما رہے تھے کہ

ازسرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب، ازسرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب
کہ دردمندِ عشق را دارو ئے جز دیدار نیست

کہ اے بے وقوف طبیب، ڈاکٹر، تو میرے سرہانے سے اٹھ جا۔ کہ جو بیمار ہو اور وہ بھی بیمارِ عشق ہو، اس کا علاج دوا کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں اگر اس کا علاج ہے، تو ایک ہی چیز میں ہے۔ وہ یہ کہ اسے معشوق کا دیدار ہو جائے۔ مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔

اسی لئے جب انتقال ہو گیا، اور جب ان کو غسل دے کر کفن میں رکھ کر دیکھتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ یہاں پیشانی پر لکھا ہوا تھا، **ھذا حبیب اللّٰہ مات بسیف اللّٰہ**، کہ اللہ کی تلوار کا شہید ہے۔ اور جب ان کو لے کر چلے، تو جس طرح ہمارا یہ بند صندوق ہوتا ہے، اس طرح نہیں ہوتا تھا، جس طرح کھلی چارپائی ہوتی ہے، اصل جنازہ جس پر لے جاتے ہیں، وہ چارپائی یان والی، چار طرف لکڑی اور بیچ میں یان۔ تو اس کے اوپر میت کو رکھ کر لے جاتے ہیں۔ تو کفن پہنایا ہوا ہے، تو لوگوں نے دیکھا کہ ابھی تو یہاں کفن ایک جیسا ہموار تھا، یہ کیوں کچھ ابھرا ہوا سا معلوم ہوتا ہے؟

کہا کہ جنازہ ذرا نیچے رکھو۔ دیکھا کہ یہ جو جنازہ میں پڑھتے ہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد

ان لا الہ الا اللہ پڑھا، تو جس طرح التحیات میں اٹھاتے تھے اشہد ان لا الہ الا اللہ، تو انگلی اٹھ گئی ان کی وہیں جنازہ میں۔ سب نے کہا کہ ڈاکٹر کو بلاؤ اور نبض دیکھو۔

اب نبض دیکھتے ہیں تو نبض غائب ہے، زندگی کے کوئی آثار نہیں۔ مگر جو انگلی تھی، وہ اٹھی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے اعضاء جس طرح ہاتھ پیر سیدھے کرتے ہیں اور اس کو اس طرح ہاتھ پھیر کر اس کو موڑنا چاہا، مڑ نہیں سکتی انگلی، بس اٹھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ان کو دفن کیا۔ تو یہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ بس، مجھے ایک ہی چیز کی تمنا ہے کہ مجھے کاش موت سے پہلے آگاہی اور اطلاع ہو جائے تاکہ میں تیار ہو کر جاؤں۔

ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حاضری کے لئے میں جب بھی لکھتا تھا، بولٹن میں تھا اس وقت بھی، یہاں دارالعلوم سے بھی، کہ رجب شعبان میں حضرت کو اطلاع کے لئے کہ ان شاء اللہ میں حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں، دعا فرمائیں، تو حضرت ہمیشہ منع فرماتے کہ وہاں تمہارا رہنا ضروری ہے۔ یہاں دارالعلوم کے ابتدائی حالات تھے اور بہت ساری ضروریات وابستہ تھیں، تو حضرت منع فرماتے کہ نہیں، مت آؤ۔

تم ضدی ہو

ایک دفعہ لطیفہ ہوا کہ میں نے حضرت کو لکھا رمضان سے کافی پہلے، دو تین مہینہ پہلے کہ اس دفعہ ان شاء اللہ فلاں ہفتہ میں حاضری کا ارادہ ہے۔ تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں رکھی ہیں، لیکن اس پر نظر نہ لگے اس کے لئے ایک چیز اس کے برخلاف بھی تم میں رکھ دی ہے، ان خوبیوں کی ضد۔ وہ یہ کہ تم ضدّی ہو۔ ہر دفعہ میں منع کرتا ہوں مگر تم ہو کہ۔ پھر آگے حضرت نے وجوہات لکھی کہ تمہارا وہاں رہنا کیوں ضروری ہے۔

میں نے اس کے جواب میں حضرت کو لکھا، اس وقت تک میں ابھی ساؤتھ افریقہ گیا نہیں تھا، کوئی ۶ ۷ ء ۷ ۷ ء کی بات ہوگی، وہاں پہلی دفعہ میں ۸ ۷ ء میں ماں کے پاس گیا ہوں، تو میں نے

حضرت کو لکھا کہ ہماری والدہ محترمہ اتنے برس سے افریقہ میں ہیں اور میں نے ہمارے بھائی بہنوں میں سے کسی کو اب تک دیکھا بھی نہیں، وہ بڑے ہو گئے، جوان ہو گئے، ان کی شادیاں ہو گئیں، اور وہاں جانے کے بجائے میں حضرت کی خدمت میں حاضری کے لئے ہر سال لکھتا ہوں، تو حضرت منع فرماتے ہیں۔

میں نے بچوں کی طرح سے ایک لمبا شکوہ کیا۔ تو جب میں، اس خط کے بعد اس کا جواب آنے سے پہلے، وہاں سہارنپور پہنچ گیا، تو اب تک میرے سامنے وہ منظر ہے کہ جہاں دسترخوان پر حضرت تشریف فرما ہوتے تھے، جب ہم پہنچے، تو حضرت دسترخوان پر تشریف فرما ہیں، دیکھتے ہی فرمایا، آجا! معانقہ کیا۔ حضرت رونے لگے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ تیرا خط آیا، وہ تو میں نے عصر کے بعد کی مجلس میں بھی سنایا، جو اساتذہ، علماء، طلبہ، عوام کے لئے عصر کے بعد کی مجلس، چائے کی مجلس ہوتی تھی، اس میں بھی سنایا اور فرمایا کہ اندر بھی سنایا، باہر بھی سنایا۔ اندر یعنی مستورات میں بھی بھیجا کہ دیکھو یوسف کیا لکھتا ہے۔ تو یہ ہمیشہ حضرت کا معمول رہا کہ میں حاضری کی اجازت مانگتا، منع فرماتے۔

یوسف کب آئے گا؟

لیکن اس کے برعکس میں نے ایک دفعہ ۸۲ھ میں جمادی الاولی کے پہلے ہفتہ میں، مدینہ طیبہ حضرت کے خادم اور معالج ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب میمنی کو حضرت کی خیریت پوچھنے کے لئے فون کیا کہ حضرت کی طبیعت کیسی ہے؟ یہاں سے جب دوسرے سفر کے بعد حضرت تشریف لے گئے تھے، تو اس کے چند ماہ کے بعد کا، ہندوستان سے حضرت کی واپسی کے بعد کا قصہ ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل صاحب کہنے لگے کہ حضرت کی طبیعت تو اچھی ہے، مگر کل ہی حضرت آپ کا تذکرہ فرما رہے تھے اور پوچھتے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟

میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اتنے برسوں میں کبھی حضرت نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ

تم کب آؤ گے؟ ہمیشہ میں لکھتا تھا۔ سال میں ایک دو دفعہ حاضری ہوتی تھی، تو میں لکھتا تھا اور حضرت منع فرماتے تھے کہ تم پر قرض ہے، تمہاری ضروریات ہیں، اپنی ذاتی، گھریلو، مدرسہ کی، تمہیں نہیں آنا چاہئے۔ مگر ابھی تو رمضان میں تو کئی مہینے باقی ہیں اور حضرت فرما رہے ہیں کہ یوسف کب آئے گا؟ حضرت کو میری طرف سے عرض کر دیں کہ میں ایک دو ہفتہ میں ویزا اور ٹکٹ کا انتظام کر کے ان شاء اللہ میں حاضر ہوتا ہوں۔

جمادی الاولیٰ میں میں نے فون کیا۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ یوسف کب آتا ہے؟ پھر چندروز میں اللہ نے حاضری مقدر فرمادی۔ اب جمادی الثانیہ، رجب اور یکم شعبان کو حضرت کا وصال ہوا ہے۔ پورے ڈھائی مہینے پہلے میں وہاں پہنچا، تو اس وقت تو حضرت ٹھیک ٹھاک تھے۔ اس کے بعد پھر سارے احوال انتقال تک کے میں نے حضرت شیخ اور خلفاء کرام میں لکھے بھی ہیں۔ تو یہ ان حضرات کو پہلے سے آگاہی ہو جاتی ہے، اطلاع ہو جاتی ہے۔ پورا ٹائم ٹیبل ان کو معلوم ہوتا ہے۔

میری نماز قضاء نہ ہو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی آنکھ کا جب ایک آپریشن ہوا تھا علی گڑھ میں، ڈاکٹر شُکلا، وہاں کے علی گڑھ کے بہت بڑے سرجن تھے، انہوں نے کیا تھا، تو حضرت نے ان سے فرمایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب، ایک بات ہے کہ اگر میری کوئی نماز قضاء ہو تو میں آپریشن نہیں کرواؤں گا۔ مجھے آپریشن کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، کوئی آپ کی نماز قضاء نہیں ہوگی اور اس وقت تو حضرت سجدہ کر سکتے تھے، تو فرمایا کہ آپ سجدہ بھی کر سکیں گے اور نماز بھی وقت پر ادا کر سکیں گے۔

مجھے کوئی مخدِّر دوا نہ دی جائے

اور حضرت نے فرمایا کہ دوسری بات یہ کہ میں نے کبھی بھی زندگی میں کوئی مخدِّر دوا نہیں کھائی، نیند آور دوا استعمال نہیں کی۔ جس طرح ہم لوگ پینیڈول لیتے ہیں، وہ بھی نیند آور ہے۔ حضرت

نے فرمایا کہ میں نے زندگی بھر کبھی کوئی نیند آور گولیاں نہیں کھائی، مجھے کوئی ایسی دوا یا انجکشن نہ دیا جائے جو نیند آور ہو۔ ڈاکٹر شکلا نے کہا کہ حضرت، اس کا بھی وعدہ ہے۔ آپ کو کوئی ہم ایسی نیند آور دوا نہیں دیں گے جس سے آپ پر نیند طاری ہو۔ اس کے بعد جو آپریشن ہوا، بہت کامیاب رہا۔ حضرت بہت خوش تھے کہ الحمدللہ انہوں نے وعدہ پورا کیا۔

نماز قضاء ہونے پر حضرت کی ناراضگی

اس کے بالمقابل مدینہ طیبہ میں اسپیشل ڈاکٹر لاہور سے بلائے گئے اور ان سے بھی حضرت نے یہی پورا قصہ دہرایا، ڈاکٹر شُکلا کا، مگر انہوں نے آپریشن کے دوران پتہ نہیں کوئی ضرورت محسوس کی ہوگی، کوئی انجکشن لگا دیا۔ اس لئے جب حضرت کے آپریشن کے بعد ظہر کی نماز، پھر عصر کی نماز، عصر کی نماز کے وقت ہم حضرت کے پاس گئے، کھنکھارنا شروع کیا، ذرا سا حضرت پر ہاتھ پھیرا، تو حضرت کو کچھ پتہ نہیں۔ پھر ذرا آہستہ آواز سے ''نماز'' بھی کہا، مگر حضرت کو کوئی پتہ نہیں۔ حضرت کی ایک دو نماز بھی قضاء ہوگئیں۔

جب حضرت بیدار ہوئے اور حضرت کو ہم نے بتایا کہ اس طرح نماز قضاء ہوگئی، تو حضرت نے فرمایا ان کو بلاؤ ڈاکٹر کو۔ حضرت بہت ناراض ہوئے، حضرت رو رہے تھے، اور رونے سے اور آنکھ کا ابھی آپریشن ہوا ہے، اور حضرت نے فرمایا کہ وہ ایک ہندو ڈاکٹر، اس نے تو میری باتوں کا لحاظ کیا اور تم سے نہیں ہوسکتا تھا۔ تو کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ ہم نے تو تمہیں آپریشن کے لئے نہیں بلایا تھا۔

وہاں سے بلاوے کے منتظر

یہ اب ہم لوگ تو ذرا سا سر درد ہوا، فوراً کھا لیتے ہیں، سو جاتے ہیں۔ ایک اچھی نیند آگئی، سر درد چلا گیا۔ مگر یہ مشائخ تیار رہتے ہیں ہر وقت کہ جب وہ عالم منکشف ہو اور وہاں سے بلاوا آئے، وہاں والے لینے کے لئے آئیں، تو میں پورے نشاط کے ساتھ ان کے ساتھ جاؤں،

پورے ہوش حواس میرے مکمل طور پر ٹھیک ہوں۔

اس لئے حضرت فرماتے تھے کہ میں نے زندگی بھر کوئی نیند آور دوا کبھی نہیں کھائی۔ حضرت بھی ہماری طرح سے تھے، کبھی درد بھی ہوتا ہوگا، ٹانگوں میں ہوتا ہوگا، سر درد ہوتا ہوگا، بخار آتا تھا، نزلہ ہوتا تھا، تمام عوارض تھے، مگر کبھی مخدّر دوا کا استعمال نہیں فرمایا۔

اسی طرح یہاں ان کو اطلاع ہوگئی پہلے سے شیخ محمد بن عارف کو۔ تو بلایا شیخ عبدالقدوس اور اپنے بیٹے کو کہ ان کو لے کر آؤ اور ان کو وصیتیں فرمائی اور اس کے بعد ان سے فرمایا کہ بھئی دیکھو، میرا انتقال ہو جائے تو یہ میری نصیحتیں ہیں اور یہ وصیت ہے۔ اور میرے بعد، اپنے بیٹے کے متعلق شیخ عبدالقدوس صاحب کو تاکید فرمائی کہ ان کی تربیت کا خیال رکھنا۔

اللہ تعالیٰ ہمارا آخری وقت اور خاتمہ بھی بالخیر فرمائے اور حسن خاتمہ کی دولت سے ہمیں سرفراز کرے، ورنہ یہ بڑی کٹھن گھڑی ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۲۶۔ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۸۶۰ھ

تاریخ وفات: ۲۳/۱۱ جمادی الاخری ۹۴۴ھ یا ۹۲۵ھ یا ۹۴۵ھ یا ۹۴۰ھ

مقام دفن: گنگوہ، سہارنپور

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پینتیس برس ردولی شریف میں گزارے۔ اور پھر وہاں جو مغلیہ دور میں آپس میں رنجشیں رہتی تھی، ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں چپقلش رہتی تھی، جو شاہ زادہ کسی جگہ کا گورنر ہوتا تھا، پڑوسی کے ساتھ اس کی نہیں بنی، تو حکام کی آپس کی لڑائیوں میں ان کو ردولی شریف سے منتقل ہو کر شاہ آباد آنا پڑا۔ وہاں پینتیس برس آپ کا قیام رہا، اور پھر اخیر میں چودہ برس گنگوہ شریف رہے۔

یہ ہمارے سلسلہ کے بہت اونچے اکابرین میں سے ہیں۔ اور وہاں گنگوہ میں ہمارے سلسلہ کے تین اکابر، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ علومِ شریعت اور علومِ ظاہریہ کے تو امام تھے ہی، مگر جب آپ نے اس طرف توجہ فرمائی سلوک وتصوف کی طرف، تو حضرت شاہ عبدالحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا پچاس برس پہلے انتقال ہو چکا ہے، وہ شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت فرما رہے ہیں۔ جیسے میں نے آپ کو بتایا کہ میں فیصل آباد میں اعتکاف میں ہوں اور وہاں کہا جا رہا ہے کہ تمہارا حصہ وہاں ردولی شریف مقدر ہے، تو یہ ہی ان کے ساتھ ہوا۔

وصال کے بعد تربیت

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یہ ہوا کہ حضرت شاہ عبدالحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال کے پچاس برس کے بعد میری اس طرح تربیت فرمائی روحانی طور پر جیسی کوئی زندہ پیر بھی نہیں کرسکتا، اور کسی کو مرشد کامل زندگی میں مل جائے، وہ بھی نہیں کرسکتا۔ اور پھر حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے درخواست کی، یہ سب روحانی طور پر تربیت ہو رہی ہے، اسی میں پوچھا کہ مجھے جو طریقہ ہے اور دنیا کا دستور ہے، بیعت اور ارشاد کے سلسلہ کا، تو مجھے کس سے بیعت ہونا چاہئے؟

حضرت نے اپنے پوتے شیخ محمد بن عارف بن شیخ عبدالحق، ان کے متعلق حکم فرمایا کہ اچھا، تم ان سے بیعت ہو جاؤ۔ تو بیعت تو ان سے ہوئے، مگر جو ساری کی ساری آپ کی روحانی طور پر تربیت تھی، وہ شیخ حضرت عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اور ایسی زبردست ہوئی کہ بڑے زبردست صاحب استغراق اور صاحب حال ہوئے۔

ایک طرف صرف مجرد کوئی صوفی ہو، سالک ہو، تصوف کا ہو، اس کے لئے تو یہ آسان ہوتا ہے، لیکن جو اپنے وقت کا اتنا بڑا امام ہو، اس کے لئے مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ اسی لئے جو جو حکومتیں ان کے زمانہ میں رہی ہیں، سب نے بہت چاہا کہ یہ اتنے بڑے اپنے وقت کے امام ہیں، تو حکومت کی کوئی مدد کریں یا کوئی منصب سنبھالیں، یا اپنے آدمی ہمیں دیں، تو حضرت نے اس طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی۔

اسی لئے آپ کے جو خطوط ہیں سکندر لودھی بادشاہ کے نام، پھر اکبر بادشاہ نے کوشش کی تو ان کے نام مکاتیب، وہ بڑے قابل دید ہیں۔ اور آپ کی انوار العیون وغیرہ کافی کتابیں ہیں، لیکن حضرت گنگوہی قدس سرہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے سلوک اور تصوف کے سلسلہ میں کبھی کوئی بات پیش آئی اور دل میں اشکال ہوا، تو میں نے اس

سلسلہ کا ہر جواب حضرت کے مکاتیب میں پایا۔ مجھے سب سے زیادہ رہنمائی اس سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب سے ہوئی، جو حضرت نے اپنے مسترشدین اور مریدین کے نام تحریر فرمائے ہیں۔

اتنے بڑے امام کے لئے یہ دوسری لائن میں رہنا، ضبط کر کے مشکل ہوتا ہے۔ غلبۂ حال اتنا کہ وہاں شیخ جلال الدین نے بھی اپنے طلبہ سے فرمایا تھا کہ اچھا، وہ پیر جو ناچتے ہیں، یعنی حضرت کے یہاں جو سماع ہوتا تھا۔ وہ ایک غذا تھی اس کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے اور سماع میں وجد وحال طاری ہوتا تھا۔

قصیدہ سناؤ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جس سال میں مشکوٰۃ پڑھ رہا تھا، تو اس زمانہ سے لے کر سالہا سال، کیا سہارنپور، کیا مدینہ شریف، عشاء کے بعد حضرت فرماتے جاؤ، لاؤ، قصیدہ سناؤ۔ تو میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا

زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

فارسی کا قصیدہ ہے، تو وہ سنایا کرتا تھا۔ اور یہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ بہاریہ۔ یہ دونوں قصیدے فضائل درود شریف کے اخیر میں ہیں، قصیدہ بہاریہ اردو میں ہے۔ تو حضرت اس کو عشاء کے بعد سنا کرتے تھے۔ پہلے تو جب شروع کیا تھا، اس وقت شبِ جمعہ میں سنتے تھے۔ پھر مدینہ طیبہ میں ایک زمانہ تک ہر رات عشاء کے بعد سنتے تھے۔

سماع ایک غذا

اسی طرح سماع یہ ایک غذا ہوتی تھی حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی۔ لیکن جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ جتنا آدمی بڑا ہوتا ہے، تو پھر ان پر نظر رکھنے والے کثرت سے ہوتے

ہیں۔نظر اگر کوئی شفقت سے رکھے، اصلاح کے لئے رکھے،تو اچھا ہے۔لیکن نظر حسد کی بھی ہوتی ہے،تو اس میں عیوب، نقائص دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا چیز قابل اشکال، قابل اعتراض مل جائے، جس سے لوگوں میں انتشار، ہیجان پیدا ہو،نفرت پیدا کرسکیں، اس کو تلاش کرتے ہیں۔اور ایسے علماءِ سوء کی بھی دنیا میں ابتداء سے لے کر آج تک کمی نہیں رہی۔اوراس سے ان حضرات کے درجات اور بلند ہوتے ہیں۔

اب ان حضرات کے یہاں جو سماع ہوتا تھا،کہاں یہ اتنا بڑاامام،اتنا بڑا صاحب حال انسان، تو ان کے متعلق کیا کوئی شک وشبہ ہوسکتا ہے کہ کوئی،خلاف شریعت تو بہت دور کی بات ہے،کوئی سنت کے خلاف کوئی امر یا آداب اسلامی کے خلاف بھی کوئی امر پاس پھٹک سکتا ہے؟ کبھی نہیں ہوسکتا! لیکن وہ پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ کانٹے نکالتے تھے۔اسی لئے پھر صوفیاء نے خود ازخود اپنے اوپر ان چیزوں کی پابندی عائد کی۔اسی لئے جو حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع ہوتا تھا اور حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں صاحبزادہ صاحب جب پڑھ کر آئے،تو ان سے کہا گیا کہ دیکھو، یہ سماع اچھا نہیں ہے۔

خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اب چاروں طرف سے دروازے بند ہیں، جو صرف خدام ہیں وہ ہوتے تھے،اور پردے میں،اعتکاف میں حضرت سنتے تھے،تو وہاں بھی یہ صدا پہنچی کہ کہیں بدعت تو نہیں ہوجائے گا۔پورا حضرت کا بیان،ایک مجلس کے تمام ملفوظات حضرت کے اسی پر ہیں۔

اگرچہ حضرت نے اس وقت اعتکاف کے دوران قصائد کا سننا موقوف فرما دیا،مگر جب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں حضرت نے عجیب جملہ فرمایا کہ لاؤ بھئی،قصیدہ سناؤ۔ہندوستان کے مفتیوں کا فتویٰ یہاں نہیں چلتا۔

اور وہاں تو شب جمعہ کی بھی تخصیص نہیں تھی،اکثر و بیشتر سونے سے قبل قصائد سنتے تھے۔سنانے والوں میں میرے علاوہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے نواسے مولانا محمد شاہد صاحب

اور دیگر حضرات بھی ہیں۔

جیسا کہ ایک دفعہ مفتی مقبول احمد صاحب گلاسگو والے کی مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور عصر کی مجلس کے بعد انہوں نے مصافحہ کیا، تو صوفی جی نے ان کے متعلق عرض کیا کہ حضرت! ان کی آواز بھی عمدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آج رات قصیدہ ان سے سنیں گے۔

مفتی صاحب نے کبھی حضرت کے سامنے نعت یا قصیدہ پڑھا نہیں تھا، وہ پریشان ہو گئے، دعائیں کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کا بیان ہے کہ میں نے روضہ اقدس پر بھی عرض کیا۔ مفتی صاحب جب کھانے سے فراغت کے بعد حسب تجویز بیٹھے رہے، مگر جب سنانے کا وقت آیا، تو حضرت نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ ہم نے قصیدہ سننے کا ارادہ آج موقوف کر دیا۔

باہر نکل کر مفتی صاحب مسرت کے انداز میں صوفی جی سے کہنے لگے کہ حضرت پر میری پریشانی منکشف ہوگئی۔

جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو نشانہ بنایا گیا، وہاں ان کو کوئی اس میں بدعت نظر آئی، بدعت کی بو نظر آئی، انہوں نے سونگھ لی، اسی طرح شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ ہو کر نئے نئے آئے، اور ان سے کہا گیا، تو جیسے ہی انہوں نے شاہ عبد القدوس صاحب سے عرض کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا، ایسا کہا جاتا ہے ہمارے سماع کے متعلق، تو آج سے بند کر دیتے ہیں سماع۔ جو اشعار سنتے تھے، تو وہ بند کر دئے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماعِ اشعار

اب یہ خوب جانتے ہیں، یہ فتوے لگانے والے بھی اور اعتراض کرنے والے بھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں منبر پر بٹھا کر سن رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بستر میں ہیں، محبوبہ کی گود میں سر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عائشہ، وہ سناؤ کچھ۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کونسے سناؤں؟ جو لڑائیوں میں ایک دوسرے پر برتری کے متعلق اشعار کہے گئے وہ سناؤں، یا ان لڑائیوں میں جو مارے گئے، تو مرنے والوں پر جو مراثی اور مرثیے کہے گئے وہ سناؤں، یا عشق ومحبت کی داستانیں ہیں، وہ سناؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ فلاں موضوع کا سناؤ۔ تو ہزاروں اشعار یاد تھے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے۔ کیا منبر، کیا مسجد، کیا حجرہ، کیا خلوت اور کیا سفر، ہر جگہ اشعار سنے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں، ردیف ہیں پیچھے، صحابی ہیں، ان سے پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ امیہ ابن ابی صلت کے کوئی اشعار یاد ہیں؟ نام لے کر کہ فلاں شاعر کے اشعار سناؤ۔ انہوں نے سنانا شروع کیا، تو وہ تھوڑی دیر سنایا، پھر چپ ہو گئے۔ فرمایا، اور۔

بار بار وہ تھوڑی دیر میں چپ ہوتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے هيــه، اور سناؤ، اور سناؤ۔ مگر وہ جن کی طبیعتوں میں شرارت اور فتنہ انگیزی ہوتی ہے وہ باز نہیں رہ سکتے۔ اب امیہ بن ابی صلت کے بھی اور غیر مسلم شعراء کے اشعار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو یاد تھے ہزاروں اشعار، وہ ہر طرح کے تھے۔

آج سے سماع بند

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ اشکال سنا، تو فرمایا آج سے سماع بند۔ دوسرے دن ابھی تو چند گھنٹے گزرے، دوسرا دن شروع نہیں ہوا کہ دیکھا کہ پورے بدن پر ایک دم ایلرجی سے جس طرح اچانک کچھ نکل آتا ہے، پھوڑے نکل آئے۔ دیکھا یہ کیا؟ حضرت تو اچھے بھلے تھے، سارا جسم دانوں سے بھر گیا۔ پھر علاج شروع کیا، کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور بڑھ گیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو سب عاجز ہو گئے، رونے لگے، حضرت کو یہ کیا ہو گیا؟

تب حضرت نے چپکے سے کسی کے کان میں کہا کہ اصل میں وہ جو ہمارا سماع بند ہوا، تو یہ سب

کچھ سماع کی وجہ سے ہے۔ وہ اشعار سنتے تھے، وہ گرمی نکلتی تھی، جو طبیعت تأثر لیتی تھی اشعار سن کر کے، تو وہ جو اندر کا غبار ہے وہ نکلتا تھا، مگر اب نہ سننے کی وجہ سے وہ سب اندر ہی اندر ہے۔ تب رو کر سب نے ہاتھ جوڑے، حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہ حضرت، معاف کیجئے، ان فتویٰ دینے والوں کو چھوڑیئے، آپ تو معذور ہیں۔ اس لئے یہ علاج کے لئے ان حضرات کے یہاں سماع ہوتا تھا۔

موصول اور صلہ ایک کلمہ کے حکم میں

حالانکہ مسائل کا استحضار اور ان پر عمل اس درجہ تھا کہ ایک دفعہ کسی امام نے نماز پڑھائی، نوخیز لڑکا، ان کو کسی نے آگے کر دیا، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن. عليهم، نئے نئے امام نے موصول صلہ کے درمیان میں وقف کر دیا۔ حضرت نے نماز کے بعد فرمایا، بڑوں میں سے کوئی تھا نہیں کہ اس بیچارے کو تکلیف دی، نماز پھر سے پڑھو۔

کتنا آسان بنا دیا اور فرمایا کہ جو موصول اور صلہ ہوتا ہے وہ ایک کلمہ کا حکم رکھتا ہے، اس کو ایک سانس میں ادا کرنا چاہئے۔ ایسے ہی مضاف مضاف الیہ، موصوف صفت۔ کوئی ابھی قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰه میں وقف کرے، قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ کہے، پھر پڑھے اللّٰه اٰتَانِیَ الْكِتَابَ، تو یہ ایک کلمہ ہے، عبد اللّٰه، اس کو نہیں توڑ سکتے۔ اگر اس کو بیچ میں کہیں سانس ٹوٹ گیا کسی کا، تو پھر اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰه سے اس کو شروع کرنا چاہئے، کہ ایک کلمہ کو توڑا نہیں جا سکتا۔ تو یہی حال موصول اور صلہ کا ہے کہ وہ ایک کلمہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

لیکن یہ حضرات صوفیاء کرام، انہوں نے اپنے یہاں شرائط سماع کے لئے خود متعین کر دیں، کہ یہ بھی شرط مان لیتے ہیں، یہ بھی، سننے دو اللہ کے واسطے، ورنہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے صاحب تصرف تھے، تصرف کے بجائے ان کے فتوی کو مان لیا۔ اِس

وقت تو عملیات جاننے والے کوئی نہیں، اس کو دھندے کے طور پر اپنایا ہوا ہے، لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، ان کا سکون، چین چھینتے ہیں، عزتوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، خاندانوں میں تفرقے ڈالتے ہیں۔

یہ جو عملیات کا سلسلہ ہے، اس کے بڑے زبردست ماہر تھے شاہ غوث محمد گوالیری، مشائخ احمد آباد میں بہت تفصیلی حالات میں نے ان کے لکھے ہیں۔ چونکہ وہ اس لائن کے تھے، جنات پر بھی انہیں تصرف تھا، جس طرح چاہتے تھے ان سے کام لیتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں ہیں، مراقبہ میں ہیں، اپنی عبادت ریاضت میں، اچانک آہٹ ہوئی، آپ نے پوچھا، کون؟ تو کہا کہ ہم تو جنّات ہیں۔ پوچھا، کیوں آئے؟ کہا کہ غوث محمد گوالیری نے ہمیں بھیجا ہے کہ وہ آپ کی زیارت اور ملاقات کے مشتاق ہیں، تو ہم آپ کو لینے کے لئے آئے ہیں۔ ہم آپ کو کوئی تکلیف نہیں دیں گے، ہم بڑی راحت سے، آرام سے آپ کو لے جاتے ہیں۔ حضرت نے ڈانٹ کر کہا، جلدی ان کو لے کر آؤ!

یہ فرمانا تھا کہ کہاں تو وہ جن شیخ غوث کے تابع اور ان کے بھیجے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ یہ جیسے ہی سنا، جاؤ، ان کو لے کر آؤ۔ اب یہ واپس وہاں پہنچے، اور شیخ غوث سے کہتے ہیں کہ حضرت، معاف کیجئے، انہوں نے تو فرمایا کہ آپ کو لے کر جائیں اور ہمیں تو لے جانا پڑے گا۔ اور یہ کہہ کر جواب سننے سے پہلے ہاں، نا، سے پہلے، اٹھایا اور لے کر پہنچے۔

یہاں پہنچ کر حضرت نے جو ڈانٹ پلائی ان کو کہ یہ بزرگی ہے؟ اس کو تصرف سمجھ رکھا ہے تم نے؟ تھوڑی ڈانٹ پلا کر، اصلاح کر کے ان کو واپس بھیجا۔

مگر جیسے ہی شاہ ابوسعید صاحب نے سماع کے بارے میں فتویٰ بتایا، تو کوئی تصرف نہیں فرمایا، بلکہ کمال عبدیت اور اتباع سنت اور اتباع شریعت کو اپنایا۔ فوراً کہہ دیا کہ بھائی، کوئی نہیں، چھوڑ دیتے ہیں ہمارا سماع، نہیں سنتے۔ مگر وہ تو عشق و محبت کے ضبط، اس کو دبانے کے خاطر سماع سنتے تھے۔

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات فارسی زبان میں بڑے مشہور ہیں۔علاوہ ازیں آپ کی تالیفات میں انوار العیون اور تصنیفات میں عوارف المعارف کی شرح حاشیۃ التعرف اور تعلیقات علی شرح الصحائف بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی روحانیت سے ہمیں مستفیض فرمائے۔

۲۷۔ شاہ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۸۹۴ھ　　　　مولد: بلخ

تاریخ وفات: ۲۵/۲۲/۱۴ ذی الحجہ ۹۸۰ھ یا ۹۸۹ھ یا ۹۶۹ھ　　　　مدفن: تھانیسر

حضرت شاہ جلال الدین تھانیسری عمری، یہ بلخ میں تھے اور وہاں علوم عربیہ شرعیہ اسلامیہ کی تکمیل فرمائی، بلکہ تکمیل کے بعد پھر باقاعدہ مدرسہ شروع کیا۔ اور مدرسہ میں تدریس اور تعلیم اور طلبہ کی تربیت کے لئے علاقہ میں بہت شہرت حاصل کر لی۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد

یہ ہمہ تن اپنے اسی علومِ شریعہ کی تدریس میں مشغول تھے کہ ایک دفعہ شور اٹھا، سب طلبہ اساتذہ میں ایک ہی موضوع ہے کہ کوئی بزرگ آ رہے ہیں، آ رہے ہیں، تو انہوں نے پوچھا، کون؟ طلبہ نے کہا کہ وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی آ رہے ہیں۔ تو ان کے متعلق شیخ جلال الدین نے سن رکھا تھا کہ وہ کون ہیں؟ کیسے ہیں؟

چونکہ یہ صرف ظاہری علوم کی حد تک ان کی دلچسپی تھی اور دوسری لائنوں سے انہیں کوئی نسبت اور واسطہ نہیں تھا، تو جب انہوں نے سنا کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی آئے جس کے لئے سب شور ہو رہا تھا، تو انہوں نے طلبہ سے کہا کہ کون آئے ہیں، عبدالقدوس گنگوہی، جو ناچتے بھی ہیں؟

طلبہ سے کہا کہ جاؤ اور میرا اسلام بھی کہہ دینا، لیکن طلبہ نے پوری بات پہنچا دی۔ انہوں نے سلام بھی پہنچایا کہ ہمارے استاذ شیخ جلال الدین آپ کو سلام فرما رہے تھے اور ساتھ یہ جملہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ اچھا، وہ شیخ عبدالقدوس، جو ناچتے بھی ہیں۔ تو شیخ عبدالقدوس صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جا کر اپنے استاذ سے میرا وعلیکم السلام کہہ دینا اور یہ بھی کہنا کہ ہاں، وہ ناچتے

بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔

یہ ایک مستقل موضوع ہے، میں اخیر میں اس کو ذکر کروں گا۔ان کے حالات مختصراً عرض کر دوں۔تو یہ حضرت شیخ جلال الدین کو طلبہ نے پیغام پہنچا دیا۔ بات آئی گئی ہو کر ختم ہوگئی۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ کا اثر

پھر دوسری مرتبہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اچانک انہیں کے مدرسہ میں پہنچ گئے، شیخ جلال الدین کے مدرسہ میں، اور آمنا سامنا ہو گیا،تو سلام ہوا۔تو چونکہ پہلے ملاقات نہیں تھی ،پہلی ہی ملاقات شیخ عبدالقدوس سے ہوئی۔ شیخ جلال الدین نے سلام کے بعد پوچھا کہ آپ کون بزرگ؟

حضرت شیخ عبدالقدوس نے فرمایا کہ وہ جن کے متعلق آپ فرماتے تھے کہ جو ناچتے ہیں اور میں نے کہلوایا کہ نچاتے بھی ہیں۔تو یہ جو جملہ انہوں نے کہا اور وہ جو نگاہ تھی ان کی ،بس، تیز نگاہ سے جوان کو دیکھا،تو شیخ جلال الدین کی دنیا بدل گئی۔ کہاں تو وہ بالکل اس لائن سے ایک طرح سے متنفر تھے کہ سمجھتے تھے کہ یہ تو بدعتی ہیں اور پتہ نہیں ذہن میں کیا ہوگا،مگر نتیجہ یہ ہوا کہ پھر، جیسے حضرت گنگوہی قدس سرہ وہاں شیخ مولانا محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کے لئے گئے تھے اور وہاں حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہوئے اور چلّہ بھر کا قیام ہوگیا اور وہاں سے دولتیں لے کر لوٹے ،حالانکہ طالب علمی میں سبق ناغہ ہونا برداشت نہ ہوا تھا اور زبان سے نکل گیا تھا، اچھا حاجی آ گیا، ہمارا سبق رہ گیا۔

اسی طرح ان کا بھی کام بن گیا، شیخ جلال الدین کا۔ اور پھر آگے باقاعدہ بیعت ہوئے، ذکر وشغل جاری ہوا اور چند دن میں تو وہاں تک پہنچ گئے جہاں سالہا سال میں لوگ نہیں پہنچا کرتے۔اور ان کی ، جیسے ہی شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے ایک نظر سے اِن کو دیکھا اور ان کی دنیا بدل گئی۔

پھر خود شیخ جلال الدین بھی اس مرتبہ پر شیخ بنے۔اس طرح کہ ایک مرتبہ کسی نے ذکر کیا کہ حضرت! بزرگوں کے متعلق سنا ہے کہ کسی پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں اوران کی دنیا بدل جاتی ہے۔تو حضرت شیخ جلال الدین نے یہ جو پوچھ رہے تھے ان ہی کی کے طرف ذرا سا گھور کر دیکھا۔صرف ایک نگاہ کی وہ تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔

حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہما

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ مدینہ طیبہ میں تھے، وہاں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ بھی اس سفر میں ساتھ تھے، جس میں حضرت کو خلافت ملی ہے۔

حضرت رائے پوری فرمانے لگے کہ میں ایک چیز نوٹ کرتا ہوں، بطور خاص دیکھتا ہوں کہ حضرت سہارنپوری آپ کو کھانے پینے کی کوئی چیز دیتے ہیں،تو پہلے میں دیکھتا ہوں، اس کو گھور کر دیکھتے ہیں، اوراس کے بعد جملہ فرمایا کہ کاش! کہ ہمیں بھی اس طرح کوئی گھور کر کوئی کھلائے۔ یعنی اسی میں وہ پلاتے تھے جو کھانے پینے کی چیزیں ہوتی ہیں، ان پر حضرت سہارنپوری کی نگاہ پڑتی تھی، پہلے غور سے دیکھ کر پھر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو کھلاتے تھے۔

ایک نگاہ کی تاب نہ لا سکے

حضرت شاہ جلال الدین نے اسی شخص کو ذرا گھور کر دیکھا،تو بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آتا ہی نہیں، ایک دن، دو دن، تین دن۔تین دن گزرے،اس کا انتقال ہو گیا۔تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی، وہ جواب تو اسی کو دینا تھا کہ ابھی بھی ایسے لوگ موجود ہیں، مگر وہ، اس میں سہار ہی نہیں تھی کہ ایک نگاہ کی وہ تاب لا سکے۔حضرت کی بڑی کرامات مشہور ہیں۔

ہندوؤں کے میلہ میں

اس علاقہ میں ہندوؤں کا، تھانیسر میں، ایک میلہ لگتا تھا۔ تو میلہ میں ہر قسم کے کرتب لوگ دکھاتے تھے، کوئی مداری، سانپ لے کر آیا ہے، کوئی بندر، بندریا لے کر آیا ہے، کوئی کیا لے کر آیا ہے، کوئی جادوگر بن کر آیا ہے۔ ایک شخص وہاں آتا تھا اور اس کو دیکھنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے۔

وہاں وہ جادوگر یہ کرشمہ دکھاتا تھا کہ سب لوگ کھڑے ہوئے ہیں، بیچ میں زمین خالی ہے، وہ سب سے کہتا کہ دیکھو، یہ سامنے آپ کے بالکل کھلا میدان ہے، اس میں کوئی چیز ہے؟ کوئی چیز نہیں۔ کیا ہے؟ کہا چٹان، پتھر، بالکل ہموار زمین ہے، کچھ نہیں ہے۔ کہا، پانی تو نہیں؟ کہا نہیں، پانی تو نہیں ہے۔ پھر وہ، جس طرح پانی میں چھلانگ لگاتے ہیں، غوطہ لگاتے ہیں، اندر چلے جاتے ہیں، اس طرح وہ زمین کے اندر چھلانگ لگاتا اور وہ پانی کی طرح ہو جاتی، وہ اندر چلا جاتا۔ تھوڑی دیر میں وہاں سے لوگ دیکھتے کہ اس نے سر نکالا، وہاں سے نکلا، پھر وہاں سے کودا، ادھر سے نکلا، تو اس کی سالہا سال سے بڑی شہرت تھی۔

حضرت شیخ جلال الدین فرمانے لگے کہ ہندوؤں کا میلہ ہے، ہمیں بھی وہاں جانا ہے۔ تو بڑا تعجب ہوا حضرت کے خدام کو کہ حضرت وہاں کیوں جائیں گے ہندوؤں کے میلہ میں؟ فرمایا کہ وہ جو کوئی جوگی آتا ہے جس کی بڑی شہرت ہے، زمین کے اندر غوطہ لگاتا ہے، ہم بھی اس کو دیکھیں گے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ حضرت اس کو کیا دیکھیں گے؟

حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت نے دیکھا کہ اس نے اعلان کیا، سب لوگ اکٹھے ہو گئے، دیکھ رہے ہیں۔ اور اس نے یہاں سے زمین کے اندر پانی کی طرح غوطہ لگایا اور وہاں نکلا۔ پھر جب وہاں نکل کر اس نے پھر دوبارہ غوطہ لگایا، تو جہاں سے اس نے سر نکالا تھا، وہاں پر حضرت نے اپنا پیر رکھ دیا۔ بس قصہ ختم، پھر وہ نکل ہی نہیں سکا۔ ساری مخلوق پریشان، دیکھ رہی

ہے۔تو حضرت نے پیر رکھا، اب وہ نہیں نکل سکتا، ہمیشہ کے لئے اندر رہ گیا۔

حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اشکال ہوا تھا حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہ وہ ناچتے ہیں جس پر حضرت نے فرمایا کہ ہاں، جو نچاتے بھی ہیں۔تو یہ دراصل مسئلہ ہے سماع کا، صوفیاء کے یہاں کا، اور خاص طور پر سلسلۂ چشتیہ میں سماع کی بڑی شہرت رہی ہے۔

مجلسِ سماع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی مجلس سماع منعقد ہوتی تھی اور بڑے فتوے لگے، بڑی مخالفت ہوئی، تو حضرت نے پھر خود اپنے آپ کو پابند بنالیا تھا ان علماء کو چپ کرنے کے لئے۔ کیوں کہ باقاعدہ حکومت کی طرف سے دہلی میں جو محتسب مقرر تھے، محتسب کا کام ہوتا ہے احتساب کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شعبہ کو سنبھالنا، تو جہاں کہیں خلاف شرع کوئی چیز دیکھتے، تو وہاں پولیس کے ساتھ جا کر پکڑ دھکڑ ہوتی تھی۔تو اس عہدہ پر اس زمانہ میں قاضی سنامی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

قاضی نظام الدین سنامی محتسب تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مجلس سماع ہوتی تھی، جس پر انہیں اشکال تھا، اور وہ اس کو ناجائز اور بدعت کہتے تھے۔تو جب باہم گفتگو ہوئی، تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو، اس کا فیصلہ تو آسان ہے کہ ہم، میں اور آپ خواہ مخواہ لڑتے ہیں، ہمارے درمیان اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فیصلہ فرمادیں، تو پھر تمہیں کوئی اشکال ہے؟

انہوں نے کہا، اس سے اچھی کیا بات؟ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں ہیں، مراقبہ کیا، گردن جھکائی اور تھوڑی دیر میں اوپر کا عالم منکشف ہوگیا حضرت قاضی سنامی پر کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، جیسے

اس دن قصہ سنایا تھا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جو محتسب تھے قاضی صاحب، ان سے ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو، ان کو رہنے دو، یہ معذور ہیں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو معذور ہیں، اپنی جگہ، لیکن ہم تو آپ کی ظاہری شریعت کو فولو کرتے ہیں اور ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ظاہری شریعت ہے، اس کے مکلّف ہیں۔ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

یہ جب مکاشفہ سے فارغ ہوئے تو نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن لیا؟ تو قاضی سنامی جو محتسب تھے وہ کہنے لگے میرا جواب بھی آپ نے سن لیا کہ میں تو ظاہرِ شریعت کا مکلّف ہوں، ظاہری شریعت کے مطابق جو چیز میرے نزدیک جائز ہوگی، اسی کی اجازت دی جائے گی۔

اختلاف کے باوجود احترام

یہ سلسلہ پھر بھی اسی طرح چلتا رہا۔ مگر اس کے باوجود ظاہری طور پر اتنی لڑائی کے باوجود دل میں کس قدر احترام تھا کہ جب قاضی سنامی کے متعلق حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں اور آخری وقت ہے، تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کے یہاں تشریف لے گئے اور پیغام بھیجا کہ زیارت اور ملاقات کے لئے میں حاضر ہوا ہوں۔

حضرت قاضی سنامی نے فرمایا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ میں مرتے وقت بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ صاف صاف! ظاہر شریعت کے کتنے پابند اور کتنا سخت جملہ استعمال فرمایا! کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ میں مرتے وقت بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ جا کر کہو کہ ہر گناہ گار کی توبہ قبول ہوتی ہے، تو ان سے کہہ دو کہ بدعتی اپنی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔ تو جب یہ جملہ جا کر پہنچایا گیا حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا کہ بدعتی اپنی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے، تو

حضرت قاضی سنامی نے اسی وقت روتے ہوئے فرمایا کہ بھئی، میرا عمامہ لاؤ! فرمایا یہ یہاں سے وہاں تک ان کے چلنے کی جگہ پر ان کے اعزاز میں بچھا دو کہ اس پر چل کر آئیں۔تو دل میں اس قدر اکرام واحترام۔

شرائطِ سماع

یہ چونکہ سلسلہ چل رہا تھا، اس لئے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے یہاں خود شرطیں متعین کر دی تھیں کہ سامع کے متعلق یہ شرط، مسموع کے متعلق یہ شرط، سماع کے متعلق یہ شرط۔کہ جو سننے والا ہو وہ اہلِ شہوت اور اہلِ فتنہ میں سے نہ ہو۔نمبر ایک، وہ متقی پرہیزگار ہو، اس کے لئے جائز۔دوسری شرط مُسْمِع کے متعلق، جو سنانے والا ہو اس کے متعلق یہ کہ وہ متشرع ہو اور اس کی ہیئت شریعت کے مطابق ہو۔اور تیسری مسموع کے متعلق کہ جو چیز سنی جارہی ہے، تو اس میں کوئی فتنہ انگیز موضوع نہ ہو، فتنہ اور شہوت کو ابھارنے والے اشعار اس میں نہ ہوں۔

یہ شرطیں سامع کے متعلق، مُسْمِع کے متعلق اور مسموع کے متعلق اگر پائی جائیں، اسی کو دوسرے الفاظ میں جو مفتیان کرام ہیں وہ اس کو ادا کرتے ہیں زمان، مکان، اور اخوان کی تین شرطیں اگر پائی جائیں، تب ان کے یہاں یہ سماع جائز ہے۔تو یہ سماع حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوتا تھا۔اور ان کے یہاں اس کی مجالس ہوتی تھیں۔

ارشاد الطالبین شاہ جلال الدین تھانیسری کی تصنیف ہے۔اللہ تعالیٰ ان اکابر کی روحانیت کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۲۸۔ حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۴/۸ رجب ۱۰۳۵ھ یا ۱۰۳۶ھ یا ۱۰۲۴ھ مدفن: بلخ

حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور داماد بھی تھے۔ خرقہ اجازت بھی انہیں سے ہے۔ شیخ نظام الدین کے والد ماجد، شاہ عبدالشکور بھی حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تھے۔

شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہریہ و باطنیہ کے جامع تھے۔ علوم معرفت و اسرار و رموز کے علاوہ کیمیا وغیرہ علوم کے بھی حامل تھے۔ اسی وجہ سے حاسدین کو آپ کے ساتھ بغض و عداوت زیادہ تھا۔ اکبر بادشاہ کے یہاں بار بار آپ کی شکایات پہنچنے کی بنا پر دو مرتبہ آپ کو ہندوستان سے باہر بھیج دیا گیا، اولاً حرمین کی طرف اور دوسری دفعہ ماوراء النہر کی طرف۔ وہاں والوں نے جب والیٔ بلخ سے شکایت کی، تو والیٔ بلخ نے بھی شیخ نظام الدین کے اخراج کا ارادہ کیا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں منع فرمایا۔ اس خواب کی بنا پر والیٔ بلخ آپ کا معتقد اس درجہ کا ہو گیا کہ آپ کا مرید بن گیا۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات ہی میں اپنے تمام خلفاء، مریدین کو شیخ نظام الدین کے حوالہ فرما دیا تھا۔ اہل علم نے ولی تراش نام رکھ دیا تھا کہ جس پر بھی آپ نظر فرماتے، ایک ہی وہلہ میں صاحب حضوری اور صاحب مکاشفہ ہو جاتا تھا۔ شیخ نظام الدین کا ایک سانس میں تین سو، چار سو اسم ذات کا معمول تھا۔ تجلیات خاصہ کا ظہور رہتا تھا، حتی کہ ملائکہ بشری صورت میں آ کر نماز میں شریک ہوتے اور آپ انہیں نماز پڑھاتے تھے۔

شیخ نظام الدین صاحب تصانیف بھی تھے۔ شرح سوانح غزالی، لمعات کی دو شرحیں مکی و مدنی، ریاض قدسی، تفسیر نظامی، رسالہ حقیقت، رسالہ بلخیہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔

۲۹۔ حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲؍ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ یا ۱۰۴۹ھ　　مدفن: گنگوہ، ضلع سہارنپور

حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے پیرومرشد ہیں حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ انہیں اشارۂ غیبی ہوا حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کہ تمہیں باطنی دولت کے حصول کے لئے ہمارے خلیفہ، حضرت نظام الدین بلخی تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے یہاں جانا چاہئے۔ اب گنگوہ کہاں اور بلخ، بخارا کہاں؟ مگر فوراً چل پڑے۔ لمبا سفر، غیر ملک، اور کس طرح وہاں پہنچے ہوں گے؟ مگر اللہ کی شان کہ کسی طرح وہاں حضرت نظام الدین کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی۔

جیسے میں نے کہا تھا کہ یہ ہم نے بہت کچھ کھودیا، ملک کے ملک کھودیئے، اور بہت سے علوم ہم سے رخصت ہوگئے، نہ ان علوم کا کوئی پڑھنے والا ہے، نہ جاننے والا ہے۔ تو اب یہ اُس زمانہ میں نہ کوئی موبائل فون تھا، نہ ٹیلی فون تھا، غیر ملک میں سرحدیں عبور کر کے وہاں تک کیسے پہنچے ہوں گے؟ اور وہاں اطلاع ہوگئی کہ آرہے ہیں۔ کیسے؟

جنات کے عمل پر تنبیہ

جیسے ایک دفعہ باٹلی میں کسی پر جن تھا، تو مرحوم ہمارے رشید بھائی، زمزم بیکری والے، اور ایک ساتھی ہیں وہاں ابھی بھی باٹلی میں، وہ مجھے کہنے لگے ان کے یہاں تکلیف ہے۔ تو میں نے جنات کے جلانے کا جو عمل ہے وہ کیا۔ یہ ۶۸/۶۹ء کا قصہ ہوگا۔ اس وقت تو ٹیلی گرام بھی دو تین دن میں پہنچتا تھا، ٹیلی فون کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سہارنپور سے پورے ایک ہفتہ بعد جس دن میں باٹلی گیا ہوں، اس کے پورے ایک ہفتہ بعد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی طرف سے جو گرامی نامہ، محبت نامہ، پہنچتا تھا، تقریباً ہر ہفتہ یا ہفتہ میں

کبھی دومرتبہ،تو وہ ایک ہفتہ کے بعد جو حضرت کا گرامی نامہ پہنچا،تو اس میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ ایک نہایت ضروری چیز تمہیں لکھوا رہا ہوں ۔وہ یہ کہ بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ جنات کے جلانے کا عمل ہرگز نہ کریں۔پھر وہ آگے ساری ہدایات تھیں۔

اب میں اس خط کو پڑھتا ہوں،سوچتا ہوں کہ کیسے حضرت کو اطلاع ہوئی ہوگی؟ کیوں کہ اگر کوئی اس واقعہ کو حضرت کے خدمت میں وہاں لکھتا،تو ابھی ایک ہفتہ وہاں خط پہنچنے میں ہوتا اور اِس وقت جتنی آمد ورفت آسان ہے اور کثرت سے لوگ جاتے ہیں،آتے ہیں،اس وقت تو سب ہی آنے ہی والے تھے،سیٹ ہورہے تھے ادھر،بیوی بچوں والے بھی بہت کم تھے۔تو کیسے حضرت کو اطلاع ہوگئی؟ یا تو جنّاتوں نے شکایت کی ہوگی یا حضرت کو کشف ہوگیا ہوگا۔

حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

ایسے ہی حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ ہے کہ صاحبزادہ حضرت شاہ ابوسعید آرہے ہیں،تو انہوں نے بڑا اہتمام کیا،پورا اپنا قافلہ ساتھ لیا۔جب وہاں کے،بلخ کے،حاکم کو اطلاع ہوئی،تو بڑا معتقد تھا حضرت شیخ نظام الدین کا،تو وہ بھی اپنے امراء،وزراء سمیت بلخ سے باہر استقبال کے لئے،اور بڑے شاہی اعزاز کے ساتھ ان کا استقبال ہوا اور لے گئے،بڑی شاہی دعوتیں شروع ہوگئیں۔

اس طرح چند دن گزرے۔تب شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت،میں اتنی مشقت اٹھا کر کے گنگوہ سے یہاں تک جو پہنچا ہوں،وہ ان دعوتوں کے لئے نہیں آیا۔میں تو وہ دولت جو آپ ہمارے گنگوہ سے یہاں لے کر آئے ہیں،شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے،وہ دولت لینے کے لئے آیا ہوں۔

بس اتنا کہنا تھا کہ سب کچھ بدل گیا۔اب تک تو یہ تھا کہ یہ ہیں،ہمارے بزرگوں کی اولاد ہیں،اس لئے اعزاز ہی اعزاز۔لیکن اب فرمایا،اچھا! پھر تو جاؤ،حمام گرم کرو۔وہ سرد علاقہ ہے۔

تو حمام کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہر وقت، روز کوئی کرامت ہم دیکھتے تھے۔ایک دفعہ تین چار ہزار کا مجمع ہے، ہمالیہ پر جب برف باری ہوتی تھی اور ہوا چلتی تھی، تو وہ ٹھنڈی ہمالیہ کی ہوائیں، ہمالیہ کے دامن میں ہے شملہ اور پھر یہ سہارنپور کا علاقہ ہے، تو چالیس دن تک وہاں سردی رہتی ہے، جو چلّہ کی سردی مشہور ہے سہارنپور کی، تو اس میں لوگ کمبل لحاف اوڑھ کر چلتے ہیں۔

ابھی تین چار روز سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی روز زیارت ہوتی ہے، شاید ان ہی قصوں کی وجہ سے ہوگی۔تو میں نے کل خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت کے ساتھ میں لحاف اوڑھ کر کے بیٹھا ہوا ہوں۔

حضرت کی ایک پھونک

وہاں ایسی سخت سردی اور ہزاروں کا مجمع اور حضرت کے معتکف میں آ کر کسی نے شکایت کی کہ حضرت، ہم بہت کوشش کر رہے ہیں، پھر بھی حمام میں لکڑیاں نہیں جل رہی۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو لکڑیاں اکٹھی کی گئی تھیں، تو کہیں اس پر پانی بہت زیادہ گرا ہوا ہے، بالکل گیلی ہیں۔تو جب اس کو رکھیں گے آپ حمام میں جلانے کے لئے، تو وہ آگ نہیں پکڑ سکے گی گیلی ہونے کی وجہ سے، کوئی بھی وجہ ہوگی۔

حمام والے نے آ کر شکایت کی۔مستقل دو تین آدمی اس پر متعین ہوتے تھے جو ہر وقت گرم پانی وضوء کے لئے، نہانے کے لئے تیار رکھتے۔ہزاروں کے مجمع کا مسئلہ، حمام سے لوٹے میں پانی لے کر وضو کرتے، بالٹی میں لے کر غسل کرتے تھے۔تو اب حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ بھئی، جاؤ ٹال والے کے پاس، لکڑیاں اور لے کر آؤ۔

حضرت نے فرمایا، جاؤ بھئی، سب جلدی سے جا کر سات سات دفعہ سورہ قل اور تین تین دفعہ

آیۃ الکرسی اور درود شریف پڑھ کر دم کر کے آؤ۔ حمام گرم نہیں ہو رہا، لکڑیاں جل نہیں رہی، تو انہوں نے جا کر کیا پڑھا ہو گا، حضرت کے یہاں سے ایک پھونک چلی گئی۔ ماشاء اللہ، وہ دن اور پھر پورا مہینہ، کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

تکمیل کے لئے امتحان

نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ سے فرمایا کہ جاؤ حمام کی خدمت کرو۔ حمام میں لکڑیاں اکٹھی کرنا، جلانا، پانی گرم کرنا، پانی مہیا کرنا مہمانوں کو، یہ تمہارا کام۔ کئی سال لمبا عرصہ یہ خدمت لینے کے بعد پھر حضرت نے دیکھا کہ ابھی تکمیل ہونے کو ہے، مگر اس کا امتحان ہونا چاہئے۔ تو امتحان کے لئے حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو، ساتھ یہ گھوڑوں کے اصطبل کو بھی دیکھا کرو۔

اور جو بھنگن تھی اصطبل میں لید صاف کرنے والی، اس سے حضرت نے فرمایا کہ دیکھو، جب تم ٹوکرا لے کر گزرو، تو تھوڑی سی، یہ جو مہمان ہیں، خدمت کرتے ہیں اصطبل کی اور حمام کی، تھوڑی سی ان کے اوپر بھی گرا دینا۔ پھر دوسرے دن پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے بھنگن نے آ کر بتایا کہ بہت غصہ سے مجھے دیکھ رہے تھے اور کہا کہ ''نہ ہوا گنگوہ''۔ یعنی اگر گنگوہ ہوتا، تو تمہیں پتہ چلتا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اوہو! ابھی تو صاحبزادگی دماغ میں موجود ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ باطن کی صفائی مقصود تھی، اور یہ امراض جس راستہ سے آتے ہیں اسی راستہ سے وہ جاتے ہیں۔ ویسے بہت نماز پڑھ کر کے، بڑی ریاضات آپ مجاہدے کریں اس سے نہیں جائے گا۔ وہ آتا ہے کہ لوگ جب بہت واہ واہ کرتے ہیں کہ صاحب زادہ ہیں، پیرزادہ ہیں، بزرگ ہیں، بڑے ہیں، بڑے عالم ہیں، بڑے مقرر ہیں، بہت اچھے قاری، تو اس سے جو واہ واہ ہوتی ہے اس سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے برعکس سب سے کہا جائے کہ ایک ایک تھپڑ میرے سر پر مارو، جیسے ایک بزرگ سے خادم نے پوچھا کہ حضرت، آج

آپ نے تکبر پر بیان فرمایا مجھے بھی اپنے بارے میں خطرہ ہے، شبہ ہے کہ میرے اندر بھی یہ چیز ہے۔تو فرمایا، ہاں، ہے تو سہی۔اس کا علاج؟

فرمایا ایک اخروٹ کا ٹوکرا لو اور دروازے پر بیٹھو، یہاں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ۔ اور جتنے لوگ گزریں ان سے کہو کہ جو ایک جوتا میرے سر پر مارے گا اسے ایک اخروٹ ملے گا۔ اس طرح یہ نکلتا ہے۔ جتنا اعزاز ہو، عزت ہو، واہ واہ ہو، اس سے وہ بنتا ہے، تو جتنی تذلیل، توہین ہو، اس سے وہ نکلتا ہے۔

بڑائی خطرناک چیز

اب یہ لید (گوبر)، یہ کب برداشت؟ کہ ناپاکی اور گندگی اور پھر وہ بھی بھنگن سے۔تو فرمایا کہ صاحبزادگی ابھی بھی موجود ہے۔اس کے بعد حضرت نے اور خدمت لی اور کچھ عرصہ کے بعد فرمایا کہ اچھا، پھر اس دن کی طرح سے پھر ایسا ہی کیجئے۔ پھر دوسرے دن بھنگن نے آکر رپورٹ دی کہ حضرت، اس دفعہ بولے تو کچھ نہیں، صرف دیکھا غصہ سے۔فرمایا نہیں، ابھی بھی بو ہے۔

دیکھئے، کتنی خطرناک چیز ہے کہ اس کے لئے کتنی مشقت لی جاتی ہے اور کتنا اس کو قابل اعتناء سمجھا جاتا ہے اس بیماری کو کہ اتنا بھی برداشت نہیں۔ابھی ہے تکبر، بڑائی کی بو ہے۔

پھر کچھ عرصہ خدمت لے کر پھر اس کے بعد فرمایا کہ پھر ایسا کیجئے کہ آج تو سارا ہی گند اس کے اوپر ڈال دینا۔چنانچہ بھنگن نے آکر بتایا کہ آج تو جیسا آپ نے فرمایا تھا، میں ان کے پاس پہنچی اور ٹھوکر کھا کر جس طرح گرتے ہیں گر گئی، اور سارا ٹوکرا ان پر گرا۔

اب پہلی دونوں مرتبہ کے برعکس اس مرتبہ میں حیران رہ گئی کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھ سے روتے جا رہے ہیں اور میرے ٹوکرے میں کوڑا اڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو، میں غلط جگہ بیٹھ گیا۔اب تمہیں حرج ہوا اور تم گر گئیں۔تمہیں چوٹ تو نہیں لگی؟

حضرت نے فرمایا کہ ہاں، اب کام بن گیا! اور حضرت نے ان کو بلایا۔اب تک اتنے عرصہ

تک صرف یہ خدمت لی گئی جس سے کوئی سمجھے کہ یہ عالم نہیں ہیں، معمولی کوئی مزدور ہیں۔اور مزدور بھی کچھ قابلِ اعزاز اور قابلِ تعظیم، قابلِ اکرام ہوتے ہیں، تو یہ ویسے بھی نہیں ہیں۔ ویسے ہی حمام دھونکنے والا اور اصطبل میں لید صاف کرنے والا مزدور ہے۔تا کہ وہ اچھی طرح صفائی ہو جائے، مکمل گندگی، تکبر وغیرہ ساری نکل جائے۔

عجب وخود پسندی

اس کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ ہاں، اب کام بنا، تو اب ذکر و شغل ہے۔مگر یہ ذکر و شغل جتنا آدمی پڑھے گا، پانچ ہزار، دس ہزار درود شرف پڑھتا ہے، تو کوشش ہوگی کہ دوسرے کو پتہ چل جائے۔قرآن شریف کتنے پارے پڑھے ہیں کہ آج تو سر میں درد ہو گیا، میرے پندرہ پارے آج پورے نہیں ہوئے۔

یہ بہانہ تھا اس کے سامنے پندرہ پارے کے اظہار کا اور کہنے کا تا کہ دوسرے کے دل میں رعب بیٹھے، بڑائی بیٹھے۔تو یہ حج کا تسلسل، عمروں کا تسلسل، نمازوں، رکعات کی زیادتی، اور پاروں کی اور ختمات کی زیادتی، ایک بہت بڑا کینسر اس سے بھی ڈیویلپ ہوتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔

عجب کا علاج

اس لئے حضرت نے دیکھا کہ اب یہ جو ذکر و شغل سے بہت ترقی ہوئی، کشف بھی ہو رہا ہے، اس سے بھی پھر دل میں عجب پیدا ہوتا ہے، انسان سمجھتا ہے کہ میں ایک اچھا آدمی ہوں، تو یہ بھی پیدا نہ ہو۔اس کے بعد ذکر و شغل کے بعد کشف و کرامات کا ظہور ہونے لگے، تو اس کو ختم کرنے کے لئے حضرت نے اور زیادہ ان سے مشقت لینی شروع کی۔ وہ ذکر و شغل تو تھا ہی، ساتھ فرمایا کہ چلو، آج ہم شکار کھیلنے جائیں گے۔تو یہ جو شکاری کتے رسّی میں بندھے ہوتے ہیں، تو اس کی رسّی جتنی چھوڑی جائے، شکار کی طرف وہ جائے گا۔

چونکہ یہ کتے تو پالنے والے ہوتے ہیں، ان کی آواز پر وہ رکتے ہیں اور جاتے ہیں۔اور جب

بلائیں، تو واپس آ جاتے ہیں۔ مگر یہ تو ان میں سے تھے نہیں۔ تو فرمایا کہ تمہارا کام ان کتوں کو باندھ کر لے جانا اور رسّی پکڑنا۔ شکار کے پیچھے ہم اس کو چھوڑیں گے تو یہ جائیں گے۔ اب وہ شکاری کتّے تو بہت توانا، تندرست اور یہ مدتوں کے مجاہدوں سے نہایت کمزور، ضعیف، لاغر۔ چنانچہ جب کتّوں نے رسّی کھینچی تو یہ تو گر پڑے اور کتّے بھاگ رہے ہیں، یہ لہولہان ہو رہے ہیں۔

جب رات کو واپس آئے تو حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا۔ شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ نظام الدین! تم تو ان کے پیرومرشد ہو، تمہیں تو اس سے زیادہ بھی ان سے ریاضت اور مجاہدہ کروانے کا حق تھا، لیکن ہم نے تو آپ سے اتنا مجاہدہ نہیں کروایا تھا۔

آنکھ کھلی تو ان کو بلایا، گلے لگایا اور فرمایا کہ جاؤ، جس مقصد کے لئے آپ آئے تھے کہ وہ دولت میں لینے آیا ہوں جو آپ گنگوہ سے لے کر آئے تھے، وہ دولت عطا فرمائی، خلافت عطا فرمائی اور ان کو گنگوہ بھیجا۔

اللہ تعالیٰ اس دولت، ان خزانوں کی قدردانی کی ہمیں بھی توفیق دیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۳۰۔ حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: صدر پور

تاریخ وفات: ۹/رجب ۱۱۵۸ھ یا ۱۰۵۴ھ یا ۱۰۵۸ھ مدفن: الہ آباد

حضرت سید محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، جن کو عالمگیر نے اورنگ آباد میں قید میں رکھا، وہیں وفات ہوئی، ان کے پیر و مرشد حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی ہیں۔

حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی نے اپنے یہاں صدر پور میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علوم عربیہ اسلامیہ، علوم شریعت کی تکمیل کی۔ اس سے فراغت پر جیسا کہ ان سب کے یہاں یہی ایک سوچ ہوتی تھی کہ ہم نے ظاہری علوم تو پڑھ لئے، اب دوسری لائن تصوف اور سلوک کی ہے، اس کو بھی حاصل کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی اس مقصد کے مشورہ کے لئے حاضر ہوئے دہلی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر۔ مراقبہ کیا، تو حضرت نے ارشاد فرمایا، قبر والوں کو اس ظاہری دنیا سے کہ کون کیا کھاتا ہے اور پیتا ہے اور راحت میں ہے اور تکلیف میں ہے، اس سے زیادہ کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

وہ تو جب فرشتہ نامۂ اعمال لے کر جاتا ہے، تو جن جن کو ارواح جانتی ہیں، کسی کے والدین میں سے جو فوت ہو چکے ہوں، اجداد میں سے ہوں، تو وہ فرشتوں سے درخواست کرتے ہیں، میں یہ اعمال نامہ ذرا دیکھ سکتا ہوں۔ پھر وہ اس میں کیا ڈھونڈتے ہیں؟

وہ یہی ڈھونڈتے ہیں کہ نیک اعمال کا پلڑا جھک رہا ہے، غالب ہو رہا ہے یا گناہوں کا انبار ہے۔ جب نیکیاں دیکھتے ہیں، خوش ہوتے ہیں۔ برائی دیکھتے ہیں تو انہیں رنج اور افسوس ہوتا ہے۔ تو انہیں کہاں کہاں پر کیا ہو رہا ہے اس کا پتہ ہوتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کوئی علم ذاتی تو نہیں،

اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ ان کو اس کی اطلاع ملتی ہے۔

تمہارا حصہ ردولی شریف میں مقدر ہے

میں فیصل آباد میں معتکف تھا۔ تو وہاں ایک دفعہ ہمارے مرحوم دوست مولوی احمد لولات کے ساتھ بزرگوں کا تذکرہ ہوا۔ صبح اٹھ کر میں نے ان سے کہا کہ آج خواب میں مجھ سے کسی نے کہا کہ تم ردولی شریف جاؤ، تمہارا حصہ وہاں مقدر ہے۔ تو ان کی خاص ادا تھی مولوی احمد کی۔ ایسے خوشی کے موقع پر کہتے کہ ہاتھ دو، تالی بجاؤ۔ انہوں نے ہاتھ ایسے دیا۔

مجھے کہنے لگے کہ مٹھائی کھلاؤ۔ دیکھو کتنے بڑے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے حالات میں آتا ہے کہ ہر وقت استغراق میں رہتے تھے، کسی چیز کا پتہ نہیں ہوتا تھا، نماز کے وقت بھی خادم اطلاع دیتا کہ نماز کا وقت ہو گیا، اذان ہو گئی، نماز کے لئے چلیں، کچھ سمجھ نہیں سکتے تھے۔

جب وہ کہنا شروع کرتے الحق، حق، حق، خادم بولتا، تو وہ آنکھیں کھولتے اور جدھر وہ چلتا رہتا اس کے پیچھے وہ چلتے رہتے۔ صف میں لے جا کر کھڑا کر دیا، نماز شروع ہوئی تو نماز کی نیت باندھی۔ تو وہاں کے متعلق ارشاد ہوا کہ وہاں جاؤ، تمہارا حصہ وہاں مقدر ہے۔

شاید فیصل آباد کے دوستوں میں سے کسی کے نام حضرت کے اعتکاف کے حالات کے ذیل میں اپنا یہ خواب کسی کو لکھا ہوا اور وہ خط بھی شاید اس کے پاس محفوظ ہو۔ جیسا کہ الحاج بھائی محمد انور صاحب کا خط سن کر حضرت نے فرمایا تھا کہ میری طرف سے یہ بھی لکھ دینا۔ حضرت نے ایک پیغام لکھوایا تھا۔

سندھ سے بلاوا

جب کراچی میں حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہم لوگ حضرت شیخ اور خلفاء کتاب لکھ رہے تھے، تو روز صبح ناشتے پر وہ پہنچ جاتے مولانا یحییٰ صاحب کے

مدرسہ میں۔ کبھی وہ اپنا خواب بیان کرتے، کوئی واقعہ سناتے، کیسے آئے، کیا ہوا۔

ایک دن میں نے کہا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کسی نے مجھ سے کہا پورا نام لے کر، یہ راشدی سلسلہ کے بزرگ ہیں، آپ وہاں جائیں، وہ آپ کو یاد فرماتے ہیں۔

میں نے جب ان کو سنایا، تو حضرت مولانا یوسف صاحب فرمانے لگے کہ آپ تو بہت نازک آدمی ہیں اور وہ سندھ میں اتنے اندران کا مزار ہے کہ وہاں تک سڑکیں بھی ٹھیک نہیں ہیں، آپ وہاں کے سفر کا تحمل نہیں کر پائیں گے۔ خیر، میں نے کوئی زیادہ اصرار نہیں کیا، لیکن لِنک دیکھئے کتنی زبردست، وہاں اس وقت تو مولوی احمد علی لیسٹر سے یا ایک دو اور حضرات تھے، وہ لکھتے بھی تھے روز جو اس طرح کی گفتگو ہوتی تھی میری اور ان کی، کوئی خواب وغیرہ، کوئی واقعہ، کوئی حضرت شیخ کا میں سناتا تو وہ نوٹ کر لیتے تھے۔ یہ قصہ کوئی ۸۳ ء کا ہے۔

روضۂ اقدس سے بیعت کی اجازت کا حکم

اس کے چند سال بعد میں مدینہ شریف میں حرم میں تھا، رات کو ڈھائی بجے مولانا سیف الرحمٰن صاحب، مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث، مجھے تلاش کرتے ہوئے آئے کہ حضرت درخواستی آج آپ کو تراویح کے بعد یاد فرما رہے تھے۔ لمبا قصہ ہے، میں مختصر کرتا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ ان شاء اللہ، کل حاضر ہوں گا۔

میں دوسرے دن حاضر ہوا، تو حافظ حدیث حضرت درخواستی کا لقب تھا، ایک سو آٹھ برس کی عمر انہوں نے پائی تھی، اور یہ سو برس کے بعد ہی کا قصہ ہے جو ایک سو پانچ برس کی اس وقت عمر رہی ہوگی پانچ یا چھ، انتقال سے ایک دو سال پہلے۔ تو جب میں حاضر ہوا، تو پوچھا کون؟

میں نے کہا یوسف، لندن سے۔ فوراً شروع ہو گئے۔ فرمانے لگے کل جب میں روضہ شریف پر سلام کے لئے حاضر ہوا، وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں ہمارے سلسلہ قادریہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں۔

اس وقت جب انہوں نے فرمایا، یہ بھی مجھے پتہ نہیں تھا کہ ان کا سلسلہ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ راشدیہ ہے۔ بعد میں پھر پتہ چلا کہ اسی کے لئے وہ بزرگ خواب میں بلا رہے تھے۔ خواب میں جو ارشاد فرمایا تھا سندھ میں جن کا مزار ہے، پیر راشدی، ان ہی کا سلسلہ راشدیہ ہے۔ یہ پورا اندرونی طور پر ایک سلسلہ ہے۔

ایک اندرونی سلسلہ

اسی لئے حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی جب وہاں حاضر ہوئے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر، تو وہاں سے فرمایا کہ اس وقت سلسلہ صابریہ میں شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سلوک اور معرفت کی مجالس بہت گرم ہیں، تم ان کے یہاں جاؤ۔ تو کہاں مجالس ٹھنڈی پڑ گئی ہیں، کہاں بے رونقی ہے، کہاں مجلسیں گرم ہیں، یہ بھی ان کو پتہ ہے۔

صبح وہاں سے مراقبہ سے اٹھے اور فوراً گنگوہ پہنچے۔ شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، اور چند دن کے بعد جیسے بتایا تھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک چلّہ میں، ایک چلّہ سے بھی پہلے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی صاحب نے خلافت دی تھی۔

اس طرح یہ بھی چند روز رہے اور اس کے بعد ایک دن حضرت شاہ ابوسعید نے فرمایا کہ محبّ اللہ! ادھر آؤ، آپ کی تکمیل کئے دیتے ہیں۔ کمرے میں لے گئے، کچھ توجہات دیں اور اس کے بعد ان کو خلافت عطا فرمائی۔ تو کئی خدام جو برسہا برس سے حضرت کی خدمت میں تھے، وہ سوچنے لگے کہ دیکھو، یہ تو ابھی کل کا مہمان، چند دن پہلے آئے تھے یہ صاحب، اور ان کی تکمیل بھی ہو گئی، خلافت بھی پا گئے یہ۔ تو یہ پورا ایک اندرونی سلسلہ ہے۔

سلسلۂ اویسیہ اور خلافت بالاصالۃ

اور روحانی طور پر ایک سلسلہ ہے، اس کو سلسلۂ اویسیہ کہا جاتا ہے۔ یہ جو بیعت اور اجازت اور خلافت ہے، اس کی ایک قسم تو ہے جس کو کہا جاتا ہے بالاصالہ۔ اصالۃً وہ خلافت کہلاتی ہے کہ

جس میں امر الٰہی سے شیخ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے بیعت کی اجازت دے، جیسے کہ حضرت درخواستی نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ تو یہ امر الٰہی ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے۔ اس لئے امر الٰہی سے کسی کو اجازت ملے اس کو کہا جاتا ہے اصالۃً۔

اللہ کی طرف سے مأمور

دوسری جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہم لوگ تھے ۶۹ء میں۔ تو میرے جانے سے چند ماہ پہلے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب وہاں حضرت کے ساتھ تھے حرمین میں، تو ایک دن حضرت نے صوفی اقبال صاحب کو اور بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کو، ان خدام کو بلایا، رمضان میں ابھی چار پانچ مہینے باقی تھے، تو ان کو بلا کر بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب اور صوفی اقبال صاحب سے فرمایا کہ دیکھو، اگر میں مر جاؤں تو میری طرف سے طلحہ کو اور یوسف کو بیعت کی اجازت ہے، یہ ان کو پیام پہنچا دینا۔

یہ مأمور اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ تو سوچتے ہیں کہ یہ امر پورا کرنے سے پہلے کہیں میری موت آ گئی، تو اس ڈر سے وصیت فرما دی۔ اس کے بعد جب میں حاضر ہوا وہاں ایک دو مہینہ کے بعد، خود حضرت نے رمضان المبارک میں معتکف میں بلا کر اجازت دی۔

خلافت بالاجازۃ

یہ ایک بیعت کی اجازت ہوتی ہے اصالۃً، دوسری خلافت ہوتی ہے اجازۃً۔ کہ جس میں کوئی ایسا حکم نہ ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے، کوئی غیبی اشارہ نہ ہو اور کسی روحانی اشارے کے بغیر شیخ اپنی رضا اور خوشی سے کسی کو اپنی طرف سے اجازت دے، اس کو کہا جاتا ہے اجازۃً۔

خلافت بالاجماع

اور تیسری ایک قسم ہے اجماعاً۔ اجماعاً یہ کہ شیخ کا انتقال ہو گیا اور مثال کے طور پر اس شیخ کی

اولاد میں سے کوئی اہل تو تھا، مگر شیخ نے اپنی طرف سے ان کو خلافت نہیں دی تھی، تو سب جتنے اہل سلسلہ ہیں، مشورہ کے بعد ان کو ان کا جانشین بنالیں کہ آپ ان کی جگہ بیعت کیا کریں، تو سب کا گویا ایک طرح سے اجماع ہو گیا۔ تو یہ بیعت شیخ کی طرف سے نہیں ہوگی، ان کے خُلفاء کی طرف سے یہ بیعت ہوگی، اور ان کی طرف سے اجازت شمار ہوگی۔ تو یہ اصالۃً اجازۃً اور اجماعاً، یہ تین قسمیں ہوئیں۔

خلافت بالوراثۃ

پھر آگے جو گدّی نشین پرانے زمانہ میں ہوتے تھے، تو وہاں وہ باپ کے بعد بیٹا وارث ہے زمین جائیداد کا، تو اس مسند کا بھی وارث، تو وارث کو بٹھا دیتے تھے۔ یہ خلافت صحیح نہیں ہے۔ تو اس کو کہتے ہیں وراثۃً۔

خلافت بالتحکّم

اور تحکماً یہ ہے کہ کوئی گدّی ہے، گذشتہ زمانہ میں سلاطین ہوتے تھے، تو دیکھا کہ شیخ تھے، ان کا انتقال ہو گیا، تو خود بادشاہ اور خلیفہ، امیر المؤمنین، اگر اسلامی خلافت ہے، اور وہ مناسب سمجھے کہ ان کا بیٹا اس کا مستحق ہے، اس کو وہ بادشاہ حکم لکھ دے، تو اس کو کہتے ہیں تحکماً کہ بادشاہ کی طرف سے، امیر المؤمنین کی طرف سے حکم کے طور پر ہے، تو اس کو مسلّم مانا گیا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الأَمْرِ مِنْكُمْ، کہ اگر اسلامی خلافت ہے اور اسلامی حکومت ہے، تو اس کو معتبر مانا جائے گا۔

خلافت بالتکلّف

یہ تحکماً ہوئی۔ ایک قسم ہے تکلفاً، کہ جس میں شیخ کو تکلف کرنا پڑے۔ دو چار علماء کی جماعت پہنچ گئی اور انہوں نے جا کر مشورہ دیا کہ حضرت، فلاں کو آپ اجازت دے دیں۔ تو کسی کے

متعلق مشورہ دیا جائے اور اس کے بعد جوان کو اجازت دی جائے، تو اس میں ایک قسم کا تکلف ہوتا ہے، تو اس لئے اس کا نام ہی تکلفاً ہے۔

اور یہ جن کا ذکر کیا میں نے کہ حضرت شیخ محبّ اللہ کو وہاں دہلی سے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا کہ وہاں جاؤ اور وہاں ان کی واقعۃً چند روز میں روحانی طور پر تکمیل ہو گئی، تو اس کو سلسلۂ اویسیہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس روحانیت کے حصول کی ہمیں توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ان روحانی علوم کی قدردانی کی توفیق دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۱۳۱۔ سید محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۱۴/ شوال ۱۰۲۱ھ

تاریخ وفات: ۳۰/ رجب ۱۲۷اھ یا ۱۰۷اھ مدفن: اکبر آباد

حضرت شیخ عضد الدین کے پیر و مرشد تھے سید محمدی اکبر آبادی۔ ان کی طرف سے بھی انہیں خلافت ہے اور ان کے ایک صاحبزادے تھے مکی، ان کی طرف سے بھی، باپ بیٹے دونوں کی طرف سے خلافت پائی۔ اور یہ چچا بھتیجے ہوتے ہیں۔ تو چچا جان کی طرف سے بھی انہیں خلافت ملی اور چچازاد بھائی کے طرف سے بھی ملی۔ جیسے حضرت سہارنپوری قدس سرہ جب مکہ معظّمہ پہنچے ہیں، تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حالات دیکھے اور اپنی طرف سے انہیں خلافت نامہ تحریری طور پر، لکھ کر عطا فرمایا۔ پھر جب حضرت گنگوہ پہنچے، تو حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں خلافت نامہ پیش کیا، تو حضرت نے اپنی طرف سے بھی اجازت دی، تو اپنے پیر کی طرف سے بھی اور دادا پیر کی طرف سے بھی، دونوں کی طرف سے خلافت ملی۔

یہ بھی بڑے اپنے زمانہ کے اونچے علماء میں سے تھے۔ جب ظاہری علوم سے فراغت حاصل کی، تو اس کے بعد انہوں نے باطنی علوم اور تصوف اور سلوک میں قدم رکھا۔ اور چودہ برس اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ اور بہت اونچے مشائخ میں سے تھے۔

مگر جب کوئی ذرا زیادہ اونچا ہو جاتا ہے، تو پھر مشکلات بھی بڑھ سکتی ہیں۔ تو ان کی شہرت، ان کی بزرگی، ان کا اثر حکومت سے دیکھا نہیں گیا۔ اور حکومت اگر کوئی بے دین ہوتی، کمزور ہوتی، چھوٹی سی ہوتی، تو ہم اس پر محمول کرتے کہ اتنے بڑے آدمی کو وہ برداشت نہیں کر سکے۔ لیکن یہ حکومت اکبر کی نہیں تھی، جہانگیر کی نہیں تھی، اگرچہ دونوں کے یہاں بہت سی چیزیں مشترک بھی ملتی ہیں۔

یہ عالمگیر کی حکومت تھی۔حاسدین کی شکایات کی بنا پر عالمگیر نے انہیں حرمین بھیج دیا تھا، جہاں آپ نے پانچ سال قیام فرمایا۔واپسی پر پھر حاسدین نے دوبارہ شکایات عالمگیر کے دربار میں پہنچائیں۔اس موقع پر عالمگیر نے آپ کو اورنگ آباد کے قید خانہ میں محبوس کر دیا تھا اور اسی قید کی حالت میں آپ اس جہاں سے رخصت ہوئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

۳۲۔شاہ محمد مکی جعفری

تاریخ وفات: ۱۱/رجب ۱۱۷۲ھ مدفن: امروہہ

بعض شجرات میں شاہ محمدی اکبر آبادی اور شاہ عضد الدین کے درمیان شاہ محمد مکی جعفری کا واسطہ بھی ملتا ہے۔ یہ شاہ محمد مکی جعفری شاہ محمدی اکبر آبادی کے بیٹے اور شاہ عضد الدین کے چچازاد بھائی بھی ہیں۔شاہ محمد مکی نے ارادت اور خلافت اپنے والد ماجد شاہ محمدی اکبر آبادی سے حاصل کی۔

البتہ تاریخ سے ثبوت ملتا ہے کہ شاہ عضد الدین کو خلافت سید محمدی سے بلا واسطہ حاصل ہے، جیسا کہ خود شاہ عضد الدین کی تصنیف مقاصد الصادقین میں درج ہے۔اختلاف کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ احتمال ہے کہ شاہ عضد الدین کو خلافت اگرچہ بلا واسطہ شاہ محمدی اکبر آبادی سے حاصل ہے،لیکن تکمیل فیوضات کچھ اپنے اس چچازاد بھائی شیخ محمد مکی سے بھی ہوئی ہو۔

۳۳۔ حضرت شاہ عضد الدین امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۲۴؍رجب ۱۰۷۷ھ　　　　مولد: امروہہ

تاریخ وفات: ۲۷؍رجب ۱۱۷۲ھ یا ۱۱۷۰ھ　　　　مدفن: امروہہ ضلع مراد آباد

حضرت شیخ عبدالہادی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد حضرت عضد الدین امروہوی ہیں۔ ایک ہی شہر میں مسلسل سلسلہ چشتیہ کے تین بزرگ امروہہ میں مدفون ہیں۔ حضرت شیخ عبدالباری، ان کے پیر حضرت شیخ عبدالہادی، ان کے پیر شیخ عضدالدین۔ ان کا ذکر شیخ عزالدین امروہوی کے نام سے بھی آیا ہے۔ بعضوں نے ان کا تذکرہ کیا ہے عزالدین کے نام سے اور بعضوں نے عضدالدین کے نام سے، یہ ایک ہی بزرگ ہیں۔

یہ علامہ عزالدین، یہ بڑے علامہ تھے علوم ظاہرہ، باطنہ میں نہایت کامل اور مکمِّل بھی تھے۔ لیکن جیسا آپ نے ابھی پیچھے سنا کہ ان کے بعد جو ہوئے، حضرت شیخ عبدالہادی، تو علومِ شریعت میں اس مرتبہ کے نہیں تھے۔ حق تعالیٰ شانہ کی مشیت، سلسلہ پڑھنے پڑھانے کا شروع کیا گیا تھا، مگر ابتدائی کتابوں میں تھے اور وہ بزرگ آ گئے اور کچھ کھلایا اور کھالیا اور وہ مجذوب ہو گئے۔

اسی طرح شیخ عبدالباری کے متعلق آپ نے سنا کہ جو شیخ عبدالرحیم ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ پیروں میں سے کہ ان کی اپنی اصلاح ہوئی حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں اور اتباعِ سنت کا غلبہ ہوا، تو وہاں جا کر کے امروہہ والوں کو بتایا، سلسلہ قادریہ میں جن سے پہلے بیعت تھے، تو وہاں جا کر ان کو بھی بتایا کہ دیکھو، ہم لوگ غلطی پر تھے۔ یہ جو عرس کرتے ہیں اور سب بدعات میں مبتلا ہیں، حضرت سید صاحب سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ سب امور خلافِ شریعت ہیں۔

وہاں بھی ظاہرِ شریعت کا غلبہ نہیں تھا، نہ شیخ عبدالہادی کے یہاں، نہ شیخ عبدالباری کے یہاں۔ اور خود حضرت شیخ عبدالرحیم ولایتی رحمۃ اللہ علیہ، جب ان کے متعلق شکوہ کیا گیا کہ روحانی

طور پر تو آپ سید احمد بریلوی سے بھی بہت اونچے ہیں پھر آپ ان سے بیعت کیوں ہوئے؟ تو انہوں نے کہا کہ نسبتوں کی ایسی تیسی، ہمیں تو نماز ان کے ذریعہ ملی، روزہ ان کے ذریعہ ملا، ورنہ پتہ نہیں ہم تو کہاں سے کہاں ہوتے۔

یہی اثر ان کے خلیفہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں تھا کہ وہ بھی، ان کا شغل علومِ شریعت کی تدریس اور پڑھنے پڑھانے کا نہیں تھا، وہ مکتب پڑھاتے تھے۔ ان کے خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق عرض کیا تھا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ صرف کافیہ تک کی تعلیم تھی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ شاہ قلندر صاحب سے مشکوٰۃ پڑھتے تھے۔

یہ جو بیچ میں سلسلہ رہا، چار پانچ پشتوں تک، کہ جن میں شیوخ ایسے نہیں تھے کہ جنہیں باطنی علوم کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم اور شریعت پر بھی اتنا ہی مکمل عبور ہو، اس وجہ سے ہمارے طریقہ میں بہت سے قابل اشکال امور پیدا ہو گئے تھے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب فرمایا۔ لیکن یہ کمال ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے مجدد کہ جن سے اتنی پشتوں کی اصلاح ہوئی اور وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ یہ نہیں کہ بعد میں پتہ چلا کہ حاجی صاحب کو علومِ شریعت پر اتنا عبور نہیں ہے، قرآن وسنت پر اتنا عبور نہیں ہے، اس کو وہ سمجھتے تھے، پھر بھی حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہوئے۔

حضرت حاجی صاحب کی پہچان

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی میں پڑھتے تھے، تو ایک دفعہ سبق ہو رہا تھا، اور سبق بھی منطق کا، کوئی اتنا اہم سبق بھی نہیں، منطق فلسفہ کا۔ تو انہوں نے اپنے استاذ سے وقت مانگا۔ تو انہوں نے بہت سوچ کر مدت کے بعد ایک وقت دیا کہ اس وقت پڑھایا کریں گے۔ سبق شروع ہوا، اتنے میں ایک دن مہمان آ گئے۔ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو پہچانتے تک بھی

نہیں تھے، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت کے رفیقِ درس تھے، وہ پہچانتے تھے۔

تمام طلبہ اساتذہ کھڑے ہوگئے کہ حاجی صاحب آگئے، حاجی صاحب آگئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھی مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اچھا حاجی آگیا، ہمارا سبق رہ گیا۔ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نہیں، ایسا مت کہو، یہ تو ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ تو یہ حاجی صاحب کی پہلی زیارت تھی۔

یہ تینوں بزرگ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون میں تینوں رہا کرتے تھے۔ تو ان میں جو شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان سے گفتگو کرنے کے لئے حضرت گنگوہی تھانہ بھون تشریف لے گئے۔

ہوا یہ تھا کہ حضرت شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے ہم لوگ حاضری دیتے ہیں مواجہہ شریف پر، تو اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو سلام کرتے ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں۔ تو یہ جتنا جتنا شیخین میں فاصلہ ہے، اتنا اخیر میں ایک بالشت ذرا سا ہٹ کر کے آپ اگر کھڑے ہوں تو بالکل آپ کے سیدھ میں وہ اندر کی دیوار کا کونہ پڑتا تھا، جہاں ہم نے شروع کے سالوں میں جب حاضری دی ہے مدینہ منورہ، تو میں نے خود دیکھا کہ وہاں جو دیوار کا کونہ تھا تو وہاں غلاف پر تحریر تھی **هذا موضع قبر سيدنا عيسى عليه السلام**، کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے لئے یہ جگہ ہے۔

اس پر انہوں نے ایک رسالہ لکھا تھا اور وہ احادیث ذکر کی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں مدفون ہوں گے۔ تو احادیث میں اس کا ذکر ہے، لیکن وہ رسالہ لکھنے کی ان کو ضرورت پیش آئی ہوگی کہ اس زمانہ میں کسی نے انکار کیا ہوگا کہ یہی جگہ ان کے لئے متعین ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے۔ انہوں نے احادیث ذکر کر کے لکھا کہ ان احادیث کا جو انکار

کرے اور کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں دفن نہیں ہوں گے، تو وہ کافر ہے۔ تو یہ مضمون سب صحیح تھا کہ احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں دفن ہوں گے، لیکن ان احادیث کے نتیجہ میں یہ کہنا کہ جو اس کا منکر ہو وہ کافر، جو عیسی علیہ السلام کے دفن کی اس جگہ کا منکر ہو، وہ کافر ہے۔ اس پر اشکال ہوگا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب وہ رسالہ پڑھا، تو فرمایا کہ یہ مضمون سارا صحیح ہے، لیکن یہ تکفیر صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ جو احادیث ہیں اخبارِ احاد ہیں، اور اخبارِ احاد سے، خبرِ واحد کے ذریعہ صرف ظن ثابت ہوسکتا ہے۔ فرائض کے لئے یا تکفیر کے لئے قطعیات کی ضرورت ہے، وہ نہیں ہے۔ صرف اس سے ظن ثابت ہوتا ہے اور ان کی تکفیر نہیں کی جا سکتی، جو یہاں تدفین کا انکار کریں۔

اس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے رد میں رسالہ لکھا۔ حضرت شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب وہ رسالہ کوئی صاحب لے گئے کہ انہوں نے رد میں یہ لکھا ہے، تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہی واسطے انہوں نے یہ علم پڑھا تھا؟ اس طرح کے کچھ کلمات حضرت شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کا پتہ چلا، تو سوچا کہ جا کر تصفیہ کر لیں، گفتگو ہو جائے۔ اس کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سلسلہ کی اصلاح

بہرحال، یہ جو سلسلہ تھا ہمارا چشتیہ، یہ ظاہرِ شریعت سے کسی زمانہ میں دور ہوتا چلا گیا کہ جو شیوخ تھے یکے بعد دیگرے وہ علوم شریعت کے حامل نہیں تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب کی اصلاح اور کئی پشتوں کی اصلاح کے لئے منتخب فرمایا۔ اب کیسے؟ کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے، مگر اس کے باوجود وہ

انہیں پیر بھی بنائے ہوئے ہیں۔ نہ صرف بیعت، بلکہ ان کی تعلیمات پر بھی عمل کرتے ہیں۔ اور اس دن جو جواب نقل کیا تھا کہ کسی نے کہا کہ حضرت، یہ حاجی صاحب کے یہاں ایسا ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے، تو حضرت نے جواب دیا کہ ہم نے تو صرف طریقت میں ان سے بیعت کی ہے، شریعت میں نہیں۔

ہفت مسائل کے بارے میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

یہ چیزیں حضرت حاجی صاحب کو بھی پہنچتی تھیں، تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہفت مسائل (سات مسائل) پر ایک رسالہ تحریر فرمایا، جس میں ان تمام امور کا ذکر تھا۔ اور جب یہ رسالہ ہندوستان پہنچا، تو ان بزرگوں پر تو اس کا کیا اثر ہوتا، لیکن جو اس سلسلہ میں وابستہ حضرات تھے، انہیں پریشانی ضرور تھی کہ ایک قسم کا خلفشار، انتشار، آپس میں اختلاف ہو رہا ہے۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بھی بہت پریشان تھا اس زمانہ میں اور اسی پریشانی کی عالم میں ایک مرتبہ میں نے خواب یا مکاشفہ میں دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں گفتگو کر رہا ہوں کہ حضرت، یہ جو رسالہ آپ نے ہفت مسئلہ تصنیف فرمایا ہے اور اس میں ان مسائل پر آپ نے بحث کی ہے، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور یہ ہمارے علماء تو اس کے خلاف ہیں اور وہ اس کے حق میں نہیں ہیں۔

گفتگو ہوتی رہی، تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت، یہ تو سب سے اچھا ہے۔ پھر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، تم تیار ہو جاؤ۔ تو کہتے ہیں ایک بہت بڑا مکان تھا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تھوڑی دیر میں حضرت حاجی صاحب بالکل تیار ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے دیکھو،

دیکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔

اتنے میں میں نے دیکھا کہ صحابہ کرام کی بڑی جماعت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیچھے ہٹتے ہوئے، ہٹتے ہوئے، مجمع تھا، اس لئے ایک کونہ کی طرف کھڑے ہو گئے۔ میں نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب اس کونہ میں کھڑے ہو گئے، تو میں نے دوسرا ایک کونہ لے لیا، میں وہاں کھڑا ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلتے، چلتے، چلتے، جہاں میں کھڑا ہوا تھا، تو وہاں حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں میں کھڑا ہوا تھا اس کونہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس تشریف لا کر میرے کندھے پر، گردن پر، تھپکی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب! یہ لڑکا ٹھیک کہتا ہے۔ یعنی ہفت مسائل کے بارے میں جو ان کی رائے ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم صاحب نانوتوی اور ان علماء کی، تو یہ ٹھیک کہتا ہے۔

جب حضرت حاجی صاحب نے یہ سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ٹھیک کہتا ہے، تو حضرت حاجی صاحب نے جھکنا شروع کیا، جھکتے جاتے اور کہتے جاتے، بجا و درست کہ بجا ارشاد فرمایا اور درست ارشاد فرمایا۔ تو یہ بجا و درست فرماتے فرماتے، نیچے ہوتے ہوتے، زمین تک سر ان کا پہنچ جاتا تھا۔

خواب میں تو سب کچھ ہو سکتا ہے، بیداری میں کوئی کرنا چاہے، تو جو ورزش وغیرہ کرتے ہیں، ان کے سوا ہم لوگ تو نہیں کر سکتے۔ تو کہتے ہیں کہ پیر تک سر پہنچ جاتا حاجی صاحب کا، پھر اس کے بعد کھڑے ہوتے، پھر دوسری مرتبہ شروع کرتے بجا و درست۔ تو سات مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے اس کا اقرار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل بجا ارشاد فرمایا اور درست ارشاد فرمایا۔

حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر وہ خواب یا مکاشفہ لکھ کر حضرت حاجی صاحب کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو، یہ تبرک جو انہوں نے بھیجا ہے۔ حضرت پر بڑا اثر ہوا۔ اس کو پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کو قبر میں میرے ساتھ میرے کفن میں رکھ دینا۔

ہمارے سلسلہ میں مسلسل کئی پشتوں میں حاملین علوم شریعت مشائخ نہ ہونے کی وجہ سے یہ خلاء پیدا ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے جو رسوم پیدا ہو چکی تھیں، تو اس کے خاتمہ کے لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے منتخب فرمایا۔ حضرت شیخ عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد جن کا آج میں نے ذکر کیا حضرت عضد الدین، تو وہ شریعت کے علوم کے کامل، مکمَّل اور مکمِّل تھے، اور ظاہری باطنی، دونوں علوم کے حامل تھے۔ اور ان کی خصوصیات میں سے ایک زبردست چیز یہ تھی کہ وہ تعبیر کے زبردست ماہر۔ تو کسی نے پوچھا کہ حضرت، یہ تعبیر جو آپ دیتے ہیں، بالکل تیر بہدف، ایسا کیوں؟ یہ علم مجھے حاصل کرنا ہے۔ مرید نے حضرت سے درخواست کی۔

فن تعبیر

مولانا ہاشم صاحب ایک مرتبہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ نے فلاں تعبیر دی، فلاں تعبیر۔ تو یہ تعبیر کا علم، یہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے بھی نہیں معلوم۔ میں نے کہا کہ یہ تو ایک وجدانی اور ذوقی چیز ہے۔

ابھی ایک اپنے خاندان کے بڑے میرے پاس دو مہینے، تین مہینے پہلے آئے اور انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ اتنا گندا خواب دیکھا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا نہیں، خواب ہے، بیان کرنے میں کیا حرج؟ انہوں نے بیان کرنا شروع کیا۔ ابھی وہ اپنے جملے مکمل نہیں کر پائے کہ فوراً میں نے کہا اس میں تو بہت بڑی بشارت ہے۔ وہ کہنے لگے اچھا؟ میں نے کہا کہ آپ کے خاندان میں کئی بیٹے آنے والے ہیں، بیٹے کے بعد بیٹا آ رہا ہے۔ پھر انہوں نے فون

کیا کہ آپ کی تعبیر تو بالکل درست نکلی۔شاید سکان والوں نے بتادیا ہوگا۔

شیخ عضدالدین سے کسی نے پوچھا کہ حضرت، یہ تعبیر جو دیتے ہیں، یہ علم تعبیر کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ حضرت نے ارشادفرمایا کہ نہیں، یہ حاصل کیا نہیں جاتا، کوشش کرنے سے نہیں ملتا۔ اس لئے کہ اس کا زیادہ تر مدار جو ہے وہ علم کشف سے ہے۔جنہیں علم کشف حاصل ہوتا ہے، کہتے ہیں کشف اس کے لئے ضروری ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے موہوب چیز ہے۔

شیخ عضدالدین کا علمِ عقائد وسلوک میں ایک رسالہ مقاصد العارفین ہے، جو ایک بہترین رسالہ ہے۔افسوس کہ یہ رسالہ طبع نہ ہوسکا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سلسلوں کو بدعات سے اور نقائص سے پاک رکھے اور اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائیں۔جس طرح کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوشش کی،تو ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے اللہ تعالیٰ محبت دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۴۔حضرت شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت:۱۴رجب ۱۰۸۴ھ　　　مولد:امروہہ محلّہ قریشیان

تاریخ وفات:۴؍رمضان ۱۱۹۰ھ　　　مدفن:امروہہ ضلع مرادآباد

امروہہ کے تین بزرگ

حضرت شیخ عبدالباری کے پیرومرشد حضرت شیخ عبدالہادی،ان کے شیخ عضدالدین۔ یہ ہمارے سلسلہ کے یہ تین بزرگ ہیں،اورتینوں کی قبریں ایک ہی جگہ امروہہ، یوپی میں ہیں۔

ابتدائی تعلیم اور ایک فقیر کا قصہ

حضرت شیخ عبدالہادی کو والدین نے ابتدائی تعلیم شروع کرائی۔ابھی کچھ نحو،صرف وغیرہ عربی شروع کی تھی کہ اسی دوران بچوں کے ساتھ،طلبہ کے ساتھ وہ پڑھ رہے تھے،اتنے میں کوئی مجذوب صفت،فقیرانہ ہیئت،جس طرح سائل ہوتے ہیں،ایسی ہیئت میں ایک بزرگ وہاں پہنچے۔

مولانا فضل حق صاحب نے لنکاسٹر میں جو جگہ خریدی، مجھے کوئی علم نہیں تھا کہ کسی جگہ کی خریداری کی بات چل رہی ہے،میں نے صوفی صاحب کوخواب سنایا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے ہندوستان میں محلے ہوتے ہیں، اسٹریٹ،تو ہمارے محلّہ میں کوئی فقیر صدا دے رہے ہیں،سائلانہ ہیئت ہے۔

میں باہرآیا، دیکھا،تو حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری! فقیرانہ لباس ہے،جس طرح مانگنے والے صدالگاتے ہیں، بلندآواز سے وہ نعرہ لگاتے ہیں،دارالعلوم لاجپور!

صوفی صاحب نے خواب سنا۔کچھ جواب تونہیں دیا،مگراسی دن پھر مولانا فضل حق صاحب کا

فون آیا ایک جگہ ہم خرید رہے ہیں تو وہ آپ کو بتانی ہے۔تو چونکہ ان کا وطن بھی لاجپور ہے اور پھر ساری دنیا میں پھر مولانا فضل حق صاحب کو صدا لگانی پڑی، دارالعلوم لاجپور کے لئے چندہ دو۔

اس طرح فقیرانہ ہیئت میں کوئی سائل آئے، اور یہ طلبہ پڑھ رہے تھے، تو ان کو دیکھ کر طلبہ بھاگنے لگے۔اور جب انہوں نے کوئی چیز پیش کی کہ یہ لو، کھالو، تو ان کی ہیئت وغیرہ دیکھ کر بچے بھاگنے لگے اور شیخ عبدالہادی بیٹھے رہے۔مجذوب نے وہ چیز ان کو دی، انہوں نے کھالی۔

ایک مجذوب کا قصہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم لوگ، طلبہ جا رہے تھے، تو راستہ میں کوئی مجذوب تھے، ان کے ہاتھ میں سیب تھا۔تو انہوں نے کہا لو، یہ کھالو! حضرت مولانا رشید احمد صاحب نوراللہ مرقدہ نے فرمایا، مجھے نہیں چاہیئے، مجھے آپ کے جیسا نہیں بننا۔تو ان کے ساتھ کوئی طالب علم تھا، اس نے کھالیا۔ چند روز نہیں گزرے کہ وہ بھی انہی کے طرح ہو گئے، مجذوب، نہ دن کا خیال، نہ آسمان کی خبر، نہ زمین کی، نہ دن کی، نہ رات کی۔

یہی حال ان کا، شیخ عبدالہادی کا ہوا۔جو دیا مجذوب نے انہوں نے کھالیا، اور کھاتے ہی ان کا حال بدل گیا۔سب پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر جنگل میں نکل گئے۔سب تلاش کر رہے ہیں۔

بزرگوں کی چار قسمیں

یہ چار قسمیں ہیں بزرگوں کی۔ایک سالکین، جو معمولات ہوتے ہیں بزرگوں کے بتائے ہوئے ان کے مطابق عمل کر کے چلتے رہنا۔رستے پر چلنے کو کہتے ہیں سلوک۔تو یہ سالکین کہلاتے ہیں جو معمولات کی پورے طور پر پابندی کر کے اس کے مطابق چل رہے ہوتے ہیں۔

دوسری قسم ہوتی ہے مجذوبین۔تو ایک سالک ہوئے، یہ مجذوب ہوئے۔مجذوب، جذب کے معنیٰ کھینچ لینا۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔تو جب اوپر سے کسی کو کھینچ لیا جائے، تو یہ جہان اور یہ دنیا اور یہ چیزیں اور یہ جسم اور اس کی ضرورتیں اور بھوک اور پیاس، کوئی چیز نہیں

رہتی، ان کواس جہان سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

اسی لئے بار ہا میں نے بتایا کہ ہمارے والد صاحب نوراللہ مرقدہ سولہ برس پہلے جو کپڑا بدن پر رہا ہوگا، وہی ہم نے اس وقت دیکھا۔ اور نہ بستر ہے، صرف پتھر پر ایسے ہی پڑے رہتے۔ گھر کا دروازہ بھی آگے سے، پیچھے سے بند، نہ پانی، نہ کھانا۔ اور تھے اسی طرح گورے، چٹے، جسم بھی مائل بجسامت، اس میں کوئی تھوڑی بہت عمر کے اعتبار سے کوئی کمی آئی ہوگی۔ یہ تو اپنے گھر میں، گاؤں میں ہوتے تھے، وہاں سے سفر کے لئے بس لینی ہو، تو پیدل جانا پڑتا تھا دوتین میل، اور بارش ہو تو اس راستہ پر بھی جا نہیں سکتے تھے۔ مگر لوگ ان کو دیکھتے تھے کہیں احمد آباد میں، کہیں دوسری جگہوں پر ہیں، کبھی ریل میں ہیں۔

یہ ہوتے ہیں مجذوب کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کھینچ لیتے ہیں۔ اور تیسرے ہوتے ہیں مجذوب سالک۔ تو یہ شیخ عبدالہادی مجذوب سالک تھے۔ چوتھی قسم ہے سالک مجذوب کہ جو چل رہا ہے اپنے معمولات پر، تو اس کے نتیجہ کے طور پر اس کو اوپر سے کھینچ لیا جاتا ہے ذاتِ الٰہی کی طرف، وہ سالک مجذوب ہے۔

شیخ عبدالہادی کا تو سلوک بھی شروع نہیں ہوا تھا، ابھی تو بچے ہیں، پڑھ رہے تھے، ابتدائی طالبِ علم تھے، مگر مجذوب بزرگ کی نظر پڑ گئی، ان کا جھوٹا کھایا اور کھاتے ہی صحرانوردی شروع کر دی۔

مرحوم اسحاق بھائی اچھا

آج میں نے خواب میں دیکھا ہمارے اسحاق بھائی اچھا کو۔ جو میں نے گھر والوں کو سنایا کہ وہ ان پڑھ آدمی تھے بالکل، کوئی چیز، نہ قرآن شریف، انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے تھے، مگر ان سے بہتر پلمبر آج کل بھی کوئی نہیں ہوگا۔ باقاعدہ سالہا سال جنہوں نے کورس کئے ہوں، وہ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی نئی چیز لے کر آتے تھے اور اس کو لگانا پہلے ہی شروع کر دیا۔

آدھا کام کر کے کسی کو کہتے تھے کہ ذرا اس کو پڑھو، اس میں کیا لکھا ہے۔ صرف انگریزی بول سکتے تھے فیکٹری میں کام کرنے کی وجہ سے۔ تو کلمہ، نماز کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی۔

جمعہ بھی ہوتا تھا، مگر وہ بیچارے اپنے دھندھے میں لگے رہتے تھے۔ یہاں دارالعلوم میں رہتے ہوئے بھی، دوسری کئی مسجدوں میں کام کیا ہوگا، پچاسوں مسجدوں میں، تو جمعہ کے وقت میں بھی اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ مگر اللہ کی شان کے جب وہ اس کام کے نہیں رہے اور پھر کام نہیں کر سکتے تھے، بیمار ہو گئے، تو پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسجد دے دی۔ پھر تو گھر اور مسجد میں ہر وقت رہتے۔

کبھی کبھی میں ان کو دیکھنے کے لئے جایا کرتا تھا، تو زکریا مسجد کے سامنے گبن اسٹریٹ ہے، وہاں کہیں ان کا مکان تھا۔ تو ان کو دیکھنے کے لئے میں گیا، تو احمد آڈیا، وہ ان کے خاص مددگاروں میں سے تھے، قاری یعقوب صاحب آڈیا کے چچازاد بھائی احمد آڈیا، جن کو کسی نے، کوئی ذہنی بیمار تھا، اس نے کسی شاپ میں چاقو مار دیا تھا، شہید ہو گئے تھے۔ تو وہ ان کو دارالعلوم میں ضرورت ہوتی مدد کی، تو ان کو لے آتے تھے۔ تندرست آدمی تھے، مضبوط تھے۔

جب میں اسحاق بھائی کو دیکھنے کے لئے گیا، تو احمد بھائی ان کو یاد دلانے لگے، اسحاق بھائی، وہ آپ بتائیے مولوی صاحب کو بتاؤ کہ وہ کیا آپ کہہ رہے تھے کل؟ تو زور سے قہقہہ لگانے لگے اسحاق بھائی۔ کہنے لگے کہ میں ان سے کہتا ہوں کہ میرے پاس ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تھے اور فلاں آئے تھے۔ اور کہا کہ یہ میں دیکھتا ہوں کہ دیکھو، یہ کعبہ شریف سامنے۔ تو اسحاق بھائی کہنے لگے، یہ لوگ ہنستے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ بھی خود بھی ہنسنے لگے۔ تو پھر احمد بھائی سے میں نے کہا کہ نہیں، نہیں، یہ سچ مچ ایسا ہوتا ہے۔ ورنہ یہ ساری عمر جب یہ اس بیماری میں نہیں تھے، عمر بھر میں کبھی انہوں نے ایک کلمہ جھوٹ کبھی نہیں بولا، انتہائی بالکل سادہ لوح انسان، تو پھر میں نے ان سے پوچھا، کیا کیا دیکھا؟ وہ بتاتے چلے گئے۔

یہ تھے مجذوب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف اوپر کھینچ لیتے ہیں۔تو جیسے ہی شیخ عبدالہادی نے کھایا کہ اللہ نے اوپر کھینچ لیا۔اس کے بعد وہ اسی حال میں کچھ عرصہ تک رہے۔چشتی سلسلہ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے ان کو اس حال میں دیکھا، تو انہوں نے کہا کہ آؤ، ہمارے ساتھ رہو۔زبردستی ان کو اپنے پاس رکھا۔تو آہستہ، آہستہ، آہستہ، ان کو نیچے لانا شروع کیا، اس لئے کہ وہ حالت جذب میں تھے، ان کو آہستہ نیچے لانا پڑتا ہے۔

جیسے میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق سنایا تھا کہ حضرت کے معتکف کے باہر ذاکرین کی ذکر کی مجلس ہورہی ہے، حضرت بھی اپنے مراقبہ میں ہیں، تو میں اپنے ذکر سے فارغ ہوکر قرآن شریف لے کر بیٹھا ہوا ہوں، معتکف کی چادر پڑی ہوئی ہے، حضرت نے نگاہ اٹھائی، اوپر دیکھا، پوچھا کون؟ میں نے کہا یوسف۔ پوچھا، یہ کیا؟ میں نے کہا، قرآن شریف۔ پوچھا، کون سا قرآن شریف؟

تب میں نے سوچا کہ حضرت تو یہاں نہیں ہیں۔اب ان سے ذرا اور کوئی بات کی جائے تاکہ بات کے تسلسل کی وجہ سے آہستہ آہستہ نیچے آئیں گے۔تو پھر میں نے یہ نہیں کیا کہ سکوت کرلوں، بلکہ میں نے کہا کہ حضرت، یہ قرآن شریف ہے۔جب پوچھا، کونسا قرآن شریف؟ تب میں نے کہا یہ بغیر ترجمہ کا قرآن شریف ہے۔اتنے میں پھر وہ نیچے آچکے تھے۔فرمایا، اچھا اچھا۔تو یہ قرآن شریف سے مراد کیا، اس کو بھی نہیں سمجھ پارہے تھے، اپنے ذکر اور مراقبہ سے سر اٹھایا مگر اوپر ہی تھے۔

تم سے تو کام لینا ہے

یہ بزرگ بھی ان کو اپنے ساتھ لے گئے شیخ الہادی کو اور اپنے پاس رکھا۔آہستہ آہستہ ان کو نیچے لائے اور پھر دوبارہ ان کو سلوک پر ڈالا۔تو پہلے یہ مجذوب ہوئے، پھر اس کے بعد ہوئے سالک اور ان کو سلوک طے کرایا۔

جب یہ بے خبری کے عالم میں تھے، انہیں کچھ پتہ نہیں تھا، اور پھر ان بزرگ سے جب ملاقات ہوئی، تو ان کے سمجھانے پر بھی ان کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ تو ایک دن خواب دیکھا۔ صبح اٹھ کر ان بزرگ سے بیان کرتے ہیں کہ آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس طرح ضائع نہیں ہونے دوں گا، تم سے تو کام لینا ہے۔

ہمارے حضرت مولانا ہاشم صاحب پر بھی کچھ عرصہ ایسی حالت طاری رہی تھی جس کے دوران خواب یا بیداری میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو انہوں نے دیکھا تھا اور اسی کے قریب جملہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا۔ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ذکر اتنا کرو، اتنا کرو کہ **حتیٰ یقال مجنون** کہ کہا جائے پاگل۔ تو لوگ تو سمجھتے ہیں مجنون ہے، پاگل ہے۔ اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے رہے ہیں کہ نہیں، میں تمہیں ضائع نہیں ہونے دوں گا اور تم سے تو کام لینا ہے۔

بیعت اور خلافت

چنانچہ پھر باقاعدہ طور پر حضرت شیخ عبدالہادی حضرت شیخ عضدالدین سے بیعت ہوئے اور ان کی طرف سے خلافت پائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عظیم کام لیا۔

جس زمانہ میں یہ سلوک اور جذب چل رہا تھا، تو طریق میں تھوڑی سی آمیزش ہوگئی تھی دوسری چیزوں کی، علم کی کمی کی وجہ سے، مدارس کے انحطاط کی وجہ سے، مدارس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ سلسلہ چلانا تھا، تو اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو باقی رکھا۔

پھر بعد میں اللہ تعالی نے حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان حضرات کے ذریعہ دوبارہ طریقِ سنت کو زندہ کیا۔

اس لئے حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جب آپ دہلی سے چل کر پھولت پہنچے ہیں، جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقامت گاہ تھی پھولت، تو وہاں سے جب گزرے، تو وہاں ایک بڑے علامہ تھے، حضرت مولانا عبدالحی صاحب پھولتی رحمۃ اللہ علیہ۔ تو ساری دنیا حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جارہی تھی، تو انہوں نے بھی ان کے ساتھ سفر کی تمنا ظاہر کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ مگر والدین نے سوچا کہ ہمارا بیٹا ساری عمر کی تمنائیں تو اسی سے وابستہ ہیں، یہی چلا جائے گا، تو ہمارا کون؟ اس لئے منع کیا۔

سب سے بڑا جہاد والدین کی اطاعت

حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیکھ رہے تھے کہ والد منع کررہے ہیں، یہ ضد کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے فیصلہ فرمایا۔ فرمایا کہ اب دیکھو، جہاد میں جانا بھی دین ہے، مگر دین ہی کا ایک اعلیٰ ترین فرض ہے ماں باپ کی اطاعت اور ان کی فرمابرداری۔ اور تمہارے والد تیار نہیں ہیں، اس لئے تم سفر نہ کرو۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا، عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے آپ کے ساتھ جہاد میں چلنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أ حيٌّ والداک؟ تمہارے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ **نعم، یا رسول اللہ،** جی ہاں۔ ارشاد فرمایا **ففیھما فجاھد،** جاؤ، انہیں کے ساتھ رہو، یہی تمہارا جہاد ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو فرمایا کہ نہیں، تمہارے والدین منع کرتے ہیں، تو تم یہیں رہو۔ اب قافلہ چلا گیا۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے بعد حضرت شیخ عبدالحی ادھر اپنے یہاں نہ کھانے کے، نہ پینے کے، رات دن رونا، دھونا، ایک مصیبت ہوگئی۔ تو والدین نے جب ان کا حال دیکھا، تو کہا کہ بھائی، اس طرح تو تم مرجاؤ گے۔

اس سے بہتر یہ ہے کہ تم چلے جاؤ۔

چونکہ بہت بڑے علامہ تھے، تو پورے قافلہ کے سب سے بڑے مفتی، سب سے بڑے قاضی بن گئے۔ ان کے اس سفر کے جو قضاء کے فیصلے ہیں، جو مقدمے ان کے سامنے پیش ہوتے تھے، جس میں یہ فیصلے کرتے تھے، فتویٰ دیتے تھے، سب منقول ہیں۔

مجھے تو صرف یہ سنانا تھا کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب علامہ عبدالحی پھولتی کو یہ منصب دیا کہ تم اس پورے ہمارے نظام کے، نہ صرف قاضی اور مفتی ہو، بلکہ جہاں کہیں بھی کسی کو بھیجنا ہے اور کسی کو کوئی منصب سپرد کرنا ہے، وہ بھی تمہارے ذمہ۔ اور ایک چیز تمہارے ذمہ یہ کہ ہمارے اس نظام میں اور خود میری ذات میں جب تم کوئی چیز دیکھو کہ خلاف سنت ہے، تو فوراً ٹوک سکتے ہو۔

اب باوجودیکہ وہ مرید ہیں، لیکن پیر صاحب سے جب یہ جملہ سنا، تو کیا جواب دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ اگر خلافِ سنت کوئی چیز ہم دیکھیں گے، تو آپ کے ساتھ رہ کیسے سکیں گے؟ ہم رہ ہی نہیں سکتے۔

اب چونکہ ساری دنیا حضرت سید صاحب پر فدا تھی۔ تو وہ وہاں پٹنہ میں، جس طرح احمد آباد مشہور تھا کپڑے کی صنعت میں، تو اس زمانہ میں پٹنہ، بہار کا شہر ہے، وہ بہت مشہور تھا، وہاں کپڑے بڑے شاندار بنتے تھے۔ تو وہاں کے ایک بڑے تاجر تھے، تین سو ساٹھ جوڑے ہر سال سید صاحب کے پاس یکم محرم کو بھیج دیتے تھے، کئی صندوق بھر کر، روز کے لئے ایک نیا جوڑا کہ ہماری چاہت یہ ہے کہ آپ ہمارے کپڑوں میں سے روز ایک نیا جوڑا پہنیں۔ حضرت سید صاحب روز ایک نیا جوڑا بدلتے تھے اور وہ جو ایک دن پہنا، وہ کسی کو ہدیہ کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے قبولیت اس قدر عطا فرمائی تھی۔

ایک جگہ سفر میں حضرت کا نکاح ہوا، تو ایک دن ذرا سی تاخیر ہوئی نماز میں، انتظار کرنا پڑا سید صاحب کی وجہ سے، دوسرے دن انتظار کرنا پڑا، تو تیسرے دن حضرت مولانا عبدالحی صاحب

نے اپنے پیرومرشد سے کہا، جو اتنے بڑے جلیل القدر امام ہیں، فرمایا کہ یا تو عبادتِ الٰہی ہوگی یا شادیوں کی عشرت ہوگی۔ مجمع میں سب کے سامنے کہا۔ اس طرح انہوں نے طریقِ سنت کو دوبارہ زندہ کیا ہے، جو ختم ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت کو زندہ کرنے کی توفیق دے۔ جس طرح شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے کام لینا ہے کاش کہ اللہ تعالی ہم سے بھی کام لے، ہماری اولاد سے، ہمارے خاندان سے، نسلوں سے کام لے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۵۔ حضرت شیخ عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۸/۶ محرم یا ۱۱/شعبان ۱۲۲۶ھ مدفن: امروہہ، ضلع مراد آباد

سلسلہ کے مشائخ کے لئے ایصال ثواب

ہمارے جو آج کے بزرگ ہیں ان کا تھوڑا تذکرہ کر لیتے ہیں کہ انہیں انتظار بھی ہوگا کیوں کہ ہم لوگ جو اس سلسلہ میں بیعت ہیں، تو معمولات کے پرچے میں لکھا ہے کہ روزانہ سلسلہ کے مشائخ کے لئے ایک مرتبہ یٰسین کم از کم پڑھی جائے۔ تو اگر آپ پڑھتے ہوں گے، تو آپ کو بھی جانتے ہوں گے، یاد بھی کرتے ہوں گے اور پابندی سے پڑھنے والوں کو تو اور بھی زیادہ یاد کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

ہمارے کمرے کے ایک ساتھی تھے سہارنپور میں مولوی فرقان بارہ بنکوی۔ ان کے ماموں تبلیغی دوستوں میں مشہور ہیں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بھائی خالد علی گڑھی، مولوی فرقان ان کے بھانجے تھے۔ ایک دفعہ مولوی فرقان بیمار ہو گئے، شدید بخار ہو گیا، کھانا نہیں کھایا۔

میں رات کو دیر سے جب کتاب کے مطالعہ سے فارغ ہوا، تو ان کے پاس گیا کچھ چائے وغیرہ لے کر، کچھ پینے کی چیز لے کر۔ تو اٹھ کر بیٹھے اور رونا شروع کیا۔ تو میں سمجھا کہ بیمار ہیں، کمزور ہیں، اس لئے رونا آ گیا۔ میں نے تسلّی دی۔

تھوڑی دیر بعد تسلی ہوئی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ میرا روز سونے سے پہلے معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتنی مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں۔ بہت تھوڑی تعداد بتائی، غالباً پچیس مرتبہ۔ کہنے لگے کہ آج بخار کی وجہ سے سکت نہیں تھی، میں نہیں پڑھ سکا، تو میری آنکھ لگ گئی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں ابھی زیارت ہوئی۔ میں نے کہا کہ اس میں رونے کی کیا بات؟ یہ تو خوشی کی بات ہے، آپ تو رو رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یاد فرمایا۔ روز آپ بھیجتے ہیں، آج نہیں بھیج سکے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے۔

مدرسہ اوپر والوں کا تارہ

یہ تلاوت وغیرہ ہم جو پہنچاتے ہیں، تو وہ پہنچانے والوں کو پہچانتے بھی ہیں اور جو نہ جانتے ہوں، نہ پہچانتے ہوں اپنی زندگی میں، پھر بھی اس جگہ کو بھی اوپر والے پہچانتے ہیں۔

ہمارے یہاں دارالعلوم میں چھٹیوں میں ایک طالب علم رہا کرتے تھے مولوی ابدال میاں، لندن میں ہیں۔ وہ ایک دفعہ کہنے لگے کہ آج خواب میں میری مرحوم پھوپھی صاحبہ کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے کہنے لگی کہ مجھے تمہارا دارالعلوم معلوم ہے۔ مولوی ابدال میاں کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم؟ آپ تو بنگلہ دیش میں انتقال کر گئی تھیں۔ آپ ہمارے دارالعلوم کو کیسے جانتی ہیں؟

کہنے لگی کہ جیسے تم لوگ یہ ستاروں کو نہیں دیکھتے کہ یہ فلاں ستارہ، یہ فلاں ستارہ، تو ستاروں کو تم دیکھتے ہو چمکتے ہوئے تمہیں نظر آتے ہیں، تم اسے پہچان بھی لیتے ہو کہ یہ فلاں ستارہ ہے۔ تو اسی طرح یہ جو نور کی جگہیں ہیں، تو ان میں سے ایک دارالعلوم بھی ہے، تو اوپر سے ان کو اس طرح چمکتا ہوا روشن ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ تم لوگ ستاروں کو دیکھتے ہو۔

حضرت شیخ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہمارے آج کے بزرگ منتظر بھی ہوں گے ہمارے شیخ عبدالباری امروہوی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے، جن کے بارے میں بتایا تھا کہ پہلے قادریہ سلسلہ میں شیخ رحم علی ساڈھوری رحمۃ اللہ علیہ سے وہ بیعت ہوئے۔

ان کے انتقال کے بعد پھر حضرت شاہ عبدالباری سے بیعت ہوئے۔ان کے انتقال کے بعد پھر جب سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر ہوا، اس طرف کا دورہ ہوا، تب سید صاحب کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی اور بیعت کے بعد کا، وہ ان کے خادم کا قصہ سنایا تھا۔

شیخ عبدالباری کے ایک خادم

میں نے نام غلام رسول بتایا تھا۔ان کا نام عبداللہ خان ہے۔عبداللہ خان کا اشکال بتایا تھا کہ آپ اتنے بڑے بزرگ، مجھے تو بتائی گئی اللہ کی طرف سے آپ کی نسبت بھی، ان کی نسبت بھی، آپ کی نسبت کا عصا تو بہت روشن تھا ان کے مقابلہ میں، تو آپ کیوں ان سے بیعت ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نسبت کی تو ایسی تیسی، ہمیں تو نماز ہی ان سے ملی۔

تصوف کے سلاسل

کیونکہ وہ سنت سے دور ہوتے ہوتے تصوف کے جو سلاسل تھے وہ اتنے دور ہو گئے کہ ان میں سے وہ سنت کا رنگ نکل گیا تھا۔اسی لئے جب حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، تو اس کے بعد مستقل پھر سفر کر کے دوبارہ واپس اپنے پہلے ٹھکانے پر گئے، پنجلاسہ، شیخ رحم علی ساڈھوری رحمۃ اللہ علیہ کا جہاں مزار تھا، تو وہاں گئے اور وہاں تمام لوگوں کو اکٹھا کیا، ان کے جانے کی وجہ سے سب لوگ ویسے بھی اکٹھے ہو گئے۔

پھر انہوں نے اعلان کیا اور کہا کہ بھئی، دیکھو، یہ ہمارے پیر و مرشد کا ہم لوگ عرس مناتے تھے اور میرے آنے سے پہلے بھی یہ عرس ہوتا تھا، مگر میں نے آنے کے بعد اس کے لئے کوششیں کی اور اس کو خوب پھیلایا۔مگر اب حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔انہوں نے بتایا کہ یہ تو بدعت ہے۔اس لئے ہمیں اس کو چھوڑنا چاہئے کیوں کہ یہ ناجائز ہے، بدعت ہے۔ تو سب لوگ اٹھ کر بھاگے، کہنے لگے کہ یہ تو حاجی نہیں، پاجی ہے۔

تصورِ شیخ

اور شاید وہاں امروہہ میں بھی یہ حال رہا ہوگا، تو یہ تصوف کے سلاسل کو صرف صاف نہیں کیا، بلکہ یہاں تک اتباع سنت کا اہتمام تھا کہ ذرا بھی کوئی چیز سنت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے کہ جب یہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے ہیں اور ذکر و شغل کر رہے تھے، تو ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم تصورِ شیخ کرلیا کرو۔ تو حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تصورِ شیخ؟ اگر سلوک اور طریقت اس پر موقوف ہے، تو آج سے چھٹی، کیوں کہ یہ تو شرک کی طرف لے جائے گا۔ صاف اپنے شیخ سے بات کر رہے ہیں۔

تصورِ شیخ یہ ہے کہ آپ اپنے دل میں اپنے شیخ کا تصور کریں، تو یہ تصورِ شیخ بطور علاج کے بتایا جاتا ہے۔ جیسے کسی کا دل کہیں پھنسا ہوا ہے، اس کو وہاں سے نکالنا ہے، کسی معشوق میں اس کا دل پھنسا ہوا ہے، اس سے نکالنے کے لئے یہ تصورِ شیخ بطور علاج کے بتایا جاتا ہے اور اس سے فائدہ ہوتا ہے جو اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔ تو وہاں ارادی طور پر یہ کرایا جاتا ہے، لیکن اس کے سوا اور بھی علاج ہو سکتے ہیں، صرف تصورِ شیخ ہی اس کا علاج نہیں ہے۔

لیکن ایک دوسرا تصورِ شیخ ہے جو لانے سے نہیں، بلکہ اپنے آپ آتا ہے۔ مولانا شبیر صاحب بریلوی ہمارے مظاہر العلوم کے ساتھی تھے مشکوٰۃ اور دورہ کے۔ یہ احمد آباد میں کارخانہ میں کام کرتے تھے، بیوی بچوں والے تھے۔ تو وہاں ایک پٹھان مولانا تھے ان سے وہ پڑھتے رہے، اس کے بعد پھر جب مشکوٰۃ میں پہنچے، تو مظاہر العلوم میں انہوں نے داخلہ لیا۔

اگر مجھے دیر ہو جاتی، تو میری ٹپائی وغیرہ کا وہ خیال رکھتے تھے، کاپی کتابیں سنبھالتے تھے۔ یہ مولوی شبیر احمد بانس بریلی کے تھے، تو ایک دفعہ مجھے کہنے لگے کہ میں بہت پریشان ہوں ایک چیز کی وجہ سے کہ میں یہ گذشتہ کئی دنوں سے جب بھی اللہ اکبر کہا، میں نے نماز کی نیت باندھ لی کہ فوراً میں سامنے حضرت شیخ کو دیکھتا ہوں۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ قرأت کے معنیٰ میں غور کروں،

تلاوت میں کر رہا ہوں، قرآن کے معنیٰ پر غور کر کے اس کو پڑھوں، لیکن وہی تصور رہتا ہے۔

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بغیر لائے جو تصور آئے جیسے خود حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک قصہ ہوا۔ حضرت کے مریدین میں سے ایک پر حضرت نے توجہ ڈالی۔ جب حجرے میں سے باہر نکلے، تو وہ اپنے مرشد کو دائیں دیکھ رہے ہیں، بائیں دیکھ رہے ہیں، سامنے دیکھ رہے ہیں اور بولے، میرے پیرومرشد۔ پوچھا گیا، کیا ہوا؟

کہنے لگے میرے چاروں طرف میرے پیرومرشد حضرت سید احمد بریلوی موجود ہیں۔ ادھر بھی دیکھتا ہوں، ادھر بھی دیکھتا ہوں۔ تو یہ اپنے آپ تصور کئے بغیر وہ ان پر ایک حال غالب ہو گیا تصور شیخ کا۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا عظیم جملہ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ کتّے کا تصور! اس جملہ کے ساتھ ان کا وہ تصور ختم ہو گیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ کئی دفعہ آپ لوگوں کو سنایا تھا کہ میں حضرت کی وہیل چیر تیز تیز بھگاتے ہوئے وہاں دارالطلبہ ''قدیم'' سے کچے گھر آتا تھا، تو بہت تیز بھاگنے کی وجہ سے سب مجمع پیچھے بھاگ رہا ہے اور بچے پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہیں، تو محلے کے کتے بھونکتے ہوئے پیچھے ہو جاتے۔ کوئی بھاگتا ہے تو کتّے پیچھے دوڑتے ہیں۔ تو کتے بھونکتے اور قریب آجاتے، تو حضرت ان کو خطاب کر کے کتے کو فرماتے ابے! تیرا بھائی میں تنہا یہاں کافی ہوں، تو کیوں تکلیف کرے۔ تو جا اپنے گھر۔ یہ روز کا مسئلہ ہوتا تھا۔

اسی طرح سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں اپنے مرید سے کہ مجھ کتّے کے تصور کو چھوڑ۔ بس یہ جملہ حضرت نے پتہ نہیں کس حال میں فرمایا کہ اسی وقت وہ صاحب حال ٹھیک ہو گیا، سید صاحب کا تصور جاتا رہا۔

حضرت سید صاحب کے اس سفر کے بارے میں جیسا کہ پہلے میں نے عرض کیا تھا کہ چالیس

ہزار سے زیادہ ہندو مسلمان ہوئے اور تین ملین مسلمان حضرت سے بیعت ہوئے۔اور لکھا ہے کہ کئی ملین مسلمانوں کی اصلاح ہوئی، علاقے کے علاقے جو شیعوں کے تھے، حضرت کے اس سفر میں سب سنّی ہو گئے۔

شیعیت سے توبہ

اور کیسے ہوتے تھے کہ حضرت وہاں جامع مسجد میں، مسجدِ اکبری میں، دہلی میں، بیان فرما رہے ہیں خلفائے اربعہ کے فضائل۔تو تین کٹّر شیعے مجلس میں موجود تھے، وہ سنتے رہے۔اور حضرت نے فضیلت بیان فرماتے ہوئے کچھ ارشاد فرمایا، تو وہ کھڑے ہو گئے قہقہہ لگاتے ہوئے۔سب مجمع بیٹھا ہوا ہے ہزاروں کا، اور وہ تینوں کھڑے ہو گئے قہقہہ لگاتے ہوئے کہ یہ فضیلت بیان فرمارہے ہیں ابوبکر صدیق کی اور عمر فاروق کی۔ان کا کھڑا ہونا تھا کہ حضرت نے زور سے فرمایا اِلَّا اللّٰہ ۔صرف اِلَّا اللّٰہ حضرت نے فرمایا۔تین میں سے ایک وہاں گرا جس طرح کہ کوئی بندوق مارے، گولی لگے اور گرے۔دوسرا تھوڑا سا بھاگا اور حوض کے پاس جا کر گرا اور تیسرا سیڑھیوں کے پاس جا کر گرِا۔

حضرت نے فرمایا ان کو اٹھا کر لاؤ، تیمارداری کرو، تو تینوں بیہوش۔اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ وہ ہوش میں آئیں، تو ان سے کہو کہ عشاء پڑھ کر جاؤ، عشاء کی نماز ہمارے ساتھ پڑھو۔اب عشاء کی نماز کیا پڑھی، نماز کے بعد حضرت کے پیر پکڑ لئے ،رو رہے ہیں اور اپنے شیعیت سے توبہ کر رہے ہیں۔تو اس طرح روزانہ کرامات ظاہر ہوتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے علاقے کے علاقے شیعوں کے ان کے ذریعہ صاف کرائے۔

تبلیغی جماعت کی ابتداء

جیسا کہ تبلیغی کام سے کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔یہ جماعت کی ابتداء کیسے ہوئی؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دادا تھے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ جہاں تبلیغی مرکز ہے،

بنگلہ والی مسجد، وہاں وہ رہتے تھے۔تو مسجد کے باہر چار پائی پر ہوتے، ساتھ ہی راستہ تھا، گزرگاہ تھی میواتیوں کے شہر میں آنے کی، مزدوری کے لئے شہر میں وہ لوگ آتے تھے۔حضرت مولانا اسماعیل صاحب آنے والوں سے پوچھتے، کہاں جاتے ہو؟ شہر میں کام ڈھونڈھنے جارہے ہو۔تو بس کام میں تمہیں کیا ملے گا؟ روٹی ملے گی؟ چلو میں روٹی دے دوں گا۔ یہاں مسجد میں بیٹھ کر پڑھو۔تو روز ان کو بلاتے، کھلاتے، دین سکھاتے۔تو یہ ابتداء تھی ان کے بلانے کی، یہ تبلیغ کی بنیاد ہے۔

نماز کے لئے بلانے والی جماعت

پھر جب حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے کام شروع کیا، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے صحیح بخاری کتاب الاذان میں فرمایا تھا کہ نقّارہ بجایا جائے، ناقوس بجایا جائے، یا آگ جلائی جائے، کس طرح اطلاع دی جائے؟ مشورہ ہورہا تھا۔تو اس جگہ حضرت نے فرمایا تھا کہ جب چچا جان نے تبلیغی کام کی ابتداء کی، تو اصل میں یہ جماعت نماز کے لئے بلانے والی جماعت تھی، نماز کے لئے بلایا جاتا تھا۔تو چچا جان کو ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ جب جماعت جایا کرے تو ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہونا چاہیے تا کہ پتہ چلے کہ یہ لوگ نماز کے لئے بلانے آئے ہیں۔تو حضرت نے میرے نظام الدین جانے پر، اس پر فیصلہ کو موقوف رکھا تھا۔

جب میں گیا، حضرت نے یہ مسئلہ میرے سامنے پیش کیا، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جھنڈا پہلے ہی نماز کے لئے مسترد ہو چکا ہے۔آگ جلائی جائے، ناقوس، نقارہ، تو ان میں سے ایک جھنڈا بھی تھا کہ جب نماز کا وقت ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، مشورہ میں یہ بات بھی پیش کی گئی تھی کہ ایک جھنڈا اونچا کر دیا جائے تا کہ اس کو دیکھ کر لوگ سمجھ جائیں کہ نماز کا وقت ہو گیا۔

یہ تو پہلے ہی نماز کی اطلاع کے لئے مسترد ہو چکا ہے۔ جو چیز مسترد ہو گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، اس کو نماز کی دعوت کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔تو نماز کے لئے بلاتے تھے

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی صاحب مسجد میں لے آتے، پھر نماز سکھائی جاتی تھی۔
مگران کا کلمہ درست نہیں تھا۔اس لئے پہلا اصول کلمہ ٹھہرا۔تو کلمہ، پھر نماز تھی۔پھر جو حضرت کے خادم تھے مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، تو انہوں نے بڑا وقت گزارا حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، تو انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی، ''مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج''۔ ابھی یہ رسالہ فضائل اعمال کے اخیر میں چھپا ہوا بھی ہے۔

تیسرا اصول: قرآن

تو اس میں جو اصول لکھے گئے ہیں، تو اس میں ایک تیسرا اصول کلمہ، نماز کے بعد تھا، قرآن۔ یہ مستقل اصول تھا کہ قرآن کی تلاوت کا اہتمام ہونا چاہیے، قرآن سیکھنا چاہیے، تجوید کے ساتھ صحیح پڑھنے کی مشق کرنی چاہیے۔

ساتواں اصول: لایعنی سے بچنا

یہ اصول ہوتے تھے۔تو یہ اصول تبلیغ کے بانیوں نے نہ ایک بنائے، نہ سات، نہ چھ، مگر جس پر زوران کے یہاں ہوتا رہا، وہ اصول میں سے گنا گیا، یہاں تک کہ بعد میں باقاعدہ اصول جب بتائے جانے لگے، کلمہ، نماز، علم، ذکر، اکرام مسلم، اور تبلیغ۔اور اس کے ساتھ پھر ساتواں نمبر بھی تھا ''لایعنی'' سے بچنا کہ ہمارے اس دائرے کو چھوڑ کر اور کسی طرف مت جاؤ، صرف ان چھ چیزوں کے لئے تم کسی کو بلاؤ۔

اللہ تعالیٰ ان اکابر کی طرح ہم سے بھی دین کا کام لے اور ان اکابر کی روحانیت سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۶۔ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب فاطمی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۷/ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ مدفن: پنجتار ملک ولایت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب فاطمی، جو افغانستان کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے تصوف کا علم اور روحانیت کے حصول کے لئے ہندوستان کا سفر فرمایا۔

پنجاب میں پنجلاسہ میں ایک بزرگ تھے، شاہ رحم علی ساڈھوری، ان سے آپ نے قادریہ سلسلہ میں بیعت کی اور ان کی تعلیمات کے ذریعہ سلوک کی تکمیل کی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا، تو پھر آپ تشریف لے گئے امروہہ۔ وہاں حضرت شاہ عبد الباری چشتیہ سلسلہ کے بڑے اونچے مشائخ میں سے تھے، ان کی خدمت میں رہے اور سلوک کی ان کے سلسلہ کے مطابق بھی تکمیل کی۔ جب ان کا بھی انتقال ہو گیا، تو پھر آپ نے اپنے یہاں آ کر لوہاری میں اور اس علاقہ میں یوپی میں کام شروع کیا۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

جب اس علاقہ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا دورہ ہوا کہ سہارنپور اور تھانہ بھون اور تمام علاقوں میں آپ تشریف لے گئے۔ وہ ایک زبردست انقلاب تھا، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا وہ دورہ۔ کیسا زبردست دورہ کہ صدیوں بعد حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرف کی یاد تازہ ہو گئی۔ ان کے اس دورہ میں ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہو گئے، اور جو بیعت ہوئے مسلمان، ان کی تعداد ملینوں میں ہے۔

یہ علاقہ یوپی، اور پھر پنجاب اور وہاں صوبہ سرحد تک تمام علاقوں میں، تمام صوبوں میں، آپ

کا دورہ ہوا۔صرف بیعت اورارشاد اور تلقین نہیں ہوتی تھی بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اصلاحات پر بڑا زور ہوتا تھا۔

جب شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ نے خود سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا، جو گھوڑے کو پانی پلا رہے تھے اوران پر حال طاری ہو گیا، تو یہ دونوں پیر اور مرید دونوں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں شامل ہوئے، حالانکہ خود حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے بزرگوں میں سے تھے۔

ان سے کسی نے پوچھا کہ ان کے مریدین میں سے خواص میں سے تھے، عبداللہ خان۔ بڑے مجاہدے اور ریاضات کر کے انہیں بھی بڑا تصرف حاصل تھا۔تو کوئی آتا کہ حضرت، تعویذ دے دیں، اولاد نہیں ہے۔تو حضرت تعویذ لکھ کر دیتے اور اس کے ساتھ ہی فرما دیتے جاؤ، تمہارے یہاں بیٹی ہوگی، جاؤ تمہارے یہاں بیٹا ہوگا۔اللہ کا ان کے ساتھ خصوصی معاملہ تھا، جو فرمایا اسی طرح ہوتا۔ان کی اور بھی بڑی کرامتیں مشہور ہیں۔

انہوں نے ایک دفعہ اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا (حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے) کہ مجھے ایک بات پر تعجب ہے کہ آپ اور حضرت سید احمد شہید دونوں کی نسبتیں مجھے اللہ کے طرف سے دکھائی گئیں۔میں دیکھ رہا ہوں کہ دو عصا ہیں، ایک عصا دکھایا گیا جو آپ کی نسبت سے تعلق رکھتا ہے، ایک عصا جو حضرت سید احمد شہید کی نسبت کے لئے مجھے بتایا گیا۔

دونوں کو جب میں نے دیکھا، تو دونوں میں سب سے زیادہ انتہائی درجہ کا مجلیٰ، نورانی، منور عصا تو آپ کا تھا۔اور اس کے مقابل جو حضرت سید احمد شہید صاحب کی نسبت تھی وہ کچھ تھوڑی اس سے دھندلی سی تھی۔تو آپ ان سے نسبت قوی رکھتے تھے، پھر آپ نے ان سے بیعت کیوں کی؟ اور نہ صرف یہ کہ بیعت کی اور آپ تو ان کے عام خدام کی طرح اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔اس کی کیا وجہ؟

حضرت نے فرمایا کہ نسبت کی ایسی تیسی، اصل میں ہم لوگ جو وہاں رہے پنجلا سہ، پہلے پیر صاحب کے یہاں، جس طرح ہم نے ان سے علم حاصل کیا، تو اس پر ہم گامزن تھے، اس کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ لیکن جب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، انہوں نے بتایا کہ یہ بھی بدعت، یہ بھی بدعت ہے۔ اور واقعی جو انہوں نے صحیح اصلاح فرمائی، ان کے ساتھ تو بڑے بڑے علماء تھے، روئے زمین کے اس وقت کے نامور علماء ان کے ساتھ تھے۔ ہزاروں کا قافلہ ہوتا تھا اور ہر بات کتاب وسنت سے مدلل ہوتی تھی۔

کہتے ہیں تب ہمیں پتہ چلا کہ اوہو ہو! ہماری تو نماز بھی غلط تھی، روزہ بھی غلط تھا۔ تو یہ نماز اور روزے کے الفاظ استعمال کیے۔ فرمایا کہ نسبت کی ایسی تیسی، اس کو چھوڑو۔ اِن سے تو ہمیں صحیح نماز ملی، ان سے تو ہمیں صحیح روزہ ملا۔

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو قیام تھا، میلاد تھا، تو وہ ایک سلسلہ جو پہلے تھا، جس کی اصلاح یہاں حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ میں حاجی صاحب کے سامنے ہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اسی لئے کسی نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت، آپ کا عمل تو یہ ہے، حضرت حاجی صاحب کے یہاں تو یہ ہے۔ تو فرمایا کہ ہم نے جو ان سے بیعت کی ہے سلوک اور تصوف میں بیعت کی ہے، شریعت میں نہیں کی۔

اسی لئے ہفت مسئلہ، سات مسائل، پر ایک رسالہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا تھا، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ اب پیر اور مرید کا تعلق اسی طرح قائم ہے، لیکن اختلاف اپنی جگہ ہے۔

اسی لئے حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہماری نماز حضرت سید صاحب سے درست ہوئی، روزہ ان سے درست ہوا۔ چنانچہ ساتھ ہو لئے، قافلہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ بالاکوٹ پہنچے اور وہاں جا کر شہید ہوئے۔

اکابر کا وجود سدِّ سکندری ہے

صرف ہندوستان نہیں، بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں پر احسان ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور جو اکابر ہوتے ہیں ان کا وجود سدِّ سکندری ہوتا ہے۔ جس طرح سدِّ سکندری ہے، سکندر نے جو دیوار بنائی، یاجوج ماجوج کا فتنہ رُکا ہوا ہے، تو ان کا وجود اکابر کا، مشائخ کا سدِّ سکندری ہوتا ہے۔ بہت سارے فتنے دبے رہتے ہیں۔ جب وہ اس دنیا سے جاتے ہیں اور فتنے امنڈ کر آتے ہیں، تو پتہ چلتا ہے کہ اوہو! ان کی ذات کی برکت سے کتنے سارے فتنے دبے ہوئے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر انتقال ہوا اور صرف تین سال نہیں گزرے کہ بنارس، بہار، بنگال، اڑیسہ، غازی پور، انگلینڈ سے بڑے یہ سب صوبے تھے، تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے صرف تین سال کے بعد یہ اعلان ہوا کہ یہ ملک سارے کے سارے، ایک ایک صوبہ بڑا ملک تھا، کہتے ہیں یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو تحفے کے طور پر بطور انعام کے دے دئے گئے۔

لکھا ہے تاریخ میں نہ کوئی لڑائی، نہ کوئی خریداری، نہ خرید وفروخت۔ اس طرح جب شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فوراً بعد ان کے خاندان نے دیکھا کہ اوہو! یہ تو سب ملک کے ملک جارہے ہیں۔ اس کے بعد پھر رہتے، رہتے، رہتے، حال اخیر میں یہاں تک ہوگیا کہ اتنا بڑا مغل ایمپائر تھا، وہ صرف دہلی کی حدود میں سمٹ کر رہ گیا۔ اور وہ بھی ایک ایسٹ انڈیا کمپنی کے خادم کی حیثیت بہادر شاہ ظفر کی رہ گئی۔ بڑے نیک آدمی تھے، مگر بیچارے کیا کر سکتے تھے، صرف اپنا شکوہ کر سکتے تھے۔

انہوں نے کہا کہ

ظفر اس وقت ہے تو کیوں خاموش غنچہ کے مانند
کہ تجھے یاد آئے یہ اشعار چند

وہ اپنا شکوہ اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں کہ

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہ شروع تو ہوا تھا جنگ پلاسی سے اور اسی پر ختم ہو گیا تھا۔ یہ جہادِ شاملی، میں نے بتایا تھا یہ ۱۸۵۷ء میں ہوا۔ اس سے پورے سو سال پہلے ۱۷۵۷ء میں جنگِ پلاسی ہوئی تھی۔ سراج الدولہ کو شکست ہوئی تھی انگریزوں کے مقابلہ میں۔ پھر اس کے بعد، چند سال کے بعد ٹیپو سلطان کو جب شکست ہوئی، تو وہاں جنرل تھا حریث یا حارث، اس نے اعلان کیا ٹیپو سلطان کے جاتے ہی، اس نے کہا کہ بس، اب ہندوستان پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ حالانکہ سارا ملک ابھی تو مغلوں کے ہاتھ میں تھا، مگر جنگ پلاسی اصل فیصلہ کن تھی۔ اس کے بعد پھر یہ تمام علاقے ایسٹ انڈیا کے قبضے میں جاتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ اوہو! یہ تو اتنا بڑا ایمپائر ہم نے کھو دیا اور یہ حکومتیں ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں اور جو موجود ہیں وہ تحفے کے طور پر طشت میں ان کو دی جا رہی ہیں، جیسا کہ میں نے بتایا انعام کے طور پر دیا بنگال، بہار، اڑیسہ، تو پھر انہوں نے اپنے خدام کو تیار کیا۔

ان سے بیعت ہونے والوں میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ۔ انہوں نے پھر یہ تحریک چلائی اور اس کے نتیجہ میں پھر دینی اصلاحات بھی ہوئیں اور آگے نتیجہ تو اللہ کے ہاتھ میں، مگر جو انہوں نے کارنامے انجام دیئے، تو وہ تو پا گئے اللہ کے یہاں بالاکوٹ میں شہید ہو کر۔ وہ بھی شہید ہوئے، ان کے ساتھ یہ جن کا ذکر ہو رہا ہے شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی فاطمی رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی شہید ہوئے۔ ان کا کام تو صرف ایک اپنا فریضہ ادا کرنا تھا، نتائج تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

نتیجہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ نہیں تھا، نتیجہ تو مالک کے ہاتھ میں ہے۔ تو اسی طرح یہاں بھی بالاکوٹ میں شہید ہوئے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ بھی اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۷۔ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۱۲۰۱ھ　　　　مولد: جھنجھانہ

تاریخ وفات: ۴/رمضان ۱۲۵۹ھ یا ۱۳۰۹ھ　　　　مدفن: جھنجھانہ

آپ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔ آپ اپنے اخفاء حال کے لئے اور اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ کون ہیں، تھوڑی مدت کے لئے نہیں، بلکہ ساری عمر کے لئے انہوں نے ایک مشغلہ اپنے لئے تجویز کر رکھا تھا۔ وہ یہ کہ چھوٹے بچوں کا مکتب پڑھاتے تھے، اور حال یہ تھا کہ۔۔۔

ایک لمحہ کی توجہ کا اثر

ایک دفعہ مکتب پڑھا رہے تھے۔ مریدین پہنچ گئے۔ تو حضرت ان کو تلقین کے لئے، ذکر، شغل وغیرہ بتانے کے لئے اس کمرے میں سے دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے۔ تو جو بچے تھے، تھوڑا دروازہ کھلا ہوگا، تو اس میں سے دیکھ رہے ہیں، کیا ہو رہا ہے۔ تو ادھر انہوں نے دیکھا کہ حضرت گردن نیچی کئے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں اور سامنے جو مہمان ہیں مریدین، وہ بھی آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت توجہ دے رہے ہیں۔ تو ایک طالب علم بچوں میں سے، وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ چلو، تم بھی اسی طرح بیٹھ جاؤ، تو اس نے بٹھا دیا۔ بچے بھی اسی طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔

اتنے میں حضرت کمرہ سے فارغ ہو کر پہنچ گئے، تو دیکھا کہ یہ کوئی پیر بنا ہوا ہے اور وہ دوسرے طلبہ کو توجہ دے رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آؤ، ادھر آؤ، بیٹھو اسی طرح۔ تھوڑی دیر حضرت نے اس کو بٹھایا، اس پر تو حال طاری ہو گیا، بچہ چلانے لگا۔

تھوڑی دیر کی توجہ کا اثر اس پر یہ ہوا کہ وہ شخص کہتا تھا کہ اس ایک لمحے کی حضرت کی توجہ کا اثر یہ ہوا کہ اس وقت تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے جسم میں آگ لگ گئی اور حضرت اگر مجھے وہاں سے نہ اٹھا دیتے، تو نہ معلوم کیا ہوتا، لیکن اس کے بعد سے میرا حال یہ ہے کہ جب بھی میں اپنے بستر پر کالی رات میں سوتا ہوں، سردی کی رات میں لحاف اپنے سر اور چہرے پر تانے ہوئے ہوتا ہوں، دور محلّہ میں جو فلاں نیم کا درخت ہے اس کی ڈالی اور اس کے پتے کس طرف، ہوا کے رخ کی وجہ سے کس طرح ہل رہے ہیں، میں یہاں لحاف میں سے اس کو دیکھتا رہتا ہوں۔ یعنی قلب اتنا مجلّی ہوگیا کہ دور دور تک کا کشف ان کے لئے ایک عادی چیز ہوگئی۔

ایک دفعہ کہیں آگ لگی بہت بڑی۔ تو کسی نے آکر گھبراتے ہوئے کہا کہ حضرت، بہت بڑی آگ لگی ہے، تو حضرت جھنجھانوی نے ٹوپی نکال کر کے دی۔ جاؤ، اس ٹوپی کو اس پر پھینک دو۔ یہ ٹوپی آگ پر پھینکی، فوراً آگ بجھ گئی۔

حضرت کی کرامت

کوئی آئے کہ حضرت، ہم دور سے آئے ہیں فلاں علاقے سے اور ہمارے یہاں یہ اتنا عرصہ ہوگیا بارش نہیں ہوئی اور کھیتیاں ختم ہو رہی ہیں اور بہت پریشان ہیں۔ حضرت اس وقت گنّا کھا رہے تھے، تو جو گنّا کھاتے ہوئے گنّا کو چبا کر پھینک دیا جاتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ یہ چبا سکتے ہو؟ جو حضرت نے چبا کر پھینکا تھا، تو یہ تبرک تو اس نے ادھر اس کو منہ میں ڈالا اور اس کو چبانا شروع کیا کہ ادھر ان کے یہاں بارش شروع ہوئی۔

بہت عجیب وغریب ان کے حالات تھے۔ اور یہ بیعت تھے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اور یہ تو چشتی سلسلہ تھا کہ حضرت ولایتی صاحبِ ارشاد بزرگ اور ان کے خلیفہ، ان کے مرید، حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مگر جب اس علاقہ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جب دورہ ہوا ہے اور اس علاقہ کا حضرت نے دورہ فرمایا ہے،

اس کے بعد بالا کوٹ تشریف لے گئے ہیں۔

جب اس دورہ میں سہارنپور کے علاقہ میں پہنچے، تو حضرت کے پیر صاحب شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ انہوں نے خود بیعت کی اور اِن کو بلانے کے لئے بھیجا کہ جاؤ نور محمد کو بلا کر لاؤ، تا کہ وہ بھی بیعت کر لے۔

چند میل کے فاصلہ پر اپنے گاؤں میں تھے اور گھوڑے پر سوار اور گھوڑے کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں، گھوڑے کو پانی پلا رہے ہیں۔ کنارہ پر سے کھڑے ہو کر قاصد نے جو بلانے کے لئے آیا تھا، اس نے وہاں سے آواز دی اور کہا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں کہ حضرت سید احمد شہید تشریف لائے ہوئے ہیں۔ان کے ہاتھ پر ہم نے بھی بیعت کی ہے اور چلو، تم بھی آ کر ان سے بیعت ہو جاؤ۔ وہ بیعتِ جہاد لیتے تھے۔

یہ ایک صرف پیغام تھا، الفاظ تھے، مگر اس پیغام کی وجہ سے ان پر حال طاری ہو گیا، بیہوش ہو گئے۔ وہ جو قاصد تھے انہوں نے کافی دیر انتظار کیا۔ جب کچھ ہوش حواس ٹھیک ہوئے، تب اپنے ساتھ ان کو لے کر گئے اور وہاں حضرت جھنجھانوی نے بھی حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کیا کی؟

یعنی اچانک بلایا تھا۔ یہ تو اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے گئے ہوئے تھے اور قاصد آیا اور ان کے ساتھ چلے گئے۔ بیعت ہو کر ساتھ ہو لئے لشکر میں، ان کے ساتھ۔ یہاں سے (یوپی سے) لے کر وہاں بالا کوٹ تک، صوبہ سرحد تک یہ سفر طے ہوا۔ وہاں پہنچے، مگر کسی کام کی وجہ سے پھر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جھنجھانوی کو واپس بھیج دیا تھا۔ تو یہ اتنے بڑے صاحبِ نسبت بزرگ، مگر اپنے آپ کو انہوں نے ایک مکتب میں چھپا رکھا تھا کہ میں تو مکتب پڑھاتا ہوں۔

اتباع سنت کا حال

اتباع سنت کا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ کسی نے ایک شخص کے متعلق بتایا کہ حضرت، ان سے آپ نعت سنیں گے، تو لطف آ جائے گا، بہت اچھی نعت پڑھتے ہیں، ان کی آواز بڑی اچھی ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھئی، نہیں سنتے۔ عرض کیا کیوں؟ بہت اچھی پڑھتے ہیں۔

فرمایا کہ بات یہ ہے کہ سماع کے مسئلہ میں اختلاف ہے اور بغیر آلات کے سماع ہو، اس میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی نہ سنے کہ یہ تھوڑی دیر اچھا لگتا ہے، پھر آدمی اس کی پروا نہیں کرے گا کہ کہیں کوئی آلات کے ساتھ گا رہا ہے، تو وہاں بھی سر ہلائے گا کہ مزہ آ رہا ہے۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھئی، یہ نہیں سنتے۔ اور وجہ بھی بیان فرما دی۔

یہ ہمارے یہاں کے آج کل کے اماموں کے لئے بڑی عبرت کی چیز ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ کبھی کبھی لوگ مجھے امام بھی بنا دیتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک اختلافی مسئلہ، اتنا اختلافی مسئلہ، کسی سے نعت سن لینا کہ اکثر مفتیانِ کرام بلکہ اکثر کے یہاں اجازت ہے، کچھ ایسے ہوں گے کہ جنہوں نے سدِّ باب کے لئے کہ اس سے بھی دروازہ کھلتا ہے، اس سے منع کیا ہو گا۔

مگر یہاں محتاط قول پر عمل کیا اور سننا چھوڑ دیا کہ دوسروں کی نماز میں خراب کرنے والا نہ بنوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور امام کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے اس کی امامت پر حرف آئے کہ اس نے ایسا کام کیا کہ جس میں اختلاف تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، نہیں سنتے، اس لئے کہ مزامیر کے بغیر بھی جو سماع ہو، اس میں بھی اختلاف ہے۔

ایک مکتب میں بیٹھ کر ساری عمر پڑھاتے رہے، اپنے آپ کو اس طرح چھپایا۔ آپ کے خلفاء میں حضرت حاجی صاحب اور مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ، بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے۔

قبر شریف سے خوشبو

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت ایک دفعہ ہم نے بھی کی۔ہم لوگ ایک دفعہ سہارنپور سے گئے تھے تھانہ بھون۔حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک شب قیام کیا، پھر وہاں سے جھنجھانہ پیدل گئے۔تو وہاں جانے سے پہلے بہت سنتے تھے کہ برس ہا برس گزر گئے حضرت کو دفن کئے ہوئے، مگر اب تک وہاں خوشبو ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفاء میں سے خواص کو خاص طور پر وہاں پر بھیجتے تھے کہ جا کر ان کی قبر کے ساتھ جو ان کی مسجد ہے قبر کے متصل، اس میں چلّہ کرو۔خود حضرت نے بھی وہاں چلّہ کیا تھا، چالیس دن کا اس مسجد میں اعتکاف کیا تھا۔تو چلّہ کشی کے لئے ان کی وہ مسجد مشہور ہے۔

اس کی خصوصیت یہ سنی تھی کہ وہاں ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جس کو ہر کوئی محسوس کرسکتا ہے۔ ہم لوگ وہاں اچانک پہنچے رات کے وقت عشاء کی نماز کے قریب، بالکل اندھیرا، وہاں بجلی نہیں تھی۔ہم پہنچے تو کوئی بتانے کے لئے چراغ جلا کر لے آیا اور چراغ لے کر کے دروازہ کھولا اور پھر اندر لے گئے۔پھر ہم نے دیکھا قبر شریف، اور وہ خوشبو، عجیب زبردست خوشبو تھی۔اب بھی جتنے لوگ جاتے ہیں بتاتے ہیں وہ ہی خوشبو آج تک بھی ہے ان کی قبر سے برابر آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کو بھی معطر کرے، مرنے کے بعد ہمارے لاشوں کو بھی معطر کرے، ہم سے ایسے اعمال سرزد ہوں کہ جو دنیا اور اس دنیا سے جانے کے بعد آخرت میں خوشبوؤں کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو ذریعہ اور وسیلہ بنائے۔

۳۸۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۲۲/صفر ۱۲۳۳ھ   مولد: نانوتہ

تاریخ وفات: ۱۲/۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ   مدفن: جنت المعلی، مکہ مکرمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی پیدائش نانوتہ میں ہے۔ ایک نام خاندان والے رکھتے ہیں، وہ تو رکھا گیا امداد حسین۔ پھر جو علماء تاریخ داں ہوتے تھے، جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے عدد بنتے ہیں ۷۸۶، اسی طرح بارہ سو تینتیس ۱۲۳۳ھ میں ان کی پیدائش ہے، تو تاریخی نام ظفر احمد ہے۔ مگر استاذ کے یہاں جب پہنچے تو امداد حسین انہیں پسند نہیں آیا ہوگا، تو انہوں نے کہنا شروع کیا امداد الٰہی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تینوں ناموں کے بجائے چوتھے نام امداد اللہ کو شہرت بخشی، امداد الٰہی کے بدلہ میں امداد اللہ سے شہرت ہوئی۔ وہی نام اس وقت سے لے کر آج تک مشہور رہے۔

اپنے یہاں ابتدائی تعلیم پائی، متوسط تعلیم۔ بعضوں نے لکھا ہے کافیہ تک حضرت کی کل تعلیم تھی، مگر شاید صحیح نہ ہو کیوں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حضرت حاجی صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا شاہ قلندر صاحب سے پڑھتے تھے۔

حضرت شاہ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ

یہاں تک پڑھنے کے بعد اس ظاہری علم کے مقابلہ میں باطنی اور روحانی علم نے غلبہ کیا اور اس کی طلب میں اس ظاہری علم سے تھوڑا سا بُعد ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ بالکلیہ پھر اسی روحانی علم میں مشغول ہوگئے۔ حکمت الٰہیہ بھی اسی کی مقتضی تھی کہ اشارۂ غیبی بھی اسی طرف ہوا۔

کہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت کے جدِّ امجد تھے شاہ بلاقی۔ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجلس میں موجود ہیں،اور سرورِ کائنات فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف رکھتے ہیں،تو آپ کے جدِّ امجد نے حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کے ایک اور بزرگ حضرت میاں جی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ،نور محمد جھنجھانوی،ان کے ہاتھ میں دے دیا۔لیکن حضرت حاجی صاحب نے ان کو دیکھا نہیں تھا، پہچانتے نہیں تھے،صرف نام سن رکھا تھا۔تو انہیں نہیں پتہ کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ کیوں کہ خواب میں شکل دیکھی،نام معلوم نہیں۔

حضرت مولانا قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صبح اپنے استاذ مولانا قلندر صاحب سے خواب ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں میرے جدِّ امجد، دادا جان نے میرا ہاتھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور بزرگ کی طرف جو وہاں موجود تھے ان کے ہاتھ میں پکڑوا دیا۔اب پتہ نہیں کون بزرگ تھے، ایسی ایسی شکل وصورت تھی۔تو ان کے استاذ بھی کتنے تیز، فطین، ذہین، ذکی کہ فوراً خواب سنتے ہی فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ تم لوہاری چلے جاؤ،شاید تمہارا مقصد پورا ہو۔لوہاری فوراً روانہ ہوئے۔

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر نظر پڑی،تو دل میں کہتے ہیں کہ یہی تو چہرہ تھا کہ جن کے ہاتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑوایا تھا۔قبل اس کے کہ ابھی حضرت حاجی صاحب کچھ عرض کریں اور کچھ کہیں ، ادھر سے حضرت میاں جی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھا،خواب پر آپ کو استعجاب اور حیرت ہو رہی ہے؟ یعنی ان کو بھی پتہ ہے کہ یہ کیوں آئے ہیں۔

ایک خواب

جیسے یہاں حضرت حاجی صاحب نے ان کو دیکھا نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تک پہنچایا اور بیداری کے بعد اس خواب کی تصدیق ہوئی، تو ہو بہو حضرت حاجی صاحب کے ایک مسترشد اور مرید کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوا کہ وہ خود ہندوستان میں ہیں اور حضرت حاجی صاحب مکہ شریف میں ہیں۔ نام سنتے تھے کہ حاجی صاحب بڑے بزرگ ہیں، بڑے بڑے علماء ان سے بیعت ہیں۔ اب انہوں نے سوچا کہ میں اُدھر کیسے جا سکتا ہوں؟ اور ان سے بیعت کیسے ہو سکتا ہوں؟ کسی نے کہا کہ نہیں، کوشش کرو۔ اس زمانہ میں حج اور بحری جہاز کا سفر خطرہ سے خالی نہیں تھا، تو بالآخر انہوں نے تیاری شروع کر دی۔

انوکھی صدری

اور ضروری تیاری تو کی ہوگی، مگر ایک خاص قسم کی چیز انہوں نے تیار کی۔ کتنی محبت ہوگی کہ وہ بکریاں پالتے تھے تو جو بکری کا بچہ پیدا ہوتا تھا، جس طرح ہمارے یہاں بچے پیدا ہوتے ہیں، ان کا سر مونڈا جاتا ہے، عقیقہ اور حلق ساتویں دن سنت ہے۔ بکری کا بچہ پیدا ہوا، تو اس کا اون کاٹ کر رکھ لیتے تھے اور اس کو اکٹھا کرتے تھے۔ کس کے لئے؟

انہوں نے سوچا کہ ایک صدری حضرت حاجی صاحب کے لئے میں یہاں سے بنا کر لے جاؤں۔ لیکن یہ بازار کا اون شاید ذرا پسند نہیں آئے گا، سخت ہوگا، کھردرا ہوگا، پسند نہیں آئے گا۔ انہوں نے نوزائیدہ، جو نیا نیا بچہ پیدا ہوا ہو، اس کا اون جمع کر کے اس کا کپڑا بنوایا۔ اور کتنا ملائم ہوگا؟ جو دنیا میں کہیں دستیاب نہیں، خود ان کی اپنی محبت کی ایجاد۔ اور پھر اس کی ایک صدری حضرت کے لئے تیار کی اور سفر شروع ہوا۔

جس جہاز میں سفر کر رہے تھے، چند دن کے بعد جہاز طوفان میں پھنس گیا۔ میں نے عرض کیا کہ بہت کم، آدھے آدھے، نصفا نصف کا مسئلہ ہوتا تھا۔ آدھے جہاز پہنچتے تھے، آدھے طوفان کے

نذر ہو جاتے تھے، ڈوب جاتے تھے یا کسی دوسرے ساحل پر پہنچ جاتے۔ ایسا زبردست طوفان کہ سو فیصد تمام جہاز والوں کو یقین کہ اب ڈوبتے ہیں، تب ڈوبتے ہیں۔ حاجی صاحب کے مرید فرماتے ہیں میں بھی کوئی چیز تھامے ہوئے تھا کہ میں یہ موجیں دیکھ نہ سکوں اور طوفانی موجوں پر نظر نہ پڑے۔ کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو چمٹا لیا۔

کہتے ہیں کہ اسی حال میں جس طرح خواب میں کوئی دیکھتا ہے اس طرح میں نے دیکھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی بزرگ آئے اور مجھے تسلی دی، کیوں گھبراتے ہو؟ میں نے کہا کہ دیکھئے، یہ طوفان زبردست ہے، بچنے کی کوئی امید نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، نہیں، تمہارا جہاز ڈوبتا نہیں ہے، ڈرو نہیں، اطمینان رکھو۔ اور وہ ہماری صدری کدھر ہے؟ لاؤ!

حضرت حاجی صاحب کو انہوں نے دیکھا نہیں تھا کبھی بھی زندگی میں، خواب میں ابھی دیکھا، اور فرمایا کہ ہماری صدری لاؤ۔ صدری تو انہیں کے لئے بنائی تھی۔ سمجھ گئے کہ حاجی صاحب خواب میں آئے اور بشارت دے گئے۔ کہتے ہیں کہ میں نے جلدی پٹیاں کھولی، لوگوں سے کہا کہ اطمینان رکھو، جہاز ڈوبتا نہیں۔ کہنے لگے کیسے نہیں ڈوبتا؟ یہ تو سکینڈ گنے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا خواب سنایا۔ تھوڑی ہی دیر میں سچ مچ طوفان ختم ہو گیا، کشتی معمول کے مطابق چلنے لگی اور جدّہ پہنچے۔

وہاں سے مکہ مکرمہ جب پہنچے، تو انہوں نے اپنے قافلہ والوں سے کہا کہ دیکھو، جب وہاں مکہ مکرمہ ہم پہنچیں گے، تو میری تم لوگوں سے درخواست ہے۔ وہ یہ کہ کوئی مجھے اشارہ سے بھی، دور سے بھی، قریب سے بھی، ہرگز نہ بتائے کہ حاجی صاحب یہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس طرح خواب میں میں نے دیکھا ہے، تو میں خود پہچان لوں گا کہ حاجی صاحب کون سے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہمارا قافلہ پہنچا اور ہم نے نماز پڑھی۔ تو جو مالکی مصلیٰ تھا، وہاں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، چار مصلے تھے، تو مالکیہ کے مصلیٰ کے قریب جب میری نگاہ پڑی تو دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب وہاں کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے جا کر سلام کیا، دست بوسی کی۔ تو یہاں بھی انہوں نے خواب میں دیکھا تھا اور حضرت حاجی صاحب کو پہچان لیا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جس

طرح خواب میں دیکھا تھا،اب بیداری میں دیکھا کہ وہی نورانی چہرہ ہے، بیعت ہوئے، ذکر وشغل شروع کیا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جاوہ جا، یہ منزل وہ منزل، کہاں سے کہاں تک ان کو پہنچایا۔

دُکّانِ معرفت

جس طرح عرض کیا تھا کہ پھر وہ تھانہ بھون میں ایک مسجد میں بیک وقت تین بزرگ، حاجی صاحب، مولانا شیخ محمد صاحب اور حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ اس مسجد کو علماء دُکّانِ معرفت کہا کرتے تھے۔ مگر جو ایک طوفان آیا ہندوستان پر، مصیبت آئی، قیامت آئی، تو جب دہلی اس کی نذر رہوا، تو تھانہ بھون اس کی نذر رہوا۔ اور اپنے گھر کو جلتا ہوا کون دیکھ سکتا ہے؟

اب یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔ کہتے ہیں ڈیڑھ برس حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقامات اور ٹھہرنے کی جگہیں روز بدلتے رہے۔ رہے پنجاب اور یوپی کے ہی علاقے میں، مگر آج یہاں، کل وہاں، اور بڑی کرامات مشہور ہوئیں۔ اور جب یہاں سے ہجرت فرما کر سفر شروع کیا، تو اب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو خصوصی خدّام میں سے تھے، کیسے چھوڑ سکتے تھے؟ جہاں کہیں حضرت کا شب میں قیام ہوتا، رات کو ملنے کے لئے پہنچ جاتے۔ اور چاروں طرف سے پولیس برابر تلاش میں لگی ہوئی تھی۔

ایک جگہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹھہرے ہوئے تھے، تو کسی نے اطلاع کر دی کہ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ میزبان زمین دار تھے، تو وہاں رات کے وقت پولیس کی بھاری نفری نے چاروں طرف سے علاقہ کو گھیر لیا۔ حضرت بہت نحیف وکمزور تھے اور وہاں کی چارپائیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر آپ اس میں سوئیں، تو تھوڑی سی نیچے چلی جاتی ہیں، بان / ربان کی چارپائی بھی، حضرت اس پر لیٹے ہوئے تھے اور لحاف اوڑھا ہوا تھا۔

جب پولیس آئی، تو میزبان نے لحاف سر کے طرف سے برابر کر دیا تھا، تو ایسا لگتا تھا جس

طرح چار پائی بچھی ہوئی ہے، اس کے اوپر لحاف پڑا ہوا ہے، تو پولیس تلاش کرتی ہوئی وہاں سے گزر گئی کہ چار پائی تو خالی ہے۔ جب پولیس وہاں سے چلی گئی، تو جلدی سے ساتھیوں نے حضرت کو اٹھایا اور جنگل میں لے کر چلے گئے۔

دوسری جگہ ایک جگہ مخبری کی گئی، تو وہاں تو سچ مچ حضرت موجود تھے۔ انہوں نے جیسے ہی اصطبل کا دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ چار پائی ہے، لوٹا ہے، مصلیٰ ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا؟ جو صاحب مکان تھے انہوں نے کہا میں کبھی اصطبل میں گھوڑوں کے پاس آتا ہوں نماز کا وقت ہو جاتا ہے، یہاں نماز پڑھ لیتا ہوں، حالانکہ وہ حاجی صاحب کا کمرہ تھا۔ اب جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو اطلاع غلط نکلی، پولیس وہاں سے نکلی اور رخصت ہوئی۔ میزبان نے دیکھا تو اسی کمرے میں موجود تھے، اپنی نماز میں مصروف تھے۔ اس طرح بہت سے واقعات اللہ کی طرف سے حفاظت کے پیش آئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصانیف یہ ہیں:

۱۔ حاشیہ مثنوی مولانا روم	۲۔ غذائے روح
۳۔ جہاد اکبر	۴۔ مثنوی تحفۃ العشاق
۵۔ رسالہ درد غمناک	۶۔ ارشاد مرشد
۷۔ ضیاء القلوب	۸۔ وحدۃ الوجود
۹۔ فیصلہ ہفت مسئلہ	۱۰۔ گلزار معرفت

اللہ تعالیٰ اس وقت بھی جہاں جہاں قیامتیں ہیں، اسلام کی، تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۹۔ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۶ ذی القعدہ ۱۲۴۴ھ   مولد: گنگوہ

تاریخ وفات: ۹/۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ   مدفن: گنگوہ، ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے پیرومرشد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے یہاں مقامی طور پر ابتدائی تعلیم حاصل کر کے عربی تعلیم کے خاطر دہلی تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں دہلی کی اپنی شان وشوکت تو ختم ہوچکی تھی، پھر بھی کچھ نہ کچھ مدارس کہیں کہیں کام کر رہے تھے۔ وہاں جب تعلیم کے لئے پہنچے، تو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم درس تھے۔ وہاں سے جب فارغ ہو کر اپنے یہاں پہنچے، تو اس کے بعد سوچا کہ ظاہری علم کی تکمیل تو ہوگئی، ابھی اصلاحِ باطن کی طرف بھی توجہ کرنا چاہئے۔ اسی پریشانی اور سوچ میں تھے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مسئلہ کے خاطر تھانہ بھون تشریف لے گئے۔

اکابرِ ثلاثہ

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ اس زمانہ میں تھانہ بھون میں ایک مسجد تھی کہ جس میں بیک وقت تین بزرگ رہا کرتے تھے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک کونہ میں، دوسرے کونہ میں حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسجد کے دروازے پر چارپائی پر حضرت مولانا ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

جب کوئی آتا، سلام کرتا، تو حضرت مولانا ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں مذاق اور دل لگی تھی، تو از راہ دل لگی اس سے پوچھتے کہ بتاؤ، آنے کا مقصد؟ پھر خود فرماتے کہ دیکھو، اگر مسئلہ پوچھنا ہو، تو مولانا شیخ محمد تھانوی کے کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ مولانا صاحب بیٹھے ہیں، ان سے مسئلہ پوچھو۔ اور اگر بیعت ہونے کے لئے آئے ہو، تو حاجی صاحب کے کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ بزرگ بیٹھے ہیں حاجی صاحب، ان سے بیعت ہوجاؤ۔ اور اگر حقہ پینا ہو تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ۔

حضرت حقہ پیتے ہوں گے اور کھانا، پینا، مجلس تینوں بزرگوں کی ساتھ ہوتی تھی۔ وہاں ایک برتن میں کشمش وغیرہ ڈرائی فروٹ پڑا رہتا، اُسے کبھی لے کر بیٹھتے تو جس طرح آپ لوگ دوستوں کے ساتھ ہنسی دل لگی میں چھینا جھپٹی کرتے ہیں، یہ اس سے لے لیتا ہے اور وہ اس سے لے لیتے ہیں، تو اس طرح بے تکلفی کے ساتھ ان کی کھانے پینے کی مجلس ہوتی تھی۔

بیعت

چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب پہنچے، تو وہاں مسئلہ کے متعلق گفتگو کرنی تھی حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے، مگر حضرت حاجی صاحب نے منع فرمایا کہ اس طرح بزرگوں سے، بڑوں سے ایسے مسائل میں گفتگو نہیں کیا کرتے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ تو بیعت کا تھا ہی، وہیں پر جب قریب سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور گفتگو کا موقع ملا، گئے تو تھے کسی اور کام کے خاطر، مگر اب ارادہ بدل گیا، اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت، میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا، مسجد میں جا کر وضو کر کے دوگانہ پڑھ کر استخارہ کرلو۔ پھر اس کے بعد آکر بتاؤ۔ اس کے بعد پھر حضرت نے بیعت فرمالیا۔ پھر بیعت کے بعد حضرت نے سوچا کہ چند روز رہ کر حضرت کے ساتھ چند دن گزار کر ذکر و شغل حضرت سے سیکھنا چاہئے۔ چنانچہ عملی طور

پر ذکر و شغل حضرت کی خدمت میں رہ کر شروع کیا۔

ایک دن، دو دن، چسکا بڑھتا گیا، پورے چالیس دن قیام رہا، ایک چلّہ پورا کیا۔ غیر ارادی طور پر سفر تھا، ایک مسئلہ کے خاطر آئے تھے اور دیکھئے، اللہ تعالیٰ کی حکمت کیسے کام کرتی ہے کہ ایک چلّہ پورا ہوا اور جب گنگوہ واپس لوٹنے لگے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ الوداع کے خاطر تھوڑی دور تک گنگوہ کے راستہ پر ساتھ چلتے رہے، اور حضرت حاجی صاحب نے اپنی طرف سے بیعت کی اجازت بھی حضرت کو عطا فرمائی۔

جہادِ شاملی

مگر اس اجازت کے بعد اور خلافت کے بعد ابھی کوئی کام شروع نہیں ہوا تھا کہ اٹھارہ سو ستاون (۱۸۵۷ء) شاملی کا جہاد ہو گیا۔ جب دہلی مسلمانوں کے ہاتھ سے چلی گئی، تو پھر اطراف کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے چاروں طرف لوٹ مار، قتل و غارت کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

حضرت حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

شاملی میں حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں بائیں نوجوان حضرت مولانا قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب تھے۔ اور حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کو آکر گولی لگی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچا پیر کو اٹھایا، اٹھا کر کے قریب کی ایک مسجد میں لائے۔ پھر اس کے بعد جب وصال ہو گیا، تو وہاں تھانہ بھون میں آپ کو دفن کیا گیا۔ حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے قصے ہیں۔

ایک دفعہ کوئی صاحب کشف بزرگ اس قبرستان میں پہنچے، حضرت ضامن شہید کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں، اس کے بعد وہ کہنے لگے اپنے ساتھی سے کہ یہ کوئی بڑے عجیب بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں جا کر جیسے ہی کھڑا ہوا اور میں نے پڑھنا شروع کیا، تو فرمانے لگے جاؤ، جاؤ، مُردوں پر جا کر فاتحہ پڑھو، یہاں زندوں پر آکر کیا فاتحہ پڑھ رہے ہو؟ تب انہوں نے کہا کہ

آپ کو نہیں معلوم کہ یہ تو سچ مچ شہید ہوئے ہیں اور شہداء **الاحیاء فی قبورھم**، وہ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اسی جہاد شاملی میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خسر، ان کی اہلیہ محترمہ کے والد، وہ بھی شہید کیئے جا چکے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں مہینوں پولیس گھومتی رہی، جگہ جگہ چھاپہ مارتی رہی، بالآخر گرفتار ہو کر سہارنپور جیل لائے گئے اور جیل میں لمبا مقدمہ چلا۔ جب ان سب سے فارغ ہوئے، تب حضرت نے دیکھا کہ دہلی کے جو ساڑھے تین ہزار سے زیادہ مدرسے تھے وہ نیست و نابود کر دیئے گئے۔

اس زمانہ میں وہاں کے اس انقلاب سے پہلے سارے کے سارے لوگ اور ساری دنیا تعلیم یافتہ تھی اور تعلیم کا ذریعہ صرف مدارس تھے۔ اس زمانہ میں وہاں کی علمی زبان فارسی تھی، فارسی لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔ دہلی کی طرح ایک ایک شہر میں ہزاروں مدارس تھے اور مدارس ایسے تھے کہ جس میں ہندو مسلم سب پڑھ سکتے تھے۔ سب کے لئے اس کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

جب یہ مدارس ختم کئے گئے، تو آج تک وہ نظام پڑھائی کا اس علاقہ میں دوبارہ منظّم نہیں ہو سکا۔ اس کا متبادل اگر وہ بناتے کہ جتنے ہزار مدارس انہوں نے دہلی میں ختم کئے، اتنے ہزار اسکول بنائے ہوتے، تب تو ہم کہتے کہ چلو، اس کا متبادل یہ انتظام کیا کہ لکھنا پڑھنا یہاں آ کر سیکھو۔ لیکن ابھی بھی وہاں آپ دیکھتے ہیں کہ تعلیم کی کمی ہے ہندوستان میں یا پاکستان میں، اس کا بنیادی سبب یہ ہے۔ کلکتہ میں دہلی سے بھی زیادہ مدارس بیان کئے جاتے ہیں، وہ سب ختم کر دیئے گئے، جہاں بنیادی طور پر لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔

مدرسۂ گنگوہ

چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر پر مدرسہ شروع کیا۔ دیکھا کہ اب قرآن وحدیث کی حفاظت کا ذمہ علماء کے سر ہے، ساری دنیا سے طلبہ آپ کے پاس دورۂ حدیث پڑھنے

کے لئے جاتے تھے۔ حضرت نے برس ہا برس اپنے خرچہ سے، اپنے گھر پر، اپنے یہاں یہ مدرسہ شروع کیا جب کہ ابھی دارالعلوم دیوبند وغیرہ کوئی مدرسہ شروع نہیں ہوا تھا۔

جب یہ مدرسہ کامیاب ہوا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا گنگوہ میں، تب جا کر حضرت کے ساتھی حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی نے حضرت ہی کے مشورہ سے دیوبند میں مدرسہ عالیہ شروع کیا اور پھر چھ ماہ بعد مظاہر العلوم کی بنیاد پڑی۔ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گنگوہ میں عرب سے لے کر ادھر انڈونیشیا اور ملیشیا تک کے علماء آتے تھے اور بہت بڑی تعداد میں علماء فارغ ہوئے۔

حضرت تنِ تنہا صحاحِ ستہ کی کتابیں ایک سال میں پڑھایا کرتے تھے۔ ختم بخاری شریف کے جلسہ میں میں نے بتایا تھا کہ اس زمانہ کا درس کیا ہوتا ہوگا کہ جب بخاری شریف کی جلد اول اور جلد ثانی ایک ایک چلہ میں ہوئی اور اس کو جو حضرت کے والد صاحب نے ضبط کیا، اس کی کئی جلدیں تیار ہوگئیں، لامع الدراری کے نام سے۔

اور یہ تو بڑھاپے میں جب حضرت معذور ہو چکے تھے، سبق بند ہو چکا تھا، اس کے بعد کا یہ حال ہے۔ تو جس زمانہ میں حضرت کا شباب ہوگا اور حضرت نے پڑھانا شروع کیا تھا، اس زمانہ میں کیا حال رہا ہوگا؟

اسی لئے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے وہ فقہی اجتہاد و استنباط کی قوت عطا فرمائی تھی کہ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدون کیا ہوا فقہ دنیا سے ختم ہو گیا ہوتا، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اسی طرح مدون کر دیتے جس طرح امام صاحب نے مرتب کیا تھا۔

حضرت کی شان فقاہت

قرآن پاک میں ایک آیت ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کہ انسان کو وہی ملتا

ہے جو خود اس نے سعی کی۔ تو اشکال ہوتا ہے کہ پھر جو ہم ایصال ثواب کرتے ہیں، بدنی ثواب، بدنی، مالی عبادت کے ذریعہ دوسروں کو ثواب پہنچاتے ہیں، پہنچے گا یا نہیں؟ کہ بظاہر اس آیت سے اس کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں بڑی تقاریر اس کی تفسیر میں کی گئیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد و استنباط دیکھئے، صرف ایک کلمہ میں جواب دے رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت اس کا کیا جواب ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد سعیِ ایمانی ہے۔ اللہ اکبر! فرمایا کہ انسان کو اپنا ہی ایمان نفع دے سکتا ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر اس آدمی کو جہنم سے بچانا چاہے جو خود ایمان نہیں لایا تو نہیں بچا سکتی، **اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى** کہ خود ہی ایمان لا کر اپنے کو وہ بچا سکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات کے نام یہ ہیں:

ا۔ تصفیۃ القلوب	۲۔ امداد السلوک	۳۔ ہدایۃ الشیعہ
۴۔ زبدۃ المناسک	۵۔ لطائفِ رشیدیہ	۶۔ فتاوی میلاد وعرس وغیرہ
۷۔ رسالہ تراویح	۸۔ قطوف دانیہ	۹۔ جمعہ فی القریٰ
۱۰۔ ردالطغیان	۱۱۔ احتیاط الظہر	۱۲۔ ہدایۃ المعتدی ۱۳۔ سبیل الرشاد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۴۰۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: اواخر صفر ۱۲۶۹ھ　　مولد: انبہٹہ

تاریخ وفات: ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ　　مدفن: جنت البقیع مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پیر ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ثم السہارنپوری ثم المدنی۔ حضرت کی ولادت میری ولادت سے کم وبیش ایک سو برس پہلے ہوئی، دو تین سال کا فرق ہوگا۔ اور ایسے حالات میں کہ جس وقت ہندوستان مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

پیروں کا خاندان

حضرت کا خاندان انبہٹہ میں پیروں کا خاندان کہلاتا تھا۔ شاہ ابوالمعالی بہت بڑے بزرگ، وہاں کے شاہ بھیکن کے قصے بڑے مشہور ہیں۔ ان کے مرید انبالہ سے آتے تھے۔ وہاں پیروں کا قصبہ اس لئے مشہور تھا کہ ہندوستان کے آخری بادشاہ ظفر کے پیر ومرشد سید حسن عسکری وہیں انبہٹہ کے پیروں کے خاندان سے تھے۔

سنا ہے کہ جب بادشاہ ظفر کو گرفتار کر کے رنگون لے جایا گیا، جب ان کو جلاوطن کیا گیا، تو ان کے جو پیر ومرشد تھے سید حسن عسکری انبہٹہ میں، تو وہ کچھ دن تو روپوش رہے، پھر ان کی وجہ سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے والد ماجد، چچا، پورے خاندان کو گرفتار کیا گیا کہ بتاؤ، وہ کہاں ہیں؟ اس لئے کہ پیر صاحب سید حسن عسکری حضرت سہارنپوری کے چچا کے سمدھی لگتے تھے، قریبی رشتہ تھا، اس لئے سارے خاندان کو قید کر دیا گیا۔

شاہ حسن عسکری سے یہ ظلم دیکھا نہیں گیا کہ میری وجہ سے ساری مخلوق پریشان ہے، تو خود ہی چپکے سے گھر سے نکل گئے اور جا کر پولیس کو بتا دیا کہ میں حسن عسکری ہوں۔ چنانچہ سید حسن عسکری کو پھانسی دی گئی تھی۔ اور دہلی کے قریب جنگل میں ایک درخت مشہور تھا کہ گولی مارنے کے لئے گولی کیوں ضائع کی جائے، تو ہندوستانیوں کو درختوں پر پھانسی دی جاتی تھی۔

کہتے ہیں کہ چھپن ہزار علماء کو پھانسیاں دی گئیں اور کئی روز تک کے لئے دہلی میں حکم تھا کہ جس کی ڈاڑھی دیکھو اس کو قتل کر دو۔

سلسلۂ تعلیم

یہ آشوب زمانہ تھا جس میں حضرت اس جہان میں تشریف لائے جب مغل حکومت جا رہی تھی۔ کچھ انبہٹہ میں پڑھا، اس طرح کہ چونکہ شاہی خاندان سے قریبی تعلق تھا، حکومتوں سے تعلق کا اثر خاندانوں پر ہوتا ہے، اس لئے حضرت کو بچپن میں انگلش اسکول میں داخل کیا گیا۔

کچھ عرصہ تک حضرت نے وہاں انگلش پڑھی۔ اس کے بعد اللہ نے طبیعت میں سلامتی رکھی تھی، دین کا کام لینا تھا، علم اور حدیث کا کام لینا تھا، تو خود ہی طبیعت کو اس علم سے نفرت ہوگئی، اور اس کو چھوڑ کر کے حضرت نے دینی علم کی طرف توجہ فرمائی۔

حضرت کے ماموں مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دیوبند میں صدر مدرس تھے جو دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس ہیں۔ بانی تو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مگر اس کے صدر مدرس سب سے پہلے شاہ یعقوب صاحب۔ تو یہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں ہوتے تھے۔ اور ادھر سہارنپور میں چھ مہینہ کے بعد مظاہر کی بنیاد پڑی۔ مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ کے نام سے مدرسہ مظاہر علوم کی مولانا مظہر صاحب نے بنیاد رکھی تھی۔

مولانا مظہر صاحب بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں لگتے تھے۔ ایک ماموں دیوبند کے صدر مدرس تھے اور ایک ماموں مدرسہ مظاہر علوم کے بانی۔ اس لئے

حضرت نے کچھ عرصہ شروع کے چند سال دیو بند میں پڑھا ایک ماموں کے یہاں اور آخری ادھر سہارنپور میں درجہ علیا کی کتابیں، بقیہ اوپر کے درجات سب یہاں سہارنپور میں پڑھے۔

تدریسی خدمت کا آغاز اور بیعت

فارغ ہونے کے بعد بھی چھ برس تک دیو بند میں حضرت مدرس رہے اور اس کے بعد پھر ساری عمر یہاں سہارنپور میں پڑھاتے رہے۔ سہارنپور منتقل ہونے سے پہلے ہی حضرت کو داعیہ پیدا ہوا کہ انگلش چھوڑ کر کے میں نے عربی تعلیم تو شروع کی، مگر اب سلوک اور تصوف کے شعبہ میں بھی قدم رکھنا چاہئے۔

اس کے متعلق حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم سے عرض کیا کہ حضرت، مجھے بیعت ہونا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کس سے بیعت ہوں۔ میرے ذہن میں ایک تو آپ ہیں، دوسرے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں، اور دو بزرگوں کے اور بھی نام لئے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبی تقریر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دیکھئے، اس وقت تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ تمہیں ان سے بیعت ہونا چاہئے۔ حضرت نے عرض کیا کہ میری اس سلسلہ میں ذرا سفارش فرمادیں۔

جب حضرت نانوتوی کا گنگوہ کا سفر ہوا، اس موقع پر حضرت سہارنپوری بھی وہاں انبہٹہ سے گنگوہ پہنچ گئے اور یاد دلایا کہ حضرت آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سفارش کی کہ انہیں بیعت فرمالیں۔ اس طرح حضرت سے بیعت ہوئے۔

پورا حرم انوار سے بھر گیا

اور اللہ تعالیٰ نے پھر وہ ترقی عطا فرمائی کہ ایک مرتبہ حج میں تشریف لے گئے تھے، تو شاہ محبّ

اللہ صاحب وہاں اس وقت کے مکی بزرگوں میں سے تھے، جو حرم میں دلائل الخیرات پڑھ رہے تھے، ان کی نظر نیچی اور دلائل الخیرات پڑھ رہے ہیں، ان کے پاس حضرت مولانا شیخ الاسلام پاکستان، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک اپنی مصروفیت چھوڑ کر کے مولانا محبّ اللہ صاحب فرمانے لگے، ارے یہ کیا ہو گیا؟ پورا حرم انوار سے بھر گیا۔ پڑھتے پڑھتے اچانک فرمارہے ہیں۔

ایک دفعہ ہمارے بھائی یوسف صاحب، پھوپھی زاد بھائی ہیں کراچی میں، ان کے ساتھ مولانا فقیر محمد صاحب، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، بڑے بکّاء، ہر وقت روتے رہتے تھے، کعبۃ اللہ پر جو انوارات اترتے ہیں، اتنے طواف کرنے والوں کے لئے، اتنے مصلیوں کے لئے، تو وہ فرماتے تھے کہ میں الگ الگ ان کو مشاہدہ کر سکتا ہوں، دیکھتے رہتے، ہر وقت کعبہ پر نگاہ اور آنکھوں سے آنسو جاری، تو انہوں نے بھی اسی طرح کے کلمات ایک دفعہ ارشاد فرمائے، مولانا فقیر محمد صاحب نے، جب یوسف بھائی وراچھیا کے ساتھ حضرت کی عیادت کے لئے ہسپتال جانا ہوا۔

حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب دلائل الخیرات پڑھتے پڑھتے اچانک فرمانے لگے یہ کیا ہو گیا؟ پورا حرم انوار سے بھر گیا، تو مولانا ظفر احمد صاحب بھی حیران کہ کیا ہوا؟ کچھ دیکھا ہو گا۔

اتنے میں دیکھا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری تشریف لا رہے ہیں۔ پتہ نہیں تھا نہیں کہ ہندوستان سے آئے ہوئے ہیں۔ ملتے ہی فرمایا کہ ان سے پوچھئے، ابھی میں ان سے کیا کہہ رہا تھا؟ میں تو مشغول تھا اور میں نے دیکھا کہ پورا حرم انوار سے منور ہو گیا۔

اسی سفر میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملی۔ بیعت تو ہوئے تھے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے، مگر جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، تو حضرت نے اپنی طرف سے بیعت کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شعبہ کے لئے حضرت کو منتخب فرمایا تھا۔ کیا جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کا شعبہ، کیا

سیاست کا شعبہ، کیا رد باطل۔فرقِ باطلہ پر سب سے بہترین بنیادی اور سب سے اچھی کتابیں حضرت کی ہیں ''مطرقة الكرامة على مذهب الامامة''، شیعوں اور تمام فرقِ باطلہ کے خلاف حضرت کی تصانیف ہیں، فتاویٰ ہیں۔

ردفرق باطلہ

جن لوگوں نے یہاں حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے، تو یہ مزاج وہاں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے چلا ہے، فرقِ باطلہ کی تردید کا مزاج۔

اسی لئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا ہے، تو ادھر دہلی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو رہا ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ امروہہ میں شیعوں کے ساتھ مناظرے میں ہیں۔وہاں حضرت کو وصال کی اطلاع کی گئی تھی۔

تین دعائیں

جب حضرت سہارنپوری کی ولادت ہوئی ہے، اس وقت ہندوستان مسلمانوں کے قبضہ سے جا رہا تھا اور پھر اس کے بعد جب آخر عمر میں ہجرت کی نیت سے وہاں حرمین شریفین تشریف لے گئے، تو وہاں دیکھا کہ مکہ اور مدینہ جا رہا ہے۔اور اس وقت کئی سال تک حال یہ تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا راستہ مأمون نہیں تھا۔جتنے قافلے جاتے تھے سب لوٹ لئے جاتے تھے۔کوئی ایک قافلہ پرامن طریقہ سے منزل پر پہنچ پاتا، ورنہ قتل کر دئے جاتے، لوٹ لئے جاتے تھے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں حاضر ہوا ملتزم پر، تو میں نے وہاں تین دعائیں کی کہ الٰہی! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہاں پر جو دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے، تو میں تجھ سے تین دعائیں مانگتا ہوں۔

حضرت اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ جل شانہ کے طرف سے مجھے تین چیزوں کی

پیش کش کی گئی تھی، کہ آیا تمہیں شہرت چاہئے یا اولاد چاہئے؟

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ الٰہی! مجھے اولاد چاہئے۔ تو جب میں نے خود بھی اپنے متعلق دوسرے نکاح کا فیصلہ کیا، تو میں نے سوچا کہ میرا فیصلہ درست تھا کہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حق تعالیٰ شانہ کو یہی جواب دیا تھا۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین چیزوں کی دعا وہاں ملتزم پر کی تھی۔

ایک یہ کہ اے اللہ! یہ مکہ اور مدینہ تیرا حرم ہے اور یہ محفوظ اور مامون نہیں ہے۔ یہاں ایسی حکومت قائم فرما جو مثالی امن وامان قائم فرمائے۔ چنانچہ حضرت کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مثالی امن قائم فرمایا، یہ سعودی خاندان کامیاب ہوا اور مثالی امن اب تک ہے۔ اور اللہ کرے قیامت تک یہی حال رہے۔

اور دوسری دعا کہ حضرت کی بینائی جا چکی تھی اور کتاب بذل المجہود ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی، دعا کی کہ یا اللہ! میری زندگی میں میرے ہاتھوں یہ کتاب بذل المجہود، ابوداؤد کی شرح یہ مکمل ہو جائے۔

تیسری دعا بقیع میں جگہ کے لئے تھی کہ اے اللہ! مدینہ منورہ میں موت دے اور بقیع میں جگہ دے۔ تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے صدقہ ہماری دعائیں بھی قبول فرمائے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات کے نام یہ ہیں:

۱۔ قاموس کا اردو ترجمہ
۲۔ ہدایۃ الرشید الی افحام العنید
۳۔ البراہین القاطعۃ علی ظلام الانوار الساطعۃ
۴۔ مطرقۃ الکرامۃ علی مذہب الامامۃ
۵۔ المہند علی المفند، معروف بہ التصدیقات لدفع التلبیسات
۶۔ تنشیط الاذہان فی تحقیق محل الاذان
۷۔ اتمام النعم
۸۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد

۴۱۔قطب الاقطاب سیدی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

تاریخ ولادت: ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ مولد: کاندھلہ

تاریخ وفات: ۱ر شعبان ۱۴۰۲ھ بروز پیر بوقت عصر مدفن: جنت البقیع، مدینہ منورہ

Demise: 3.40pm, 24 May, 1982

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلىٰ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

سب سے پہلے تو دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام کو ہمارے لئے بھی بابرکت فرمائے، ہمارے لئے رحمت کا ذریعہ بنائے، مغفرت کا ذریعہ بنائے، دوزخ سے نجات کا ذریعہ بنائے، اس کی قدر پہچاننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ راتیں چونکہ بہت چھوٹی ہیں، اس لئے بہت مختصر وقت میں میں نے سوچا کہ مختلف شہروں سے آپ حضرات یہاں جو مشقت اٹھا کر تشریف لاتے ہیں، تو کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے یا تعلیم اور علم کے خاطر نہیں۔ وہ تو چھٹیاں ہو چکیں، صرف یہ سوچ کر ہم سب آتے ہیں کہ ہماری ایک

روحانی درس گاہ ہے، اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اور ہمارے اکابر سے ہمارا سلسلہ ہے، تو اس سلسلہ کی برکات سے مستفیض ہونے کے لئے اور روحانیت سے مستفیض ہونے کے لئے میں بھی حاضری دیتا ہوں، اتنی مشقت اٹھا کر یہاں آپ بھی آتے ہیں۔

اس پر میں نے سوچا کہ ہمارا جو روحانی سلسلہ ہے تو روز ہمارے اکابر میں سے ایک کے حالات بیان کئے جائیں، اللہ تعالی ان کی روحانیت سے ہمیں مستفیض فرمائے۔

ولادت باسعادت

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی اس دنیا میں آمد اور آپ کی ولادت باسعادت بھی اسی ماہِ مبارک رمضان میں ہوئی۔ رات گیارہ بجے شب میں ہوتی ہے جو ماہِ مباک کی گیارہویں شب تھی، کاندھلہ میں ولادت ہوئی۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ایک تحریر خود اپنے متعلق، سب سے پہلی، کسی ضرورت سے لکھی تھی۔ اس میں اخیر میں حضرت نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے ’’گنہگار بندہ محمد زکریا کاندھلوی ثم الگنگوہی ثم السہارنپوری‘‘۔ حضرت کی کاندھلہ میں ولادت ہوئی، اور وہیں پر حضرت کی ابتدائی نشو ونما ہے۔

اس کے بعد ڈھائی برس کی عمر میں والدین کے ساتھ گنگوہ آمد ہوئی اور جب حضرت شیخ قدس سرہ کی عمر سات برس تھی، تب حفظ قرآن شروع کیا اور تکمیل حفظ کے بعد حضرت شیخ کی عمر جب آٹھ برس تھی، اس وقت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ پھر والد صاحب کے ساتھ سہارنپور منتقل ہوکر عربی کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ بچپن سے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ قیام کے دوران حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں کھڑے ہوجانا اور حضرت کے ساتھ کھیلنا اب تک مجھے یاد ہے۔

جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں سہارنپور تشریف لائے، تو اب حضرت شیخ کاندھلوی کے بعد گنگوہی اور اب سہارنپوری بنے۔

سہارنپور پہنچنے کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم شروع ہوئی، اپنے والد صاحب سے بھی پڑھتے تھے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم پائی اور مختلف فنون وغیرہ پڑھے۔

اس زمانہ میں منطق اور فلسفہ کا بڑا زور تھا۔حضرت نے اخیر تک تمام فنون پڑھ لئے تھے مگر منطق اور فلسفہ نہیں پڑھا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے حضرت کے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب سے پوچھا کہ مولوی زکریا نے اب تک منطق اور فلسفہ شاید نہیں پڑھا، کیوں؟

انہوں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت! وہ اب پڑھ لے گا۔اس کے بعد حضرت سہارنپوری نے خود جب ارشاد فرمایا تو یہ بھی جو منطق اور فلسفہ رہ گیا تھا، اس کی کتابیں بھی جلدی جلدی سب نکل گئیں۔

دو مرتبہ بخاری شریف

حضرت نے بخاری شریف اور دورہ کی بعض کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں، خاص طور پر بخاری شریف حضرت نے دو دفعہ پڑھی۔حضرت نے ایک خواب حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا کہ حضرت، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تم بخاری شریف مجھ سے پڑھو۔

یہ خواب حضرت سہارنپوری سے جب ذکر کیا، تو چونکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہر کام میں حضرت سہارنپوری قدس سرہ ان کے رفیق اور معاون رہے، اور ان کی غیبت میں ان کے جانشین ہوتے تھے، اس لئے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہند تو وہاں مالٹا جیل میں ہیں، تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم مجھ سے بخاری شریف پڑھو۔اس لئے حضرت نے پھر دوبارہ بخاری شریف پڑھی۔

تعلیم حدیث کا آغاز

اور احادیث کا ادب زمانۂ طالب علمی میں اس قدر ملحوظ رکھا کہ اس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثالی کام لیا، جو صدیوں میں کسی سے لیا جاتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میری حدیث کی جب بسم اللہ ہوئی تھی، مشکوٰۃ والد صاحب نے شروع کرائی، تو غسل کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد جب بسم اللہ کرائی، تو بہت دیر تک لمبی دعا کرتے رہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ والد صاحب نے کیا دعا کی، مگر میں اپنے دل میں یہ دعا کر رہا تھا کہ الٰہی! یہ حدیث پاک کا جو مشغلہ بہت دیر میں شروع ہوا ہے، تو اب تجھ سے اس کی التجا ہے اور یہ مانگتا ہوں کہ یہ مرتے دم تک نہ چھوٹے۔

چنانچہ ہم نے اس دعا کا اثر وہاں حضرت کے وصال سے تین دن پہلے دیکھا کہ تین دن پہلے حضرت نے مولانا عاقل صاحب مدظلہ العالی سے مسوّدہ منگوایا کہ فلاں مسودہ لاؤ، سناؤ۔

حدیث کا ادب

اور یہ ادب سبق کی حاضری میں اس قدر ملحوظ تھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا عہد کیا تھا کہ کوئی سبق میرا حدیث کا بلا وضو نہ ہو۔ اگر کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے استنجاء وغیرہ کی حاجت ہوتی، تو میں اپنے ساتھی کو کہنی مار دیتا اور میں وضو کے لئے چلا جاتا۔ وہاں تک وہ اس کی کوشش کرتے کہ اپنے استاذ کو کسی نہ کسی طرح مشغول رکھیں تاکہ کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے۔ اس ادب کی برکت سے اور اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سے وہ حدیث پاک کا کام لیا کہ شاید کسی کی فہمِ حدیث ایسی نہیں ہوگی جیسی حضرت کی تھی۔

ایک شامی بزرگ

اس کو وہ حضرات سمجھتے ہیں جنہوں نے حضرت کی کتابیں لامع الدراری، اوجز المسالک،

کوکب وغیرہ دیکھی ہیں۔ دمشق سے ایک شامی بزرگ مکہ مکرمہ مدرسہ صولتیہ میں آئے تھے، وہاں صولتیہ میں حضرت سے ملے اور حضرت کو چومتے رہے، پھر رونا شروع کیا۔ روتے رہے اور کہنے لگے کہ بخاری شریف کی جو آپ نے شرح لکھی ہے، اس کی ایک جلد ہمارے یہاں آئی تھی، لامع الدراری کی، تیرہ برس پہلے دیکھی تھی۔ اس وقت سے میں دعا کر رہا تھا کہ الٰہی! اس کے مصنف سے تو میری زندگی میں، اس دنیا میں ملاقات کروا دے۔ الحمدللہ! آج میری دعا قبول ہوئی۔

اب اتنے بڑے عرب عالم اور شام کا، جو علم کا، روحانیت کا مرکز ہے، اب تک بھی بڑے بڑے علماء وہاں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں تیرہ سال تک دعا کرتا رہا، میری کوئی نماز ایسی نہیں تھی کہ جس کے بعد میں نے یہ دعا نہ کی ہو کہ الٰہی! اس کتاب کے مصنف سے میری ملاقات کرا دے۔ تو وہ روتے ہوئے کہتے ہیں کہ الحمد اللہ! میری سالہا سال کی دعائیں آج قبول ہوئیں۔

حضرت نے ایک سو دس سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور حضرت کی ایک ایک کتاب ایسی ہے، مثلاً اوجز المسالک، اس میں سے اس کے اجزاء الگ الگ کرنا چاہیں، تو ایک طہارت کے اوپر ایک رسالہ، طلاق پر ایک رسالہ، نکاح پر ایک رسالہ، عقیدہ پر ایک رسالہ، تو تمام مضامین کو الگ کریں، تو میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی کئی سو کتابیں، چھوٹی بڑی، یا رسالے اس سے مرتب کر سکتے ہیں، صرف اسی ایک کتاب سے۔ یہ ایسی عظیم الشان، مفصل کتاب ہے۔

نرالا انداز

آپ سنتے ہیں فضائل کی اردو کی کتابیں، ان میں آپ دیکھتے ہیں اس طرح کہ زرقانی یہ فرماتے ہیں اور عینی یہ فرماتے ہیں اور حافظ ابن حجر یہ فرماتے ہیں۔ حضرت کا طریقہ ہی، رنگ ہی الگ تھا۔ جس طرح میں بولتا جا رہا ہوں، اپنی طرف سے تشریح کر رہا ہوں، حضرت کے یہاں ایسا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت کا انداز اس طرح تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔اس حدیث کی شرح میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ، یہ صحابی یہ فرماتے ہیں۔اس کی شرح میں فلاں شارح ، ابن حجر یہ فرماتے ہیں، عینی یہ فرماتے ہیں۔تو اب اتنے سارے اقوال کے لئے آپ سوچیں کہ کتابوں میں سے ان مقامات کی تلاش میں کتنی محنت صرف ہوئی ہوگی اور کتنا وقت صرف ہوا ہوگا؟

حالانکہ اردو کی یہ کتابیں ہیں، ان میں بھی ایک صفحہ میں ایک درجن سے زیادہ شراح حدیث کے نام آپ کو ملیں گے، تو اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ یہ دوسطریں جو حضرت نے لکھی ہیں اس کے لئے حضرت نے یہ کتاب اٹھائی، اس کے بعد دوسطر کے بعد پھر مضمون شروع ہوا کہ فلاں نے یہ لکھا، تو دوسری کتاب لی۔اب اس میں تلاش کرنے میں کتنا وقت لگا ہوگا؟

اس کا اندازہ آپ کو اس سے ہوگا کہ ایک دفعہ ایک حدیث کی تلاش تھی اَلْبَـلاءُ مُـؤَكَّـلٌ بالْمَوْلُوْدِمَا لَمْ يُعَقَّ عَنْهُ کہ بچہ کا عقیقہ نہ کیا جائے تو اس پر بلا مسلّط رہتی ہے، جب تک اس کی طرف سے عقیقہ نہ ہو۔تو اس حدیث کی تلاش میں حضرت نے فرمایا، وہ کتاب لاؤ۔

پہلے تو حضرت خود ہی سب کچھ کرتے تھے، خود ہی لکھتے تھے۔اخیر سالوں میں خدام سے یہ کام لیتے تھے۔چار پانچ آدمی، جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب، حضرت مولانا عاقل صاحب اور ہمارے بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب وغیرہ، وہ تلاش کر رہے ہیں، پورے تین دن اسی حدیث کی تلاش میں لگے رہے، اَلْبَـلاءُ مُـؤَكَّـلٌ بِـالْمَوْلُوْدِمَا لَمْ يُعَقَّ عَــنْــه ۔تو اب اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت نے کتنی مشقت سے یہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔اللہ تعالیٰ حضرت کی روحانیت سے ہمیں مستفیض فرمائے۔

حضرت نے تو فرمایا اپنے متعلق کہ کاندھلوی ثم الگنگوہی ثم السہارنپوری، اور اب اخیر میں ثم المدنی، جیسا میں نے عرض کیا کہ وصال سے تین دن پہلے حضرت نے کتاب کا مسودہ منگوایا اور مولانا عاقل صاحب سے سنا۔

پھر وہاں ہی، مدینہ منورہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو قبول فرمایا اور بقیع میں مدفون ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر سے اوپر کی طرف گنتے جائیں، تو وہاں سے چھٹی قبر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے علوم اور فنون سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے۔ ہمیں اللہ تعالی نے ہمارے اکابر کے سلسلوں سے وابستہ کیا ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل ہیں، ورنہ کتنی آزاد مخلوق دنیا میں پھر رہی ہے۔ اللہ تعالی اس آزادی سے ہماری حفاظت فرمائے۔

قبر کی مٹی کی خوشبو

حضرت شیخ قدس سرہ کی بقیع میں تدفین کے بعد جب ہم لوگ واپس مدرسہ شرعیہ میں قیام گاہ میں پہنچے، تو پیر صاحب، جانشینِ حضرت، خلف الرشید حضرت مولانا طلحہ صاحب مدظلہ العالی خدام اور تعزیت گذاروں کے درمیان تشریف فرما تھے، اور حضرت پیر صاحب کے کپڑے مٹی میں بھرے ہوئے تھے، جو قبر میں اترنے اور تدفین کے دوران آپ کے جسم اور کپڑوں میں لگی ہوئی تھی۔

اس وقت کمرہ ایک عجیب وغریب اپنی نوعیت میں منفرد قسم کی خوشبو سے مہک رہا تھا، مگر ساتھ ہی خیال یہ بھی ہو رہا تھا کہ تعزیت کے لئے آنے والے حضرات میں سے کسی نے کوئی خوشبو لگائی ہوگی۔ مگر اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب کہ حضرت پیر صاحب کپڑے بدلنے کے ارادہ سے نکلے، وہ خوشبو بھی ختم ہوگئی۔

حضرت پیر صاحب جب اوپر کی منزل میں والدہ محترمہ اور گھر والوں کے پاس پہنچے تو وہاں بھی یہ خوشبو محسوس کی گئی اور بطور خاص کپڑوں میں لگی ہوئی مٹی کو سونگھا گیا، تو اس مٹی میں وہ خوشبو بسی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ جوڑا اسی طرح مٹی آلود تبرکاً محفوظ کرلیا گیا۔

اس کے چند روز بعد احقر اپنے دوست استاذ محمد یعقوب الدھلوی کے مکان پر گیا، اور وہاں

غالباً یہی تذکرہ آیا۔ یہ سن کر وہ جلدی سے اٹھے، اور اپنے بھائی عبداللہ الدھلوی کی ثوب (عربی کرتہ) لے کر آئے اور کہا کہ اسے سونگھیئے۔ تو میں نے محسوس کیا کہ بعینہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے جسم اور کپڑوں کی خوشبو ہے۔

(یہ خوشبو ایسی ہوتی تھی جیسی ملتزم اور حجر اسود پر آتی ہے۔ یہ خوشبو حضرت کے جسم اور کپڑوں میں دائمی تھی اور حضرت کے جسم سے الگ ہوئے کپڑوں میں تیس برس کے بعد بھی اب تک یہی خوشبو ان کپڑوں میں ہے۔ چند ماہ پیشتر مدرسۃ الامام محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پریسٹن کے طلبہ و طالبات نے ''یوم الشیخ محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ'' منایا تھا، تو میری بیٹی عزیزہ خدیجہ سلمہا ایک جوڑی حضرت کے کپڑے لے گئی تھی۔ تو سونگھنے والے حیران تھے کہ ایسی خوشبو غلافِ کعبہ، ملتزم و حجر اسود میں پاتے ہیں۔)

بعینہ یہی خوشبو حضرت پیر صاحب کے ان کپڑوں میں تھی، جن کو پہن کر دفن میں اور حضرت کو قبر میں اتارنے میں شریک ہوئے تھے۔

تب دکتور محمد یعقوب صاحب نے قصہ سنایا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی تدفین میں مٹی دینے میں ہمارے بھائی عبداللہ بھی مولانا طلحہ کے ساتھ ہی تھے۔ وہ تدفین سے فراغت کے بعد جب گھر پہنچے تو سارا گھر خوشبو سے مہک گیا۔ سب کو تعجب تھا کہ یہ خوشبو کس چیز کی ہے۔ بالآخر تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس ثوب (عربی کرتہ) کی مٹی میں یہ خوشبو ہے۔ اس وقت سے ہم نے تبرکاً اسی طرح رکھا ہے اور اب تک بھی اس میں وہی خوشبو ہے۔

خلاف معمول ہوائی جہاز کا اترنا

حضرت نے انگلستان کا پہلی مرتبہ جب سفر فرمایا تو برٹش ایئرویز کا جو جہاز جدہ سے لندن بلا توقف چھ گھنٹے میں پہنچاتا تھا، اس میں سفر کیا گیا تھا۔ حضرت نے حسبِ معمول پہلے ہی کھانا پینا ترک کر دیا تھا کہ مبادا جہاز میں استنجاء کی نوبت آئے، مگر دو تین گھنٹہ میں ہی حضرت کو استنجاء کا

تقاضا ہوا۔ پوچھا لندن پہنچنے میں کیا دیر ہے؟ عرض کیا گیا تقریباً تین گھنٹے۔ چلتے جہاز میں استنجاء کے لئے جانے میں حضرت کو سر چکرانے کا ڈر ہوا، ہمیں بھی فکر ہوا کہ کیا کریں۔

اتنے میں کیپٹن نے اچانک اعلان کیا۔ حضرت نے پوچھا، یہ کیا کہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اعلان ہو رہا ہے کہ جہاز کو بلاتوقف سیدھا لندن جانا تھا، مگر ہمیں روم کے مطار سے پیغام ملا ہے کہ ہڑتال کی وجہ سے جو مسافر مطار پر پڑے ہوئے ہیں، انہیں لے کر جاؤ۔ چنانچہ اضطراری طور پر ہمیں اترنا پڑ رہا ہے۔ سن کر حضرت مسکرائے اور مطار پر جہاز کے اتر جانے کے بعد حضرت آرام سے استنجاء سے فارغ ہوئے، تب دوبارہ جہاز منزل کی طرف بڑھا۔

فجر کی نماز کے لئے جہاز کا اترنا

اسی طرح دوسرے سفر انگلستان کے موقع پر جہاز کو سیدھا زامبیا سے لندن جانا تھا اور رات عشاء کے وقت آٹھ بجے زامبیا سے چل کر صبح سات بجے لندن اترنا تھا۔ نظام الأوقات سن کر حضرت نے شروع ہی سے فرمانا شروع کیا تھا کہ جہاز میں اتنے گھنٹے تک مسلسل وضوء رکھنا، جب کہ رات کا وقت بھی ہے، مشکل ہے اور جہاز میں استنجاء، وضوء مشکل ہے۔

اللہ کی قدرت کہ رات ۴ بجے کے قریب حضرت نے پوچھا، صبح صادق ہوگئی؟ ہم نے عرض کیا ہونے والی ہے۔ پوچھا استنجاء، وضوء، نماز کا کیا بنے گا؟

گفتگو جاری تھی کہ اعلان ہوا کہ لندن کے مطار پر جہازوں کی ٹریفک زیادہ ہونے کی بناء پر کچھ دیر ہمیں لندن کی فضاء میں چکر لگانے پڑیں گے۔ جتنا پٹرول ہم نے لیا تھا صرف سیدھا لندن اترنے تک کے لئے کافی تھا، تھوڑی دیر فضاء میں رہنے کے لئے ہمیں مزید پٹرول کی ضرورت ہے، اس لئے پٹرول لینے کے لئے تیونس کے ہوائی اڈہ پر اتر رہے ہیں۔

حضرت نے پوچھا، کیا کہے؟ اس پر اعلان کی تفصیل عرض کی گئی۔ سن کر حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا، الحمد للہ، اللہ نے ہماری نماز کا انتظام فرمادیا۔ چنانچہ جہاز اترنے کے بعد اطمینان

سے حضرت کو استنجاء، وضوء کرا کے نماز پڑھوادی اور بقیہ رفقاء نے نیچے اتر کر باجماعت نماز ادا کی۔

دس منٹ میں ایک ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ

مولانا عبدالمنان صاحب میواتی ثم الدھلوی فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی، تو حضرت نے فرمایا کہ تم حضرت شیخ سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ سہارنپور حاضر ہوا تو حضرت کتب خانہ میں مجھے اوپر لے گئے۔ میں نے بیعت سے پہلے صفائی سے عرض کر دیا کہ مجھ سے ذکر واذکار تو ہوں گے نہیں۔

حضرت نے بیعت فرمالیا اور اس کے بعد ہزار دانوں والی تسبیح کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اسے اٹھاؤ۔ میں اٹھا کر لایا۔ فرمایا گھڑی دیکھ لو۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہر دانہ پر لا الہ الا اللہ پڑھتے رہو۔ حضرت خود بھی پڑھتے رہے، میں بھی پڑھتا رہا۔ تسبیح ختم کر کے فرمایا، اب گھڑی دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ دس منٹ کا وقت بھی خرچ نہ ہوا تھا۔ یہ میں نے حضرت کی سب سے پہلی کرامت دیکھی۔

انگلستان کے واقعہ کی ہندوستان میں فوراً اطلاع

۶۹،۶۸ء میں راقم الحروف ایک مرتبہ باٹلی گیا، وہاں کسی مریض پر جن تھا۔ میں نے جنات کے جلانے کے تعویذات لکھ دئے۔ بحمد اللہ، اسے آرام ہو گیا، مگر گھر پہنچتے ہی چھ سات دن بعد ہی حضرت کا گرامی نامہ موصول ہوا، جس میں تاکیدی حکم تحریر تھا کہ جناتوں کو نکالنے، جلانے کے عملیات سے گریز کریں کہ اس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور پھر حضرت نے اپنے تعویذات کی مکرر اجازت مرحمت فرمائی کہ صرف یہی تعویذ لکھا کریں۔

میری اس حرکت کے فوراً بعد حضرت کا گرامی نامہ یا تو حضرت کے کشف کے نتیجہ میں آیا یا جناتوں نے شکایت کی ہوگی۔ اس لئے کہ حضرت کے درس میں، مجلس میں، بکثرت جنات آیا

کرتے تھے۔

بیلجیم میں تبلیغی جماعت کو تسلی دینا

غالبًا ؁ میں بنگلہ دیش کی ایک جماعت کو لے کر مولانا لطف الرحمٰن صاحب سلہٹی روم وغیرہ ہوتے ہوئے بیلجیم پہنچے۔ وہاں امیگریشن والوں نے جماعت والوں کو روک لیا اور ساتھی ویزا کے بارے میں پریشان و متفکر تھے۔

مولانا لطف الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ سب ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ذرا سی آنکھ بند کی تو حضرت شیخ قدس سرہ کو دیکھا اور حضرت نے فرمایا، پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ چند ہی لمحات ابھی گذرے تھے کہ افسران نے آکر ہمیں ویزا جاری کر دیا۔

تشویش پر اطلاع

مفتی مقبول احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ اتفاق سے انہیں دنوں میں حضرت نے صوفی محمد اقبال صاحب سے دریافت فرمایا کہ کوئی اچھی آواز سے نعت پڑھنے والے ہیں؟ صوفی جی نے میرا نام لیا۔

حضرت نے فرمایا کہ اس سے کہہ دینا کہ رات عشاء کے بعد سنیں گے۔ صوفی جی نے جب مجھے بتایا تو میری حالت خراب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ میں حضرت کے سامنے نہیں پڑھ سکوں گا۔ صوفی جی نے فرمایا کہ اب تو حضرت عشاء کے بعد سننے کو فرما چکے ہیں۔ مفتی مقبول صاحب فرماتے ہیں کہ میں دعائیں کرنے لگا، یا اللہ! کسی طرح مجھے حضرت کے سامنے نہ پڑھنا پڑے۔ چنانچہ عشاء کے بعد حسبِ ارشاد میں حاضر خدمت تو ہوگیا۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا، ہم نے سننے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اسی طرح مفتی مقبول احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حاضری کے موقع پر حضرت سے

سلام، مصافحہ تو ہو گیا، مگر حضرت نے خصوصیت کے ساتھ مجھے پوچھا نہیں۔ اس پر دل پریشان رہنے لگا یہاں تک کہ دو تین دن گذرنے پر روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! حضرت شیخ اگر مجھے بھول گئے اور حضرت شیخ کے ہاں سے اس طرح تعارف ختم ہو گیا، تو میرا کیا ہو گا۔

اس کے بعد معمول کے مطابق عصر کی نماز کے بعد مجلس میں حاضر ہوا اور مجلس کے اختتام پر حاضرین کے ساتھ میں نے بھی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، تو حضرت نے قوت سے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا، میں تمہیں بھولا نہیں ہوں۔

کشف و کرامات اور اتباع سنت

مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کے لئے الٰہی قانون ہے کہ جب یہ حضرات اپنے قول و فعل، حرکت و سکون، سکوت و تکلم، ملاحظہ و مراقبہ، غرضیکہ عام احوال میں رضاءِ الٰہی کے متلاشی بن جاتے ہیں اور رضاء باری تعالیٰ کو اپنا مقصود و محور بنا لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ خرق عادت اور اسباب سے بالاتر اموران کے ہاتھ پر صادر فرما کر ان کا اعزاز و اکرام فرماتے ہیں، جسے کرامت کہا جاتا ہے۔

مذکورہ واقعات صرف ''مشتے نمونہ از خروارے'' کی قبیل سے ہیں، ورنہ وہاں تو ہر وقت کے حاضر باشوں کی زبان پر ڈر کے مارے یہ دعا رہا کرتی ہے، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِی۔ اس لئے کہ خدام میں سے جب کوئی حاضر ہوا اور اس کا دل کہیں اور گھوم رہا ہے، تو حضرت فوراً ترنم سے یہ شعر پڑھتے:

بولو نسیم بولو، بولو نسیم بولو
نگاہیں تو ملالیں ، دل کہاں ہے

مگر اہل حق کا شیوہ اور شعار رہا ہے کہ وہ بجائے ان کشف و کرامات کے، ان امور کے جویا اور متلاشی ہوتے ہیں، جن پر ان اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و اکرام ملا اور پھر حتی

المقدوران امور کے اتباع کی کوشش کرتے ہیں، مگران کشف وکرامات کے لئے نہیں۔

چنانچہ حضرت قطب الأقطاب حضرت شیخ قدس سرہ کی عملی زندگی پر نگاہ ڈالی جائے تو وہاں زہد وقناعت، ریاضت ومجاہدہ، ایثار وہمدردی، جفاکشی ووفاشعاری کی ایسی داستانیں نظر آتی ہیں کہ قرب قیامت کے اس انحطاط پذیر دور میں پڑھنے والوں کے ظرف شاید اس کے متحمل نہ ہوں، اور اسے معتقدین ومسترشدین کی مبالغہ آرائی پر محمول کریں۔ پھر بھی سادہ فطرت انسانوں کے فائدہ کے لئے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

طلب علم کے لئے یکسوئی

نوعمری کے ایام بظاہر غیر شعوری اور کھیل کود کے ہوتے ہیں، مگر مستقبل کی تابناکی اور تاریکی کا مدار عمر کا یہی حصہ ہے۔ حضرت شیخ نے اپنا یہ دور سہارنپور میں اس قدر یکسوئی اور تنہائی، علمی انہماک، بلکہ طلب علم کے لئے قیدِ تنہائی میں گذارا۔

کہ فرماتے ہیں کہ انہی دنوں میرا قیام والد صاحب کے ساتھ مدرسہ قدیم میں تھا۔ ایک مرتبہ میرے جوتے گم یا چوری ہوگئے، تو چھ ماہ تک دوسرے جوتے خریدنے کی نوبت نہیں آئی، اس لئے کہ بیت الخلاء کے لئے کھڑاؤں یا کسی کے پرانے جوتے پڑے رہتے تھے اور چھ ماہ تک مجھے مدرسہ قدیم کے دروازہ سے باہر جانے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مدرسہ قدیم کسی وسیع احاطہ کا نام نہیں، بلکہ ایک چھوٹی سی مسجد، کتب خانہ، اور پانچ سات حجروں پر مشتمل ایک صحن کا نام ہے۔

حدیث کا ادب

دورۂ حدیث میں کتابیں پڑھتے وقت حضرت کی عمر سترہ، اٹھارہ سال ہوگی۔ اس وقت بھی حدیث پاک کے ادب کا یہ عالم کہ حضرت شیخ نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ یہ طے کر رکھا تھا کہ کوئی حدیث بلا وضوء کے نہیں پڑھیں گے اور کوئی حدیث بھی استاد کے سامنے پڑھنے سے نہ

رہیں گے۔ اساتذہ کے سامنے اس تقدس کا اظہار بھی فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ کے منافی تھا، اس لئے دونوں ساتھیوں میں سے کسی کا وضوء ٹوٹ گیا، تو ساتھی کی واپسی تک درس میں موجود ساتھی استاد سے سوال و جواب، اشکال و اعتراض کرتا رہتا، یہاں تک کہ ساتھی وضوء کر کے آتا، تب سبق آگے چلتا۔

تاریخ مشائخ چشت

ابتداء ہی سے علمی انہماک اور تصنیف و تألیف، تدریس و افادہ میں مشغولی کے باوجود یہ ظاہری علم حضرت کے لئے 'باطن کی دولت' سے سدراہ نہیں بنا، بلکہ دورہ سے فراغت کے فوراً بعد انیس سال کی عمر میں سب سے پہلے تاریخ وتصوف وسلوک کے موضوع پر حضرت کے قلم سے جو کتاب نکلی، وہ (تاریخ مشائخِ چشت) ہے۔ اس قدر جامع، مختصر، صحیح کتاب ان بزرگوں کے احوال میں شاید دوسری اور کوئی نہیں ہے۔ غرضیکہ علم شریعت وطریقت کا تصنیفی اعتبار سے حضرت نے یہیں سے امتزاج رکھا ہے، جو امتزاج اصل علم اور اصل تصوف کے لئے ہر دو حلقہ میں حضرت کے امتزاج کا بالآخر باعث بنا۔

دنیا سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ دورہ سے فراغت کے ساتھ ہی میدانِ تدریس میں حضرت نے قدم رکھا تو والد ماجد مرحوم کے بارِ قرض کی بنا پر بعض بزرگوں کے اصرار پر مدرسہ سے تنخواہ لینا شروع کیا، مگر اس کے بعد جلد ہی نہ صرف تنخواہ لینا موقوف کر دیا، بلکہ ماضی کی لی ہوئی تنخواہ بھی واپس کر دی۔

حضرت شیخ اور رائلٹی

تصنیف و تالیف کا سلسلہ حضرت صرف چودہ سال کی عمر میں زمانہ طالب علمی ہی سے شروع فرما چکے تھے جو وصال سے دو تین دن پہلے تک جاری رہا۔ تصانیف کی کل تعداد ایک سو سے متجاوز ہے، جن میں بعض تصانیف ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، جیسا کہ اوجز

المسالک۔

اس کے باوجود حضرت نے اپنی اس قدر مقبول کثیر الاشاعت ،کثیر العدد کتب کے حق اشاعت کو عام کر دیا، اور اپنے لئے حقوق طبع کو محفوظ کرانے کی بجائے عام اجازت کا اعلان فرما دیا۔یہی نہیں بلکہ جو بھی حضرت کی کتب طبع کرواتا،حضرت اس کی حوصلہ افزائی اس طرح فرماتے کہ چند ایک ہزار اپنی طرف سے لاگت ادا کر کے چھپواتے ،اور اسی کی معرفت تقسیم کرواتے ۔ اس طرح بلا مبالغہ کروڑوں روپے کی کتب مفت تقسیم کروائی ہوں گی۔

سفر کی شرائط

افریقہ اور انگلینڈ کے جو آخری سفر ہوئے اس میں حضرت کی اہم شرط یہ ہوتی تھی کہ ٹکٹ اپنا اور اپنے رفقاء کا میں خود ادا کروں گا، اور وہاں کسی سے کوئی ہدیہ وغیرہ نہیں لوں گا۔ چنانچہ دونوں سفروں میں حضرت نے کسی سے کوئی ہدیہ وغیرہ قبول نہیں فرمایا۔

جود وسخا

جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ پچاسوں خاندانوں کے گویا حضرت ہی کفیل تھے۔اس کے علاوہ متعارف علماء اور اہل شہر میں سے کسی کے ہاں شادی ،غمی کا کوئی موقعہ ہو، تو بعضوں کے کل اخراجات حضرت اپنی طرف سے ادا فرماتے ،اور بعضوں کی گرانقدر نقد رقوم سے مدد فرماتے ۔

رمضان المبارک میں اتباعِ سنت میں یہ جود وسخا موسلا دھار بارش کی طرح برستی اور آنے والے مہمانوں میں سے جن کو بھی حضرت نام سے جانتے تھے،ان کے حصہ کا لفافہ ضرور بنتا،اور اس قدر چپکے چپکے یہ کام ہوتا کہ کسی کو ہوا بھی نہ لگتی،حتی کہ برابر والے معتکف کو بھی یہ پتہ نہ چلتا کہ میرے ساتھی کے پاس کیا عطیہ آیا۔ اگر کسی کو ہدیہ دیتے وقت کوئی تیسرا شخص پہنچ بھی جاتا،تو حضرت فرماتے کہ لفافہ تم رکھو،اس کا مد میں بعد میں بتاؤں گا۔ایک مرتبہ رمضان المبارک کے ابتدائی تین دن کی سخاوت کی مقدار ایک لاکھ روپے نقد تھی۔

دنیا کی نعمتوں سے زہد کا حال

ایک مرتبہ عید کے موقع پر بچی نے نئی چپل کی فرمائش کی، تو نئے چپل کی بجائے پرانے پر تیل لگا کر بچی کو تسلی دی کہ دیکھو، اب یہ نئے ہو گئے۔

حضرت کا ایک کرتہ تھا جو سردیوں میں چھ ماہ تک مسلسل حضرت کے جسم پر رہتا، جو حضرت نے سترہ سال استعمال فرمایا ہے۔ ایک پائجامہ کے متعلق فرمایا کہ دس سال سے میرے استعمال میں ہے۔

حضرت کے کمرہ کا فرش ایک چٹائی تھی، جو ۳۵ سال سے بچھی ہوئی تھی۔ ایک مہمان نے جرأت کر کے دوسری چٹائی اس کی جگہ بچھا کر اسے ہٹا دیا۔ جب حضرت تشریف لائے، دیکھا تو شدید ناراض ہوئے اور پرانی کو دوبارہ بچھوایا۔

حکیم صاحب کے متعلق حضرت فرماتے ہیں، جو حضرت کے ہم عمر اور دوستوں میں سے تھے، بعد میں ان سے عزیز داری قائم ہوئی، کہ وہ اپنی پرانی لنگیاں مجھے دے دیتے تھے، میں انہیں عمامہ کے لئے استعمال کرتا۔ جب وہ بالکل پھٹ جاتیں، تب اس کے الگ الگ چیتھڑے بنا لیتا اور میرے کتب خانہ میں رکھے رہتے اور پسینہ پوچھنے کے کام آتے۔ جتنی اچھی عمدہ چیزیں ہوتیں، وہ دوسروں کو عنایت فرما دیتے۔

صوفی عبدالأحد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آم آئے۔ حضرت نے فرمایا اچھے الگ کر دو اور اساتذہ کے ہاں اور گھر والوں میں پہنچا دو اور جو چلے ہوئے ہوں، وہ ہمارے لئے کاٹ لو۔ صوفی جی کو کچھ تردد ہوا، تو فرمایا کہ اچھا کھایا ہوا گل سڑ جاتا ہے، دوسروں کو دیا ہوا باقی رہتا ہے۔

مفتی محمود صاحب گنگوہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے صرف پوچھا کہ بٹیر کہاں ملتے ہیں؟ اس کے فوراً بعد ہی پنجاب اور دور دور سے پنجرے بھر بھر کے بٹیر اور پرندے آنے شروع ہو

گئے (حالانکہ وہاں تک کسی نے اطلاع بھی نہیں کی تھی)۔ دیکھ کر حضرت رونے لگے، اور زبان پکڑ کر کے عرض کیا، ''یا الٰہی! تو معاف فرما دے۔ اس سے نہ معلوم کیا کیا نکلتا ہے اور یہ کیا کیا بولتی رہتی ہے۔'' تب جا کر پرندوں کا آنا موقوف ہوا۔

یہاں برطانیہ دارالعلوم میں قیام کے دوران، میں کھانا طباق میں لے کر گیا۔ تو حضرت نے فرمایا، ایک آدھ نوع کا کھانا ہو، تو کھایا جاتا ہے۔ کئی انواع دیکھ کر پھر اشتہاء ختم ہو جاتی ہے، اس لئے ایک ہی نوع کا کھانا لایا کرو۔

نماز و تلاوت

تلاوت و نماز کا حال یہ تھا کہ رمضان المبارک میں آخری سالوں میں تہجد میں دو گھنٹے، چاشت میں تین گھنٹے، اوابین میں ایک گھنٹہ، یعنی نوافل میں چھ گھنٹے خرچ ہوتے تھے۔

تلاوت کا حال یہ تھا کہ غیر رمضان میں روزانہ کا معمول سارے دینی کاموں کے ساتھ تقریباً دس پاروں کا تھا، ہر تیسرے دن ختم قرآن۔ ہر روز نامچہ میں اس کا کبھی تو اندراج ہوتا ''ختمہ''، اور کبھی کسی کے انتقال کی اطلاع ملتی، تو یہ لکھواتے ''ختمہ لفلان''۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم تین ساتھیوں نے ایک مرتبہ سوچا کہ امام اعظم ابوحنیفہ ماہ مبارک میں روزانہ ایک ختم قرآن دن کو، ایک رات کو فرماتے تھے۔ تو ہمیں ایک رمضان ایسا گذارنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس رمضان میں ۵۶ قرآن شریف پڑھے تھے۔

روزے

روزوں کا حال یہ تھا کہ بڑھاپے میں کافی طویل عرصہ کے بعد طویل قیام کے لئے حرمین میں حاضری ہوئی تو مئی جون کی سخت گرمیوں میں مسلسل بلا ناغہ روزے رکھنے شروع کئے، اور ساتھ افطار اور سحر میں بھی کھانا برائے نام تھا۔ خدام وخواص کی طرف سے درخواست واصرار کے باوجود کہ نقاہت ہو جائے گی، پورا سال حضرت نے روزے رکھے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ تو حضرت پر کبھی فرض نہیں ہوئی، جیسا کہ صوفی محمد اقبال صاحب نے حضرت کی زبانی نقل کیا ہے۔ کیوں کہ جو کچھ بھی آتا، اُسے آگے چلتا کر دیتے تھے، جمع کر کے نہیں رکھتے تھے، جیسا کہ صدقات وخیرات کا اجمالی حال معلوم ہو چکا۔

آخری حج

ویسے تو حضرت نے متعدد حج فرمائے، مگر وصال کا وقت من جانب اللہ معلوم ہو گیا ہوگا، اس لئے اتباعِ سنت میں آخری سال بالخصوص آپ نے حج فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے بعد چند ماہ میں اس عالم سے تشریف لے گئے تھے۔ حالانکہ حج کے ایام میں حضرت کی نقاہت کو دیکھ کر سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ حضرت حج کر سکتے ہیں، مگر اتباعِ سنت کے جذبہ نے ناممکن کو حقیقت بنا دیا۔ حضرت نے آخری حج ادا فرمایا۔

اتباعِ سنت

ہمارے مشائخ کے ہاں سب سے بڑی کرامت اتباعِ شریعت واتباعِ سنت ہے۔ حضرت کی زندگی کا یہ باب اتنا وسیع ہے کہ اس پر سینکڑوں الفاظ لکھے جا سکتے ہیں۔ صوفی محمد اقبال صاحب نے حضرت ہی کی حیات میں ''حضرت شیخ واتباعِ سنت'' کے نام سے ایک تصنیفی سلسلہ شروع کیا تھا، جس کا ایک جُز طبع ہوا ہے۔

غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے بے چینی

غالباً ۹۷ء کی مدینہ طیبہ حاضری کے دوران ایک روز احقر حضرت کی قیامگاہ کے برابر خدام والے حجرہ میں تھا کہ حضرت کے خادم محمد اعجاز چمپارنی آئے اور فرمایا، حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ احقر حاضر ہوا تو حضرت نے زار و قطار روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سن، یہ کیا کہہ رہا ہے۔

بھائی اعجاز صاحب نے کہا، میں نے حضرت سے پوچھا کہ وہ غیر مسلم حضرات جنہوں نے اسلام کا نام بھی نہیں سنا اور جنہیں اسلام کی کوئی تبلیغ بھی نہیں کی گئی، کیا انہیں عذاب ہوگا؟ اور ان میں اسلام کی تبلیغ نہ کرنے کا ہم سے سوال ہوگا؟ یہ سن کر حضرت نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا، اس پر ضرور کام ہونا چاہیئے، اور اس موضوع پر اسلام کے محاسن پر کتابیں ہونی چاہیئں۔

میں نے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کے نام گنوائے، جن میں بطورِ خاص حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی کتاب اسلام کیا ہے؟ کا بھی ذکر کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا، انگریزی میں بھی ایسی کتابیں ہونی چاہیئں۔

میں نے عرض کیا کہ اس کام کے لئے مولانا ابراہیم صاحب ڈیسائی زیادہ موزوں ہیں، جو ہمارے دار العلوم کے استاذ حدیث ہیں اور یہ کام ان کے ذوق کے موافق ہے۔ حضرت نے فرمایا ان سے ضرور لکھواؤ اور میں اسے طبع کرادوں گا۔

چنانچہ چند روز بعد ہی جب حضرت کا انگلینڈ کا سفر ہوا تب وہاں دار العلوم میں ایک دن میں مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے تعارف کے بعد عرض کیا کہ مولانا یہ کام شروع کر رہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ کس نوعیت کی کتاب لکھی جائے؟

حضرت نے فرمایا کہ خوب وضاحت کے ساتھ اسلام کی خوبیاں بیان کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اس کام کے لئے حضرت نے انہیں بہت دعائیں دیں۔ اور اس کے بعد فوراً ہی مولانا موصوف نے یہ کام شروع کر دیا، مگر مقدر کہ اس کے چند ماہ بعد ہی دار العلوم کے اساتذہ کی کار کے حادثہ کا عظیم سانحہ پیش آیا، جس میں چار اساتذہ اور دار العلوم کے ایک مخلص خادم شہید ہوئے۔ اور مولانا کی شہادت کے بعد موصوف کے علمی ذخیرہ میں بیسیوں اوراق ہیں، جن پر محاسن اسلام کا عنوان تھا۔

کاش کہ یہ ذخیرہ مرتب ہو جاتا کہ یہ کام حضرت کے حکم اور حضرت کی دعاؤں سے شروع کیا

گیا تھا۔

تواضع وانکساری

ان کے باوصف فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى پر عمل کا یہ عالم تھا کہ دار العلوم میں حضرت کے قیام کے دوران سالانہ جلسہ دستار بندی ہورہا تھا، بیانات ہورہے تھے، حضرت کے حجرہ تک بھی آواز پہنچ رہی تھی کہ ''یہ سب حضرت ہی کی دعا اور توجہات کا ثمرہ ہے''، تو سن کر حضرت نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''تو نے حدیث میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی فاسق وفاجر سے بھی اپنی دین کی مدد لے لیتے ہیں''۔

سہارنپور میں راستہ گذرتے ہوئے کتے کو بھونکتا ہوا دیکھتے تو اسے خطاب کر کے فرماتے، ''ارے بھائی، جا! میں ہی تیرا بھائی یہاں کافی ہوں''۔

بیداری میں ملک الموت کی زیارت

آخری ایام میں تہجد کے وقت جب میں وضو کرانے لگا، پوچھا ''کون؟'' میں نے عرض کیا، یوسف۔ فرمایا، ''آج پھر ملک الموت آئے تھے''۔

میں نے پوچھا، حضرت نے کوئی خواب دیکھا؟ فرمایا، ''نہیں، میں لیٹا ہوا تھا، بیدار ہی تھا کہ تشریف لے آئے اور مسکراتے ہوئے بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے''۔

ملک الموت کی بیداری میں یہ دوسری زیارت تھی۔ پچیس تیس سال پہلے کی زیارت کا قصہ مفتی مقبول احمد صاحب حضرت سے سنا ہوا بیان فرماتے ہیں کہ:

''مجھے پیشانی پر ایک بڑا دُنبُل نکلا۔ حکیمی علاج جاری تھا۔ اس سلسلہ میں ایک علاج کے متعلق یہ بتایا گیا کہ اس دوا سے سارا مواد تحلیل ہوجائیگا۔ رمضان کی راتیں تھیں اور سحری کھانے میں ابھی کافی دیر تھی۔ تکلیف مجھے اتنی شدید ہوگئی کہ میں یہ سمجھا کہ یہ میرا آخری وقت ہے۔ گھر والوں سے باصرار میں نے سحری کھانے کو کہا، یہ سوچ کر کہ اگر میں مرگیا تو یہ سب سحری کھانے

سے رہ جائیں گے۔اسی تکلیف کی شدت میں میں کبھی آنکھیں کھول رہا تھا، کبھی بند کررہا تھا کہ اب ملک الموت آنے والے ہوں گے، مگر وہ تکلیف ورم کے تحلیل ہونے کی تھی۔

آہستہ آہستہ مجھے افاقہ ہوگیا اور حسبِ معمول صبح جب میں اوپر کتب خانہ میں تھا، نیچے سے سیڑھی کا دروازہ بند تھا، مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک خوبصورت آدمی میرے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کون؟ کہنے لگے وہی جن کا تم رات انتظار کررہے تھے۔ میں نے کہا کہ ملک الموت؟ تو فرمانے لگے جی! میں نے کہا کہ پھر، اب لے چلئے۔فرمانے لگے، ابھی نہیں، آپ سے ابھی اور کام لینا ہے۔"

خواب میں ملک الموت کی زیارت

برطانیہ کے دوسرے سفر میں شدت ضعف کی بناء پر جب حضرت ہسپتال داخل کئے گئے، داخلہ کے دوسرے دن ہمیں حالت تشویشناک معلوم ہوئی، اس قدر کہ لندن سے مدینہ طیبہ تک کے خصوصی طیارہ کے لئے بھی بات چیت کر لی گئی۔ جب حضرت صحت مند ہوکر دارالعلوم واپس تشریف لائے اور اس کا تذکرہ آیا، تو حضرت نے فرمایا کہ "میرے مرنے کا فکر نہ کرو، میں ابھی مرتا نہیں ہوں، مجھ سے وعدہ ہے"۔

اس کے بعد فرمایا کہ "ملک الموت کی زیارت والا خواب تو تم نے سنا ہوگا کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیمار ہوا۔اسی دوران میں نے خواب دیکھا۔دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان میرے پاس آئے۔ میں نے پوچھا، کون؟ کہنے لگے، ملک الموت۔ میں نے کہا، پھر لے چلئے۔فرمانے لگے، یہاں نہیں، جب آپ مدینہ طیبہ پہنچیں گے میں وہاں آؤں گا۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ سے جب میں مدینہ طیبہ آگیا تو خواب میں دیکھا کہ وہ خوبصورت نوجوان کی شکل میں جارہے ہیں۔ میں نے کہا ارے، تم نے کہا تھا کہ جب مدینہ طیبہ پہنچ جاؤ گے تو میں آؤں گا، اب میں پہنچ گیا ہوں، تو ہنس کر فرمانے لگے، ابھی تم سے کچھ اور کام لینا ہے"۔

انتقال سے تقریباً تین دن قبل حضرت نے کونے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''دیکھو! وہ شیطان کھڑا ہے تمہیں نظر آ رہا ہے؟'' (حسبِ نظام پہنچ تو گیا جیسا کہ احادیث میں خبر دی گئی ہے، مگر آگے بڑھنے کی جرأت کہاں سے لائے؟)

تین چار روز قبل ہی مولوی نجیب اللہ صاحب حضرت کو استنجاء کرا رہے تھے، میں برابر والے کمرہ میں تھا، رات بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا، باہر کوئی زور سے دو مرتبہ چیخا، نجیب اللہ، نجیب اللہ۔ میں بھاگا ہوا فوراً گیا تو وہاں نہ کوئی آدم تھا، نہ آدم زاد۔

بالکل اسی طرح امّاں جی کے ساتھ بھی یہی قصہ پیش آیا کہ وہ قرآن ختم کر کے مرحومین میں سے کسی کے لئے ایصال ثواب کرنا چاہتی تھیں، بڑے زور سے ان کا نام لے کر انہیں کسی نے پکارا، حالانکہ گھر کے دو تین افراد کے سوا ان کا نام بھی جاننے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

یقیناً یہ ہاتفِ غیبی کی طرف سے پکار تھی، مقصد اللہ ہی کو معلوم۔

ذیل میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی بعض تصنیفات و تالیفات درج ہیں:

۱۔الابواب والتراجم للبخاری	۲۔الاعتدال فی مراتب الرجال
۳۔آپ بیتی	۴۔اختلاف الائمۃ
۵۔اصول حدیث علی مذہب الحنفیۃ	۶۔اضافہ براشکال اقلیدس
۷۔اکابر علمائے دیوبند	۸۔اکابر کا رمضان
۹۔اوجز المسالک شرح موطا امام مالک رحمہ اللہ	
۱۰۔تاریخ مشائخ چشت	۱۱۔تاریخ مظاہر العلوم
۱۲۔تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات	
۱۳۔تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن	
۱۴۔تقریر بخاری شریف	۱۵۔تقریر نسائی شریف
۱۶۔تقریر مشکوۃ شریف	۱۷۔تلخیص البذل

۱۸۔ تلخیص المؤلفات والمؤلفین
۱۹۔ تین مکتوبات مع اضافات
۲۰۔ جامع اختلافات الصلوٰۃ
۲۱۔ جزء اختلافات الصلوٰۃ
۲۲۔ جزء الاعمال بالنیات
۲۳۔ جزء افضل الاعمال
۲۴۔ جزء امراء المدینہ
۲۵۔ جزء انکحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۶۔ جزء الجہاد
۲۷۔ جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۸۔ جزء رفع الیدین
۲۹۔ جزء روایات الاستحاضۃ
۳۰۔ جزء صلوٰۃ الاستسقاء
۳۱۔ جزء صلوٰۃ الخوف
۳۲۔ جزء صلوٰۃ الکسوف
۳۳۔ جزء طرق المدینہ
۳۴۔ جزء المناط
۳۵۔ جزء المبہمات فی الاسانید والروایات
۳۶۔ جزء المعراج
۳۷۔ جزء مکفرات الذنوب
۳۸۔ جزء ملتقط المرقاۃ
۳۹۔ جزء وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۴۰۔ جزء اولیات القیامۃ
۴۱۔ جزء تخریج حدیث عائشۃ فی بریرۃ
۴۲۔ حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
۴۳۔ حواشی الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ
۴۴۔ حواشی اصول الشاشی
۴۵۔ حواشی بذل المجہود
۴۶۔ حواشی کلام پاک
۴۷۔ حواشی مسلسلات
۴۸۔ حواشی الہدایہ
۴۹۔ خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
۵۰۔ ڈاڑھی کا وجوب
۵۱۔ رسالہ التقدیر
۵۲۔ رسالہ اسٹرائک
۵۳۔ رسالہ دراحوال قراء سبعہ (البدور السبعہ مع نجومہم الاربعۃ العشر)
۵۴۔ رسالہ فرائد حسینی
۵۵۔ رسالہ مجدّد دین ملت

۵۶۔رسالہ معمولات برائے طالبین
۵۷۔رسالہ نسبت واجازت
۵۸۔رسالہ نصائح حج ومکتوب گرامی
۵۹۔سیرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۰۔شذرات الحدیث
۶۱۔ شرح الفیہ
۶۲۔ شرح جزری
۶۳۔شرح سلم العلوم
۶۴۔ضمیمہ خوان خلیل
۶۵۔فتنۂ مودودیت
۶۶۔فضائل تبلیغ
۶۷۔فضائل تجارت
۶۸۔فضائل حج
۶۹۔فضائل درود شریف
۷۰۔فضائل ذکر
۷۱۔فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
۷۲۔فضائل صدقات
۷۳۔فضائل عربی زبان
۷۴۔ فضائل قرآن
۷۵۔فضائل نماز
۷۶۔قرآن مجید اور جبریہ تعلیم
۷۷۔کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات
۷۸۔الکوکب الدری علی جامع الترمذی
۷۹۔لامع الدراری علی صحیح البخاری
۸۰۔المؤلفون والمؤلفات
۸۱۔مختصات المشکوۃ
۸۲۔مشائخ تصوف
۸۳۔مشرقی کا اسلام
۸۴۔معارف الشیخ (مکتوبات مشتمل بر مضامین اربعہ)
۸۵۔معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذہبی
۸۶۔معجم الصحابۃ التی اخرج عنہم ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ
۸۷۔معجم المسند الامام احمد
۸۸۔ مقدمہ ابن ماجہ شریف
۸۹۔مقدمہ ارشاد الملوک
۹۰۔مقدمہ اکمال الشیم
۹۱۔مقدمہ بخاری شریف
۹۲۔مقدمہ بذل المجہود

۹۳۔مقدمہ ترمذی　　۹۴۔مقدمہ شمائل ترمذی

۹۵۔مقدمہ طحاوی شریف　　۹۶۔مقدمہ علم حدیث

۹۷۔مکتوبات بنام اکابر　　۹۸۔مکتوبات تصوف

۹۹۔مکتوبات علمیہ　　۱۰۰۔موت کی یاد

۱۰۱۔میری محسن کتابیں　　۱۰۲۔نظام مظاہر علوم

۱۰۳۔الوقائع والدہور

یہاں تک مذکورہ تصانیف تو سب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہی کی اپنی تحریر کردہ تالیفات و تصنیفات تھیں۔

اب جو کتابیں درج کی جارہی ہیں، یہ ایسی ہیں جن کی تصنیف وتالیف یا ترتیب کا حکم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، اور پھر تکمیل کے بعد انہیں بالاستیعاب حضرت نے بذات خود سن کر پسند فرمایا۔ اگرچہ ان کی نسبت براہِ راست حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرف بھی ہوسکتی تھی، حضرت نے ان تالیفات کے بارے میں یہ پسند فرمایا کہ حضرات مرتبین ہی کے نام سے ان کو موسوم کیا جائے اور ساتھ اس طرح عبارت لکھ دی جائے ''یہ تالیف حسبِ ارشاد حضرت شیخ ہوئی ہے''۔

۱۔الحل المفہم۔حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہ العالی

۲۔انعام الباری۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔حقوق الوالدین۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔تکملۃ الاعتدال۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

۵۔فضائل صحابہ۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ابتدائی اذکار واشغال برائے متوسلین حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۷۔فیض شیخ۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۸۔مجموعہ رسائل ثلاثہ (یہ تین رسالوں کا مجموعہ ہے: دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت، اعتکاف کی اہمیت کے بارے میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اہم گرامی نامہ، ایک نصیحت آموز ترغیبی خط)۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔اکابر کا سلوک واحسان۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔مجموعہ وصایا امام اعظم۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ام الامراض۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔اکابر کا تقوی۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔صقالۃ القلوب۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔شجرہ نقشبندیہ امدادیہ خلیلیہ مع طریقہ ذکر برائے متوسلین حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مہد سے لحد تک	
۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ	کاندھلہ کی خاندانی مسجد میں خاندان کے شرفاء و بزرگ اور اہل محلّہ تراویح سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے کہ مستقبل کے شیخ الحدیث کی ولادت باسعادت کی خبر ملی۔
۱۸ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ	ولادت کے ساتویں روز بچے کے بال منڈوا کر اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی، عقیقہ مسنونہ کیا گیا، اور بچہ کے دو نام رکھے گئے، محمد موسیٰ، محمد زکریّا۔ اسی دوسرے نام نے شہرت پائی، اور آپ اسی سے مشہور و مقبول عوام و خواص ہوئے۔
عمر مبارک کے ڈھائی سال	آپ اپنی والدہ کے ساتھ گنگوہ منتقل ہو گئے۔
عمر مبارک کے سات سال	آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا، اور آپ نے حفظ قرآن کے سلسلہ میں بغدادی قاعدہ کا آغاز فرمایا۔
۲۳ر جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ	آپ کے دادا پیر یعنی آپ کے والد ماجد کے پیر و مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ رحلت فرما گئے۔
۱۳۲۵ھ	حفظ قرآن کے بعد حضرت شیخ نے ابتدائی اُردو اور فارسی تعلیم کا آغاز کیا۔

رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ	حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عربی تعلیم کا باقاعدہ آغاز مظاہر العلوم سہارنپور میں کیا۔
۲۸ھ تا ۳۴ھ تک کا عرصہ	حضرت شیخ کی طالب علمی کا ہے، جس میں آپ نے درسِ نظامی میں شامل تمام کتب پڑھیں۔
۲۸/شعبان ۱۳۲۹ھ	الفیہ ابن مالک کی اُردو شرح کی تصنیف کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔
۷/محرم الحرام ۱۳۳۲ھ	حدیث کے آغاز کے سلسلہ میں مشکوٰۃ شریف اپنے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شروع کی۔
۱۳۳۲ھ	سلم العلوم (فن منطق و معقولات میں) کی اُردو شرح کی ابتداء فرمائی اور زمانۂ طالبِ علمی میں ہی اس کی تکمیل فرمائی۔ اضافہ بر اشکال اقلیدس مرتّب فرمائی۔
شوال ۱۳۳۳ھ	دورۂ حدیث کی ابتداء ہوئی، ابن ماجہ کے علاوہ دیگر کتب حدیثِ صحاحِ ستّہ اپنے والد ماجد سے شروع کیں۔
شوال ۱۳۳۳ھ	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔
۱۰/ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ	آپ کے والد ماجد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ اس وقت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ۱۹ سال تھی۔
۱۳۳۴ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنا شروع کی۔

یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ	حضرت شیخ کا مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں بحیثیت مدرّس تقرّر ہوا۔
۲۹ صفر ۱۳۳۵ھ	حضرت شیخ کی شادی خانہ آبادی مولانا رؤوف الحسن صاحب کی صاحبزادی بی بی امۃ المتین صاحبہ سے ہوئی۔
۳ یا ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود کی تالیف کے سلسلہ میں تعاون شروع کیا۔
۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ	حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔
شوال ۱۳۳۵ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابوداؤد پڑھنا شروع کی۔
۱۳۳۵ھ	''مشائخ چشتیہ'' کی تصنیف فرمائی، جس میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مشائخ چشتیہ کے احوال تحریر کیے۔ تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور کی تالیف شروع فرمائی، جس میں مظاہر العلوم سہارنپور کے ۵۰ سالہ حالات تحریر فرمائے۔
شوال ۱۳۳۶ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف اور سنن نسائی پڑھنا شروع کی۔
۴ شعبان ۱۳۳۷ھ	حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادی کی ولادت ہوئی۔ بچی کا نام ذکیّہ رکھا گیا۔ یہ حضرت شیخ کی سب سے پہلی صاحبزادی تھیں۔

۲؍شعبان ۱۳۳۸ھ	حضرت شیخ اپنے سب سے پہلے سفر حجاز اور حج کے لئے سہارنپور سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔
۲۷؍۲۸؍شعبان ۱۳۳۸ھ	بحری جہاز کے ذریعہ بمبئی سے حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوئے۔
رمضان ۱۳۳۸ھ	اس سال کے ماہ مبارک سے روزانہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا معمول شروع ہوا، جو ۱۳۸۰ھ تک برقرار رہا۔
۱۰؍رمضان ۱۳۳۸ھ	حضرت شیخ اپنے سب سے پہلے سفر حج کے سلسلہ میں جدّہ پہنچے۔
۲۰؍شوال ۱۳۳۸ھ	مدینہ طیّبہ میں حضرت شیخ کی سب سے پہلی حاضری ہوئی۔
۴؍ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ	فریضۂ حج کی ادائیگی کی نیّت سے مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ پہنچے۔
۴؍ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی۔ بچی کا نام ذاکرہ رکھا گیا۔
وسط محرم الحرام ۱۳۳۹ھ	حجاز مقدس سے پہلا فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ہندوستان کی طرف واپسی ہوئی۔
۸؍صفر ۱۳۳۹ھ	پہلا حج ادا کرنے کے بعد سہارنپور پہنچے۔
۲۲؍ربیع الاول ۱۳۴۱ھ	رسالہ ’’حجۃ الوداع‘‘ کی تالیف کا آغاز فرمایا۔
۲۴؍ربیع الاول ۱۳۴۱ھ	رسالہ ’’حجۃ الوداع‘‘ کو حیرت انگیز طور پر محض ایک دن اور ڈیڑھ رات میں مکمل فرمالیا۔
۴؍ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ	’’سنن نسائی‘‘ کی تقریر لکھنے کی ابتداء فرمائی۔
جمادی الثانیۃ ۱۳۴۱ھ	’’تقریر سنن نسائی‘‘ کی تکمیل فرمائی۔

رجب ۱۳۴۱ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے بخاری شریف کے تین پارے پڑھائے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ آپ نے حدیث پڑھائی۔
شوال ۱۳۴۱ھ	باقاعدہ حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، مشکوٰۃ شریف آپ کے زیرِ درس رہی۔
شوال ۱۳۴۱ھ	مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح ''تقریر مشکوٰۃ'' لکھنا شروع کی۔ یہ آپ کی تدریس حدیث کا پہلا سال تھا، اور اسی تدریسی سال کے دوران اس شرح کو مکمل فرمالیا۔
۲۵رمحرم الحرام ۱۳۴۲ھ	''الوقائع والدھور'' کے عنوان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، اور اس کے بعد کے سلاطین بنی امیّہ وغیرہم کے حالات پر کتاب لکھنے کا آغاز فرمایا، جس کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا۔
۸رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ	''اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ'' کے عنوان سے مسلک حنفیہ پر اصول حدیث کے متن کا آغاز فرمایا۔
۱۰رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ	''اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ'' کی تالیف کو مکمل فرمایا۔
رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ	حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادہ کی ولادت ہوئی۔ بچے کا نام محمد موسیٰ رکھا گیا۔ یہ حضرت شیخ کے سب سے پہلے صاحبزادے تھے۔ خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی کی تالیف کا آغاز فرمایا۔

۹/ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ	حضرت شیخ کے صاحبزادے محمد موسیٰ ۷، ۸ ماہ حیات رہ کر بستی نظام الدین میں انتقال کر گئے۔
۸/جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ	خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شرح شمائل ترمذی کی تالیف سے فراغت حاصل ہوئی۔
۲۴/شوّال ۱۳۴۴ھ	دوسرے سفرِ حجاز اور حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔
۷/ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ	بمبئی سے حج کے لئے جدّہ نامی بحری جہاز پر حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوئے۔
۲۱/ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ	جدّہ پہنچے۔
۲۵/ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ	مکہ مکرمہ میں حاضری ہوئی۔
۲۶/ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ	حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیّبہ روانگی ہوئی۔
۸/محرم الحرام ۱۳۴۵ھ	دوسرا حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیّبہ میں حاضری نصیب ہوئی۔
صفر ۱۳۴۵ھ	حضرت شیخ کے یہاں تیسری صاحبزادی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام شاکرہ رکھا گیا۔
یکم/ربیع الاول ۱۳۴۵ھ	مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کے پاس قدمین مبارک کی رُخ پر بیٹھ کر مؤطأ امام مالک کی شرح ’’اوجز المسالک‘‘ کی ابتداء کی۔
۸/جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ	استاذ الاساتذۃ قاری حسن شاعر کی عربی کتاب ’’تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن‘‘ کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ یہ ترجمہ بعد میں تحفۃ الاخوان کے نام سے طبع ہوا۔

۲۱؍شعبان ۱۳۴۵ھ	’’بذل المجہود‘‘ شرح ابی داؤد شریف جس کی تصنیف کے سلسلہ میں آپ حضرت سہارنپوری کے ساتھ مکمل تعاون فرمارہے تھے، پایۂ تکمیل کو پہنچی۔
۲۳؍شعبان ۱۳۴۵ھ	’’بذل المجہود‘‘ کی تکمیل کے سلسلہ میں مدرسہ شرعیّہ میں بعد نماز جمعہ علماءِ مدینہ کی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔
۱۶؍ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ	مدینہ طیّبہ سے حج کی ادائیگی کے لئے روانگی ہوئی۔
۱۳۴۶ھ	سہارنپور تشریف لاکر تدریس، تصنیف اور علمی مشاغل میں مصروف ہوگئے۔
۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ	آپ کے شیخ ومربی روحانی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ رحلت فرماگئے۔
۱؍جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ	’’المؤلفات والمؤلفین‘‘ کے عنوان سے کتب حدیث وفقہ کے معروف مصنفین کے حالات پر کتاب لکھنے کا آغاز فرمایا، جس کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا۔
۱۳۴۷ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچّی کا نام راشدہ رکھا گیا۔
اوائل ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ	’’فضائل قرآن‘‘ کی تالیف کا آغاز فرمایا۔
۲۹؍ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ	’’فضائل قرآن‘‘ کی تصنیف کو مکمل فرمایا۔ یہ فضائل کا سب سے پہلا رسالہ ہے، جو حضرت شیخ نے تصنیف فرمایا، اور اس وقت ’’تبلیغی نصاب؍فضائل اعمال‘‘ کا نہایت اہم حصہ ہے۔

رجب ۱۳۴۹ھ	حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادہ کی ولادت ہوئی، بچے کا نام محمد ہارون رکھا گیا، بچہ کا مختصر عمر میں ہی انتقال ہوگیا۔
۲۷/رمضان ۱۳۴۹ھ	''فضائل رمضان'' کی تالیف سے فارغ ہوئے جو کہ تبلیغی نصاب/فضائل اعمال'' کا اہم حصہ ہے۔
۱۳/محرم ۱۳۵۰ھ	''قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم'' کے عنوان سے ایک خط لکھ کر ممبران اسمبلی اور دیگر سربرآوردہ مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا جو کہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔
۵/صفر ۱۳۵۰ھ	''فضائل تبلیغ'' کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا جو کہ ''تبلیغی نصاب/فضائل اعمال'' کا اہم اور لازمی حصّہ ہے۔
۲۸/ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام خالدہ رکھا گیا۔
وسط ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ	''الکوکب الدری'' کی جلد اوّل پر حواشی کی تکمیل فرمائی۔
۹/ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام شاہدہ رکھا گیا۔
۱۶/رجب ۱۳۵۳ھ	''الکوکب الدری'' کی جلد ثانی پر حواشی کی تکمیل سے فراغت ہوئی۔
۲۴/ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام صفیہ رکھا گیا۔ یہ حضرت شیخ کی پہلی اہلیہ سے سب سے آخری اولاد تھیں۔

۵/ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ	آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی امۃ المتین صاحبہ کا انتقال ہوا۔ حضرت شیخ کے قلب پر ان کے انتقال کا طبعی اثر تھا۔ نمازِ جنازہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔
۲۱/محرم الحرام ۱۳۵۶ھ	حضرت شیخ کی صاحبزادی صفیہ کا تقریباً دو ماہ کی عمر میں انتقال ہوگیا۔
۸/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ	آپ کا عقدِ ثانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی عطیہ صاحبہ سے نظام الدین دہلی میں بعد نمازِ جمعہ ہوا۔ نکاح حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔
۲۹/شعبان ۱۳۵۷ھ	''الاعتدال فی مراتب الرجال'' کے عنوان سے چند سوالوں کا جواب تحریر کیا، جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔
۱۲/شوّال ۱۳۵۷ھ	''حکایاتِ صحابہؓ'' کی تالیف سے فراغت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب ''تبلیغی نصاب/فضائل اعمال'' کا اہم اور بنیادی حصّہ ہے۔
۷/محرم الحرام ۱۳۵۸ھ	''فضائل نماز'' کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا۔ یہ رسالہ تبلیغی نصاب/فضائل اعمال کا ایک اہم اور کثرت سے پڑھا جانے والا حصہ ہے۔
۱۸/ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ	حضرت شیخ کے یہاں دوسری اہلیہ محترمہ سے صاحبزادہ کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ بچہ کا نام عبدالحئی رکھا گیا اور یہ دوسری اہلیہ محترمہ سے سب سے پہلی اولاد تھی۔

۲۱/جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ	حضرت شیخ کے صاحبزادہ عبدالحئی کا انتقال ایک ماہ کی عمر میں ہوگیا۔
۲۶/شوّال ۱۳۵۸ھ	''فضائل ذکر'' کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا۔ یہ رسالہ تبلیغی نصاب/فضائل اعمال کا ایک اہم اور کثرت سے پڑھا جانے والا حصّہ ہے۔
۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچہ کی ولادت ہوئی، بچے کا نام طلحہ رکھا گیا۔
۱۶/رجب ۱۳۶۲ھ	آپ کے اکابر میں سے ایک اہم بزرگ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نوراللہ مرقدہ انتقال فرماگئے۔
۲۱/رجب ۱۳۶۳ھ	آپ کے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا عظیم سانحہ پیش آیا۔
۲۹/شعبان ۱۳۶۶ھ	رمضان گزارنے کے لئے نظام الدین دہلی پہنچے، اور ایک ماہ کے اعتکاف کی نیت سے مقیم ہوگئے، اور پورا ماہ رمضان المبارک وہیں پر گزارا۔
۳/شوّال ۱۳۶۶ھ	''فضائل حج'' کے عنوان سے رسالہ لکھنے کی ابتداء فرمائی۔
۲۹/شوّال ۱۳۶۶ھ	آپ کی صاحبزادی ذکیّہ زوجہ مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال مغرب کی نماز کے دوران سجدہ کی حالت میں ہوا۔

۱۱؍محرم الحرام ۱۳۶۷ھ	سہارنپور میں مغرب کی نماز کے بعد وہ تاریخ ساز مشورہ ہوا، جس کے نتیجہ میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریّا صاحب رحمہم اللہ اجمعین، نے ہندوستان ہی میں قیام کا فیصلہ فرمایا۔
۱۴؍جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ	''فضائل حج'' کی تالیف سے فارغ ہوئے اور جب کہ یہ رسالہ زیرِ طبع تھا، ایک متقی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مصروف ہیں، جس سے یہ تعبیر اخذ کی گئی کہ یہ رسالہ ''فضائل حج'' کعبۃ اللہ کی تعمیر روحانی اور حجاج کرام کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔
۲۲؍صفر ۱۳۶۸ھ	''فضائل صدقات'' کی تالیف کو مکمل فرمایا۔ بعد میں ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے شائع ہوا۔ تبلیغی جماعت کی تعلیم کے حلقہ میں اس کو نہایت اہتمام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔
۱۲؍رجب ۱۳۶۹ھ	حضرت شیخ کی صاحبزادی شاکرہ کا انتقال سورۃ یٰس کی تلاوت سنتے ہوئے ہوا۔
۲۸؍ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ	مؤطا امام مالک کی شرح ''اوجز المسالک'' پایۂ تکمیل کو پہنچی۔
۷؍محرم الحرام ۱۳۷۶ھ	''لامع الدّراری'' کی تصنیف کا آغاز فرمایا۔
۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ	آپ کے اکابر میں سے ایک اہم بزرگ حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ اس دارِ فانی سے کوچ فرماگئے۔

۱۳؍ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ	آپ کے اکابر میں سے ایک اور اہم بزرگ مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ، انتقال فرما گئے۔
۶؍ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ	حضرت شیخ تیسرے سفرحجاز اور چوتھے حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔
۲۷؍ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ	حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ طیّبہ کے لئے روانہ ہوئے۔
۲۸؍ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ	مدینہ طیّبہ میں حاضری ہوئی۔
یکم؍صفر ۱۳۸۴ھ	مدینہ طیّبہ سے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ پہنچے۔
۱۳؍صفر ۱۳۸۴ھ	حجاز مقدس سے کراچی تشریف لائے۔
ربیع الاوّل ۱۳۸۴ھ	پاکستان کے مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے سہارنپور واپس تشریف لے آئے۔
۲۵؍رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ	''فضائل دُرود شریف'' کا آغاز فرمایا۔
۲۹؍ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ	آپ کے قوت بازو، اور آپ کے محبوب بھائی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا عظیم سانحہ پیش آیا۔
۶؍ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ	''فضائل درود شریف'' کو مکمل فرمایا۔ یہ رسالہ بھی تبلیغی نصاب؍فضائل اعمال کا ایک اہم حصّہ ہے اور اس رسالہ سے حضرت شیخ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور عکاسی و ترجمانی ہوتی ہے۔

۱۰؍ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ	حضرت شیخ نے اپنے چوتھے سفرحجاز اور پانچویں حج کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔
۱۲؍ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ	جدّہ سے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ میں حاضری ہوئی اور عمرہ ادا فرمایا۔
۲۴؍ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ	حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔
۱۱؍محرم الحرام ۱۳۸۷ھ	مدینہ طیّبہ سے واپسی کے وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے احرام باندھا اور رات مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے مربی ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عمرہ ادا کیا۔
محرم الحرام ۱۳۸۷ھ	سفرحج سے واپسی پر کراچی تشریف لائے۔
۱۰؍ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ	’’لامع الدراری‘‘ کی تصنیف کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔
۱۲؍ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ	مدارس عربیہ میں ہڑتال، اسٹرائک کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے متعلق ایک رسالہ ’’اسٹرائک‘‘ کے عنوان سے تحریر فرمایا۔
۱۷؍ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ	’’لامع الدراری‘‘ کی تکمیل کی خوشی میں، حضرت شیخ کی طرف سے دعوت کا اہتمام کیا گیا۔
۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ	’’آپ بیتی‘‘ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا۔ یہ رسالہ ’’آپ بیتی‘‘ کے سات نمبرات میں سے سب سے پہلا نمبر ہے۔
۲۵؍شوّال ۱۳۸۸ھ	سہارنپور میں دارالطلبہ جدید کے دارالحدیث کا افتتاح فرمایا اور اسی روز بخاری شریف کے سبق کا آغاز فرمایا۔

صفر ۱۳۸۹ھ	حضرت شیخ پانچویں سفر حجاز پر روانہ ہوئے۔اس سفر حجاز میں حضرت شیخ نے حج ادا نہیں فرمایا، بلکہ حج سے پہلے ہی واپس آگئے تھے۔
۱۴؍رجب ۱۳۸۹ھ	حضرت شیخ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اقدس سہارنپوری کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا۔
رمضان ۱۳۸۹ھ	اس سال کا ماہ مبارک حرمین شریفین میں گزارا۔ابتدائی ۱۵ دن مکہ مکرمہ میں اور آخری ۱۵ دن مدینہ طیّبہ میں گزارے۔
شوّال ۱۳۸۹ھ	حضرت شیخ نے حجازِ مقدس سے واپسی پر کراچی میں قیام فرمایا۔
ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ	سفر حجاز سے واپس سہارنپور پہنچے۔
۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ	رسالہ ’’عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کی تالیف کا آغاز فرمایا۔
۱۵؍رجب ۱۳۹۰ھ	’’عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کی تصنیف کو مکمل فرمایا۔
۱۵؍ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ	حضرت شیخ اپنے چھٹے سفر حجاز اور چھٹے حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔
۱۳۹۱ھ	حج کے بعد سہارنپور واپسی ہوئی۔
ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	حضرت شیخ نے اپنے صاحبزادہ مولوی محمد طلحہ کو بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔
۱۸؍ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	سہارنپور سے حجاز کے لئے اس نیّت سے سفر فرمایا کہ اب مستقل قیام حجاز مقدس میں ہی کرنا ہے، گویا حضرت شیخ نے ہجرت ہی کی نیّت فرمائی۔

۲۶/ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	بمبئی سے حجاز کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز روانگی ہوئی۔
۲۷/ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	مکہ معظّمہ پہنچے اور عمرہ ادا فرمایا۔
۱۶/۱۵/ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ	مستقل قیام کی نیّت سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ	حضرت شیخ کو حجازِ مقدس میں مستقل قیام کے لئے، اقامہ بننے کی اطلاع دی گئی۔
۲۳/جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ	اقامہ کی باقاعدہ مدّت کی ابتداء ہوئی۔ حضرت شیخ کا اقامہ سعودی عرب کے فرماں رواشاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ نے براہِ راست منظور کیا تھا، اور اس میں شیخ صالح قزاز اور شیخ محمد علوی مالکی کی کوششوں کو بہت دخل تھا۔
۲/۳/جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ	حضرت شیخ حجاز مقدس سے کراچی تشریف لائے۔
۲۴/۲۵/جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ	کراچی سے دہلی روانہ ہوئے۔
۲۶/۲۷/جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ	سہارنپور پہنچ گئے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ	سہارنپور میں دار جدید کی مسجد میں ماہِ مبارک کا قیام ہوا۔اس سال معتقدین کا بہت ہجوم رہا۔
۱۵/ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ	سہارنپور سے سفر حجاز کے لئے روانگی ہوئی۔
۲۲/ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ	مکہ معظّمہ پہنچے۔
۱۶/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ	حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیّبہ پہنچ گئے۔
۲۸/رجب ۱۳۹۵ھ	رمضان المبارک ہندوستان میں گزارنے کے ارادہ سے مکہ معظّمہ سے روانگی ہوئی۔
یکم/شعبان ۱۳۹۵ھ	نظام الدین دہلی پہنچے۔
۳/شعبان ۱۳۹۵ھ	بخاری شریف کا ختم فرمایا۔
رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ	اپنے معمول کے مطابق سہارنپور میں دار جدید کی مسجد میں پورے ماہ کے قیام کی نیّت سے معتکف ہو گئے۔
۱۴/جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ	ہندوستان کے سفر کے سلسلہ میں مدینہ طیّبہ سے روانگی ہوئی۔
۹/رجب ۱۳۹۶ھ	سہارنپور پہنچے۔
رمضان ۱۳۹۶ھ	حسب سابق ماہ مبارک سہارنپور میں دار جدید کی مسجد میں گزارا۔
۲۲/ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ	حجاز مقدس کے لئے سہارنپور سے روانگی۔
ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ	اس سال حضرت شیخ نے امراض کی وجہ سے حج نہیں فرمایا۔

۲۴/جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ	ایک صالح آدمی کے مکاشفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہندوستان کے سفر کا اشارہ ملنے پر مدینہ طیّبہ سے روانہ ہوئے۔
۵/رجب ۱۳۹۷ھ	مکہ معظّمہ میں حضرت شیخ کو حجاز مقدس میں مستقل رہائش کے سلسلہ میں تابعیہ مل گیا۔
رجب ۱۳۹۷ھ	پاکستان تشریف لائے، اور وہاں سے چند روز بعد ہندوستان تشریف لے گئے۔
۲۸/شعبان ۱۳۹۷ھ	ماہ مبارک کے اعتکاف کے سلسلہ میں دار جدید میں منتقل ہو گئے۔
ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ	سہارنپور سے روانہ ہوئے اور پاکستان سے ہوتے ہوئے اسی ماہ حجاز مقدس پہنچ گئے۔
رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ	اس سال کا ماہ مبارک بھی سہارنپور کے دار الطلبہ جدید کی مسجد میں گزشتہ سالوں کی طرح ہوا۔
رجب ۱۳۹۹ھ	انگلستان کے پہلے سفر پر مولانا یوسف متالا صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ یہ حضرت شیخ کا انگلستان کا سب سے پہلا سفر تھا۔
رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ	ماہ مبارک سہارنپور دار الطلبہ جدید میں گزارا۔
رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ	اس سال کا ماہ مبارک مفتی زین العابدین صاحب کی کوششوں سے پاکستان کے شہر فیصل آباد میں گزارا۔ حضرت شیخ کا قیام دار العلوم فیصل آباد کی مسجد میں رہا۔

۴؍شعبان ۱۴۰۱ھ	بہت سے مبشّرات اور پاکیزہ خوابوں کے اشارات کی بناء پر حضرت شیخ اسٹینگر (STANGER) ساؤتھ افریقہ میں ماہ رمضان المبارک گزارنے کی نیّت سے مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے۔
۱۴؍شعبان ۱۴۰۱ھ	جدّہ سے ری یونین (REUNION) کے لئے روانہ ہوئے۔
۲۹؍شعبان ۱۴۰۱ھ	حضرت شیخ اپنے تمام مہمانوں کے ساتھ اسٹینگر کی جامع مسجد میں منتقل ہوگئے اور پورے ماہ مبارک کے اعتکاف کی نیّت کرلی۔
۳؍شوال ۱۴۰۱ھ	بعد نماز ظہر الوداعی دعا کرائی گئی۔
۳۔۲۴؍شوّال ۱۴۰۱ھ	ان ایّام میں حضرت شیخ نے جنوبی افریقہ کے مندرجہ ذیل مقامات، سلورگلین (SILVERGLEN)، رچمنڈ (RICHMOND)، میرح برگ (MARTIZBURG)، اسپنگو بیچ (ISPINGO BEACH)، وائٹ ریور (WHITERIVER)، جوہانس برگ (JOHANNESBURG)، کیپ ٹاؤن (CAPE TOWN)، لے نیشیا (LENASIA)، زامبیا (ZAMBIA)، چپاٹا (CHIPATA)، لوساکا (LUSAKA)، کا تربیتی سفر فرمایا اور مختلف مقامات پر ذکر کے حلقے، دینی مجلسیں، مساجد، اور مدارس کے افتتاح ہوئے، اور ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں میں دینی جذبہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔
۲۴؍شوّال ۱۴۰۱ھ	انگلستان کے سفر کے لئے لوساکا سے لندن روانہ ہوئے۔ یہ حضرت شیخ کا انگلستان کا دوسرا سفر تھا۔

۲۹/شوّال ۱۴۰۱ھ	یورپ کے تبلیغی مرکز ڈیوز بری (DEWSBURY) تشریف لے گئے۔
۱۶/ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ	حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔
۱۵/محرم ۱۴۰۲ھ	مدینہ طیبہ سے ہندوستان تشریف لائے، مرض کی شدّت کے پیش نظر ۲۰ روز دہلی میں قیام فرمایا، اور وہاں کے ہولی فیملی ہسپتال میں داخل ہوئے۔
۴/صفر ۱۴۰۲ھ	دہلی سے سہارنپور تشریف لے گئے۔
۱۸/ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ	حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔
۲۰/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ	کراچی پہنچے۔
۲۱/ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ	رات کو کراچی سے جدّہ روانہ ہوئے۔
۶/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ	مکہ مکرمہ سے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے۔
یکم/شعبان ۱۴۰۲ھ	مغرب سے قبل اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ عشاء کے بعد جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

لوحِ سعید با تاریخ

۱۴۰۲ھ

بسم اللّٰہ المُہَیْمن التَّواب الرَّحمٰن الرَّحیْم   نحمَدُ الحقَّ العَظیمَ ونُصلِّی عَلی النبیِّ الکریْم

۱۴۰۲ھ   ۱۹۸۲ء

آہ لکھ دو ہوا گل چراغ وطن

۱۴۰۲ھ

محدث جلیل عالم عابد مولانا محمد زکریا صاحب   ادب آموز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

۱۴۰۲ھ   ۱۹۸۲ء

برد مضجعہ الولی القدوس   نور مرقدہ العزیز العظیم القدوس

۱۴۰۲ھ   ۱۹۸۲ء

ان الله الجليل العزيز يرفع العلم برفع العلماء   موتُ عالِم اهلِ الفنِّ موتُ العالَم

۱۴۰۲ھ   ۱۴۰۲ھ

اَسأكان قيس هلكه هلك واحد   ولكنه جدران قوم تهدما

۱۴۰۲ھ

آہ راہ حق کا محسن رہنما جاتا رہا   روے گل سیر ندیدند و بہار آخر شدہ

۱۴۰۲ھ   ۱۹۸۲ء

قطعۂ تواریخ

۱۴۰۲ھ

حضرتِ شیخِ زکریا ہادیِ راہِ خدا	مرجعِ علماء و صلحاء اولیاء واتقیاء
ہادیِ بر حق حکیمِ بے عدیل ومقتدا	واقفِ سرِّ طریقت، مرشدِ حق آشنا
صاحبِ تصنیف اور شارحِ حدیثِ مصطفیٰ	شیخِ وقت وکامل الایمان رئیسِ اصفیا
مشغلہ تھا درسِ قال اللہ اور قال الرسول	سارے عالم میں رواں ہے آپ سے یہ سلسلہ
دعوت و تبلیغِ دین کے سرپرست و رہنما	دینِ حق کا آپ سے عالم میں ہے ڈنکا بجا
موتِ عالِم موت عالَم کا سماں ہے رونما	سارا عالَم رنجِ فرقت میں تیرے ڈوبا ہوا
عاصیِ عثمان نے تاریخِ رحلت یوں کہا	آپ عجب شانِ چمن ہے، آپ فخرِ اتقیا

۱۹۸۲ء

ہاتفِ غیبی بگوشِ من رسانید ایں ندا	بمدینہ قبر در جنت کلید آرامگاہ

۱۴۰۲ھ

بکلک محمد عثمان عاصی معروفی

۱۴۰۲ھ

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی

آپکی ولادت ۶۰۶ھ اور وفات ۶۹۰ھ ہے

ماہ فرو ماند از جمال محمد　　　سرو نباشد باعتدال محمد

جمال محمدی کی زیارت کے لئے شق القمر کے معجزے میں چاند نیچے آ گیا، زیارت کی تاب نہ لا سکا اور شق ہو گیا۔ جسم اطہر کے اعتدال کے سامنے سرو کی کیا حیثیت ہے۔

ہمچو زمین خواہد آسمان کہ بیفتد　　　تا بدہد بوسہ بر نعال محمد

جیسے زمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ جسم اطہر کو ہر وقت بوسہ دے رہی ہے، اسے دیکھ کر آسمان بھی چاہتا ہے کہ وہ ٹوٹ پڑے تا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کو بوسہ دے سکے۔

شاید اگر آفتاب و ماہ نتابند　　　پیش دو ابروی ہلالِ محمد

آفتاب اور ماہتاب بھی شاید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں آبرو مبارک جو ہلالی شکل رکھتے ہیں، اس کو دیکھنے کی طاقت شاید نہ لاسکیں۔

شمس و قمر بر زمین حشر نتابند　　　نور نتابند مگر جمال محمد

میدان حشر میں چاند اور سورج کی چمک نہیں ہوگی، وہاں صرف جمال محمدی چمک رہا ہوگا۔

و آن ہمہ پیرایہ بستہ جنت فردوس　　　بُو کہ قبولش کند بلال محمد

جنت اپنی تمام آرائشوں کے ساتھ دلہن بن کر منتظر ہے کہ سردارِ دو جہاں کے غلام حضرتِ بلال اسے قبول فرما لیں۔ چنانچہ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جنت میں دیکھا۔

عرصہ گیتی مجال ہمت اونیست　　　روزِ قیامت نگر مجالِ محمد

ہزاروں، لاکھوں معجزات اس روئے زمین پر پیش آئے مگر پھر بھی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کا یہ دنیا احاطہ نہیں کر سکتی، آپ کی خوبیاں، آپ کے کمالات اگر دیکھنے ہوں تو بروزِ قیامت دیکھئے۔

وعدہ دیدار ہر کسی بقیامت　　　لیلہ اسریٰ شبِ وصالِ محمد

ہر کس و ناکس صغیر و کبیر کے لئے تو خدا نے قیامت کا دن اپنے دیدار کے لئے ٹھہرایا، مگر لیلۃ الاسریٰ محبوبِ رب العالمین کے لئے رب نے شبِ وصال ٹھہرائی۔

آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ　　　آمدہ مجموع در ظلال محمد

ابوالبشر حضرت آدم اور آدمِ ثانی حضرت نوح اور حضرت خلیل اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہم الصلاۃ والسلام میدان حشر میں اکٹھے ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی کے سایہ تلے ہونگے، اور شفاعتِ کبریٰ سے سب مستفید ہونگے۔

چشم مرا تا بخواب دید جمالش　　　خواب نمی گیرد از خیال محمد

اے آنکھو! سو جاؤ تا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراء خواب میں آسکے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اس قدر روح پر حاوی ہے کہ وہ نیند کو خیال محمدی آنے ہی نہیں دیتا۔

سعدیؔ اگر عاشقی کنی و جوانی　　　عشقِ محمدؐ بس است و آل محمد

سعدی اگر جوانی میں عشق بازی کرنی ہے تو بس محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمدؐ کا عشق ہی لڑا تا رہ۔

اَلْخِطَابُ الْفَصِيحْ لِلْحَبِيْبِ الْمَلِيحْ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

كَمَا رُوِيَ

"اَنَا اَمْلَحْ وَأَخِيْ يُوْسُفُ أَصْبَحْ"



اَلْحَمْدُ لله وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدِنِ الْـمُجْتَبٰى وَالْـمُصْطَفٰى خَيْرِ الْوَرٰى صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ إِلٰى يَوْمِ الْـحَشْرِ وَالِّلقَاءِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ نُجُوْمِ الْـهُدٰى

اَعُوْذُ بِالله مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُالْـحَكِيْمُ﴾

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَإِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِي إِسْرَائِيْلَ إِنِّي رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقاً لِّـمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُواْ هَـٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

وَقَالَ: ﴿ يٰأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُواْ إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلاَةِ مِنْ يَوْمِ الْـجُمُعَةِ فَاسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِاللهِ وَذَرُواْ الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

اَمَّا بَعْدُ:

كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُسَمّٰى عُرُوْبَةً وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَجْتَمِعُ فِيْهِ اِلٰى كَعْبِ بْنِ لُوَيٍ فَسُمِّيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِاجْتِمَاعِهِمْ فِيْهِ اِلَيْهِ وَكَانَ يَخْطُبُهُمْ

فَيَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ خُطُبَاتِهِ: اَلدَّارُ أَمَامَكُمْ وَالظَّنُّ غَيْرَ مَا تَظُنُّوْنَ زَيِّنُوْا حَرَمَكُمْ وَعَظِّمُوْهُ وَتَمَسَّكُوْا بِهِ وَقَدِّسُوْهُ فَإِنَّ لَهُ نَبَأً عَظِيْمًا وَسَيَخْرُجُ مِنْهُ نَبِيٌّ كَرِيْمٌ

عَلٰى غَفْلَةٍ يَأتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ فَيُخْبِرُ أَخْبَارًا صَدُوْقًا خَبِيْرُهَا

وَقَالَ أَوْسُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ وَصِيَّةٍ لِابْنِهِ:

إِذَابُعِثَ الْـمَبْعُوْثُ مِنْ آلِ غَالِبٍ بِمَكَّةَ فِيْمَا بَيْنَ زَمْزَمَ وَالْحِجْرِ

هُنَاكَ أَبْشِرُوْا طُرًّا بِنَصْرِ بِلَادِكُمْ بَنِيْ عَامِرٍ إِنَّ السَّعَادَةَ فِي النَّصْرِ

وَقَالَ عَامِرُ الْعَدَوَانِيُّ فِيْ وَصِيَّةٍ لِابْنِهِ أَدْرَكْتُ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ وَهُوَ يَقُوْلُ: إِنَّهُ قَدْ آنَ خُرُوْجُ نَبِيٍّ بِمَكَّةَ يُدْعٰى أَحْمَدُ يَدْعُوْا إِلَى اللهِ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تبْعَدُوْا مَا جَاءَ بِهِ فَهُوَ الْحَقُّ

رُوِيَ أَنَّ رَبِيْعَةَ بْنَ نَصْرِ اللَّخَمِيَّ رَأىٰ رُؤيَا هَالَتْهُ وَأَفْظَعَ بِهَا،فَبَعَثَ إِلٰى أَهْلِ مَمْلَكَتِهِ، وَلَمْ يَدَعْ كَاهِنًا وَلَا سَاحِرًا، وَلَا عَرَّافًا وَلَا مُنَجِّمًا إِلَّا دَعَاهُ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رُؤيَا هَالَتْنِيْ وَأَفْظَعَتْنِيْ،فَأَخْبِرُوْنِيْ بِتَأْوِيْلِهَا.

فَقَالُوْا لَهُ: أَقْصُصْهَا عَلَيْنَا. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَعْرِفُ تَأْوِيْلَهَا إِلَّا مَنْ يَعْرِفُهَا قَبْلَ أَنْ أُخْبِرَهُ بِهَا. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: فَلْيَبْعَثِ الْـمَلِكُ إِلٰى سَطِيْحٍ وَشِقٍّ، فَإِنَّ عِنْدَهُمَا عِلْمُ مَا سَأَلَ عَنْهُ.

فَبَعَثَ إِلَيْهِمَا،فَجَاءَ سَطِيْحٌ قَبْلَ شِقٍّ، قَالَ لَهُ: يَا سَطِيْحُ،إِنِّيْ رَأَيْتُ رُؤيَا هَالَتْنِيْ فَأَخْبِرْنِيْ بِهَا،فَإِنَّكَ إِنْ أَصَبْتَهَا أَصَبْتَ تَأْوِيْلَهَا.

فَقَالَ: رَأَيْتُ حِمَّةً خَرَجَتْ،مِنْ ظُلْمَةٍ،فَوَقَعَتْ بِأَرْضٍ بُهْمَةٍ، فَأَكَلَتْ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ جُمْجُمَةٍ.

فَقَالَ لَهُ: مَا أَخْطَأتَ مِنْهَا شَيْئًا،فَمَا عِنْدَكَ فِيْ تَأْوِيْلِهَا؟ قَالَ:أَحْلِفُ بِمَا بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ مِنْ حَنَشٍ لَتَهْبِطَنَّ أَرْضَكُمُ الْحَبْشُ، فَيَمْلِكَنَّ مَا بَيْنَ أَفْيَقَ إِلٰى جَرَشٍ.

فَقَالَ: وَأَبِيْكَ يَا سَطِيْحُ، إِنَّ هٰذَا لَنَا لَغَائِظٌ مُوْجِعٌ،فَهَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ فِيْ زَمَانِيْ؟ قَالَ: لَا،بَلْ بَعْدَهُ بِحِيْنٍ،أَكْثَرَ مِنَ السِّتِّيْنَ وَالسَّبْعِيْنَ. قَالَ: فَيَدُوْمُ ذٰلِكَ أَمْ يَنْقَطِعُ؟

قَالَ بَلْ يَنْقَطِعُ بَعْدَ خَمْسٍ مِّنَ السِّنِيْنَ، يُقْتَلُوْنَ بِهَا أَجْمَعِيْنَ،أَوْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهَا هَارِبِيْنَ.

فَقَالَ: وَمَنْ يَلِيْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: إِرَمَ ذِيْ يَزِن، يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ مِنْ عَدَنٍ، فَلَا يَتْرُكُ مِنْهُمْ أَحَدًا بِالْيَمَنِ.

قَالَ: فَيَدُوْمُ ذٰلِكَ أَمْ يَنْقَطِعُ ؟ قَالَ: بَلْ يَنْقَطِعُ.

قَالَ: وَمَنْ يَقْطَعُهُ؟قَالَ: نَبِيٌّ زَكِيٌّ،يَأتِيْهِ الْوَحْيُ مِنْ قِبَلِ الْعَلِيِّ.

قَالَ: وَمَنْ هٰذَا النَّبِيُّ؟ قَالَ: مِنْ وُلْدِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ، يَكُوْنُ الْـمُلْكُ فِيْهِمْ وَفِيْ قَوْمِهِمْ إِلٰى آخِرِ الدَّهْرِ.

قَالَ: وَهَلْ لِلدَّهْرِ مِنْ آخِرٍ يَا سَطِيْحُ؟ قَالَ : نَعَمْ وَالشَّفَقِ، وَالْغَسَقِ وَالْفَلَقِ،وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ إِنْ مَا أَنْبَأْتُكَ بِهِ لَحَقٌّ.

قَالَ : فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ وَرَدَ عَلَيْهِ شِقٌّ فَدَعَاهُ

فَقَالَ لَهُ شِقٌّ فِيْ مَا قَالَهُ: نَبِيٌّ مُرْسَلٌ يَأتِيْ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ بَيْنَ أَهْلِ الدِّيْنِ وَالْفَضْلِ

رَزَقَنَا اللهُ حُبَّهُ وَحُبَّ حَبِيْبِهِ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَشَرَنَا فِيْ زُمْرَتِهِ وَتَحْتَ لِوَائِهِ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْـمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اَلْحَمْدُ لله حَمْدًا كَثِيْرًا كَمَا اَمَرَ

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ

اِرْغَامًا لِـمَنْ جَحَدَ بِهِ وَكَفَرَ

وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

سَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ

وَصَاحِبُ الْمِعْرَاجِ وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ

مَنْ بَشَّرَ بِرِسَالَتِهِ التَّوْرَاةُ وَالزَّبُوْرُ وَالزُّبُرُ

وَبَشَّرَ بِنُبُوَّتِهِ وَهَوَاتِفُ الْجِنِّ وَاَوْلِيَاءُ الْاِنْسِ وَكَوَاهِنُ الْبَشَرِ

وَسَكَنَتْ لَهُ الشَّمْسُ وَانْشَقَّ بِاِشَارَتِهِ الْقَمَرُ

وَجَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الشَّجَرُ

وَنَزَلَ بِدُعَائِهِ الْمَطَرُ

وَاَظَلَّتْهُ الْغَمَامَةُ مِنَ الْحَرِّ

وَشَبِعَ مِنْ صَاعٍ مِنْ طَعَامِهِ مِئَاتٌ مِّنَ الْبَشَرِ

وَنَبَعَ الْمَاءُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ مَرَّاتٍ وَكَرَّاتٍ كَالْكَوْثَرِ

وَسَبَّحَ فِيْ كَفَّيْهِ الْحَصَاةُ وَالْمَدَرُ

وَاَنْطَقَ اللهُ لَهُ الضَّبَّ وَالظَّبْىَ وَالذِّئْبَ وَالْجِذْعَ وَالذِّرَاعَ وَالْجَمَلَ وَالْجَبَلَ وَالشَّجَرَ وَالْحَجَرَ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ مَا دَامَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ نُوْرِ الدُّجٰى وَمَصَابِيْحِ الْغُرَرْ

اَمَّا بَعْدُ:

اَوَّلًا نُهَنِّى عَلٰى تَكْمِيْلِ الْمَسْجِدِ وَالْعَمَلِ الْـمُبَارَكِ اِتِّبَاعًا لِسَيِّدِ الرُّسُلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ مُهَاجِرًا دَخَلَ قُبَاءَ فَبَدَأَ بِتَأْسِيْسِ مَسْجِدِ قُبَاءَ وَفِى طَرِيْقِهِ اِلَى الْـمَدِيْنَةِ صَلّٰى اَوَّلَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِىْ بَنِىْ سَالِمٍ ثُمَّ بَنٰى الْمَسْجِدَ النَّبَوِىَّ

نَدْعُو اللهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّجْعَلَ بَقَاءَ مَسْجِدِ الْهِدَايَةِ كَمَسْجِدِ قُبَاءَ وَمَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَالْمَسْجِدِ النَّبَوِىِّ وَاَن يَّجْعَلَهُ مَرْكَزَ الرُّشْدِ وَالْهِدَايَةِ وَاَن يُّجَنِّبَهَا مِنْ اَصْحَابِ الْغَوَايَةِ

وَلْنَخْتِمِ الْكَلَامَ كَمَا بَدَأْنَا بِذِكْرِ سَيِّدِ الْاَنَامِ اَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِفُهُ جَمِيْعُ الْخَلَائِقِ مِنَ الْحَيَوَانَاتِ وَالنَّبَاتَاتِ وَالْجَمَادَاتِ وَتُوَقِّرُهُ وَتُبَجِّلُهُ وَتُطِيْعُهُ

فَلِذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ جُمِعُوْا فِى الْقُدْسِ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ لِاسْتِقْبَالِ حَبِيْبِ الْخَالِقِ وَالْخَلَائِقِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّوْا بِاِمَامَةِ سَيِّدِ الْاَئِمَّةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَبْشَرُوْا بِنِعْمِ الْاَخِ وَنِعْمِ الْخَلِيْفَةِ اَىْ اَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيْفَةُ اللهِ فِى الْكَائِنَاتِ

فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اتَّخَذَنِىْ خَلِيْلًا وَآتَانِىْ مُلْكًا عَظِيْمًا وَجَعَلَنِىْ اُمَّةً قَانِتًا وَاصْطَفَانِىْ بِرِسَالَاتِهِ وَاَنْقَذَنِى مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا عَلَيَّ بَرْدًا وَسَلَامًا

ثُمَّ قَالَ مُوْسٰى: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ كَلَّمَنِىْ تَكْلِيْمًا وَاصْطَفَانِىْ وَاَنْزَلَ عَلَيَّ التَّوْرَاةَ وَجَعَلَ هَلَاكَ فِرْعَوْنَ وَنَجَاةَ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى يَدَيَّ

وَقَالَ دَاوُدُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ لِىْ مُلْكًا وَاَنْزَلَ عَلَيَّ الزَّبُوْرَ وَاَلَانَ لِيَ الْحَدِيْدَ وَسَخَّرَ لِيَ الْجِبَالَ وَالطَّيْرَ يُسَبِّحْنَ مَعِيَ وَآتَانِيَ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابَ

وَقَالَ سُلَيْمَانُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ سَخَّرَ لِيَ الرِّيَاحَ وَالْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَسَخَّرَ لِيَ الشَّيَاطِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مَا شِئْتُ مِن مَحَارِيْب وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَّاسِيَاتٍ وَعَلَّمَنِىْ مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاَسَالَ لِىْ عَيْنَ الْقِطْرِ وَاَعْطَانِىْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِىْ

وَقَالَ عِيْسٰى: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ عَلَّمَنِىْ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَجَعَلَنِىْ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْـمَوْتٰى بِاِذْنِهِ وَرَفَعَنِىْ وَطَهَّرَنِىْ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاَعَاذَنِىْ وَاُمِّيَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْنَا سَبِيْلًا

وَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّكُمْ اَثْنٰى عَلٰى رَبِّهِ وَاَنَا مُثْنٍ عَلٰى رَبِّىْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَرْسَلَنِىْ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ وَكَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا وَاَنْزَلَ عَلَيَّ الْقُرْآنَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْئٍ وَجَعَلَ اُمَّتِىْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمَّتِىْ وَسَطًا وَجَعَلَ اُمَّتِىْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْآخِرُوْنَ وَشَرَحَ لِىْ صَدْرِىْ وَ وَضَعَ عَنِّىْ وِزْرِىْ وَرَفَعَ لِىْ ذِكْرِىْ وَجَعَلَنِىْ فَاتِحًا وَخَاتِمًا

فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ: بِهٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُكُمْ

هٰكَذَا لُقِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يَسْأَلُ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّبِّ

فَلَمَّا جَاوَزَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّدْرَةَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذْ يَغْشَي السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى فَقَالَ لَهُ تَعَالٰى سَلْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ اتَّخَذْتَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً وَكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيْماً وَاَعْطَيْتَ دَاوُدَ مُلْكاً عَظِيْماً وَاَلَنْتَ لَهُ الحَدِيْدَ وَسَخَّرْتَ لَهُ الْجِبَالَ وَاَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكاً عَظِيْماً وَسَخَّرْتَ لَهُ الجِنَّ وَالْاِنْسَ وَالشَّيَاطِيْنَ وَالرِّيَاحَ وَعَلَّمْتَ عِيْسٰى التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ جَعَلْتَهُ يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

فَقَالَ تَعَالٰى: قَدِ اتَّخَذْتُكَ خَلِيْلاً وَمَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ وَاَرْسَلْتُكَ اِلٰى النَّاسِ كَافَّةً وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا تَجُوْزُ لَـهُمْ خُطْبَةٌ حَتّي يَشْهَدُوْا اَنَّكَ عَبْدِىْ وَرَسُوْلِىْ وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقاً وَآخِرَهُمْ بَعْثاً وَاَعْطَيْتُكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَـثَانِى وَلَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَاَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحاً وَّخَاتِماً

نَدْعُو اللهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَنْ نَكُوْنَ مَعَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى ﴿رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ﴾ ﴿وَنَطْمَعُ اَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِيْنَ﴾

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم

﴿يٰا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ﴾

بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

سیرتِ طیّبہ کے منتخب

زوایا مبارکہ



نسب شریف

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوٴی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

علامہ اسماعیل ابن عمر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر عدنان بن اُد کے بعد نسب بیان کرنا ناپسند فرماتے تھے۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس میں شدید اختلاف ہے اور اس اختلاف کو جاننے کے باوجود بیان کرنے کی جرأت سے کہیں جو نسب میں شامل نہ ہو اُن کی طرف نسبت ہو جانا بہت بڑی غلطی ہوسکتی ہے۔

اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی عدنان بن اُد کے بعد نسب بیان کرنے کو مکروہ بتایا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نسب شریف آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ۔تو یہ مرۃ بن کعب پر پہنچ کر والدہ ماجدہ والد ماجد کے نسب سے مل جاتی ہیں۔

ولادتِ مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف بارہ ربیع الاول پیر کی صبح کو ہوئی اگر چہ آٹھویں،

دسویں، دوسری کے بھی اقوال ہیں۔

عام الفیل ہاتھی والے سال میں، جس سال ابرہہ نے بیت اللہ پر حملہ کیا، اس سال اس واقعہ کے پچاس دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت شریفہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بقید حیات تھے۔ دو ماہ کے بعد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا۔

اگرچہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محقق یہ ہے کہ ولادت سے پہلے ہی والد ماجد اس جہان فانی سے کوچ کر چکے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت بنوسعد میں ہوئی۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضعہ ہیں اور تقریباً چار برس بنوسعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم رہے۔ وہیں پر آپ کے شق صدر کا واقعہ پیش آیا جس سے متأثر ہو کر ڈر کے مارے حضرت حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئیں۔

طفولیت

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ برس ہوئی والدہ ماجدہ آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال میں مدینہ منورہ لے کر پہنچیں تو واپسی میں ابواء میں آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ برس تین مہینہ اور دس دن بیان کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ابواء کے اطراف سے گذرتے تو متعدد بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ ماجدہ کی قبر شریف پر تشریف لے گئے ہیں۔

جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں بھی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال جب مکہ تشریف لے جا رہے تھے تو حق تعالیٰ شانہ سے والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی۔ اجازت مل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روتے

رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کا سارا مجمع بھی روتا رہا۔اس موقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار مسلح صحابہ کرام تھے۔

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرتی رہیں اور آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب آپ کی کفالت فرماتے۔

جب عمر شریف آٹھ برس ہوئی تو دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور اپنے بیٹے ابوطالب کو آپ کے متعلق پرورش کی وصیت فرما گئے اس لئے کہ ابوطالب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ ایک ماں سے تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت فرمائی اور خوب اچھی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نصرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اگر چہ وہ وفات تک اپنے مذہب کفر وشرک پر قائم رہے مگر اس نصرت کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف فرمائی۔

بچپن کا سفر شام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جب شام کی طرف تجارت کیلئے گئے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے ساتھ سفر میں لے کر گئے۔ کیونکہ پیچھے مکہ میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھال سکے ائسا کوئی نہ تھا اس لئے تنہا چھوڑنا انہوں نے مناسب نہیں سمجھا۔

اس سفر میں چچا ابوطالب اور ان کے ساتھی برابر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھتے رہے جیسا کہ بادل کا دھوپ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کئے رہنا، سائے کیلئے درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنا۔بحیرہ راہب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت ابوطالب کو اور ان کے ساتھیوں کو سنائی اور ان سے بہ اصرار یہ کہا کہ آپ آگے شام کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ

لے جائیں کہ یہود آپ کو دیکھیں گے تو نبی آخر الزمان کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیں گے اور آپ کے ساتھ کہیں کوئی برا سلوک نہ کریں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کی طرف نہ لے جائیں بلکہ واپس لے جائیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں شام کا سفر تھا۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کیلئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا سفر فرمایا ہے جب کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر تھے اور یہ سفر مضاربت کے طور پر ہوا ہے۔ اس سفر میں بھی حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھتے رہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تجارت کے منافع کو بھی دیکھا اور سفر کے حالات بھی میسرہ سے معلوم ہوئے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح میں رغبت ہوئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف پچیس برس تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو اپنے عقدِ نکاح میں قبول فرمایا۔

تعمیرِ کعبہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۵ برس ہوئی اس وقت قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے پھر ان کا اس پر اتفاق ہوا کہ جو سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہ ہمارا حکم ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حرم میں تشریف لائے تو سارا مجمع کہہ اٹھا کہ **جاء الامین، جاء الامین**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر سب راضی ہوگئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر منگوائی، حجر اسود کو بیچ میں رکھا۔ ہر قبیلے میں سے ایک ایک فرد کو منتخب فرمایا کہ وہ چادر کے ایک کونے کو پکڑ لے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گتھی کو سلجھایا اور حجر اسود اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔

نبوت و رسالت

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس برس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب

معمول غار حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اقــرأ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَسْــتُ بِــقَــارِئٍ. میں نہیں پڑھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین نے معانقہ کی طرح بھینچا پھر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اقرأ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَسْتُ بِقَارِئٍ. تین مرتبہ جب ایسا ہوا تو اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر پڑھنے لگے

اِقْــرَأْ بِــاسْــمِ رَبِّکَ الَّــذِیْ خَـلَـقَ ، خَـلَـقَ الْاِنْسَـانَ مِـنْ عَـلَـقٍ،
اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْـرَمُ، الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ اْلاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرا سے اتر کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ قصہ بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف وخشیت طاری تھی لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی اور عرض کیا 'أَبْشِـرْ ، کَلَّا وَالـلّٰهِ لَایُخْزِیْکَ اللّٰهُ اَبَدًا، اِنَّکَ لَتَصِـلُ الـرَّحِـمَ وَتَـصْـدُقُ الْـحَـدِیْـثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الــدَّهْـرِ'. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اخلاق کریمہ آپ نے گنوائے۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو توفیق ہوئی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائی۔

فترتِ وحی

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بعد کچھ عرصہ تک کچھ دیکھتے نہیں تھے اور وحی کچھ عرصہ کیلئے موقوف ہوگئی اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ مغموم ہوئے جو پہلی مرتبہ فرشتے کی زیارت اور وحی کی حلاوت ولذت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ اور تجربہ ہوا، اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ مغموم ہونے لگے اور یہ غم اتنا بڑھا کہ کبھی کبھی تو غم کے مارے پہاڑوں کی چوٹی کے اوپر تشریف لے جاتے۔

پھر جب یہ فترت کا زمانہ تقریباً دو سال یا اس سے بھی زیادہ طویل ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی حد سے بڑھنے لگی تو وہاں پہاڑوں کی چوٹی پر وہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوا اس طرح کہ آسمان و زمین کے درمیان وہ ایک کرسی پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلاسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی 'اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ' کہ آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کو دیکھا اور واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا 'زَمِّلُوْنِیْ، زَمِّلُوْنِیْ' اور 'دَثِّرُوْنِیْ، دَثِّرُوْنِیْ'. اس پر یہ آیات شریفہ نازل ہوئیں:

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرْ ، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ، وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ

دعوتِ اسلام

پہلی مرتبہ جو اِقْرَاْ بِاسْمِ کی آیات کا نزول ہوا تو وہ نبوت اور رسالت کی وحی تھی اور پھر ان آیات کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امرِ دعوت دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو ڈرائیں اور انہیں اللہ کی طرف بلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان کو بلانا شروع کیا اور ہر چھوٹے بڑے، آزاد، غلام، مرد، عورت، کالے، گورے سب کو حق تعالی شانہ کی طرف بلاتے رہے۔

ان میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے جن کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان التیمی ہے۔ آپ نے تصدیق فرمائی، ایمان لائے اور دینی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت کے نتیجے میں حضرت طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر اس وقت آٹھ برس تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اسلام قبول کیا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اس وقت اسلام قبول کرنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسلام قبول کرنا دونوں یکساں نہیں۔ وہ فرماتے ہیں، **فاسلام علی لیس کاسلام صدیق. لانه کان فی کفالة رسول الله أخذه من عمه اعانة له.** کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے اور چچا جان کی اعانت اور مدد کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی کفالت میں لے رکھا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لے آئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ مکہ کے عابد ورقہ بن نوفل وہ بھی اسلام لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو وحی نازل ہوئی اس کی انہوں نے تصدیق فرمائی اور تمنا ظاہر کی کہ کاش ان میں قوت ہوتی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار بن سکتے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں **واسلم القس ورقه بن نوفل فصدق بما وجد من وحی الله۔**

ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ ابن نوفل کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ **ورأیت القس علیه ثیاب بیض۔** ان بزرگ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑوں میں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم **قم فأنذر** کے ارشاد کو بجالانے کیلئے آگے بڑھتے رہے اور رات، دن، پوشیدہ اور علانیہ ہر طرح سے قریش کو دعوت دیتے رہے۔ اس کے جواب میں سفہائے مکہ کی طرف سے ایذارسانی اور عداوت بڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ان پر بھی مظالم ڈھاتے اور اسلام قبول کرنے والوں کو پکڑ کر کے کہا جاتا کہ یہ لات تمہارا معبود ہے، اللہ تمہارا معبود نہیں۔ **هذا الهکم من دون الله۔**

یہ ایذارسانی یہاں تک بڑھی کہ اللہ کا دشمن ابوجہل عمرو بن ہشام حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے شوہر کو اور ان کے بیٹے کو تینوں کو برابر ایذا دیتا رہا یہاں تک کہ

بالآخراس نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بری طرح سے شہید کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وابنہا وزوجہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانی و مالی قربانی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان مظلوموں پر جب کبھی گذرتے تو جوان میں غلام تھے ان کوخریدتے اور آزادفرماتے تاکہ اپنے مالکوں کے مظالم سے وہ بچ سکیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اوران کی والدہ ماجدہ حمامہ کوآپ نے آزادفرمایا۔ عامر بن فہیرہ، ام عبس، زِنیرہ، نہد یہ اوران کی بیٹی اور بنوعدی کی باندی جن کوحضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے زک پہنچاتے تھے۔ ان سب کوآپ نے ان کے مالکوں سے خریدااورآزادکردیا۔

یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ابوقحافہ ان سے کہنے لگے کہ **یابنی اراک تعتق رقابا ضعافا فلو اعتقت قوما جلدا یمنعونک** بیٹے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم بہت ضعیف، نحیف اور کمزورغلاموں کوخرید کرآزادکرتے ہواس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟ اگر طاقتور مضبوط غلاموں کوخرید کرآزادکرتے تو تیرے مددگار بن سکتے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے **انی ارید ما ارید**۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسی نیک کام کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں **وسیجنبها الأتقیٰ الذی یؤتی ماله یتزکی** آخرسورت تک یہ آیات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

حبشہ کی طرف ہجرت

پھر جب یہ مصائب حد سے بڑھ گئے توحق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی۔ سب سے پہلے اللہ کے دین کی خاطر جنہوں نے وطن کو چھوڑ کر ہجرت کی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اوران کی زوجہ محترمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ

رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھران کے پیچھے دوسرے ضعفائے مکہ اور مکہ کے مظلوم ہجرت کرتے رہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے جنہوں نے حبشہ کی ہجرت کی وہ حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس رضی اللہ عنہ ہیں۔غرض ان حضرات کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور کئی ایک اور قافلے جن کے کل افراد تقریباً ۸۰؍ کے قریب ہیں وہ سب حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

یہ مہاجرین جب حبشہ میں اصحمہ شاہ حبش کے پاس پہنچے ہیں تو انہوں نے ان کی مدد ونصرت فرمائی اوران کوراحت وآرام سے رکھا۔

قریش کو جب اس کا پتہ چلا تو انہوں نے ابوربیعہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بہت سے ہدایا اور قیمتی چیزیں دے کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ ان مہاجرین کو اپنے یہاں سے نکال کر مکہ واپس بھیج دیں۔

چونکہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بڑے داھیۃ العرب مشہور ہیں، عقل مند ترین انسان عرب کے سمجھے جاتے ہیں انہوں نے شاہ حبش کے فوج کے سپہ سالاروں سے مل کر ان کو سفارشی بنایا۔ اور غلط تہمتیں بھی ان مہاجرین مسلمانوں کے بارے میں گھڑی گئیں اور کہا **ان ھٰولآء یقولون فی عیسیٰ قولا عظیما، یقولون انه عبد۔**

چنانچہ مسلمانوں کو بادشاہ کی مجلس میں بلایا گیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مکہ والوں کا اشکال بتایا گیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے **سورۃ کھیعص** کی تلاوت فرمائی۔

جب تلاوت سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکہ لے کر فرمایا کہ جو تورات میں ہے اس میں اور جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پڑھا ہے اس میں اتنی بھی کمی بیشی نہیں ہے۔

اور مسلمانوں کے بارے میں حکم دیا کہ تم ہمارے مہمان ہو جو تمہیں تکلیف دے گا وہ نقصان

اٹھائے گا۔ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی عبداللہ بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم سونے کا پہاڑ میرے سامنے رکھ دو جب بھی میں ان مہمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ ان کے ہدایا بھی واپس کیئے اور بری طرح ان کو وہاں سے نکالا۔

شعب ابی طالب میں

ادھر مکہ میں قریش کی ایذا رسانی برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ مسلمان برابر بڑھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جم غفیر ایمان لے آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے بنی ہاشم سے بائیکاٹ کا حلف نامہ تیار کیا۔ جس کی دفعات یہ تھیں کہ بنو ہاشم سے خرید و فروخت اور مناکحت (شادی بیاہ) کا تعلق، حتی کہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بول چال تمام چیزوں پر پابندی قریش کی طرف سے رہے گی جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر کو، قریش کے حوالے نہ کر دیں اور اس کو لکھ کر انہوں نے کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا۔ جس کا لکھنے والا منصور بن عکرمہ ابن ھاشم بن عبد مناف تھا۔ بعضوں نے کہا کہ نضر بن الحارث تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ پتا چلا کہ اس نے یہ تحریر لکھی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اس بائیکاٹ سے متاثر ہو کر بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ سارا خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کا سارا خاندان محصور تھا، ان میں جو ایمان لا چکے تھے وہ بھی تھے اور وہ بھی جو ایمان نہیں لائے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں پیش پیش تھے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔

سارے خاندان میں سے ابولہب تھا جو قریش کے ساتھ رہا اور تقریباً تین سال قریش کا یہ ظلم بائیکاٹ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دے رہے تھے اگرچہ وہ اپنے مذہب پر تھے ان کے ساتھ جاری رہا۔ انہی حالات کو ابو طالب نے ایک قصیدے

میں بیان کیا ہے کہ جزاہ اللہ عنا عبد شمس و نوفل تیم و مخزوم

قریش کے کچھ لوگوں کو ندامت ہوئی اور انہوں نے اس بائیکاٹ کے خلاف آواز اٹھانی شروع کی جن میں ہشام بن عمرو پیش پیش تھے۔ وہ مطعم بن عدی اور قریش کی جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے ان کی بات مان لی۔

اللہ نے دیمک سے کام لیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعب ابی طالب میں محصورین کو بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحیفہ پر دیمک کو مسلط کیا اس نے اللہ کے نام کے علاوہ ساری تحریر کو کھا کر صاف کر دیا ہے اور یہ قریش کو جب بتایا گیا اور صحیفہ کو دیکھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب نے تصدیق کی۔

چنانچہ اس طرح حق تعالیٰ کی غیبی نصرت کے نتیجے میں بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب سے مکہ مکرمہ واپس پہنچ سکے اور ابوجہل کے علی الرغم بنو ہاشم اور بنو المطلب کی قریش کے ساتھ صلح ہوگئی۔

اس صلح کی جب حبشہ کے مہاجرین کو خبر ان الفاظ میں پہنچی کہ ان قریشا اسلموا۔ کہ قریش اسلام لا چکے ہیں۔ اس پر ان میں سے ایک جماعت واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئی۔ جب یہاں پہنچے دیکھا کہ حال اسی طرح ہے، چنانچہ ان آنے والوں کو بھی نہیں بخشا گیا اور ان کے ساتھ بھی مظالم بڑھتے رہے۔

شعب ابی طالب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اس کے کچھ ہی دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس جہان سے رخصت ہوگئیں۔ ساتھ ہی تین دن بعد چچا ابوطالب کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان دونوں واقعات کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ غمزدہ رہے کہ ابوطالب کی وجہ سے قریش کے مظالم کیلئے جو روک تھی وہ اب نہیں رہی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید ستانے لگے۔

سفر طائف

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے تاکہ وہاں والے آپ کی مدد نصرت کریں اور آپ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاسکیں۔مگران کا رویہ بھی مکہ والوں سے مختلف نہیں تھا انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ایذائیں دیں۔اس لئے بالآخر طائف سے مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے اور مطعم بن عدی کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

پیشانی اور کوڑے میں نور

مگر دعوت کا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاری رہا۔اسی کے نتیجے میں طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں اپنے قبیلے کی طرف واپس جارہا ہوں مجھے کوئی ایسی نشانی مرحمت فرمادیں۔اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے چہرے میں نور پیدا فرمادیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری قوم کہیں یہ نہ کہہ دے کہ یہ تو مثلہ ہوگیا کہ چہرہ بگڑ گیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجے میں وہ نور ان کے چہرے سے منتقل ہوکر ان کے کوڑے میں آگیا۔اسی وقت سے حضرت طفیل کا لقب ان کے قبیلے میں ذوالنور ہوگیا۔ حضرت طفیل ابن عمرو اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے اور ان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا اور وہ اپنے علاقے میں مقیم رہے۔جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا اس وقت اسی کے قریب گھرانوں کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اسراء ومعراج

اسی عرصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں جسد شریف کے ساتھ اسراء اور معراج کے سفر پر لے جایا گیا۔جو واقعہ اسراء ہے **سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من**

المسجد الحرام لی المسجد الاقصی.

مکہ مکرمہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک سفر براق پر ہوا۔ اور جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر تھے۔ اور بیت المقدس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی اور نماز پڑھائی۔ پھر بیت المقدس سے اسی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ پہلے آسمان دنیا، پہلا آسمان، پھر دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں۔ ساتوں آسمانوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کرائی گئی۔ پھر اس سے آگے سدرۃ المنتہٰی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور وہاں سدرۃ المنتہٰی کے پاس حضرت جبریل امین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا جیسا حق تعالیٰ شانہ نے جبریل امین کو پیدا فرمایا ہے۔

اس سے آگے عرش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا اور صلوات خمسہ پانچ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض کی گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں حق تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوا۔ وہ فرماتے ہیں کہ رأیٰ ربہ۔ جیسا کہ عبداللہ بن شقیق ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ھل رأیت ربک۔ قال نور انی اراہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رأیت نورا۔ اگلی صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اسراء اور معراج کے واقعہ کی خبر دی اور جو حق تعالیٰ شانہ کی بڑی بڑی آیات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان کی خبر دی تو ان کی طرف سے ایذاء اور تکذیب اور مظالم میں اور اضافہ ہو گیا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قم فأنذر پر عمل پیرا رہے۔

(۲)

قصی بن کلاب کی اولاد میں عبد مناف ہیں، جن کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ اور عبد مناف کی اولاد میں ہاشم، عبد شمس، مُطَّلِبْ ہیں۔ پھر ہاشم کی اولاد میں چار نرینہ اولاد اور پانچ بیٹیاں تھیں، جن میں بیٹوں میں عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ اور عبد المطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ ان کے اسماء عباس، حمزہ، عبداللہ، ابو طالب، زبیر، حارث، حَجِل، مُقَوِّم، ضرار اور ابولہب ہیں اور بیٹیوں میں صفیہ، ام حکیم، عاتکہ، اُمیمہ، عروہ اور بَرَّہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین

حضرت عبداللہ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سب سے اشرف اور سب سے افضل والدین ماجدین کی طرف سے ہے۔

ریگستان میں بئر زمزم کیسے ملا ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب بن ہاشم حطیم میں آرام فرمارہے

تھے۔اس وقت بئر زمزم کی جگہ مفقود ہو چکی تھی۔اس لئے کہ قبیلہ جرہم کو جب مکہ مکرمہ سے سفر کرنا پڑا تو یہاں سے جاتے وقت انہوں نے بئر زمزم کو پاٹ دیا تھا اور اس طرح ریگستان میں زمزم کے کنویں کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا۔صرف تاریخ معلوم تھی کہ اس جگہ پر کہیں کنواں ہے۔ بہت کوششیں اس کنویں کی تلاش کے لئے کی گئیں مگر ناکام رہے۔اسی سلسلے میں حضرت عبدالمطلب حطیم میں آ کر لیٹے تو انہیں زمزم کے کنویں کے کھودنے کی بشارت دی گئی اور بتایا گیا کہ قریش کے جہاں بت کساف اور نائلہ رکھے ہوئے ہیں ،جس جگہ قریش اپنی قربانیوں کو نحر کرتے ہیں تو اس جگہ پر جرہم نے مکہ مکرمہ سے جاتے وقت بئر اسماعیل کو پاٹ دیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک کسی آنے والے نے آ کر کہا کہ **احفر طِیْبه** ۔میں نے پوچھا **ماطِیْبه؟** تو جواب دینے سے پہلے وہ چلا گیا۔اگلے دن پھر اسی جگہ آ کر لیٹے تو پھر اس نے آ کر کہا کہ **احفر بره** ۔عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ **وما بره؟** تو جواب سے پہلے وہ پھر چلا گیا۔تیسرے دن پھر وہاں آ کر لیٹا تو مجھ سے اس نے آ کر کہا کہ **احفر المضنونة** ۔میں نے پوچھا **ماالمضنونه؟** (مضنونہ کیا ہے؟) جواب سے پہلے وہ چلا گیا۔

چوتھے دن جب میں وہاں لیٹا اور سو گیا تو پھر وہ آ کر کہتا ہے کہ **احفر زمزم** ۔میں نے پوچھا **مازمزم؟** اس نے کہا کہ جو کبھی سوکھے گا نہیں کبھی اس کے پانی میں کمی نہیں آئے گی۔حجاج کے بڑے سے بڑے مجمع کو وہ سیراب کر سکے گا۔اور اس کی جگہ وہاں پر ہے جہاں بیٹھ کر تم کوے کو دیکھو گے کہ وہ خون اور گوبر والی جگہ چونچ مار رہا ہے اور اس جگہ پر چیونٹیوں کا بل بھی ہے۔

اتنی وضاحت سے اس نے اس جگہ کی نشاندہی جب کر دی تو عبدالمطلب کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ سچا خواب ہے۔ چنانچہ انہوں نے پھاوڑا لیا اور اپنے ساتھ اپنے بیٹے حارث بن عبدالمطلب کو لیا۔کہ اکلوتے بیٹے اس وقت حارث بن عبدالمطلب ہی تھے۔

چنانچہ کھودتے رہے کھودتے رہے۔پھر جب عبدالمطلب کے سامنے کھودتے ہوئے کنویں

کی مینڈ اس کی گول دیوار ظاہر ہونے لگی تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا **اللہ اکبر** تب قریش کو یقین ہوگیا کہ انہوں نے اپنا مطلب پالیا۔

دوڑ کر قریش آپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے یا عبدالمطلب **انها بئر ابينا اسماعيل** ۔ چونکہ یہ ہمارے ابا اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔ **وان لنا فيها حقا فأشركنا معها فيها**۔اس پر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا **ماأنا بفاعل**۔

جب یہ جھگڑا اور بڑھنے لگا تو انہوں نے محاکمہ کیلئے بنوسعد کی ایک کاہنہ کو حکَم ٹھہرایا اور شام کی طرف اس بنوسعد کی کاہنہ کی رہائش تھی۔ وہاں سب اکٹھے روانہ ہوئے۔اور ریگستان کا سفر تھا چلتے رہے۔

جدِ امجد عبدالمطلب کا امتحان

جب حجاز وشام کے درمیان پہنچے تو طویل سفر کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب اور آپ کے رفقاء کے پاس پانی ختم ہوگیا یہاں تک کہ پیاس کی وجہ سے ہلاکت کا انہیں یقین ہونے لگا۔قریش کے دیگر قبائل سے انہوں نے پانی مانگا تو انہوں نے دینے سے انکار کیا کہ اگر ہم تمہیں دے دیں تو جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے ہمیں بھی پہنچ سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے جب قوم کا یہ برتاؤ اپنے ساتھ دیکھا اور اپنے آپ اور ساتھیوں کی ہلاکت کا خطرہ منڈلاتا ہوا نظر آیا تو مشورہ کیا ساتھیوں نے کہا کہ جو آپ کا حکم ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم میں ہر شخص اپنی قبر کیلئے گڑھا کھودلے اس لئے کہ اس وقت ہمارے پاس گڑھا کھودنے کی قوت وطاقت ہے۔

چنانچہ جب ان میں سے کوئی ایک وفات پاجائے تو باقی ساتھی اس کو اسی گڑھے میں جو اس نے کھودا ہے اس میں دفن کردیں۔ اس طرح کسی کی احتیاج کے بغیر اپنی ساری جماعت کی تدفین کرسکیں گے سوائے آخری شخص کے جو باقی رہ جائے گا تو اس ایک کی ہلاکت کو برداشت کرنا

آسان ہے سب کی ہلاکت کی بہ نسبت۔ چنانچہ ہر ایک اپنا اپنا گڑھا کھودنے لگا اور پیاس کی وجہ سے موت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس طرح موت کے ہاتھوں میں اپنے آپ کو دے دینا اور اطراف میں پانی کی تلاش نہ کرنا یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اخیر سانس تک کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ ممکن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی جگہ ہمارے لئے پانی کا انتظام فرمادے۔ اس لئے فرمایا کہ اب یہاں سے چلے چلو۔

سواری کے سم سے چشمہ جاری

قریش کے دیگر قبائل حضرت عبدالمطلب اور آپ کے رفقاء کا یہ سب حال دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب سفر کیلئے اپنی سواری کی طرف بڑھے اور اس پر سوار ہوگئے تو جیسے ہی آپ کی سواری آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ کی جگہ سے زمزم کا چشمہ ابلا تھا، حضرت عبدالمطلب کی صلب میں باعث کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی خاطر آسمان اور زمین یعنی ساری مخلوق کا جلوہ سجایا گیا تو اس نورنبوت کی برکت کہ جس اونٹنی نے اس نورنبوت کے حامل عبدالمطلب کے جثّے اور جسم کو اٹھایا ہوا تھا، اسی اونٹنی کی سم اور پیر کی رگڑ سے وہاں سے چشمہ جاری ہوا اور پانی کو نکلتا دیکھتے ہی **فکبر عبد المطلب و کبر اصحابه** کہ جیسے ہی چشمہ پھوٹا کہ حضرت عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور آپ کے ساتھی بھی اللہ کے ذکر اور بڑائی میں مشغول ہوگئے اور اتر کر پانی کو چکھا تو نہایت شیریں میٹھا پانی۔ چنانچہ آپ کے ساتھیوں نے سب نے پانی پیا، سواریوں کو پلایا، اپنے مشکیزے بھر لئے اور قریش کے دیگر قبائل کو بلا کر لائے کہ **هلم الى الماء وقد سقانا الله** کہ اللہ نے ہمیں پانی پینے کو دیا۔ تم بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ۔

تو اب جا تو رہے تھے سفر کر رہے تھے کاہنہ کے پاس کہ یہ جو بئر اسماعیل اور زمزم کا کنواں

حضرت عبد المطلب کو خواب میں بتایا گیا ،آپ نے کھودا اور کنویں کی منڈیر اور مینڈ کے معلوم ہونے کے ساتھ ہی اختلاف اور جھگڑا شروع ہو گیا اس جھگڑے کیلئے حکم بنو سعد کی کاہنہ کو بنا کر اس کیلئے سفر کر رہے تھے۔

مگر جب حضرت عبد المطلب کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا یہ معاملہ سفر میں دیکھا تو قبائل قریش نے معافی مانگی اور سب نے بیک آواز کہہ دیا **قضاء لک علینا یا عبد المطلب قضی علینا و الله لانخاصمک فی زمزم ابدا**۔یعنی اب ہماری آپ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی مخاصمت یا جھگڑا نہیں رہے گا۔ یہ زمزم کے کنویں کے آپ مالک ہیں۔

کیونکہ **ان الذی سقاک ھذا الماء بھذہ الفلاء لھو الذی سقاک زمزم**۔یعنی جس مالک نے اس ریگستان جنگل میں یہاں چشمہ آپ کیلئے جاری فرمایا تو یقیناً وہاں مکہ میں بئر اسماعیل بھی حق تعالیٰ شانہ نے آپ ہی کو عطا کیا ہے۔چنانچہ **فارجع الی سقایتک راشدا**۔آپ مکہ مکرمہ واپس چلے چلئے۔چنانچہ قریش کے دیگر قبائل کو لے کر حضرت عبد المطلب مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔

چنانچہ زمزم کے کنویں کو صاف کیا جانے لگا۔صاف کرتے ہوئے اس میں سے سونے کی دو مورتیاں ہرن کی نکلیں ،اس خزانے سمیت جرہم نے مکہ سے جاتے ہوئے زمزم کے کنویں کو پاٹ دیا تھا۔اسی طرح اس میں قلعی کی تلواریں اور زرہیں بھی نکلیں۔ چنانچہ حضرت عبد المطلب نے وہ تلواریں کعبہ کے دروازے پر لگا دیں اور دروازے میں سونے کی ،ہرن کی دونوں مورتیاں لگا دی گئیں۔سب سے پہلے کعبۃ اللہ پر جو سونا چڑھایا گیا وہ یہ خزانہ تھا جو بئر زمزم میں سے نکلا تھا۔

بئر زمزم سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہر قبیلے کا اپنا مستقل کنواں ہوا کرتا تھا۔بئر بنی اسد،بئر خلف بن وہب اور بئر بنی سہم کنویں مشہور تھے اور خاص طور پر حفائر مکہ کے کنویں بہت مشہور تھے۔ان کے یہاں ان کنوؤں پر مستقل اشعار بھی کہے گئے ،قصیدے بھی کہے گئے۔ لیکن بئر اسماعیل یعنی

بئر زمزم کے ظہور کے بعد سارے کنویں معطل ہوگئے۔ زمزم کی حلاوت، برکت اور لذت اور جد امجد حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام کی طرف نسبت کی بنا کر سب لوگ اپنے کنویں چھوڑ کر اسی زمزم سے مستفید ہونے لگے۔

زمزم کے کنویں کی بشارت اور اس کے مقام کے معلوم ہونے کے بعد دیگر قبائل سے جو اختلاف ہوا اس وقت عبدالمطلب کے اکلوتے بیٹے حضرت حارث بن عبدالمطلب تھے اس لئے آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ اے اللہ مجھے دس بیٹے دے جن سے مجھے قوت حاصل ہو، ان میں سے ایک کو میں حق تعالیٰ شانہ کیلئے قربان کرونگا۔ اور دس بیٹوں میں سب سے زیادہ حضرت عبدالمطلب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ پیارے تھے اور وہاں کی رسم کے مطابق قرعہ ڈالتے رہے۔ نو دفعہ قرعہ میں حضرت عبداللہ ہی کا نام دس بیٹوں میں سے نکلتا رہا۔ بالآخر دسویں مرتبہ میں بجائے حضرت عبداللہ کے اونٹوں کے نام کا قرعہ نکلا اور سو اونٹ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے فدیے کے طور پر ذبح کئے۔ اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انا ابن الذبیحین ۔یعنی میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کیلئے بھی فدیہ آسمان سے مینڈھا آیا اور دوسرے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جن کے فدیے میں سو اونٹ قربان کئے گئے۔

جس طرح یہ بئر زمزم کے بارے میں دیگر قبائل سے اختلاف ہوا اسی طرح کا ایک اختلاف بنی عبد مناف کے ساتھ بھی ہوا اور قصی بن کلاب کی وفات کے بعد جو اختلاف ہوا اس کے نتیجے میں حلف المطیبین کا واقعہ پیش آیا کہ بنو عبد مناف کی بعض سمجھ دار خواتین نے آپس کے اختلاف اور خون ریزی سے بچانے کیلئے ایک تھال خوشبو سے بھرا ہوا کعبہ کے صحن میں رکھا اور ان کو خدا اور خدا کے گھر کا واسطہ دے کر یہ کہا کہ اس خوشبو میں سب ہاتھ ڈالیں اور آپس میں نہ لڑنے بھڑنے کا معاہدہ کریں۔

چنانچہ ان کی دہائی اللہ نے سن لی اور جو قبائل لڑنے مرنے کیلئے تیار تھے انہوں نے اپنے ہاتھ

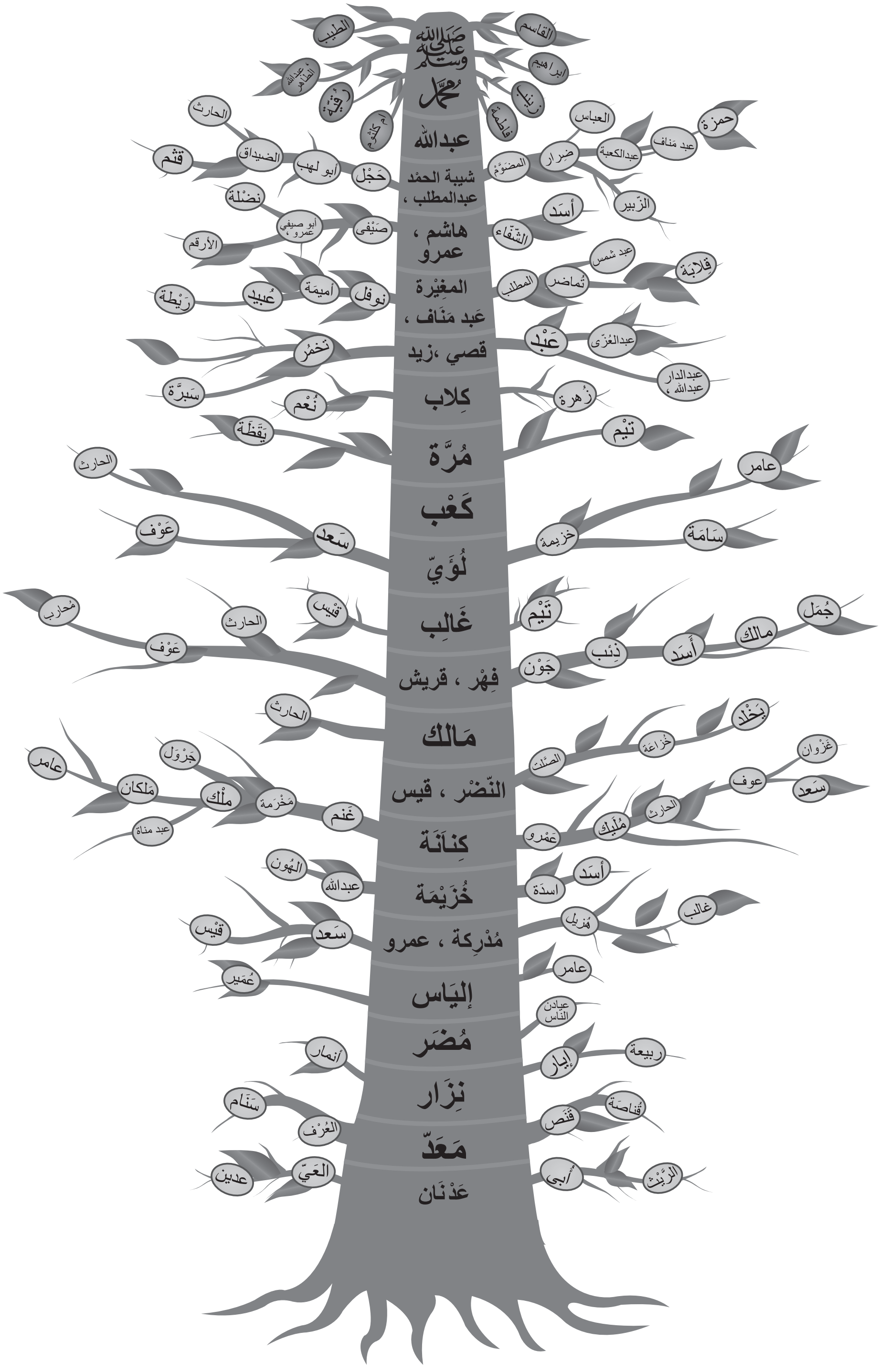
اس خوشبو میں ڈبوئے اور نہ لڑنے کی مخالفت اور معاہدے پر وہ تیار ہو گئے۔ اسی لئے جتنے اس حلف میں حصہ لینے والے تھے انہیں مطیبین کہا گیا۔

اس حلف المطیبین کی طرح سے ایک اور مخالفت اور معاہدہ حلف الفضول کا بھی پیش آیا ہے جس کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جو حلف لیا جارہا تھا میں اس میں موجود تھا۔ اور اس حلف الفضول پر مجھے اس قدر خوشی ہے کہ مجھے سرخ اونٹوں جیسی دولت ملتی اور میری اس میں شرکت نہ ہوتی تو یہ مجھے گوارا نہیں۔ اور اتنی مجھے اس پر خوشی ہے کہ اگر اسی طرح کے حلف کیلئے مجھے آج بھی اسلام میں بھی بلایا جائے تو میں خوشی سے اس پر تیار ہوں۔

یہ حلف فضل نامی متعدد افراد کی کوششوں سے پیش آیا اس لئے اس کا نام حلف الفضول رکھا گیا۔ اور بعد میں بھی جب بھی کسی جھگڑے پر آپس میں صلح ہوتی تھی تو اس حلف الفضول کو یاد کیا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر ولید سے کہا تھا کہ **احلف بالله لتنسخن من حقی او لآخذن سیفی ثم لاقومن فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم لادعون بحلف الفضول.**

اسی لئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ولید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تو انہوں نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں **لآخذن سیفی ثم لأقومن معه حتی ینسخ من حقه او نموت جمیعا.**
تو جیسے جیسے یہ قصہ مدینہ میں پھیلتا رہا تو سب نے یہی کلمات دھرائے چنانچہ ولید بن عتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مصالحت پر مجبور ہوا۔



صَلَّى الله عليه وسلم
مُحَمَّد
عبدالله
شيبة الحمْد
عبدالمطلب ،
هاشم ،
عمرو
المغِيْرة
عَبد مَنَاف ،
قصي ،زيد
كِلاب
مُرَّة
كَعْب
لُؤَيّ
غَالِب
فِهْر ، قريش
مَالك
النّضْر ، قيس
كِنَانَة
خُزَيْمَة
مُدْرِكة ، عمرو
إليَاس
مُضَر
نِزَار
مَعَدّ
عَدْنَان
الطيب
عبدالله الطاهر
رُقَيَّة
أم كلثوم
القاسم
ابراهيم
زينب
فاطمة
الحارث
قثم
الضيداق
أبو لهب
حَجْل
المقوّم
ضِرار
العباس
عبدالكعبة
عبد مَناف
حمزة
الزّبير
نضْلة
أبو صيفي عمرو
صَيْفي
الأرقم
الشِّفاء
أسَد
رَيْطة
عُبيد
أميمة
نوفل
المطلب
تُماضر
عبد شمس
قلابَة
تخمُر
عَبْد
عبدالعُزى
عبدالدار عبدالله ،
سَبرَّة
نُعْم
زُهرة
يَقَظَة
تيْم
الحارث
عامر
عَوْف
سَعد
خزيمة
سَامَة
مُحارب
عَوْف
الحارث
قيْس
تَيْم
جُمَل
مالك
أَسَد
ذِئْب
جَوْن
الحارث
يَخْلد
خُزاعة
الصّلت
غَزْوان
عوف
سَعد
عامر
جَرْوَل
مَلكان
مِلْك
مَخْرَمة
غَنم
عبد مناة
الحارث
مُلَيْك
عَمْرو
الهُون
عبدالله
أسَد
أسدة
قيْس
سَعد
هُذيل
غالب
عُمَير
عامر
عيادن الناس
أنمار
ربيعة
إيار
سَنَام
العُرْف
قُناصَة
قَنَص
عدين
العَيّ
أُبي
الرّيْث

حجابۃ، رفادۃ، سقایۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہاشم کا اسم گرامی عمرو ہے۔جنہوں نے رفادہ اور سقایہ کی خدمت کی ذمہ لے رکھی تھی حضرت ہاشم قریش میں کھڑے ہوکر اعلان فرماتے 'یامعشر قریش! تم خدا کے پڑوسی اوراس کے گھر کے متولی ہواورزواراورحجاج اس موسم میں تمہارے پاس آتے ہیں جواللہ کے مہمان ہیں اوراپنے ذاتی مہمانوں کی نسبت اللہ کے مہمانوں کا اکرام تم پر زیادہ فرض ہے۔ چنانچہ جتنے دن یہ یہاں قیام کریں گے تواتنے دن ان کی میزبانی تمہارے لئے ضروری ہے۔چنانچہ آپ کے اعلان پرسب لوگ اس کی تیاری کرتے۔

اوراسی لئے حضرت ہاشم نے تجارتی اسفار شروع فرمائے تھے،ایک گرمی کے موسم میں اور ایک سردی کے موسم میں۔ ابن ہشام فرماتے ہیں **اول من سن الرحلتين لقريش، رحلتی الشتاء والصيف فهو هاشم. واول من اطعم الثريد بمكة وهو هاشم. وانما كان اسمه عمرو.** نام توان کا عمروتھامگران کو ہاشم اس لئے کہا گیا کہ وہ روٹیاں توڑکر اپنے مہمانوں کیلئے ثرید تیار کرتے تھے۔**عمرو الذی هشم الثريد لقومه** . کہ وہ عمرو کہ جنہوں نے اپنی قوم کیلئے اورخدا کے مہمانوں کیلئے ثرید چورکر تیار کیا۔

حضرت ہاشم بن عبدمناف کا نکاح ،بنی عدی ابن النجار میں سلمیٰ نامی خاتون سے مدینہ منورہ

میں ہوا تھا۔اورانہی سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم کوعبدالمطلب عطا فرمایا۔تو ماں نے نام رکھا تھا شیبہ مگر جب ان کے چچا مطلب آپ کو مکہ مکرمہ لے کر آئے تو شیبہ سے عبدالمطلب بنے اس طرح کہ مطلب نے بھتیجہ کوسواری پر پیچھے بٹھایا تھا۔مکہ میں داخل ہوئے تو لوگ سمجھے کہ غلام کولیکر آئے۔ اس وقت سے شیبہ کے بجائے عبدالمطلب سے مشہور ہو گئے۔

(۳)

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف معد بن عدنان تک آپ نے ملاحظہ فرمایا۔اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباواجداد میں کہیں قریش نام نہیں ملتا اسی لئے ابن ہشام فرماتے ہیں کہ قریش کی طرف نسبت جوشروع ہوئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد نضر بن کنانۃ سے شروع ہوئی۔**فمن کان من ولده وهو قريشي. ومن لم يكن من ولده فليس بقرشي** ۔کہ ان کی نسل کوقریش کہا جانے لگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فہر بن مالک کی اولاد کوقریش کہا جاتا ہے۔

اورقریش کیوں کہا گیا اس کی وجہ بیان کی گئی کہ قریش تقرش سے مشتق ہے اورتقرش تجارت اور کمانے کو کہا جاتا ہے۔

لیکن ابن اسحٰق کی رائے یہ ہے کہ قریش کوقریش جو کہا گیا وہ تجمع کے معنی کی وجہ سے۔یعنی **تقرش ای تجمع** ۔کہ متفرق اور منتشر افراد کوجمع کرنے کی خدمت انہوں نے انجام دی۔اس بناپر ان کی اولاد کوقریش کہا گیا۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤاجداد میں قصی ابن کلاب کے بارے میں آتا ہے کہ

انہوں نے اپنے خاندان اور کنانہ کو عقبہ کے پاس اکٹھا کیا اور اپنے مخالفین صوفہ پر قصی غالب آئے اس تجمع کے نتیجے میں جو انہیں غلبہ ہوا اسی لئے قصی کی اولاد کو قریش کہا گیا کہ اسی غلبہ کے نتیجے میں قصی بن کلاب کی اولاد کا بیت اللہ کی تولیت پر غلبہ رہا اور مکہ مکرمہ میں ان کا حکم چلنے لگا۔

اسی لئے ابن ہشام فرماتے ہیں کہ **وکان قصی اول بنی کعب اصاب ملکا اطاع له به قومه ۔**

اوراسی غلبے کے نتیجے میں **فکانت الیه الحجابة والسقایة والرفادة والندوة واللواء فحاز شرف مکة کلهکه** بیت اللہ کی دربانی، حجابت اور زمزم اور حجاج کو پانی پلانے کی خدمت تو یہ تمام خدمتیں قصی بن کلاب کے خاندان میں آگئیں۔

ربیعہ بن نصر الخمی

ربیعہ بن نصر الخمی نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ گھبرا گیا اور اس نے اپنے درباریوں کو اکٹھا کیا اور کاہن، ساحر، عراف، منجم سب کو اکٹھا کر کے اس نے بتایا کہ میں نے ایک بہت خوفناک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر مجھے بتلاؤ۔ سب نے کہا کہ ہمارے سامنے اپنا خواب بیان کیجئے۔ ربیعہ بن نصر نے کہا کہ کوئی اتنا صاحب کشف آدمی ہو کہ جو میرے بتلائے بغیر میرا خواب معلوم کر سکے وہی اس کی تعبیر بھی دے سکے گا۔ چنانچہ اس نے اپنا خواب نہیں بتایا۔

اس پر سب لوگ کہنے لگے کہ اس طرح تو ایک سطیح کاہن جو جابیہ شام میں ہے اور دوسرا شق بن سعد انماری الازدی جو دونوں بہت معمر ہیں یہ آپ کا خواب سنے بغیر خواب بھی بتا سکتے ہیں اور اس کی تعبیر بھی بتا سکتے ہیں۔

ربیعہ نے انہیں بلانے کیلئے آدمی بھیجا تو پہلے سطیح کاہن پہنچا۔ تو اس سے بھی وہی بات کہی کہ میں نے خواب دیکھا ہے بڑا ہولناک۔ تو وہ خواب مجھے بتایئے اگر خواب آپ نے مجھے سچا بتایا تو اس کی تعبیر بھی سچی بتا سکیں گے۔

چنانچہ سطیح نے کہا کہ **رأیت حمة خرجت من ظلمة** ۔ کہ تم نے دیکھا کہ تاریکی میں سے ایک جانور نکلا ہے اور وہ زمین میں پھیل گیا اور اس نے زمین پر سے تمام کھوپڑی والوں کو

کھالیا۔ ربیعہ نے کہا کہ تم نے بالکل صحیح خواب بتلایا۔ اب اس کی تعبیر بتلاؤ۔

اس نے کہا کہ **احلف مابین الحرتین من حنش** یہ دونوں حرہ کے درمیان جتنے جانور ہیں میں ان تمام جانوروں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری اس حبشہ کی زمین میں کوئی اور لوگ پہنچ جائیں گے جو ابین سے لے کر جرش تک کے مالک ہو جائیں گے۔

ربیعہ نے کہا کہ اے سطیح یہ تو بڑا تکلیف دہ واقعہ ہوگا۔ تو یہ میرے زمانے میں ہوگا؟ تو سطیح نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد ساٹھ ستر برس بعد ہوگا۔

پھر ربیعہ نے پوچھا کہ کیا اس کے بعد ہمیشہ ایسا ہی رہے گا یا یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا؟ تو سطیح نے کہا پانچ سال میں یہ ختم ہو جائے گا۔ یہ تمام قتل کر دیئے جائیں گے یا پھر یہاں سے بھاگ کر نکل جائیں گے۔ پھر پوچھا کہ آگے کیا ہوگا؟ تو سطیح نے کہا کہ **ارم ذی یزن** وہ عدن سے نکلے گا اور یمن میں کسی ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑے گا تو ربیعہ نے پوچھا کہ یہ ہمیشہ کیلئے ہے یا یہ سلسلہ بھی ختم ہوگا؟ تو سطیح نے کہا کہ یہ بھی ختم ہو جائے گا۔

ربیعہ نے اس پر پوچھا کہ کون اس کو ختم کرے گا؟ تو سطیح نے کہا کہ **نبی ذکی یاتیہ الوحی من قبل العلي** ۔حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی ذکی پر وحی آتی ہوگی وہ نبی ذکی یہ کارنامہ انجام دیں گے۔

ربیعہ نے پوچھا کہ **وممن هذا النبی**؟ کہ کس خاندان میں سے یہ نبی ہوں گے؟ تو سطیح نے کہا کہ 'وہب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں سے ہوں گے'۔ اور ان کا غلبہ آخر زمانے تک اسی طرح رہے گا۔ تو ربیعہ نے پوچھا کہ کیا زمانے کا کوئی آخر بھی آنے والا ہے؟ تو سطیح نے کہا' جی ہاں **والشفق والغسق والفلق والقمر اذا اتسق انما انبأتک به الحق** کہ شفق اور غسق اور فجر اور قمر کی قسم کہ یقیناً جو کچھ میں نے تم سے کہا یہ ہو کر رہے گا'۔

اس کے بعد جب وہ شق انماری پہنچا تو سطیح کی طرح سے اس کو بھی اس نے اپنا خواب نہیں بتایا اور اسی طرح سوال کیا تاکہ دیکھے کہ دونوں متفق ہیں یا دونوں الگ الگ جواب دیتے ہیں۔

جب اس سے ربیعہ نے کہا کہ میرا خواب بھی بتاؤ اور اس کی تعبیر بھی بتاؤ تو شق کہنے لگا **رأیت حمة خرجت من ظلمة فوقع فی أرض بھمة فأکلت منھا کل ذات نسمه** سطیح اور شق نے بالکل ہو بہو وہی خواب جو اس نے دیکھا تھا بیان کیا صرف فرق یہ تھا کہ جو سطیح نے کہا تھا اس میں تھا کہ تمام کھوپڑیوں کو وہ کھا جائے گی اور اس نے کہا کہ تمام زندوں کو کھا جائے گی۔

پوچھا کہ شق! خواب تو تم نے بالکل صحیح بتلایا اب تعبیر بتلایئے انہوں نے کہا کہ ان دونوں حروں کی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں سوڈانی اور حبشی آجائیں گے اور افیق سے لے کر نجران تک وہ مالک بن جائیں گے۔

ربیعہ نے کہا کہ یہ تو بڑا تکلیف دہ واقعہ ہے۔ سطیح کی طرح سے پھر آگے سوال کر رہا ہے اور جواب بھی جس طرح سطیح نے دیا اسی طرح شق نے بھی دیا۔

جب اس سے بھی پوچھا کہ یہ سلسلہ ہمیشہ رہے گا کہ ختم ہو جائے گا؟ کہا کہ ختم ہو جائے گا۔

پوچھا کہ کس طرح ختم ہوگا؟ کن کے ذریعے ختم ہوگا؟ تو شق انماری کہتا ہے کہ **نبی مرسل یاتی بالحق والعدل بین اهل الدین والفضل یکون الملک فی قومه الی یوم الفصل** ۔ کہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر آئیں گے ان کے ذریعے یہ سوڈانیوں کا سلسلہ یہاں ختم ہوگا جو حق اور عدل اور انصاف لے کر آئیں گے اور وہ دیندار اور اصحاب علم ہوں گے اور قیامت تک ان کا مذہب، ان کی شریعت ان کا ملک چلتا رہے گا۔

شق سے ربیعہ نے پوچھا کہ **مایوم الفصل**؟ کہ یوم الفصل کیا ہے؟ تو شق نے کہا کہ **یوم یجزی فیه الولاة ، یدعیٰ فیه من فی السمٰوات دعوات** ۔ کہ جس میں تمام حکام کا بدلہ لیا جائے گا اور آسمان سے پکار ہوگی جو زندوں اور مردوں سب کو سنائی دے گی۔ تمام انسان وقت مقررہ پر جمع کئے جائیں گے اور جمع ہونے کے بعد جو متقی ہوں گے نیک اعمال کی وجہ سے انہیں کامیابی ہوگی۔

ربیعہ نے پوچھا کہ یہ تم سچ بتا رہے ہو؟ تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ آسمان و زمین کے رب کی قسم

جو اونچ نیچ اور طول عرض کا مالک ہے کہ **ان مـاأنبـاتـک بـه لحق قائم**۔کہ میں نے جو تمہیں خبر دی ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا یہ کوئی مذاق اور شک والی بات نہیں ہے۔

زید بن عمرو بن نفیل

زید بن عمرو بن نفیل اہل مکہ کے شرک اور کفر سے بیزار تھے اور علانیہ ان کے کفر و شرک پر نکیر فرماتے تھے۔دین حق کی تلاش میں مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے جسے یثرب کہا جاتا تھا تو وہاں کے احبار اور اہل علم کو بھی دیکھا کہ وہ بھی شرک کی گندگی میں ملوث ہیں تو اپنے دل میں کہا کہ **ماھذا بالذی ابتغی** کہ جس کی مجھے تلاش ہے وہ یہ دین نہیں ہوسکتا۔

پھر وہ شام پہنچے تو وہاں کسی عالم نے ان سے کہا کہ جس دین کے متعلق تم آج سوال کر رہے ہو اسے بطور مذہب کے اپنایا نہیں جار ہا ہے۔ہمیں کوئی شخص معلوم نہیں سوائے جزیرہ کے ایک بوڑھے آدمی کے کہ صرف وہ تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ الجزیرہ پہنچے اور اپنا مقصد بتایا تو وہ کہنے لگے کہ تم ان سب کو گمراہی میں دیکھ رہے ہو تو بالآخر تم کون ہو؟ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ میں بیت اللہ کعبہ کے شریف کے ارد گرد رہنے والوں میں سے ہوں۔

شیخ الجزیرہ نے کہا کہ **انه قدخرج فی بلدک اویخرج نبی کریم**۔یا تو آپ کے شہر ہی میں نبی کریم یا تو نکل چکے ہیں یا عنقریب نکلنے والے ہیں۔اس لئے کہ ان کے ستارے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ طلوع ہو چکا ہے۔اس لئے آپ اپنے وطن تشریف لے جایئے ان کی تصدیق کیجئے ان کا اتباع کیجئے ان پر ایمان لے آیئے۔اس لئے زید بن عمرو بن نفیل مکہ واپس آ گئے۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ کعبہ کی دیوار سے اپنی پیٹھ سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ **یـا معشر قریش!ما منکم احدالیوم علی دین ابراھیم**۔تم میں سے کوئی ایک بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ جن بچیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا تو اس آدمی کو نصیحت فرماتے۔ جب وہ نہ مانتا تو فرماتے **لا تقتلھا** کہ تم اسے قتل نہ کرو، مجھے دے دو۔ میں ان کی کفالت کروں گا اور اس کے سارے اخراجات میرے ذمے ہوں گے۔ اس طرح بے شمار بچیوں کو انہوں نے بچایا۔ پھر ان کی تربیت فرماتے اور پھر جب وہ جوان ہو جاتیں تو اس آدمی کو فرماتے اچھا اب تم لے لو یا چاہو تو ان کو چھوڑ دو۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدۃ**۔

اسی طرح عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوں گے۔ مجھے یہ خیال نہیں کہ میں انہیں پا سکتا ہوں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی شہادت دیتا ہوں کہ **انہ نبی**۔

عامر! اگر تمہاری عمر لمبی ہو اور اللہ کے اس نبی سے تم ملو اور دیکھو تو میرا انہیں سلام کہنا۔ اور میں آپ کو ان کے اوصاف بتاتا ہوں تاکہ آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے۔ کہ وہ **لیس بالقصیر ولا بالطویل ولا بکثیر الشعر ولا بقلیلہ** کہ وہ نہ بہت طویل القامت ہوں گے نہ بالکل قصیر القامت ہوں گے۔ نہ ان کے جسم پر بہت زیادہ بال نہ بہت ہی کم۔ اور ان کی دونوں آنکھوں سے ہلکی سرخی کبھی جدا نہیں ہوگی۔ اور ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نبوت کی مہر ہوگی اور ان کا نام احمد ہوگا اور یہ شہر مکہ ان کی ولادت جگہ اور ان کے نبی بنا کر مبعوث کئے جانے کی جگہ ہے۔

لیکن پھر آپ کی قوم ہی آپ کو یہاں سے نکالے گی اور جو دین لے کر وہ آئے ہوں گے اسے وہ ناپسند کرتے ہوں گے یہاں تک کہ وہ یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں گے اور وہاں سے ان کا غلبہ شروع ہوگا۔

اور میں تمہیں خاص طور پر ان کے بارے میں تاکید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ تم مخلص رہنا۔ اس لئے کہ میں نے تمام ملکوں کا چکر لگایا دین ابراہیمی کی طلب میں، یہود، نصاری، مجوس اور تمام اہل ادیان سے میں نے پوچھا تو سب نے مجھ سے یہی کہا کہ **هذا الدين ورائک** ۔یعنی جس دین کے بارے میں تم سوال کرر ہے ہو یہ دین تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ کر آئے ہو۔اور وہ جس نبی کے اوصاف میں نے آپ کے سامنے بیان کئے انہوں نے میرے سامنے آنے والے نبی کے اوصاف یہی بیان کئے ۔اور یہ بھی انہوں نے کہا بس یہ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کے سوا کوئی اور نبی باقی نہیں رہا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زید بن عمرو بن نفیل کا قول ان کا پیغام عرض کیا اور میں نے ان کی طرف سے سلام پہنچایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو جنت میں دیکھا ہے کہ وہاں اپنی چادر کے دامن کو کھینچتے ہوئے چل رہے ہیں۔

مخزوم بن ہامی المخز ومی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جن کی عمر ڈیڑھ سو برس کے قریب تھی فرماتے ہیں کہ جس رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی ہے تو کسریٰ کا محل ہل گیا اور چودہ کنگرے اس کے گر گئے اور ایرانیوں کی فارس کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے کبھی بجھی نہیں تھی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔

اور موبذان نے ایک خواب دیکھا۔وہ دیکھ رہا ہے کہ آگے آگے بہت مضبوط اونٹ چل رہے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے عمدہ عربی گھوڑے چل رہے ہیں اور وہ دریائے دجلہ میں داخل ہوئے اور اسے پار کر گئے اور سارے ملکوں میں پھیل گئے۔

اس ماجرہ اور واقعہ سے کسریٰ گھبرا گیا اور اس نے بہ تکلف شجاعت اور قوت کا اظہار کرنے کی کوشش کی کہ کسی طرح وہ صبر کر سکے لیکن جب اس کا صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو اس نے اپنے وزراء

اور مرزبانوں کو اکٹھا کیا اور اس نے تاج پہنا اور اپنے تخت پر بیٹھا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں پتا ہے کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ہی ہمیں بتائیں۔ یہ گفتگو ابھی جاری تھی کہ اتنے میں اطلاع آئی کہ جو ہماری آگ ایک ہزار برس سے جل رہی تھی نار فارس وہ بجھ چکی ہے تو اور زیادہ وہ مغموم ہوئے۔

پھر اس نے اپنے وزراء اور مرزبانوں کو ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا اور اس کے کنگرے گر گئے اس کے متعلق ان کو خبر دی۔ یہ سن کر موبذان نے اپنا خواب بتایا جو اونٹوں اور گھوڑوں کے متعلق اس نے دیکھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ موبذان یہ کیا ہوسکتا ہے؟

موبذان ساری قوم میں سب سے زیادہ سمجھ دار تھا تو وہ کہنے لگا کہ عرب کے علاقے میں کوئی واقعہ بظاہر پیش آئے گا۔

کسریٰ نے نعمان بن منذر کو لکھا اما بعد! آپ ہمارے پاس ایک عالم شخص کو بھیجئے کہ ہمیں اس سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔

نعمان بن منذر نے کسریٰ کے پاس عبدالمسیح بن عمرو بن حیان الغسانی کو بھیجا۔ وہ جب اس کے پاس پہنچے تو کسریٰ نے کہا کہ میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں تمہیں معلوم ہے۔

عبدالمسیح نے کہا کہ بادشاہ سلامت مجھے بتائیں اگر میرے پاس علم ہوگا تو میں بتلاؤں گا یا ایسے شخص کا بتلاؤں گا جو اس کا جواب دے سکے۔

پھر کسریٰ نے محل میں جو پیش آیا وہ بتلایا اور موبذان کا خواب بتایا تو اس سے عبدالمسیح نے کہا کہ اس کا علم تو میرے ماموں کے پاس ہے جسے سطیح کہا جاتا ہے جو شام کے بالائی علاقے میں زاویہ میں رہتے ہیں۔

کسریٰ نے کہا کہ آپ خود ہی ان کے پاس جائیں اور ان سے سوال کریں اور اس کی خبر میرے پاس لے کر آئیں۔

عبدالمسیح نکلے یہاں تک کہ سطیح کے پاس پہنچے اور وہ مرنے کے قریب تھے۔ عبدالمسیح نے سلام

کیا لیکن سلام اور تحیہ کا کوئی جواب نہیں ملا۔ عبدالمسیح نے کئی ایک اشعار پڑھنے شروع کئے۔
وہ اشعار سن کر سطیح نے آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا کہ او ہو تم عبدالمسیح ہو۔ ایسی سواری پر تم سوار ہو کر آئے ہو جس کا وصف یہ ہے اور تم سطیح کے پاس آئے ہو ایسے حال میں کہ وہ مرنے کے قریب ہے اور تمہیں ساسانیوں کے بادشاہ نے بھیجا ہے اس لئے کہ اس کے ایوان میں زلزلہ آیا ہے اور اس کی آگ بجھ گئی ہے اور موبذان کے خواب کی تعبیر کیلئے تمہیں بھیجا گیا ہے۔
اس کے بعد سطیح نے کہا کہ **عبد المسیح! اذا کثرت التلاوۃ وظھر صاحب الھراوۃ** جب کلام اللہ کی تلاوت بہ کثرت ہو گی اور لاٹھی والا پیغمبر ظاہر ہو گا اور سماویٰ کی وادی چٹیل میدان ہو جائیگی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے گی تو پھر یہ شام سطیح کا شام کے نام سے نہیں رہے گا۔ اسی قوم کے کئی ایک بادشاہ ہوں گے۔ شام بھی سطیح کا شام نہیں رہے گا اور جو کنگرے گرے ہیں تو سطیح نے کہا کہ جتنی تعداد گری ہے، اسی تعداد کے مطابق یعنی چودہ ان ساسانیوں میں سے بادشاہ مرد اور عورت ہوں گے اور جو کچھ بھی ہے وہ بالکل تیز تیز آرہا ہے۔ پھر اس کے بعد سطیح کا انتقال ہو جاتا ہے۔
جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس پہنچتے ہیں اور سطیح نے جو کہا وہ کسریٰ کو بتاتے ہیں تو یہ سن کر کہ ہم میں سے چودہ بادشاہ ہوں گے کسریٰ نے کہا کہ پھر تو ہماری سلطنت چلے گی۔
لیکن ان میں سے دس بادشاہ چار سال ہی میں ختم ہو گئے اور باقی رہ گئے چار تو حضرت عثمان غنیؓ کے دور تک یہ باقی بھی ختم ہو گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے اور میرا مددگار ہوتا کہ میں میرے رب کا پیغام پہنچاؤں۔ اس لئے کہ قریش میرے رب کا پیغام پہنچانے سے میرے لئے مانع بنے ہوئے ہیں۔ پیچھے پیچھے ابولہب اعلان کرتا جاتا **لاتسمعوا له فانه كذاب** .

عرب کے قبائل بھی قریش کے آدمی کی طرف سے سن کر کے کہ **انه كاذب ، انه كاهن ، انه ساحر** جھوٹی تہمتیں جو قریش آپ پر رکھتے تھے۔ تو عام آدمی ان کے کلام سے متاثر ہوتا۔

لیکن عقل مند آدمی جو غور سے آپ کے کلام کو سنتا تو شہادت دیتا کہ جو آپ فرمارہے ہیں وہ حق ہے اور وہ اسلام لے آتا۔

اسی کا نتیجہ کہ انصار میں سے اوس اور خزرج وہ جب مدینہ منورہ میں یہود کے ساتھ ان کی گفتگو ہوتی تو ان سے سنتے تھے کہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا وقت آپہنچا ہے اور یہودی انہیں ڈراتے تھے کہ تم ہم سے جنگ کروگے تو اس نبی کے ساتھ مل کر ہم تم کو قتل کریں گے، جس طرح عاد اور ارم کو قتل کیا گیا۔

اب یہود تو حج کیلئے نہیں آتے تھے مگر انصار آتے تھے۔ اوس اور خزرج کے قبائل نے موسم حج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف بلاتے ہوئے دیکھا تو آپ میں صدق و امانت کی

ساری علامتیں دیکھیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کے ساتھ مل کر قتل کرنے کی یہود دھمکی دیتے رہے ہیں۔

ان آنے والوں میں سوید بن صامت بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت دی انہوں نے نہ قبول کیا نہ انکار کیا اور وہ مدینہ منورہ لوٹ گئے اور جنگ بعاث میں وہ قتل کئے گئے۔ یہ سوید بن صامت حضرت عبدالمطلب کے چچازاد بھائی ہیں۔

پھر ابوالحیشق ، انس بن رافع چند نوجوانوں کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے اور قریش کے ساتھ وہ محالفت کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع غنیمت پایا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

ایاس بن معاذ جو نوجوان تھے وہ کہنے لگے کہ اے قوم جس کیلئے تم آئے ہو اس سے بہتر تو یہ کام ہے۔تو ابوالحیشق نے ان کو ڈانٹا، اس پر وہ چپ ہو گئے۔اگر چہ قریش کے ساتھ ان کی محالفت بھی نہ ہو سکی اور وہ مدینہ منورہ لوٹ گئے۔ایاس بن معاذ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اسلام کی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔

موسم حج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ کے پاس انصار کی ایک جماعت سے ملے جو سب کے سب قبیلہ خزرج میں سے تھے۔جن میں ابوامامہ، اسعد بن زرارہ،عوف بن الحارث اور رافع بن مالک اور قتبہ بن عامر اور عقبہ بن عامر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ جلدی سے خیر کی طرف سبقت کرتے ہوئے اسلام لے آئے۔

پھر وہ مدینہ منورہ لوٹے اور وہاں انہوں نے دعوت کا کام جاری رکھا اور مدینہ منورہ میں اسلام پھیلنے لگا یہاں تک کہ کوئی گھر باقی نہیں رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔

اگلے سال پھر بارہ آدمی آئے جن میں سے سوائے جابر بن عبداللہ کے چھ تو وہی حضرات تھے اور ان کے ساتھ مزید معاذ بن حارث، ذکوان بن عبدقیس،عبادہ بن صامت اور ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہم یہ دس خزرج میں سے تھے اور دو اوس میں سے تھے جو ابوالہیثم مالک بن

تیہان اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہما۔انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کی۔پھر جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ یہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں اور اللہ کی طرف بلائیں۔

یہ دونوں حضرات، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان رہے۔اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نماز میں امام ہوتے تھے۔

انہوں نے چالیس مسلمانوں کی ایک جماعت کو جمعہ کی نماز بھی پڑھائی ہے۔اور انہی دونوں حضرات کے ہاتھوں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔اور ان دونوں سرداروں کے اسلام لانے کی وجہ سے بنی عبد الاشھل کے مرد و عورت سب نے اسلام قبول کیا۔

سفیان بن ثابت رضی اللہ عنہ جنہیں اصیرم کہا جاتا ہے وہ جنگ احد کے بعد مسلمان ہوئے۔ اور وہ اسی وقت اسلام لائے جنگ احد کے موقع پر اور جہاد میں شریک ہوئے اور شہادت پائی جب کہ انہوں نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔

انہی کے متعلق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عَمِلَ قَلِيْلًا وَاُجِرَ كَثِيْرًا۔

مدینہ منورہ میں اسلام پھیلتا رہا اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور پھر جب موسم حج آیا تو عقبہ میں اب کی مرتبہ تہتر مرد تھے اور دو عورتیں تھی جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم اور کفار مکہ سے چھپ کر بیعت کی۔

اس رات میں سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ تھے۔اسی بیعت کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اگر چہ وہ اسلام نہیں لائے تھے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **مع انه كان بعد على دين قومه**۔ کہ تب تک وہ اپنی قوم کے مذہب پر تھے۔

ان تہتر مردوں میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات بارہ حضرات کو نقیب کے طور پر چنا۔ وہ اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک، براء بن معرور، عبداللہ بن عمرو بن حرام (جو جابر رضی اللہ عنہ کے والد تھے)، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم ۔ یہ تو خزرج میں سے تھے اور اوس میں سے تین حضرات تھے: اسید بن حضیر، سعد بن خیثمہ، رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہم ۔ بعضوں نے ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کو رفاعہ کی جگہ ذکر کیا ہے۔ اور دو خواتین بھی تھیں ۔ عمارہ رضی اللہ عنہا، نصیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا ۔ جن کے بیٹے حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو قتل کیا تھا۔ اور دوسری خاتون اسماء بنت عمرو بن عدی رضی اللہ عنہا ہیں۔

پھر جب یہ بیعت ہو چکی تو ان حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ جتنے دشمن یہاں ہیں ان پر وہ ٹوٹ پڑیں اور بدلہ لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مکہ والوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔

سب سے پہلے جو مکہ مکرمہ والوں میں سے مدینہ منورہ کی طرف نکلے ہیں وہ ابوسلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کی اہلیہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کو دشمنوں نے اپنے شوہر کے ساتھ جانے سے روک دیا تھا بلکہ ایک سال تک کیلئے ان کو اپنے بیٹے سے بھی جدا رکھا گیا۔ پھر اس کے بعد وہ اپنے بیٹے کو لے کر مدینہ منورہ پہنچی ہیں۔ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ان کو پہچانے کیلئے ان کی مشایعت کیلئے نکلے ہیں۔

پھر اس کے بعد تو جماعت در جماعت مہاجرین جانے لگے۔ اور اب مسلمانوں میں سے مکہ مکرمہ میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم

اللہ وجہہ رہ گئے تھے۔ یہ دونوں حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ٹھہر گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سفر کی سواری اور سامان وغیرہ تیار کرلیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اجازت ہو اس کے وہ منتظر تھے۔

اسی دوران ایک رات مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک حملہ کر کے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا اور دروازے پر مسلح جماعت تاک میں بیٹھ گئی تا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں تو وہ آپ کو قتل کردیں۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو دشمنوں میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی اٹھائی اور ان کی طرف پھینکی تو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور رات کے وقت وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر ہجرت پر چل پڑے۔

عبد اللہ بن اریقط کو اجرت پر لے رکھا تھا جو مدینہ منورہ کے راستہ کے ماہر تھے اور ان کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو سواریاں دے کر غار ثور کی جگہ ان کیلئے مقرر کرلی تھی کہ تین رات کے بعد غار ثور کے پاس آ کر ہم سے ملیں۔

اگرچہ قریش غارِ ثور تک پہنچ گئے مگر **عـمَّى الله علي قريش خبرهما فلم يدروا** کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو اندھا کردیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچ سکے۔

ان تین راتوں میں حضرت عامر بن فہیرہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بکریوں کا ریوڑ لے کر وہاں پہنچ جاتے اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کا کھانا لے کر غار تک پہنچتی رہیں اور مکہ مکرمہ میں عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قریش کی مجالس میں جو ان حضرات کے متعلق گفتگو ہوتی تھی وہ ان حضرات کو پہنچاتے رہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے قریش کے غارِ ثور کے دروازہ تک پہنچنے پر بھی ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال

دیا اس طرح کہ مکڑی نے غار کے دہانہ پر جالا تن دیا تھا اور کبوتر کے جوڑے نے غار کے دروازہ پر اپنا گھونسلا بنالیا تھا۔

اسی کو حق تعالیٰ شانہ بیان فرماتے ہیں اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ.

یہ نصرت اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس طرح ہوئی کہ جب مشرکین غار کے دروازہ پر پہنچے ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! ان میں سے کوئی ذرا نیچے کی طرف دیکھے گا تو وہ ہمیں دیکھ سکتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابا بکر! ماظنک باثنین اللہ ثالثھما؟ اور اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

جب تین دن گذر گئے تو عبداللہ بن اریقط دونوں سواریاں لے کر پہنچ گئے اور دونوں حضرات سوار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی پر سوار تھے اور ایک اونٹنی پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو ردیف بنا کر پیچھے بٹھایا تھا اور ان دونوں سواریوں سے آگے آگے عبداللہ بن اریقط اپنی سواری پر چل رہے تھے۔ ادھر قریش نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ میں سے کسی ایک کو بھی لائے گا تو اسے سو اونٹ انعام ملے گا۔

سراقہ بن مالک بن الجعشم

جب تین سواریوں کا یہ قافلہ حی المدلج سے گذرا ہے تو سراقہ بن مالک بن الجعشم نے ان تینوں سواریوں کو دیکھ لیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کا پیچھا کرنے کیلئے سواری کو بھگایا۔

جب قریب پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سن رہا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہے تھے کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شدید خطرہ تھا۔
لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مطمئن تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نظر نہیں فرماتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پریشانی اتنی بڑھی کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !**هذا سراقة بن مالك قد رهقنا**۔کہ یارسول اللہ یہ سراقہ تو ہم تک پہنچ گیا!۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی اور اس کے گھوڑے کے اگلے دونوں پیر زمین میں دھنس گئے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ تم دونوں کی بد دعا سے میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔تم میرے لئے اللہ سے دعا کرو اور میں تمہارے پیچھے آنے والوں کو تم سے دور کرتا ہوا واپس جاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اس کا گھوڑا ٹھیک چلنے لگا تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریر طلب کی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تحریر لکھ کر دی اور وہ واپس یہ اعلان کرتا ہوا واپس مکہ کی طرف جانے لگا کہ **قد كفيتُ ماهنا**۔کہ اس طرف میں دیکھ آیا ہوں اس طرف تمہیں جانے کی ضرورت نہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سراقہ حجۃ الوداع کے سال اسلام لائے ہیں۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ تحریر پیش کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعدہ کا ایفاء فرمایا ہے۔

ام معبد رضی اللہ عنہا

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمے پر گذرے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ فرمایا ہے۔اور ام معبد رضی اللہ عنہا نے اپنی بکریوں میں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے معجزات دیکھے جس سے ان کی عقلیں حیران ہوگئیں۔

ادھر انصار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے نکلنے کی خبر پہنچ چکی تھی اور وہ منتظر تھے، روزانہ وہ حرہ کی طرف نکلتے۔

نبوت کے تیرھویں سال ۱۲/ربیع الاول پیر کے دن چاشت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوگئی۔

اس طرح کہ انصار اس دن مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور دیر تک انتظار کرتے رہے پھر گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

اتنے میں ایک یہودی جو کہ ٹیلہ کے اوپر چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا اس نے اعلان کیا کہ **یابنی قیلہ! ھذا جدکم الذی تنتظرون**۔ چنانچہ انصار اپنے اسلحہ کے ساتھ نکل پڑے اور السلام علیک یارسول اللہ کہہ کر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں کلثوم بن ہدم کے مہمان بنے۔

ایک قول یہ ہے کہ سعد بن خیثمہ کے مہمان بنے۔ اور مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام پیش کرتے رہے۔

لیکن چونکہ اکثریت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے زیارت نہیں کی تھی اس لئے ان میں سے اکثر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے رہے اس لئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بالوں میں سفیدی زیادہ آچکی تھی۔

کہ اتنے میں جب دوپہر کا وقت ہوا اور دھوپ ہوئی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر تان کر سایہ کرنے لگے تب انہیں پتا چلا کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں مقیم رہے۔ یہ اقامت چودہ دن بیان کی جاتی ہے اور یہاں مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔

پھر اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر پھر سوار ہوئے اور بنو سالم میں جمعہ کا وقت ہوا اور وادی راعونہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔

وہاں والوں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں قیام فرمالیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **دعوھا فانھا مأمورۃ**۔کہ اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔اونٹنی آپ کو لے کر برابر چلتی رہی۔ جہاں سے گذرتی ہر قبیلہ کی دعوت یہ ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول اجلال ہمارے یہاں ہو۔آپ فرماتے **دعوھا فانھا مأمورۃ**۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

لیکن جس جگہ پر اس وقت مسجد نبوی ہے وہاں اونٹنی پہنچی تو بیٹھ گئی۔ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے نہیں تھے کہ پھر دوبارہ وہ کھڑی ہوگئی اور تھوڑی دور چلی۔اس نے دائیں بائیں دیکھا اور واپس پیچھے مڑی اور جہاں پہلی دفعہ بیٹھی تھی وہیں پر وہ آکر بیٹھ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے اتر گئے اور یہ دار بنی النجار میں ہوا۔ چنانچہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کجاوہ کو اپنے گھر میں اٹھا کر لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی جگہ جو خریدی تو یہ دو یتیموں کا کھجور سکھانے کا ایک باڑہ تھا اور وہاں پر مسجد تعمیر فرمائی۔مسجد سے متصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے لئے حجرات شریفہ تعمیر کئے گئے۔

ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ مکہ مکرمہ میں اتنی دیر ٹھہرے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانتیں مالکوں کے سپرد فرمادیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حوالے فرمائی تھیں۔اور پھر قبا میں آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے۔

مدینہ منورہ پہنچنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ صلح فرمائی اور مصالحت کی مستقل تحریر لکھ کر ان کے حوالے فرمائی۔

ان کے سب سے بڑے عالم عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے لیکن عامۃً یہودی کفر پر ہی رہے۔ جو تین قبیلے تھے بنو قینقاع، بنو نظیر اور بنو قریظہ۔

دوسری طرف اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مواخات فرمائی۔ ابتدائے اسلام میں اسی مواخات کے ذریعے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور یہ وراثت نسلی قرابت پر بھی مقدم سمجھی جاتی تھی۔

قریش نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا جب پختہ عزم کرلیا ان کی دارالندوہ کی میٹنگ کے بعد جس میں یہ فیصلہ انہوں نے کرلیا تھا۔

ابن اسحاق ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔ اگلی رات آئی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر دشمن اکٹھے ہوگئے اور وہ آپ کی تاک میں رہے کہ کب آپ سونے کیلئے تشریف لے جاتے ہیں تا کہ وہ آپ پر ٹوٹ پڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ حضرمی سبز چادر اوڑھ لو اور اس میں سو جاؤ، ان کی طرف سے کوئی ناپسند مکروہ بات تمہیں نہیں پہنچ سکے گی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے تو اسی چادر کو لے کر سویا کرتے تھے۔ انہوں نے بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے کسی کو لیٹا ہوا دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یقیناً یہ محمد ہی ہیں جو اپنی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ صبح تک اسی طرح منتظر رہے لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ صبح اس بستر سے اٹھے تب انہیں علم ہوا کہ او ہو چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں بلکہ حضرت علی ہیں۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مسجد نبوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمائی تو اس کے اطراف میں حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے کئی ایک مکانات تھے اور انہیں اس پڑوس پر بڑی مسرت اور خوشی تھی۔

یہاں تک کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا اور سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور ایک ہی تھا کہ اسی تنور میں ہماری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹیاں اکٹھی پکتی تھیں اور حضرت حارثہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت اور نماز کی آواز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی دعائیں اپنے گھر میں سنتے رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا اور انہیں پانچ سو درہم اور دو اونٹ دیئے انہوں نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور وہاں سے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ام المومنین اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

اس قافلہ کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

اہل و عیال کو بھی لے کر آ گئے ۔

حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

جب یہ سارا قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اتارا۔

اس کے بعد جب بھی دو جہاں کے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکانات میں ایک کے بعد ایک مکان میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ ان کے تمام مکانات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استعال میں آ گئے ۔

اسی لئے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور رخصتی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری رہائش بھی ہماری رہائش کے قریب ہو جائے ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! اگر آپ حضرت حارثہ بن نعمانؓ سے اس سلسلے میں بات کریں گے تو ہمارے لئے وہ ایک مکان خالی کر دیں گے ۔

دو جہاں کے سردار رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے ہی حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہمارے لئے بہت سے مکانات خالی کر چکے ہیں اس لئے مجھے اب اس سلسلے میں ان سے بات کرنے میں حیا آتی ہے۔ یہ گفتگو حضرت حارثہ تک پہنچ گئی ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ حضرت فاطمہ کو اپنے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ میرے مکانات ہیں یہ آپ کے سب سے قریب رہیں گی اور میرا مال وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مال ہے اور خدا کی قسم اے اللہ کے پیغمبر جو آپ مجھ سے قبول فرمائیں گے وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جو میرے پاس رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقت، بارک الله علیک۔ آپ نے یہ بات بھی دل سے کہی اللہ تعالیٰ تمہارے مال جان میں برکت عطا فرمائے۔ اس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں منتقل ہو گئیں۔

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے ان دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے حق تعالیٰ شانہ نے چن لیا تھا۔ اس قدر کہ ہر ایک قبیلہ دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش کرتا تھا اور یہ مسابقہ اتنا بڑھ جاتا جس طرح کہ دو سانڈھ آپس میں لڑ رہے ہوں۔ کسی بھی چیز کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت محسوس کرتے اور اوس اس ضرورت کو پورا کر لیتے تو خزرج کہہ اٹھتے، اللہ کی قسم! یہ اس خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہم سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ اتنا کہ جب تک وہ اس جیسی خدمت انجام نہ دے لیتے وہاں تک انہیں چین نہیں آتا تھا اور جب قبیلہ خزرج والے کوئی ایسی چیز کرتے تو اوس قبیلہ کے صحابہ کرام اسی طرح کہا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں چند روز ہجرت کے سفر میں قیام فرمایا اور جب مدینہ منورہ منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا تو مہاجرین بھی آپ کے ساتھ مدینہ منتقل ہونے لگے۔

چنانچہ انصار ان صحابہ کرام کے اکرام اور استقبال اور ان کی ضیافت میں آپس میں اس قدر تنافس کرنے لگے کہ پھر فیصلہ کیلئے قرعہ اندازی کرنی پڑتی کہ کونسا مہاجر انصار میں سے کس کے پاس ٹھہرے گا تو دسیوں جگہ سے پیش کش ہوتی اور جس کے نام قرعہ نکلتا وہ مہاجر کو اپنا مہمان بنا کر لے جاتا۔ اسی طرح مہاجرین انصار کے مکانات میں اور اموال میں اور جائیداد میں متصرف ہو گئے اور انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کے اکرام میں وسعت سے زیادہ خرچ کر دکھایا۔

اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے ان جیسی قوم نہیں دیکھی جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں تھوڑی سی بھی چیز میں اپنے اوپر ایثار کر کے ہمارے اوپر وہ خرچ کرتے ہیں اور کسی بڑی سے بڑی

دولت کے خرچ کرنے میں بھی انہیں پس وپیش نہیں آتا۔

یہ محنت کے کام خود انجام دیتے ہیں اور اس کے پیداوار اور پھل میں ہمیں شریک کرتے ہیں ہمیں تو اس کا ڈر ہے کہ سارا ثواب یہ انصار ہی لے اڑیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں جب تک تم اس کے شکریہ میں ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے تم بھی اجر میں شریک رہو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے مہاجرین بھائی اپنے مال اولاد اور جائیدادیں چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے مال ہیں وہ ہمارے درمیان آدھے آدھے تقسیم کر لیتے ہیں۔آدھے ہمارے مہاجرین بھائیوں کے پاس رہیں گے اور آدھے ہمارے پاس رہیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا اس کے علاوہ کی بھی گنجائش ہے؟ انہوں نے پوچھا وہ کیا یارسول اللہ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہاجرین ایسی قوم ہیں جو کھیتی باڑی کا کام نہیں جانتے تو تم ان کو اپنے ساتھ کام میں شریک کرلو اور پھر جو پیداوار ہو گی تو اس کو آپس میں تقسیم کرلو۔ چنانچہ انصار اس پر راضی ہو گئے۔

اسی لئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنونضیر کی جائیدادیں اور مال غنیمت میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا انصار سے کچھ تخفیف کر دیں ان کا بوجھ ہلکا کر دیں۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بلانے کیلئے بھیجا کہ تمام انصار کو وہ بلا کر لائیں۔ چنانچہ انصار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد انصار کا اور جو انہوں نے مہاجرین پر احسانات کئے اور انہوں نے اپنے مکانات میں ان کو اتارا اور اپنی جانوں پر ایثار

کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مہاجرین صحابہ کرام کیلئے جوانہوں نے خرچ کیا اس پر ان کا شکریہ ادا فرمایا۔

پھر انصار سے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ جو بنونضیر کے اموالِ غنیمت ہیں تو یہ ہم تمہارے اور مہاجرین بھائیوں کے درمیان آدھے آدھے تقسیم کر دیتے ہیں۔اور مہاجرین تمہارے ان مکانات ہی میں اسی طرح سکونت پذیر رہیں گے اور تمہاری جائیدادوں میں ہی اسی طرح رہیں گے اور اگر تم چاہو تو تم یہ انہیں دے دو اور وہ تمہارے گھروں سے نکل جائیں۔

چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ دونوں کھڑے ہو گئے اور دونوں نے کہا کہ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مہاجرین کیلئے بنونضیر کا مال اور فے اور غنیمت تقسیم فرما دیں اور یہ ہمارے گھروں میں جس طرح پہلے سے رہتے ہیں اسی طرح یہ رہیں گے۔

اور بیک آواز تمام کہہ اٹھے **رضینا وسلمنا یارسول الله** یارسول اللہ برضا ورغبت ہم اس پر راضی اور خوش ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کیلئے دعا فرمائی **اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار** اور مال فے اور مال غنیمت تنہا مہاجرین میں تقسیم کر دیا گیا۔ انصار میں سے صرف دو شخص جنہیں شدید احتیاج تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا۔رضی اللہ عنہم اجمعین

حبیب خدا: میں نے آج خدا سے یہ دعا کی ہے

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھ کر بلایا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد مجھے ملو اور اسلحہ سے مسلح ہو کر میرے پاس آنا میں تجھے کسی طرف بھیجنا چاہتا ہوں۔

میں صبح کی نماز کے بعد حاضر ہوا اور میری تلوار، میرا تیر کمان، میرا ترکش اور میری ڈھال میرے ساتھ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے حجرہ شریفہ کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا پایا۔ میں نے دیکھا کہ چند مہاجرین بھی وہاں موجود ہیں۔

اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک تحریر لکھوائی۔

پھر مجھے بلایا اور مجھے وہ خولانی چمڑے پر لکھی ہوئی تحریر عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ فلاں فلاں لوگوں کی جماعت پر تجھے امیر مقرر کیا ہے، تم جاؤ اور دو رات کی مسافت چلتے رہو۔ اس کے بعد میرا یہ خط کھولنا اور جو اس میں مضمون ہے اس پر عمل کیجئو۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کس جانب میں جاؤں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجد والے راستہ کی طرف جاؤ۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھ آٹھ مہاجرین اور تھے وہ اس نجد والے راستہ پر چلتے رہے۔

یہاں تک کہ دورات کی مسافت پر پہنچے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا خط اور تحریر کھول کر پڑھنا شروع کیا تو اس میں یہ مضمون تھا کہ جب تم میرے اس خط کو پڑھو تو چلتے رہو یہاں تک کہ بطن نخلہ میں پہنچ جاؤ جو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ہے۔

اور وہاں تم قریش کا انتظار کرنا اوران کی خبریں ہمارے لئے معلوم کر لینا۔لیکن اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا۔

جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر پڑھی تو فرمانے لگے **سمعا و طاعۃ**۔ دل و جان سے قبول۔ پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نخلہ کی طرف جاؤں اور وہاں قریش کی تاک میں رہوں یہاں تک کہ میں خبر لے کر آؤں۔اور مجھے اس سے منع فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور کروں۔ جو تم میں سے شہادت کو چاہتا ہو اور اس کا شوق رکھتا ہو تو وہ چلے اور جو ناپسند کرتا ہو تو وہ واپس چلا جائے۔ میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جارہا ہوں۔

سب نے کہا **نحن سامعون مطیعون**۔کہ ہم بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں۔سو آپ چل پڑے علی برکۃ اللہ۔حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ان کو ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ بطن نخلہ میں پہنچے اوران کے ساتھیوں میں سے کوئی پیچھے نہیں رہا۔

یہی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جنگ احد میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! یہ مشرکین مکہ یہ دشمنان اسلام یہاں آکر احد پر پڑ گئے ہیں جہاں آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔

میں نے آج اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایک دعا کی ہے اور دعا یہ کی ہے کہ اے اللہ! میں تجھے قسم

دیتا ہوں کہ ہم دشمن سے ملیں تو وہ مجھے قتل کریں، میرا پیٹ چیریں، میرا مثلہ کریں اور میں شہادت کی حالت میں مقتول ہونے کی حالت میں تجھ سے ملوں اور کہوں الٰہی! میرے ساتھ یہ یہ کیا گیا ہے۔ پھر تو مجھ سے پوچھے کہ کس وجہ سے تیرے ساتھ ایسا کیا گیا تو میں کہوں کہ تیری خاطر اور تیرے راستہ میں۔

اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک دوسرا آپ سے سوال کرتا ہوں۔ پہلا سوال تو میرا خدا سے تھا۔ ایک دوسرا میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد میرے ترکہ کے والی آپ ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی بخوشی سے اس کو قبول فرمایا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نکلے، شہید ہوئے، ان کا مثلہ کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خالو ہوتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

جب قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیلئے احد کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تحریر پوشیدہ طور پر بھیج رہے ہیں جس میں آپ کو خبر دیتے ہیں کہ قریش نے یہاں مکہ سے سفر کی تیاری کی ہے اور ان کی فوج کی یہ تعداد ہے۔

انہوں نے خط سر بمہر کیا اور قبیلہ بنو غفار کے ایک شخص کو کرایہ پر لیا اور اس کے ساتھ شرط کر لی کہ تمہیں تین دن میں مدینہ منورہ ہر حال میں پہنچنا ہے اور یہ خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہی جا کر پہنچانا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی واسطہ سے اس کو نہ پہنچائیں۔

چنانچہ قبیلہ بنو غفار کا وہ آدمی پہنچا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں نہیں پایا

اور اسے پتا چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں ہیں تو وہ قبا حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد قبا کے دروازہ پر ملاقات ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دراز گوش پر سوار ہو رہے تھے اور وہ خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو بلایا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خط پڑھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا کہ یہ مضمون کسی کے سامنے ظاہر نہ ہو اور یہ راز رہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہوئے پوچھا کہ کیا گھر میں اور کوئی ہے؟ حضرت سعدؓ نے عرض کیا نہیں۔ کوئی نہیں۔ آپ جو ارشاد فرمانا چاہتے ہیں یا رسول اللہ آپ ارشاد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خط کا جو مضمون تھا قریش کے جنگ کی غرض سے سفر کا، وہ حضرت سعد کو بتا دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے امید ہے کہ اس میں خیر ہوگی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کے مضمون کو راز رکھنے کی تاکید فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اپنے شوہر کے پاس نکل کر آئیں اور کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا فرمایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے اس سے کیا غرض؟ تیری ماں مرے۔ تجھے اس سے کیا غرض؟ وہ کہنے لگی کہ جو تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے وہ میں نے سن لیا ہے اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ سارا مضمون حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بتایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پڑھا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تو ہماری باتیں سن رہی ہے اور اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز اس وقت نہ کہتا کہ یارسول اللہ جو آپ بات ارشاد فرمانا چاہتے ہیں ارشاد فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کی چوٹیوں کو پکڑا اور وہ دوڑ رہے تھے اور اہلیہ کو گھسیٹ رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسر پر جا کر پالیا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ یہ جسر بطحان مسجد غمامہ کے پاس مدینہ منورہ میں ہے اس حال میں کہ بالوں کو پکڑ کر اتنی دور تک کھینچ کر لے جانے کی وجہ سے آپ کی اہلیہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

اور جا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری بیوی نے مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کے متعلق پوچھا تو میں نے اس سے چھپایا لیکن اس نے کہا کہ میں نے تو سن لیا ہے سارا قصہ اور اس نے ساری بات اسی طرح بیان کر دی۔

اب یارسول اللہ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ اس میں سے کوئی چیز ظاہر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدگمانی ہو کہ میں نے آپ کے راز کا افشاء کر دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ بیوی کی چوٹیاں چھوڑ دو۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ یہ بہت زیادہ لنگڑے تھے اور لنگڑا کر چلتے تھے کہ انہیں عرق النساء کی بیماری تھی اسلئے وہ سیدھے چل نہیں سکتے تھے۔ شیر کی طرح ان کے چار بیٹے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہتے تھے۔

جنگ احد میں بیٹوں نے اپنے والد صاحب کو روکنا چاہا اور والد صاحب سے عرض کیا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو معذورین میں شمار فرمایا ہے یہ سن کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بیٹے مجھے اس ارادہ سے روکنا چاہتے

ہیں اور آپ کے ساتھ نکلنے سے مجھے روک رہے ہیں اور خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ میں اس لنگڑے پیر کے ساتھ لنگڑاتا ہوا جنت میں چلوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو اللہ نے معذورین میں قرار دیا ہے اور آپ پر جہاد نہیں ہے۔ اور ان کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا تم انہیں مت روکو۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے لئے شہادت مقدر فرمادے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں نکلے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر شہادت کے بعد میدان جنگ میں ان پر گذرے تو ارشاد فرمایا۔ **اراک تمشی برجلک الصحیحة فی الجنة** کہ اے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے صحت مند پیر کے ساتھ جنت میں چل رہے ہو۔

پھر انہیں عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے ساتھ ایک قبر میں دونوں کو دفن کیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور یہ دونوں حضرات آپس میں سالا بہنوئی تھے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات میں سے جب کسی سے نکاح فرمایا تو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے بخوشی، محبت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام میں اپنی طرف سے ولیمہ فرمایا ہے۔

غزوہ احد میں ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کیلئے ڈھال بنا رکھا تھا اور جتنے تیر گرتے تھے وہ ان کی پیٹھ پر گرتے تھے اور وہ ہر طرف جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے تیر کو جھیل لیتے تھے یہاں تک کہ بے شمار تیر آپ کی پیٹھ میں پیوست ہوگئے۔ یہی حال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے رکھ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ڈھال بنے ہوئے تھے اور بڑے تیر انداز تھے جب وہ تیر پھینکتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوشش فرماتے کہ ان کا تیر کہاں گر رہا ہے اس کو دیکھ سکیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے **بابی أنت وأمی یارسول اللہ** یا سیدی یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کہیں آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے۔ **نحری دون نحرک** آپ کے سینے کو بچانے کیلئے میرا سینہ حاضر ہے۔

جنگ احد میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو اپنی ذات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی طرف سے دیوار بنا رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کرتے جاتے **انی جَلْدٌ یارسول اللہ** ۔یارسول اللہ! مجھے اللہ نے بہت قوت دے رکھی ہے مجھے جہاں بھی چاہیں آپ بھیج سکتے ہیں۔

شماس بن عثمان المخزومی رضی اللہ عنہ

یہی حال حضرت شماس بن عثمان المخزومی رضی اللہ عنہ کا تھا جن کا اسم گرامی عثمان بن عثمان بتایا گیا ہے اور شماس ان کا لقب تھا کہ وہ سورج کی طرح انتہائی حسین وجمیل تھے۔

جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چاروں طرف جدھر بھی نظر ڈالتے تو حضرت شماس رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر آنے والے حملوں کو اپنی تلوار کے ذریعے روک رہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کیلئے وہ اپنے جسم کو ڈھال بنائے ہوئے ہیں۔ اس حد تک کہ بالآخر وہ شہید ہو گئے۔

جب وہ شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شماس کو میں کس چیز سے مشابہت دوں کہ ان کی مشابہت کیلئے یہ جُنّۃ اور ڈھال کے سوا کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ میرے

لئے یہ ڈھال بنے رہے۔

حضرت شماس کو آخری سانسوں میں نزع کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات شریفہ میں لایا گیا۔ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آپ کو لے جایا گیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں کہ یہ تو میرے چچا زاد بھائی ہیں اور میں ان کی خدمت انجام دینے کی زیادہ لائق ہوں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ان کو لے جاؤ۔ ایک دن رات وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رہے اور بالآخر شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اٹھا کر احد لے جایا جائے اور جن کپڑوں میں وہ شہید ہوئے تھے انہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دفن فرمایا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خود جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن رکھی تھی اس کا رنگ زرد تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مشرکین اپنے تیروں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر سیدھا آپ کی طرف پھینک رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود کا رنگ معلوم ہے۔

چنانچہ حضرت کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی پیلی خود مجھے عطا فرما دیں اور میری خود آپ رکھ لیں اور اس کا رنگ زرد کے علاوہ کوئی دوسرا تھا تا کہ مشرکین کے تیر میری طرف برستے رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا فرماتے ہوئے اور دعا دیتے ہوئے ان کی خود اپنے خود سے بدل دی۔ اس دن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے گیارہ زخم آئے۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ایک وقت جنگ احد میں ایسا بھی آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرمایا کہ من رجل یشری لنا نفسه؟ کون ہمارے لئے اپنی جان کی بازی لگاتا

ہے۔ پانچ صحابہ کرام جن میں حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بھی تھے کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے سارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہو گئے۔

زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ

یہاں تک کہ ان میں آخری زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ رہ گئے اور وہ انتہائی زخمی ہونے کی حالت میں تھے کہ پھر پانسہ پلٹا اور مسلمانوں نے جو کافر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف قریب پہنچ چکے تھے انہیں ہٹایا تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ 'ادنه منی' ان کو ذرا میرے قریب کر دو۔

جب صحابہ کرام نے حضرت زیاد کو قریب کیا تو انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو اپنا تکیہ بنایا، اس پر اپنا گال رکھا اور اسی حال میں وہ شہید ہو گئے کہ **وخده علی قدم رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ان کا گال تھا۔

جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے والے دو رباعی دانت میں سے ایک کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی تھا اور آپ کی پیشانی مبارک میں بھی زخم آیا تھا اور آپ کے گال مبارک بھی زخمی ہو چکے تھے اور خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گال مبارک میں گھس گئی تھیں۔

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے دو میں سے ایک کڑی کو کھینچ لیا کہ جس میں ان کے سامنے والے ثنیہ علیا میں سے ایک دانت بھی گر گیا لیکن وہ ایک کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر انہوں نے اسی طرح دوسری مرتبہ دوسرا جھٹکا لگایا اور دوسری کڑی کو نکالا تو اس کے ساتھ آپ کے ثنایا علیا میں سے دوسرا بھی گر گیا۔

مالک بن سنان رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد محترم مالک بن سنان رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے جو خون ٹپک رہا تھا اسے چوس لیا۔ تو ان سے کسی نے کہا کہ **أتشرب الدم** ؟ تم خون پیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو تھوکوں گا نہیں۔ میں اسے پیوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی **من مس به دمه لم تصبه النار** ۔ کہ جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا اسے کبھی دوزخ کی آگ نہیں پہنچے گی۔

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

جنگ احد میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اپنی تلوار کے ذریعے کر رہے تھے اور دشمن سے مقابلہ کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف وہ گھوم رہے تھے اور اپنی ذات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کیلئے ڈھال بنائے ہوئے تھے۔

چاروں طرف سے تلواریں ان کو ڈھانپے ہوئے تھیں اور چاروں طرف سے تیر ان پر برس رہے تھے اس حال میں بھی وہ اپنی جان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کر رہے تھے اتنے میں ایک مشرک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر پھینکا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچنے والے تیر کو اپنے ہاتھ پر جھیل لیا جس سے آپ کا ہاتھ شل ہو گیا۔

اس دوران ایک مشرک نے سامنے کی طرف سے آپ پر وار کیا اور دوسرے نے پیچھے کی طرف سے آپ پر وار کیا کہ طلحہؓ کے سر سے خون بہت زور سے بہنے لگا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر پانی چھڑکا یہاں تک کہ وہ ہوش میں آئے۔

اب سب سے پہلا ان کا کلام یہ تھا کہ **مافعل رسول اللہ** سرکار کا کیا حال ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں '**الحمدللہ ، کل مصیبۃ بعدہ جلل**'۔ جب سرکار زندہ ہیں اور سلامت ہیں تو ہمارے لئے ہر مصیبت آسان اور سہل اور شیریں معلوم ہوتی ہے۔

انس بن نضر رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے چند ساتھیوں کو دیکھا بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ تو وہ کہنے لگے کہ **قتل رسول اللہ** کہ اللہ کے پیغمبر تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضرؓ فرمانے لگے کہ پھر آپ کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تم بھی چلو مر جاؤ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی۔

پھر انہوں نے آگے بڑھ کر قتال کرنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ خود شہید ہو گئے اور تلوار اور تیر کے ستر سے زیادہ زخم ان کے جسم پر تھے یہاں تک کہ ان کا جسم سارا چھلنی ہو چکا تھا وہ پہچانے بھی نہیں جاتے تھے کہ یہ کون ہیں۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے پوروں سے یا ان کی انگلی میں جو انگوٹھی تھی اس کے ذریعے پہچانا کہ یہ میرے بھائی انس بن نضر ہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ احد کے تمام شہداء کے انتظام سے تجہیز وتکفین سے سب فارغ ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر آئے کہ وہ کس حال میں ہیں۔ زندہ ہیں یا شہید ہو چکے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آواز لگاتے رہے یا سعد بن ربیع یا سعد بن ربیع! یہاں تک

کہ تھوڑی دیر کے بعد ہلکی سی آواز آئی جب انہوں نے یہ کہا کہ یا سعد بن ربیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہاری خاطر بھیجا ہے تو بہت کمزور ہلکی سی آواز میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو دیکھا کہ آخری ان کے سانس چل رہے ہیں اور انتہائی زخمی حالت میں ہیں۔

جب ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کو دیکھنے کیلئے بھیجا ہے کہ آپ زندہ ہیں یا شہید ہو چکے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ **انا فی الاموات**، مَیں شہداء میں ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے سلام عرض کر دیجئو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیجئے کہ سعد بن ربیع آپ سے عرض کرتے ہیں کہ **جزاک اللہ عنا خیر ماجزی نبیا عن امتہ** ۔

اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا حال بتا دینا کہ مجھے بارہ تلوار کے وار لگے ہیں اور میں نے مجھ سے تمام قتال کرنے والوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور بات کہی کہ میری قوم کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ تمہیں یہ کہہ کر گئے ہیں کہ تمہارا اللہ کے یہاں کوئی عذر نہیں چلے گا اگر دشمن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور کوئی ایک شخص بھی تم میں سے زندہ ہو۔ پھر اتنا کہہ کر وہ شہید ہو گئے۔ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔

اسی لئے ایک دفعہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی چھوٹی سی بیٹی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سینے پر اٹھائے ہوئے پیار فرما رہے تھے اور بوسے دے رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ آپ کی بیٹی ہے اے ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایسے آدمی کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر ہے۔ یہ سعد بن ربیع کی بیٹی ہے جو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے

عقبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، جو بدر یین میں سے تھے اور جوان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے جنگ احد میں شہادت پائی تھی۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد سے فارغ ہوئے تو واپسی میں بنی عبد الاشہل سے گذر رہے تھے اور وہ اپنے شہداء پر افسوس کر رہے تھے اور بنو عبد الاشہل میں سے ام عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ان کے بھائی، ان کے باپ احد میں شہید ہو چکے تھے۔ ان تینوں کی شہادت کی خبر سن کر انہوں نے انا اللہ پڑھی اور پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو سب نے عرض کیا کہ ام عامر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے فضل سے جیسا تم چاہتی ہو بخیریت ہیں۔ تو حضرت ام عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں مجھے دکھاؤ تا کہ میں اپنی آنکھیں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ٹھنڈی کروں۔ تو انہیں اشارے سے بتایا گیا یہاں تک کہ جب انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ 'كل مصيبة بعدك جلل يارسول الله۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی۔

اور کبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑتی ہوئی آرہی تھیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور کبشہ بنت رافع کے صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ میری ماں آئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مرحبا فرمایا۔ ام سعد رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں اور اچھی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتی رہیں اور اس کے بعد خوش ہو کر کہنے لگیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے صحیح سالم دیکھا تو تمام مصائب ہمارے لئے ہلکے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی ان کے ابا اور ان کے شوہر کے بارے میں ان کی تعزیت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب اکٹھے جنت میں ہیں اور ان کی شفاعت پیچھے والوں کے

حق میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے قبول کرلی گئی ہے۔ پھر ام سعد رضی اللہ عنہا نے عرض کیا **رضینا برسول اللہ** ۔پھر جو پیچھے والوں کیلئے ام سعد رضی اللہ عنہا نے دعا کیلئے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی **اَللّٰھُمَّ أذْھِبْ حُزْنَ قُلُوْبِھِمْ، وَاجْدُ مُصِیْبَتَھُمْ وَاحْسِنْ خَلْفَ عَلٰی مَنْ خَلَّفھُمْ**.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ جمعہ کے دن تشریف لائے اور سینیچر کا دن گذرا اور اتوار صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سارے صحابہ کرام زخمی تھے اور اسی لئے قبیلہ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے سردار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو نہیں گئے، مسجد ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر سعد بن عبادۃ، حباب بن المنذر، سعد بن معاذ، اوس بن خولد، قتادۃ بن النعمان اور خویب بن اوس رضی اللہ عنھم وغیرہ در اقدس کی چوکھٹ پر ہی سوئے۔

ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اعلان کردو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ دشمن کا پیچھا کرنے کیلئے قریش کا مکہ کے راستہ پر پیچھا کرنے کیلئے چلنا ہے اور ہمارے ساتھ جو کل کو ہمارے ساتھ جنگ میں شریک تھا صرف وہی جا سکتا ہے۔

یہ سنتے ہی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی طرف نکلے۔ بنو عبد الاشھل میں جن سب کے زخم نظر آرہے تھے وہاں جا کر سعد رضی اللہ عنہ چلا کر فرمانے لگے کہ **یا بنی عبد الاشھل ان رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم **یأمر کم ان تطلبوا عدو کم** ۔اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے خود سات زخم تھے ابھی علاج زخموں کا شروع نہیں کیا تھا کہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ **سمعاً وطاعۃً للہ ولرسولہ** اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی قوم کو لے کر کھڑے

ہو گئے جو سارے کے سارے زخمی حالت میں تھے۔

سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ اپنی قوم بنی سعدہ میں پہنچے اور نکلنے کا اعلان کیا تو وہ بھی زخمی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے میں پہنچے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے انہوں نے اپنے زخموں کو چھوڑا اور ہتھیاروں کو لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔

لکھا ہے کہ بنو سلمہ میں سے چالیس حضرات نکل پڑے جو سب ہی زخمی تھے اور زخم بھی ایسے کہ صرف طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ کو تیرہ جگہ جسم پر زخم تھے۔

خراش بن صمّہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر دس جگہ زخم تھے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیرہ جگہ زخم تھے۔

قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے نو زخم تھے۔

اسی لئے جب یہ ثنیۃ الوداع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلح پہنچے ہیں اور صف بندی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخموں کا یہ حال دیکھا کہ جن سے خون بہہ رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی **اللھم ارحم بنی سلمہ** اے خدا بنی سلمہ پر رحمت نازل فرما۔

علامہ یوسف بن حسن ابن عبدالہادی المقدسی نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لےکروفات تک کے ہرسال کے وقائع کاایک نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

بعثت کا پہلاسال:

☆ وحی کی ابتدا

☆ وحی کی تفاصیل ورقہ بن نوفل نے معلوم کیں۔

☆ سیدنا ابوبکرصدیق، سیدناعلی بن طالب، حضرت زید بن حارثہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اوردیگرصحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلام

بعثت کادوسراسال:

☆ سیدناعثمان بن عفان، حضرت زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص طلحۃ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسلام

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اسلام کی دعوت کے بارے میں جدوجہد

بعثت کا تیسرا سال:

☆ حضرت عمرو بن عبسہ اور خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اسلام

بعثت کا چوتھا سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام

☆ کھلم کھلا دعوت اسلام کا آغاز

☆ شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کا محصور ہو جانا

بعثت کا پانچواں سال:

☆ قریش کے مظالم کے نتیجے میں مسلمانوں کی حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

☆ مہاجرین کو شاہ حبش سے واپس مکہ بھجوانے کیلئے قریش نے وفد بھیجا۔

☆ بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا جو صحیفہ لکھا گیا تھا اس کا حکم چلتا رہا۔

بعثت کا چھٹا سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیفے کے متعلق وحی کے ذریعے خبر دی کہ دیمک نے اسے کھالیا ہے۔

بعثت کا ساتواں سال:

☆ اسراء اور معراج

☆ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبائل میں جا کر اپنے آپ کو مدد طلب کرنے کیلئے پیش کرنا

بعثت کا آٹھواں سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو انصار کے سامنے پیش کرنا

☆ عقبہ (یعنی گھاٹی) کی برکات کی ابتداء۔

بعثت کا نواں سال:

☆ معجزہ شق القمر

☆ انصار کے وفد کی عقبہ اور گھاٹی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری ملاقات اور انصار کا اسلام قبول کرنا۔

بعثت کا دسواں سال:

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت۔

ہجرت کا پہلا سال:

☆ مسجد نبوی اور مسجد قبا کی تعمیر

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

☆ حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

☆ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت

☆ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دے کر ایک مہم پر بھیجا۔

☆ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہم پر بھیجا۔

☆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر جھنڈا دے کر مہم پر بھیجا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبا کے میزبان کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہا کی وفات

☆ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی وفات

☆ ولید بن مغیرہ مر گیا اور عاص بن وائل بھی۔

☆ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام

☆ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی وفات

☆ مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کے ساتھ صلح نامہ۔

ہجرت کا دوسرا سال:

☆ غزوہ ابواء

☆ غزوہ عسیرہ

☆ غزوہ بواط

☆ کرز بن جابر جس نے مدینہ منورہ کے اطراف میں چرنے والے جانوروں پر لوٹ ڈالی تھی اس کا پیچھا گیا۔

☆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر جماعت پر امیر بنا کر بھیجا گیا۔

☆ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ایک سریہ پر بھیجا گیا۔

☆ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف نماز میں رخ کرنے کا حکم آ گیا۔
☆ صدقہ فطر کا حکم
☆ عید کی نماز کا حکم
☆ غزوۃ بدر کبریٰ
☆ غزوہ بنی قینقاع
☆ غزوۃ قَرقَرَۃ الکُدر جسے غزوہ بحران بھی کہا جاتا ہے
☆ غزوۃ السویق
☆ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عقد نکاح

ہجرت کا تیسرا سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس بنوثعلبہ کی طرف کوچ فرما کر تشریف لے گئے۔
☆ غزوہ بنو سُلیم
☆ کعب بن اشرف کا قتل
☆ سریہ قردہ
☆ ابورافع کا قتل
☆ حفصہ بنت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح
☆ غزوۂ احد
☆ غزوۂ حمراء الاسد
☆ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت
☆ عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کی شہادت

☆ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت

☆ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت

ہجرت کا چوتھا سال:

☆ غزوہ رجیع

☆ عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے قتل کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف روانہ فرمایا۔

☆ غزوہ بئر معونہ

☆ بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا

☆ غزوۂ ذات الرقاع

☆ غزوۃ بدر الصغریٰ ۲

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد نکاح

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت

☆ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کی شہادت

☆ عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات

ہجرت کا پانچواں سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب بنت جحشؓ سے عقد نکاح

☆ غزوۃ دُومۃ الجندل

☆ غزوہ بنوقریظہ

☆ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات

- ☆ خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کی شہادت
- ☆ امیہ بن ابی الصلت کی وفات
- ☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خندق میں ضیافت
- ☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا دشمن سے مقابلہ
- ☆ بنوقریظہ کے بارے میں فیصلے کیلئے حضرت سعد کو حکم بنایا گیا۔
- ☆ سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کی وفات
- ☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن سے مصالحت فرمائی

ہجرت کا چھٹا سال:

- ☆ غزوۃ بنی لحیان
- ☆ غزوۂ ذی قَرَد
- ☆ غزوۂ بنی المصطلق جسے غزوۃ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔
- ☆ واقعہ افک
- ☆ عمرۃ الحدیبیۃ
- ☆ سریہ عکاشہ
- ☆ سریہ محمد بن مسلمہ قُرَطاء کی طرف
- ☆ سریہ ابوعبیدہ
- ☆ سریہ زید بن حارثہ بنوسُلیم کی طرف
- ☆ سریہ زید بن حارثہ حمص کی طرف
- ☆ سریہ زید بن حارثہ بنوثعلبہ کی طرف
- ☆ سریہ زید بن حارثہ العیس کی طرف

☆ سریہ عبدالرحمٰن بن عوف دومۃ الجندل کی طرف
☆ زید بن حارثہؓ کو ام قِرفہ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے ایک دستے کے ساتھ بھیجا۔
☆ سریہ کرز بن جابر عُرَنیین کی طرف
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء یعنی طلب باراں اور طلب رحمت کیلئے دعا فرمائی۔

ہجرت کا ساتواں سال:

☆ غزوۃ خیبر
☆ سریہ عمر بن الخطابؓ تُرباء کی طرف
☆ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بنوکلاب یا بنوفزارہ کی طرف بھیجا گیا جو ضرِیّہ کے اطراف میں ہے۔
☆ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بنومُرۃ کی طرف بھیجا گیا جو فدق میں ہے۔
☆ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو یُمن اور جبار کی طرف فوج دے کر بھیجا گیا۔
☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین اور ملوک کے نام گرامی نامے ارسال فرمائے۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدلہ بن ایہم کو گرامی نامہ بھیجا۔
☆ شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ پرویز کو قتل کر دیا۔
☆ مُقوقس شاہ مصر کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پہنچا۔
☆ عمرۃ القضاء

☆ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح
☆ سریہ ابن ابی العوجاء بنو سُلیم کی طرف

ہجرت کا آٹھواں سال:

☆ حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ الحجبیؓ کا اسلام قبول کرنا
☆ مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا۔
☆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج پر امیر مقرر فرما کر ذات السلاسل کی طرف بھیجا۔
☆ غزوۂ فتح مکہ
☆ ابوسفیان بن حرب کا اسلام
☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزّی کی طرف بھیجا جو نخلہ میں تھا۔
☆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سُواع کی طرف بھیجا جو قبیلہ ہذیل کا بت تھا۔
☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جزیمہ کی طرف بھیجا گیا۔
☆ غزوۂ حنین
☆ غزوۂ طائف
☆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جَیفر کی طرف ایک فوجی دستے کے ساتھ بھیجا گیا۔
☆ عروۃ بن مسعود الثقفیؓ کا اسلام

ہجرت کا نواں سال:

☆ عیینہ بن حصن کو ایک فوج دے کر بنی تمیم کی طرف بھیجا گیا۔

☆ ولید بن عُقبہ بنی المصطلق کی طرف فوجی دستے کے ساتھ بھیجا گیا۔

☆ کعب بن زُہیر کا اسلام

☆ غزوۃ تبوک

☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چند ساتھیوں کے ساتھ اُکیدر کی طرف بھیجا گیا۔

☆ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی وفات

☆ قصہ لعان

☆ قبیلہ بنو ثقیف کا اسلام

☆ حِمیَر کے بادشاہوں کے نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ

☆ ایک عورت غامدیہ کو رجم کیا گیا۔

☆ نجاشی شاہ حبشہ کی وفات

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات

☆ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر الحج بنا کر بھیجا۔

ہجرت کا دسواں سال:

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔

☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنوالحارث کی طرف جو نجران میں تھے بھیجا۔

☆ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا گیا۔

☆ جریر بن عبداللہ البَجَلی رضی اللہ عنہ کو ذوالکلاع کی طرف چند ساتھیوں کے ساتھ بھیجا گیا۔

☆ ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر نجران والوں کی طرف بھیجا گیا۔

- ☆ بُدیل اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کا قصہ
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات
- ☆ فیروز دیلمی کی مدینہ منورہ حاضری
- ☆ حجۃ الوداع
- ☆ یمن کے حاکم باذان کی وفات
- ☆ آیۃ الاستیذان کا نزول

ہجرت کا گیارھواں سال:

- ☆ وفد نخاعہ کی آمد
- ☆ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فوج پر امیر بنا کر اُبنیٰ پر حملہ کیلئے بھیجا گیا۔
- ☆ اسود عنسی کا فتنہ
- ☆ مسیلمۃ الکذاب مدعی نبوت کا فتنہ
- ☆ اسود عنسی کا قتل
- ☆ ایک عورت سجاح کا فتنہ
- ☆ طلیحۃ بن خویلد کا فتنہ
- ☆ ماہ سفر کے اواخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتدا
- ☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا سے چپکے سے ارشاد گرامی کہ 'اَنَّهَا اَوَّلُ اَهْلِهٖ لُحُوْقًا بِهٖ صلى الله عليه وسلم' کہ تمام گھر والوں میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات:

گیارہویں سال ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ جب کہ عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ مسلمانوں نے تنہا تنہا پڑھی۔اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

خلفاء اربعہ اور ان کے بعد

	خلیفہ	مختصر احوال:
۱	حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت	ہجرت کے گیارہویں سال میں آپ خلیفہ بنے۔اور آپ کی مدت خلافت ڈھائی برس ہے۔ہجرت کے تیرہویں سال میں منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی۔اسماء بنت عمیس آپ کی زوجہ نے آپ کو غسل دیا۔آپ رضی اللہ عنہ کو تین کپڑوں میں کفن دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں دفن کیا گیا۔
۲	سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت	۳۵ھ میں آپ خلیفہ بنائے گئے۔آپ کی مدت خلافت دس برس ہے۔ ۲۳ھ میں ذی الحج کے مہینہ میں آپ کی وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر شریف ۶۲/ برس تھی۔آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے آپ کو غسل دیا۔آپ کو تین کپڑوں میں کفن دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں دفن کیا گیا۔

۳	امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت	۲۴/ھ میں آپ خلیفہ بنائے گئے۔آپ کی خلافت کی مدت ۱۱/ برس ہے۔۳۵ھ میں جمعہ کے دن آپ کی وفات ہے۔آپ کے غسل کے بارے میں دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ آپ کو غسل دیا گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ چونکہ آپ شہید ہیں اس لئے آپ کو غسل نہیں دیا گیا اور آپ کو خون آلود کپڑوں ہی میں بقیع میں دفن کیا گیا۔
۴	امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت	۳۵ھ میں آپ خلیفہ بنے۔آپ کی مدت خلافت پانچ برس ہے۔ ۴۰ھ میں جمعہ کی رات آپ کی شہادت ہوئی جب کہ آپ کی عمر شریف ۵۸ برس تھی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت حسن نے آپ کو غسل دیا۔تین کپڑوں میں کفن دے کر آپ کو کوفہ میں قصر امارہ میں دفن کیا گیا۔

۵	سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت	۴۰ھ میں آپ خلیفہ بنے۔آپ کی مدت خلافت ۷ مہینے ہے۔۴۹ھ میں نصف شعبان میں آپ کی وفات ہوئی۔ جب کہ آپ کی عمر شریف ۴۷ برس تھی۔آپ کے بھائیوں نے آپ کو غسل دیا۔ تین کپڑوں میں آپ کو کفن اور بقیع میں دفن کیا گیا۔
۶	حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت	۴۰ھ میں خلیفہ بنے۔آپ کی مدت خلافت بیس برس ہے۔۶۰ھ رجب میں آپ کی وفات ہے جب کہ آپ کی عمر شریف ۷۸ر برس تھی۔آپ کو غسل دیا گیا اور تین کپڑوں میں آپ کو کفن دے کر دمشق میں دفن کیا گیا۔
۷	یزید بن معاویہ کی خلافت	۶۰ھ میں خلیفہ بنایا گیا۔ مدت خلافت تین سال اور چند مہینے ہے۔۶۴ھ ربیع الاول کے مہینے کے نصف پر وفات ہے جب کہ عمر ۳۸ برس تھی۔غسل و کفن کے بعد دمشق میں دفنایا گیا۔

۸	معاویہ بن یزید کی خلافت	۶۴ھ میں خلیفہ بنے۔ مدت خلافت چالیس دن ہے۔ ۶۴ھ میں وفات ہے۔ جب کہ عمر تئیس برس تھی۔ آپ کے بھائیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ دمشق میں دفن کیا گیا۔
۹	عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت	۶۴ھ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی اور ۷۳ھ ربیع الاول میں آپ کو شہید کیا گیا اور مکہ میں آپ کو سولی دی گئی۔ اور ظلما حجاج نے آپ کو سولی دی اور مکہ مکرمہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔
۱۰	مروان بن حکم کی خلافت	۷۴ھ میں ہے۔ ایک سال دس مہینے کے قریب مدت خلافت ہے۔ وفات ۷۵ھ میں ہے جب کہ عمر ۶۳/ برس ہے۔ دمشق میں دفن کیا گیا۔
۱۱	عبد الملک بن مروان کی خلافت	۷۵ھ میں ہے اور ۸۶ھ میں وفات ہے۔ جب کہ عمر ساٹھ برس تھی۔ دمشق میں دفن کیا گیا۔
۱۲	ولید بن عبد الملک کی خلافت	۸۶ھ میں خلافت کو سنبھالا اور ۹۶ھ میں وفات پائی۔ مدت خلافت دس برس ہے۔ دمشق میں مدفون ہیں۔

۱۳	سلیمان بن عبد الملک کی خلافت	۹۶ھ میں خلیفہ بنے اور ۹۹ھ میں وفات پائی۔ دمشق میں مدفون ہیں۔
۱۴	عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت	۹۹ھ میں خلیفہ بنے۔ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ مدت خلافت دو برس اور پانچ مہینے ہے۔ حمص میں مدفون ہیں۔

شیخ ابومحمد عبداللہ بن ابی زید القیروانی متوفی ۳۸۶ھ اپنی کتاب الجامع فی سنن والآداب والمغازی والتاریخ کے باب 'باب فی الھجرۃ والمغازی والتاریخ' میں فرماتے ہیں کہ:

اس باب کا کچھ حصہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے محفوظ کیا گیا ہے اور اس کا کچھ حصہ ان کے علاوہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر اہل علم جو مغازی اور تاریخ کا علم رکھتے ہیں ان سے محفوظ کیا گیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے وقت سے حساب میں شمار کی جاتی ہے۔ عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن ربیع الاول کے مہینہ میں چاشت کے وقت تشریف لائے۔ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن تشریف لائے اور یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرہ بنی عمرو بن عوف جو بنی عمرو بن عوف انصار کا قبیلہ تھا ان کے یہاں حضرت سعید بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے یہاں نزول فرمایا۔ اور ایک قول یہ کہ کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان بنے۔ قبا کے بارہ میں تو اختلاف ہے لیکن مدینہ منورہ کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن زید بن کلیب رضی اللہ عنہ یعنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ خزرجی کے یہاں قیام فرما ہوئے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی **تَیْمُ اللّٰہ** ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام مسجد نبوی اور حجرات شریفہ کی تعمیر کے وقت تک رہا اور جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے یہاں سے روانہ ہوئے اور بنوسالم پر گذرے اور بنوسالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ پڑھائی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بنوعمرو بن عوف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن قیام فرمایا۔ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوعمرو بن عوف کے یہاں دس دن سے کچھ زیادہ قیام فرمایا۔ پھر یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کیلئے سوار ہوئے۔

۱ھ:

اسی سال مسجد قبا کی تعمیر ہوئی۔ قرآن کریم میں 'لمسجد اسس علی التقویٰ' جس مسجد کا ذکر ہے تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مسجد قبا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اور عکرمہ اسی کو ثابت مانتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی ہے۔

مسجد کی جگہ کھجور سکھانے کا ایک باڑہ تھا جو انصار کے دو یتیموں کی ملک تھی اور یہ دونوں بچے اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے یہ زمین خریدی اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی۔ اور اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ ہجرت فرمانے کے آٹھ مہینے گذرنے پر رخصتی ہوئی۔ اسی سال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ۲ھ میں بائیس مہینے گذرنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا ہے۔

سنہ ۲ھ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی سال غزوۃ الابواء پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں صرف مہاجرین شریک تھے۔ ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فرمایا۔ مدینہ منورہ تشریف آوری کے ایک سال بعد فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابواء پہنچے اور وہاں سے واپس لوٹ آئے اور مہاجرین میں سے ساٹھ یا اسی آدمیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں میں شامل فرما کر بھیجا۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس غزوہ کیلئے سفر فرمایا۔

پہلے ان حضرات کو بھیجا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اسی سال عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہے۔ مہاجرین کے یہاں یہ سب سے پہلے بچے کی ولادت تھی۔ اسی سال ظہر کی نماز میں قبلہ بیت المقدس سے مسجد حرام کی طرف پھیرنے کا حکم آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نصف شعبان منگل کے دن کا واقعہ ہے۔ اور اسی سال شعبان میں رمضان المبارک کے مہینے کے روزوں کی فرضیت آئی ہے۔ اور اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کا حکم فرمایا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الآخر کی تیسری تاریخ کو پیر کے دن غزوے کیلئے سفر فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بواط تک پہنچے۔ مقصد اس غزوے کا قریش کا پیچھا کرنا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے ولم یلق کیدا. مسلمانوں کا کوئی جانی مالی نقصان نہیں ہوا۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشیراء کی طرف نکلے جمادی الاولیٰ میں۔ یہ عشیرا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ اسی سال جمادی الاخریٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرما کر نکلے یہاں تک کہ ایک وادی میں پہنچے جسے سفوان کہا جاتا ہے یہ سفر کرز بن جابر فہری کا پیچھا کرنے

کیلئے تھا۔کہا جاتا ہے کہ اس نے مدینہ منورہ کے جانوروں پر لوٹ ڈالی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب میں تشریف لے گئے مگر وہ بھاگ نکلے اور ہاتھ نہیں آئے۔

اسی سال ماہ رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آٹھ افراد سمیت بھیجا۔ اور رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی طرف بھیجا اور قافلہ کو انہوں نے پالیا۔ اور ابن الحضرمی کو رجب کے مہینے کے آخری دنوں میں قتل کیا۔اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ **یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ.**

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں نکلے یہاں تک کہ ینبوع تک پہنچے۔ اور ینبوع سے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی طرف لڑائی کیلئے نکلنے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔

اسی سال غزوۂ بدر کبریٰ پیش آیا۔ جس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان المبارک کی آٹھویں تاریخ بدھ کی شام کو مدینہ منورہ سے نکلے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فوج کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ تین سو پندرہ تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ تین سو سترہ تھی۔ ان میں سے مہاجرین ۸۱ تھے اور ایک قول یہ ہے کہ مہاجرین اور مہاجرین کے حلیف ۹۳ تھے اور بقیہ سب کے سب انصار میں سے تھے۔ اور ان میں سوائے قریشی یا قریشیوں کے حلیف یا ان کے غلام یا انصاری یا انصار کے حلیف یا انصار کے غلام ہی شریک تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں ایک سو مہاجرین تھے جن میں سے ۱۱/ان کے غلام تھے۔ وہاں پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے ساتھ جمعہ کی صبح کو مڈبھیڑ ہوئی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف آوری کے ڈیڑھ برس بعد ماہ رمضان یہ بدر پیش آیا ہے۔ مشرکین کی تعداد ۹۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰ تک بیان کی جاتی ہے جن کے ساتھ سو گھوڑے تھے اور مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور ایک قول

ہے کہ تین گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے پر حضرت زبیر، دوسرے پر حضرت مقداد اور تیسرے گھوڑے پر ابومرثد غنویؓ سوار تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی تعداد معلوم کرنے کیلئے یہ سوال فرمایا کہ ان کے کھانے کا روزانہ نظام کیا تھا۔ تو عرض کیا گیا کہ نو یا دس اونٹ روزانہ ذبح کئے جاتے تھے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی تعداد ۹۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰ تک ہوگی۔

علماء فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ اور حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہداء جنگ بدر میں تھوڑے تھے اور ان کے علاوہ کا قول یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جنگ بدر میں ۱۳/افراد شہید ہوئے۔ قریش میں سے ۴/ اور انصار میں سے ۹۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۱۴/ شہید ہوئے انصار میں سے ۸ اور مہاجرین میں سے ۶۔ اور مشرکین میں سے ۵۰ ایک قول کے مطابق قتل کئے گئے اور اتنے ہی قیدی بنائے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کی فتح کی خبر مدینہ منورہ پہنچانے کیلئے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بشارت دینے کیلئے بھیجا۔ اسی سال حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور انہی کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بدر سے پیچھے رہ گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲ رمضان المبارک بدھ کے دن بدر سے مدینہ منورہ واپس ہوئے ہیں۔

اسی سال غزوۃ قرقرۃ الکدر پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُلیم اور غطفان کے جمع ہونے

کی خبر پہنچی ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع شوال میں مدینہ منورہ سے نکلے ہیں اور دس شوال کو واپس تشریف لے آئے ہیں ۔مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مال غنیمت کے طور پر بھیڑیں چرواہوں سمیت حاصل ہوئیں ۔

شوال کی دس تاریخ کو غزوہ مغنمہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ بنو سُلیم اور بنو غطفان پر جا کر ٹوٹ پڑے ۔انہیں قتل کیا اور مالِ غنیمت پایا۔۱۶ رشوال کو یہ فوج واپس آئی اور مسلمانوں میں سے تین مسلمان شہید ہوئے ۔اسی سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی رخصتی ہوئی ۔

اسی سال غزوۃ السویق پیش آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ ابوسفیان مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا ہے ۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف ذی الحج کی اکیسویں تاریخ کو مدینہ منورہ سے نکلے ہیں مگر ابوسفیان اور ان کے ساتھی بھاگ گئے اور وہ پیچھے کھانے پینے کی چیزیں سواریوں کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے پھینک کر چلے گئے ۔ان کی ناکامی پر ان کے ساتھی کہنے لگے کہ تم تو صرف ستو پینے کیلئے گئے تھے ۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحج کی بائیس تاریخ کو مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ شعبان ۳ھ میں پیش آیا ہے ۔ایک قول یہ ہے کہ اسی ۲ھ میں حضرت حسن بن علیؓ کی ولادت ہے ۔

۳ھ:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ایک قول کے مطابق اس سال نصف رمضان میں ہوئی ۔اسی سال میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حمل سے حاملہ ہوئی ہیں ۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت اور حضرت حسینؓ کے علوق کے درمیان صرف ایک طہر حائل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے پچاس

دن گذرنے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئی ہیں۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا۔ اور اسی سال غزوۂ بنی قَطِیُوْن پیش آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعلان جنگ کیا۔ انہیں جلاوطنی کا اختیار دیا تھا تو انہوں نے جلاوطنی کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہ شام کی طرف بغیر کسی قتال کے جلاوطن کر دیئے گئے۔

اسی سال غزوۂ ذی امر پیش آیا۔ جسے غزوۂ بنی انمار بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس محرم میں اس غزوے کیلئے تشریف لے گئے۔ اور مال غنیمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں حاصل فرمایا اور اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائے۔ صفر کی پانچویں تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

اسی سال غزوۂ بنوقینقاع صفر کے مہینے میں پیش آیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا اور وہ محاصرے کے نتیجے میں قلعے سے نیچے اتر آئے۔ اسی سال غزوۂ بحران پیش آیا کہ ربیع الآخر کے شروع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش اور بنوسُلیم کا پیچھا کرنے کیلئے تشریف لے چلے یہاں تک کہ بحران پہنچے جو حجاز کے فروع کے اطراف میں ایک کان (معدن) ہے۔ جمادی الاخریٰ کے شروع میں یہاں سے واپس تشریف آوری ہوئی اور مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

اسی سال غزوۂ احد پیش آیا جس کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شوال کی چودہ تاریخ، جمعہ کے روز شام کے وقت نکلے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد اور غزوۂ خیبر دن کے شروع حصے میں پیش آئے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کا قول ہے کہ مسلمانوں میں سے ٦٥ شہید ہوئے جن میں سے ۴ مہاجرین تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ۴ اور انصار میں سے ۷۰ شہید ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس سے زیادہ ہولناک جنگ کہ جس میں سب سے زیادہ مسلمان شہید اور مجروح ہوئے ہوں ایسی اور کوئی پیش نہیں آئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد سے فارغ ہوکر اگلے دن صبح حمراء الاسد کی طرف تشریف لے گئے جو شوال کی ۱۶ر تاریخ تھی۔ اور یہ حمراء الاسد مدینہ منورہ سے ۸ میل کی دوری پر ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں 'اول من استجاب لله والرسول' ہیں کہ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر سب سے پہلے لبیک کہی وہ یہ دونوں حضرات ہیں۔ باوجودیکہ مسلمانوں کو جنگ احد میں جو زخم پہنچے تھے وہ ابھی تازہ تھے۔ اسی سال غزوۃ الرجیع پیش آیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ الرجیع کے شرکاء چھ حضرات تھے جن میں سے ابی بن عدی ہیں۔

۴ھ:

اسی سال سریہ بئر معونہ پیش آیا جو مدینہ منورہ سے چار منزل کی دوری پر ہے۔ جن کو عامر بن الطفیل نے بنوسلیم اور بنوعامر میں لے جاکر ان کو قتل کیا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کی لاش نہیں ملی۔ خیال یہ ہے کہ ملائکہ نے انہیں دفن کردیا۔

اسی سال غزوۂ بنی نضیر پیش آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی طرف ربیع الاول کی ۹ تاریخ جمعہ کی شام کو نکلے۔ پھر منگل کی شام کو ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور ان کا محاصرہ ۲۳ر دن جاری رہا۔ اور اسی سال صلوۃ الخوف کا حکم نازل ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ ذات الرقاع میں صلوۃ الخوف کا حکم آیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ ذات الرقاع اور صلوۃ الخوف دونوں ۵ھ میں پیش آئے ہیں۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ غزوہ بنونضیر محرم ۳ھ میں پیش آیا ہے اور اسی سال غزوۃ الرقاع ہے۔ غزوۃ الرقاع اس کا نام اس لئے دیا گیا کہ جو جھنڈے بنائے گئے تھے وہ چھوٹے چھوٹے

کپڑوں کے ٹکڑوں سے بنائے گئے تھے۔

جمادی الاولیٰ کی پانچ تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر نکلے ہیں اور جمادی الاولیٰ کی بائیس تاریخ بدھ کے دن واپسی ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے ساتھ بدر میں ملنے کا جو چیلنج تھا اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں تشریف لے گئے مگر وہاں مشرکین میں سے کوئی نہیں آیا۔

اور اسی سال غزوۃ الخندق پیش آیا جسے غزوۃ الاحزاب بھی کہا جاتا ہے جو شوال میں پیش آیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ الخندق اور اس کے بعد غزوہ بنوقریظہ ۵ھ میں پیش آیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۴ھ میں پیش آیا ہے۔ اور بنوقریظہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو ہوئی ہے۔

اسی سال غزوۂ ابی عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ پیش آیا کہ سیف البحر کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بھیجا اور وہ بغیر کسی نقصان کے واپس ہوئے۔ اور اسی سال غزوۂ ذات القُصّہ بھی پیش آیا ہے جس میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق کے رستے پر بھیجا اور بغیر کسی نقصان کے وہ واپس تشریف لائے۔

۵ھ:

اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مشرکین کی طرف مالی امداد ارسال فرمائی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ وہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اسی ۵ھ میں غزوہ ذات الرقاع ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی سال غزوۃ المریسیع بنی المصطلق میں شعبان کے مہینے میں پیش آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی سال غزوۃ خندق ہوا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق ہجرت کے چوتھے سال میں ہوا اور اس وقت سردی سخت تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں صرف چار یا پانچ حضرات شہید ہوئے۔

اسی غزوۂ خندق کے موقع پر ہی اللہ پاک نے یہ آیات اتاریں 'اذ جاء و کم من فوقکم و من أسفل منکم'.

قریش یہاں اور وہاں سے اکٹھے ہو کر آئے اور یہود بھی یہاں سے جا کر ان کے ساتھ ملے اور قریش کے ساتھ قبیلہ ہوازن کے لوگ بھی مل کر آئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ۵ھ میں دومۃ الجندل کا واقعہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے مہینے میں اکیدر کی طرف نکلنے کا تہیہ فرمایا لیکن وہ بھاگ گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی نقصان کے واپس تشریف لے آئے۔

اسی سال عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیان بن عبداللہ کی طرف بھیجا۔ اور اسی سال عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے قتال کیلئے بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں سمیت الیسیر بن رزام یہودی کے قتل کیلئے بھیجا۔

اسی سال غزوۂ غالب بن عبداللہ ہوا۔ کہ انہیں کُدید بھیجا گیا۔ ابن الملوح کی وجہ سے ان کو بھیجا گیا مگر بغیر کسی نقصان کے وہ واپس آ گئے۔ اسی سال غزوۂ زید بن حارثہ پیش آیا جنہیں وادی قریٰ کی طرف بھیجا گیا وہاں بنوفزارہ کے کچھ لوگوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور ان سے انہوں نے قتال کیا۔

اسی سال غزوہ زید ام قرفہ کی طرف ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام قرفہ کے قتل کا حکم فرمایا تھا اور سوائے اس عورت کے کسی دوسری عورت کے قتل کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت زید نے انہیں شکست دی اور ام قرفہ کو ٹھکانے لگایا۔

اسی سال غزوۂ بنی لحیان پیش آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنولحیان کی طرف جمادی الاولیٰ کے شروع میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا بدلہ لینے کیلئے تشریف لے گئے۔ اور اس کے فوراً بعد کارہ میں بسنے والوں کے گھروں کی طرف فوج بھیجی مگر وہ پہاڑوں کی طرف پناہ گزین ہو گئے۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد سرایا بھیجے اور اسی سال

غزوہ ابوعبیدہ پیش آیا جنہیں اسد اور بلی کے قبیلوں کی طرف بھیجا گیا۔ بغیر نقصان کے وہ واپس پہنچے ہیں۔

۶ھ:

اسی سال غزوہ بنی المصطلق مریسیع پیش آیا جو مدینہ منورہ سے چھ یا سات منزل کی مسافت پر ہے۔ جو مکہ کے رستے پر حجفہ کی جانب میں واقع ہے۔ مدینہ منورہ میں ابورُہم الغفاری رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا۔ شروع شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی ہوئی اور اسی وقت آیت تیمّم نازل ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال فرمایا اور جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا قیدی بن کر آئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمایا۔ قیدیوں کی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔ حضرت جویریہ نے ان قیدیوں کے بارے میں شب زفاف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمائی تو تمام قیدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرما دئے۔ اس پر یہ سات سو قیدی ان کی سفارش پر آزاد ہوئے۔

اور اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طاہرہ مطہرہ پر تہمت لگائی گئی جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی برأت نازل فرمائی۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ پیش آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے ۶ ھ ذیقعدہ میں نکلے اور ذوالحلیفہ میں احرام باندھا۔ اثنائے سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ 'ویح قریش. ماخرجت لقتالھم ولکن خرجت معتمرا الی ھذا البیت' (قریش کا ناس ہو میں ان سے لڑنے کے لئے نہیں نکلا میں تو صرف بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلا ہوں اور عمرہ کے ارادے سے جا رہا ہوں)۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضیہ ادا فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان دو سال اور ایک قول یہ ہے کہ چار سال تک کیلئے صلح ہوگئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلح کی مدت دس سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں قیام فرما ہوئے اور یہاں حدیبیہ میں ہی بیعۃ الرضوان کا قصہ پیش آیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چودہ سو نفر تھی۔ کہا گیا ہے کہ ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی ہے کہ ہم مرتے دم تک لڑیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر بیعت کی ہے کہ ہم میدان چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔ حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ایک قول کے مطابق ڈیڑھ مہینہ رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پچاس راتیں حدیبیہ میں قیام فرمایا۔

حدیبیہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی ایک قول کے مطابق محرم کی پانچویں تاریخ کو ہوئی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بیس رات کے قریب یہاں قیام فرمایا پھر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر بن سعد کو خیبر کی جانب بھیجا۔ وہ وہاں سے بغیر کسی نقصان کے مدینہ منورہ واپس پہنچے۔ اسی سال غزوہ کعب بن عمیر ذات الکلاع پیش آیا۔ یہ ذات الکلاع شام کے علاقے میں واقع ہے۔ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس میں شہید ہوگئے۔ اگرچہ ابن الاثیر کے نزدیک ان کے ساتھی شہید ہوئے اور کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بچ کر مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے۔

اسی سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ شام کے علاقے کی جانب قبائل بلی اور قبائل کلب کی سرکوبی کیلئے بھیجے گئے۔ بھیجتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنے دستِ مبارک سے عمامہ باندھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عمامہ باندھنا اس وقت تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دُومۃ الجندُل کی طرف شعبان کے مہینے میں روانہ فرمایا۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فدک کی طرف

بھیجا اور ان کی روانگی سے پہلے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو چند سواروں کے ہمراہ بھیج دیا تا کہ اہل خیبر انہیں دیکھ کر مرعوب ہو جائیں۔ سو مقصد ان کے بھیجنے کا اہل خیبر کو خوفزدہ کرنا تھا۔ اس کے بعد بھی جب خیبر والے باہر نکل آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ ان پر حملے کئے یہاں تک کہ ان کو زیر کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوسعد بن ھدیم پر حملہ فرمایا۔ اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ وقف فرمائے ہیں۔ اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قحط سالی کی وجہ سے استسقاء کی دعا فرمائی کہ لوگ قحط سالی میں مبتلا تھے۔

اسی سال ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ ان کی وفات ذوالحج میں ہوئی۔ ان ام رومان رضی اللہ عنہا کی قبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اترے۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاصدوں کے بھیجتے وقت مشورہ دیا گیا کہ اہل عجم صرف اسی خط کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگائی گئی ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی۔ جس کے نگینے پر نقش تھا **محمد رسول الله** ۔ایک قول یہ ہے کہ اس پر نقش تھا ’**لااله الا الله محمد رسول الله**‘.

۷ھ:

اس سال ماہ محرم میں غزوہ خیبر پیش آیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر ہجرت کے چھٹے سال میں ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ خیبر کی طرف صرف وہی حضرات نکلے ہیں کہ جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی تھی۔ حدیبیہ والوں کے علاوہ صرف بنوحارثہ کے ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کی اجازت عطا فرمائی۔ مدینہ منورہ پر سباع بن عرطفۃ غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور ایک قول یہ ہے کہ ابورہم کلثوم بن حسین غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں کے قلعوں کو فتح فرمایا۔ اور یہ وہی وعدے کا ایفاء

ہے جو اللہ عز و جل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس قول میں فرمایا تھا' **وأخــرىٰ لـم تقدروا عليها قد أحاط الله بها**'.

فدک والوں کو جب غزوۂ خیبر کے واقعات کی خبر پہنچی اور انہیں تفصیلات کا علم ہوا تو وہ ڈر گئے اور انہوں نے اپنے قاصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں بھیجے۔ یہ قاصد خیبر میں ہی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے تھے یا خیبر کے رستے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے دونوں اقوال ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قاصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کی آمدنی کی ایک معقول مقدار پر ان کی پیشکش قبول فرمالی۔ چونکہ فدک پر فوج سے حملہ کر کے فتح کی نوبت نہیں آئی بلکہ فدک والوں نے خود ہی صلح کی کوششیں شروع کیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرمالیا اس لئے فدک صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیلئے خاص تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی قریٰ میں تشریف لے گئے اور اس کو فتح فرمایا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں کے بادشاہ کے پاس خط دے کر بھیجا۔ جس نے اس گرامی نامے کو چاک کر ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا' **مَـزَّقَ الـلّٰهُ عَلَيْهِ مُلْكَهٗ**' اللہ اس کے ملک کو بھی پارہ پارہ فرمائے۔ اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو روم کے شہنشاہ قیصر کی طرف خط دے کر بھیجا۔ اسی سال حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو سواروں میں شامل فرما کر لخمیّہ کے علاقہ میں بھیجا۔

اسی سال غزوہ ذات السلاسل ہوا جو شام کے رستے کے قریب ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بنو سعد کے لوگوں کے ساتھ جا کر بنو قزاعہ اور ان کے قریب والوں سے غزوہ کیا۔ اس موقع پر انہوں نے مزید مدد کی ضرورت محسوس کی تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں درخواست ارسال کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر امداد بھیجی۔ جو حضرات وہاں تشریف لے گئے ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اوران کے علاوہ دیگر مہاجرین بھی تھے۔ان سب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کوامیر مقرر فرمایا۔

اسی سال ذی القعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یہ وہی مہینہ ہے جس میں مشرکین نے مسلمانوں کو مسجد حرام سے روک دیا تھا۔مدینہ سے روانگی پر تو ہتھیار ہمراہ تھے لیکن جب یہ حضرات یاتج تک پہنچے تو تمام زائد اسلحہ اتار کر رکھ دیا اوراحرام کی حالت میں اس طرح مکہ مکرم میں داخل ہوئے کہ جتنا اسلحہ ایک عام سوار کے پاس ہوتا ہے یعنی تیر اور نیام میں بند تلواریں وہی ہمراہ تھا۔اسی شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔اس غزوہ کو غزوۂ قضیہ کہا جاتا ہے۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔جس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے باہر کے علاقے میں قیام فرما ہوئے تھے۔ یہ ذی القعدہ کی سولھویں تاریخ تھی۔ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام صرف تین دن رہا کہ قریش کی طرف سے بطورِ شرط صرف اتنے قیام کی ہی اجازت تھی۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے کوچ فرمایا اور اپنے غلام حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا تاکہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آجائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقام سرف میں شب زفاف فرمائی۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں اس لئے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بھی خالہ ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی کو نکاح کیلئے اپنا وکیل بنایا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد

نکاح میں دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع اور انصار کے ایک آدمی کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اور نکاح کے وقت یہ دونوں حضرات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے وکیل تھے۔

اسی سال غزوۂ زید بن حارثہ ہے جو عراق کے رستے میں طرف کی جانب واقع ہے وہ وہاں سے بغیر کسی نقصان کے واپس آئے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور غابہ کی طرف بھیجا اور ان کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ رفاعہ بن قیس قبیلہ قیس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیلئے اکٹھا کر رہا ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات خاموشی سے وہاں پہنچے اور ابن ابی حدرد نے اسے تیر مارا اور قتل کر دیا۔

اسی سال غزوۂ ابن ابی حدرد پیش آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی خشب کی طرف حضرت ابن ابی حدرد کی قیادت میں ایک جماعت کو بھیجا۔

اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف بنایا۔ ایک قول یہ ہے کہ منبر ۸ھ میں بنا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منبر کی لکڑی غابہ کے جنگل سے لائی گئی تھی۔ جسے سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کے غلام نے بنایا تھا۔ دیگر کی رائے یہ ہے کہ ایک انصاری عورت کے غلام نے بنایا تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کے غلام نے منبر بنایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کیلئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنا جس پر سہارا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے وہ آواز سے رو پڑا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اتر کر اس کے قریب تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا تب جا کر وہ چپ ہوا۔

۸ھ:

اسی سال غزوہ موتہ پیش آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج موتہ کی طرف بھیجی۔ موتہ شام کے علاقے میں ہیں۔ جمادی الاولیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فوج بھیجی اور ان پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر بنیں۔ اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔ چنانچہ ان کا ہرقل کی فوج کے ساتھ جو وہاں اکٹھی تھی مقابلہ ہوا۔ جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان میں ایک منظّم فوج کی تعداد ایک لاکھ بیان کی جاتی ہے جو آزمودہ کار سپاہی تھے۔ یہ فوج اس کے علاوہ ہے جو قبائلِ عرب میں سے ان کے ساتھ مل گئے تھے۔

یہ مقابلہ موتہ میں پیش آیا۔ جن حضرات کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لئے تھے وہ سب شہید ہو گئے۔ پھر مسلمانوں نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی فوج کو قتل کیا۔ فتح کی خوشخبری لے کر ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حالانکہ اس خبر کے آنے سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح کی خوشخبری سنا چکے تھے۔

اسی سال دخان ہوا۔ **يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ** ۔ نیز اسی سال غزوۃ الفتح پیش آیا۔ جب کہ ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس کی خواہش یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدت صلح بڑھادیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا اور ابوسفیان مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرمایا کہ بظاہر آپ قبیلہ ہوازن سے لڑنے کیلئے نکلنے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور مدینہ منورہ پر ابورہم الغفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ پھر ذوالحلیفہ میں پہنچ کر دستوں کی ترتیب درست فرمائی اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

ذوالحلیفہ ہی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ملے۔ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ وہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشلَّل کی طرف ایک دستہ دے کر بھیجا۔ جس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امیر مقرر فرمایا اور مشلَّل کے بت کو گرانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ فرمایا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خیمہ زن ہوئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آٹھ ہزار یا دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ روانگی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہت سفر کو لوگوں سے چھپایا تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کس جگہ کا ہے۔ اللہ عزوجل سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا گو رہے کہ مشرکین مکہ سے یہ سفر مخفی رہے۔

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ مکرمہ کے سال دس ہزار یا بارہ ہزار کی فوج لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حال یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پالان کے سامنے والی، اگلی لکڑی کی طرف مکمل طور پر جھکے ہوئے تھے۔ قریب تھا کہ وہ ٹوٹ جاتی۔ یہ تواضع اور اللہ عزوجل کے سامنے شکر کا اظہار تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جارہے تھے 'اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ'.

فتح مکہ کے بعد صفا ومروہ پر جو بت تھے انہیں گرایا گیا اور بیعت ہونے والے مردوں اور عورتوں کے ہجوم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پر تین دن تک بیعت فرماتے رہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور یہ عظیم الشان واقعہ ۸ھ رمضان المبارک کی ۱۹ویں تاریخ کو پیش آیا۔ جب کہ اس سے قبل ٦ھ میں خیبر فتح ہو چکا تھا۔ مشرکین مکہ کی مدینہ منورہ پر آخری لشکر کشی ۴ھ میں ہوئی تھی جسے غزوہ خندق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ ۸ھ میں کعبہ سے مقام ابراہیم کو نکالا گیا۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرایا بھیجے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رُمَیصہ والوں کی طرف بھیجا۔ پھر دوبارہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کو نخلہ یمانیہ کی طرف بھیجا۔ جو نخلہ میں ایک جگہ تھی جس میں ایک درخت تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی۔ چنانچہ اس کو انہوں نے گرادیا اور واپس لوٹ آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں واپس بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ ’اَقْلِعْ اَصْلَهَا‘ کہ اس کی جڑوں کو بھی اکھاڑ کر پھینک دو۔

اسی سال غزوۂ حنین پیش آیا جس کا سبب یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کی مدد کیلئے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا تو قبیلہ ہوازن کو خبر ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ وہ تیار ہوگئے یہاں تک کہ سوق ذی المجاز تک پہنچ گئے۔ ان کی نقل وحرکت کی اطلاع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ سے روانہ ہوئے اور سفر کرتے ہوئے وادی حنین کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہ اتوار کی رات تھی۔ اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح فرمائی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ حنین ہی میں قیام فرمایا اور یہاں رہ کر مختلف جگہ سرایا بھیجتے رہے۔اس کے بعد اسی سال میں غزوہ طائف ہوا۔غزوہ طائف سے فارغ ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ ثقیف کے جمع ہونے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا محاصرہ فرمایا۔

اسی سال غزوہ جعرانہ ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف سے فارغ ہوئے تو ذو القعدۃ کے آخر میں عمرۃ الجعرانہ ادا فرمایا۔ اس عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ذی القعدہ کے بقیہ دن اور ذی الحجہ کا مہینہ مقیم رہے۔ اور عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور عرفات میں مسلمانوں نے بھی وقوف کیا اور مشرکین نے بھی جیسا کہ مشرکین زمانہ جاہلیت سے کرتے چلے آئے تھے۔

۹ھ:

اس سال لوگ بڑی کثرت کے ساتھ اور تیزی سے اسلام کی طرف آنے لگے۔ اسی سال مسیلمۃ الکذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب ارسال فرمایا۔ اسی سال غزوہ تبوک پیش آیا جسے جیش العسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کی طرف خطوط بھیجے۔ جن قبائل میں اسلام پھیلنا شروع نہیں ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور جن قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا ان کو رومیوں سے غزوے کیلئے نکلنے کو لکھا اور ان سب سے تبوک کا وعدہ فرمایا اور حکم دیا کہ وہاں آکر ملیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کی پہلی تاریخ کو تبوک کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ منزلوں پر منزلیں طے کرتے تبوک پہنچ گئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک شدید گرمی میں پیش آیا ہے۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ تبوک تشریف آوری پر رومیوں کے شہنشاہ کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بادشاہ کا جواب اور اپنی طرف سے پیغام دے کر اس وفد کو واپس بھیجا۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ٹھہر کر قرب وجوار کے علاقوں میں سرایا روانہ فرمائے۔

اسی غزوے میں منافقین کی ایک جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھاٹی سے نیچے گرادیں۔ لیکن اللہ عزوجل نے منافقین کی اس حرکت کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے خبر دے دی اور اس کیلئے آیت اتری۔ جو سورۃ برأۃ میں ہے۔

اسی طرح تین صحابہ کرام جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے ان کے تذکرے کی آیات بھی نازل ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شوال میں مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج کرنے کیلئے بھیجا۔ ان کے روانہ ہو جانے کے بعد سورۃ برأۃ نازل ہوئی تو سورۃ برأۃ کی آیات دے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں سورۃ برأۃ کی آیات کا اعلان فرمائیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'اول من اقام للناس الموسم ابو بکر' کہ اسلامی حج کے امیر سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۹ھ میں بنائے گئے۔

۱۰ھ

اب اسلام تام ہو گیا۔ ہر جگہ عام ہو گیا۔ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کی طرف بھیجا تو وہ بغیر کوئی نقصان اٹھائے وہاں سے واپس پہنچے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو داروم کی طرف بھیجا جو فلسطین کے علاقے میں واقع ہے۔ انہوں نے بہت سارا مال غنیمت حاصل کیا اور خود سلامت رہے اور واپس لوٹے۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینۃ بن حصن رضی اللہ عنہ کو بنوالعنبر کی جانب بھیجا کہ ان کو اسلام کی دعوت دیں لیکن انہوں نے دعوت قبول نہیں کی تو ان سے انہوں نے قتال کیا اور انہیں قیدی بنایا۔ اسی سال بحرین کا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا جو ایک لاکھ یا اس سے آٹھ ہزار درہم زیادہ تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دراہم کو لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسری بار پھر یمن کی طرف بھیجا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بھیجنا علم دین کی تعلیم کی خاطر تھا جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمال سے صدقات کی وصولی کیلئے تھا۔ روانگی کے وقت انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع میں آ کر ملیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں آ کر ملے۔

اسی سال حجۃ الوداع ہوا۔اس کا نام حجۃ الوداع اس لئے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کوالوداع فرمایا۔اوراس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے۔اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا'هَلْ بَلَّغْتُ؟' ۔اور حجۃ الاسلام بھی اس کا نام ہےاس لئے کہ یہ وہ حج ہے کہ جس میں حج کا یہ عظیم الشان رکن تنہا صرف مسلمانوں نے ہی ادا کیا۔کوئی ایک مشرک بھی اس حج میں شامل نہیں تھا۔

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو یمن میں ذوالکلاع کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ ذوالکلاع نے اسلام قبول کیا اور جریر رضی اللہ عنہ اس وقت واپس لوٹے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی تھی۔

۱۱ھ

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ کوشام کے علاقے میں موتہ کی طرف بھیجااور انہیں حکم فرمایا کہ ان سے قتال کریں۔مگر اسامہ رضی اللہ عنہ کے بھیجنے کے اس امر کی تنفیذ نہیں ہوسکی یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس امر کونافذ فرمایا۔

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ **فيها قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم بأبى هو وامى صلى الله عليه وسلم ورحم وكرم** ۔ربیع الاول کی بارہویں تاریخ پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے۔ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں،آپ کی باری میں،آپ کے سینے پروفات ہوئی۔یہ چاشت کاوقت تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منگل کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا اور

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ تنہا تنہا پڑھی کوئی اس نماز میں امام نہیں تھا۔ تدفین کے متعلق ایک قول یہ ہے اس وقت ہوئی جب کہ جب سورج ڈھل چکا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صالح شریک تھے۔ اور یہی حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں اترے۔ اور کہا گیا ہے کہ ان حضرات کے ساتھ حضرت اسامہ اور اوس بن خولی بھی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور تکلیف حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں صفر کی اٹھائیسویں تاریخ میں بدھ کے دن شروع ہوئی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں منتقل ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر بیماری مزید بڑھ گئی یہاں تک کہ وفات ہوگئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے لوگوں کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

اسی سال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی گئی۔ وفات حسرت آیات کا سن کر عرب میں سے کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ اسی سال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابن العجاء کو جلادیا جس کا نام یاس بن عبداللہ بن یعلیل ہے اور یہ اس لئے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ وہ مرتدین سے لڑنے پر اس کی تعیین کریں اور اسے سواری دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تو وہ روانہ ہوگیا لیکن میدان کارزار میں پہنچ کر اس نے مسلمانوں اور مرتدین دونوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا چنانچہ ان کی ہدایت پر ابن العجاء پکڑا گیا۔ کہا گیا ہے کہ اس کو آپ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور پھر جلادیا۔

اسی سال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کی جانب فوج لے کر پیش قدمی کی اور اس کو

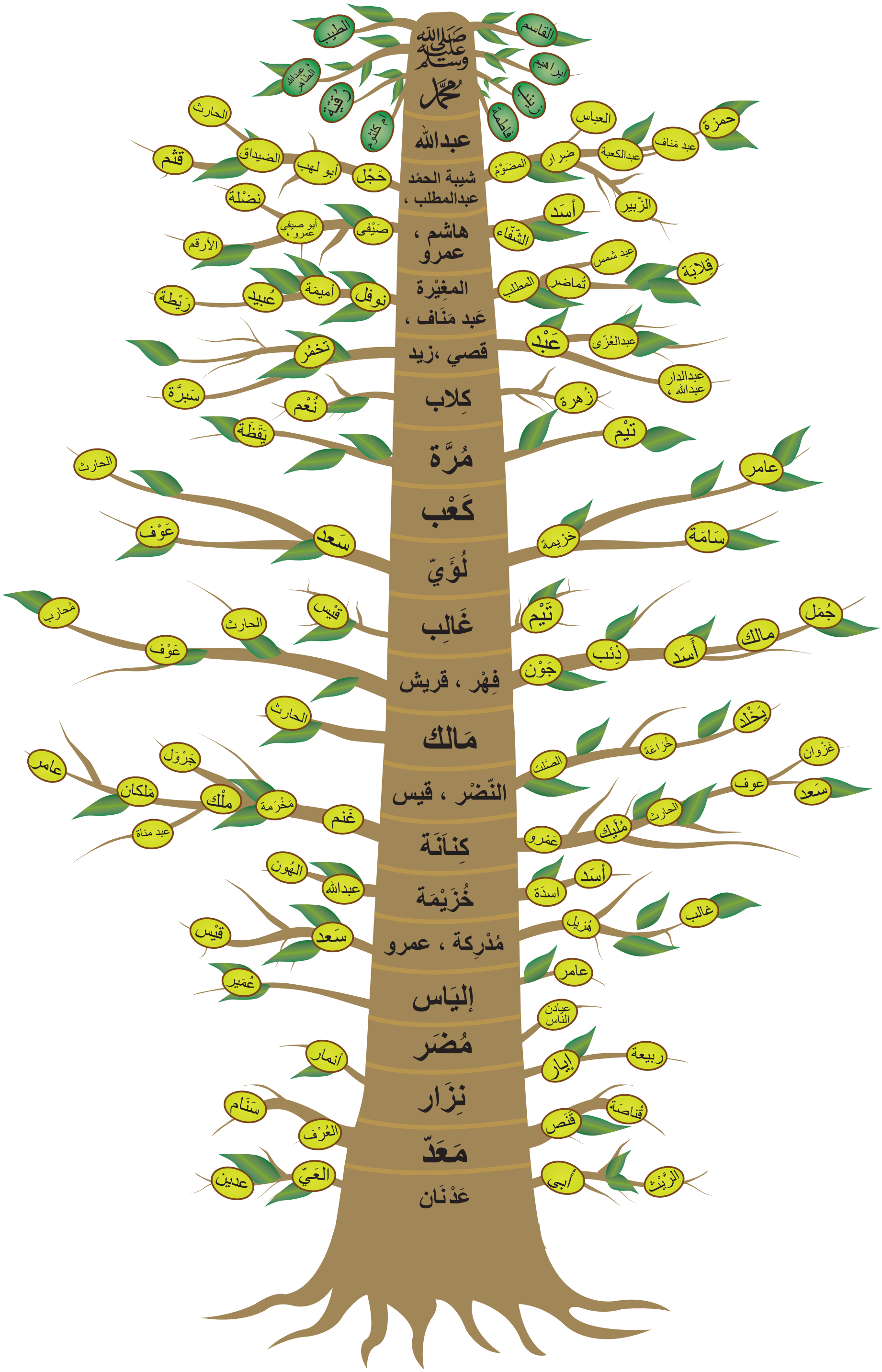
شکست دی۔اس کے ساتھی قتل کیئے گئے اور طلیحہ فرار ہوا۔ بعد میں وہ اسلام لے آیا اور بہت اچھا مسلمان رہا۔اس کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق مسیلمہ کے تعاقب میں یمامہ کی طرف بڑھے۔اسی طرح ایک اور عورت تھی جسے سجاح بنت حارث کہا جاتا ہے جو بنوتمیم میں سے تھی جس سے مسیلمہ نے نکاح کیا تھا۔کہا گیا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یمامہ صلح سے فتح کیا۔آپ سے یمامہ پر مجاعہ بن مزارعہ نے صلح کی اور مسلمانوں میں سے گیارہ سوافراد جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔اور کہا گیا ہے کہ چودہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سے ستروہ حضرات تھے جو قرآن کریم کے حافظ عالم تھے۔

اسی سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک کی تین تاریخ کو وفات ہوئی جب کہ ان کی عمر شریف انتیس برس تھی۔اور یہ وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ایک قول یہ ہے کہ تین ماہ بعد وفات ہوئی۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلا قول ہی زیادہ ثبوت والا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصر ۲۰ھ میں فتح ہوا اور افریقہ بھی فتح ہوا جس دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی وفات ہوئی۔ان کے علاوہ کہتے ہیں کہ ۲۷ھ میں مصر اور افریقہ فتح ہوا ہے۔اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی جب کہ ان کی عمر ۳۲ برس تھی۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ۸۷ برس کی عمر ملی۔ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بیالیس برس میں ہوئی۔اور کہا گیا ہے کہ ۳۸ برس میں آپ کا انتقال ہے۔سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اس وقت ہوئی ہے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تین سال باقی رہ گئے تھے۔

سید الغزاۃ صلی اللہ علیہ وسلم
کے غزوات




صلى الله عليه وسلم
محمد
الطيب
القاسم
عبدالله الطاهر
إبراهيم
رقية
زينب
أم كلثوم
فاطمة
عبدالله
الحارث
العباس
حمزة
قثم
الضيداق
أبو لهب
حجل
المقوّم
ضرار
عبدالكعبة
عبد مناف
شيبة الحمد
عبدالمطلب ،
نضلة
الزبير
أبو صيفي عمرو ،
صيفى
هاشم ،
عمرو
الشفاء
أسد
الأرقم
عبد شمس
المغيرة
عبد مناف ،
نوفل
أميمة
عبيد
ريطة
المطلب
تماضر
قلابة
قصي ،زيد
تخمر
عبد
عبدالعزى
عبدالدار
عبدالله ،
كلاب
سبرة
نعم
زهرة
مرة
يقظة
تيم
كعب
الحارث
عامر
عوف
سعد
خزيمة
سامة
لؤي
غالب
قيس
تيم
جمل
محارب
الحارث
مالك
عوف
ذئب
أسد
فهر ، قريش
جون
مالك
الحارث
يخلد
خزاعة
غزوان
الصلت
النضر ، قيس
عامر
جرول
ملكان
ملك
مخرمة
غنم
عوف
سعد
عبد مناة
كنانة
الحارث
عمرو
مليك
الهون
عبدالله
خزيمة
أسد
أسدة
هذيل
غالب
قيس
سعد
مدركة ، عمرو
عامر
عمير
إلياس
عيادن الناس
مضر
أنمار
إيار
ربيعة
نزار
سنام
العرف
قنص
قناصة
معد
عدين
العي
أبي
الريث
عدنان

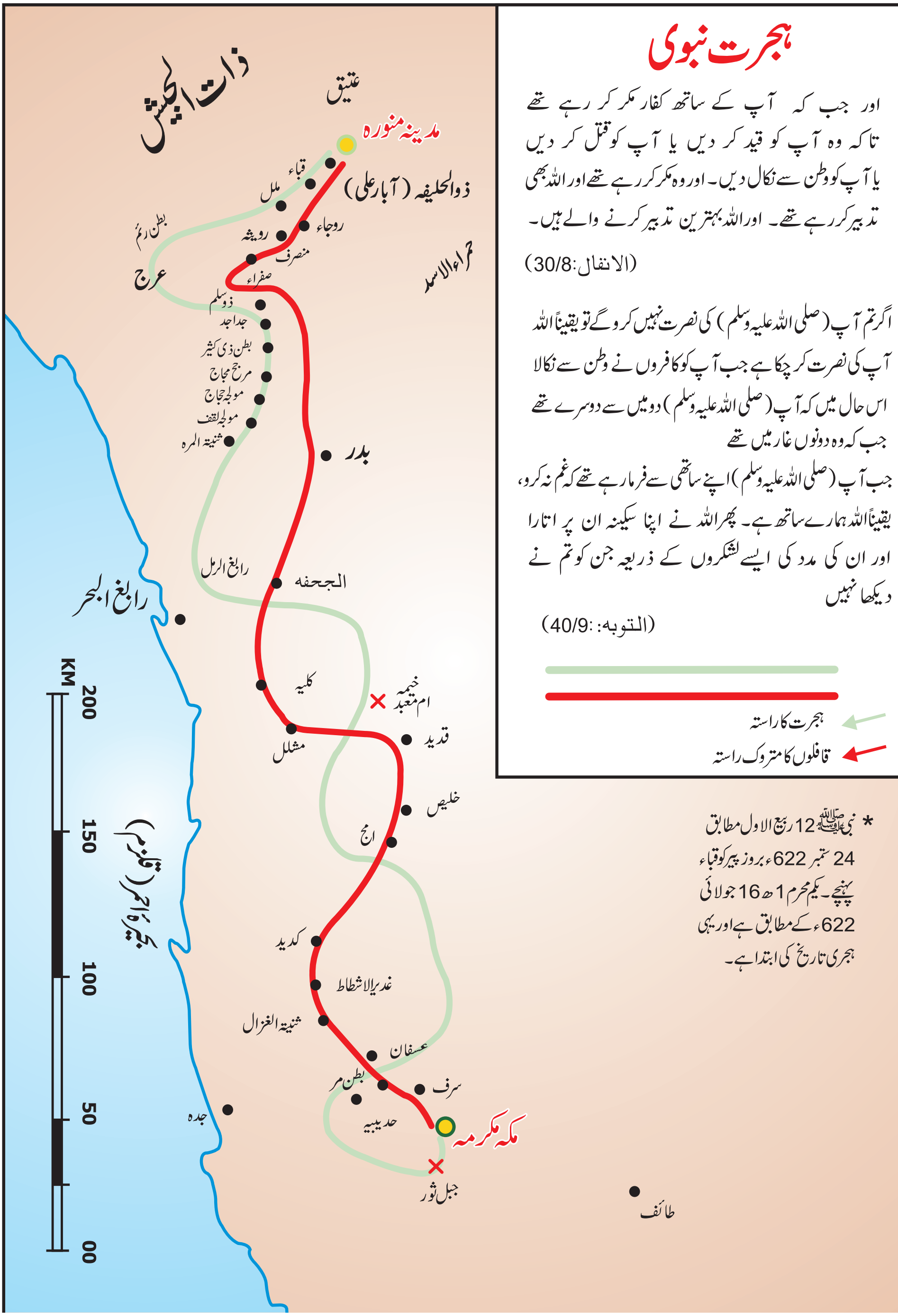
ہجرت نبوی

اور جب کہ آپ کے ساتھ کفار مکر کر رہے تھے تاکہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو وطن سے نکال دیں۔ اور وہ مکر کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہے تھے۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والے ہیں۔

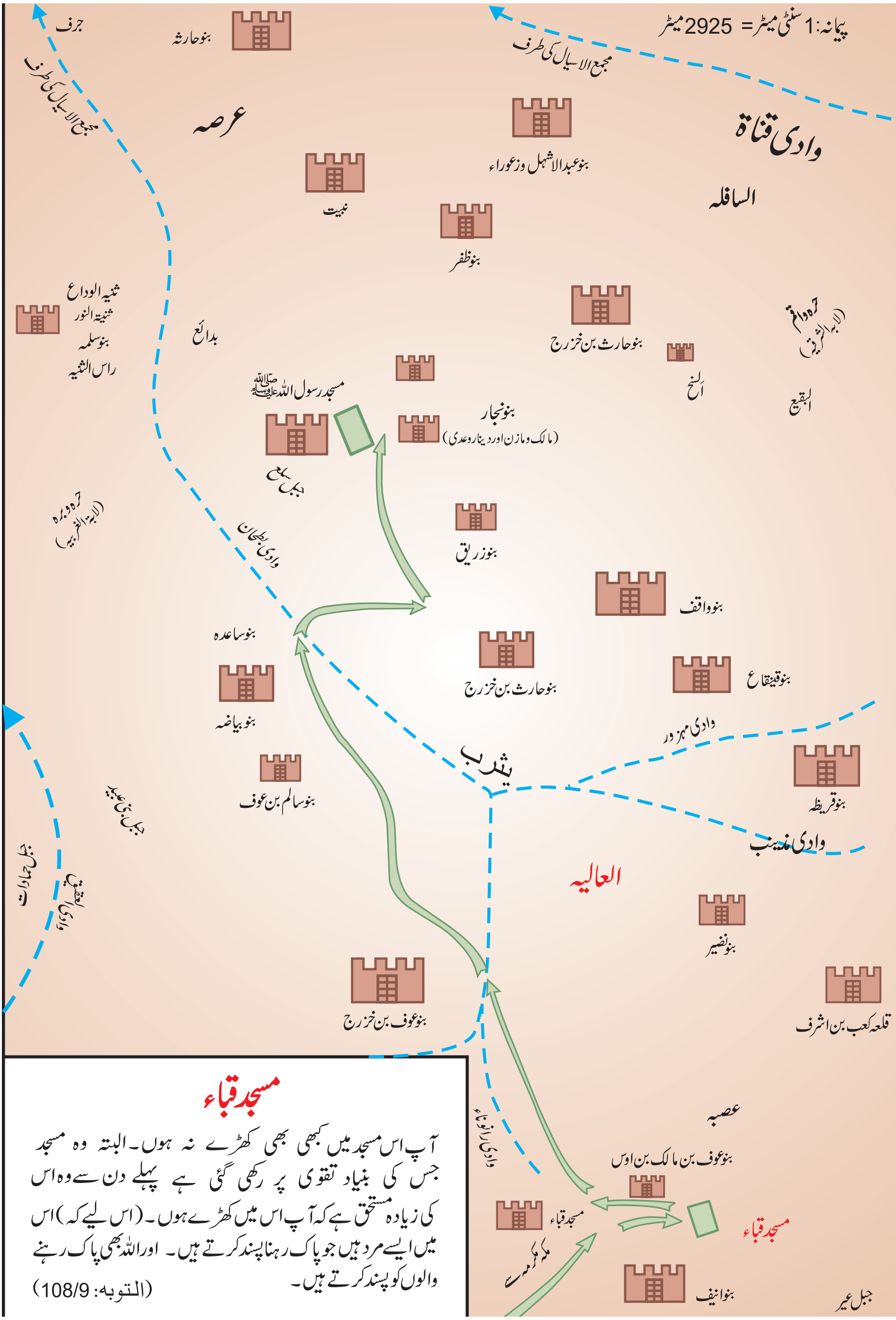
(الانفال:30/8)

اگر تم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت نہیں کرو گے تو یقیناً اللہ آپ کی نصرت کر چکا ہے جب آپ کو کافروں نے وطن سے نکالا اس حال میں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دو میں سے دوسرے تھے جب کہ وہ دونوں غار میں تھے
جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنا سکینہ ان پر اتارا اور ان کی مدد کی ایسے لشکروں کے ذریعہ جن کو تم نے دیکھا نہیں

(التوبہ:40/9)



* نبی ﷺ 12 ربیع الاول مطابق 24 ستمبر 622ء بروز پیر کو قباء پہنچے۔ یکم محرم 1ھ 16 جولائی 622ء کے مطابق ہے اور یہی ہجری تاریخ کی ابتدا ہے۔

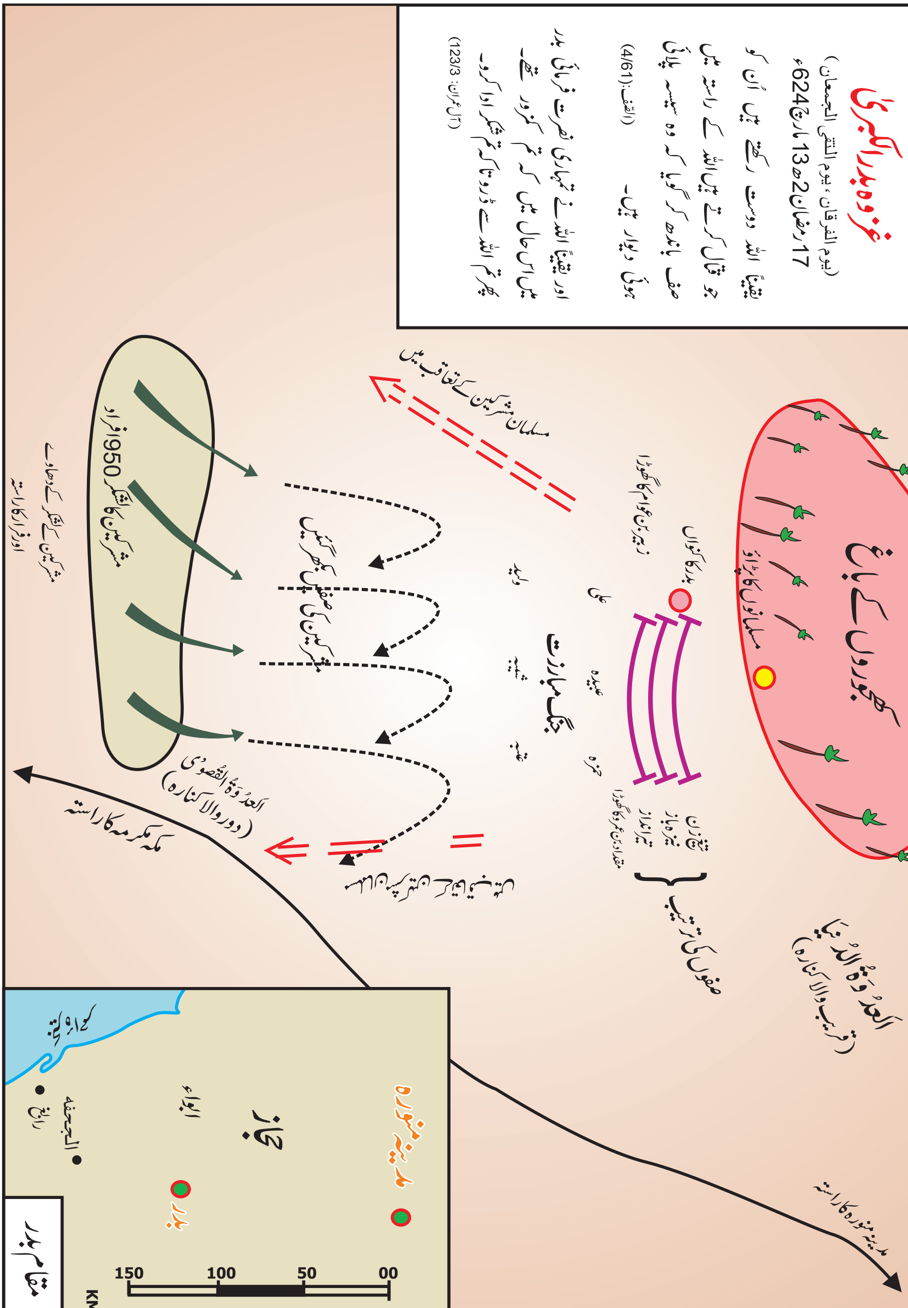


مسجد قباء

آپ اس مسجد میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ اس کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ (اس لیے کہ) اس میں ایسے مرد ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

(التوبہ: 108/9)

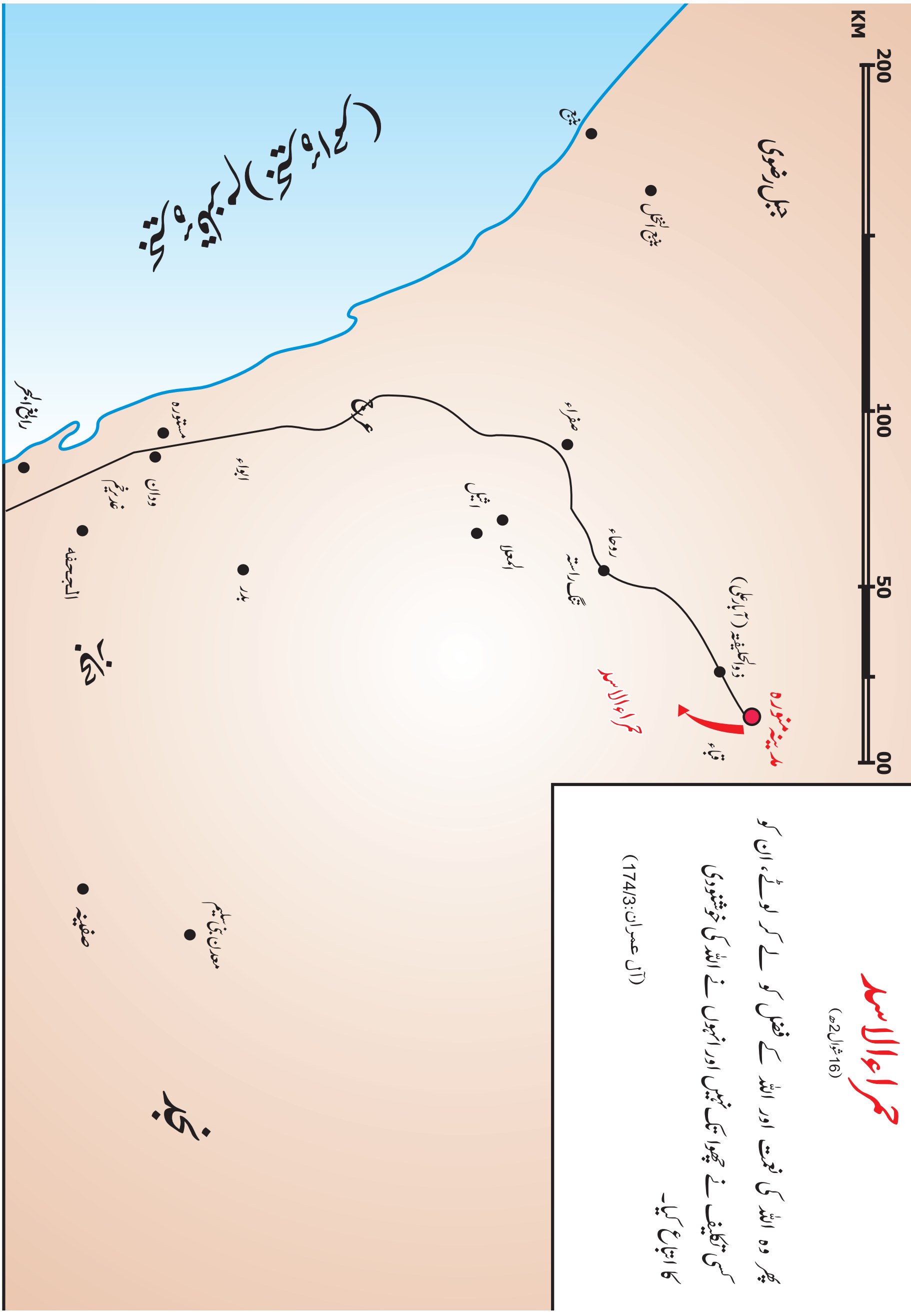
مقصد سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	شرکائے سفر	جہت سفر	تاریخ سفر
جنگ میں کافروں کی تعداد ۱۰۰۰ تھی ۔ ۷۰ صنادید قریش قتل اور ۷۰ قید ہوئے۔	ابو لبابہ بن عبد المنذر الانصاریؓ	۸۳ مہاجرین اور ۲۲۹ انصار	غزوۂ بدر کبریٰ	۱۷/ ۱۹/ ۲۰ رمضان ۲ھ



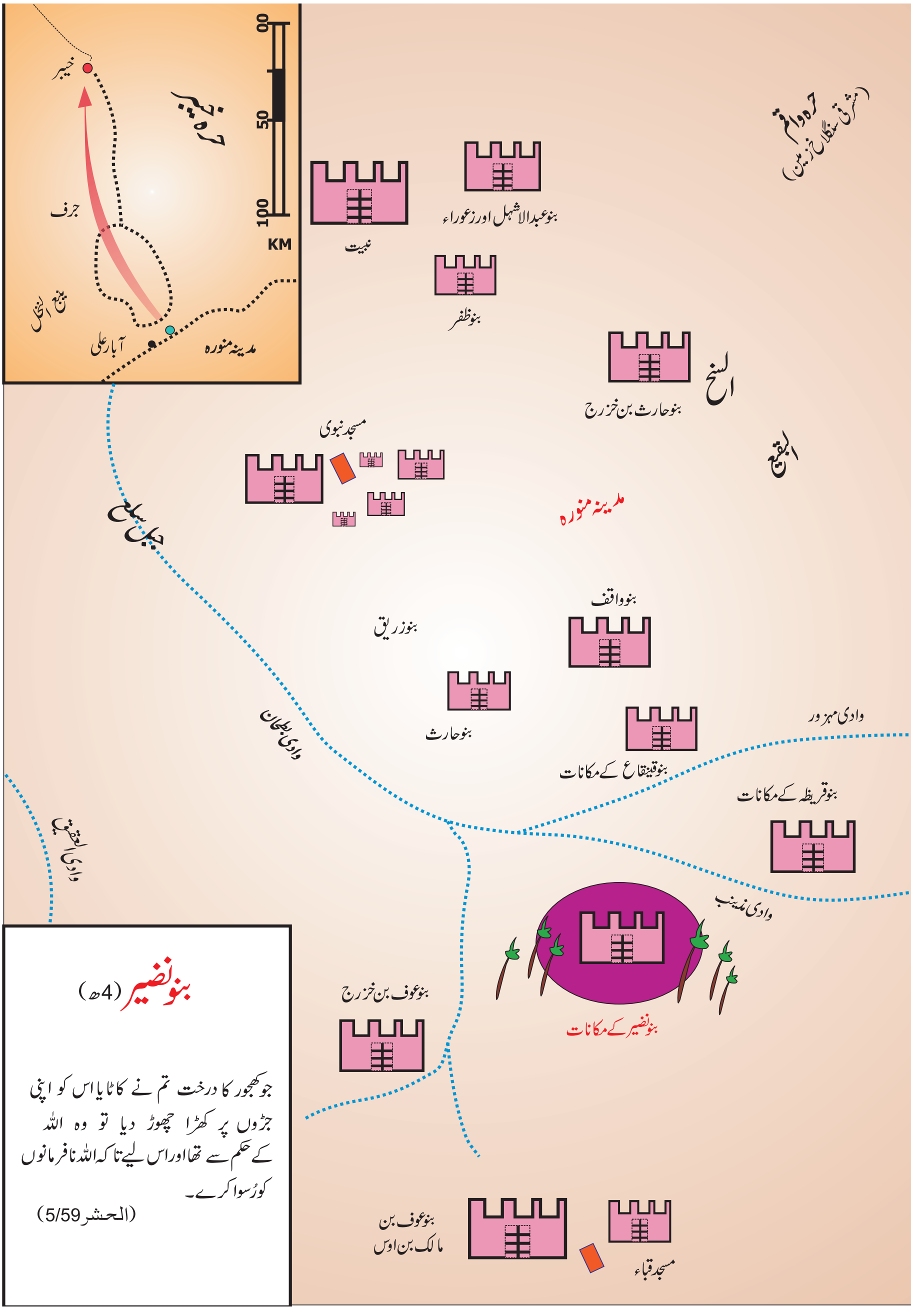
تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
ہفتہ ، ۱۵شوال ۳ھ	غزوۂ احد	۱۰۰۰ افراد۔ جن میں سے ۳۰۰ منافق پلٹ گئے	عبد اللہ ابن ام مکتومؓ	تمام غزوات میں سب سے زیادہ دشوار ثابت ہوا



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت	مقصد سفر
اتوار ۱۶ شوال ۳ھ	غزوۂ حمراء الاسد	۳۶۰ صحابہؓ		جنگ احد سے واپسی پر ابوسفیان اور کفار قریش یہاں جمع ہوگئے تھے۔ ان کے تعاقب میں روانگی ہوئی۔ لیکن وہ خبر لگنے پر بھاگ کھڑے ہوئے۔



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
ربیع الاول ۴ھ	غزوۂ بنی نضیر		ابن ام مکتومؓ	بیس دن کے محاصرہ کے بعد وہ جلا وطنی پر راضی ہوگئے۔

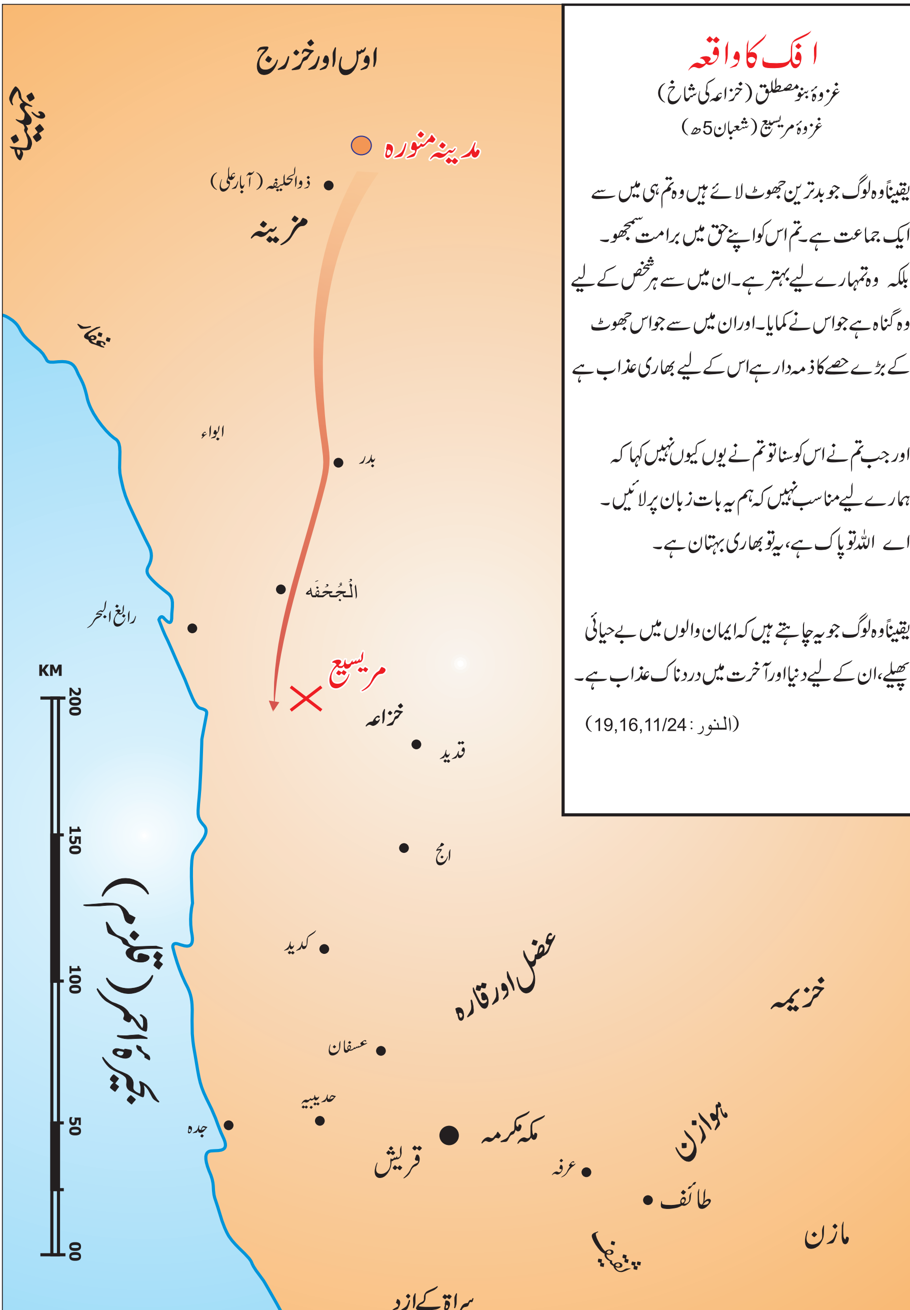


بنونضیر (4ھ)

جو کھجور کا درخت تم نے کاٹا یا اس کو اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو وہ اللہ کے حکم سے تھا اور اس لیے تا کہ اللہ نافرمانوں کو رُسوا کرے۔

(الحشر 5/59)

تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
شعبان ۵ ھ	غزوۂ بنو مصطلق / غزوہ مریسیع	۷۰۰ صحابہؓ	زید بن حارثہؓ یا ابوذر غفاریؓ	دشمنوں کو جنگ میں شکست ہوئی اور غنیمت حاصل ہوئی۔



افک کا واقعہ

غزوۂ بنو مصطلق (خزاعہ کی شاخ)

غزوۂ مریسیع (شعبان 5ھ)

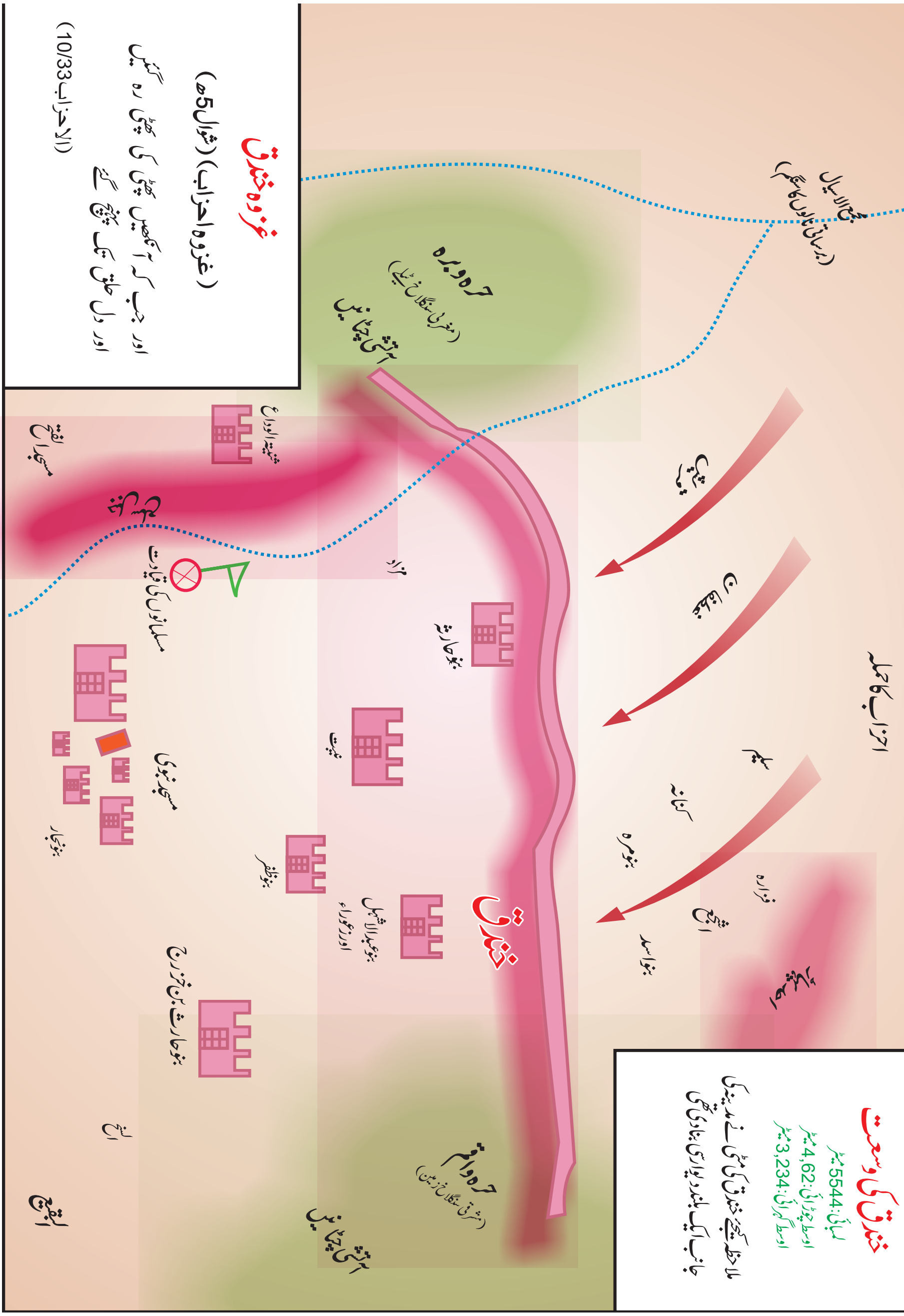
یقیناً وہ لوگ جو بدترین جھوٹ لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ تم اس کو اپنے حق میں برا مت سمجھو۔ بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا۔ اور ان میں سے جو اس جھوٹ کے بڑے حصے کا ذمہ دار ہے اس کے لیے بھاری عذاب ہے

اور جب تم نے اس کو سنا تو تم نے یوں کیوں نہیں کہا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم یہ بات زبان پر لائیں۔ اے اللہ تو پاک ہے، یہ تو بھاری بہتان ہے۔

یقیناً وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(النور: 19,16,11/24)

تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
شوال / ذیقعدہ ۵ھ	غزوۂ خندق / غزوۂ احزاب	۳۰۰۰ صحابہؓ	عبد اللہ ابن ام مکتومؓ	دس یا بارہ یا پندرہ ہزار مشرکین کے حملے کی اطلاع پر مدینہ سے باہر خندقیں کھود کر دشمنوں کو روکنے کیلئے تشریف لے گئے اور کامیاب واپسی ہوئی۔

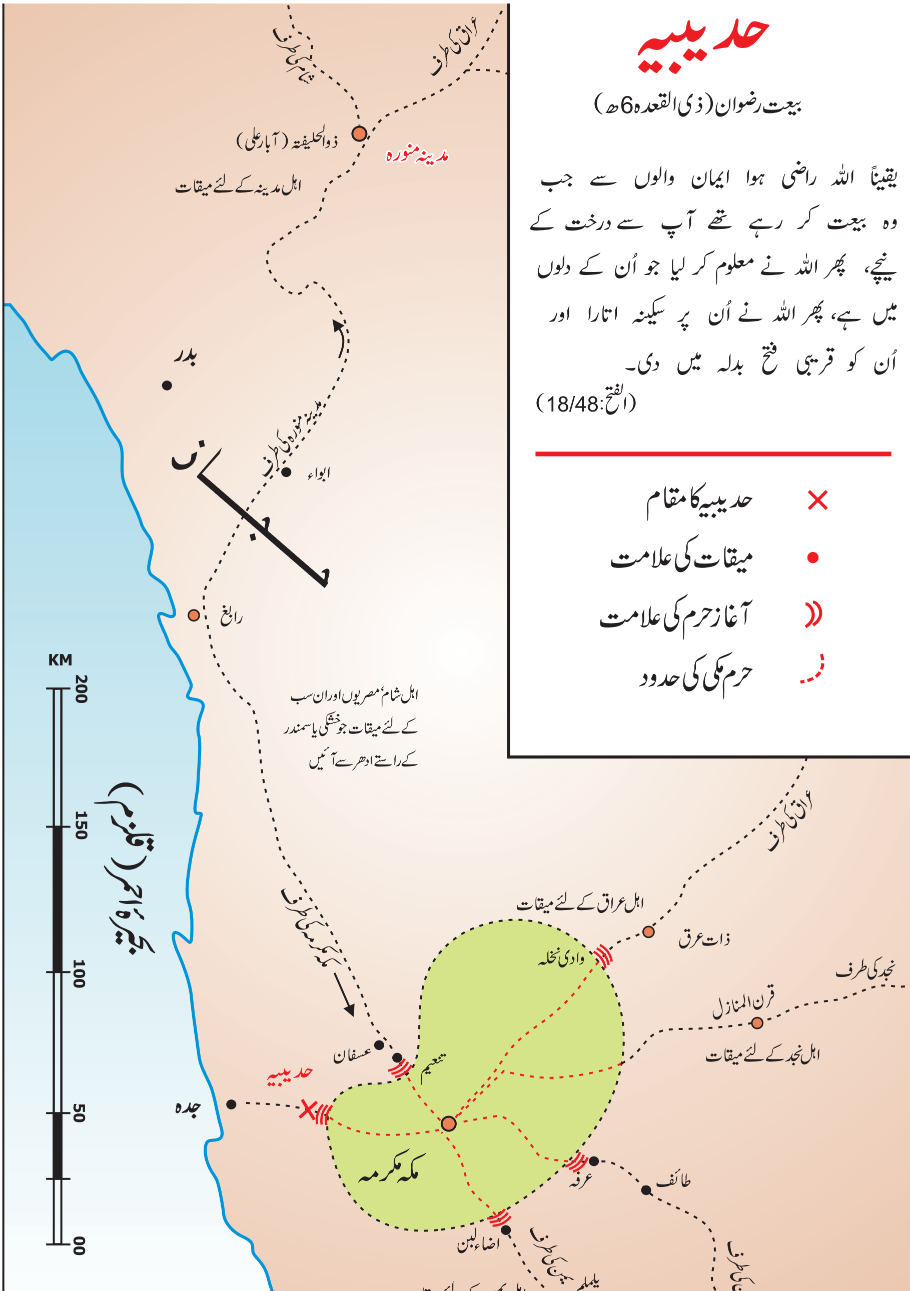


تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
یکم ذیقعدہ ۶ھ	غزوۂ حدیبیہ	۱۴۰۰/ ۱۵۰۰ صحابہؓ	عبد اللہ بن ام مکتومؓ / نُمیلہ بن عبداللہ اللیثیؓ	عمرہ کا ارادہ تھا۔ مگر کفار کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سال نہ کرسکے۔ صلح ہوگئی۔

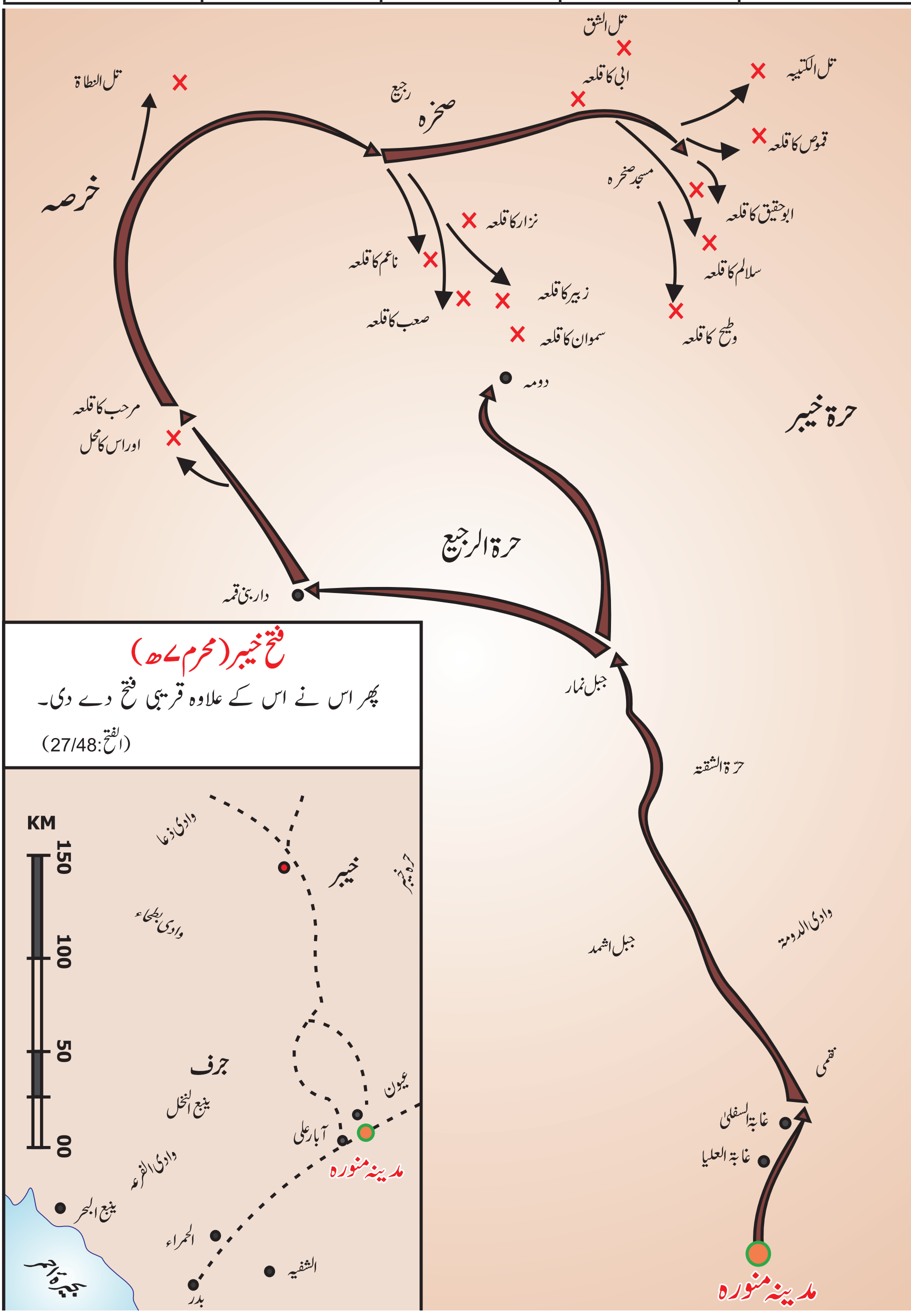
حدیبیہ

بیعت رضوان (ذی القعدہ 6ھ)

یقیناً اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے درخت کے نیچے، پھر اللہ نے معلوم کر لیا جو اُن کے دلوں میں ہے، پھر اللہ نے اُن پر سکینہ اتارا اور اُن کو قریبی فتح بدلہ میں دی۔
(الفتح:18/48)



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
محرم ۷ھ	غزوۂ خیبر	۱۴۰۰ پیادے اور ۲۰۰ سوار	سباع بن عرفطہؓ	خیبر فتح ہوا۔



فتح خیبر (محرم ۷ھ)

پھر اس نے اس کے علاوہ قریبی فتح دے دی۔

(الفتح:27/48)

عمرۃ القضاء

(ذی قعدہ 7ھ)

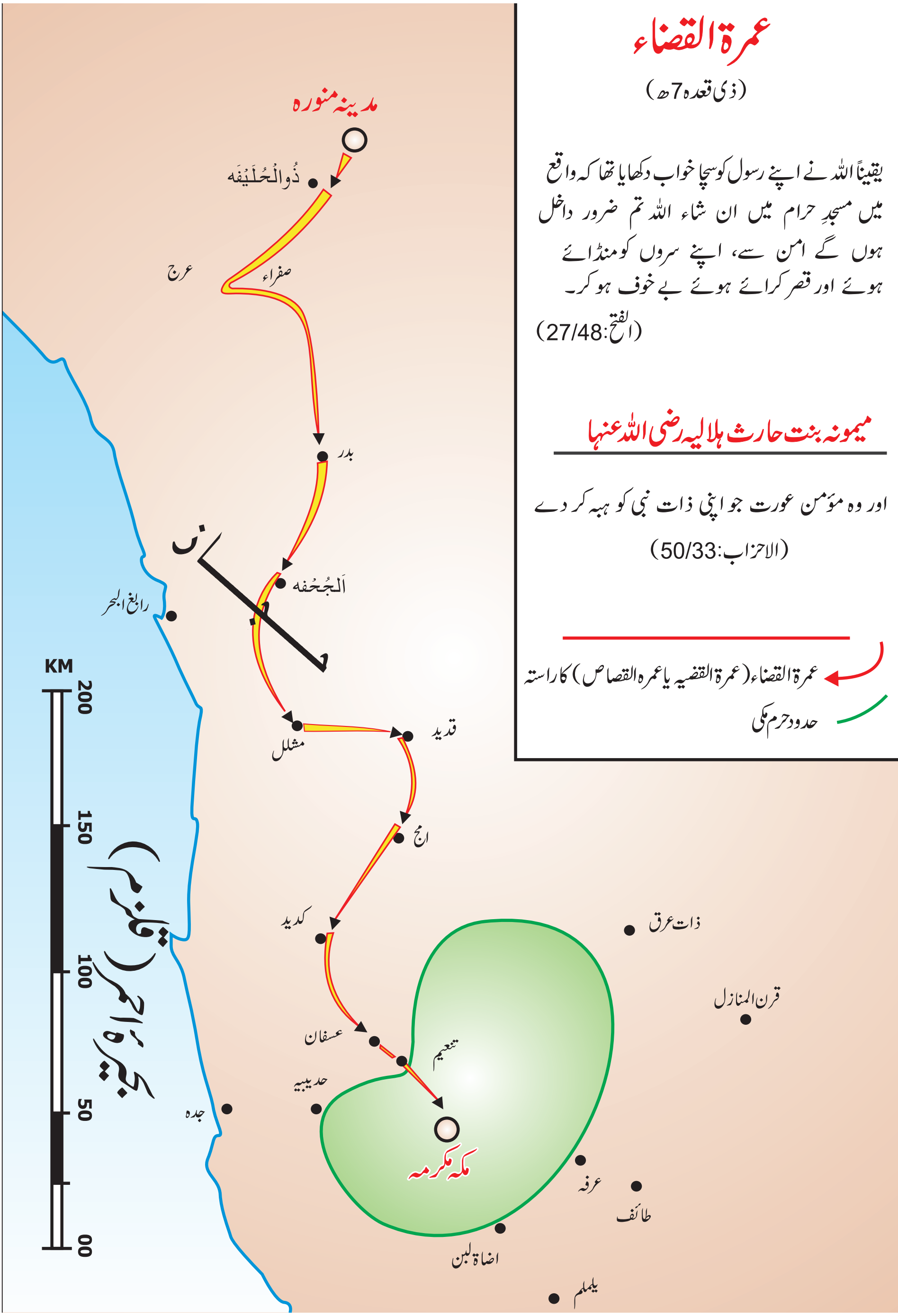
یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا کہ واقع میں مسجدِ حرام میں ان شاء اللہ تم ضرور داخل ہوں گے امن سے، اپنے سروں کو منڈائے ہوئے اور قصر کرائے ہوئے بے خوف ہو کر۔

(الفتح:27/48)

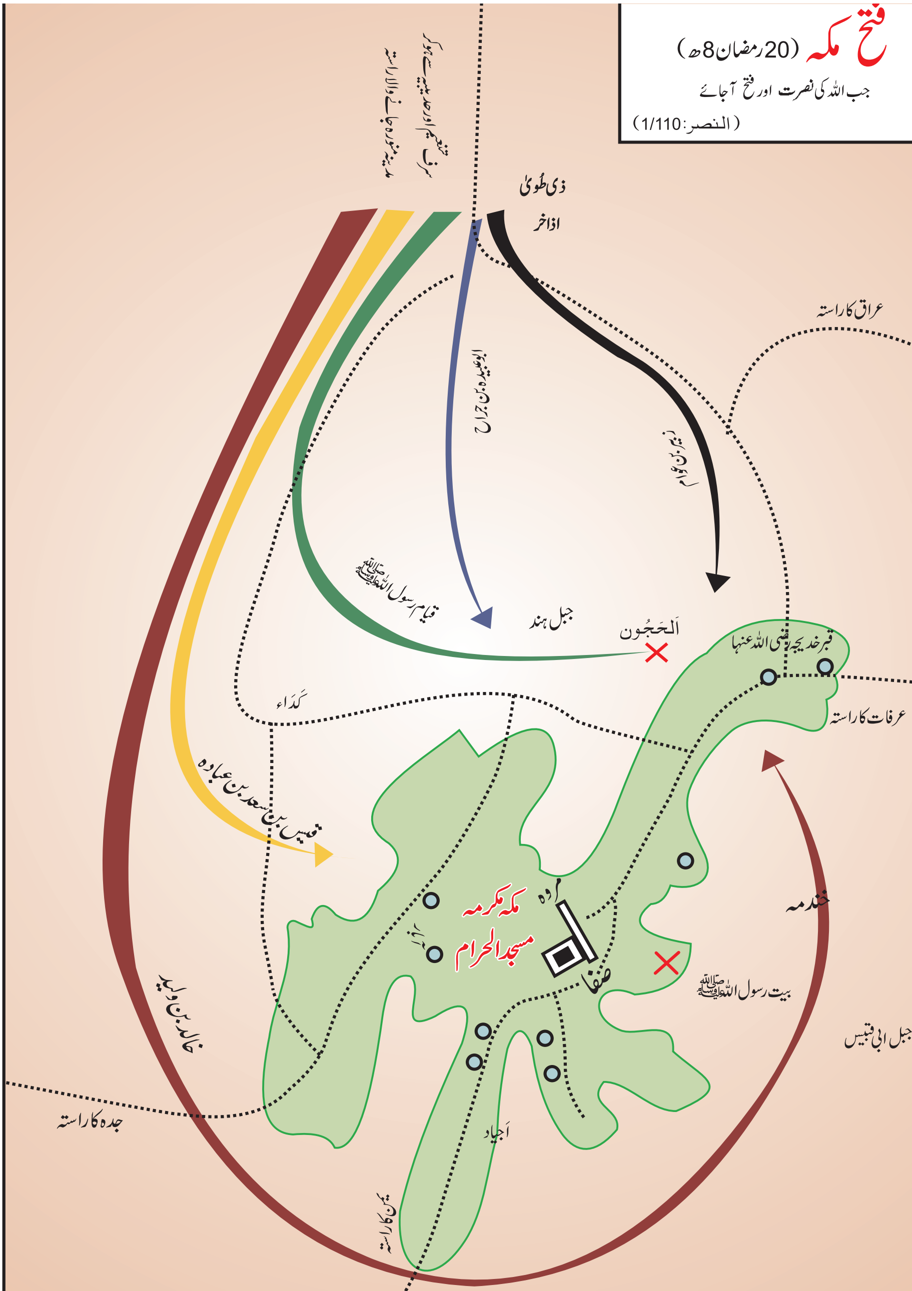
میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

اور وہ مؤمن عورت جو اپنی ذات نبی کو ہبہ کر دے

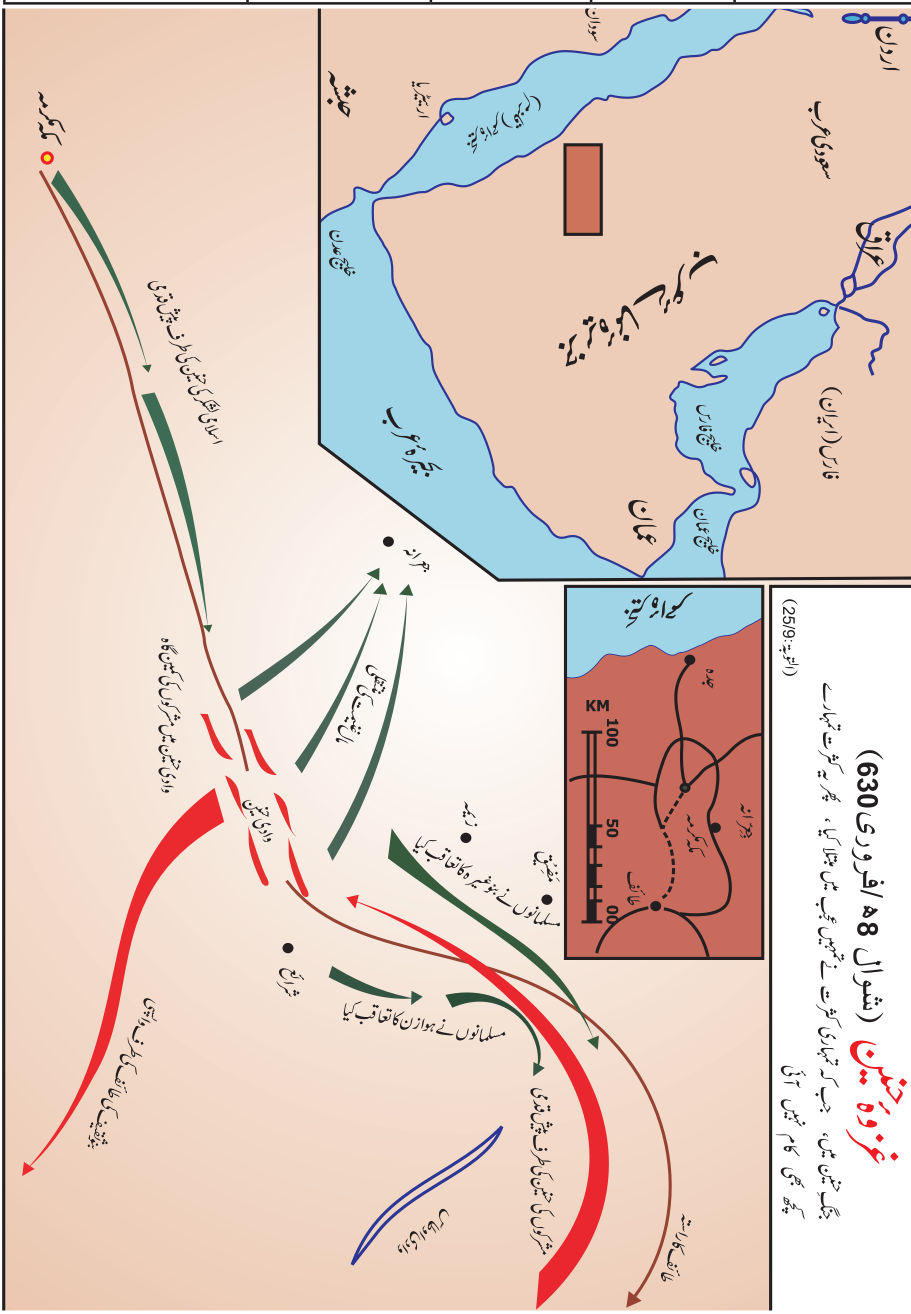
(الاحزاب:50/33)



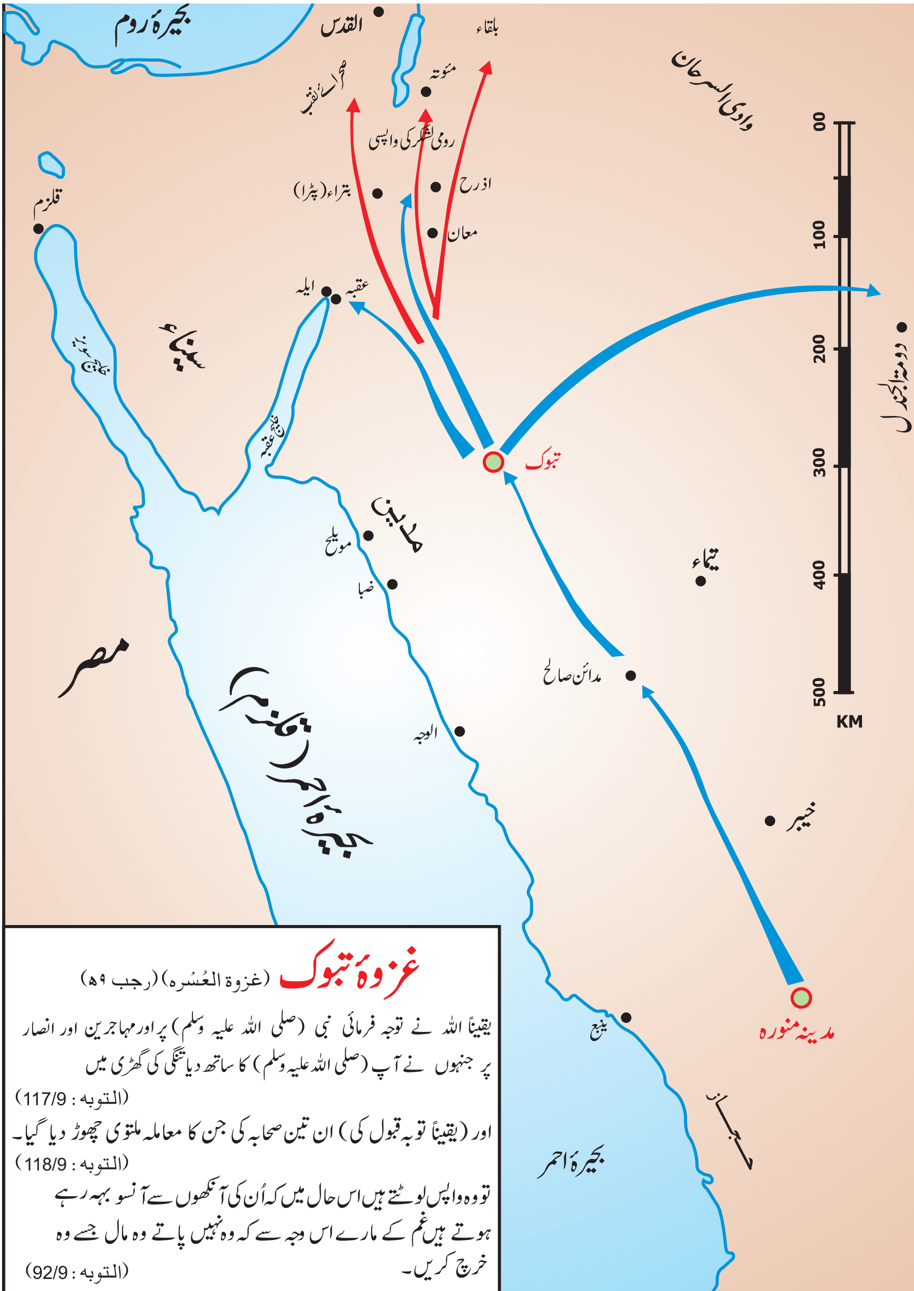
تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
جمعۃ المبارک ۱۷/ ۱۹/ ۲۰ رمضان ۸ھ	فتح مکہ / غزوۃ الفتح	۱۰۰۰۰ قدسی صحابہؓ	عبد اللہ بن ام مکتومؓ (امامت نماز)/ ابورہم بن کلثوم بن حصینؓ (دیگر امور)	قریش کی عہد شکنی پر انہیں سزا دینے کیلئے سفر فرمایا اور مکہ فتح ہوا۔



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
۶ شوال ۸ھ	غزوۂ حنین / غزوۂ طائف	۱۰۰۰۰ قدسی صحابہ ۲۰۰۰ طلقائے مکہ	مکہ میں (عتاب بن اسیدؓ) غزوۂ الفتح کے بعد مکہ سے ہی سفر ہوا۔	دشمنوں کے اجتماع اور حملہ کی تیاری کی خبر سن کر ان کی سرکوبی کیلئے تشریف لے گئے۔ فتح اور بھاری غنیمت حاصل ہوئی



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
رجب ۹ھ	غزوۂ تبوک/ غزوۃ العسرۃ / ساعۃ العسرۃ / الفاضحہ	۳۰۰۰۰ / (اور شاید خدام و اتباع کو ملا کر) ۷۰۰۰۰		نہایت تنگی اور سختی کے زمانے میں سفر ہوا۔ لڑائی نہیں ہوئی کہ دشمن مقابلے کو نہیں نکلے۔



غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسرہ) (رجب ۹ھ)

یقیناً اللہ نے توجہ فرمائی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا تنگی کی گھڑی میں

(التوبہ : 117/9)

اور (یقیناً توبہ قبول کی) ان تین صحابہ کی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا۔

(التوبہ : 118/9)

تو وہ واپس لوٹتے ہیں اس حال میں کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں غم کے مارے اس وجہ سے کہ وہ نہیں پاتے وہ مال جسے وہ خرچ کریں۔

(التوبہ : 92/9)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریفہ کا آخری غزوہ تھا۔ ابن ہشام نے اس سفر کی درج ذیل مساجد مبارکہ کے نام ذکر کئے ہیں:

- ☆ مسجدتبوک
- ☆ مسجدثنیةمدران
- ☆ مسجدذاتالزراب
- ☆ مسجدالأخضر
- ☆ مسجدذاتالخطمی
- ☆ مسجدألاء
- ☆ مسجدطرفالبتراء-من ذنب کواکب
- ☆ مسجدالشق-شقتارا
- ☆ مسجدذیالجیفة
- ☆ مسجدصدرحوضی
- ☆ مسجدالحجر
- ☆ مسجدالصعید
- ☆ مسجدالوادی-الیوم وادیالقریٰم
- ☆ مسجدالرقعةمن الشقة-شقةبنیعذرة
- ☆ مسجدذیالمروة
- ☆ مسجدالفیفاء
- ☆ مسجدذیخشب

خدا کرے کہ یہ مساجد سلامت ہوں اور ان کے آثار باقی ہوں اور بخاری شریف میں مذکور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورۃ کے درمیان مساجد مبارکہ کی طرح ان کے نشانات بھی مٹا نہ دئے گئے ہوں۔

غزوات وسرایا کی ترتیب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل ۲۷ غزوات میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ یہ درج ذیل ہیں:

- ☆ غزوۃ ودان (اسے غزوۃ الابواء بھی کہتے ہیں)
- ☆ غزوۃ بواط۔
- ☆ غزوۃ العشیرۃ (بطن ینبوع میں)
- ☆ غزوۃ بدر الاولیٰ (کرز بن جابر الفہری کے تعاقب میں)
- ☆ غزوۃ بدر الکبریٰ (جس میں ستر کفار مکہ قتل ہوئے)۔
- ☆ غزوۃ بنی سلیم۔
- ☆ غزوۃ السویق۔ (ابوسفیان کے تعاقب میں)
- ☆ غزوۃ غطفان (اسے غزوہ ذی اُمرّ بھی کہتے ہیں)
- ☆ غزوۃ بحران۔ (حجاز میں ایک معدن ہے)
- ☆ غزوۂ احد
- ☆ غزوۂ حمراء الاسد
- ☆ غزوۂ بنی نضیر
- ☆ غزوۂ ذات الرقاع
- ☆ غزوۂ بدر الآخرۃ
- ☆ غزوۃ دومۃ الجندل
- ☆ غزوۃ الخندق
- ☆ غزوۃ بنی قریظۃ
- ☆ غزوۃ بنی لحیان (من ھذیل)

- ☆ غزوۃ ذی قرد
- ☆ غزوۃ بنی المصطلق (من خزاعۃ)
- ☆ غزوۃ الحدیبیۃ (ارادہ عمرہ کا تھا۔لیکن قریش حائل ہو گئے)
- ☆ غزوۃ خیبر
- ☆ عمرۃ القضاء
- ☆ غزوۃ الفتح
- ☆ غزوۃ حنین
- ☆ غزوۃ الطائف
- ☆ غزوۃ تبوک

ان میں سے صرف ۹ غزوات میں لڑائی ہوئی جو درج ذیل ہیں:

بدر، احد، خندق، بنو قریظہ، بنو المصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔

بکثرت سرایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

- ☆ سریہ عبیدۃ بن الحارث (ثنیۃ ذی المرۃ)
- ☆ سریہ حمزۃ بن عبدالمطلب (ساحل البحر)
- ☆ سریہ سعد بن ابی وقاص (الخرار)
- ☆ سریہ عبداللہ بن جحش (نخلۃ)
- ☆ سریہ زید بن الحارثۃ (القردۃ)
- ☆ سریہ محمد بن مسلمہ (کعب بن اشرف)
- ☆ سریہ مرثد بن ابی مرثد الغنوی (الرجیع)

- ☆ سریہ منذر بن عمرو (بیر معونہ)
- ☆ سریہ ابی عبیدۃ بن الجراح (ذی القصہ بہ جانب عراق)
- ☆ سریہ عمر بن الخطاب (ارض بنی عامر)
- ☆ سریہ علی بن ابی طالب (یمن)
- ☆ سریہ غالب بن عبداللہ الکلبی

۱

ایوب سختیانی قبرِ نبوی سے چمٹ کر روتے رہے

انکے شاگرد امامِ ابو حنیفہ چھپ کر دیکھتے رہے

پھر تو ساری عمر کے لئے یہ قصہ انہیں رلاتا رہا۔

اسی پر امام صاحب نے فرمایا

ما فکرت فی ھذا الامر الا بکیت



مولانا ابو الوفاء عارفؔ شاہجہانپوری قصبہ لہرپور ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام درسی کتب حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھیں اور دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ ساری زندگی تصنیف و تالیف اور تبلیغی و اصلاحی کاموں میں مصروف رہے۔ صدائے عارفؔ اور وظائف عارف آپکے شعری مجموعے مطبوع ہیں۔ ۸۰ سال کی عمر میں فروری ۱۹۸۰ء کو رحلت فرمائی اور شاہ جہان پور میں آسودہ لحد ہوئے۔

شاہکارِ دستِ قدرت ہے جمالِ مصطفیٰ ﷺ

چشمِ گردوں نے نہیں دیکھی مثالِ مصطفیٰ ﷺ

اے تعال اللہ یہ جاہ و جلالِ مصطفیٰ ﷺ

عرشِ اعظم بھی ہے فرشِ پائمالِ مصطفیٰ ﷺ

مشعلِ راہِ ہدیٰ اصحاب و آلِ مصطفیٰ ﷺ

وہ ہیں بدرِ مصطفیٰ ﷺ یہ ہیں ہلالِ مصطفیٰ ﷺ

اے تعال اللہ شبِ اسریٰ کی وہ تابا نیاں

قلبِ شب میں جلوہ گر بدرِ کمالِ مصطفیٰ ؐ

جس کے جود و لطف سے ہیں دونوں عالم فیضیاب

وہ سحابِ نور ہے ابرِ نوالِ مصطفیٰ ؐ

مرضی پاک نبی ہے مرضیِ ربُ العلیٰ

مرضئی حق بالیقیں ہر قیل و قالِ مصطفیٰ ؐ

دل کا گوشہ گوشہ عارفؔ بن گیا صدر شکِ طور

بجلیاں بھرتا گیا دل میں خیالِ مصطفیٰ ؐ

(مولانا ابو الوفاء عارفؔ شاہجہانپوری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم.

بـابُ قَـولِ اللّٰہِ وَ نَضَعُ المَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ وَ اَنَّ اَعۡمَالَ بَنِیۡ آدَمَ وَ قَـوۡلَھُـمۡ یُـوۡزَن. وَ قَـالَ مُجَاھِدٌ اَلۡقِسۡطَاسُ الۡعَدۡلُ بِالرُّوۡمِیَّۃِ وَ یُقَالُ الۡقِسۡطُ مَصۡدَرُ الۡـمُـقۡسِط وَ ھُو الۡعَادِلُ وَ اَمَّا الۡقَاسِطُ فَھُوَ الۡجَائِر. حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ ابۡنُ اَشۡکَاب قَالَ حَـدَّثَـنَـا مُـحَـمَّدُ ابۡنُ فُضَیۡل عَنۡ عُمَارَۃَ بۡنِ الۡقَعۡقَاع عَنۡ اَبِیۡ زُرۡعَۃَ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہُ قَال

ان بخاری شریف سے فارغ ہونے والے طلبہ کو ہمارے طرف سے، تہہِ دل سے مبارک باد۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کے لئے مبارک فرمائے، اِن کے خاندان کے لئے، اِن کی نسلوں کے لئے مبارک فرمائے، جن طلبہ نے حفظ اور قراءت میں گذشتہ کل مقابلہ میں حصہ لیا، اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب کو قبول فرمائے۔ اور جن طلبہ کو آج علمیت، قراءت، تجوید اور حفظ کی اسناد اور شہادات اور سندیں ملیں گی اللہ تعالیٰ ان سب کو قبول فرمائے، علم وعمل میں برکت فرمائے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے مقدر فرمائی۔ بالخصوص یہ صحیح بخاری پڑھنے والے قابل صد مبارک باد ہیں۔

حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

صحیحِ بخاری حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں حنفیت کے ماحول میں پرورش پائی۔ اُن کی کتابیں، ابتدائی کتابیں، متوسط کتابیں، اس کے بعد کی کتابیں، گیارہ سال کی عمر میں بہت سی کتابیں انہوں نے حفظِ قرآن کے علاوہ حفظ کر لی تھیں۔

اس کے بعد پھر آپ کا آگے علمی دور شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ حدیث پڑھتے پڑھتے ایک درجہ میں یہاں تک پہنچ گئے کہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور تلمیذ، اسحاق ابن راہویہ نے دیکھا کہ یہ نوجوان بڑے ہونہار ہیں، تو انہوں نے، امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اسحاق ابن راہویہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ آپ صرف اور صرف صحیح احادیث کا ایک الگ ذخیرہ تیار فرمائیں۔ اگرچہ اس سے پہلے حدیث کی کتابیں موجود تھیں، امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا موجود تھی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار تھی، امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مصنَّف تھی۔

کتابیں تو حدیث میں پہلے سے موجود تھیں، لیکن ایک بڑی مقدار میں صحیح احادیث کا ذخیرہ جہاں ہوں، اس کے لئے حکم کرنے والے کون؟ اسحاق ابن راہویہ۔ اور وہ کون؟ امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔ اور یہ عمل، اُن کا یہ فرمان حق تعالیٰ شانہ کو، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پسند آیا، اس قدر پسند آیا کہ ساتھ مبشّرات شروع ہو گئے۔

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود دیکھا کہ وہ مور کے پروں کا خوبصورت بنا ہوا پنکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں جھل رہے ہیں۔ معبر نے بھی یہی تعبیر دی، جس کا اسحاق ابن راہویہ نے حکم دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے پھر اب تک احادیث، جو جمع کر چکے تھے، اُن کے بارے میں اور آگے جو جمع کریں گے، اُس کے بارے میں انہوں نے بڑے پیمانہ پر یہ کام شروع کر دیا۔

کتنے بڑے پیمانہ پر؟ کہ آپ میں سے جو بُوڑھے ہو چکے ہیں جن کی عمریں مجمع میں سب سے زیادہ ہوں گی، وہ اگر اپنی ابتدائی زندگی سے (count) کرنا شروع کریں، کہ اُنہوں نے کتنے لوگوں سے مصافحہ کیا۔ کتنے لوگوں سے انہوں نے مصافحہ کیا ہوگا، ہاتھ ملایا ہوگا؟ ایک ہزار؟ دو ہزار؟ تین ہزار؟ صرف مصافحہ۔ اتنا ہی ہوگا۔

لیکن امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان مبشرات کے نتیجہ میں جب اس پر عمل شروع کیا، اٹھارہ ہزار محدثین اور مشائخ سے انہوں نے احادیث پڑھیں۔ کتنے؟ اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰)۔ اب اٹھارہ ہزار حضرات سے ملنے کے لئے جانا، اُس زمانہ کا سفر، کیسے کیا ہوگا؟ اور سب لکھتے ہیں یہ کہ اٹھارہ ہزار مشائخ سے احادیث پڑھیں۔ اور کتنی تن دہی سے کہ لکھا ہے کہ ایک ہزار اسّی مشائخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ ہیں ان اٹھارہ ہزار میں سے، کہ ایک ہزار اسّی سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک حدیث سنی ہے۔ صرف ایک حدیث سننے کے لئے اُن کے پاس گئے۔ یہ ایک ہزار اور اسّی، اور کتنے ایسے ہزار ہوں گے کہ جن کے پاس وہ گئے، اور نہیں مل سکے، راستہ نہیں مل سکا، ملاقات نہیں ہوسکی، وہ کسی وجہ سے سُنا نہیں سکے، وہ کتنے ہوں گے؟ تو یہ، اور کتنوں کو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے مسترد کیا ہوگا۔

جس طرح کہ شام کے ایک محدث کی خدمت میں آپ پہنچے، جب دور سے اُنہیں دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کو اپنا پلّہ پھیلا کر کے یا برتن دکھا کر کے گھوڑے کو بلا رہے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب قریب پہنچے، تو دیکھا کہ وہ برتن خالی، پلّہ خالی، ویسے ہی وہ جانور دھوکہ میں اُن کی طرف بڑھ رہا ہے، یہ سوچ کر کے کہ اس میں کھانا ملے گا، فوراً اُلٹے پیر واپس ہو گئے۔ کہ جو محدّث، عالم ایک جانور کو دھوکا دے سکتا ہے، میں اُن سے حدیث کیسے لوں؟

اس اُمت کا معجزہ

اس طرح امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب، اس کے لئے احادیث اکٹھی کی، یہ پہلا

مرحلہ ہوا۔ اکھٹی کرنے کے بعد پھر امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے نزدیک سوچا کہ میں نے جمع کرلی، اب میں ان احادیث کو کتابی شکل دوں۔ کئی لاکھ احادیث کا ذخیرہ تھا امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور وہ ذخیرہ کیسے بنتا تھا؟ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں ہوتا تو جو پیچھے شام کا میں سفر کر کے آیا ہوتا، شام کے سفر کی احادیث میں بصرہ پہنچ کر، مجھے ٹیپ کی طرح ذہن، دل اور دماغ میں محفوظ ہوتی تھیں، اور یاد ہوتی تھیں، اور میں وہاں پہنچ کر لکھ لیا کرتا تھا۔

اور ایک دفعہ نہیں، بارہا اس کا تجربہ کیا گیا کہ یہ اپنی طرف سے تو نہیں لکھ لیتے ہوں گے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھیڑا جاتا، پوچھا جاتا، پھر جب وہ شروع ہو جاتے تو دنیا کہتی کہ یہ تو معجزہ ہے اس اُمت کا۔ کہ کتنا زبردست حافظہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں عطا فرمایا ہے۔ اُس کے بعد پھر اُن احادیث سے کتاب مرتب کرنے کا وقت آیا، تو پھر وہ مدینہ منورہ میں بیٹھ گئے، کہاں بیٹھیں؟ مسجدِ نبوی میں۔ کہاں بیٹھیں؟ ریاض الجنۃ میں۔ کہا ریاض الجنۃ؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چوکھٹ پر۔ اور وہاں آپ نے اِن لاکھوں احادیث میں سے کون کونسی چند ہزار، کون کون سی احادیث میری اس کتاب میں مجھے لینی ہیں؟ اُن احادیث کو آپ نے جمع فرمانا شروع کیا، تو ہر حدیث کو سامنے رکھتے اور اُس کے بعد پھر حق تعالیٰ شانہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استخارہ فرماتے۔

حضرت مولانا محدث وصی احمد سُورتی

حضرت مولانا محدث وصی احمد سُورتی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے طالبِ علمی کے زمانہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے گجرات کے مدارس کو کارڈ لکھوایا تھا، اُس زمانہ میں کارڈ ہوتے تھے۔ ہر جگہ لکھوایا کہ آپ کے یہاں کے مولانا وصی احمد سُورتی یہ کون ہیں؟ حضرت مولانا اشرف علی راندیری کو لکھوایا، جامعہ حسینیہ میں لکھوایا، اور اداروں میں لکھوایا، یہ بہت بڑے محدث تھے۔

مولانا وصی احمد سُورتی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ کے قریب ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر امامِ

بخاری رحمۃ اللہ علیہ استخارہ فرماتے اور استخارہ کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما دیتے تھے کہ یہ حدیث اس کتاب میں لے لو۔ اُس کے بعد آپ دو رکعت نماز پڑھتے اور اس کے بعد اس حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ دیتے۔ اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔

پہلے اٹھارہ ہزار مشائخ کے پاس پہنچ کر احادیث جمع کیں، پھر مدینہ منورہ میں بیٹھ کر یہ کتاب تیار فرمائی، جب یہ کتاب تیار ہوگئی تو پھر سفر ہوتا ہے۔ کتاب لے کر پہنچتے ہیں بصرہ، عراق، عراق پہنچتے ہیں اور وہاں جا کر حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، تین بزرگوں کی خدمت میں یہ کتاب آپ پیش کرتے ہیں۔ حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن معین اور علی ابن المدینی۔

یہ نام آپ کو بہت یاد ہوگا، یہ نام ترمذی میں جگہ جگہ ہے۔ امامِ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھ دیتے، کافی تھا، بیچارے حضرت علی ابن المدینی اور اُن کے والد کو کس قدر تکلیف پہنچی ہوگی، بار بار وَوَالِدُ عَلِیُّ ابْنِ الْمَدِیْنِیُّ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْث ،تو علی ابن المدینی اور ابن معین اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ نے کتاب پیش کی۔ اور اُن سے عرض کیا کہ حضرات! میں نے یہ کتاب مرتب کی ہے آپ اس کو دیکھ لیں۔

لکھا ہے کہ تینوں حضرات کا بغور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد، پھر تینوں حضرات مجمع عام میں تشریف لائے، لوگوں کو اکٹھا فرمایا، اور اُس مجمع میں تینوں حضرات نے اعلان فرمایا کہ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ اس کتاب میں جو امامِ بخاری نے احادیث جمع کی ہیں، تمام احادیث صحیح ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صرف چار احادیث پر انہوں نے نقطے لگائے، نشان لگائے کہ اس پر غور کیا جائے۔ اگرچہ بعد میں دارِ قطنی وغیرہ نے اٹھائیس اور کسی نے اس سے زیادہ جگہوں پر نشان لگائے ہیں۔

صَاحِبُ سُنَّة

اب یہ تین حضرات جنہوں نے امامِ بخاری رحمہ اللہ علیہ کی کتاب کو پاس (pass) کیا، حضرت امام احمد، ابن معین، اور علی ابن المدینی، ابن معین کون ہیں؟ ابن معین فرماتے ہیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صَاحِبُ سُنَّةٍ، کہ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، نمبر اول جن کا شاگردوں میں شمار ہے۔ اُن کے متعلق وہ شہادت دیتے ہیں کہ صاحب سنۃ، کہ ان کا ہر وقت کا اوڑھنا، بچھونا، ہر وقت کی مصاحبت، ان کا ساتھ، صرف اور صرف حدیث سے ہے۔

جیسے ہمارے دو اُستاذ تھے، حضرت مولانا ہاشم بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اور اُن کے برابر کا کمرہ تھا حضرت مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کا۔ حضرت مولانا ہاشم بخاری نے مشورہ دیا کہ حضرت آپ نکاح فرمالیں، شادی کرلیں، تو حضرت مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ بسا نہیں، مگر بندہ نے کتابوں سے شادی کرلی ہے۔ تو اِن کا ہر وقت کا اوڑھنا بچھونا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا، فرمایا کہ صَاحِبُ سُنَّة۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا رشتہ امامِ اعظم سے، ہمارے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ اب جوڑنے جا رہا ہوں۔ کہ یہ ابن معین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کتنا اونچا خطاب دیتے ہیں، صَاحِبُ سُنَّة. اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ اَوَّلُ مَا كَتَبْتُ الْحَدِيْث لَا خْتَلَفْتُ اِلیٰ اَبِیْ یُوسُف، کہ حدیث جب میں نے پڑھنی شروع کی تو میرے سب سے پہلے جو استاذ ہے وہ امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ صحیح بخاری پاس (pass) کرنے والے امام احمد، اور اُن کے اُستاذ کون؟ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ اول۔

اسی طرح وہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ امام

المغازی ہیں، وہ امام التفسیر ہیں، امامِ الفقہ ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ

اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امامِ محمد کے بارے میں اپنا رشتہ بتاتے ہیں کہ یہ میرے ایسے اُستاذ ہیں۔ ایسے اُستاذ ہیں کہ کوئی کسی سے ایک کتاب پڑھتا ہے، کوئی ایک سال کی پانچ چھ کتابیں پڑھ لیتا ہے، کوئی ایک نصاب کی کتاب پڑھ لیتا ہے، ایک نصاب کی کتاب ایک بوکس (box) میں آجائیں گی ساری، لیکن فرماتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ میں نے امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کتنی کتابیں پڑھی ہیں، کہ جتنی عام کوئی اونٹ نہیں اُٹھا سکتا۔ ایک روایت میں تو وِقْرُ بَعِیْر کا لفظ آیا ہے کہ اُونٹ جتنی اُٹھا سکتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عام اونٹ نہیں، بختی اونٹ جتنی کتابیں اُٹھا سکتا ہے، اُتنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے کتابیں پڑھی ہیں۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو ائمہ ہیں، چاروں اماموں میں سے حضرت امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ، وہ ہمارے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے شاگرد، امام محمد کے شاگرد ہے امام شافعی۔ اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاذِ اول حدیث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں، تو وہ بھی شاگرد کے شاگرد۔ اب رہ گئے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، اُن کی مرویات بڑی مشہور ہیں، جو حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے وہ روایت کرتے ہیں۔ خود امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام ائمہ میں کیا کہا جاتا ہے؟ امامِ اعظم، سب سے بڑے امام۔

اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کو حَکَم بنایا، تو اُن کو معلوم نہیں ہوگا، کہ یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور اُن کے استاذ ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

کبھی امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کو سوچ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کریں؟ کبھی یہ ممکن ہے؟

رواۃِ بخاری امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

اور یہ ایک آدھ جگہ ہوتا، پوری صحیح بخاری ہزاروں جگہ بھری پڑی ہے، کہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد اُس سند میں آتے ہیں۔ کیسے آتے ہیں؟ دیکھئے آپ نے جو ابھی قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْل ،تو یہ محمد بن فضیل کون ہیں؟ امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس آخری حدیث پر آپ بیان سنتے ہیں، ہر اُستاذ کا الگ بیان۔ مدارس میں، صحیح بخاری کے ختم کے جلسہ میں آپ چلے جائیں، تو ہر جگہ، ہر ایک کا انوکھا بیان۔ ہر ایک کے نکات الگ الگ، نکتہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کا مقصد یہ تھا، اُن کا مطلب یہ تھا، کہ یہ حدیث کیوں لائے۔ کیا امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اُس متن کو یہاں منتخب فرمایا، اس سند پر غور نہیں فرمایا ہوگا؟ یقیناً فرمایا ہوگا۔ اور یقیناً ہم تمام سے زیادہ اُنہیں معلوم کہ یہ محمد ابن فضیل، یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ یہ تو آخری حدیث ہوئی۔

اب پہلی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَات آپ لیجئے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَات والی حدیث کی سند آپ دیکھیں گے، تو اس میں آئے گا، عَنْ سُفْيَان ، یہ سفیانِ بن عیینہ کون ہیں؟ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔ جب کتاب شروع کی ، اس میں امام صاحب کے شاگرد سند میں لائے، ختم کی اُس میں امام صاحب کے شاگرد کو لائے۔

ایک اور چیز یاد آئی ، یہ دونوں جگہ دو شاگرد عَنْ سُفْيَان وہاں، یہاں عَنْ مُحَمَّدُ ابْن فُضَيْل ،مگر یہ جو دونوں شاگرد ہیں یہ سفیان بن عیینہ اور ادھر محمد ابن فضیل ان کے متعلق رجال کی کتابیں آپ پڑھیں گے، تو وہاں لکھا ہوگا، کسی کے متعلق کہ وَ كَانَ رَافِضِيًا ، وَ كَانَ مِنَ الشِّيعَة یہ گالی اور یہ تہمت حضرت سفیان بن عیینہ کے متعلق بھی لکھی گئی ہے، اور یہ حضرت محمد ابن

فضیل کے متعلق بھی لکھی گئی ہے کہ یہ شیعہ تھے۔اس طرح کی غلط تہمتیں ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی دھری گئیں۔

شیعوں میں مختلف فرقے ہیں، ایک غرابیہ ہیں جو بمبئ میں ہیں، اُنہیں عربی میں غرابیہ کہا گیا۔کیوں؟غُراب معنی کوّا۔ آپ ہندوستان میں دیکھیں،آپ نے کوئی چیز رکھی تو کوّا اُٹھا کر لے گیا۔ایک دوسرا کوّا آیا تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابھی یہ کوّا وہ چیز اُٹھا کر لے کر گیا تھا؟ پہچان سکتے ہیں؟نہیں پہچان سکتے ہیں، کیوں؟ کیوں کہ وہ ایک جیسے ہوتے ہیں،ایک ہزار کوّے آپ دیکھیں گے سب ایک جیسے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس صحابیہ نے آکر جب شکایت کی تھی، کہ **لَا اَجِدُ اِلَّا کَھُدْبَةِ ثَوْبِي هَذَا**۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ، میری تو اس سے اولاد ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب باپ بیٹے کو دیکھا،تو فرمایا کہ اوہو، یہ تو **اَلْغُرَابُ بِالْغُرَاب**، کوّا دوسرے کوّے سے بالکل ایک جیسا معلوم ہوتا ہے،اس طرح باپ بیٹے ہیں۔

اب انہیں جو غرابیہ کہا جاتا ہے، وہ اس لئے ، اس کی وجہ تسمیہ بڑی دلچسپ، بڑی عجیب ہے۔وہ کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ شیعوں کا عقیدہ ہے، وہ کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دونوں چچا زاد بھائی تھے،تو دونوں بالکل ہم شکل تھے۔اللہ عز وجل نے رسالت کا پیغام دے کر بھیجا حضرت جبرئیل امین کو، وہ کہتے ہیں کہ بھیجا تو تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس، جب وہ لے کر پہنچے تو دونوں کی شکلیں ایک۔جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیکہ ایک کی شبیہ ڈال دی گئی اور اسے سولی دے دی گئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اُٹھالیا، دونوں ایک جیسے تھے۔

دونوں کی شکلیں ایک جیسی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی،تو وہ غلطی سے رسالت حضرت علی کے بجائے اُدھر دے کر چلے گئے، اس لئے اُنہیں کہا جاتا ہے غرابیہ۔ وہ کہتے ہیں کہ **سَیِّدُنَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم كَانَ شَبِيهًا بِعَلِى كَالْغُرَاب**

بِـــالْـغُــرَاب ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں اس قدر مشابہت رکھتے تھے۔اس لئے جبرئیل سے غلطی ہوئی۔اِنَّـا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔تو ایسی شیعہ جماعت سے یہ سفیان بن عیینہ ہو سکتے ہیں؟ یہ محمد ابن فضیل ہو سکتے ہیں؟

اور یہ صرف دو نام یہ پہلی حدیث کے راوی آپ کو ایسے ملے، آخری حدیث کے راوی آپ کو ایسے ملے، بیچ میں ہزاروں رُواۃ آپ کو ایسے ملیں گے، کہ جن پر ایسی تہمتیں ہیں۔کیا تہمتیں؟ کہ یہ شیعہ تھے، یہ قدری تھے یعنی تقدیر کو نہیں مانتے تھے،اب تقدیر کو نہ ماننا کفر ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ مجھے پسند آیا،تقریر کے جوش میں وہ فرمانے لگے کہ میں اتفاق پر ایمان نہیں رکھتا۔ ہر چیز مقدر سے ہوتی ہے، خدا کی تقدیر اٹل ہے۔ہم جو بات بات میں کہتے ہیں کہ اتفاق سے وہ سامنے آ گئے، اتفاق سے وہ مل گئے، کبھی یہ جملہ استعمال نہیں کرنا چاہئے، اتفاق دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا، ہر چیز مقدر سے ہے۔

اُس کی جگہ، اتفاق کی جگہ آپ کیا کہیں؟ کہ مقدر سے ایسا ہوا، اللہ کا کرنا کہ ایسا ہوا، خدا کا کرنا کہ ایسا ہوا۔تو اُنہیں منکرِ تقدیر کہا گیا، بہت سو کو قدریہ، بہت سو کو شیعہ کہا گیا۔ بہت سو کو خوارج میں سے شمار کیا گیا، کسی کو معتزلی کہا گیا، کسی کو معتزلی اور خوارج کے بجائے خُروج کا دھبّہ ان پر لگایا گیا، کہ یہ راوی حکومتِ موجودہ اور حکومتِ زمانہ کا یہ باغی ہے۔اور اس سے خروج کرنا چاہتا ہے اور اُس کے خلاف یہ ذہن رکھتا ہے۔

زاہدِ بصرہ: حضرت عامر بن عبداللہ

ایک بہت بڑے جلیل قدر تابعی ہیں، عامر بن عبداللہ، اُن کے متعلق آتا ہے کہ اُن کا لقب ہی تھا زاہدِ بصرہ، بصرہ کے زاہد۔اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے گورنر تھے، ہر وقت اُن کے ساتھ اُن سے حدیث سنتے ، لکھتے ، احادیث اُن سے حاصل کرتے ۔کسی نے حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت کے متعلق بھی لکھا ہے اور بڑے اونچے بزرگوں میں

سے ہیں۔

جب کسی جگہ سفر ہوتا تو اُن کا اعلان ہوتا کہ دیکھو میں آپ کی جماعت میں شریک ہوکر، آپ کا شریک سفر بننا چاہتا ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔ کہ اذان میں دوں گا، آپ سب کی خدمت میں کروں گا، اور جہاں تک میرے پاس پیسے ہیں، آپ لوگوں پر خرچ میں کروں گا۔ یہ تین شرطیں منظور ہو، تو میں آپ کے ساتھ رفیقِ سفر بنتا ہوں۔ اور اُن کی ، رفقائے سفر کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کا کام یہ ہوتا تھا کہ اپنے رب سے مناجات۔

اُن کے ایک ساتھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ فارغ ہوکر وہ چلے دور، میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ نماز کی نیت باندھی، جہاں تک نماز پڑھ سکے، نماز پڑھی اوراس کے بعد پھر انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر چلاّ نا شروع کیا، رونا شروع کیا، اور دعا شروع کی۔ اور دعا میں کہتے ہیں کہ الٰہی میں نے تین دعائیں تجھ سے مانگی، تو نے دو تو دی، ایک نہیں دی ایسا کیوں؟ وہ بھی دے دے۔ تیسری کو کیوں رد کرتا ہے؟ وہ بھی دے دے۔

اب جو دیکھ رہے تھے، تو اُن کو اتفاق سے عامر بن عبداللہ نے دیکھ لیا۔ تو اُن کو بلایا، کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کہ چپکے سے مجھے، میرا تجسس کر رہے تھے؟ فرمایا کہ میں کوئی غلط نسبت سے نہیں کر رہا تھا۔ مجھے آپ بہت پیارے لگے، میں آپ کے معمولات دیکھنا چاہتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اچھا، معمولات تو آپ نے دیکھ لیا اب جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں جاتا ہوں مگر ایک میرا سوال ہے کہ آپ نے یہ جو دعا میں کہا کہ، تین دعائیں مانگی، دو دی ایک نہیں دی، تو جو دو ملی وہ کونسی؟ اور جو نہیں ملی وہ کونسی؟

انہوں نے کہا کہ ایک دعا تو میں یہ کرتا تھا، کہ الٰہی میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں ان **لا اخاف**، کہ سوائے اللہ کے کسی کا ڈر خوف میرے دل میں نہ رہے۔

دوسری چیز میں نے اس سے مانگی، کہ الٰہی میں چاہتا ہوں کہ میری نظر میں عورت اور یہ دیوار دونوں برابر ہو جائے، ان میں کوئی فرق نہ رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے عصمت عطا فرما دی،

یہ دونوں دعائیں میری قبول ہوگئیں۔

اور جو تیسری میں مانگتا ہوں کہ الٰہی تیرے سامنے کھڑے ہونے اور تیری عبادت میں مجھے بڑا لطف آتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ جو نیند کی وجہ سے کسل مندی اور سستی ہوتی ہے، تو مجھ سے نیند ہٹا دے، کہ میں یہ وقت بھی تیری عبادت میں خرچ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں ملے گی۔ تو میں اس پر اصرار کررہا ہوں ساری عمر سے۔ کہ الٰہی یہ تیسری دعا بھی قبول کرلے۔

اتنا بڑا زاہد، اتنا بڑا عابد، ایک دفعہ راستہ پر جارہا ہے، دیکھا کہ ایک ذمی کو پولیس والا پکڑے ہوئے ہیں، اور گھسیٹ رہاہے، ماررہاہے، اور وہ ذمی فریاد کررہاہے۔ انہوں نے قریب جاکر کہا کہ کیا بات ہے؟ تیرے ذمہ جو ٹیکس (tax) ہے تو نے ادا نہیں کئے؟ ذمی نے کہا کہ وہ میں نے ادا کردئے۔ پولیس والے سے پوچھا کہ اس نے جب ادا کردیا تو اس کے بعد اس کو امان ہے۔ کیوں تم اس کو گھسیٹ رہے ہو؟ کہنے لگے وہ صاحب شرطۃ ، جو پولیس آفسر ہے اس کا گارڈن (garden) صاف کروانا ہے اور وہ نہیں آرہاہے۔ یہ لڑ پڑے اس سے، یہ ذمی کے خاطر، مجمع اکٹھا ہوگیا، اسے چھڑوایا۔ تو پولیس کس کو چھوڑتی ہے؟ اِن کو پکڑ لیا۔

سب مجمع چلا گیا، تو یہ ساری جماعت، یہ صاحبِ شرطۃ والی اِن کے پیچھے پیچھے اور عامر بن عبد اللہ کو پکڑ لیا۔ اور ان پر تہمت لگا کر ان کو بند کردیا۔ تہمت یہ لگائی کہ یہ شادی کو ناجائز سمجھتا ہے، شادی نہیں کرتا، مجرد رہتا ہے، اور یہ گوشت نہیں کھاتا، پنیر نہیں کھاتا اور یہ باغی ہے۔ پولیس کے ہاتھوں اس نے اس آدمی کو، ذمی کو چھڑوایا ہے۔

لمبا قصہ ہے، میں مختصر کرتا ہوں، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس، پہلے گورنر کے پاس، وہاں سے مدینہ منورہ شکایت پہنچی۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی، بالآخر آپ نے فیصلہ لکھا گورنر کو کہ ان کو شام بھیج دو۔ جب یہ روانہ ہونے لگے، تو بڑا افسوس ہوا کہ یہاں پڑھنے پڑھانے کا، احادیث کا سلسلہ بھی تھا، اور سارا بصرہ رورہاہے اُن کے پیچھے پیچھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آؤ، انہوں نے ہمیں نکالا، ہم دعا کرتے ہیں۔

مجمع نے سوچا کہ کیا دعا کریں گے، سب نے ہاتھ اُٹھائے، وہ دعا میں کہنے لگے، الٰہی! یہ جو جنہوں مجھے یہاں سے نکالا، اِن سے غلطی ہوگئی، انہیں معاف کر دے، میری طرف سے بھی معاف ہے، تو بھی اُنہیں معاف کر دے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہاں شام لکھا، کہ جب یہ شام پہنچے تو اَمَـرَ بِـاِسۡتِقۡبَالِهٖ، وَ اَن يُّـكۡرِمَهُ ، کہ ان کا استقبال اچھی طرح کیا جائے، اچھی طرح ان کو رکھا جائے۔ یہ تہمت، اِن پر کیا تہمت لگائی گئی حضرت عامر بن عبداللہ پر؟ خروج کی۔ کہ یہ حکومتِ وقت کے باغی ہیں۔

مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر

کبھی تو کوئی غلط فہمی کسی عبارت میں ہو جاتی ہے، کسی چیز کے سمجھنے میں ہو جاتی ہے۔ جیسے ہماری کتاب چھپی، تو فون آیا کہ ایک شعر، عرش کے بارے میں جو لکھا گیا ہے اُس پر کسی کو اشکال ہے، کہ عرش بھی پائمالِ مصطفٰی۔ تو واقعی، ایک عامی ذہن سے اس کو سوچا جائے، تو خدا کا عرش، اور اُس کے متعلق یہ لفظ کہ، پائمال مصطفٰی۔

میں نے کہا کہ یہ شعر میرا تو نہیں ہے، حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کا ہے، مگر میں اُن کی طرف سے صفائی پیش کر رہا ہوں۔ اور ایک سطر میں آپ سمجھ پائیں گے، کہ آپ بتائیے کہ عرش کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ عرش کا بھی خالق اور تمام مخلوقات کا بھی وہ خالق۔ تو خدا خالق، اور خدا کے سوا تمام، ہر چیز مخلوق۔ تو عرش کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مخلوق۔ میں نے دوسرا سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ کہنے لگے کہ مخلوق۔ مخلوقات میں آپ کا درجہ کیا ہے؟ کہنے لگے کہ سمجھ میں آگیا۔ میں نے کہا کہ نہیں، آپ کہئے زبان سے۔ تو کہنے لگے کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات، یہ سمجھ میں آگیا۔ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں، آپ سے بہت نیچے درجہ کا عرش ہے جس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، آپ کی فضیلت کے مقابلہ میں عرش کا، تو اُس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک جب پڑے ہوں گے تو اُس کو جبلِ حراء

اور یہ شبیر کی طرح سے لطف آیا ہوگا، اور اس پر حال طاری ہوا ہوگا۔ اور وہ عرش خوش ہوا ہوگا، جھوم اٹھا ہوگا۔

پھر میں نے جب دوستوں کو قصہ سنایا، تو میں نے کہا کہ میں نے اُن کے اکرام میں اور آگے کی نہیں کہی۔ اگر وہ آمنے سامنے ہوتے، یا فون پر تھوڑا مجھ سے اُلجھتے، تو میں اور آگے اُن کو لے جاتا۔ کہ آپ کو پائمالِ مصطفیٰ، کہ پیر مبارک عرش پر رکھا، اس پر اشکال ہے، اور عرش کی توہین آپ نے اس کو سمجھا ہے۔ تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی شان سے سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ، اور کیسے کیسے انداز میں اس معراج کے قصہ کو بیان کیا گیا۔ کس شان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا، کہ کیسے براق اور کیسے پہلا آسمان، کیسا استقبال، تو پھر وہاں جا کر عرش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کھڑے ہو گئے ہوں گے؟ مہمان کو آپ بلاتے ہیں کسی کو تو کیا کرتے ہیں؟ مہمان بلایا تو کیا کرتے ہیں؟ اس کو گھر میں لے جا کر کھڑا کر دیا؟ گلاس میں پانی دے دیا؟ نہیں! اعزاز سے مھمان کو بٹھاتے ہیں۔

حضرت پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ میں ملنے گیا، سنیچر کا دن تھا مدینہ شریف کے ہوٹل میں، میں نے آواز دی، دروازہ بجایا۔ کسی نے کھولا اور کہا حضرت سو رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں یوسف متالا اور حضرت سے ملنا تھا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت سو رہے ہیں، لیٹے ہوئے ہیں۔ اندر سے حضرت نے فرمایا کہ نہیں نہیں میں سویا نہیں ہوں، آجاؤ، آجاؤ، آجاؤ۔ میں نے کہا کہ، نہیں حضرت آپ آرام فرما رہے ہیں، میں بعد میں آتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، نہیں، نہیں۔ میں نے دیکھا کہ اُٹھ گئے۔ پھر میں کھڑا رہا، میں نے کہا کہ حضرت میں مصافحہ کر کے چلتا ہوں، میں پھر کسی اور وقت حاضر ہوں گا، تو حضرت نے فرمایا کہ نہیں نہیں۔ ہم لوگ قبا شریف سے ابھی آئے، میں تو ابھی لیٹا تھا، ابھی سویا نہیں تھا۔ پھر صاحبزادہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ تو صوفی ہے صوفی۔ حضرت کے بیٹوں میں سے کوئی تھا، فرمایا یہ تو صوفی ہے صوفی۔ اس نے کہہ دیا آپ کو کہ آپ جائیں، کہ سوئے ہوئے ہیں، آپ تشریف

رکھیں۔

جب میں صوفہ پر بیٹھ گیا تو فرمایا کہ اچھی طرح سے بیٹھو۔ حضرت تو چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے، چارپائی پر میرے سامنے تھے، وہاں صوفہ کی طرف کوئی چیز تھی۔ فرمایا کہ اور اچھی طرح سے بیٹھو، ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ۔ پھر چوتھی، پانچویں دفعہ میں نے دیکھا کہ وہ تو اُٹھنے والے ہیں، تو پھر میں اس طرح باقاعدہ اچھی طرح ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، تب حضرت کو اطمنان ہوا۔

مہمان کا اکرام اس طرح ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلایا گیا، تو عرش پائمال تو ہو گیا، اب جا کر تشریف فرما ہوئے۔ تو کھڑے ہی رہے ہوں گے؟ ہم نے کہا کہ آپ کو اگر پائمال پر اشکال ہے، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے بٹھانے کی روایت لاتے ہیں۔

بلکہ دارِقطنی کا ایک شعر ہے، کہ دارِقطنی فرماتے ہیں کہ **جَاءَ حَدِیْثٌ بِاِقْعَادِہٖ** کئی اشعار ہیں، اور وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم **اَجْلَسَہٗ عَلَی الْعَرش**، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھایا گیا، اس کے متعلق روایات ایک، دو، اور بیان کرنے والے کون؟ اور ان سب کو بیان کر کے میں نے گنا آپ لوگوں کو بتانے کے لئے۔ میں نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں رہیں گے اتنے سارے نام، تو میں نے گنا تو آخری نام جو اٹھائیسواں تھا وہ بشرِ حافی ہیں، کتنے بڑے بزرگ۔ یہ بزرگوں کو کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں جانتے، یہ تصوف والے کیا جانتے ہیں، اور بشرِ حافی کا دارِقطنی نام لے رہے ہیں۔ کہ اٹھائیس ہیں اور اُن میں آخری نام بشرِ حافی کا ہے۔ یہ جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر براجمان کیا گیا، اور عرش پر بٹھایا گیا۔

ایک اور اشکال

جس طرح میں نے عرض کیا، کہ کبھی غلط فہمی ہوتی ہے، اور اس کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے۔ تو اُن کے اس شعر کی طرح سے ایک اور شعر بعضوں کو کھٹکا ہے۔ کہ یہ تم نے ترکِ دنیا، ترکِ دنیا پر ان بزرگوں کے واقعات لکھے، اس میں وہ دنیا ترک کر دیتے تو اُن کی قسمت۔

جیسے تبلیغی جماعت پر الزام ہے تقشّف کا کہ یہ تقشف کے قائل ہیں، دنیا میں اللہ کی جو نعمتیں ہیں اُن سے فائدہ اٹھانے نہیں دیتے۔ لیکن معترض کہتے ہیں کہ تم نے تو ظلم کیا، کہ اس میں بزرگوں سے اشعار نقل کیئے کہ:

ز شرِ نفسِ امارہ نگاہم دار یا اللہ!
ہوائے حرصِ نفسانی زِمن بردار یا اللہ!

جوش میں آگے وہ فرماتے ہیں کہ:

نہ دنیا دوست می دارم نہ عقبٰی را خریدارم
مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ!

وہ کہتے ہیں کہ خدا! کہ مجھے نہ دنیا چاہیے، نہ آخرت چاہیے، نہ جنت چاہیئے، مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔

یہ بزرگ تو کہتے ہیں کہ نماز روزے حج سب چھوڑ دو۔ کہتے ہیں کہ یہ پڑھو گے تو یہ جنت ملے گی، وہ نماز پڑھو گے تو وہ جنت ملے گی، تو جنتوں کا آخر وعدہ کیوں کیا گیا؟ جب تمہارے بزرگ کہتے ہیں کہ ہمیں جنت بھی نہیں چاہیئے۔

ہم نے کہا کہ بھئی دیکھو، یہ مرض آپ میں سلفیوں سے آیا، اور سلفیوں کے امام کی زبان سے ہم کہلوا دیں تو مان لوگے؟ ابن تیمیہ کہہ دیں کہ یہ غلط نہیں ہے تو؟

میں نے اُن سے کہا کہ جو ابن تیمیہ ہیں، وہ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں، اُن کے الفاظ اُن کے شاگرد ابن قیم لاڈلے جاں نثار اُن پر، اُن کے محبوب اور مُحب عاشق اور معشوق خادم۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جَنَّتِیُ فِیُ صَدُرِیُ، تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا شعر کہ:

جنت تجھ میں حور وغلمان رہتے ہیں ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر اس میں حضور رہتے ہیں

جس طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت میرے سینہ میں ہے، اور اس کے اندر حضور دیکھو یہاں ہیں۔

میں نے کہا کہ ابن تیمیہ کے الفاظ نقل کرتے ہیں ابن قیم کہ جَنَّتِیُ فِیُ صَدُرِی۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ جنت بھی میرے سینہ میں ہے، جَنَّتِیُ فِیُ صَدُرِی اور فرماتے ہیں آگے اُن کو للکارتے ہوئے، کہ مَا یَصُنَعُ بِیُ اَعُدَائِیُ؟ یہ میرے دشمن مجھے کیا کرسکتے ہیں؟ مجھے قید کرکے خوش ہوسکتے ہیں۔ اَلُمَحُبُوُسُ مَنُ حَبَسَهُ نَفُسُهُ، وہ کہتے ہیں محبوس ہم نے کردیا۔ فرماتے ہیں کہ محبوس تو وہ ہے کہ جس کو اُس کے ہَوا اور ہَوس نے، نفس نے اُس کو محبوس کرلیا ہو، غلام بنالیا ہو۔ وہ صحیح معنیٰ میں محبوس۔ اور والمَاسُوُر مَنُ اَسَرَهُ الْهَوَی۔

میں نے کہا کہ دیکھو، یہ خود تمہارے ابن تیمیہ وہ بھی تو انہیں کی طرح ہیں، کہتے ہیں کہ جنت میرے سینہ میں یہاں ہے۔ اور پھر میں نے اُن سے کہا کہ دیکھو یہ جو ہمارے اکابر ہیں، ان کی چیزیں اور ان کی اصطلاحات کی اصل تلاش کرنی ہو، پرانی کتابوں میں، تو جس طرح یہ معروف کتبِ ستہ حدیث کی، اُن کو آپ پڑھتے ہو، تو اُن کے ساتھ ساتھ یہ ہروی کی منازل السائرین اور ابن القیم کی مدارج السالکین بھی پڑھا کرو۔ اُس میں جب آپ پڑھیں گے، تو ہمارے جو اسلاف ہیں، اُن سے دس قدم وہ آگے ہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت حاجی صاحب، سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب سے اتنا تعلق تھا کہ کہتے ہیں کہ پھر یہ حال ہوگیا تھا کہ جب میں مشتاق ہوتا تھا اور کوئی بات اُن سے پوچھنی ہوتی تھی، تو وہ تو مکہ میں اور میں گنگوہ میں۔ فرماتے ہیں کہ میں آنکھیں بند کرتا، تو وہ میرے دل میں ہوتے، ہر چیز کا جواب اُن کی طرف سے مجھے مل جایا کرتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ اُس کے چند سال کے بعد پھر میری یہ کیفیت ہوئی کہ وہ پیر تو کہیں چلے گئے دل میں سے، پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی میرا یہ حال ہوگیا تھا، کہ جو کام درپیش

ہوتا تھا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھ کر کیا کرتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا کہ پھر اس کے بعد اللہ نے مرتبۂ احسان عطا فرما دیا۔

اِن کو حضرت گنگوہی رحمۃُ اللہ علیہ پر بھی بڑا اشکال ہوتا ہوگا، ہم اُن سے کہیں گے، کہ دیکھو، مدارج السالکین پڑھو، اس میں وہ لکھتے ہیں، تین مرتبے انہوں نے بیان کئے، منازل السائرین میں سو منزلیں صوفی کی بیان کی گئی ہیں۔ ایک منزل، دوسری، تیسری، کتنی؟ سو منزل اس لئے اس کا نام ہی منازل السائرین۔ اور مدارج السالکین اُس پر ابن قیم کی شرح ہے۔

اس میں ایک جگہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جب صوفی اپنے سلوک میں ترقی کرتا ہے، تو ترقی کرتے کرتے وہ اس درجہ پر پہنچتا ہے، **فَـاِذَا صَـدَقَ فِـیْ ذَالِک** یہ جو بیان کیا اس میں وہ صادق رہتا ہے تو اس کے بعد **رُزِقَ مَـحَبَّةَ الـرَّسُـوْل کَاَنَّهٗ مَعَهٗ**۔ کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلق اس کا اس درجہ تک ہو جاتا ہے کہ **کَاَنَّهٗ مَعَهٗ**، ہر وقت حضور ساتھ ساتھ۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کیسے غلط ہو سکتے ہیں؟ کہ میرے ساتھ ساتھ ہیں، میرے حضور۔ اور آگے وہ فرماتے ہیں، کہ **فَـاِذَا رَسَخَ فِـیْ ذَالِک**، کہ اس میں اور ترقی کرے گا، اور ترقی کر کے اس میں جب رسوخ حاصل ہوگا، تو پھر صفاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرے گا۔ اور تیسرے درجہ میں **فَـاِذَا تَـمَـکَّنَ فِیْ ذَالِک**، ہمارے یہاں بھی تمکین، سب سے اونچا مرتبہ، اردو اور فارسی کی کتابوں میں بھی، صوفیہ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں، کہ **فَاِذَا تَـمَـکَّنَ فِـیْ ذَالِک**، جب اس میں اُسے تمکن حاصل ہو جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ ہر وقت خدا کے ساتھ ساتھ۔ ہر وقت خدا اُس کے ساتھ، کہتے ہیں کہ چلے گا، تو خدا اُس کے ساتھ۔ سنے گا تو خدا اُس کے ساتھ، بولے گا تو خدا اُس کے ساتھ۔ دوستو! یہ جتنی ہماری چیزیں ہیں، وہ تمام کے تمام، اُس کی دلیل کوئی آپ سے پوچھے، تو اس کی دلیل ابن قیم کی مدارج السالکین سے دیجئے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بھی تہمت

شروع میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جو آپ کی پہلی حدیث کے راوی عن سفیان، سفیان بن عیینہ کو شیعہ کہا گیا، محمد ابن فضیل کو شیعہ کہا گیا، کبھی غلط فہمی کی وجہ سے ایسی تہمتیں ہوتی ہیں، اور کبھی جان بوجھ کر یہ تہمتیں گھڑی جاتی ہیں، اور رکھی جاتی ہیں۔

جیسے حضرتِ امام اعظم، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیہ کہا گیا، کہ وہ مرجیہ فرقہ میں سے تھے۔ اور مرجیہ فرقہ محدثین کے برعکس فرقہ شمار کیا گیا، **اَلَّـذِیْـنَ یُؤَخِّرُوْنَ الْعَمَلَ عَنِ الْاِیْمَان.** کہ جو ایمان کا ارجاء کرتے ہیں، اسے مؤخر کرتے ہیں، تصدیق سے اور توحید سے۔

ہم نے اُن سے کہا کہ ظالمو! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تم نے نہیں دیکھی؟ پڑھی نہیں؟ کہ ساری زندگی انہوں نے کاہے میں گذاری؟ وہ تمام فروعی مسائل، جزئی مسائل جو قیامت تک کے لئے پیش آنے والے تھے، اُن تمام کو مرتب کیا۔ تو ایسے جزئی اعمال، فروعی اعمال، اُس کے متعلق انہوں نے اجتہاد کیوں کیا؟ اگر یہ تمہارا ارجاء کی تہمت درست ہے تو پھر وہ یہ جھک کیوں کرتے؟

جیسا جزء اعمال کو دوسرے حضرات سمجھتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں چند ہزار مشکل سے آپ کو مسلمان ملتے۔ جیسے **مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃ**، کہ تارکِ صلوٰۃ کافر ہے۔ یہ تمام فروعی اعمال چھوڑنے والا کافر ہے۔ اُس کو اگر ایمان کا جزء قرار دیا جائے تو کتنے مسلمان بچیں گے دنیا میں؟ یہ تو امامِ اعظم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا امتِ اسلامیہ پر کتنا بڑا احسان کہ ہم سب گناہ گاروں کو امام اعظم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے ساتھ وابستہ رکھا، ورنہ دوسرے حضرات تو سب کو نکالنے کے لئے جارہے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے امامِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اُمت کی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اب یہ روکھا سوکھا موضوع رہا آج کا، یہ تنقید، تردید اور اُن کے جواب اور اُن کا رد، تو اب اخیر میں ذرا جمالِ محمدی والا موضوع لے لیتے ہیں۔

حضرت امامِ اعظم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا اُمت پر اتنا بڑا احسان کہ ہر صفحہ پر آپ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے روایت صحیح بخاری میں ملے گی۔ میں نے آپ کو مثال دی پہلی حدیث کے راوی سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، وہ امام صاحب کے شاگرد اور یہ کتنے اونچے شاگردوں میں سے؟ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **لَوْ لَا اَنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَ سُفْیَان لَکُنْتُ کَسَائِرِ النَّاس** ،فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے دو بزرگ عطا کئے، ایک امامِ ابوحنیفہ اور ایک سفیان بن عیینہ۔ کہ اِن کی وجہ سے میں یہ حدیث کے کام میں لگا ہوا ہوں اور مشہور محدث بنا، ورنہ میں تو عام لوگوں کی طرح ہوجاتا۔ اگر کون نہ ہوتے؟ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، جن کے متعلق یہ تہمت۔ ان کے پاس احادیث کا کوئی ذخیرہ نہیں۔ یہ کہتے حیا بھی نہیں آتی۔

یہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اُستاذ ایوب سختیانی کے ساتھ ساتھ ہیں، اور کہاں پر ساتھ ساتھ ہیں؟ ابھی مولانا عبدالعلیم لکھنوئی آئے تھے، تو وہ جمالِ محمدی کے متعلق تذکرہ روتے ہوئے کرنے لگے، اور فرمانے لگے کہ وہاں آپ نے فلاں واقعہ لکھا۔ میں بھی وہاں حج میں، جب فلاں حج میں پہنچا مدرسہ علومِ شرعیہ گیا، حبیب اللہ نے مجھے بستر کی جگہ دے دی، میں وہاں لیٹ گیا، اُس سے یہ کہہ کر کہ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سلام پڑھنے کے لئے مسجدِ نبوی جانے لگیں، تو مجھے جگا دیجئے۔ انہوں نے مجھے رات کو تہجد کے وقت جب حضرت تشریف لے جارہے تھے مسجدِ نبوی تو جگانے لگے کہ حضرت جارہے ہیں، جلدی آؤ، جلدی آؤ، میں حضرت کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوبِ سختیانی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تک اُس وقت رسائی ہوسکتی تھی۔ ایوبِ سختیانی جب وہاں جانے لگے، تو حضرت امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے اُستاذ سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ مجھے مڑ کر دیکھ نہ لیں، میں چھپ کر دیکھنے لگا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ وہ جب وہاں پہنچے اور جو منظر میں نے دیکھا کہ کسطرح وہ لپٹے ہوئے تھے، اور کس طرح وہ رو رہے تھے، فرماتے ہیں کہ ساری عمر کے میرے رونے کے لئے وہ قصہ کافی ہوگیا۔ مَا فَکَّرْتُ فِیْ هٰذَا الْاَمْر، اِلَّا بَکَیْتُ۔ فرماتے ہیں کہ میں ساری عمر جب بھی اس ایوبِ سختیانی روضہ اقدس پر سلام کیلئے حاضری کے واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میں رونے لگتا ہوں۔ یہ کہ کسطرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حاضری، اس کا اہتمام، وہاں رونا دھونا۔

جس طرح کہ میں نے بتایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اُنگلیاں مبارک جالی مبارک میں ایسے، ایسے، ایسے کر کے اندر پہنچتی تھیں، پھر وہ آنسو نکلتے تھے، پھر وہ سرمہ بنتا تھا، جالی مبارک کے اندر کا غبار، آنکھوں کا سرمہ۔ یہ کہاں سے سیکھا؟ عُمرین سے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس فتح فرمایا، بیت المقدس کی فتح کے بعد وہاں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا خیال دیکھا کہ کچھ وہاں ٹھیرنا چاہتے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا جملہ فرمایا اُن سے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چلو، مدینہ شریف چلو، اَلَا تَزُوْرُ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم؟ اب جو قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفر کے لئے ممانعت کی دلائل اور احادیث تلاش کرتے ہیں، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتباع کریں، عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ خُلَفَاء. کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت کعب کو فرما رہے ہیں کہ اَلَا تَزُوْرُ قَبْر رَسُوْل اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم؟ قبرِ رسول ہی کی زیارت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت کعب کو واپس لاتے ہیں۔

دوسرے عمر عمرابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے کچھ عرصہ ہو جاتا، یا دستاتی ہے، فرماتے ہیں کہ باربار **یُبْرِدُالسَّفِيْر مِنَ الشَّام اِلیٰ قَبْرِ رَسُول اللّٰه صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلّم** ۔میری طرف سے تم سفیر بن کر جاؤ اور تم حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر صلوٰۃ اور سلام میری طرف سے عرض کر کے آؤ۔

آخری ایک قصہ بیان کر کے میں ختم کروں گا، حضرت بھی تشریف لا چکے ہیں، کہ جس طرح انہوں نے قاصد بھیجا، شام سے حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے، اسی طرح یہاں سے آپ کے یہاں مغرب سے اسپین بھی قاصد گیا ہے۔

ایک شاعر تھے، وہ نابینا تھے، اور وہ نابینا شاعر یہاں آپ کے یہاں اسپین میں رہا کرتے تھے۔انہوں نے ایک شعر لکھا، اور اس کی تلاش میں نکلے، پوچھتے رہے، ہر ایک سے کہ بھائی، کوئی حج کو جا رہا ہے؟ اُن کو بتایا گیا کہ فلاں خاندان میں سے فلاں حضرات ابھی حج کو جا رہے ہیں۔

اُن کی خدمت میں وہ پہنچے، روتے ہوئے عرض کیا کہ جب تم وہاں مدینہ منورہ پہنچو تو میری ایک درخواست ہے کہ میرا یہ پرچہ وہاں میری طرف سے پڑھ دینا۔ وہ لے کر پہنچے اور اُنہوں نے اُن کی طرف سے جو اشعار میں استغاثہ تھا، فریاد تھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے وہ عرض کر دی۔

پھر وہ قافلہ یہاں واپس آیا، جب وہ قافلہ واپس آ رہا ہے، اور استقبال کے لئے ہم نے بچپن میں دیکھا کہ گاؤں سے کئی میل باہر نکلکر حجاج کا استقبال کیا جاتا اُس وقت، بسیں وغیرہ نہیں چلتی تھیں، تو پیدل سارا گاؤں جاتا تھا، پھول ہار لے کر کے اور وہاں اُن کا استقبال کیا جاتا تھا، اُن کا ویلکم کیا جاتا تھا۔ جب وہ حجاج وہاں واپس اسپین پہنچتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ استقبال کرنے والوں میں سب سے آگے آگے جن کا پرچہ وہ لے کر گئے تھے نابینا بھی تھے، وہ قافلہ والے کو دیکھ کر لپک کر دوڑ پڑے اور گلے ملے جن کو اُنہوں نے وہ شعر دیا تھا۔ کہا کہ دیکھو، تم نے وہ جا کر شعر پڑھا

اور اللہ نے میری بینائی واپس عطا فرمادی۔

اللہ تعالیٰ ہماری دلوں کی بینائی جو جا چکی ہے، اللہ تعالیٰ اُس بینائی کو واپس فرمادے۔ اُس میں ابن قیم نے اپنے شیخ سے ایک اور جملہ بھی نقل کیا کہ یہ معمولات سالک جب کرتا ہے، تو اس کے قلب کی ایک آنکھ کھلتی ہے جس سے وہ خدا کو دیکھتا ہے، دوسری آنکھ کھلتی ہے جس سے وہ حضور کو دیکھتا ہے۔ اللہ ہماری دل والی آنکھ کو کھول دے جس سے ہم حضور کو دیکھتے رہیں۔

۲

ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا سر جاں کنی کے وقت

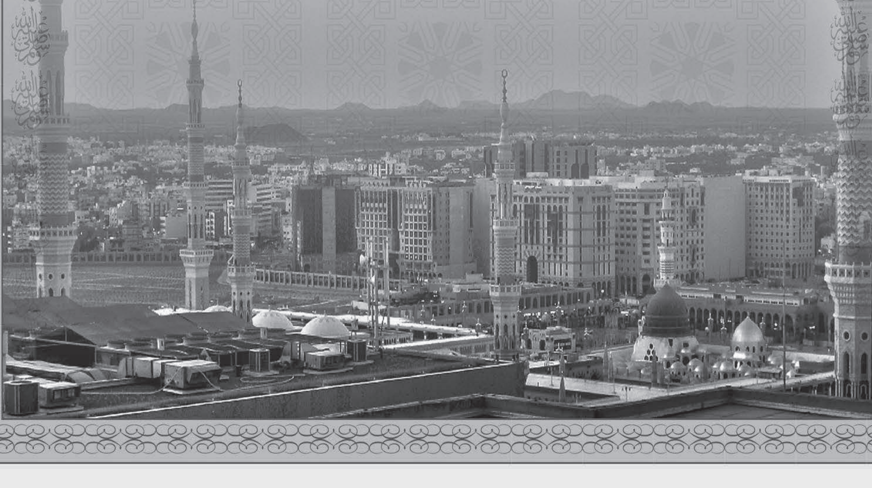
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں رکھ لیا

مگر انہوں نے گود مبارک سے نیچے سرکا لیا

پوچھا کیوں ثعلبہ ؟ عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انها مملوئة من الذنوب

یہ سر گناہوں سے بھرا ہوا ہے



گھٹائیں رحمتوں کی چھا گئیں ابر کرم برسے
یہ عالم ہے کہ خار طیبہ خوشتر ہیں گلِ تر سے

یہ کس نے سازِ دل پر نغمہ نعتِ نبیؐ چھیڑا
صدائیں مرحبا کی آرہی ہیں ہفتِ کشور سے

زمین پاک مرقد کی بلندی کوئی کیا جانے
کہ جس کی رفعتوں کے واسطے عرشِ بریں ترسے

خوشا صدق و جلال و حکم و تقویٰ شاہِ والا کا
کوئی پوچھے ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ سے

یہ ناممکن ہے مرجھائی ہوئی کلیاں نہ کھل جائیں
گھٹا رحمت کی دیکھو وہ اُٹھی اللہ کے گھر سے

ہلال و بدر میں آئی کہاں سے اتنی تا بانی
کلس سے کچھ اُڑائی ہے تو کچھ روئے پیمبرؐ سے

غسالہ سید کونین کا میری نگاہوں میں
ہزاروں درجہ بہتر قطرۂ تسنیم و کوثر سے

یہ کس نے زندگی کا صور پھونکا کوہِ فاراں پر
زمیں کیا آسماں تک گونج اُٹھا اللہ اکبر سے

وہ کیوں کر قصرِ جنت کی طرف ہو ملتفت عارفؔ
جگہ مرقد کی طیبہ میں ملے جس کو مقدر سے

(مولانا ابو الوفاء عارفؔ شاہجہانپوری)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلیِّ عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اما بعد!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرو بْنِ العَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قالَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَۃٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بَابُ قَوْلِ اللَّہِ وَ نَضَعُ المَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ انَّ اَعْمَالَ بَنِیْ آدَمَ وَ قَوْلَھُمْ یُوْزَن. وَ قَالَ مُجَاھِدٌ اَلْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِیَّۃِ وَ یُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِط وَ ھُوَ الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَھُوَ الْجَائِر. حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ اَشْکَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَیْل عَنْ عُمَارَۃَ بْن الْقَعْقَاع عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللَّہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَال

یہ ختمات کے ایام ہیں۔ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد وہاں پریسٹن جامع مسجد میں ایک

ختم تھا۔ جیسے آپ کے یہاں ختم بخاری شریف ہوگی، اسی طرح وہاں ایک ختم تھا۔ اس کی ابتداء اوراس کا افتتاح کیسے ہوا؟

ہمارے دارالعلوم کے ایک استاذ کے پاس وہ پہنچے پریسٹن (Preston) کی جامع مسجد میں، اور اُن سے کہا کہ آپ ہمارے بچے کو پڑھا دو۔ انہوں نے فرمایا کہ، مدرسہ میں ہمارے پاس بھیج دو، ہمارے گھر بھیج دو، مسجد میں بھیج دو وہاں پڑھا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ معذور ہے، نہیں آسکتا۔ آپ کو آنا پڑے گا۔ وہ اُن کے یہاں تشریف لے گئے، یہ سوچ کر، کہ ہاتھ پیر سے، کسی عضو سے، چلنے پھرنے سے معذور ہوگا۔ وہاں گئے، دیکھا تو ہماری طرح سے اس کی دونوں آنکھیں سلامت ہیں، مگر آنکھیں رکھنے کے باوجود وہ دیکھنے سے معذور ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کی ہمیں قدر عطا فرمائے۔ اُن کو نیکیوں میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اُس کو اور بقیہ تمام اعضاء کو، گناہوں سے اور گناہوں کی نحوست سے بچانے کی توفیق دے۔ تو اس بچہ کے والد سے کہا، کہ یہ تو آنکھوں سے معذور ہے، اِس کو تھوڑا تھوڑا حفظ کرایا جائے، یہ بھی پڑھانے کا ایک طریقہ ہے۔

نابینا کا حفظ قران

لندن میں پانچ چھ سال پہلے، ایک نابینا نوجوان نے سات مہینے میں قرآنِ کریم حفظ ختم کیا۔ ابھی مولانا نے فرمایا کہ قرآنِ کریم معجزہ کے طور پر بچے حفظ کر لیتے ہیں۔ اُنہوں نے، دارالعلوم کے استاذ نے اُن سے کہا کہ ایک طریقہ حفظ کرایا جائے یہ بھی ہے۔

دوسرا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بجائے سُن کر حفظ کرنے کے، وہ خود قرانِ کریم ناظرہ پڑھنا سیکھے۔ تو والد جلدی میں کہنے لگے، انہوں نے کہا کہ یہ تو آنکھوں سے معذور ہے، یہ تو ہمارا قران شریف، یہ نہیں پڑھ سکے گا۔ انہوں نے بتایا کہ جو نابینا کے لئے قران شریف ہوتے ہیں، جس سے وہ پڑھ سکتے ہیں، وہ لے کر والد آئے۔

انہوں نے بتایا کہ میں خود اس کا ایک حرف تہجی جانتا نہیں کہ نابینا کی تحریر میں جو لکھی جاتی ہے، نابینا کے لئے ۔ اُس میں الف کیسا ہوتا ہے وہ میں نہیں جانتا، میں کیسے پڑھا سکتا ہوں؟ استاذِ محترم نے ہمت کی، اور وہ خود سیکھتے چلے گئے، اور یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی اس کاوش کو قبول فرمایا، اور بچہ نے قرانِ کریم ختم کیا۔ تو اُس ختم کی جمعہ کو تقریب تھی، وہاں جانا ہوا۔

تَفۡصِیۡلاً لِکُلِّ شَیۡءٍ

اُس کے بعد گذشتہ کل، سنیچر کو، پریسٹن (Preston) میں ہمارا ادارہ ہے معہد الشہداء، دار العلوم کے اساتذہ جو ایکسڈنٹ (accident) میں شہید ہو گئے تھے، اُن کے نام کی طرف منسوب۔ آج کل تو فتنوں سے بچنے کے لئے ہر چیز کی تشریح کرنی پڑتی ہے، ڈرتے ڈرتے۔ کہیں کسی کو اشکال نہ ہو جائے!

مکہ مکرمہ میں سب سے پہلا تبلیغی جماعت کا مرکز، شہداء میں تھا، مسجدِ شہداء تھی۔ مگر ہمارے دار العلوم کے اساتذہ جو شہید ہو گئے تھے، اُن کی طرف منسوب معہد الشہداء پریسٹن ہے، اُس میں ہر سال، اللہ کے فضل وکرم سے بچے حفظ ختم کرتے رہتے ہیں، اُس کی، جگہ کی ایک لمبی تاریخ ہے بڑی دلچسپ۔ وہاں کوئی تقریباً دس بچوں نے حفظ قرآن کو ختم کیا، جس میں ہمارا ایک نواسا بھی شامل تھا۔ اُس کی تقریب گذشتہ کل شام کو عصر کے بعد تھی۔

اُس تقریب میں، میں نے ساتھیوں سے عرض کیا کہ یہ قرآنِ کریم کے حفظ کے ختم کی تقریب ہے، اور قران اُمُّ الکتاب ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کی تاریخ اس میں ہے، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ اس میں ہے، تمام حیوانات، نباتات، جمادات **تَفۡصِیۡلاً لِکُلِّ شَیۡءٍ**، ہر چیز کی تاریخ قرانِ کریم میں ہے۔ ایک سائنس دان اپنے اعتبار سے قرآنِ کریم کو دیکھے، تو اس کے علوم کے پچاسوں باب ملیں گے۔ **وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَاءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ**، کہ یہ ایٹم (atom) اور ذرہ سائنس دانوں کے مطابق کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ دنیا شروع ہوئی۔

تمام صلحاء نیک لوگوں کی تاریخ، اللہ کے دین کے، خدا کے دشمنوں کی تاریخ، اُن کی ابتداء، اُن کا انجام، اُن کے ساتھ دینے والوں کا انجام، کیسے خدا نے ساری ساری قوموں کو غرق کیا، آسمانوں سے عذاب نازل ہوا، اُن کو بیخ دیا گیا۔ کیسے اُنہیں ہلاک کیا گیا، تو یہ تمام اقوام عالم، اقوامِ سابقہ کی اور لاحقہ کی، آنے والی اقوام کی، تمام کی تاریخ۔ جناتوں کی، انسانوں کی، بچوں کی، بڑوں کی، نیکی کے راستہ پر چلنے والوں کی، بُرے راستہ کا انتخاب کرنے والوں کی، ان کا انجام، ہر چیز مکمل طور پر قرانِ کریم میں موجود ہے۔

میں نے کہا دوستو! ہمیں، یہ جو مجمع ہے، میں نے اُن سے کہا، کہ ہم سب ایک چیز میں مشترک ہیں، ایک ہماری بھی بیماری ہے۔ اُس کا علاج ہمیں قران سے مطلوب ہے۔ پھر چند ایک سورتیں میں نے ان کو بعض چیزوں کے علاج کے طور پر بتائیں۔

اور اس کے بعد میں نے کہا کہ ہم سب کا مشترکہ غم، اور ہماری مشترکہ مصیبت، جس میں ہم سب پھنسے ہوئے ہیں، مصیبت میں، ایک بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر وقت ہماری آنکھیں گناہوں کی طرف راغب، ہمارے دل دماغ کسی وقت گناہوں سے خالی نہیں ہوتے، نہ تنہائی میں، نہ مجمع میں، نہ بازار میں، ہم سر سے لے کر پیر تک کوئی عضو ایسا نہیں سوچ سکتے اپنے متعلق کہ جو ہر وقت گناہوں میں آلودہ نہ رہتا ہو۔ میں نے اُن سے کہا کہ چلئے ہم تلاش کرتے ہیں کہ اس بھنور سے ہم کیسے نکلیں؟ اور جن پر یہ گذری ہے، اُن کا حال ہم پڑھیں تاکہ کچھ اپنا سکیں، کچھ اختیار کر سکیں، تو میں نے رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃ وَ فِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃ وَ قِنَا عَذَابَ النَّار، کا شانِ نزول، حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا گذری۔

گناہِ بے لذت

اور میں نے عرض کیا کہ ہمارے تمام اعضاء سمیت، کبائر صغائر میں ہم ہر وقت ملوث۔ جس سے کسی قسم کی کوئی منفعت نہیں، غیبت کو کہا جاتا ہے، اس کا نام ہی رکھا ہے، مفتی شفیع صاحب رحمۃ

اللہ علیہ نے گناہِ بے لذت، تو اس کے متعلق بھی، ہمارے کانوں کو ایسا چسکا پڑا ہوا ہے کہ پوری پوری راتیں صرف ہو جاتی ہیں، اور گھنٹے گذر جاتے ہیں، مزے لیتے ہوئے، دوسروں کی بُرائی، غیبت، اُن کو کیسے نقصان پہنچایا جائے، اُن کو کیسے گرایا جائے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جو ہمارے اعضاء کو لت پڑ گئی ہے، مزے لینے کی گناہوں کے ذریعہ، میں نے اُن کو حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سنا کر عرض کیا کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کے لئے بھیجا تھا، راستہ میں ایک نگاہ پڑ گئی، وہ بھی اتفاقیہ، کہ فوراً ہٹا لینی چاہیئے تھی، نہیں ہٹا سکے۔ ذرا تطویل ہوگئی اُس میں، اُس میں تمدید ہوگی، تھوڑی دیر دیکھا ہوگا، یہ گناہ اُن کے نزدیک اتنا عظیم ہو گیا کہ بارگاہِ رسالت سے جس کام کے لئے اِن کو بھیجا گیا تھا، اُس کام کو انجام دے کر واپس جانے کے بجائے، جنگل کی راہ لی۔ آہ و بکاء خدا کی بارگاہ میں۔ مختصر کروں، لمبا قصہ ہے، دو دفعہ جبرئیل اُن کی وجہ سے اُترے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، اور عرشِ الٰہی سے رب کا سلام پہنچا کر بتایا کہ وہ ایک آپ کا اُمتی آہ و فغاں میں مصروف ہے وادیوں میں، جنگل میں، اُن کی خبر لیجئے۔

پھر اخیر میں، تمام واقعہ کے اجزاء میں چھوڑ دیتا ہوں۔ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلتا ہے، کہ وہ اِس دنیا سے اب جا رہے ہیں، اُن کا آخری وقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اور اُن کا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، آہستہ سے اُنہوں نے نیچے سرکا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ یَا ثَعْلَبَۃُ لِمَ حَوَّلْتَ رَاْسَکَ عَنْ حِجْرِیْ؟ تم نے میری گود سے اپنا سر نیچے کیوں سرکا لیا؟ عرض کرتے ہیں، یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اِنَّھَا مَمْلُوْئَۃٌ مِنَ الذُّنُوْب، یہ گناہوں سے پُر ہے، یہ اس گود، مبارک گود کے لائق نہیں میرا سر۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دو سوال فرمائے، کچھ مانوس کرنے کے لئے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ، مَا

تَشْتَهِیْ؟ آپ کو کیا چاہئے؟ انہوں نے عرض کیا، کہ مَغْفِرَۃَ رَبِّیْ، میرے رب کی مغفرت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیں، اس سے پہلے پھر جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! خدا کی طرف سے آپ پر سلام ہو، رب کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو، اور حق تعالیٰ شانہ فرمارہے ہیں، کہ میرے اس بندہ کو آپ فرمادیں کہ یہ تو تیرا ایک گناہ ہے، اگر یہ زمین ایک برتن بن جائے اور وہ تیرے گناہوں سے بھری ہوئی ہو، اور اس کو تو لے کر آئے گا، تو میں زمین بھر مغفرت لے کر آؤں گا، یہ جواب سن کر حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے میں نے کہا کہ 'وصال کے احوال' میں، میں نے پورا ایک باب لکھا ہے، کہ جو سجدہ میں اللہ کے پیارے ہوگئے، جو نماز میں اللہ کو پیارے ہوگئے، جو تلاوت کرتے ہوئے، کسی نے شعر سنا اور جان دے دی۔ اس میں ایک یہ کہ ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔ تو اس میں حضرت ثعلبہ بھی ہیں ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔

وہ اپنے آپ کو، پورا ایک چلہ اُنہوں نے وادی میں گذارا تھا۔ آپ بھی چلہ میں جاتے ہیں۔ پورا ایک چلہ اِس کی آہ وفغاں اور استغفار میں رب کے سامنے روتے رہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مغفرت کا ایسا عظیم وعدہ ہوا۔ اور یہ کیسے پورا ہوا؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُنہیں دفن فرمایا، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُنگلیوں کے پوروں کے بل چل رہے ہیں، پورا پیر زمین پر نہیں رکھتے ہیں۔

فارغ ہونے کے بعد پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ، آپ اس طرح چل رہے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں کی جو جماعت حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے، اس قدر کثرت تھی، کہ میں اپنا پورا پیر زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ کیسا عظیم استقبال!

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وہاں میں نے یہ گنہگاروں کے متعلق عرض کیا تھا۔اب یہ آپ کا ادارہ دعوت وتبلیغ کی طرف منسوب ادارہ ہے، اور اس دعوت وتبلیغ کے بانیِ مُبانی مؤسس اعلیٰ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ اور اُن کے اباء واجداد ہیں۔اب اس موقعہ پر ہم اس ادارہ میں ہم حاضر ہوئے ہیں اور یہ بخاری شریف کا ختم بھی ہے۔ہم حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیاتِ طیبہ، اُن کی زندگی کو دیکھتے ہیں، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنہیں اس مرتبہ عظمیٰ تک کیسے پہنچایا؟ اور کیسے اتنا عظیم کام لیا؟

اسی طرح یہ جو آپ بخاری شریف ابھی ختم کریں گے، حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُن سے ہم پوچھتے ہیں، کہ حضرت! صدیاں گذر گئیں، ڈیڑھ ہزار برس اسلام کو ہوگئے۔آپ کی کتاب کو دوسو، تین سو برس کم رہے ہوں گے، تو اتنے طویل عرصہ کے بعد تک، آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک، کہ اس کتاب کی اس قدر مقبولیت، اور آپ کا نام اس طرح زندہ تابندہ۔ اس کی کیا وجہ؟ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ان سے پوچھتے ہیں، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا عظیم کام جو آپ سے لیا کیسے لیا؟

ائمہ اربعہ کی بے مثال قربانیاں

ہم سب کے سب جو یہاں بیٹھے ہیں، سارے الحمد للہ، سارے حضرت امامِ اعظم، اور بقیہ ائمہ ثلاث میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں۔ہم اُن ائمہ سے پوچھتے ہیں، کہ آپ کے مذہب کے خلاف، آپ کی ذاتِ عالی کے خلاف، آپ کی زندگی میں، آپ کے بعد، اتنے سارے فتنے آئے، فتنے آئے، اور کیسے فتنے آئے کہ ہم تو شاید اسلام پر بھی باقی نہ رہتے۔لیکن جو اِن ائمہ پر، صحابہ کرام اور تابعین، وہ تو وہاں تک سر اُوپر اُٹھا بھی نہیں سکتے ہیں ہم۔اُن کی بلندی کو کیسے دیکھ پائیں گے؟ یہ ہمارے ائمہ اربعہ، اُن پر جو جو قیامتیں گذری ہیں، وہ آپ اور ہم پر اگر اُن کی جیسی

قیامتیں ہوتیں، تو شاید ہم اسلام پر بھی نہ رہتے۔ کہ یہ جس اسلام کے خاطر ہم مار کھا رہے ہیں، تو وہ خدا کدھر ہے؟ اور اس مذہب کے تحفظ کے وعدے کدھر ہیں؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کندھے سے، اور یہ جوڑ میں سے ہاتھ نکال دئے گئے تھے پہلوانوں کو بلا کر کے، کھینچ کر۔ اُن کے یہاں جو عدمِ رفع ہے، کہ بالکل سیدھے ایسے ہی کھڑے رہو، تو اس کی وجہ ایک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عدم رفع کی یہ بھی بیان کی کہ وہ ہاتھ اُٹھا ہی نہیں سکتے تھے۔ تو اور بقیہ مظالم کس قدر ڈھائے گئے ہوں گے اُن پر؟

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات آپ سنتے رہتے ہیں، کہ کیسے اُن کو روز سامنے لا کر، سب کے سامنے کوڑے مارے جاتے تھے۔ پھر گوشت نظر آنے لگتا تھا، پھر مرہم پٹی کر کے پھر دوبارہ وہی پٹائی ہوتی تھی۔ کیسے برداشت کرتے ہوں گے؟

ایک دفعہ میں نے پورا واقعہ سنایا تھا، کہ اُسی میں کسی نے پوچھا کہ حضرت اپنے چادر کے ایک کونہ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال مبارک اپنے اس پلہ میں باندھ رکھا تھا، تو مجھے اپنی جان سے زیادہ اُس کی حفاظت کا خیال تھا۔ تو ہم ہوتے، تو اُس بال مبارک کے متعلق بھی بدگمان ہو جاتے، اور جن کے بال مبارک، اُن کے اور اُن کے لائے ہوئے مذہب پر بھی ہمیں یقین نہ رہتا۔ امامِ احمد پر کیا کیا قیامتیں گذریں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو انتقال ہی جیل خانہ میں ہوا۔ کوڑے مارے

جاتے تھے، اخیر میں دیکھا کہ مرتا بھی نہیں یہ، زہر پلایا گیا۔ دیکھا کہ آخری وقت ہے، تو سجدہ میں تشریف لے گئے، ہمارے حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرح سے۔ سجدہ میں انتقال ہوا۔ حضرت امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی حال، ان پر مظالم ڈھائے گئے۔

ہم اُن سے پوچھتے ہیں، ائمہ اربعہ سے اور امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے، کہ آپ کے اتنے دشمن تھے دنیا بھر میں، حکومتیں دشمن تھیں، اُن کے کارندے آپ کے دشمن تھے، اُن کی فوجیں آپ کے خلاف تھیں، تو آپ کو ختم نہیں کر سکیں، آپ اور آپ کا مذہب اتنی صدیوں بعد زندہ اور تابندہ، کیا وجہ اس کی، کیا گُر؟ ہمیں سکھا دیجیے، بتا دیجیے، ہم بھی ابھی بخاری شریف سے فارغ ہوں گے، کچھ دنیا میں کر لیں، دینی کام کر لیں۔

میں نے اپنے طور پر جو اِن کا ریسرچ (research) کیا تو مجھے تو ایک ہی جواب ملا، جو میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیسے اِن حضرات کا نام آج تک زندہ اور تابندہ ہے؟ اور کیسے یہ سر بلند ہوئے؟ اور کیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو ہمت دی اور وہ ایسے کام کر گئے کہ آج صدیوں بعد بھی اسی پر لوگ چل رہے ہیں، ورنہ کوئی تصور کر سکتا ہے، کہ اتنے لاکھوں ملینوں انسان تبلیغ و دعوت میں اس طرح جڑیں گے، کوئی حکومتیں دنیا بھر کی مل کر بھی ایسا پلان (plan) نہیں بنا سکتیں۔ کہ جو ایک ہڈیوں کا ڈھانچا تھے، حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے حجرہ کے پیچھے ایک چھوٹی سی گلی تھی۔ وہاں سے کھڑکی میں سے حضرت نظر آتے رہے بس۔ اُس کے باہر جو گلی جیسی تھی، اُس میں اُکڑوں بیٹھ جاتے تھے۔ مسنون ہے اُکڑوں بیٹھنا، تو یہ مجمع میں سے آدھے سے زیادہ بھی نہیں بیٹھ پائیں گے۔ دیکھئے کتنے دور، کیسے سوچ سکتے ہیں ان حضرات تک پہنچنا درکنار، اِن کے حالات اور اِن کا اتباع، جو اُکڑوں نہیں بیٹھ سکتے ہم تو؟

مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس گلی میں اُکڑوں بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان، دونوں زانوں کے درمیان سر رکھ کر رویا کرتے تھے، یہ کام تھا اُن کا۔

اور یہ ایسی بڑی بڑی جماعتوں کا چلانا، بڑے بڑے مجمع سے مخاطب ہونا اور اُن کو قائل کرنا تو یہ لیکچر (lecture) اور زبان اور خطاب سے ہوا کرتا ہے، بیان سے ہوسکتا ہے۔ حضرت کی زبان حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح سے، ایک قسم کی زبان میں لکنت تھی، روانگی کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بول نہیں پاتے تھے۔ تو کیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا عظیم کام اُن سے لیا؟

جیسا میں نے آپ کو بتایا کہ ہم (research) کرتے ہیں ان حضرات کے حالات کو، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے صحیح بخاری میں قصہ سنایا تھا، ایک خواب سنایا تھا۔

صلوٰۃ وسلام جو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ روضہ اقدس پر پیش کرتے تھے

ابھی گذشتہ کل حضرت پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب کو ویزا (visa) ملا، ان کے پروگرام کے (programme) سلسلہ میں بات ہورہی تھی۔ وہ فرما رہے تھے کہ آپ کی کتابیں ساری سُن لیں، اس پر میں نے جو کتابیں میں نے سنی ہیں، آپ کی ساری، تو میں سوچ رہا تھا کہ اس میں سے جو آپ نے درود اور سلام حضرت شیخ نوراللہ کا لکھا ہے سراج القاری کے مقدمہ میں، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی تین سال تک تقریرِ بخاری ہمارے بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نے لکھی تھی۔ سراج القاری کے نام سے اُس تقریر پر تحقیق کے بعد وہ دوسری جلد اُس کی شائع ہوگئی ہے ابھی یہ تیسری جلد چل رہی ہیں۔

انہوں نے اس کا مقدمہ لکھنے کے لئے مجھے حکم فرمایا، تو میں نے کوئی پچاس صفحہ کا ایک مقدمہ لکھا تھا، جس میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ تقریرِ بخاری کے دوران اپنے بیان میں، علمی لائن سے

ہٹ کر جو بزرگوں کے واقعات، اور اپنے واقعات سناتے تھے، میں نے وہ کچھ چالیس کے قریب مقامات کو چن کر کے میں نے ان کے لئے بھیجے تھے۔ اُن میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، وہاں روضہ شریف پر حاضری کے وقت صلوٰۃ اور سلام کس انداز سے پڑھتے تھے، وہ صیغے میں نے اُن کو لکھ کر بھیجے تھے۔ حضرت نے جو تقریرِ بخاری کے دوران خواب سنایا تھا، وہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو، چچا جان کو حضرت نے خود سنایا، جو خواب حضرت شیخ کا تھا۔

نبوت کا چھیالیسواں جزء

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خواب کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ کیوں اہمیت نہ دیں؟ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی، اور آپ کی زیارت سے مستفید ہوتے تھے، ہر وقت تازہ وحی نازل ہوتی تھی۔ مگر اُمت کو اس کے بعد بھی محروم نہیں رکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلـرُّؤیَـا الـصَّـالِحَۃ، کہ جو سچے اچھے خواب ہیں، یہ نبوت کا چھیالیسواں جزء ہیں۔ اور آپ میں سے ہر ایک کو اس طرح سچے اچھے خواب آتے ہیں، مگر نہ جان سکنے کے وجہ سے اس سے استفادہ ہم نہیں کر پاتے۔ اور اگر اس کو ایک بیکار مشغلہ شمار کیا جائے، تو پھر ایک قدم اور بھی آگے بڑھ گئے۔

حالانکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تو ساری عمر کے لئے، کچھ کام تو ایسے ہوتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار فرمائے، وہ بھی سنت ہیں، وہ بھی کرنے ہیں۔ لیکن یہ سنت تو ایسی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وقت روزانہ کا، بہترین وقت اس کے لئے فارغ فرمایا تھا۔ جیسے ہی فجر کی نماز پڑھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس رات کو جو خواب دیکھا ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ بیان فرماتے تھے، اور اُس کی تعبیر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خواب نہیں دیکھا، یا دیکھا اور بیان نہیں فرمایا، اور صحابہ کرام سے پوچھتے کہ ھَـلْ رَایٰ اَحَـدٌ مِنکُمْ رُؤیا۔ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

وہ خواب اپنا بیان فرماتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی تعبیر دیتے۔

سفید و سیاہ بھیڑیں

ایک خواب کا تذکرہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ **غَنَمٌ بِيُض يَتُبَعُهَا غَنَمٌ سُوُد.** کہ کالی اور سفید بھیڑیں ہیں، اور سفید بھیڑیں آگے آگے، اور کالی بھیڑیں پیچھے پیچھے۔ فوراً سن کر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے، کہ یا رسول اللہ اس کی تعبیر تو واضح ہے، کہ عرب کے پیچھے عجم چلیں گے سب سے پہلے اسلام شروع ہوا عربوں سے، اور اُن کے پیچھے پیچھے عجم چل رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **هٰكَذا عَبَّرَهَا الُمَلَكُ بِسَحَر .** کہ ابھی دن میں آپ یہ تعبیر دے رہے ہیں، یہی تعبیر، یہ رات کو، سحر کے وقت میں فرشتہ بھی یہی تعبیر دے چکا ہے۔ تو کتنی مبارک گھڑیاں اس کام کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔ اور اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے یہ تعبیر کا سلسلہ امت میں جاری رکھا۔

امام المعبرین علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات آپ پڑھیں تو آپ حیران ہو جائیں گے۔ ایک دفعہ علامہ ابن سیرین کے آگے کسی نے آ کر خواب بیان کیا، کہ **اَلُجَوُزَاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَيَّا.** کہ یہ منازل ہیں۔

آج کل تو جس طرح میں نے عرض کیا کہ کان اور زبان، دو کو جس طرح شرابی ہوتے ہیں، اب جو یہ پورک (pork) ہی کھاتے ہیں، تو اُن کو اور گوشت میں وہ لطف نہیں آتا، جو پورک میں ہے۔ اور جو پینے والے ہوتے ہیں پینے کے رسیا، تو اُنہیں اور کتنا ہی شاندار مشروب اُن کے سامنے پیش کریں تو وہ مزہ نہیں آتا۔ اسی طرح یہ زبان اور کان کی آلودگی میں جو مزہ آتا ہے۔ یہ چاند، چاند، جب رمضان کی مبارک گھڑیاں ابھی شروع ہونے سے پہلے یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور اتنے مزے لیں گے۔

گذشتہ سال تو ایک عجیب واقعہ ہوا، کہ بالکل آخری ایام ہیں، میں نے ساتھیوں سے جو دار العلوم تراویح کے لئے جاتے ہوئے عرض کیا کہ شکر ہے کہ اس سال کوئی چاند کے متعلق اور ٹائم ٹیبل (timetable) کے متعلق کوئی جھگڑے سننے میں نہیں آئے۔ وہ چپکے سے ایک دوسرے کے منہ تک رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ اور ایک نے آہستہ سے کہا کہ نہیں وہ تو سلسلہ جاری ہے، پھر جو تفصیل سنانی شروع کی، میں نے کہا کہ بس۔ میں نے کان پر ہاتھ رکھ لئے۔ میں نے کہا شکر ہے کہ مجھے اب تک اس کا علم نہیں ہوسکا، میں اس سے واقف نہیں ہونا چاہتا۔ میری غلطی ہوئی کہ میں نے اس کا تذکرہ کیا، میں نے تو خیر سمجھ کر تذکرہ کیا۔

اَلْجَوْزاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَیَّا

یہ جو جوزاء ہے، یہ منازل ہیں، منازل میں سے ایک منزل ہے۔ یہ جو آپ روز انگلش (english) اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ اپنی قسمت آج آپ کو تجارت کرنی چاہیئے، نہیں کرنی چاہیئے، کوئی کام کرنا چاہیئے، آج آپ کامیاب ہوں گے، ناکام ہوں گے۔ وہاں یہ تصویریں آپ دیکھیں گے، یہ حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلۃ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت اور یہ بارہ منازل ہیں۔ جس میں سے جوزاء ہے، اور جوزاء کو خواب میں دیکھا گیا، کسی دیکھنے والے نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ **اَلْجَوْزاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَیَّا** ۔ ثریا منزل نہیں ہے، وہ ایک ستارہ ہے۔ فارسی آپ حضرات نے کم پڑھی ہوں گی، ہمارے یہاں دار العلوم میں تو بالکل نہیں ہے۔ وہ ایک شعر ہے:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رسد دیوار کج

کہتے ہیں کہ پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھی جاتی ہے، اس کے اوپر جب دیوار بلند کرنی آپ شروع کریں گے تو چاہے ثریا ستارہ تک آپ دیوار اونچی کرتے جائیں، وہ دیوار ٹیڑھی ہی رہے گی۔ تو

وہاں شاعر نے ثریا کو استعمال کیا بلندی میں۔

خواب دیکھنے والا نے یہ دیکھا کہ جوزاء ثریا سے آگے بڑھ گیا۔ یہ آگے اور پیچھے پر، یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جو خواب ہے، اس لئے آپ کو یہ ساتھ ابن سیرین کی یہ تعبیر بھی سناؤں کہ ان کے سامنے جب یہ خواب بیان کیا گیا کہ اَلْجوزاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَیَّا، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الجوزاء سے مراد حسن بصری ہے اور ثریا سے مراد میں خود ہوں اور اس جوزاء کے ثریا سے آگے بڑھنے کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے پہلے اُن کا وصال اور انتقال ہوگا، اور اُن کے بعد پھر میرا انتقال ہوگا۔

چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا۔ ادھر حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اور علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع دی گئی، کہ آج حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اور سارا شہر، جس مسجد میں ہزاروں لاکھوں کا مجمع ہوتا تھا، وہ مسجد ساری خالی ہوگئی۔ اس قدر کہ فرماتے ہیں کہ تاریخ میں صرف اس مسجد پر ایک ہی وہ دن آیا ہے، چاہے قیامت آجائے، کچھ آجائے، وہاں نماز ہر حال میں ہوتی رہی، جماعت ہوتی رہی۔ لیکن کہتے ہیں کہ ایک دن ایسا گذرا کہ عصر کی نماز جس وقت حضرت حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے لئے لوگ گئے ہوئے تھے، تو اس جامع مسجد میں، حضرت حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد میں نماز نہیں ہوئی۔ کسی نے نماز نہیں پڑھی، کوئی تھا ہی نہیں وہاں پڑھنے والا سب چلے گئے۔

حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی انتقال پر ابن سیرین کو اتنا غم ہوا کہ اپنی جگہ سے ہل ہی نہ سکے۔ سکتہ اُن پر طاری ہوگیا، نہ ہل سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، نہ جنازہ میں جاسکتے ہیں۔ اور اس کے چندروز کے بعد پھر اُن کا بھی وصال ہوگیا، اُن کی تعبیر صحیح نکلی، کہ اَلْجَوْزاءُ تَقَدَّمَتِ الثُّرَیَّا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا موثر کلام

اسی طرح ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک دفعہ کسی نے خواب بیان کیا۔ اور کہا کہ

حضرت میں نام نہیں لیتا، مجھے معاف کیجئے، میں بغیر نام کے خواب بیان کرتا ہوں، کہ یہ جو جامع مسجد ہے، بصرہ کی، اِس جامع مسجد کے صحن میں ایک شخص کھڑا ہوا ہے، بالکل ننگ ڈھرنگ، مادرزاد ننگا۔ اوراس کے ہاتھ میں تلوار ہے، اوراس کے سامنے ایک چٹان ہے، اور وہ تلوار چٹان کے اوپر مارتا ہے، اوراب تلوار چٹان کو توڑ سکتی ہے؟ وہ تو نہیں توڑ سکتی، وہ تو خود ٹوٹ جائے گی، چاہے کیسی ہی تلوار ہو۔۔ فرماتے ہیں کہ مگر وہ تلوار بھی ایسی، مارنے والا بھی ایسا، کہ وہ چٹان چورا چورا ہو جاتی ہے، پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

پہلا جملہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ اگر چہ آپ نے فرمایا کہ میں اُس شخص کا نام نہیں لیتا، میں نام بتا تا ہوں کہ آپ نے جن کو خواب میں دیکھا وہ حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور جو اُن کے ہاتھ میں تلوار ہے وہ اُن کی زبان ہے۔ اور اُن کے کلام میں اس قدر تاثیر اور اثر خدا نے رکھا ہے کہ جو دل پتھر اور چٹان کی طرح منافقوں کے دل ہیں، اُن کو بھی چورا کر کے، اُس دل کے اندر تک اُن کے کلام کا اثر پہنچتا ہے۔ اللہ نے اُن کی زبان میں اس قدر تاثیر رکھی ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے تقریرِ بخاری میں ایک خواب سنایا۔ فرمایا کہ میں نے چچا جان کو خواب میں دیکھا کہ چچا جان مجھ سے آگے آگے چل رہے ہیں۔ اور پیچھے پیچھے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ چل رہے ہیں اور حضرت کے بالکل پیچھے، پشت پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ چل رہے ہیں۔

اب حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ بتاؤ، اس کی کیا تعبیر؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میں نے چچا جان سے عرض کیا کہ تعبیر تو واضح ہے، ظاہر ہے۔ فرمایا کیا؟ فرمایا کہ تعبیر یہ ہے کہ میں آپ کا اتباع کرنے کی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر میں اپنے مشاغل کی وجہ سے، اپنے دینی کاموں کی وجہ سے، اور تدریس کی وجہ سے، اور

خانقاہی، دیگر مشاغل کی وجہ سے آپ کا کامل طور پر جیسا ہونا چاہئے اتباع نہیں کرسکتا، اگر چہ کوشش تو کرتا ہوں۔ تو اُسی کو بتایا گیا کہ میں آپ کے پیچھے چل رہا ہوں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا، اگر یہ تعبیر ہے تو پھر آپ کے پیچھے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ؟ حضرت شیخ نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں، یہ اشکال تو بجا ہے۔

ہمارے اکابر، ہمیں تو اپنی جہالت پر، اور جو ہمارا غلط علم ہے اُس پر اتنا اصرار ہوتا ہے، اتنا اصرار ہوتا ہے کہ کبھی وہ غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ اُس کی حقانیت پر، غلط علم کو حق سمجھ کر اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے۔ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنے طلبہ کو سینکڑوں کے بھرے مجمع میں، اپنی غلطی بیان فرما رہے ہیں۔ کہ جس کو چچا جان نے غلط قرار دیا کہ تمہاری یہ تعبیر غلط ہے۔ حضرت نے تو یہ الفاظ استعمال نہیں فرمائے، لیکن حضرت نے فرمایا کہ تمہارے پیچھے جو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ چل رہے ہیں، تو پھر وہ؟ فرمایا ہاں پھر تو یہ تعبیر نہیں ہے، جو میں نے دی۔

پھر حضرت فرماتے ہیں کہ پھر چچا جان نے خود تعبیر دی، اور تعبیر کیا دی؟ فرمایا کہ میرے اس کام کے متعلق اہل مدارس، اہل علم اور ان مشائخ میں سے بعضوں کو جو اشکال ہے، وہ آپ کی پشت پناہی کے وجہ سے وہ اشکالات دبے ہوئے ہیں۔ کوئی اُف نہیں کرسکتا، آپ کی وجاہت کی وجہ سے، اور آپ کی یہ جو وجاہت ہے، آپ کو مشائخ اور تمام اہل علم جو مانتے ہیں اور آپ کی قدر کرتے ہیں، آپ کی تعظیم کرتے ہیں، تو وہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی پشت پناہی کی وجہ سے۔ کہ آپ کے پیچھے حضرت سہارنپوری ہیں۔

کیسی زبردست تعبیر! اور کیسا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اپنے متعلق اقرار کہ میری تعبیر غلط تھی۔ اسی لئے حضرت مولانا حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے کتنے مسائل سے، کتنے فتاویٰ سے رجوع فرمایا، کہ پہلے میں نے یہ فتویٰ دیا تھا اب یہ فتویٰ ہے۔

آستانۂ نبوت سے انتخاب

یہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے عرض کرنا شروع کیا تھا، کہ یہ دعوت اور تبلیغ کا ادارہ ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان سے کیسا عظیم کام لیا، وہ کیسے لیا؟ تا کہ ہم بھی اُس کی نقل کر کے اور اس پر چل کر کے کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سے بھی اسی طرح دین کا کام لے۔ اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، اسی طرح ائمہ اربعہ کے متعلق، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسا عظیم الشان کام اُن سے لیا۔

دوستو! یہ جو حضرات ہیں، یہ ہم جیسے انسان تھے، جیسے ہم میں کمزوریاں ہیں اور ہم ضعیف، ناتواں، کمزور، ہمارے ساتھ بیماریاں، مصیبتیں، دنیوی جھگڑے، مشاغل تمام چیزیں لگی ہوئی ہیں، ان کے ساتھ بھی تھے۔ لیکن اِن کی قسمت کا ستارہ کیسے چمکا؟ کہ کیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھنی شروع کی؟ کیسے اُن کو اس کی توفیق ہوئی؟

اس کے ضمن میں آپ کے اساتذہ سے آپ نے سنا ہوگا، کہ حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے ہیں اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پنکھا جھل رہے ہیں۔ تا کہ مکھیوں سے پریشانی نہ ہو، گرمی سے پریشانی نہ ہو۔ انتخاب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ سے ہوتا ہے۔ یہ ان کے قلوب اس قدر وہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے اور قلبِ نبوی سے اس طرح وابستہ اور پیوستہ رہا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ان حضرات کا اس کام کے لئے انتخاب کیا گیا۔

یہی حال حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ کہ وہ وہاں مدینہ شریف میں ہیں اور اپنے متعلق یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اب مجھے یہی رہنا ہے ہندوستان واپس نہیں جانا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان جاؤ وہاں آپ سے کام لیا جائے گا۔

جب بیدار ہوتے ہیں، اپنا خواب ذکر کرتے ہیں، روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ میرے پاس زبان ہے، نہ میں اس قابل، میں کیا کام کرسکوں گا؟ بزرگوں نے تسلی دی، کتنا پیارا جملہ فرمایا، اور فرمایا کہ آپ سے یوں تھوڑے ہی کہا گیا ہے کہ تم جا کر کام کرو۔ آپ سے تو یوں کہا گیا ہے کہ آپ سے کام لیا جائے گا، جو لینے والا ہے وہ کام لے گا۔

چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، آپ اُن کی زندگی سے لے کر اب تک دنیا کے حالات دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسا عظیم الشان کام لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کام میں اور برکت فرمائے۔ جتنے فتنے اس کام کے خلاف اُٹھے، یا اُٹھ رہے ہیں، وہ حق تعالیٰ شانہ اُن سب کو ختم فرمائے، اُمت کو اس پر مجتمع فرمائے۔

دوستو! جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہ انتخاب ہوتا ہے، صحیح کاموں کے لئے نگرانی ہوتی ہے۔ دربار نبوی سے جو کسی دوسرے رُخ پر پڑ جاتے ہیں تو اُن کو بچایا بھی جاتا ہے۔

ابوبکر مَروزی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ ہیں، ابوبکر مَروزی رحمۃ اللہ علیہ، وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اپنی تعبیر کی غلطی خود بیان فرماتے ہیں، اپنے طلبہ کے سامنے، اس طرح ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں خود لکھتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں پہلے ایک عرصہ تک حضرت امام المعبرین علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں حاضری دیا کرتا تھا۔ اور میں ہمیشہ کا اُن کے یہاں کا حاضر باش، اُن سے میں استفادہ کرتا رہتا تھا۔ لیکن فرماتے ہیں کہ پھر کچھ فتنے شروع ہوئے۔

ابھی کچھ علماء، گذشتہ ہفتہ تشریف لائے، تو وہ گن گن کر بتا رہے تھے۔ فرما رہے تھے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جو فتنے سو سال پہلے تھے، نیست اور نابود، بے نام اور نشان ہو چکے تھے، فرماتے ہیں کہ اب پھر وہ زندہ ہو رہے ہیں۔ کتنے فتنے اُنہوں نے گنوائے، کہ یہاں پر، ہندوستان میں،

پاکستان میں، تو ایک اسلام کے خلاف مستقل تحریکیں اور سازشیں چل رہی ہیں کہ کس طرح اس اُمت کو فتنے میں مبتلا کیا جائے۔ نئے نئے فتنے جو مُردہ ہو چکے تھے، بے جان ہو چکے تھے، اُن کو زندہ کیا جا رہا ہے۔

سب سے بڑا فتنہ شیعیت کا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حرمین کی خاص طور پر اس سے حفاظت فرمائے۔ سب سے بڑا شیعیت کا ہدف اور ٹارگٹ (target) وہ حرمین ہیں۔ وہ متفکر ہو رہے تھے، گنوا رہے تھے، کہ اتنے سارے فتنے جس کا نام اور نشان ختم ہو گیا تھا، تاریخ میں کہیں اس کا نام اور نشان کوئی کتابوں میں پڑھنے کو بھی نہیں ملتا تھا، کہتے ہیں کہ وہ پھر زندہ ہونے شروع ہو گئے۔

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ

یہ ابو بکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اچھا بھلا اُن کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا، علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے جلیل القدر محدث اُن سے استفادہ کرتا تھا کہ میں اباضیہ کی جال میں پھنس گیا۔ یہ صرف دنیا میں ایک جگہ عمان میں اُن کی حکومت باقی رہ گئی ہے، یہ اباضیہ کی۔ تو فرماتے ہیں کہ میں اِن کی جال میں اس قدر پھنس گیا کہ میں نے علامہ ابن سیرین کی مجالست ترک کر کے میں اِن کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے لگا۔

اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہے، سب لوگ اُٹھا کر چل رہے ہیں، اور دیکھا کہ جو اُس وقت کے نئے نئے دوست بنے ہوئے ہیں، وہ سارے کے سارے اُٹھانے میں شریک ہیں۔

ابھی تین سال پہلے مولانا موسیٰ کھلوڈیا سہارنپور گئے۔ حضرت پیر صاحب، حضرت مولانا طلحہ صاحب نے شکایت کی اُن سے کہ جا کر مولوی یوسف سے کہنا کہ آپ اطاعتِ رسول پھر کیوں نہیں چھپواتے؟

یہ جب میں اس ملک میں آیا، تو شروع کے سالوں ۱۹۶۹ء میں، میں نے خواب دیکھا۔ میں زکریا مسجد میں، جہاں میں امام تھا، وہاں میں پہنچا، دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک رکھا ہوا ہے۔ میں قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن مبارک ڈھکا ہوا ہے۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی سی دیر کے بعد دیکھا کہ کفن ہل رہا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے کفن مبارک خود کھولا، اور دستِ مبارک اس طرح پھیر رہے ہیں اپنے چہرہ انور پر۔

اب میں زار و قطار رونے لگا کہ الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو زندہ ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ میں رکھ دیا گیا ہے، اور (certificate) کو جاری کر کے، کہ اب اِن کو دفن کر دیا جائے۔ میں نے کہا کہ یہ اعداء اسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے کے باوجود، یہ (certificate) جاری کر کے جنازہ میں رکھوا دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب دفن کر دیا جائے گا۔ تو میں زار و قطار رو رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک جو میں نے دیکھی، اُس وقت جمال عبدالناصر زندہ تھے، تو اُن کے جیسی شکل مبارک تھی۔

اطاعت رسول

میں نے خواب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو لکھا، اس کی تعبیر جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خطوط جو چھپے ہوئے ہیں، تو اُس میں وہ خط بھی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا اس پر رونا یہ دین کے خاطر اور سنتوں کے مردہ ہونے پر تمہارا رونا، اور تمہاری کوشش ہے۔ میں نے سوچا کہ میں کیا کوشش کر رہا ہوں، تو پھر میں نے اُس تعبیر کے بعد یہ کتاب لکھی، اطاعتِ رسول۔

جب وہ تیار ہوئی ساری کتاب، اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مکمل سُنی، اور اخیر میں مولانا تقی الدین ندوی صاحب سے حضرت نے فرمایا کہ، اخیر میں اِن کے مدرسہ کا اشتہار بھی لکھو۔ اس وقت میں مکتب میں مُدرس تھا، تو وہ مکتبہ خلیلیہ رشیدیہ وہاں میں نے کچھ عربی اول بھی اور یہ

فارسی سکھانا بھی شروع کیا تھا۔طلبہ فارسی پڑھتے تھے،ابتدائی عربی پڑھتے تھے۔

مولانا تقی الدین صاحب نے جو اس مدرسہ کا اشتہار لکھا،حضرت کو سنایا،حضرت نے فرمایا کہ اس میں تم نے دورۂ حدیث کے متعلق نہیں لکھا۔کہ وہاں دورۂ حدیث بھی ہوگا ۶۹ء میں،تو حضرت نے بڑھوایا ہے۔حضرت کے ان کلمات کہ دورۂ حدیث بھی وہاں ہوگا،دیکھئے،ہر شہر میں درجنوں مدارس ہیں،کہ جس میں الحمدللہ بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے،اور دورۂ حدیث ہو رہا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ،اللّٰھم زد فزد،اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اور بڑھائے،اور ہر مسجد والوں کو اس کی توفیق دے۔کہ اپنے یہاں بھی وہ عربی کی تعلیم شروع کریں اور یہ عالمیت کا کورس (course) بھی رکھیں۔یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا اُس تعبیر کا نتیجہ ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی قدر کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

یہ امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ،حق تعالیٰ شانہ نے ان کو کس قدر نوازا کہ وہ پنکھا جھل رہے ہیں اور اس کی تعبیر یہ دی گئی کہ تَـذُبُّ عَـنْ اَحَادِیْثِ رَسُولُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلیه وسلّم،کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے صحاح کو الگ کروگے،اور غیر صحاح کو الگ کر کے،ایک ذخیرہ تم تیار کروگے۔یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے،اُن کا اس کام کے لئے انتخاب ہوا۔

میں اباضیہ کے متعلق سنا رہا تھا،کہ ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کے ساتھ جب جانا شروع کیا،یہ اباضیہ کے ساتھ۔میں نے خواب دیکھا،کہ میں جنازہ اُٹھائے ہوئے ہوں اور نئے نئے دوست بھی اس میں شامل ہیں،جو اُس جنازے کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور اُس کو لے کر چل رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اب انہوں نے اُن کی خدمت میں حاضری تو چھوڑ دی تھی،ابن سیرین کی خدمت میں،وہاں جانا آنا تو رہا نہیں،اُن کو پتہ تھا کہ تعبیر اس کی وہی دے سکتے ہیں،انہوں نے ایک پرچہ لکھا،اور کسی سے کہا کہ بتانا نہیں کہ میں نے پرچہ دیا ہے کہ میں اُن کا بھاگا ہوا مرید

ہوں۔اور اُن کا بھاگا ہوا شاگرد ہوں میرا نام نہ بتائیں، اور یہ پرچہ لے کر جائیں کہ کسی کا یہ خواب ہے۔

انہوں نے جب وہ پرچہ پیش کیا، حضرت علامہ ابن سیرین سے، تو اُنہوں نے اس کی تعبیر یہ دی، اور فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے، کہ وہ شخص جس نے یہ خواب دیکھا، وہ پہلے اہل سنت میں سے تھا، اب وہ اہل بدعت کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کا جو جنازہ نکال رہے ہیں اُن کی مدد میں شامل ہو گیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ اُن کی یہ تعبیر میرے لئے ہدایت کا باعث بنی، پھر میں واپس گیا علامہ ابن سیرین کی خدمت میں، کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، اور یہ خواب میرا ہی تھا، کہ میں اہل سنت کے طریقہ کو چھوڑ کر کے میں اباضیہ کے ساتھ شریک ہو گیا تھا، اور میں اُن کی مدد اور نصرت کرنے لگا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ہمارے بچوں کی، ہمارے جوانوں کی، ہماری مسجدوں کی، ہمارے مجموعوں کی، ہمارے جو کتابوں کے پڑھنے کے شوقین ہیں، اُن کو، تمام کی اس سے حفاظت فرمائے۔ بہت فتنے چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس اُمت کی، اور دین کی حفاظت فرمائے۔ جس طرح وہاں سے انتخاب ہوتا ہے، تو اس طرح جو گمراہی کے غلط راستہ پر پڑ جاتے ہیں تو اُن کو وہاں سے بچایا بھی جاتا ہے۔ اور میں نے بتایا کہ حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا وہاں سے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح امامِ اعظم، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا۔ کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا عظیم خواب دیکھا! انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کو انہوں نے کھولا، اور کھول کر کے دیکھا کہ ہڈیاں مبارک، اُس میں اُن کو ملیں تو اُن کو صاف کر رہے ہیں، اکٹھی کر

رہے ہیں۔ عظم ہڈی کو کہا جاتا ہے، تو ہر شخص کی زبان پر امامِ ابوحنیفہ نہیں آئے گا۔ کیا آئے گا؟ امامِ اعظم، اللہ اکبر! کہ نام بھی وہیں سے دیا گیا، امامِ اعظم۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دوبارہ زندہ اور تحفظ دے رہے ہیں تمام فتنوں سے، اپنے اجتہاد کے ذریعہ۔

آج کل تو کہا جاتا ہے کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ حدیث نہیں جانتے تھے، اصحاب الرائی میں سے تھے، اور اصحابِ قیاس میں سے تھے۔ ہم نے کہا کہ بھائی، اگر امامِ اعظم نہیں جانتے تو امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں جانتے تھے۔ وہ تو اُن کے شاگردوں کے شاگرد۔

آپ کوئی صفحہ ایسا نہیں کھولیں گے کہ جس میں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی روایات بخاری شریف کے صفحہ پر نہ ہوں۔ میرا دعویٰ ہے۔ آپ کوئی ایک صفحہ کھولئے اور نام آپ دیکھئے، تو اُس نام کی تاریخ میں آپ کو ضرور ملے گا کہ امامِ بخاری رحمہ اللہ علیہ کے یہ اُستاذ، یا اُن کے اُستاذ کے اُستاذ وہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، یا شاگردوں کے شاگرد ہیں، ہر صفحہ پر، دعویٰ ہے۔

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی لامع کا مقدمہ آپ دیکھئے، اُس لامع کا مقدمہ آپ کھولیں گے، تو اس میں ملے گا کہ کئی سو نام، حضرت نے جو گنوائے ہیں کہ جو حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن رواۃ سے اپنی صحیح بخاری میں روایتیں لی ہیں، تو اُس میں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کتنے ہیں، جو مل سکے وہ۔ جو حضرت کی نظر سے اوجھل رہ گئے وہ بھی، مولانا عبداللطیف صاحب بہرائچی، جو اپنے ریسرچ (research) میں کتابیں سامنے لا رہے ہیں، تو اُس سے اور بھی رُوات کا پتہ چلا۔

اُن کے خلاف اُن کی زندگی سے لے کر آج تک یہ تہمتیں اُن پر رکھی جاتی رہیں مگر حق تعالیٰ شانہ جن سے کام لینا چاہے، جس طرح کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کام لیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لیا، حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔

حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ کے دربارِ سے ان کا انتخاب ہوتا ہے، وہاں سے۔ تو جتنا اپنا قلب کو آپ اُدھر متوجہ رکھیں گے۔ تصوف کی کتاب میں تو آپ پڑھیں گے کہ اپنا قلب رکھو اپنے پیر کی طرف، فیض آئے وہاں سے، وہ بھی صحیح ہوگا، ان کا بھی یہ تجربہ ہوگا۔

لیکن ایک دوسرا تجربہ آپ کر کے دیکھئے کہ اپنے پیر اور مرُشد جن سے آپ مرید ہیں، یا آپ کے جو بڑے ہیں جن کو آپ بڑا مانتے ہیں، اُن سے بھی استفادہ کریں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور آپ کے قلبِ اطہر کی طرف متوجہ ہوں، پھر دیکھئے۔ حضرت امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے کس طرح آپ کو نوازا جاتا ہے۔ کس طرح حضرت مولانا الیاس صاحب کی طرح سے نوازا جاتا ہے۔

حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ابھی تو جوان ہیں، پڑھ رہے ہیں، اور پڑھ بھی کیسے رہے ہیں؟ انتخاب بھی کاہے پر ہوا اُن کا؟ کس بات پر؟ کہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ عراق سے سفر کر کے چلتے ہیں، کہ چلو ہم یمن جاتے ہیں اور یمن جا کر امام المحد ثین، عبد الرزاق، صاحبِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے ہیں۔ عراق سے چلے، گذرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے حج کا موسم تھا، تو دیکھا کہ اوہو، وہاں جس استاذ کی تلاش کے لئے وہ یمن جانا چاہتے تھے، وہ خود وہاں حج میں موجود ہیں۔ اُن کے ساتھی کہنے لگے الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے انتظام فرما دیا کہ اب ہمیں یمن جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ نے ہمارے اُن اُستاذ کو خود یہاں پہنچا دیا۔

حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چُپ چُپ، نہ اس کو زبان پر لاؤ، نہ ایسا کہو، نہ اس کو سوچو، یہ خیال بھی دل میں نہ لاؤ، کہ ہم اپنے اُستاذ سے شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ

سے یہیں پر حدیث پڑھ لیں، ہر گز نہیں!۔ ہم نکلے ہیں حدیث پاک پڑھنے کے لئے، ہمیں اُن کی جگہ تک پہنچ کر، وہیں اُن سے حدیث پڑھنی چاہئے۔ چلتے چلاتے، یہاں سفر میں اُن سے پڑھ لینا اس کو خلافِ ادب سمجھا امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اور وہاں اُن سے حدیث نہیں پڑھی، جب وہ فارغ ہو کر یمن پہنچتے ہیں، تب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچتے ہیں۔

بَشِّرُ اَبَا عَبْدِ اللّٰه اَحْمَد بْنِ حَنْبَل

اس قدر دانی کا نتیجہ کیا ہوا؟ کہ امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے ارشاد فرماتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ بَشِّرُ اَبَا عَبْدِ اللّٰه اَحْمَد بْنِ حَنْبَل، کہ آپ، ابوعبداللہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی بشارت سنادیں، اَنَّهُ سَيُمْتَحَن، کہ عنقریب اُن کا امتحان ہوگا، اور اُن سے یہ کہا جائے گا کہ تم یوں کہو کہ اَلْقُرْآنُ مَخْلُوق، کہ قرآن یہ مخلوق ہے، فَلاَ تَفْعَل، کہ اُن سے کہو کہ ہر گز ایسا نہ کرنا۔ اور تم پر قیامتیں آئیں گی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آئندہ، ابھی تو نوجوان ہیں، فارغ ہونے کے بعد دینی کام شروع کرنے کے بعد حکومتوں کی نگاہ میں جب وہ آجائیں گے، تو اُس کے بعد ان پر کیا قیامتیں گزریں گی، اُس کے متعلق بھی ایک لفظ اُس میں ارشاد فرمایا۔

فرمایا کہ تم اُن سے کہنا کہ تُضْرَبُ بِالسِّيَاط، کہ تم پر کوڑے برسائے جائیں گے۔ لیکن فَلاَ تَفْعَل کہ ہر گز ایسا، اُن کا ساتھ نہ دینا، اور یہ مت کہنا کہ اَلْقُرْآنُ مَخْلُوق۔ اور اس کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں نوازیں گے، اتنا نوازیں گے کہ تمہارا نام اور تمہارا جھنڈا قیامت تک کے لئے بلند رہے گا۔ یہ الفاظ ہیں اُس خواب کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمائے تھے۔

امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد ربیع کو بھیجا کہ یہ خط لے کر جاؤ، اور امامِ احمد کو پہنچا کر

آئے۔ اور وہ خط مختوم تھا، اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ جب وہ خط لے کر پہنچے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ خط پڑھا؟ ربیع عرض کرتے ہیں کہ نہیں، حضرت نے لفافہ میں بند کرنے سے پہلے مجھے پڑھنے کے لئے دیا نہیں تھا، مجھے بند لفافہ دیا گیا، اسی طرح میں لے کر حاضر ہوا۔

اب اُن کے سامنے امام احمد لفافہ کھولتے ہیں، بند مہر کھولتے ہیں، اور اس کو پڑھتے ہیں، اور روتے چلے جاتے ہیں، روتے چلے جاتے ہیں اور اِن کے سامنے وہ پڑھ بھی نہیں سکتے اور ان کے سامنے کر دیتے ہیں کہ پڑھ لو۔ تب ربیع کو پتہ چلتا ہے کہ اوہو! یہ خواب۔

تب ربیع کہتے ہیں کہ حضرت یہ تو بہت بڑی بشارت، کہ قیامت تک کے لئے، آپ کا نام اور آپ کا جھنڈا بلند رہے گا۔ اتنی بڑی بشارت، تو کوئی انعام قاصد کے لئے بھی ہونا چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اُس وقت صرف وہ جوڑا جو پہنے ہوئے تھے، وہی تھا، فرماتے ہیں کہ، اوپر والا اُنہوں نے نکال کر پیش کر دیا کہ جاؤ، یہ تمہارے لئے۔

کرتہ بھگو کر پانی مجھے دو

جب واپس پہنچے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو سرگزشت سنائی اور، ہدیہ میں جو کرتہ ملا اس کا ذکر کیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو تمہاری ملک ہے، تمہیں یہ ہدیہ ملا ہے، میں اسے چھیننا نہیں چاہتا، میں تم سے لینا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس کی اجازت دیں کہ میں اس کو پانی میں ڈبو لوں۔

فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کُرتہ پانی میں بھگو کر اُن کو واپس فرما دیا، اور ہمیشہ کے لئے وہ پانی روز کُلَّ یَوم کے الفاظ آتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پانی سنبھال کر رکھا۔

ہمارے یہاں سہارنپور، ہم جب گئے تھے، تو وہاں سے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ،اور ان تمام بزرگوں کا کہ یہ فلاں کا دم بھی اس میں شامل ہے، حضرت مولانا شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کا دم کیا ہوا پانی بھی اسمیں تھا، بڑا متبرک پانی کہ فلاں فلاں نے اس پر دم کیا ہے۔

یہ متبرک پانی حضرت امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس میں کرتہ بھگویا ، اُس کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ روز اس میں ہاتھ ڈبو کر اپنے چہرہ پر تبرک کے طور پر اس کو مَل لیا کرتے تھے۔

دوستو! یہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ وہاں سے ملا، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ وہاں سے ملا، ہمارے بڑے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ وہاں سے ملا۔

کاش کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔اور یہ کبھی کچھ لوگوں کو اشکال بھی ہوتا ہوگا، کہ بدعتیوں کی طرح یہ ایک مستقل نیا موضوع ، ہمیشہ ہر مجلس میں۔لیکن دوستو! کیا کریں مجبور ہیں۔ کہ ہم نے ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیکھا، اور ہم نے کیا دیکھا؟

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مفتیِ اعظم۔اور اپنے زمانہ میں ، کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اُس وقت تو ہندوستان کیا، پاکستان کیا، بنگلادیش، مصر، سعودی عرب، اُن کے جیسا مفتیِ اعظم کوئی نہیں تھا۔میرا دعویٰ ہے، کوئی نہیں تھا، دوستو۔ کتنے بڑے انسان تھے، مفتیِ اعظم ،اور کیا کیا اُن کے واقعات ، کیا اُن کا حافظہ، کیا اُن کی پکڑ دھکڑ، کیا اُن کا علم، کیا اُن کا تقویٰ ،طہارت۔

وہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، کہ گفت یوسف کہ انہوں نے میرے

کہنے پر ایک قصیدہ لکھا تھا۔ کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ نظم میں بیان فرمایئے۔ تو اُس کو بعد میں مولانا فاروق صاحب نے اس کو چھپوایا، اور اس کا نام رکھا وصفِ شیخ۔ اُس میں ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اُٹھنا، بیٹھنا، سفر، اقامت، کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں ہوتی تھی۔

مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر اس کے تئیں حضور رہتے ہیں

خود حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر دبا رہا ہوں۔ فرمایا کہ کون کون ہیں؟ نام لئے کہ عبید اللہ ہیں اور فلاں ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ جو وہاں خواب دیکھا تھا مدینہ طیبہ میں، تم سے کام لیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ اُس وقت سے جو انعام دیا ہے، عطیہ دیا ہے، کہتے ہیں کہ اُس وقت سے لے کر آج تک جب دل تڑپتا ہے، تمنا ہوتی ہے، آنکھیں بند کرتے ہیں اور توجہ کرتے ہیں، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود۔ ہمارے تمام اکابرین کا یہ حال تھا۔

حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر کتنا حال اور جوش طاری ہوا ہوگا کہ وہ فرماتے ہیں:

اے جنت! تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں
اے جنت تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں
ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر اس کے تئیں حضور رہتے ہیں

اب وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جھوٹ کہہ سکتے ہیں؟ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کی بہ نسبت، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہ نسبت جھوٹ گھڑ سکتے ہیں؟ خود مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگرد عبید اللہ کے دل میں اپنی وقعت قائم کرنے کے لئے، اپنا حال جھوٹا بیان کر سکتے ہیں؟ مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ

مرقدہ، کتنے عظیم مفتیِ اعظم، وہ اپنے شیخ کی بلندیاں بیان کرنے کے لئے جھوٹا شعر کہہ سکتے ہیں؟ واقعی ان حضرات کا یہ حال تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ حال عطا فرمائے۔

مَا كَتَبْتُ حَدِيْثًا اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ

اور یہ حال، امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ اس حال تک کیسے پہنچے؟ کہ وہ قال میں بھی یہاں پہنچے تھے۔ اس پر میں ختم کرتا ہوں۔ کہ اس پر اپنی قال و قیل کو ختم کرتا ہوں۔ کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ جوان ہوئے اور پڑھ لیا، اُس کے بعد کچھ کام شروع کیا، حکومتوں کی نگاہ میں آئے، کام بھی چل رہا ہے، کوڑے بھی کھا رہے ہیں، اور حدیثیں اساتذہ سے جو پڑھی تھیں آگے پڑھا بھی رہے ہیں، اور لکھ بھی رہے ہیں۔

اُن کا جملہ غور سے سنئے، امامِ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں، **مَا كَتَبْتُ حَدِيْثًا اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ**، فرماتے ہیں کہ یہ جتنی احادیث میں نے ہزاروں لکھیں، تو میں نے قلم اُٹھا کر لکھنا شروع نہیں کیا، کسی حدیث کو لکھنا چاہا تو میں نے پہلے اس حدیث پر عمل کیا، اور اُس پر عمل کرنے کے بعد پھر میں نے اپنی کتاب میں اُس حدیث کو جگہ دی۔ ہزاروں احادیث اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئیں، اور ہر حدیث پر اُن کا عمل، اور وہ فرماتے ہیں مثال کے طور پر، فرماتے ہیں کہ جب میں لکھتے ہوئے، حجامہ، یہ بھی آج کل ایک مصیبت بنا ہوا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حجامہ والوں سے، تعویذ والوں سے، عملیات والوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔ ان گمراہ کرنے والوں سے امت کو بچائے، بغیر سیکھے حجامہ بہت خطرناک علاج ہے جو ہر گلی کوچہ میں، پتہ نہیں حکومتیں بھی کیسے چشم پوشی کرتی ہیں؟

اور جو اس طرح علانیہ گلی کوچوں میں انسانیت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہر شہر میں آپ سنیں گے کہ یہاں پر ہے، بریڈفورڈ (Bradford) فلاں جگہ پر ہے، مانچسٹر (Manchester) میں فلاں جگہ پر حجامہ ہے۔

دوابوسفیان

حالانکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، گناہ گاروں کی داستانیں میں نے سنائی تھیں وہاں پریسٹن (Preston) میں۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کو قصہ سنایا، اس میں حضرت ابوسفیان ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طویل سفر سنایا، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے روٹھنا اور اُن کا منانے کے لئے سینکڑوں میل پیچھے پیچھے چلنا۔ کیا رکھا ہے اُن ناولوں (Novels) میں، ہمارے صحابہ کرام کی آپ داستانیں پڑھیئے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اُنھوں نے کیسے سمجھا، اور کیسے قدر کی۔ حالانکہ ابوسفیان اُس وقت تک اسلام بھی نہیں لائے تھے، کافر تھے۔ مگر ہر چیز برداشت کررہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ستارہے ہیں، ڈانٹ رہے ہیں کہ نالائق، کم بخت، اللہ کے نبی کا دشمن، تو بدر میں آیا تھا، تو اُحد میں آیا تھا، تو خندق میں آیا تھا، اب یہاں بھی آیا، نکل یہاں سے۔ کیسے برداشت کررہے ہیں ابوسفیان؟

وہاں میں نے بتایا تھا، کہ ابوسفیان دو ہیں، ایک ابوسفیان ابن الحارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، اور ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُسر، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد۔ دونوں کی داستانیں بڑی عجیب۔ کتنی قربانیاں دیں!

حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُسر انہوں نے طائف، یوم طائف، جنگِ طائف، یوم کا ترجمہ ہر جگہ دن کا نہیں آتا، طائف کی جنگ کے دن ترجمہ نہیں کریں گے۔ **یَوۡمَ الۡتَقَیٰ الۡجَمۡعَان**، جس جنگ میں دو جماعتیں، دو لشکر باہم مقابل ہوئیں، **اَیَّـامُ الۡعَـرَب** عرب کی جنگیں۔ یوم الطائف، طائف کی جنگ میں اُن کی آنکھ میں ایک پتھر لگا، ایک آنکھ شہید ہوئی۔ پھر یہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری قربانی آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد، سالوں بعد، جنگِ یرموک میں ایک تیر لگا، دوسری ایک آنکھ تھی وہ دوسری قربانی پیش کردی۔ پھراس کے بعد ۳۴ھ تک وہ نابینا رہے، پھر اُن کا وصال ہوا۔

حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی طرح یہ، میں پوری داستان ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کرنے نہیں جارہا، صرف یہ حجامہ میں سنانے جارہا تھا۔ کہ وہ حج کرکے جب فارغ ہوئے، اپنے حج کے احرام سے فارغ ہوکر جب حلق کروارہے تھے، تو حلاق نے جب اُن کا حلق شروع کیا تو اُن کے سر میں ایک پھنسی تھی، سلول۔ تو یہ مسہ کی طرح سے تھوڑی سی اُبھری ہوئی تھی۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حجامہ کروایا تو اس نے جب اُسترا چلایا تو، اس پر جب استرا پھرا، تو وہاں سے خون بہنا شروع ہوا۔ اب یہ حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ نہیں پہنچے کہ چند روز میں اسی غلط جگہ پر اُسترا پڑ جانے کی وجہ سے اُن کا انتقال ہوگیا۔

حجامہ عام علاج کی طرح نہیں ہے

یہ حجامہ والوں کے خلاف اور تعویذ والوں کے خلاف جو میں کہتا رہتا ہوں، بڑے تجربات لوگوں کی داستانیں سن کرکے۔ حجامہ والے کے پاس وہاں بولٹن (Bolton) میں ایک صاحب گئے۔ وہ آکر اُن کی داستان بیان فرماتے ہیں کہ میں تو اُن کے سامنے چیئر (chair) پر بیٹھا ہوا تھا، جب میری آنکھ کھلی تو مجھے بستر پر لٹایا ہوا تھا، بے ہوش تھا۔ میں نے کہا کہ شکر ہے کہ تم زندہ واپس آئے۔ ایک ہو بہو ایک دوسرے صاحب کا اسی طرح کا قصہ۔

اسی لئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حجامہ، یہ عام علاج کی طرح نہیں ہے، انتہائی ماہر انسان ہو، حجّام، اُسی کے پاس آپ کرواسکتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ فلاں محدث ہزاروں احادیث اُن کو حفظ تھیں، انہوں نے حجامہ کروایا، اُس کے بعد اُن کا حافظہ اس طرح رخصت ہوا کہ پھر الحمد شریف بھی یاد نہیں رہی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان فتنوں سے اُمت کی حفاظت

فرمائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اس حدیث پر پہنچا، حجامہ والی حدیث پر تو میں نے پہلے حجامہ کروایا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام ابوطیبہ کو ایک دینار، ایسے کاموں کے لئے تو ایک دو درہم دئے جاتے ہیں، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جود اور سخا دیکھئے کہ کوئن (coin) پورا، سونے کا دینار۔ وہ اس حجامہ کی اس خدمت کے بدلہ میں ابوطیبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی حجامہ کروایا اور میں نے حجامہ کرنے والے حجام کو ایک دینار دیا اور اُس کے بعد میں نے حجامہ والی حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح ہمیں سنتوں پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالِ مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ عمل ہمارے لئے آسان فرمائے۔ اب میں حدیث کے آخری کلمات پڑھ لیتا ہوں پھر حافظ صاحب سے درخواست کریں گے، کہ حافظ صاحب دعا کر لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلیٰ الرَّحْمٰن، خَفِیْفَتَانِ عَلیٰ الْلِسَان،ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم.

درود شریف پڑھ لیں، درود شریف بھی پڑھ لیں اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُن کو آیت بتائی کہ یہ آیت پڑھے کہ جس سے زمین پر گناہ معاف ہوتے ہیں وہ بھی ساتھ پڑھ لیجئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّم ۔آپ بھی پڑھئے، **رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃ وَ فِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃ وَ قِنَا عَذَابَ النَّار ۔رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا**

کَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبلِنا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ و اعْفُ عَنَّا و اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما، یا اللہ! جو کچھ ہم نے پڑھا، قرآن میں، حدیث میں، حدیث کی کتابوں میں، دین کی کتابوں میں، اس پر ہمارے لئے عمل آسان فرما۔ یا اللہ! نیکیوں کی ہمیں توفیق عطا فرما، گناہوں سے ہمیں بچالے۔ یا اللہ! ہماری آنکھوں کو گناہوں سے بچا، یا اللہ ہمارے ہاتھوں کو گناہوں سے بچا، پیروں کو گناہوں سے بچا، ہمارے دل اور دماغ ہر وقت گناہوں میں مصروف رہتے ہیں، یا اللہ! اس سے ہمیں سچی پکی توبہ نصیب فرما۔ یا اللہ! اب تک جو ہو چکا، اسے معاف فرما دے، آئندہ کے لئے ہمارے لئے بچنا آسان فرما دے۔ یا اللہ! ہمارے تمام اعضاء کو نیکی کے کاموں میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! زبان سے تیرے کلام کی تلاوت کی توفیق آسان کر دے۔ یا اللہ تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور درود ہمارے لئے آسان فرما دے۔ ہماری زبانوں پر درود شریف کو ہر وقت جاری فرما دے۔ یا اللہ! ہماری زبانوں پر استغفار جاری فرما دے۔ یا اللہ! ہم گناہوں کے سمندر میں غرق ہیں، گناہوں کا پہاڑ ہمارے سر پر لٹکا ہوا ہے ادھر اور ہمیں گناہوں کا کوئی ڈر خوف نہیں۔ یا اللہ! ان ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ یا اللہ! ہمارے ان تمام گناہوں کو معاف فرما دے۔ یا اللہ امت کو غلط راستوں سے ہٹا دے۔ یا اللہ ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما، ہمارے نوجوان لڑکوں کی حفاظت فرما، ہماری نوجوان بیٹیوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! ہمارے مردوں کی حفاظت فرما، ہماری مستورات کی حفاظت فرما، ہمارے بچوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! سب کو دینی کاموں پر گامزن فرما، دینی کام کرنا اُن کے لئے آسان فرما، دینی علوم اُن کے لئے

آسان فرمادے۔ یا اللہ! اس مدرسہ کی حفاظت فرما۔ اس طرح کے تمام مدارس کی، دنیا بھر میں حفاظت فرما۔ یا اللہ! ہماری مساجد کی حفاظت فرما، مساجد کے اعمال کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! مساجد کی بے ادبی سے ہماری حفاظت فرما، مساجد میں آواز بلند کرنے سے ہماری حفاظت فرما، مساجد میں پہنچ کر ہمارے اس وقت کے غلط استعمال سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ! ہماری زبان اور ہمارے کان، اور ہماری آنکھیں اور ہمارے اعضا، ہر وقت ان گناہوں کی لذت کے متلاشی رہتے ہیں، یا اللہ اس سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ اس سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ جہاں جہاں جو حضرات بیمار ہیں، اُنہیں شفاءِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما۔ یا اللہ جو مقروض ہیں، اِن کو قرض سے خلاصی نصیب فرما۔ یا اللہ! جس طرح کی پریشانی میں جو مبتلا ہیں، اُنہیں اس پریشانی سے خلاصی نصیب فرما۔ یا اللہ! جو اجتماعی پریشانی میں مبتلا ہیں، یا اللہ! جہاں جہاں پر قیامتیں برپا ہیں، یا اللہ! سیریا میں اہل سنت کی حفاظت فرما، لیبیا میں اہل سنت کی حفاظت فرما۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں اعداء اسلام کی طرف سے مسلمانوں کو، خاص طور پر اہل سنت کو ستایا جا رہا ہے، یا اللہ! اُن کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! محض اپنی حفاظت سے اُن کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! دینی کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! اس دینی کام، دعوت اور تبلیغ کی حفاظت فرما، اس کے کرنے والوں کی حفاظت فرما۔ اس کام کی برکتیں عام فرما۔ جگہ جگہ دنیا میں مراکز قائم فرما۔ دینی کام کرنے والے پیدا فرما۔ حضرت حافظ صاحب کی عمر میں برکت نصیب فرما۔ یا اللہ! حافظ صاحب کے فیض کو دنیا بھر میں عام فرما۔ حافظ صاحب کی نسلوں میں قیامت تک کے لئے اس کام کو باقی رکھ۔ یا اللہ! حافظ صاحب کی نسلوں میں قیامت تک داعی پیدا ہوتے رہیں۔ یا اللہ! اس کام کو اُن کی طرف سے انجام دیتے رہیں، اس کا فیصلہ فرما۔ **وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّد**

۳

ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ !

ذنبی اعظم

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کلام اللہ اعظم منھا



مولانا ظفر علی خاں معروف صحافی اور شاعر تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کا بے انتہا درد رکھتے تھے۔ نعتیہ شاعری کو اپنا شعار بنایا اور جگہ جگہ قرآن وحدیث سے کام لیا۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو آپ کے ایک ایک شعر سے قرآن وحدیث کے مضمون کو نکالا جا سکتا ہے۔ مولانا کے نعتیہ مجموعوں میں خیالستان، چمنستان اور نگارستان بہت مشہور ہیں۔ چند شعر ملاحظہ فرمایئے۔

اگر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیّاروں میں

حدیث شریف میں آتا ہے: لَوْ لَاکَ لَمَا خُلِقَتِ الْأَفْلَاکَ ترجمہ: اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کائنات کو تخلیق نہ کیا جاتا۔

جھوم کے پی رہا ہوں میں جام متم نورہ

گھوم رہا ہے جام میں نشہ بادہ حجاز

فرمانِ خداوندی ہے: وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ (سورۃ الصف) ترجمہ: اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔

دعوت داعِ ہو گئی اور گرد اِذا دعان

یا کہ ہے خواب ناز میں چشمِ سیاہ نیم باز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے بارے میں سو میں قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والوں کی کو جب وہ مجھ سے دعا مانگے، تو چاہیے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تا کہ نیک راہ پر آئیں۔

دکھا رہی ہے دعائے خلیل اپنا اثر

ہیں جلوہ ریز نوید مسیح کے انوار

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَبُشْریٰ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ۔ (کنز العمال) ترجمہ: حضرت خالد بن معدانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

مصطفےٰ کو جب ملا پیغام اکملت لکم

گل ہمیشہ کے لئے شمع نبوت ہو گئی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمَ الْاسْلَامَ دِیْنًا (سورۃ المائدہ) ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو۔

لقب امۃ وسطاً دیا جنھیں ترے فضل نے اے خدا

پس و پیش ورأس وچپ آج کیوں وہی سختیوں میں ہیں مبتلا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَ کَذَالِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَسطًا لِتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (سورۃ البقرہ) ترجمہ: اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہی دینے والا۔

بحکم اعدو الھم استطعتم

بڑھے جس قدر اپنی طاقت بڑھاؤ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ وَّ مِنْ رِبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ عَدُوَّکُمْ وَآخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ وِمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (سورۃ الانفال) ترجمہ: اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک بیٹھے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔

بحکم اشھد ان لا الہ الا اللہ

جگہ بہشت میں نکلی میرے مکاں کے لئے

حدیث شریف میں آتا ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (مشکوٰۃ) ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو۔

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت

وہ آیا لیکن آیا رحمۃ للعالمیں ہو کر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (سورۃ الانبیاء) ترجمہ:

اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

(مولانا ظفر علی خاں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم. نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیم، اَمَّا بَعۡد! اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار.

اللہ تبارک وتعالیٰ ان حفاظ کو قبول فرمائے، ان کے خاندانوں کی اور ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ اس مدرسہ کے منتظمین، اساتذہ، معلمین، معلمات، طلبہ، اُن کے والدین سب کو قبول فرمائے، اور سب کے لئے اس تقریب کو مبارک فرمائے۔ گذشتہ کل جامع مسجد میں ایک آنکھ سے معذور نابینا طالبِ علم کے ختمِ قرآن کی تقریب تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس خاندان کو، اُس مسجد کو، وہاں کے طلبہ کو، اساتذہ سب کو قبول فرمائے۔

وہاں دعا کے بعد دسترخوان پر حضرت مولانا جلاّد صاحب شکایت کرنے لگے، کہ تھوڑی دیر کچھ چند منٹ بیان کر دیتے۔ میں نے اُن سے معذرت کی کہ مجھے گھر پر پہنچ کر فون پر موجود رہنا ضروری ہے۔ کہ دارالعلوم کی تاسیس اور بنیاد سے لے کر اب تک میں جو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھاتا رہا، طلبہ کی خواہش تھی کہ اسے چھپوایا جائے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے دارالعلوم میں وہاں کے ممتاز لغۃ العربیۃ کے ڈائریکٹر (director) حضرت مولانا ساجد الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، جن کی عمر اسّی سال سے زائد ہے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے پھوپی زاد بھائی

کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے اس کو حرف بحرف دیکھا۔

اُس کے بعد پھر بھی میں نے ان دوستوں سے کہا کہ نہیں، ابھی اور اس پر نظر ہونی چاہیئے، دار العلوم دیوبند کے گیارہ سے زائد اساتذہ نے پارے تقسیم کر کے حرف بحرف اُس کو دیکھا۔ اب یہ ترجمہ گذشتہ کل پریس میں جانے کے لئے آخری مراحل میں تھا، میں نے مولانا سے کہا کہ مجھے فون پر موجود رہنا وہاں گھر پر ضروری ہے، اس لئے میں معذرت چاہتا ہوں۔ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کی کمی، کوتاہی، لغزش، اور غلطی سے اس ترجمہ کو محفوظ رکھے۔

اُمُّ الکتاب

دوستو! یہ قرآن جس طرح دیگر کتب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئیں، اس طرح کی کتاب نہیں ہے۔ یہ خود حق تعالی شانہ کا اپنا کلام ہے۔ اور یہ عجیب وغریب کتاب، ام الکتاب، یہ جتنی کتابیں ہیں، آسمانی کتابیں، اُن تمام کی اصل ہے، امّ الکتاب ہے۔

اسی لئے قرآنِ پاک میں آپ کو ہر چیز ملے گی۔ کسی چیز کی آپ تاریخ تلاش کریں، نباتات کی، جمادات کی، حیوانات کی، انسانوں کی، جناتوں کی، اُن کی ابتداء کیسے ہوئی؟ ہر ایک کی ابتداء اور انتہاء قرآن بیان کرتا ہے۔ اُس کی ابتداء بھی بیان کرے گا اور اس کی انتہاء بھی بیان کرے گا۔ اسی طرح افراد کی تاریخ اس میں ہے۔ نیک اور صلحاء کی تاریخ اس میں ملے گی۔ ظالم اور جابر، حق کے دشمنوں کی، اعداءِ اسلام کی تاریخ آپ کو اس میں ملے گی۔ پوری داستانیں اُن کی قرآنِ کریم تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اور کیوں کرتا ہے؟ تاکہ جو دنیا میں جس حال سے گذرے، وہ قرآن کھول کر اپنا حال دیکھ سکتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

اس میں امراض اور تکالیف جو انسان کو پیش آتی ہیں، ہر چیز کا علاج اس میں ملے گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک سورتوں کی بہت سی آیات کی خاصیت بیان فرمائی، کہ اس مقصد کے لئے اس کو پڑھا جائے۔

سورۃ الشّمس اور سورۃ اللیل کی خاصیت

خطیبِ بغدادی نے ایک کتاب لکھی ہے، انھوں نے اُس میں محدثین اور بڑے بڑے علماء کے واقعات اور حالات جمع کئے ہیں۔ اُس میں ایک سورۃ الشّمس اور سورۃ اللیل کی خاصیت بیان فرماتے ہیں، جو پہلی دفعہ میری نگاہ سے گذری۔ اور میں نے فوراً اُس کو آزمایا، تو جیسا اُس کتاب میں لکھا ہے، بالکل اُسی طرح پایا۔

تعویذ کے نام سے، عملیات کے نام سے جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، اُنہیں ہم بار بار نصیحت کرتے ہیں، کہ دوستو! قرآن آپ کے پاس ہے۔ آپ کو کسی کے پاس جانے کی کیا ضرورت؟ قرآنِ پاک سے منزل تیار کر کے آپ کو دی گئی ہے، اُسے پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سورتوں کے جو خواص بیان فرمائے اُس کے اعتبار سے منزل میں ان آیتوں کو جمع کیا گیا ہے۔

اسی طرح خطیب بغدادی ایک محدث کی سند سے بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا **اِذَا هَمَّ اَحَدَكُمْ اَمْرٌ**، کہ تم میں سے کسی کو کوئی مشکل پیش آئے، یا کسی چیز کے فیصلہ میں آپ کو اُلجھن ہو، فرماتے ہیں کہ بہت آسان کام ہے۔

کہتے ہیں کہ سات دن تک مسلسل آپ باوضو، آپ کا بستر پاک صاف ستھرا ہو، اس پر تنہا سوئے، آس پاس دونوں طرف کوئی نہ ہو، اور آخری عمل آپ کا یہ ہو کہ آپ اپنے تمام اورادِ مسنونہ سے فارغ ہو جائیں، اُس کے بعد سات دفعہ سورۃ الشّمس پہلے پڑھیں، اور اس کے بعد سات دفعہ سورۃ اللیل، **وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا** اور **وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا**، سات دفعہ آپ پڑھیں، اور سات دن تک پڑھیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یقینی طور پر، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کا انتظام ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف ہے، آپ کو کوئی پتہ نہیں کہ ڈاکٹر اس کی تشخیص سے عاجز ہیں، بتا نہیں سکتے کہ آپ کی یہ تکلیف کہاں سے شروع ہوئی اور اس کا علاج کیا ہے؟

فرماتے ہیں اُس حدیث کے ایک راوی کہ جب مجھے اس کی فضیلت پہنچی ،تو مجھے بڑی سخت، سالہا سال سے سر میں تکلیف تھی۔ میں اُس کو پڑھ کر سویا۔فرماتے ہیں کہ ایک کو میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سر کے پاس بیٹھے ہیں، ایک کو دیکھا کہ پیر کے پاس بیٹھے ہیں، دونوں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اِن پر ہاتھ رکھو اور دیکھو، تشخیص کرو کہ کیا ہے؟ ہاتھ پھیرتے رہے پھیرتے رہے۔فرماتے ہیں کہ میرے سر میں ایک جگہ اُنگلی سے دبا کر فرمانے لگے کہ ہاں، اس جگہ تکلیف ہے۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو حجامہ کروایا جائے اور حجامہ بھی فلاں، مختلف چیزوں سے ہوتا ہے،تو فلاں چیز سے اس کا حجامہ ہو۔ اور اس کے بعد پھر انہوں نے جو پیر کی طرف بیٹھے تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں، یہ حجامہ بھی ہو اور اس کے ساتھ ان کو زیتون کا تیل بھی بتایا جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر اُس کے مطابق صبح عمل کیا، سالہا سال میں جس بیماری میں مبتلا تھا، اس سے مجھے شفا ہوگئی۔

یہ جو، جس طرح کی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ قرآنِ پاک کی طرف رجوع کر کے اس کو تلاش کرتے ہیں، بیمار اپنے علاج کے لئے، مسحور اپنے سحر کے علاج کے لئے، جن کو علوم کی اور فنون کی تلاش ہوتی ہے، کہ قرآن کواکبِ ثابتہ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ جو ٹھیرے ہوئے ایک جگہ سے ہلتے نہیں وہ کواکب وہ کون کون سے ہیں؟ جو سیارے ہیں گردش کرتے رہتے ہیں، وہ کون کون سے ہیں، کس طرح اُن کی گردش؟ ہر چیز قرآنِ پاک میں موجود۔

آج میں نے سوچا کہ قرآنِ پاک میں ہم سب مل کر ہماری اپنی تکلیف کا علاج بھی تلاش کرتے ہیں۔ میں نے غور کیا کہ ہم میں سے ہر ایک گنہگار ہے۔ یہ گناہ ایسی بیماری لگ جاتی ہے کہ اس سے کسی طرح جان نہیں چھوٹتی۔ ہزار آپ کو نصیحت کی جائے، فہمائش کی جائے، تنبیہ کی جائے، ڈانٹا جائے، آپ دیکھتے ہیں ہمیشہ، کہ یہ ساری چیزیں پیش آتی ہیں، مگر وہ عادت نہیں چھوٹتی۔ اور اس سے آگے جب تک ستاری رہے، پردہ پوشی، وہاں تک تو ٹھیک، مگر اُس کے بعد پھر جب یہ راز فاش ہو کر رسوائی ہو جائے، تو بھی نہیں چھوٹتی، اِنَّـا لِـلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُون. اور

ہم سب کا حال یہ ہے، ہر چیز میں۔ کیا ہماری آنکھیں، ہر وقت گناہ میں مبتلا، کیا ہمارا دل اور دماغ ہر وقت تصورات کتنے گندے، ہمارے ہاتھ، پیر، جسم، گناہوں سے آلودہ۔

میں نے سوچا کہ مبارک مجمع ہے، کتابوں کے سلسلہ میں فون آتے رہتے ہیں، آج حضرت پیر صاحب، اللہ کا فضل و کرم کہ اُن کو ویزا (visa) مل گیا۔ میں نے اُن کو فون کیا، اور اُن سے بات ہوئی۔ وہ فرمانے لگے، کہ آپ کی کتابیں ہم سنتے رہتے ہیں، اِن کے متعلق وہ فرمار ہے تھے۔ بہت سے دوست کچھ کلمات کہتے ہیں، تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ یہ تو میرا کوئی کمال نہیں اُس میں۔ یہ تو وہاں رمضان میں جو اللہ اللہ کرنے والے نیک لوگوں کا مجمع ہوتا ہے، تو اُن کی نیکیوں کا، اور اُن کی وجہ سے جو وہاں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اُن کے بیچ میں میں گندا انسان بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے ذریعہ بنا کر میرے زبان سے کہلواتے ہیں، ورنہ کوئی نہ میرا کمال ہے نہ میرا علم ہے، میں تو جاہل انسان ہوں۔

میں نے سوچا کہ اب یہ ہمارا مرض ہے، اور ہم پرانے مریض ہیں۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا، یہ ہماری عادتیں بدلتی نہیں ہیں، ہم اپنے آپ پر ، دل دماغ پر، جسم جو اپنا ہے کنٹرول (control) نہیں کر سکتے۔ سوچتے کچھ اور ہیں، اور ہو جاتا کچھ اور ہے۔ میں نے سوچا کہ ہم اپنی اس تکلیف اور اس مرض کا علاج قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔

چلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآنِ کریم نازل ہو رہا تھا، صحابہ کرام گواہ تھے۔ صحابہ کرام ایک ایک سورت، اور ایک ایک آیت کے گواہ تھے کہ یہ سورۃ فلاں موقعہ پر، فلاں جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حال میں نازل ہوئی۔ آپ کے دائیں طرف فلاں تھا، آپ کے بائیں طرف فلاں تھا، تفصیل سے وہ بیان کرتے ہیں۔ تو جنہیں ہماری طرح سے یہ تکلیف پیش آئی ہو، تو ان سے ہم پوچھتے ہیں۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم پوچھتے ہیں، کہ حضرت ثعلبہ ہمیں اس کا علاج بتائیں۔ وہ اپنا قصہ ہمیں بیان کرتے ہیں حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کے باہر کبھی کسی کام کی کوئی ضرورت پیش آتی تھی، کسی کو بھیجنے کی ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھیجا کرتے تھے، اور یہ خدمت انجام دیتے تھے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے حضرت ثعلبہ کو بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر انتظار میں، ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس نہیں آئے۔ ہوا یہ کہ حضرت ثعلبہ گذر رہے تھے۔اس زمانہ میں، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں جو مکانوں کے اور یارڈ (yard) کے چاروں طرف جو دیواریں ہوا کرتی تھیں، وہ قدِ آدم سے چھوٹی ہوا کرتی تھیں۔کبھی کوئی یارڈ (yard) میں ہے،تو کبھی کسی پر نظر پڑ جاتی تھی۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے خادم

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے ایک خادم ، اسی طرح کی ایک ضرورت کے لئے گنگوہ ٹاؤن (town) میں جایا کرتے تھے۔کبھی حضرت بھیجتے ،کبھی اپنے کام سے جاتے۔ وہاں اُن کی کسی سے آشنائی ہوگئی، اُن سے وقت طے ہوگیا۔حضرت کو لٹایا، تیل لگایا، دیکھا کہ حضرت آرام فرما ہوگئے۔

گرمی کے زمانہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم خود حضرت کا جو ابھی موجودہ کتب خانہ ہے، اس کے سامنے ٹال میں، کھلے میدان میں، تھوڑی سی ایک طرف جدھر سے سورج ہے، اُدھر سے کپڑا الٹکا کر کے اوٹ کر دیتے تھے، کہ دھوپ حضرت کے اوپر ڈائریکٹ (direct) نہ آئے۔ حضرت کو وہاں لٹا دیتے تھے۔

اسی طرح حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کوعشاء کے بعد خدام نے آسمان کے نیچے گرمی میں باہر لٹایا۔ اور خادم نے دیکھا کہ حضرت لیٹ گئے، تو خادم نکلے۔ وہاں ٹاؤن میں جس سے آشنائی تھی، جس سے وعدہ تھا، اُس طرف قدم بڑھ رہے ہیں۔ ابھی اُس محلّہ کے قریب پہنچنے والے تھے، کہ انہوں نے دیکھا، کہ او! آندھی شروع ہوئی، آندھی کے بعد پھر وہ سن رہے ہیں کہ گرج اور چمک شروع ہوئی۔ تو اب جدھر جارہے تھے، اس کے بجائے اُلٹے پیر بھاگ رہے ہیں، کہ حضرت کو میں نے آسمان کے نیچے چھوڑا ہے، تو ابھی بارش ہوگی، یہ گرج اور چمک ہورہا ہے، حضرت جاگ جائیں گے، اور حاضری لیں گے۔ مجھے غیر حاضر پائیں گے، بھاگتے ہوئے حضرت کے وہاں پہنچے۔ اور وہاں پہنچے تو نہ وہاں بارش، نہ گرج، نہ چمک نہ کچھ۔ اور کیا دیکھ رہے ہیں؟ کہ حضرت اپنی چارپائی پر اس طرح گردن جھکائے، یہ تو لٹا کر گئے تھے۔ دیکھا کہ حضرت گردن جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت کی آخری عمر میں بینائی چلی گئی تھی، حضرت کو نظر نہیں آرہا تھا۔ دیکھا کہ حضرت اپنی چارپائی پر گردن جھکائے بیٹھے ہیں، جب یہ قریب پہنچے، اُن کے قدم کی آہٹ سن کر حضرت نے فرمایا کہ اچھا آپ آگئے! آئندہ مت جانا، ایسا مت کرنا، یہ فرما کر حضرت پھر سو گئے۔

نظر کی حفاظت

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جارہے تھے۔ راستہ میں دور سے کہیں کوئی نگاہ پڑ گئی، اب صرف اسی پر پریشان۔ ایک نگاہ کی حفاظت نہ کرسکے، اس پر اتنے پریشان ہوئے، اتنے پریشان ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جانے کے بجائے، کسی اور جگہ کا راستہ لیتے ہیں۔

اب ہم اپنا حال سوچیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں کو کتنا خراب کر رکھا ہے۔ اپنے جسم، دل دماغ کو کہاں تک پہنچا دیا ہے ان گندگیوں سے؟ روایت میں آتا ہے، کہ ایک دن، دو دن فرماتے ہیں

چالیس دن گذرے، پورا چلہ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔فرمایا کہ ادھر آؤ، فرمایا کہ دیکھو! ثعلبہ بہت دنوں سے نظر نہیں آرہے ہیں۔اور کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیلِ امین تشریف لائے اور پہلے حق تعالیٰ شانہ کا سلام پہنچایا۔کہ **اِنَّ اللّٰهَ یُقْرِئُکَ السَّلام**، کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ پر سلام ہے۔اور یہ فرمایا ہے کہ **اِنَّ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِکَ یَتَعَوَّذُ بِیْ فِی الْجِبَال**، کہ آپ کی اُمت کا ایک فرد پہاڑوں میں جا کر مجھے دعائیں دے رہا ہے۔میری پناہ کا طالب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو بھیجا کہ جا کر وادیوں میں ثعلبہ کو تلاش کرو۔ وہاں پہنچے، تو چرواہے تھے، اُن سے پوچھا کہ اس حلیہ کے کسی آدمی کو دیکھا؟ وہ کہنے لگے، کہ **تُرِیْدُوْن اَلْهَارِبُ مِنْ جَهَنَّم ؟** کہ تم اس شخص کا حال پوچھتے ہو کہ جو جہنم سے بھاگ کر نکل گیا ہے وادیوں میں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن سے پوچھتے ہیں، اُن چرواہوں سے، کہ تمہیں کیسے معلوم کہ **هُوَ اَلْهَارِبُ مِنْ جَهَنَّم ؟**

انہوں نے کہا، کہ وہ ابھی دن کو آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا۔آدھی رات ہوتی ہے، تو اُس کے بعد ہم اُسے دیکھتے ہیں، کہ نکلتا ہے اور زور زور سے چیختا ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کو پکار کر کہتا ہے، کہ الٰہی الٰہی! حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کرتا ہے کہ الٰہی! تو روز لوگوں کو اُٹھاتا ہے، تو مجھے بھی اُٹھالے۔میری روح، سب کی تو، تو روح قبض کرتا ہے، میری روح قبض کر لے اور ساتھ ساتھ میرے اس جسد، اور اس گندے جسم کو بھی اُٹھالے۔اور تیسری چیز الٰہی میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ میں جب تیرے لیوم الفصل، فیصلہ کے دن جب تو سب کا حشر کرے گا، اور سب کو اکٹھا کرے گا، تو وہاں بھی مجھے سب کے سامنے اکٹھا مت کرنا، وہاں بھی مجھے نسیاً منسیًا کرادے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ ہم اُسی کو تلاش کر رہے ہیں۔وہ چرواہے کہنے لگے کہ وہ ابھی آپ کو نہیں ملے گا، وہ آپ کو آدھی رات کو مل سکتا ہے۔چنانچہ وہ حضرات ٹھہر گئے۔

هَلْ عَلِمَ ذَنْبِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم؟

اور جس طرح کہ اُن چرواہوں نے بتایا تھا، جب آدھی رات ہوئی تو وہ دور سے آواز سن رہے ہیں حضرت ثعلبہ کی۔ وہی کلمات دہرائے جارہے ہیں، **یَا لَیْتَنِیْ قَبَضْتَ رُوْحِیْ فِی الْاَرْوَاح، یَالَیْتَنِیْ قَبَضْتَ جَسَدِیْ فِی الْاَجْسَاد۔**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آواز سنی، تو آواز کی طرف وہ لپکے، دوڑے، اور جب قریب پہنچے تو اپنے بانہوں میں لے لیا، حضرت ثعلبہ کو۔ پہلا کلمہ، دیکھئے ہمیں تو کوئی گناہ اپیل نہیں کرتا، اور ہمیں ندامت نہیں ہوتی، افسوس نہیں ہوتا، فکر نہیں ہوتا۔ اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس دن بھوکے پیاسے، ایک اپنے حال میں رہے ہوں گے، اور سب سے پہلا کلمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہچاننے کے بعد اپنی زبان سے نکلتا ہے، وہ پوچھتے ہیں، کہ **ھَلْ عَلِمَ ذَنْبِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم؟** کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا علم ہوگیا؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ یہ تو ہمیں پتہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے گناہ کا علم ہوا، نہیں ہوا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غائب پایا، ہمیں بھیجا۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا! ایک چیز کا مجھ سے وعدہ آپ کرو کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں لے جاؤ، مگر اس حال میں آپ لے جاؤ جس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہوں۔

یہ جتنے صحابہ کرام کے واقعات ہیں، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ، اور واقعات، سب اسی کے متلاشی رہتے تھے۔ کہ ہم کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرسکیں، جب اپنے رب کے ساتھ مناجات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی مصروف ہوں، تب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اوٹ سے، پردہ سے، تب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلیں اور دیکھ لیں۔ حضرت ثعلبہ

سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعدہ فرماتے ہیں، کہ بالکل اسی طرح ہوگا۔

چنانچہ یہ آدھی رات اُن سے ملاقات ہوئی، تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ اور جب دیکھا کہ اب نماز کا وقت قریب ہے، تو اُس وقت لے گئے ہوں گے واپس۔ مسجدِ نبوی میں جب پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، تو صف میں، نماز میں شریک ہوگئے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے کانوں میں چالیس دن کی غیبت کے بعد اور وقفہ کے بعد جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی آواز کانوں میں پڑتی ہے تو فوراً بیہوش ہوجاتے ہیں، نہیں سُن سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر دونوں سے پوچھتے ہیں، کہ **مَا فَعَلَ ثَعْلَبَة؟** کیا ہوا ثعلبہ کا؟ دونوں نے عرض کیا کہ، **هَا هُوَ ذا يَا رَسُوْلَ الله** کہ یہ ہے ثعلبہ، بیہوش پڑے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر تشریف لائے، **فَحَرَّكَهُ**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہلایا، دستِ شفقت پھیرا، **فَانْتَبَهَ**، ہوش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کہ **يَا ثَعْلَبَة مَا غَيَّبَكَ عَنِّىْ؟** تم ہم سے غائب کیوں رہے اتنے عرصہ؟ وہی جو وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلا سوال کیا تھا کہ میرے گناہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے؟ ہمارے نامہ اعمال بھی پہنچتا ہے، ہر ہفتہ پہنچتا ہے۔ اُنہیں فکر ہے کہ **يَا رَسُوْلَ الله، ذَنْبِىْ**، میرے گناہ نے مجھے آپ سے غائب رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **اَلاَ اَدُلُّكَ آيَةً تَمْحُوْهَا**، کہ تمہیں ایک ایسی آیت بتاؤں، کہ جو تیرے تمام گناہوں کو محو کردے اور مٹادے، اور معافی کا اور مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ **بَلىٰ يَا رَسُوْلَ الله!** ارشاد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً**، سن کر وہ کہنے لگے کہ **يَا رَسُوْلَ الله ذَنْبِىْ اَعْظَم** ۔ یارسول اللہ میرا گناہ تو بہت بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **كَلاَمُ اللهِ اَعْظَمُ مِنْهَا**۔ کہ حق تعالیٰ شانہ کا یہ کلام اُس سے بھی عظیم ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کے متعلق کہ اُن کو گھر لے جاؤ اور اُن کو آرام سے رکھو، اُن کی طبیعت ٹھیک ہو جائے تو پھر اُنہیں واپس لاؤ۔ یہ حضرات اُن کو دیکھتے رہے۔

ایک دن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آ کر عرض کرتے ہیں، کہ یا رسول اللہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری گھڑیاں ہیں، آخری وقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **قُوْمُوْا بِنَا اِلَیْہ** ہمیں اُن کے پاس لے چلو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعادت مندی تو دیکھئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، اُن کا سر گود میں لیا۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھوڑی دیر بعد آہستہ سے اپنا سر نیچے سرکا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں، کہ **یَا ثَعْلَبَۃ لِمَ حَوَّلْتَ رَاْسَکَ عَنْ حِجْرِیْ؟** کہ ثعلبہ تم نے میری گود میں سے اپنا سر کیوں ہٹا لیا؟

وہ عرض کرتے ہیں کہ **یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اِنَّھَا مَمْلُوْئَۃٌ مِنَ الذُّنُوْب**۔ کہ یا رسول اللہ، یہ سر بھی گناہوں کا منبع ہے، بھرا ہوا ہے، گناہوں سے پُر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک کے لائق نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی سی اُن کی تسکین کے لئے اُن سے پوچھتے ہیں، کہ **مَا تَشْتَکِیْ؟** کہ آپ کو تکلیف کیا ہے یہ بتاؤ؟

انہوں نے عرض کیا کہ **یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اِنِّیْ اُحِسُّ دَبِیْبَ النَّمْل فِیْ لَحْمِیْ وَ جِلْدِیْ وَ عَظْمِیْ.** کہ جس طرح چیونٹیاں چل رہی ہوں میرے سارے جسم میں، اس طرح میں میری ہڈیوں میں، گوشت میں، پوست میں، چمڑی میں، ہر جگہ یہ میں محسوس کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال فرمایا، کہ **مَا تَشْتَھِیْ؟** کہ تمہیں کیا چاہئے؟

انہوں نے جواب دیا کہ **مَغْفِرَۃَ رَبِّیْ**، کہ میں ایک گنہگار انسان ہوں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے اسی کے طالب ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اس بوجھ کا ہمیں

احساس عطا فرمائے۔ ہماری اس بے حسی کو ختم فرمائے۔ وہ فرماتے ہیں، اتنے عظیم صحابی، صرف ایک نظر پر اتنے بے تاب اور پریشان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت پوچھتے ہیں کہ مَا تَشْتَهِیُ؟ کیا چاہتے ہو؟ تو فرمایا کہ مَغْفِرَةَ رَبِّیُ، کہ میرا رب میری مغفرت کر دے، میرے گناہ بخش دے۔

فَصَاحَ صَيُحَةً فَمَاتَ

قبل اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اِن کے اس جواب کے بعد ارشاد فرمائیں، صحابہ کرام دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ اور گورے گورے چہرۂ انور کی سرخی اور زیادہ ہو جاتی تھی۔ پسینہ، پیشانی سے، بالوں سے، پورے جسم سے ٹپکنا شروع ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا جسم لوس (loose) ہو جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین تشریف لائے، اور جبرئیلِ امین نے آکر عرض کیا، کہ اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلام۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے وہاں پر بھی سلام اور یہاں پر بھی پھر سلام لے کر آئے، حضرت جبرئیل۔ حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں، کہ میرے اس بندہ سے آپ فرما دیں، کہ لَوْ اَتَیْتَنِیُ، کہ اگر تو میرے پاس یہ جتنا زمین کا کرّہ ہے، بول (ball) ہے، گیند ہے اور یہ پوری روئے زمین ہے، اگر یہ ایک برتن بن جائے اور یہ ساری گناہوں سے بھری ہوئی ہو، اتنے گناہ تو اگر میرے پاس لے کر آئے گا تو میں اتنی تیرے لئے مغفرت لے کر آؤں گا۔

جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے انہوں نے یہ جواب سنا، کہ حق تعالیٰ شانہ کی مغفرۃ اتنی وسیع ہے، کہ اگر کوئی زمین بھر کر گناہ لے کر جائے تو اتنی مغفرت حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بندہ کا استقبال کرتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ فَصَاحَ صَيُحَةً وَمَاتَ۔ حضرت ثعلبہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اس طرح کے میں نے کوئی بیس سال پہلے ایک کتاب لکھی تھی، بزرگوں کے وصال کے احوال۔اس میں الگ الگ باب تھے، سجدہ میں جان دے دی، سجدہ میں جو اللہ کو پیارے ہو گئے اُن کے واقعات۔شعر پر جان دے دی، کہ ایک شعر سنا، ایک آہ کی اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اُس میں ایک باب یہ بھی ہے کہ ایک چیخ ماری اور اللہ کو جان دے دی۔اُس میں حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ بھی چیخ مارنے والوں میں۔

حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ

ہم اور صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہمارے طرح سے یہ مرحلہ پیش آیا۔

دو ابوسفیان ہیں، ایک ابوسفیان ابن حرب رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سُسر، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدِ محترم، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ محترم ہیں۔قریش نے جتنی دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی، بدر ہو، اُحد ہو، خندق ہو، تمام جنگوں میں ہر وقت پیش پیش، اور سپہ سالار بن کر ابوسفیان آگے آگے۔لیکن ایک اور، یہ تو آپ صلی اللہ علیہ کے خُسر ہیں۔

ایک اور ابوسفیان ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں، حضرت ابوسفیان ابن الحارث۔ان کو ہماری طرح سے یہ مرحلہ پیش آیا تھا، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی طرح سے۔کہ ابو سفیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں، چچا زاد بھائی بھی ہیں، رضاعی بھائی بھی ہیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا، حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوسفیان کو بھی دودھ پلایا، وہ بھی آپ کے رضاعی بیٹے۔آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی، چچازاد بھائی بھی۔ اور اسی رضاعت کے زمانہ سے ساتھ، ایک ہی گود میں ایک ماں کا دودھ پی رہے ہیں دونوں۔ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے، کھیلنے کے، تو ساتھ کھیل رہے ہیں۔ جب بڑے ہوئے، تو ہر وقت کا ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت کے ساتھی، ساری عمر انتہائی محبت اور پیار میں، چالیس برس کی عمر تک ایک جیسا حال، جو ایک بھائی کا ہونا چاہیئے۔

جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت دی، تو اِن کا مقدر کہ ابوسفیان ابن الحارث، ابوجہل کی پارٹی میں شامل ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا رنج اور غم ہوا ہوگا، کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رضاعت کے زمانہ سے لے کر چالیس سال کی عمر تک دیکھتے رہے اُن کا یہ حال؟ خیر اُس کے بعد ابوسفیان ابن حرب رضی اللہ عنہ کی طرح سے یہ جنگوں میں بھی آپ کے خلاف پیش پیش رہے۔ تمام جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انہوں نے حصہ لیا۔ ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ نے، چچازاد بھائی نے، جو اتنے قریب تھے، گہرے دوست نہیں تھے، بھائی تھے اتنے پکے۔

حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ عنہ

اور بالآخر جب مکہ والے کو اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ، مکہ کا سفر فرما رہے ہیں، اور مکہ مکرمہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو چکے ہیں۔ اب مکہ مکرمہ میں دو طرح، کہیں تو کھلبلی مچی ہوئی ہے، آہ اور بکاء، اور اپنے مستقبل کا فکر ہے۔ اور جو سالہا سال سے مظلوم تھے، ظلم ستم سہہ رہے ہیں، اُن کے لئے اب عید ہے، ہر دن انتظار میں ہیں، کہ کب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے ہیں۔ اور جن کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا تھا، اب وہ بھاگنے کی سوچ رہے ہیں۔ جن میں عکرمہ بھی ہیں، فلاں بھی ہے، فلاں بھی ہے، خود حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے بھاگ کر نکلے تھے، ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ عنہ۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو طلیعہ

تھا، طلیعۃ الجیش ،تو انھوں نے ان کے کمانڈر (commander) نے ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ عنہ کو گلے سے پکڑ لیا تھا۔ وہ پکڑ کر لائے گئے تھے۔

اور یہ چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ، جب ان کو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے روانہ ہو گئے، تو اپنے گھر پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب سب بھاگ رہے ہیں اور وہ تو یہاں پہنچ کر رہیں گے، اُن کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اب چلو ہم سب بھاگ جاتے ہیں یہاں سے، اپنے گھر والوں سے کہتے ہیں۔

گھر والے اور بچے کہتے ہیں، کہ عقل ماری گئی؟ اتنا سچا دین، جن کو تم نے رضاعت کے زمانہ سے لے کر دیکھا، اب تک دیکھا، اب بھی تم نے اتنی جنگیں اُن کے خلاف کی، اب تو تمہیں عقل آ جانی چاہئے، اور صحیح فیصلہ کرو۔ اللہ کے واسطے مان جاؤ، اُن کے آگے جا کر جھک جاؤ، اسلام لے آؤ۔ انھوں نے کہا کہ نہیں، ہم تو نہیں آتے۔ انھوں نے پھر اپنے غلام کا نام تھا مذکور، اُس سے فرمایا کہ یہ تو تیار نہیں ہوتے، میرے لئے گھوڑا تیار کرو اور سب اُونٹ پر سامان تیار کرو، اور لے کر چلے۔

اب راستہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کے دل میں ڈالا کہ چلو دیکھیں تو صحیح آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر روایت میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتِ الٰہی اُن کی طرف، رحمتِ خاصہ متوجہ ہوئی اور ان کا دل بدلنا شروع ہوا۔ بجائے کہیں بھاگنے کے اب وہ اپنے اُونٹوں کو، اپنے گھوڑے کو، غلام کو، مذکور کو لے کر کے اس طرف آ رہے ہیں۔

بارہا میں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس طرف کے ہر سفر میں ابواء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گذرتے تھے۔ کہیں کا سفر ہو اس علاقہ کی طرف ہے، تو ابواء تشریف لاتے، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مزار پر حاضری دیتے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ابواء میں ہے۔ اِن کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں سے کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ بدر، اُحد، خندق

کے نتیجے اُن کے سامنے تھے۔اس لئے وہ خود فرماتے ہیں، کہ مجھے اس کا ڈر تھا، کہ کہیں کسی نے مجھے دیکھ لیا، اور پہچان لیا تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف دشمن رہے، نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے رہے، مگر ان کا ایک جرم یہ بھی تھا، کہ وہ بہت اونچے پایہ کے شاعر تھے۔اور اتنے اونچے پایہ کے شاعر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراثی لکھے گئے ہیں، سب سے اونچے درجہ کی مراثی میں آپ کے مرثیہ کا شمار ہے۔

حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں جب کافر تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان کے خلاف اشعار کہتے ، وہ اشعار صحابہ کرام کو پہنچتے ، اُن کا خون کھولتا تھا۔وہ فرماتے ہیں کہ کوئی مجھے دیکھ لے گا تو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی شکل بدل لی۔ کہ میں کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاؤں۔جب میں وہاں پہنچوں گا تب میں مامون۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، **وَ مَـــا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِين** ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین پر مجھے امید تھی۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف فرما دیں گے۔

فرماتے ہیں کہ میں چلا، جب ایک فرسخ میں دور رہ گیا، دو تین میل،تو میں نے اپنے مذکور غلام سے فرمایا کہ تم یہاں رہو، میں پیدل جاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس طرح بچتے بچاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ تک پہنچ گیا، میں نے سوچا کہ اب مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔میں نے وہاں جا کر اپنا نقاب جو سب لپیٹ رکھا تھا، سب کھول لیا، اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف جب نگاہ فرمائی،تو دیکھا کہ او! یہ تو ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ۔دوسری طرف چہرۂ انور پھیر لیا۔

فرماتے ہیں کہ میرے پیر تلے سے زمین نکل گئی، میں نے سوچا کہ یہ تو اتنے ناراض ہیں کہ ایک نظر مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں۔ نگاہ دوسری طرف پھیر لی۔ فرماتے ہیں کہ میں آہستہ آہستہ گھوم کر اُس طرف پہنچا، اُدھر سے پھر اِدھر چہرۂ انور پھیر لیا۔

اب صحابہ کرام نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے وجود کو گوارا فرمایا ہے اس لئے ہم قتل تو نہیں کر سکتے، مگر ہر ایک نے اپنے غصہ کا اظہار شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑی تو فرمانے لگے کہ اللہ کے دشمن، تو بدر میں بھی آیا تھا، اُحد میں بھی آیا تھا، خندق میں بھی آیا تھا، ابھی تو زمین پر زندہ موجود ہے؟ اور تو نے فلاں موقعہ پر یہ کیا تھا، اور یہ کیا تھا، اور یہ کیا تھا۔

اب جیسے جیسے وہ مجھے کوس رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ باقی ساتھی اُس سے لطف اُٹھا رہے ہیں، اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ میں نے پھر سہارا لیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اور میں اُن کے پاس گیا، کہ چچا جان میری آپ سفارش کر دیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ڈر لگتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حال میں، میں نے تمہارے ساتھ دیکھا، میں تمہارے متعلق زبان نہیں کھول سکتا۔ ہاں اِلَّآ اَرٰی وَجْھًا کسی دن میں دیکھوں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تمہاری طرف کیسی ہے۔ اُس میں میں نے کوئی تغیر پایا، تبدیلی پائی، تو میں یہ جرأت کر سکتا ہوں، ابھی تو ہر گز نہیں کر سکتا۔ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عنہ کے پاس پہنچا، تم میرے چچا زاد بھائی ہو، میری مدد کرو، تو انہوں نے فرمایا کہ معاف کرو میں کچھ نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، کہ ایک اور کام جو آپ کر سکتے ہیں، وہ آپ کیجئے۔ پوچھا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ایک اس حلیہ کا آدمی ہے، وہ مجھے بہت ستا رہا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کون؟ بتایا کہ فلاں۔ چونکہ وہ مدینہ منورہ والوں کو مکہ والے پہچانتے نہیں تھے، چہروں سے سب کو۔ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے متعلق انہوں نے شکایت کی، کہ اِن کے بھڑ کانے کی وجہ سے کہیں کوئی مجھے قتل کر دے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا، اور فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے

، کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، رضاعت کے زمانہ سے ایک پستان سے حضرت حلیمہ کے ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے تھے، ایک طرف یہ پیتے تھے۔ آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کل اُن سے راضی ہو جائیں گے، اور تم جو کچھ حرکت کرو گے، تمہیں اُس کی ندامت رہے گی ساری عمر کے لئے۔ کہ میں نے کیوں ایسا کیا تھا۔ انہوں نے ڈانٹ کر خاموش کیا۔

فرماتے ہیں کہ میں یہ کرتا تھا کہ پورے سفر میں قبہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی باہر نکلے، میری طرف کوئی نگاہ نہیں۔ فرماتے ہیں کہ قافلہ چل پڑا، میں بھی چل رہا ہوں ساتھ ساتھ، قافلہ کے۔ جحفہ میں قیام رہا، وہاں میں ساتھ رہا، راستہ میں اور قیام رہا، وہاں میں ساتھ رہا۔ جب ابطح پہنچے وہاں مکہ مکرمہ میں ابطح، بطحاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اپنا خیمہ لگایا۔

فرماتے ہیں کہ وہاں تمام قریش کی عورتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جتنی رشتہ دار خواتین تھیں ساری پہنچ گئیں۔ اُن میں میری اہلیہ بھی پہنچی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش کرنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو، میرے شوہر کو معاف کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پرانا زمانہ یاد دلاتی رہی، کہ یہ تو بچپن میں آپ کے ساتھ دودھ پیتے رہے، آپ کے خاص دوستوں میں، ہر وقت کا ساتھ تھا۔

علی: آپ میری سفارش کیجیئے

بالآخر فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میں نے عرض کیا، کہ اب تو آپ میری سفارش کریں۔ انہوں نے مجھے ایک سوال سکھایا، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، جو حال حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا، وہ میرا حال ہے۔ اور میں آپ کی طرح سے اُس سلوک کا امیدوار ہوں، جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کا سکھایا ہوا کلمہ، جا کر وہ دہراتے ہیں، عرض کرتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت فرمایا تھا اپنی زبان مبارک سے لاَ تَثْرِیْبَ عَلَیْکُم الْیَوْم ۔ کہ میری طرف سے تمہیں امان ہے۔

دوستو! یہ دیکھئے کہ حضرت سفیان ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے پیدل ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ وہاں سے، ابواء سے جحفہ۔ یہی حال حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے گناہ کو بھی معاف فرمائے۔ جیسے انہوں نے چوبیس گھنٹے اُس کو ایک مسئلہ بنایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگے رہے، چاروں طرف سے تلواریں ہیں سر پر۔ اُن سے ڈر بھی رہے ہیں کہ کوئی تلوار مجھے لگے گی، کفر کی حالت میں مجھے موت آجائے گی۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے دروازے پر چوبیس گھنٹے گزار رہے ہیں، اسی اُمید پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں، کاش کہ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کا اتنا فکر سوار ہو جائے، جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ جو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی اُن میں، قریش کی خواتین میں وہاں پہنچ کر عرض کرتی ہیں کہ یارسول اللہ عکرمہ تو بھاگ گیا۔ یہ بھی، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی بھاگ رہے تھے۔ عکرمہ کو ہم نے سمجھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت رحمۃ للعالمین ہیں، معاف فرما دیں گے۔ مت بھاگو، وہ تو بھاگ گئے۔ کہتے ہیں، کہ میں اُن کے لئے آپ سے امن چاہتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ھُوَ اٰمِنٌ، اُسے ہماری طرف سے امن ہے۔ اُن کی اہلیہ محترمہ ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنھا، فوراً، عورت ذات، نکل پڑتی ہیں۔ لمبا سفر کر کے فرماتی ہیں کہ میں ساحل پر پہنچی اور وہاں پہنچی، تو وہاں دیکھا کہ کنارے پر وہ جو ملاّح تھا اُس سے باتیں کر رہے تھے۔

ملاّح سے کیا کہہ رہے ہیں، کہا کہ مجھے یمن جانا ہے۔ ملاّح نے کہا کہ اَخْلِصْ، کہ اس کشتی

میں سوار ہونے سے پہلے اَخلِص. حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ کَیفَ اَخلِصُ؟ میں کیسے اخلاص برتوں، کیا کروں؟ فرمایا کہ قُلْ لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ. حضرت عکرمہ اُس کو جواب دیتے ہیں، کہ میں اُسی کلمہ سے بھاگتے ہوئے تیرے پاس آیا۔ اور تو پھر مجھ سے اسی کا مطالبہ کرتا ہیں، اور کہتا ہے کہ اَخلِصُ کلمہ پڑھ لااِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ، کلمہ اخلاص پڑھ لے۔

اتنے میں اُن کی اہلیہ محترمہ پہنچتی ہیں اور خوشامد کرتی ہیں۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں تو بہت بڑا مجرم ہوں، میں نے کتنی اذیتیں تکلیفیں پہنچائی ہیں، میں کیا منہ لے کر جاؤں؟ وہ عرض کرتی ہیں کہ انہوں نے آپ کو معاف کر دیا، امن دے دیا، آپ چلیئے۔ تو خوش ہو جاتے ہیں اور وہاں سے چلنا شروع کرتے ہیں۔

لکھا ہے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں کہ راستہ میں چلتے ہیں تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو میری بیوی ہے، جس طرح سے بیوی کا ہاتھ پکڑ کر چلتے ہیں، تو انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، نہیں، نہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ہمارا، اور تیرا جوڑا تو مکہ میں مشہور تھا، ہماری محبت، اور اسی لئے تو مجھے اتنا لمبا سفر کر کے یہاں تو مجھے لینے کے لئے آئی، میری جان بچانے کے لئے آئی۔ میری جان بچانے کے لئے، میری آخرت بچانے کے لئے۔ اور تو کہتی ہیں کہ نہیں نہیں۔ وہ مسئلہ بتاتی ہیں، کہ اس لئے کہ اِنَّکَ کَافِرٌ وَ اَنَا مُسلِمٌ، تم ابھی کفر کی حالت میں ہو۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اسلام کو قبول کریں گے وہاں تک مجھے نہیں چھو سکتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کفر کی گندگی کی طرح ہمیں اپنے گناہوں کی گندگی کا احساس عطا فرمائے۔ اس مبارک تقریب کے موقع پر ہمیں اپنے حال کو بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گندگی کا احساس عطا فرمائے، جو ہمارا سارا جسم آلودہ، اس بوجھ کا احساس عطا فرمائے۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلق فرمایا کہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں ہوتا تھا، تو میرا ایک ہی تصور، ایک ہی خیال، ایک ہی مراقبہ ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب التحیات میں گھنٹوں حضرت کی مجلس میں بیٹھے رہتے، جس طرح ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں، ہاتھ بھی یہیں، اور گردن بھی نیچی۔ اور تھوڑی دیر میں آنسو یہاں سے صاف کر رہے ہیں، جس طرح یہاں صاف کر رہے ہیں۔

فرماتے تھے کہ میں حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر میرے گناہوں کے بوجھ کا مراقبہ کرتا تھا۔ کہ میرے گناہوں کا پہاڑ میرے اوپر اب گرے گا، تب گرے گا۔

یہ حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں معاف فرمایا صحابہ کرام فرماتے تھے کہ ساری عمر کے لئے اُن کا حال یہ تھا، کہ اتنے شرمندہ تھے، اتنے شرمندہ ۔فرماتے ہیں کہ آپ نے کسی کو چلتا ہوا دیکھا ہوگا، جو سجدہ کی جگہ اس کی نگاہ ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اس فتح مکہ کے بعد سے، جس دن سے وہ اسلام لائے، اس دن سے ہم نے اُن کی چال دیکھی، بالکل نرالی الگ ہوگئی۔ ہم نے اُن کو دیکھا کہ جہاں اُن کے پیر کے چپل پہنے ہوئے ہیں، اُن کی چپل کی پٹی پر اُن کی نگاہ رہتی تھی۔ کتنے سر کو جھکا کر چلتے ہوں گے۔ اور یہ تو صحابہ کرام اپنا مشاہدہ بتاتے ہیں۔

اَوَّلُ مَن یَّدْخُلُ فِی الْمَسْجِد، وَ آخِرُ مَن یَّخْرُج

حضرت عائشہ صدیقہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ایک دفعہ نماز ہوئی سب نمازی چلے گئے۔ کافی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، عائشہ ادھر آؤ، ادھر آؤ۔ دیکھو میں تمہیں ایک مصلی بتاتا ہوں ابھی اَوَّلُ مَن یَّدْخُلُ فِی الْمَسْجِد، وَ آخِرُ مَن یَّخْرُج، کہ سب سے اول جو آتا ہے، اور سب سے اخیر میں جو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہنچیں کہ یہ کون کہ جو سب سے پہلے داخل ہوتا ہے، اور سب سے آخر میں نکلتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری چیز اِن کی بیان فرمائی۔ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ ایک تو یہ کہ سب سے پہلے آتے ہیں اور سب سے اخیر میں جاتے ہیں، دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ یہ وہ شاعر ہیں، جو بیس برس تک میری ہجو میرے خلاف اشعار کہتا رہا۔ میں تجھے دکھاتا ہوں وہ شاعر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوچنے لگیں یہ کون جو بیس برس تک جس نے آپ کے خلاف اشعار میں آپ کی برائی بیان کی؟ اور تیسری چیز، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر میں بیان فرمائی، مگر اب اُن کا حال یہ ہے کہ جب چلتا ہے تو تو دیکھے گی، کہ اُس کی نظر اُس کے تسمہ پر ہوگی، اُس کے چپل کی پٹی پر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسفیان ابن الحارث اسی حال میں نکلے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے گناہوں کی اس سے زیادہ شرمساری عطا فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں، اور وہ جو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡأٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار** دعا بتائی، اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو بھی اس دعا، اور اس رَبَّنَآ اٰتِنَا کے ذریعہ بخش دے۔

یا اللہ، ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ یا اللہ! ہماری سیئات سے در گذر فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنے گناہوں کا احساس عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنے آپ کو گنہگار سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہماری نگاہوں کو پست رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنی حرکتوں پر شرمساری عطا فرما۔ ہر وقت ہمیں شرمسار رہنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! علانیہ طور پر، سب کے سامنے، خلوت میں جلوت میں ہر جگہ ہمیں شرمسار رہنے کی توفیق عطا فرما۔ گناہوں کا احساس عطا فرما۔ آخرت پر یا اللہ! ہمیں یقین عطا فرما۔ جنت اور دوزخ کا ہمیں یقین عطا فرما۔ یا اللہ! قرآنِ پاک کی تلاوت کی توفیق ہمیں عطا فرما۔ قرآنی آیات پر عمل کرنے کی توفیق ہمیں عطا فرما۔ قرآنی احکام پر عمل

کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! قرآن پڑھنا ہمارے لئے آسان فرما۔ یا اللہ! ہمارے زبانوں کو ذکر کے لئے جاری فرما۔ ذکر کو ہماری زبانوں پر جاری فرما دے۔ قرآن کو ہماری زبانوں پر آسان فرما دے۔ ہر وقت قرآن پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں تیری ذاتِ عالی کا مراقبہ عطا فرما۔ تیرے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ عطا فرما۔ ہر وقت تجھے اور تیرے حبیب کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو، دل اور دماغ کو، دل کو ہر وقت اُس طرف مشغول رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! گندی دنیا سے ہمارے دلوں کو ہٹا دے۔ ہماری نظروں کو ہٹا دے۔ ہمارے اعضاء اور جوارح کو تیری عبادت میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ گناہوں سے آلودہ ہونے سے، ہمارے ہاتھوں کو، پیروں کو بچالے۔ یا اللہ! ہمارے گھروں میں محبت عطا فرما۔ خاندانوں میں محبت عطا فرما۔ میاں بیوی میں محبت عطا فرما۔ بھائی بہنوں میں محبت عطا فرما۔ یا اللہ! ایک محلّہ والوں میں محبت عطا کر۔ شہر والوں میں محبت دے۔ یا اللہ! ایک ملک کے رہنے والوں کو آپس میں محبت دے۔ یا اللہ! اس وقت دنیا، انسانیت زبانوں پر تقسیم ہوگئی، حدود میں تقسیم ہوگئی، اپنی من چاہت کی چیزیں، کوئی نہ مانے اس پر تقسیم ہوگئی۔ یا اللہ! اس تقسیم سے بچا دے۔ آپس میں بھائی چارہ عطا فرما، یا اللہ محبت نصیب فرما۔ یا اللہ! یہاں والوں کے دلوں میں مسلمانوں کی، اسلام کی محبت ڈال دے۔ جو ہمارے خلاف، اسلام کے خلاف، مساجد اور مدارس کے خلاف نفرت پھیلا رہے ہیں، یا اللہ! اِنہیں ہدایت عطا فرما۔ یا اللہ! اِن نفرتوں کو ختم فرما۔ یا اللہ ان مساجد کی حفاظت کا انتظام فرما۔ یا اللہ! قیامت تک اس حفظ کے سلسلہ کو جاری اور ساری فرما۔ یا اللہ! قرآنی علوم کے چشمے بہتے رہیں، اور قیامت تک انسانیت کو سیراب رکھیں، اس کا انتظام فرما۔ یا اللہ! ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق پہچاننے کی توفیق عطا فرما۔ قرآن کے حقوق پہچاننے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! کل قیامت کے دن قرآن ہماری شفاعت کرنے والا بنے، ہمارے خلاف حجت نہ بنے۔ یا اللہ! اس طرح قرآن کریم کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

وَ صَلّٰی اللّٰه عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّد

۴

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل اور نوید مسیحا !

بجھ گئے آتش کدے ، بیٹھ گئے بتکدے

ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا



مولانا وہ شاعر ہیں جو مسلمانوں سے خاص دلچسپی رکھتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان پھر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آجائیں۔ اس کو انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ پھیلایا۔ مولانا حالی نے نعتیہ قصائد بھی لکھے اور مسدس میں بھی نعتیہ اشعار کہے جو فن اور خلوص کا آئینہ دار ہیں۔

یَا مَلَکِیَّ الصِّفَاتِ وَ یَا بَشَرِیَّ الْقُوٰی

فِیْکَ دَلِیْلُ عَلیٰ اَنَّکَ خَیْرُ الْوَرٰی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ اِنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا (سورۃ الکھف) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بر حق ہی معبود ہے، سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت

بڑھا جانب بو قبیس ابرِ رحمت

ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت

چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل اور نوید مسیحا

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنَا دَعْوَۃُ اِبْرَاھِیْمَ اَبِیْ وَ بُشْرٰی عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ۔ فَرَأَتْ اُمِّیْ حِیْنَ حَمَلَتْ بِیْ اَنَّہ خَرَجَ مِنْھَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَہ بُصْرٰی مِنْ اَرْضِ شَام (کنز العمال) ترجمہ: حضرت خالد بن معدانؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں، میری والدہ نے دیکھا جس وقت میں ان کے بطن مبارک میں آیا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے بصری جو ارض شام میں واقع ہے چمک اٹھا۔

بجھ گئے آتش کدے ، بیٹھ گئے بتکدے

ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ وَجَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے سچ اور حق آگیا، کذب و جھوٹ ختم ہو گیا۔ یقیناً کذب و جھوٹ ختم ہی ہو کر رہتا ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ

یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (سورۃ انبیاء) ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ یَقُوْلُ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شَیْأً قَطُّ فَقَالَ لَا (شمائل ترمذی) ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ

سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں کیا۔

یہ کہہ کر کیا علم پر ان کو شیدا

کہ ہیں دور رحمت سے سب اہلِ دنیا

حدیث شریف میں آتا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ اَوْ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔ ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا خبر دار رہو کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں قابلِ نفرت ہیں بجز ذکرِ خدا کے اور جو اس سے ملتا جلتا ہو، اور بجز عالم و متعلم کے۔

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی

کہ بازو سے اپنی کرو تم کمائی

خبر تا کہ لو اس سے اپنی پرائی

نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

طلب سے ہے دنیا کی گریاں پہ نیت
تو چمکو گے واں ماہ کامل کی صورت

حدیث شریف میں آتا ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلاَلاً اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَۃِ وَسَعْیًا عَلٰی اَھْلِہ وَ تَعَطُّفاً عَلٰی جَارِہٖ لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ وَجْھُہ مِثْلَ الْقَمَرِ لَیلَۃَ الْبَدَرِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص جائز ذریعہ سے روپیہ اس غرض سے کمائے کہ بھیک مانگنے سے بچے اور بال بچوں کے لئے کوشش کرے اور اپنے ہمسایوں پر مہربانی کرے ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں خدا سے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

نبی کا نام ہو ورد زباں ،رہے جب تک
سخن زباں کے لئے اور زباں وہاں کے لئے

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہ عِنْدَکَ (حصن حصین) ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اس شخص کی جس کی محبت تیرے یہاں مجھے نفع دے۔

(مولانا الطاف حسین حالی)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ.

اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، تادمِ آخران کے سینوں میں اس قرآن پاک کو محفوظ رکھے، اس کے علوم سے ان حفاظ کو، ان کے خاندانوں کو بہرہ ورفرمائے، مدرسہ کے منتظمین، معاونین، ان طلبہ کے والدین، اقرباء سب کو حق تعالی شانہ قبول فرمائے، زیادہ سے زیادہ دینی علوم پر محنت اور جدوجہد کرنے کی، اس کی نشرواشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

مبارک سلسلہ

بہت مبارک سلسلہ ہے، ہر سال اسی مہینہ میں متعدد حفاظ تیار ہوتے ہیں، یہ جو سلسلہ ہمارے اکابر نے قائم فرمایا، جنہوں نے ہمیں اس کام پر لگایا، اللہ جل شانہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ جس ذاتِ گرامی کی طرف آپ کی یہ مسجد اور مدرسہ منسوب ہے، مدرسہ اشرفیہ، اشرفیہ مسجد، ان تمام کو، حضرت کو اور ہمارے سلسلہ کے تمام اکابرین کو اللہ بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے ہم بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے بہت بڑا اہم پر کرم اور احسان فرمایا کہ ہمیں یہ راہ دکھائی، نیکی کی راہ، قرآن وسنت کی راہ دکھائی۔

تین بہت بڑے احسانات

خود حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قُدس سرہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھ پر قطب الارشاد حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کے بے حدو پایاں احسانات ہیں مگران میں تین بہت بڑے احسان ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے، جس کتاب میں وہ احسانات لکھے ہوئے تھے کہ ایک جانی، ایک مالی، ایک ارشادی، پھراس کی حضرت مفتی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ تفسیر فرمائی اور جانی اور مالی کے علاوہ جو ارشادی ہے، فرمایا وہ تو پڑھنے کے قابل خط وکتابت ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ اپنا سوال بھیجتے ہیں قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں، وہ جواب دیتے ہیں، اس سے تشفی نہیں ہوتی، پھر سوال اور اپنے خدشات کا حضرت اظہار فرماتے ہیں، اس کا جواب آتا ہے۔ اس طرح تقریباً ایک درجن کے قریب خطوط حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے تحریر فرمائے، ایک ہی موضوع پر، جس کو حضرت تھانوی قدس سرہ ان تین عظیم احسانات میں شمار فرمایا کرتے تھے۔ بہت بڑا، بہت اونچا مقام تھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا، بہت اونچا مقام۔

ایک خواب

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے ہم نے ریونین (Reunion)، پھر وہاں سے ساؤتھ افریقہ (South Africa)، پھر وہاں سے زامبیا (Zambia)، پھر وہاں سے لندن (London) ہمارے یہاں تشریف لائے تھے، دوسرا سفر، جب یہ ساؤتھ افریقہ میں حضرت کا ایک ماہ کا قیام ختم ہوا اور عید کے بعد حضرت تشریف لے جارہے تھے، اس رات میں نے خواب دیکھا اور صبح حضرت کو سنایا۔

حضرت سے میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے آج خواب دیکھا کہ بہت بڑا جلوس ہے،

جس طرح ہندوستان میں کھلے ہوئے ٹرک (truck) ہوتے ہیں، اس طرح کی سواری پر ہم سوار ہیں اور جلوس کی شکل میں جا رہے ہیں، اور جلوس ایک ہی نعرہ لگا رہا ہے، حضرت گنگوہی! زندہ باد! میں نے خواب سنا دیا، حضرت رو پڑے، بات ختم ہوگئی۔

پھر حضرت وہاں سے زامبیا تشریف لے گئے، پھر یہاں تشریف لائے، یہاں سے پھر حضرت وہاں مدینہ طیبہ اور حجاز تشریف لے گئے۔ حضرت نے یہاں سے جدہ پہنچ کر سیدھے مکہ مکرمہ حج کی نیت فرمائی تھی، حضرت نے اس سال حج نہیں فرمایا۔

جب پورے سفر کی داستان حضرت کے یہاں روزنامچہ میں لکھی جا رہی تھی، تو حضرت نے مجھ سے فرمایا وہ تیرا خواب لکھوادے۔ چونکہ کئی روز ہو چکے تھے، تو میں نے عرض کیا حضرت کونسا خواب؟ فرمایا وہ حضرت گنگوہی زندہ باد والا۔ وہ حضرت کی آپ بیتی میں بھی چھپا ہوا ہے، وہاں مبشرات میں، اللہ کرے کہ مرنے کے بعد ہمارے لئے بھی اللہ تعالی کی طرف سے یہ انتظام ہو کہ نعرے لگتے رہیں۔

واقعی زندگی یہی زندگی ہوتی ہے، اور اسی لئے حق تعالی شانہ کے یہاں ان حضرات کو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرح، شہداء کی طرح سے وہاں زندگی ملتی ہے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے طبقہ میں سے ہیں۔ جہاں جہاں اس طرح کے کام ہوتے ہیں، حضرت کی جس طرح اسٹینگر میں جو حضرت کا قیام تھا، اس پر حضرت کی نظر ہے اور اسی کا اظہار ہو رہا ہے اور حضرت ہی کے نام کا اس میں نعرہ لگ رہا ہے حضرت گنگوہی زندہ باد! تو یہاں بھی اس طرح کے کاموں پر حضرت کی برابر نظر رہتی ہے۔

حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ابھی پرسوں حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب کا بریڈفورڈ میں انتقال ہوگیا۔ ہمارے پرانے دوست تھے، پرانی زکریا مسجد والے دوست جانتے ہیں کہ وہ یہاں بہت کثرت سے تشریف لایا

کرتے تھے اور ہفتہ اتوار، دو تین دن قیام رہتا تھا، میں وہاں جاتا تھا اور بہت گہرے دوستوں میں سے تھے، بہت مخلص انسان، فرشتہ صورت، فرشتہ صفت۔

اور یہی اللہ تعالی نے ظاہری حسن عطا تو فرمایا تھا کہ نہایت گورے گورے، مگر انتقال کے بعد جو میں نے کفن میں ان کو دیکھا، تو جو گورا پن تھا، سفیدی تھی وہ کچھ اوپر سے لے کر آئے ہوں گے، انہوں نے اور کچھ مل دیا ہوگا، تو اور زیادہ گورے، اور ایک خاص قسم کا تبسم ان کے ہونٹوں پر تھا۔

ان کے متعلق، ان کے انتقال سے دو تین ہفتے پہلے ہمارے مولانا جنید صاحب نے اپنے معہد کے اساتذہ کو خواب سنایا۔ انتقال سے دو تین ہفتے پہلے کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہیں، پرانے قسم کے مکانات ہیں، وہاں یہ پہنچے، تو دیکھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ آرام فرما رہے ہیں۔ اندر سے مستورات ان کو بتاتی ہیں کہ یہ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہاں آرام فرما رہے ہیں اور اندر مولانا لطف الرحمٰن صاحب بھی آرام فرما رہے ہیں۔ دو ہفتے پہلے تیاری کہ کہاں ان کا استقبال ہوگا، کون کون جائے گا، کہاں سب سے پہلے ان کی روح کو سیر کرائی جائے گی۔

شہدائے دارالعلوم

ان کے، مولانا جنید صاحب کے ابا اور مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا زبیر صاحب کے ابا اور ہمارے دارالعلوم کے شہداء کا جب ایکسیڈنٹ ہوا، تو روز درجنوں مبشرات اور بڑے عجیب وغریب قسم کے تھے۔

اس میں ایک یہ بھی تھا کہ یہ حضرات احرام میں ہیں اور جارہے ہیں، تو میں نے خواب سنانے والوں سے کہا کہ دیکھئے، آپ کو تو تاریخ معلوم نہیں، یہ بیچارے نہیں جا سکے اور جا سکتے تھے اور نہیں گئے۔

وہاں اس زمانہ میں جب حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پریسٹن کی جامع

مسجد میں امام تھے،تو وہاں کے چیئر مین عبدل بھائی ڈھال نے وہاں دروازہ کے ساتھ ہی چھوٹا سا ایک دفتر تھا،ایک کمرہ تھا دفتر کے طور پر، وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب سے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے اب تک حج بھی نہیں کیا،عمرہ بھی نہیں کرسکے،آپ تشریف لے جائیں۔

مولانا ابراہیم صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے اسباب مہیا ہوں گے،تو میں ان شاءاللہ حاضری دوں گا۔اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے انہوں نے لفافہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں رکھا کہ یہ آپ کی نذر، آپ کو ہدیہ ہے، آپ تشریف لے جائیں۔

حضرت نے بہت شکریہ کے ساتھ واپس فرمادیا۔اب عبدل بھائی اصرار فرمارہے ہیں اور وہ واپس فرمارہے ہیں،عمرہ یا حج کے لئے جو ہدیہ پیش کررہے تھے،کتنے اصرار کے باوجود انہوں نے قبول نہیں فرمایا اور جیسے ہی ادھر شہادت ہوئی کہ فوراًروانہ ہوگئے۔

خواب دیکھنے والے خواب دیکھتے ہیں کہ احرام میں ہیں، میں نے کہا اس کا شانِ نزول، پس منظر یہ واقعہ ہے اور ان حضرات کے ساتھ حق تعالی شانہ کی طرف سے جو خصوصی طور پر پہلی ہی رات میں، شہادت کے ساتھ ہی، اور انتقال کے ساتھ ہی جو وہاں کا انتظام ہوا، وہ اس لئے ہوا۔ اللہ تبارک وتعالی ان حضرات کی طرح سے ہمیں بھی بے نیازی عطا فرمائے، دنیا کے پیچھے کتوں کی طرح دوڑنے سے ہماری حفاظت فرمائے، یہ ہمارے اکابر بہت بڑے تھے۔

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ: ابوحنیفۂ ثانی

جیسا میں نے عرض کیا کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا بہت اونچا مقام تھا، ان کے مرثیہ پر جو اشعار کہے گئے، جگہ جگہ اس میں ابوحنیفۂ ثانی۔

پھر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا

کرتے تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدوّن کیا ہوا فقہ دنیا سے ختم ہوگیا ہوتا، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالی شانہ نے اس درجہ کی شانِ فقاہت عطا فرمائی تھی کہ وہ اس فقہِ حنفی کو مِنْ وَعَنْ اسی طرح مدون کردیتے، جس طرح امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مدون کیا۔ کیا ان کا مقام ہوگا کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ان کے لئے یہ شہادت دے رہے ہیں۔

جب یہ ابوحنیفۂ ثانی ایسے، تو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیسے ہوں گے؟ کیا ان کی شکل، کیا صورت، کیا حسن، کیا جمال، کیا ان کا پوشاک، حق تعالی شانہ نے بے پناہ دولت عطا فرمائی، اور اس میں انہوں نے صدیقی سنت کی نقالی کی تھی۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ حجاز کے ریشم کے سب سے بڑے تاجر تھے، جو ساری دولت حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں انہوں نے لٹادی، حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی کوفہ کے ریشم کے سب سے بڑے تاجر، اس کے تو ہزاروں واقعات ہیں۔ کس طرح وہ کفالت فرماتے تھے اور کس طرح انہوں نے اسے استعمال فرمایا خدا کی راہ میں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام دیکھنا ہو، تو احادیث کے اوراق میں دیکھئے، ان کے متعلق ان کے چاہنے والوں نے احادیث کے ذخیرہ میں سے پیشینگوئی نکالی۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر علم ثریا ستارہ پر پہنچ گیا ہوتا، دنیا سے ناپید ہوگیا ہوتا، جس طرح حضرت کشمیری فرماتے ہیں کہ دنیا سے فقہِ حنفی اگر ناپید ہوگیا ہوتا، تو امام گنگوہی اسی طرح اسے مدوّن فرمادیتے جس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مدون کیا تھا، اسی طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر علم ثریا ستارہ پر ہوتا تو بھی یہ نیچے اتار کر لاتے، ان کے متعلق پیشینگوئیاں سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں۔

علم کی برکت تا قیامِ قیامت رہے گی

اسی لئے امت پر حق تعالی شانہ کا اتنا بڑا انعام، اتنا بڑا انعام کہ یہ علم جو ثریا ستارہ پر سے لانے

کے ساتھ جس کی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی، فرمایا کہ جب سے یہ علم شروع ہوگا تو تا قیامِ قیامت چلتا رہے گا، اس کی بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْعِلْمُ**، کہ علم پوری دنیا میں کونہ کونہ میں پھیل جائے گا۔ جو بوڑھے ہیں، وہ اپنے بچپن کو یاد کر کے سوچیں کہ اس وقت اتنے مدارس تھے؟ اتنا علم تھا؟ اتنی جگہ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں؟ اتنے حفظ خانے تھے؟ تحفیظ کا اتنا عظیم انتظام تھا؟ قطعاً نہیں تھا، تو یہ اتنی برکت جو ہو رہی ہے یہ رہے گی، قیامِ قیامت تک رہے گی۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم باقی رہیں گے

اور کون کہتا ہے؟ اگر کسی حنفی نے لکھا ہوتا، تو سلفی اشکال کر بیٹھتے، مگر خطیبِ بغدادی نقل کرتے ہیں کہ حسن بن سلیمان فرماتے ہیں کہ **حَتّٰى يَظْهَرَ الْعِلْمُ** کا مصداق وہ علم ہے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں پیشینگوئی فرمائی تھی اور وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لے کر آئے، یہ قیامت تک غالب رہے گا۔

حالانکہ خود امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کتنا ظلم وستم ہوا، خود آپ کی ذات کے ساتھ کتنا، کہ جیل خانہ میں سجدہ کی حالت میں آپ کا وصال ہوتا ہے۔ وہ کتنی ظالم حکومتیں تھیں کہ کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے، آپ کی کتابوں میں سے، ایک ایک کر کے تلاش کر کے اس کو ضائع کر دیا۔ جو اس کام کے پیچھے متعین تھے، ان کی باقاعدہ تعریف لکھی گئی کہ فلاں شخص اس، فلاں اس پر متعین تھے، فلاں اس پر متعین تھے، لیکن کیا امامِ اعظم کے علوم کو وہ ختم کر سکے؟ اور قیامت تک نہیں کر سکیں گے۔

اس کی اگر آپ شہادت پوچھیں، تو سب سے بڑا علم سمجھا جاتا ہے صحاحِ ستہ کو، اور صحاحِ ستہ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے متعلق آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ اگر وہ اس مجلس میں ہوتے اور آپ ان سے سوال کرتے تو وہ کیا جواب دیتے؟

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے کہ ان کے علم کا کیا پوچھتے ہو، میری صحیحِ بخاری نہیں دیکھتے؟ آپ صحیحِ بخاری کے اوراق پلٹنا شروع کریں اور ایک ایک حدیث کی سند کو آپ دیکھنا شروع کریں کہ اس کے راوی کون ہیں، اس کے راوی کون ہیں اور اس کو آپ الگ کرتے جائیں کہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ان کے شاگرد کی کتنی روایات صحیحِ بخاری میں ہیں اور اس کو الگ کرنا شروع کریں، جو بارہ سو کے قریب صفحات کی ضخیم، بڑی والی، ہندوستان والی، لمبی چوڑی جو ابھی صحیح بخاری چھپ کر آئی ہے، میں نے جو صاحب لے کر آئے، ان سے میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں اٹھا سکتا، کمزور ہوں، میری طرح سے جو وہاں یوپی میں اور گجرات کے مدارس میں جو طلبہ اس کو پڑھتے ہیں، اپنے کمرہ سے لے کر وہاں دارالحدیث تک اس کو اٹھا کر نہیں جا سکتے۔ ابھی کوئی تین چار مہینے پہلے بطورِ خاص حضرت مولانا سید محمود مدنی صاحب نے میرے لئے کسی کے ساتھ بھیجی ایک نسخہ صحیحِ بخاری کا، اس کے بارہ سو صفحات ہیں، اور آپ اس میں سے الگ کرنا شروع کریں صحیحِ بخاری میں سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی روایات، تو چھوٹا سا مشکل سے سو صفحہ کا ایک رسالہ باقی رہ جائے گا، اگر امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی روایات نکال دی جائیں، تو بخاری شریف ختم۔

یہی حال مسلم کا ہے، آگے مرتبہ امام ابوداؤد کا، ان سے آپ پوچھیں کہ حضرت! آپ سے پوچھیں، امامِ ترمذی سے پوچھیں، امامِ نسائی سے پوچھیں، تو امامِ نسائی فرمائیں گے کہ میری کتاب میں تو خود ان کی روایت موجود ہے اور ان کی شاگردوں کی روایات اگر نکال دی جائیں، تو نسائی ختم۔

یہی حال ترمذی کا ہے، امامِ ترمذی فرمائیں گے کہ میں نے تو نقدِ رجال کے بارے میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے اصول کو سامنے رکھ کر میں نے جو سند میں رُواۃ آتے ہیں ان کو پرکھا

ہے اور ان کی روایات میں نے اس کتاب میں جمع کی ہیں، اور اس میں سے بھی آپ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور ان کے شاگردوں کے شاگردوں کی روایت الگ کریں، تو ترمذی چھوٹا سا ایک تعلیم الاسلام کی طرح رسالہ رہ جائے گا۔

اور امامِ ابوداؤد کا یہی حال، انہوں نے لکھی ہی تھی اپنی کتاب اسی لئے، کہ یہ جو اشکالات اعتراضات کرتے تھے ائمہ کے مستدلات کے بارے میں، تو انہوں نے اپنی کتاب میں انہی کے لئے دلائل جمع کئے، یہی حال ابن ماجہ کا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ان حضرات کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے لئے ایک رہنمائی اور ہدایت

یہ جو حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے متعلق حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ان کا بے حد ممنونِ احسان ہوں، اسی طرح خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دو نہیں، ائمہ کرام کا قول ہے، بہت سے امام ایک فتوی دیتے ہیں اور ایک ہدایت دے رہے ہیں، رہنمائی فرما رہے ہیں دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو، اور وہ کیا فرماتے ہیں کہ **یَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِیْنَ الدُّعَاءُ لِلْاِمَام اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ صَلٰوتِهِمْ**، وہ فرماتے ہیں کہ ان ائمہ کی طرف سے امتِ اسلامی کو یہ ہدایت اور رہنمائی کی گئی ہے اور یہ فرماتے ہیں مسلمانوں کو، کہ اے مسلمانو! تم اپنی کسی دعاء میں، کسی نماز میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہرگز نہ بھولنا اور ہمیشہ ان کے لئے دعائے خیر کرتے رہنا۔ کیا ان کے احسانات کو ان حضرات نے سوچا اور سمجھا ہوگا۔

اہلِ سنت کی نشانی

جیسے میں نے بتایا کہ سب سے بڑی نعمت آج کل یہ ہمارے سامنے جو علوم ہیں، صحاحِ ستہ اور اس کا یہ حال ہے۔ اسی لئے خطیبِ بغدادی ائمہ کا قول نقل کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی جو حنفی ہیں، جو ہمارے امام ہیں، ان کو ہمیشہ اپنی دعا میں یاد رکھنے کی حق تعالی شانہ ہمیں توفیق عطا

فرمائے، اوراسی لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سنت اور بدعت کو وابستہ کر دیا گیا۔

ایک بہت بڑے محدث ہیں عبدالعزیز ابن رواد، وہ فرماتے ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ اہلِ سنت کسے کہتے ہیں؟ بہت مختصر انہوں نے جواب دیا، کہ مَنْ اَحَبَّ اَبَا حَنِیْفَةَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّة، وَ مَنْ اَبْغَضَهُ فَهُوَ مُبْتَدِع، اہل سنت کی نشانی قرار پائی کہ خلفاءِ راشدین اورصحابۂ کرام کے بعد یہ ایک ناجی فرقہ دنیا میں قیامت تک کے لئے رہے گا، اہل سنۃ، فرمایا کہ ان کے امام اور پیشوا، ان سے جن کو محبت ہے وہ سنّی ہے اور جن سے انہیں بغض ہے وہ بدعتی ہے۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ

اسی لئے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ مِنْ تَمَامِ السُّنَّةِ حُبُّهُ کہ کسی کا سنی ہونا کمال تک نہیں پہنچتا جب تک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسے محبت نہ ہو۔ حق تعالیٰ شانہ جس درجہ کی یہ حضرات ان سے محبت چاہتے ہیں وہ محبت حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

اور کیوں حق تعالیٰ شانہ یہ درجہ انہیں نہ عطا فرمائے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ شریف پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پہنچے اور ہماری طرح، ہم جس طرح سلام عرض کرتے ہیں، انہوں نے سلام پیش کیا اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وہاں سے جواب آتا ہے، وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ، جو وہاں سے امام بنایا گیا تو ان کی امامت پر تو مہر قیامت تک کے لئے لگ گئی۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَظْهَرَ الْعِلْم، اور حسن ابن سلیمان فرماتے ہیں کہ وَ هُوَ عِلْمُ اَبِی حَنِیْفَة.

وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْهِکَ مَخْلُوْقٌ

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے امام اعظم کو جواب ملا اور قیامت تک کے لئے وہ

اس روئے زمین پر بسنے والی ملتِ اسلامیہ کے امام قرار پائے۔
اسی لئے علامہ قشیری سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں کہ **وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْهِكَ مَخْلُوْقٌ**، کہ چاند کو خطاب کر رہے ہیں قشیری، چاند کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ اے چاند! یہ تیرے اندر جو حسن و جمال ہے تیرا، یہ تیرا ذاتی نہیں ہے، یہ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا جو حسن و جمال تھا اس کا کوئی لاکھواں کروڑواں حصہ تجھے دے دیا گیا جس سے تو چمک رہا ہے۔ یہ فرماتے ہیں کہ **وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْهِكَ مَخْلُوْقٌ**، کہ اے چاند! یہ چاند بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے حسن پا رہا ہے۔

نبیِ آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ

اسی لئے وہاں ابھی گذشتہ ہفتہ بریڈفورڈ میں میں نے ایک صحابی کا واقعہ سنایا تھا کہ ان سے سوال کیا گیا، ایک راہب سے ملاقات ہوئی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے متعلق سوال کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ راہب کہتا ہے کہ اچھا، آپ بتا سکتے ہیں مجھے ان کا سراپا، ان کا ذرا آپ مجھے حلیہ بتائیے، کہ وہ کیسے تھے۔
اب صحابی بتا رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قد و قامت ایسی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک ایسے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال ایسی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے متعلق یہ جملہ نقل کیا اور انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو میں کیا بیان کروں؟ وہ تو چاند کی طرح چمکتا تھا، یہ سنتے ہی راہب کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ اس نے فوراً اسلام قبول کیا، اور اس نے کہا کہ یہی حلیہ میں نے کُتبِ سابقہ میں نبیِ آخرالزمان کا پڑھا ہے۔

وَ اللَّيْلُ مِنْ طَرْفِكَ مَسْرُوْح

یہ قُشَیری اپنی طرف سے مبالغہ نہیں کر رہے ہیں، اسی لئے یہاں یہ راہب اسلام قبول کرتا ہے

اورآگے اس شعر میں یہ تھا کہ وَ السِّحرُ مِنْ طَرْفِکَ مَسروق یہ شعر میں نے تھوڑا سا بدلنا ضروری سمجھا۔

اس میں تھوڑی سی، چھوٹی سی ایک غلطی اور خطا مجھے معلوم ہوئی جیسے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں، میں دارالعلوم میں حاضر ہوں حجرہ میں اور ۷۹ء والے پہلے سفر میں، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہورہا ہے، اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ بھی رورہے ہیں، مجمع بھی رورہا ہے، حضرت مولانا اسماعیل صاحب واڈی والا دامت برکاتہم اور کچھ حضرات تھے جنہیں حال طاری ہوتا تھا، تو کسی نے حال میں نعرہ لگایا تو اس پر کسی نے پھر حضرت شیخ کے نام سے بھی نعرہ لگایا کہ حضرت شیخ الحدیث زندہ باد! زور سے کہا تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے کمرہ میں آواز پہنچ رہی تھی۔

حضرت فرمانے لگے پیارے! اتنا شور نہیں چاہئے، مجھے مرنے دو، تو نے بخاری میں نہیں پڑھا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذا الدِّیْن بِالرَّجُلِ الْفَاجِر، تو نے بخاری میں نہیں پڑھی یہ حدیث کہ دین کا کام تو اللہ تبارک وتعالیٰ کسی فاجر، فاسق اور گناہ گار بدکار سے بھی لے لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو اس جملہ میں سمجھ رہے ہیں حضرت، روتے ہوئے حضرت نے فرمایا۔

خیر اس کے بعد، پھر مولانا کے بیان کے ختم کے بعد جب وہ طالبِ علم دارالعلوم کے متعلق جو نظم تھی وہ پڑھنے لگا تو جب وہ یہاں پہنچا:

جہاں پر نمایاں دعا شیخ کی ہے
جہاں دستِ یوسف کی جادوگری ہے

حضرت نے فرمایا کہ مجھے تو نے رسوا کیا، تو بھی سن لے۔ ہنستے ہوئے حضرت نے فرمایا۔ اس کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ لیکن یہ جادوگری یہ مناسب نہیں، اس میں ترمیم ہونی چاہئے۔ اسی طرح میں نے یہاں اس شعر میں وَ السِحرُ مِنْ طَرْفِکَ مَسروق کہ یہ جو جسے جادو کہتے ہیں یہ جو آپ کی نگاہ ہے اور آنکھیں ہیں اس سے سحر ٹپکتا ہے، جو بھی دیکھتا ہے ایک نظر سے نظر

ملاتا ہے،تو مسحور ہو جاتا ہے۔شاعر یہ کہنا چاہتا ہے۔

میں نے سوچا کہ سحر کے ساتھ تشبیہ مناسب نہیں،تو میں نے اس کو تھوڑا سا بدلا کہ **وَ اللَّیْلُ مِنْ طَرْفِکَ مسروح** بدر کے ساتھ جو بدر رات ہی کو ہوتا ہے تو **وَاللَّیْلُ مِنْ طَرْفِکَ مسروح** کہ جو رات بنائی گئی یہ بھی آپ کی آنکھوں کو سامنے رکھ کر، کہ بالکل وسط میں آپ یہ سیاہ گولا دیکھتے ہیں اور اوپر نیچے،شروع میں، نیچے، یہ سفیدی ہے۔ جب سورج ڈوبتا ہے،تو اس کے بعد پہلے سفیدی آتی ہے تھوڑی دیر تک، اور یہی سفیدی سورج نکلنے سے پہلے رات کے ختم ہونے سے پہلے آتی ہے،تو دونوں کے بیچ میں وہ سیاہ رات،تو یہ آنکھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ **وَاللَّیْلُ مِنْ طَرْفِکَ مسروح** سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو یاد کر کے یہ علامہ قُشیری فرماتے ہیں کہ **وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْهِکَ مَخْلُوْقٌ**، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے حسن سے تھوڑا سا حسن بدر اور چاند کو دے دیا گیا۔

سوقِ عکاظ کا معبد

اسی لئے جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، رسالت سے تو بعد میں سرفراز کیا گیا،نبوت تو پیدا ہونے سے پہلے ہی وہاں مل چکی تھی آدم علیہ السلام سے پہلے، یہ رسالت بھی جو **اِقْرَءْ بِاسْمِ** کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے تھے تو ہر چیز بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتی اور پہچانتی تھی۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سوقِ عکاظ میں جو بچپن میں لے جایا گیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں۔ یہ جب آنکھوں کی بیماری چلتی ہے،تو جو بھی کسی بیمار کو دیکھتا ہے،نزلہ والے کے قریب رہے گا، یا اس کی چیز استعمال کرے گا،تو اسے نزلہ ہوگا،مگر یہ آنکھ والی بیماری ایسی ہوتی ہے کہ صرف دیکھنے سے بھی وہ جراثیم منتقل ہو جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مرض تھا، اس کی تو تفصیل نہیں ہے، صرف آشوبِ چشم، آنکھ کی بیماری بتایا گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں وہاں عکاظ کے میلہ میں لے جایا گیا، کہ میلہ میں ہر طرح کے لوگ آتے تھے، خطباء آتے تھے، شعراء آتے تھے، تجار آتے تھے، کام ڈھونڈنے والے آتے تھے، غلام بیچنے والے آتے تھے، خریدنے والے آتے تھے، اطباء آتے تھے، جادوگر آتے تھے، ہر طرح کے شعبدہ باز آتے تھے، میلوں میں ایسا ہی ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے گئے۔

وہاں سوق عکاظ میں ایک معبد تھا، جس میں عبادت گزار لوگ خلوت اور تنہائی میں اپنی ساری زندگی گزارا کرتے تھے اور سوچا کہ وہاں عکاظ کے میلہ میں جائیں گے، وہاں جو معبد میں ایک راہب ہے اس کے پاس لے جائیں گے کہ کچھ دم کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی اس کے صحن میں قدم رنجہ ہوتے ہیں، تو اس معبد کا حال کوہِ ثبیر کی طرح، جبلِ حرا کی طرح۔۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی شیخین کے ساتھ قدم رکھا ثبیر پہاڑ پر، حرا پر، تو فوراً (shake) ہو رہا ہے، جھوم رہا ہے خوشی میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر مار کر ارشاد فرمایا کہ اُسْکُنْ! اِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَ شَهِیْد.

جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے سوقِ عکاظ کے معبد میں، تو وہ (shake) ہو رہا ہے، جلدی سے وہ راہب جو کسی کے بلانے پر بھی نکلتے نہیں تھے ہمارے ابا جان کی طرح، ہمیں بچپن میں لے کر جاتے تھے، دروازہ بجا رہے ہیں، بجا رہے ہیں، پانچ منٹ، دس منٹ، آدھ گھنٹہ، ایک گھنٹہ، کھولتے ہی نہیں تھے، اپنی خلوت میں ان کو پتہ ہی نہیں چلا ہوگا، حالانکہ سامنے دروازہ، اس کے پیچھے وہاں پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہی حال اس راہب کا، راہبوں سے مشکل سے ملاقات ہوتی تھی، مگر اس نے دیکھا کہ یہ تو زلزلہ آیا، تو وہ کھڑکی میں سے دیکھنے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کے آ کر آپ کو چومتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کو لے جاؤ، کوئی میری طرح سے پہچان لے گا کہ نبی آخرالزمان ہیں، ان کو قتل کر دے گا۔

کہا کہ نہیں ہم ان کو لائے ہیں، ان کے آنکھوں میں دیکھو تکلیف ہے۔ فرمایا کہ ان کو ہمارے پاس لانے کی کیا ضرورت؟ ان کے لعاب سے تو ساری دنیا سیراب ہوگی اور آخرت میں مرنے کے بعد یہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے اور اس کے بعد کی ساری انسانیت آخرت میں سیر ہوگی، ان کو ہمارے پاس کیوں لائے۔

کہتے ہیں کہ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لعاب لے کر اس نے لگایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک بالکل ٹھیک ہوگئی۔

سوقِ ذوالمجاز

دوسرا میلہ، میلہ کا ذکر سوقِ عکاظ کا آتا ہے، سوقِ ذوالمجاز کا آتا ہے، یہ تمام عمارتیں، سب کچھ تھا، اور یہ، یہیں پر مکہ کے پاس ہی تھا، تو وہاں کوئی غیر مسلم حکومت آئی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک مسلم، اسلام کے نام لیوا ہی وہاں حکمران رہے ہیں، مگر یہ آخری چند سالوں میں پتہ نہیں کیا ہوا، کس طرح ان کو ڈھایا گیا، مٹایا گیا۔ ترکی کی حکومت تک یہ تمام نشانات موجود تھے، عکاظ کے بھی تھے، ذوالمجاز کے میلہ کے بھی تھے۔

وہاں ذوالمجاز کے میلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں لے گئے، وہاں پہنچے تو چچا جان ابو طالب کو دیکھا کہ بہت پریشان۔ سواری سے نیچے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ چچا جان، کیا بات ہے؟ ابو طالب عرض کرنے لگے بیٹا مجھے بہت پیاس لگی ہے، میں پانی تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ فرمایا کہ مت جاؤ، ادھر آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حرا اور ثبیر کو پیر مارا تھا، جیسے حضرت اسماعیل علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے وہاں چشمہ جاری ہوا تھا، روایات میں آتا ہے کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایڑی مبارک زمین پر رگڑی کہ فوراً وہاں سے چشمہ ابلنا شروع ہوا۔

اور اس چشمہ کے نشانات کہتے ہیں کہ اب تک بھی ہیں، وہاں اسی نام سے کہتے ہیں بئرِ مجاز،

ذوالمجاز کے نام سے بئرِ مجاز کے نام سے وہاں کنواں اب تک بھی ہے، لیکن جس طرح درجنوں کنوؤں کہ جن کنوؤں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں آخری گھڑیوں میں یاد فرمایا تھا اور جن کنوؤں کے پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں اور جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہ تُرکوں کے دور تک تمام نشانات محفوظ تھے، کس طرح ان کو اٹھا دیا گیا، مٹا دیا گیا، اور کیوں؟ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی ہم نے بھی زیارت کی تھی، اس وقت، تھوڑا سا اس کو توڑا گیا تھا لیکن وہ عمارت تھی جو تُرکوں نے بنائی تھی، پتھروں کی عمارت۔ اور ابھی تو سنا کہ وہاں ایک پتھر نہ رہا، اس کا انتظام کر کے بلڈوزر (Bulldozer) سے دور دور تک اس کو، پتھروں کو صاف کر کے میدان بنا دیا گیا۔ حالانکہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نہیں، بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کا سفر فرمایا، بار بار سفر فرما کر تشریف لے گئے۔

حضرت عبداللہ کی قبر شریف

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد ہر سال حضرت آمنہ اپنے شوہر کی قبر کی، جو دارالنابغہ میں، مدینہ منورہ میں تھی، اس کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ اور یہ ایک سفر نہیں تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، بلکہ ایک روایت میں ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ ہر سال سفر ہوتا تھا، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بتایا کہ میں اس دارالنابغہ میں اپنی ماں کے ساتھ رہا ہوں، اور یہاں اُنَیسہ نامی بچی کے ساتھ یہاں پانی میں ہم کھیلتے تھے، یہاں پرندوں کے

ساتھ میں کھیلتا تھا، تمام واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد تھے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو المصطلق کے سفر میں تشریف لے گئے، دوسرا غزوہ ذات الجیش میں تشریف لے گئے، حجۃ الوداع میں تشریف لے گئے، حدیبیہ کے سفر میں تشریف لے گئے، جو آخری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر حجۃ الوداع کا، اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

ماں کی یاد

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوئے حضرت آمنہ کی قبر کے پاس، تو انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں، رو رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام بھی ڈھاریں مار مار کر رونے لگے، چیخ کر رو رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تھوڑا سکون ہوا، تو صحابۂ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم نے آج آپ کو اس قدر روتے ہوئے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تین وجوہات بیان فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہ رونا آتا مجھے، فرمایا کہ میں ان گھڑیوں کو جو آخری وصال کی اور وفات کے وقت کی میری ماں کی ساعتیں اور گھڑیاں تھیں ان کو میں یاد کر رہا تھا، کہ آخری گھڑی میں کس طرح بار بار ماں مجھ سے لپٹ کر مجھ سے پیار کر رہی تھیں، ایک رونے کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی۔

دوسرے فرمایا کہ جب اور زیادہ نزع کا حال طاری ہوا ہوگا اور اب سکت ہاتھوں میں نہیں رہی ہوگی، تو فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر میں نے دیکھا کہ ماں جس طرح مجھے پیار کی نگاہوں سے، الوداعی نگاہوں سے جس طرح مجھے تک رہی تھیں اس کو میں یاد کر رہا تھا۔

اس کے بعد تیسری وجہ بیان فرمائی کہ جس طرح میں نے اس کے بعد ماں کو اور ماں کے جنازہ کو اس جگہ دیکھا ہے ماں کے وصال کے بعد، یہ تین چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے با قاعدہ گنوائیں۔

کیسی مبارک جگہ کہ بار بار نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جس جگہ حاضری ہوئی، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر پر آپ تشریف لے گئے، لیکن آپ وہاں جانا چاہیں گے، تو دور سے مستقل آدمی متعین کئے گئے ہیں کہ وہاں کوئی پھٹک نہ سکے، کوئی جا نہ سکے۔

اللہ تبارک وتعالی وہاں کے نظام کو بہتر سے بہتر فرمائے، یہ جو موجود ہیں، اللہ تبارک وتعالی انہی کو ہدایت عطا فرمائے، جو غلط مشورہ دینے والے، غلط فتوے دینے والے ہیں اُن سے اِن کی حفاظت فرمائے۔ ابھی کچھ حال پہلے کے مقابلہ میں بہتر ہونے لگا ہے، انہیں احساس ہوا، جب ہر جگہ سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہماری زکریا مسجد کا جب سنگِ بنیاد رکھا جا رہا تھا، تو سنگِ بنیاد سے پہلے مجھے بیان کے لئے کہا گیا۔ میں اسی موضوع پر بیان کر رہا تھا اور یہ جو میں آپ کو سنا رہا ہوں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا مزار اور وہاں کے آثارِ اسلامیہ جو اسلامی شعائر اور ان جگہوں کو جس طرح ملیا میٹ کیا گیا، مٹایا گیا، اس پر میں رو رہا تھا۔

اچانک میری نگاہ پڑی، تو دیکھا کہ فدائے ملت حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ تشریف لا رہے ہیں۔ جب حضرت اسٹیج پر پہنچے اور تشریف فرما ہوئے، تو میں نے بیان ختم کیا۔ حضرت فرمانے لگے اتنا اچھا موضوع تھا، اتنا ضروری موضوع اور اتنا اہم، آپ اس کو جاری رکھئے، تو واقعی دوستو! یہ بڑا تلخ موضوع تو ہے، لیکن بڑا اہم بھی ہے، دعا میں بھی یاد رکھئے۔ اللہ تبارک وتعالی، ابھی ایک مکہ مکرمہ کی نشانی رہ گئی ہے کہ جس مکان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، وہ مکان اب مشروع میں ہے۔ اب ان کا، حکومت کا امتحان ہے کہ اس کو باقی چھوڑتے ہیں یا نہیں۔ سب طرف سے جو صدائیں اٹھی ہیں اور کچھ حال تھوڑا بہتر نظر

آ رہا ہے، اللہ کرے کہ ایسا صحیح ہو اور وہ اسے محفوظ رکھیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا چالیس برس کا معمول

یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو میں نے عرض کیا کہ جو کچھ ملا، وہیں سے ملا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَ عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی بخل نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کسی نے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت یہ جو آپ کی ساری عمر کی یہ عادت ہے، آپ کا معمول ہے ساری عمر سے، کتنے؟ چالیس برس آپ کا معمول رہا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا۔ لکھتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، چالیس برس۔ آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت اس پر آپ کو قدرت کیسے حاصل ہوئی؟ یہ ایک رات، کوئی جس کو نباہ نہیں سکتا، ایک رات بھی ہم تو نہیں کر سکتے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز اور چالیس برس، تو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا میں نے عرض کیا کہ انہوں نے بخل نہیں فرمایا۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ایک مخصوص طریقہ سے حق تعالیٰ شانہ سے مانگا تو مجھے مل گیا، پوچھا کہ کس طریقہ سے مانگا؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِالْغَمِّ اَمَنَةً نُعَاسًا یَغْشٰی طَائِفَةً منکم وَطَائفَة قَد اَهَمَتهم اَنفسَهم یَظنون بالله غَیر الحَق ظَنَ الجَاهلیة یَقولونَ هَل لَنَا من الاَمر من شَیء قل انَ الاَمرَ کلَه لله یخفونَ فی انفسهم مَا لا یبدونَ لَکَ یَقولونَ لَو کَانَ لَنا منَ الاَمر شَیء مَا قتلنَا هھنَا قل لَو کنتم فی بیوتکم لَبَرَزَ الَذینَ کتبَ عَلَیهم القَتل الی مَضَاجعهم وَلیَبتَلیَ اللَه مَا فی صدورکم ولیمَحصَ مَا فی قلوبکم وَاللَه عَلیم بذَات الصدور یہ ایک آیت، لمبی آیت ہے اور دوسری یہ آیت جو میں نے خطبہ میں پڑھی، مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ

اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرضوانا سیمَاهم فی وجوههم من اَثَر السجود ذلک مَثَلهم فی التورَاة وَمَثَلهم فی الانجیل کَزَرع اَخرَجَ شَطئَه فآزَرَه فاستَغلَظَ فاستَوَی عَلی سوقه یعجب الزراعَ لیَغیظَ بهم الکفارَ وَعَدَ اللّه الَذینَ آمَنوا وَعَملوا الصلحت منهم مَغفرَة وَاَجرا عَظیما ،تو یہ آیت۔فرمایا کہ یہ جو دو آیتیں ہیں ان دو آیتوں میں جو حق تعالیٰ شانہ کے اسماء ہیں، ان کے ذریعہ میں نے حق تعالیٰ شانہ سے مانگا کہ الٰہی! مجھے اس پر قدرت دے دے۔فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس پر قدرت مل گئی کہ میں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھ سکا۔

اس سے آپ ایک اور چیز سوچئے کہ قرآنِ پاک کے ایک ایک کلمہ میں کتنی طاقت، کتنا پاوَر ہے۔کاش کہ ہم اس سے وہ پاوَر حاصل کریں۔

حق تعالیٰ شانہ قرآن پاک کی عظمت پر ہمیں یقین عطا فرمائے، اس کی تلاوت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہمارے بچوں کو حفظ و تجوید سے آراستہ اور مزین کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے، اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

۵

حدیث کی سب سے پہلی کتاب

کتاب الآثار للامام ابی حنیفه



الصّلوٰۃ اے صورت و معنیٰ طٰہٰ الصلوٰۃ　　السّلام اے ظاہر و باطن مرادِ یاؤ سین

الصّلوٰۃ اے ناسخِ توریت وا نجیل وزبوُر　　السّلام اے حاملِ قرآن ھدًی لّلمتّقِیُن

الصّلوٰۃ اے آستانت قبلہ گاہِ جان ودل　　السّلام اے ذاتِ پاکت کعبۂ ایمان ودین

الصّلوٰۃ اے فرشیان را آیہ رحمت توَ ئی　　السّلام اے عرشیان رانیز برہانِ مُبین

الصّلوٰۃ اے شرح ما او حیٰ لبِ ارشاد تو　　السّلام اے حجرۂ تو مکتبِ روح الامین

الصّلوٰۃ اے جادۂ کُویت صراطِ مستقیم　　السّلام اے خاکِ راہت سُرمۂ چشمِ یقین

الصّلوٰۃ اے گوہرِ گنجینۂ پیغمبری

السّلام اے شہر یارو تاجدارِ سروری

(مولاناعبدالباری اجمیری)

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بن عَمرو بْنِ العَاص رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنَ تبَارَكَ وَ تَعَالَى، اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْأَرْضِ يَرْحمكُمْ مَنْ فِى السَّمَاءِ. وَفِى رِوَايَةٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

بَابُ كَيفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَان قَال حَدَّثَنَا يَحْىٰ بْنُ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِىُّ قَالَ اَخبَرَنِى مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاهِيْم التَّيْمِىُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّيْثِى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّاب رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى الْمِنبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا

نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُهُ اِلَی دُنْیَا یُصِیْبُھَا أَوْ اِلَی امْرَأَةٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُهُ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْهِ

اللہ تبارک وتعالی اس کتاب سے اور جمیع کتبِ احادیث اور علومِ نبویہ سے ہم سب کو حق تعالی شانہ وافر حصہ عطا فرمائے، جو کچھ ہم پڑھیں اس کو برتنے اور اس پر عمل کرنے کی حق تعالی شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور جو ہماری نگاہ سے مطالعہ میں گزرے، کانوں میں پڑے، حق تعالی شانہ دل میں اس کا تأثر لینے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

الحدیث المسلسل بالاولیۃ

یہ میں نے جو پہلی حدیث آپ کے سامنے پڑھی، یہ الحدیث المسلسل بالاولیۃ کہلاتی ہے جو عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلی حدیث سنی، یہ میں نے پڑھی تاکہ آپ پہلی دفعہ مجھ سے اگر حدیث سن رہے ہیں، تو اولیت کا تسلسل باقی رہے۔ اس کے بعد پھر میں نے صحیحِ بخاری کی پہلی حدیث پڑھی۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ

آپ کی یہ صحیحِ بخاری یہ اصح کتاب بعد کتاب اللہ قرار دی جاتی ہے۔ یہ زمانہ کے اعتبار سے مختلف رہا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ جامع اپنی لکھی اور اپنی صحیح لکھی، تو اس کے بعد یہ کہا جانے لگا کہ یہ اصح کتب بعد کتاب اللہ۔

یہ تو صحیح ہے مگر جو کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی جامع، سب سے پہلی حدیث کی کتاب، جس میں صرف صحیح احادیث جمع کی گئیں، تو اس کو محلِ اشکال کہا گیا، کہ یہ سب سے پہلی نہیں بلکہ اس سے پہلے کئی ایک کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ ان کے مدِ نظر کچھ اور چیزیں رہی ہوں گی جس کے اعتبار سے انہوں نے اپنی وہ کتابیں مرتب کیں۔

جیسے کہ اس سے پہلے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مؤطا۔ کہ ان کے زمانہ میں یہ

کہا جاتا تھا کہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے جس میں صحیح احادیث کو جمع کیا گیا، اور بہت سے نقل کرنے والے اسی طرح نقل کرتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی ہے، مگر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو مناقب اور فضائل لکھے ہیں **تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة** اس کتاب کا نام ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلی کتاب حدیث کی مؤطا کو قرار دیا، تو یہ محلِ اشکال ہے، کیوں کہ اس سے پہلے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب الآثار لکھ چکے تھے۔

حدیث کی پہلی کتاب: کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

موطا پہلی نہیں بلکہ سب سے پہلی حدیث کی کتاب ہے کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ اور وہ کتاب جو حضرت امام اعظم نے لکھی، جیسے کہ آپ کی اِس کتاب میں آپ دیکھیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ ابواب قائم کئے، جامع ہونے کی وجہ سے آٹھ باب لازماً ہونے چاہئے، تو ابواب ثمانیہ کو اس میں لائے جیسا کہ صحیحِ مسلم میں ابوابِ ثمانیہ، مگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی کتاب الآثار لکھی، اس میں صحیح احادیث کو انھوں نے منتخب کیا۔

جو صحیح احادیث ان کے پاس تھیں وہ چالیس ہزار تھیں، ان چالیس ہزار احادیث میں سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں صرف احادیثِ احکام کو منتخب کیا، اس میں وہ تفسیر کی احادیث نہیں لائے، غزوات کی نہیں لائے، مناقب کی نہیں لائے، وہ صرف احکام کی احادیث لائے اور اتنا پیارا اور حسین یہ ان کا انتخاب، کہ اُس میں صرف وہ احادیث انہوں نے جمع کیں جو معمول بہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمول بہا رہیں، ان کو منتخب کیا۔

اور جو معمول بہا احادیث تھیں، اس میں بھی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ بہت سی احادیث ایسی ہیں کہ جن پر پہلے عمل تھا بعد میں وہ عمل منسوخ ہو گیا، تو جو احادیث ناسخہ لما قبلہا تھیں وہ احادیث اس میں لائے، تو احکام کی احادیث، معمول بہا احادیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری عمل

رہا، وہ احادیث اس میں جمع فرمائی۔

اسی لئے آپ کو ائمہ کے اختلاف کا سمجھنا اب آسان ہو جائے گا کہ یہ ان ائمہ کے درمیان احادیث پر عمل میں اختلاف کیوں ہے۔ اگر چہ دیگر ائمہ، دیگر حضرات کا جو دعویٰ ہے کہ جو ہمارا عمل ہے وہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، تو ہوگی، وہ حدیث صحیح بھی ہوگی، لیکن اس کے آگے پھر یہ دیکھنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل کیا تھا۔ اپنی جگہ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ہم صحیح حدیث پر عمل کر رہے ہیں، لیکن حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الآثار میں ان احادیث کو جمع فرمایا احکام کی احادیث میں سے جو احادیثِ ناسخہ تھیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس غلط فہمی کے ازالہ کے بعد آگے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار تو بہت زمانہ پہلے، اس مؤطا سے پہلے لکھی جا چکی تھی اور اس کے بعد پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا آئی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں۔ انہوں نے آپ کا اتباع کیا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی انہوں نے کو پی (copy) کی ہے۔

یہ بچے لڑتے ہیں آپس میں کہ او، یہ ہماری کو پی (copy) کر رہا ہے۔ اچھے کاموں میں تو یقیناً کو پی (copy) کرنا ہی چاہئے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیک سنت قائم فرمائی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا اس میں اتباع کیا۔ حنفیہ کے یہاں جیسے یہاں سب سے پہلی کتاب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جب منظرِ عام پر آئی اور محدثین میں اس کا تداول ہوا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا لکھی، تو حنفیہ کے یہاں ایک سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔

سلسلۃ الذہب

سند یہ جو حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ سے لے کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سند ہے اور اس

سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک ہے، اور تیسری ہماری حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ تک سند ہے، یہ سند کے تین پارٹ اور تین حصے ہیں۔

یہ تمہاری سند سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، اسی لئے جب ابھی میں نے بخاری شریف دار العلوم میں شروع کرائی تو پہلے طلبہ سے کسی زمانہ میں میں نے لکھوائی تھی کہ ہماری سند کس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور ان تمام بزرگوں کے حالات اس میں ہیں۔ تو پہلے کتاب شروع کرنے سے پہلے میں نے کہا کہ وہ ہماری سند حضرت شیخ سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک وہ چھپی ہوئی تھی، کئی سال ہوئے چھپی ہوئی تھی، کتاب شروع کرنے سے پہلے اس کو پہلے پڑھ لو، تا کہ تمام بزرگ جو سند میں آتے ہیں، سلسلہ میں، تو ان کے حالات معلوم ہو جائیں۔ اگر چہ یہ تو ہزاروں احادیث کی ہزاروں سندیں سب الگ الگ ہونگیں، مگر ایک ثلاثی حدیث لے کر میں نے مثال کے طور پر سب کے حالات میں نے لکھے ہیں، اور چھپوائی تھی۔ یہ جو ہماری سند ہے تو ہماری اسناد ہزاروں اسناد میں ایک سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے، حنفیہ کی سلسلۃ الذہب۔

سب سے اصح سند کونسی؟

جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی جو احادیث کی اسناد ہیں جو آپ اس کتاب میں لائے ہیں، تو اس میں سب سے اصح اور سب سے اونچی حدیث کونسی ہے؟ اگر چہ رواۃ کی کمی کے اعتبار سے اور کڑیوں کی کمی کے اعتبار سے تو جو ثلاثی ہوتی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیحِ بخاری میں، اس کا درجہ اس اعتبار سے بلند ہے کہ اس میں رواۃ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے کم ہیں، کہ صرف تین واسطوں سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ہیں۔ رباعی، خماسی، سداسی کہ جس میں چار واسطے ہیں،

پانچ واسطے ہیں، چھ واسطے ہیں، وہ بکثرت ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ اس میں جتنی اسناد آپ لائے ہیں، اس میں سب سے اصح کونسی ہے؟ کہا کہ **مَالِک عَنْ نَافِع عَنْ ابْن عُمَر عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** اسی لئے مالکیہ کے یہاں اُسے سلسلۃ الذہب قرار دیا گیا۔

جس طرح کہ میں نے کہا یہ کوپی (copy) کرتے ہیں، مقابلہ ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہماری سند سب سے اونچی، یہ کہتے ہیں ہماری سب سے اونچی، اس کا بھی بڑا دلچسپ مقابلہ آپ محدثین کے یہاں پڑھیں گے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ہماری سب سے اونچی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

صرف یہیں سے آپ شروع کریں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے جو مالکیہ کے یہاں ہیں، ان کے سلسلۃ الذہب کے جو صحابی ہیں وہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، جو امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق میں سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق اور سنت کی تلاش اور تتبع میں سب سے زیادہ نمایاں صحابۂ کرام میں۔

یہاں تک کہ ابواب المساجد میں ایک روایت آئے گی کہ جس میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کا سفر فرماتے تھے، اور کس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں منزل فرمائی، جہاں جو عمل فرمایا وہ عمل اس جگہ اتر کر انہوں نے کیا۔ جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتر کر نماز پڑھی تو وہاں آپ نے نماز پڑھی، جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اس جگہ وضو فرمایا۔

یہاں تک لکھا ہے کہ جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء فرمایا تو اس جگہ استنجاء کو تو خلافِ

ادب سمجھا، استنجاء تو عملاً نہیں فرمایا مگر وہاں اترے اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس جانب آپ چہرہ مبارک فرما کر وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے، تو اسی ہیئت پر وہاں وہ بیٹھے۔

اس لئے مالکیہ کہتے ہیں کہ دیکھئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جیسے صحابی ہماری سلسلۃ الذہب میں پڑتے ہیں کہ جن کو، جس سند کو اور سلسلہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے اصح قرار دیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ

ہم کہتے ہیں کہ اچھا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہمارے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہیں جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں ملاتے ہیں۔

صرف اسی سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ سلسلۃ الذہب کا جو مالکیہ اور حنفیہ کا مقابلہ ہے اور ایک دوسرے سے تفوّق کا وہ اس میں دعوی کرتے ہیں، تو اس میں دونوں میں سے کس کو نمبر زیادہ دیئے جا سکتے ہیں کہ ایک طرف عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا آپ نے حال سنا اور ہمارے یہاں جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہمارے سلسلۃ الذہب میں آخری کڑی ہیں، یہ وہ صحابی ہیں کہ **اَشْبَهُهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ هَدْياً وَدَلًّا وَسَمْتاً**، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا حال یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کھجور کے درخت پر چڑھے۔ سب صحابۂ کرام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے ہیں، تو نیچے سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی صحابہ کرام دیکھ کر، ان کی پنڈلیوں کو دیکھ کر، کہ کالی کالی، پتلی پتلی، بہت ناتواں، کمزور سی پنڈلیاں، دیکھ کر وہ ساتھی ہنسنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوستوں کو، ساتھیوں کو ان پر ہنستا ہوا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوہو! تم تو ابن مسعود پر، عبداللہ ابن مسعود کی پنڈلیاں دیکھ کر ان پر

ہنس رہے ہو، ان کا تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کتنا اونچا مرتبہ ہے، ان کا مرتبہ بیان فرمایا۔

یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا رنگ بھی سانولا سا تھا اور بہت پستہ قد تھے۔ لکھا کہ اتنے زیادہ پستہ قد تھے، چھوٹے قد کے، کہ ایک بہت لمبا آدمی ہو، وہ اگر بیٹھا ہوا ہو، وہ بیٹھے ہوئے جتنا اونچا لگتا ہے، اتنے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا مگر او ہو! حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مرتبہ دیکھنا ہو، تو یہ سب جب مراتب جانچے جاتے ہیں اور دیکھے جاتے ہیں، اس طرح دیکھے جاتے ہیں کہ **السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ**، قرآنِ کریم نے مسئلہ صاف کر دیا کہ سب سے پہلے اور سب سے سبقت کرنے والے کون ہیں؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس سے سالوں، مدتوں پہلے، زمانوں پہلے اور ابھی اسلام پھیلا نہیں تھا، لوگ اسلام نہیں لائے تھے، مخالفتیں ہو رہی تھیں اس وقت مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے موقع پر اسلام لائے ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ مسلمان تھے، **سَادِسُهُمْ فِي الْاِسْلَام** آپ کو قرار دیا گیا۔

اس لئے کہ جو سب سے اسلام میں پرانے ہیں، جو اس طرح تعداد کے اعتبار سے گنے جاتے ہیں پہلے، کہ یہ پانچویں، یہ چھٹے، یہ دسویں، اور پھر آگے اس کے بعد اس کی گنتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام جو دار الارقم میں اسلام لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں پناہ گزیں تھے، کفارِ مکہ کے مظالم سے بچنے کے لئے دارِ ارقم میں اکھٹے ہوتے تھے، تو دارِ ارقم میں جمع ہونے والے کون کون تھے؟

پھر دیکھا جاتا ہے کہ اُس زمانہ میں حبشہ کی طرف کنہوں نے ہجرت کی تھی؟ ایک ہجرت کس نے کی؟ دو ہجرتیں حبشہ کی کس نے کیں؟ اس کے بعد پھر جا کر کہیں **مُهَاجِرِيْنَ اِلَى الْمَدِيْنَة** کا نمبر آتا ہے، جنہوں نے مدینہ منورہ، **السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَان**، تو المہاجرین اور اس کے بعد الانصار، مگر اس سے پہلے اسلام میں

سبقت کرنے والے، تو یہ سبقت کرنے والے کون؟ جو حبشہ کی طرف یا مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے پہلے جو دارِارقم میں تھے وہ مہاجرین۔

ان میں حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ **قَبْـلَهُ بِزَمَان،** لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام سے زمانوں پہلے، مدتوں پہلے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دارِارقم میں تھے۔ تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ابا ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، ان سے پہلے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

خیر، یہ تنافس ہوتا ہے آپس میں۔ یہ تنافس تو بہت اچھا ہے، دین کے خاطر ہے، دین میں آگے بڑھنے کے خاطر ہے۔ اس تنافس کے واقعات بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ جس طرح یہ تنافس کہ سب سے پہلی کتاب موطا ہے کہ کتاب الآثار ہے؟ سلسلۃ الذہب جو سب سے اعلی سند تمہاری ہے مالکیہ کی یا ہماری ہے حنفیہ کی؟ اسی طرح یہ تنافس بہت جگہوں پر چلا ہے۔

فنِ اجتہاد

ایک فن ہے اجتہاد کا، کہ قرآن سے، حدیث سے جو مسائل مستنبط کئے جاتے ہیں، مسائل نکالے جاتے ہیں، استخراج اور استنباط کیا جاتا ہے، جیسے استنباط اور اجتہاد کے وقت قرآنِ کریم سامنے ہوتا ہے، احادیث سامنے ہوتی ہیں اور احادیث میں بھی یہ میں نے بتایا کہ قرآنِ کریم کی آیتوں میں بھی ناسخ اور منسوخ کو دیکھا جاتا ہے، احادیث میں بھی ناسخ اور منسوخ کو دیکھا جاتا ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو لیا، وہ احادیث کتاب الآثار میں آپ نے جمع فرمائیں، تو اسی طرح استخراج اور استنباط کے لئے، اجتہاد کے لئے اشباہ اور نظائر کو دیکھا جاتا ہے۔

الاشباہ والنظائر

اسی لئے ہمارے یہاں ایک کتاب ہے جو دارالافتاء میں پڑھنے والے طلبہ ہوتے ہیں ان کے درس میں وہ داخل ہے؛ الاشباہ والنظائر۔ اس کتاب میں قواعد جمع کئے گئے ہیں کہ اس کے جیسا جو مسئلہ پیش آئے، تو اس کی نظیر اور اس کی شبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام میں کہاں تھی اور اس کو سامنے رکھ کر وہ قاعدہ بنایا گیا۔

شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ

جو پورا حنفی مذہب ہے، حنفی مذہب میں تو ہزاروں نہیں، لاکھوں مسائل مدوّن ہیں۔

آپ فتاویٰ عالمگیری اٹھا کر دیکھیں، اصولی اور فروعی مسائل، اصولی اور جزئی، فروعی اور جزئی مسائل بے شمار آپ کو ملیں گے، لاکھوں کی تعداد میں، اس کے علاوہ دوسری کتبِ فقہ میں، کتبِ فتاوی میں بکثرت آپ کو ملیں گی، مگر ایک عالم گزرے ہیں شیخ ابو طاہر۔

ایک شیخ ابو طاہر تو جو، جیسا میں نے ہماری سند کی تین کڑیاں بیان کیں کہ ایک کڑی تو ہم سے لے کر، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تک پہنچتی ہے، پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر دوسری کڑی امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے، تیسری کڑی جو یہاں آپ کے سامنے حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ سے مذکور ہے جو امام بخاری کے استاذ ہیں، ان سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو استاذ ہیں وہ شیخ ابو طاہر کُردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن سے آپ نے حرمین کے سفر میں بڑا استفادہ کیا۔ ان کا جگہ جگہ ذکر ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان واپس ہو رہے تھے، تو انہیں، اپنے استاذ کو آپ نے ایک شعر سنایا اور آپ کو رلایا۔ آخری جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہوئے، وہ شعر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا جب استاذ نے سنا، شیخ ابو طاہر نے سنا، تو رو

پڑے۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں سب سے اونچے خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب آخری سلام کے لئے روضہ اقدس پر پہنچے، تو آپ نے روضۂ اقدس پر سلام عرض کیا اور سلام میں یہ شعر پڑھا:

اُوَادِعُکُمْ وَ اُعْلِمُکُمْ بِوَجْدِیْ
وَ قَلْبِیْ عِنْدَکُمْ وَ الْجِسْمُ عِنْدِیْ
وَلَا قَصْدِیْ اُفَارِقُکُمْ
وَ لٰکِنْ قَضَاءُ اللّٰہِ یَغْلِبُ کُلَّ عَبْدِ

کہ یارسول اللہ! میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہاں سے اب جارہا ہوں، میں صرف اپنا جسم لے کر جارہا ہوں اور میرے قلب کو آپ کے پاس چھوڑ کر جارہا ہوں، اور قلب تو آپ کے پاس ہی ہے، اسی لئے ظاہری جسم میرا یہاں سے منتقل ہورہا ہے، میرا دماغ اور میرا دل ہر وقت آپ کو یاد کرتا رہے گا۔

مراقبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کبھی کبھی میں زیادہ زور سے جب مراقبہ محمدیہ کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتا ہوں، تو بعضوں کو اشکال بھی ہوتا ہے۔

میں نے کہا کہ یہ تو کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو دیکھئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما مدینہ منورہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے سفر میں یاد فرماتے ہیں، کہ یہاں کھانا نوش فرمایا تھا، یہاں نماز پڑھی تھی، یہاں وضو فرمایا تھا، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمل نہیں فرمایا، یہاں تھوڑی دیر کے لئے نزول فرمایا تھا، یہ مراقبہ ہی تو ہے۔

اور یہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو فرما رہے ہیں اپنے شعر میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہے ہیں وَ قَلْبِیْ عِنْدَکُمْ و َالْجِسْمُ عِنْدِی ٗ، تو کوئی جھوٹ کہہ رہے ہیں؟

قلب انہوں نے کاٹ کر رکھ تو نہیں دیا تھا وہاں، اس اعتبار سے تو اس کو کوئی کہے گا جو دعویٰ کیا صحیح نہیں، مگر وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یا رسول اللہ، میں ہر وقت، یہاں سے جا تو رہا ہوں، مگر یہاں سے صرف جسم لے کر جاؤں گا، میرا دل اور دماغ میں آپ کے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ ہر وقت آپ ہی میرے دل دماغ میں بسے رہو گے۔

''وہاں جا کر میری آنکھوں سے دار العلوم دیکھ کر آؤ''

یہ آخری شعر حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سفر میں جب یہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے انہیں پہلی مرتبہ بھیجا تھا، تو یہ فرما کر، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس وقت تک یہاں تشریف نہیں لائے تھے، میں دار العلوم کے حالات لکھتا رہتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کو حضرت نے یہ فرما کر بھیجا کہ تم وہاں جا کر میری آنکھوں سے دار العلوم دیکھ کر آؤ۔

اللہ اکبر! کتنا پیار دار العلوم سے، اللہ کرے کہ آخرت میں بھی ہم سے یہ پیار باقی رہے، ان کے دامن میں چھپ کر حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عذاب سے بچا لے۔

آخرت کا عالم

یہ آخرت کی یہ منزل، دنیا میں بڑی اچھی لگتی ہے یہ ظاہری رونقیں، یہ چلنا، پھرنا، مزے اڑانا، کھانا، پینا، لیکن جب وہ آخری گھڑی آئے گی اور اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہوں گے تو او! اس وقت اس دنیا پر اتنی لات ہم مار رہے ہوں گے، جب بچہ لات، پیر مارتا ہے اور کک کرتا ہے، تو اس طرح مرنے والے کو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ایڑیاں رگڑتا ہے۔ اس کو نفرت ہوتی ہے ہر چیز سے، اس وقت تو اس کی محبوب ترین، کسی محبوب کو لایا جائے، تو اس وقت بھی اس کو اس سے بھی

وحشت محسوس کرتا ہے، ہر چیز سے نفرت اور وہ آخرت کا عالم، اس کی ہولنا کی کو جب وہ دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں کی ہولنا کیاں نہ دکھائے، اللہ عزوجل ہمارے لئے موت کی منزل آسان فرمائے، قبر کی منزل آسان فرمائے، پل صراط کی منزل آسان فرمائے، میزان کی منزل آسان فرمائے۔

بدو کے سات پتھر

وہاں جو منزل، تمام منازل بڑی کٹھن ہیں۔ ایک بدو تھے، وہ جنگل میں رہتے تھے، جنگل میں کھلے میدان میں وہ لوگ بیٹھتے ہیں اور وہاں بارش ہماری یہاں کی طرح ہوتی نہیں، اس کے وہ طلبگار رہتے ہیں۔

ابھی گذشتہ ہفتہ ہمارے دوست، مدنی دوست، ڈاکٹر شیخ محمد یعقوب الدہلوی یہاں یورپ آئے تھے، تو کل پرسوں میں نے انہیں فون کیا کہ آپ نے کیسا پایا؟ کہنے لگے وہاں فرانس میں تو ۲۷/، ۲۸/ گرمی چل رہی تھی، کوئی لطف نہیں آیا۔ کہتے ہیں جب ہم ہولینڈ (Holland) گئے، وہاں بارش ہو رہی تھی تو بڑا مزہ آیا۔ ہم لوگوں کے برعکس، وہاں چونکہ بارش بہت کم ہوتی ہے، تو کہنے لگے کہ پورا سال گزر گیا مدینہ طیبہ میں بارش نہیں ہوئی۔

وہ بدو جنگل میں رہتے ہیں، تو ان کو مکان کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، سایہ کے لئے دن کے وقت میں کسی درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ سایہ درخت کا بھی کم ہے، تو اپنی کوئی چادر درخت کے ساتھ، اس کی ٹہنیوں میں پھنسا کر، باندھ کر کے تھوڑا سا جدھر سے سورج کی دھوپ آرہی ہے، تمازت آرہی ہے، اس کو روکنے کے لئے چادر لٹکا لی اور اس کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اور رات جب سورج غائب ہوگیا، تو رات کو تو ضرورت نہیں ہوئی ان کو، اس طرح نہ مکان کی انہیں ضرورت، نہ خیمہ کی ضرورت، وہ آسمان کے نیچے رہنے والی مخلوق ہے۔

وہ بدو جب نماز پڑھتا تھا، تو اس نے قبلہ کی سمت، کہ اپنی یہ میری نماز کی جگہ ہے، تو نماز کی جگہ کی نشان کے خاطر سات پتھر وہاں رکھ دئے تھے۔ اور وہ جب نماز سے فارغ ہوتا، تو اکیلا اکیلا پتھروں سے بات کرتا تھا۔

اللہ کرے کہ ہمیں بھی اس طرح باؤلا بننا آجائے، جس طرح وہ بڈھی عورتیں اکیلی اکیلی گھر میں کوئی نہیں ہوتا، بولتی رہتی ہیں، وہ گیا، ابھی تک آیا نہیں ہے، اے اللہ! تو اسے سلامت لوٹا دے۔ تو اللہ سے یہ باتیں کرتی ہیں۔

اس طرح وہ بدو پتھر کو خطاب کر کے ان سے باتیں کرتا ہے کہ **اُشْھِدُکُمْ** کہ دیکھو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ تم حق تعالیٰ شانہ کے یہاں گواہی دینا کہ میں نے تمہارے سامنے نماز پڑھی تھی، یہ اس کا روز کا عمل تھا۔

اب اس کا آخری وقت ہوا، وہ مرنے لگا، تو تھوڑی دیر کے لئے اس کی آنکھ لگی۔ خواب دیکھا تو اٹھ کر وہ اپنا خواب بیان کرتا ہے مرنے سے پہلے، کہنے لگا کہ ابھی ابھی میری آنکھ لگی، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ او! آخرت کا منظر سامنے ہے، قیامت قائم ہے، اور میں دہکتی ہوئی جہنم سامنے دیکھ رہا ہوں۔

جہنم کو دیکھ کر خوف کے مارے میں چلاّ رہا ہوں، اتنے میں میں نے دیکھا کہ وہ پتھر جن کو میں گواہ بنایا کرتا، ایک آیا اور وہاں اس نے راستہ روکا۔ پھر اس کے بعد دوسرا جھٹ سے آیا، وہ جہنم کے دروازہ کے پاس میرے سامنے آگیا روک کے طور پر، آڑ کے طور پر، یہاں تک کہ ساتوں پتھروں نے آکر پورا جہنم کا دروازہ میرے سامنے کا بند کردیا اور مجھے بچالیا۔

اللہ عزوجل ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی کے ذریعہ وہاں کی ہولنا کیوں سے بچالیں۔

شیخ ابو طاہر الضریر رحمۃ اللہ علیہ

میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی وہاں حضرت کے سامنے رسوائی سے ہمیں بچائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رسوائی سے ہمیں بچائے۔

الاشباہ والنظائر کا میں ذکر کر رہا تھا کہ ایک حنفی عالم تھے ابو طاہر۔ شیخ ابو طاہر کا نام لیا تو میں نے عرض کیا کہ ابو طاہر دو ہیں، ایک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، شیخ ابو طاہر کُردی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے شعر سنایا تھا۔ اس پر حضرت مفتی صاحب کا وہ شعر میں نے عرض کیا جو سلام کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے سامنے آپ نے پڑھا۔

دوسرے ایک شیخ ابو طاہر ہیں جن کا لقب ہے شیخ ابو طاہر الضریر رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ نابینا تھے، انہوں نے کمال کیا کہ یہ لاکھوں مسائل پر مشتمل حنفیہ کا مذہب، ان تمام مسائل کے لئے جو قواعد مرتب کئے گئے الاشباہ والنظائر کے نام سے کتاب میں اور اس طرح کے اشباہ ونظائر، انہوں نے جب دیکھے، تو انہوں نے ان تمام الاشباہ والنظائر اور قواعد کو، ان سینکڑوں کو جو قواعد تھے اس کو انہوں نے منحصر کر کے صرف سترہ میں بیان کرنا شروع کیا، اور زبردست جامع مانع وہ قواعد تھے کہ اس سے تمام باقی مسائل حل ہو جاتے تھے اور اس سے تمام مسائل نکالے جا سکتے تھے۔

ہرات کے علماء میں سے کسی عالم کو پتہ چلا کہ شیخ ابو طاہر الضریر سترہ قواعد بیان کرتے ہیں کہ جس سے سارا فقہِ حنفی حل ہو جاتا ہے، تو وہ سفر کر کے وہاں پہنچے ان کے یہاں عراق اور وہاں پہنچ کر کے پتہ کیا۔

کسی نے بتایا کہ فلاں مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد اپنے خصوصی طلبہ کو اس کا درس دیتے ہیں، تو یہ ہرات کے عالم وہاں پہنچے، چپکے سے، انہوں نے سوچا کہ اب میں تو ایک نو وارد یہاں مسافر ہوں، انہوں نے ترکیب یہ سوچی کہ مسجد میں جو، ہندوستان، پاکستان کی مساجد میں صفیں

رول کر کے کھڑی کر دی جاتی ہیں، تو جہاں صفیں رول کر کے کھڑی کی گئی تھیں اس کے درمیان میں جا کر چھپ گئے اور وہاں بیٹھ کر ان کا درس وہ سننے لگے۔

اب درس سنتے رہے، بڑے خوش کہ آج اِن سے استفادہ کا مجھے موقع ملا، اتنا میں لمبا سفر کر کے یہاں پہنچا، مگر لکھا ہے کہ بیچارے سفر کر کے وہاں پہنچے تھے، تو کھانسی آئی ہوگی، اس کو روکتے رہے، روکتے رہے، کہاں تک روکتے؟ بالآخران سے کھانسی ہوگئی، تو جیسے کھانسی کی آواز آئی، سب نے دیکھا کہ یہ کیا؟ تو استاذ جو نابینا تھے شیخ ابوطاہر الضریر رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے کہا دیکھو کون ہے؟ ان کو پکڑا گیا، مار پیٹ کر وہاں سے ان کو نکالا گیا۔

قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ

جب اس قصہ کی بہت شہرت ہوگئی، تو شوافع نے سوچا کہ اوہو! یہ تو ہم سے سبقت لے جا رہے ہیں حنفیہ، کہ انہوں نے اپنا سارا مذہب سترہ قواعد میں منضبط کر کے رکھ دیا۔

ایک شافعی بہت بڑے امام ہیں قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ، ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے **فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ** قرآن ہمیں اس کی ترغیب دیتا ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش اس میں کرنا چاہئے علم میں، عمل میں، احادیث میں، قرآن کریم میں۔ اللہ تبارک وتعالی اس میں مسابقت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

ایک بچہ کی ماں کا ایک سو چالیس دن میں حفظ ختم

ہمارے ایک مولوی اسامہ ہیں کینیڈا میں۔ انہوں نے گزشتہ ہفتہ فون کیا ان کی اہلیہ کے متعلق جو ایک بچہ کی ماں بھی ہے۔ بتایا کہ میری اہلیہ نے آج قرآن حفظ ختم کیا۔

مجھے معلوم تھا کہ بہت کم مدت میں اس نے ختم کیا، تو میں نے کہا کہ بھائی، دیکھو مجھے کل گن کر کے دن بتانا کہ کتنے دن میں ختم کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک سو چالیس دن لگے، ایک سو چالیس دن میں ایک بچہ کی ماں نے، اسامہ کی اہلیہ نے قرآنِ کریم حفظ ختم کیا۔ یہاں دارالعلوم کے ایک

طالب علم کے متعلق میں کہا کرتا ہوں کہ اس نے نوے دن میں، نائنٹی دیز میں قرآنِ کریم حفظ ختم کیا تھا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سارے مذہب کو کہ جس میں لاکھوں فروعی اور اصولی اور جزئی مسائل ہیں ان تمام کا احاطہ کرنے والے قواعد جو قاضی حسین نے بنائے، جب حنفیوں کے متعلق سنا کہ سارا مذہب سترہ مسائل میں منضبط کیا، تو قاضی حسین نے شافعی مذہب صرف سات قواعد میں منضبط کر کے رکھ دیا۔ اللہ تبارک وتعالی اس طرح کا تنافس ہمیں عطا فرمائے۔

معاف کیجئے آپ لوگوں کا وقت لیا، دیر سے ختم ہو گیا اور میں بولتا رہا۔ اللہ تعالی مجھے بھی معاف فرمائے اور جو کچھ کہا، سنا اس پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق دے۔ جو کتابیں آپ نے شروع کیں اللہ تبارک وتعالی عافیت کے ساتھ ان کو پایہ تکمیل تک پہنچائے، جو پڑھیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔

درود شریف پڑھ لیں، ہاتھ اٹھا کر دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ...

٦

امام ابو حنیفہ مسند تدریس پر دیر سے کیوں آئے؟

سفیان ثوری فرماتے ہیں

کنانتعبدقبل کتابۃالحدیث بعشرین سنۃ



اب عمادِ قصرِ دیں خم صورتِ محراب ہے
کشتیِ امّت ہے اور طوفانِ باد و آب ہے

تھی سیہ خانوں میں کل تک جس کے باعث روشنی
ظلمتوں میں اب وہی خورشید عالمتاب ہے

تھا کبھی عالم میں جس کی گرم بازاری کا شور
آج اُسی بازار میں جنسِ عمل نایاب ہے

جس کی ہمت سے کئ بیڑے کنارے لگ گئے
اب وہی بیڑا اسیر حلقہ گرداب ہے

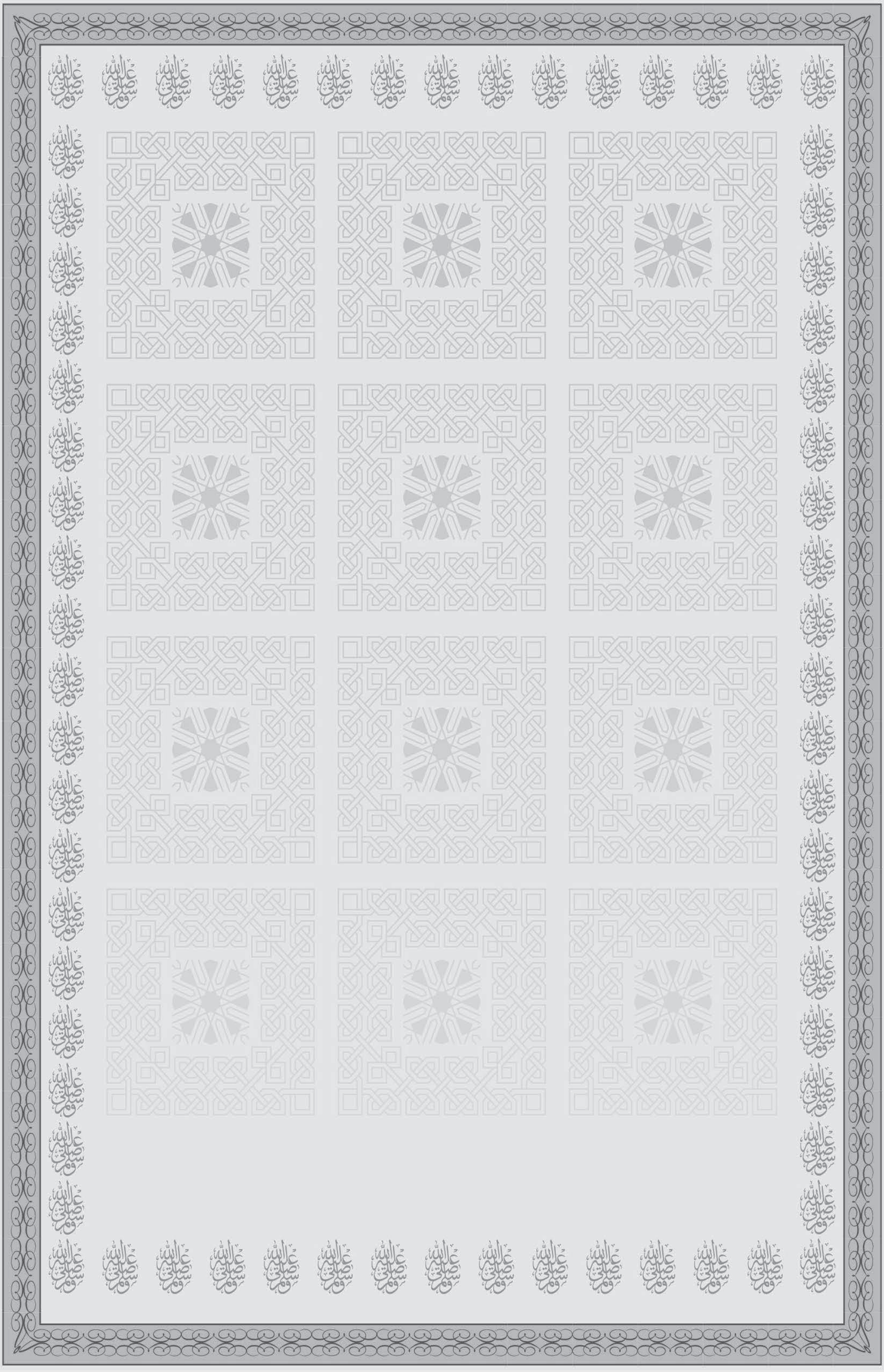
آج دنیا میں نہیں کوئ کسی کا غم شریک
غیر کا شکوہ نہیں یہ شکوۂ احباب ہے

کل جو فتنے سو رہے تھے آج وہ بیدار ہیں
وائے بر غفلت کہ مسلم اب بھی محوِخواب ہے

اب کہاں وہ نغمۂ وحدت کی دلآویزیاں
یعنی جو تارِ نفس ہے تشنۂ مضراب ہے

یا رسول اللہ! بنگر اُمّتا نت عاجز اند
جان نزار و سینہ چاک و دلفگار و دردمند

(مولانا عبدالباری اجمیری)


صلى الله عليه وسلم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

اَمَّا بَعۡدُ:

دعا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان حفاظ کرام کو قبول فرمائے، قرآنی احکام پر عمل کرنے کی انہیں اور ہم سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے، علمیت سے فارغ ہونے والی بچیوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے، ان کی نسلوں کو قرآن وسنت کی حفاظت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے۔

دو الگ الگ سلسلے

یہ دو تقریبیں ہوئیں، ایک حفظِ قرآن کی اور ایک تکمیلِ بخاری شریف کی۔ یہ دو سلسلے الگ الگ ہیں، حفظ قرآن اور حفظِ احادیث۔ یہ حفظِ قرآن کا سلسلہ تو اللہ کے فضل وکرم سے دنیا میں اس وقت ہر جگہ رائج ہے، مدارس میں، مکاتب میں حفظ کا سلسلہ جاری ہے، اللہ کرے تا قیامِ قیامت یہ سلسلہ باقی رہے۔

مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ دوسرا سلسلہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حفاظت کا ہے اور جیسے ابھی قرآنِ کریم بچوں نے ختم کیا، کسی نے ایک سال میں، دوسال میں، تین سال

میں، چار سال میں، قرآنِ کریم مکمل حفظ کرلیا، اس کے لئے محنت کی، بالکل اسی طریقہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو حفظ کیا جاتا تھا۔ افسوس ہے کہ یہ سلسلہ ہمارے ہاتھوں سے، قربِ قیامت کہئے، ہماری شامتِ اعمال کہئے، جاتا رہا۔ یہ جو قرآن کریم کے حفاظ ہیں جو چھوٹے بچوں سے لے کر بوڑھے تک، جب یہ حفظ کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالی ان کے لئے یہ کام آسان فرمادیتے ہیں اور وہ ایک ضخیم کتاب، قرآن مجید حفظ کر پاتے ہیں۔

حفاظِ حدیث

یہ قرآنِ کریم، آپ اندازہ کے مطابق یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب قرآنِ کریم کی آیات چھ ہزار چھ سو سے زائد ہیں، تو ساڑھے چھ ہزار سے لے کر سات ہزار یا اس سے زیادہ احادیث، وہ اسی طرح حفظ کر سکتے تھے اور حفاظِ حدیث نے احادیث کو محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا، وہ بھی اسی طرح پہنچایا۔

یہ الگ بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے انہیں بے مثال حافظے عطا فرمائے تھے، مگر یہ بے مثال حافظے کن بنیادوں پر تھے؟ یہ نعمت کس طرح انہوں نے حاصل کی، اس کو دیکھنا ہو، تو ان حضرات کی آپ زندگیاں دیکھیں۔

حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو میں نے صحیح بخاری، انہوں نے فرمایا نہیں، انہوں نے چھُپایا اس کو۔ امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی کتاب لکھی صحیحِ بخاری، اس کے لکھنے میں سولہ برس لگے۔ بتایا جاتا ہے کہ امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس پورے زمانہ میں روزے سے رہے۔ یہ جو مجاہدے ان حضرات نے کئے، اور روزے کے علاوہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت میرے اوپر ایسا بھی گزرا ہے کہ مدتوں اس طرح میں نے فاقوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے کہ میں دن بھر میں صرف ایک بادام کھاتا تھا۔

حفظِ حدیث کے لئے جو انہوں نے اپنے اندرون کو مزکّٰی، مصفّٰی بنایا مجاہدوں کے ذریعہ،

روزوں کے ذریعہ، فاقوں کے ذریعہ، عبادتوں کے ذریعہ، یہ سب اللہ تبارک وتعالی نے، جس طرح یہ بچے قرآن حفظ کر لیتے ہیں، ہزاروں اور لاکھوں احادیث کا حفظ کرنا، ان کے لئے آسان فرمادیا۔

فن حدیث سے قبل اپنے اندرون کی تیاری

سفیانِ ثوری فرماتے ہیں کہ **كُنَّا نَتَعَبَّدُ قَبْلَ كِتَابَةِ الْحَدِيْثِ بِعِشْرِيْنَ سَنَة**، سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو بعد کے لوگوں میں سے ہیں، ان سے پہلے سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جب کسی کا ارادہ ہوتا تھا کہ یہ فن؛ فنِّ حدیث کو حاصل کرے اور مشائخ کی طرف رجوع کر کے ان سے احادیث سیکھے، لکھے، حدیث کی سند ان سے لے، فرماتے ہیں کہ اس کام سے پہلے ہم اپنے اندرون کو تیار کرتے تھے۔ کس طرح کرتے تھے؟ **كُنَّا نَتَعَبَّدُ بِعِشْرِيْنَ سَنَة**، بیس سال تک اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کرتے، اللہ کی عبادت میں ہر وقت مصروف رہتے تھے۔

اس سے ایک مسئلہ حل ہوگیا کہ ہمارے امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیر سے یہ علم کا سلسلہ شروع کیا؟ ان کا دستور ان کے ہم زمانہ سفیانِ ثوری بتاتے ہیں کہ ان کا دستور **كُنَّا نَتَعَبَّدُ**، اپنے متعلق نہیں فرمایا کہ یہ کام میں نے کیا۔ بلکہ ہم سب کا یہ دستور تھا کہ ہم جب حدیث کے حصول اور اس کے علم کی طلب کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے، تو پہلے یہ کام شروع کرتے تھے، زہد و عبادت، روزے، رات رات بھر جاگنا۔

اسی لئے آپ پڑھتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کہ تیس برس کبھی رات کو سوئے نہیں، اس لئے کہ یہ عادت حدیث کے حصول سے پہلے انہوں نے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے جس کا اپنے آپ کو عادی بنایا تھا، تو اسی کی پھر، ساری عمر اسی پر عمل پیرا رہے، اللہ تبارک و تعالی نے ان کو پھر ایسے حافظے عطا فرمائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ، ایک دفعہ نہیں، ایک دفعہ سمرقند میں چار سو علماء نے آپ کا امتحان لیا۔ ایک امتحان، ممتحن سامنے ہو، آدمی کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے کہ کیا پوچھے گا؟ اور چار سو علماء۔

ایک دوسری جگہ اسی طرح آپ کا امتحان لیا گیا، طرح طرح سے آپ کے امتحانات لئے گئے، احادیث دس حضرات نے ان کی سند آگے پیچھے کر دی، ایک کی سند پر دوسری کا متن، یہ حدیث پر یہ متن دوسری سند کے ساتھ، مگر امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح وہ سناتے تھے غلط، تو وہ غلط بھی سن کر سناتے تھے پہلے، کہ یہ تم نے غلط پڑھا اور صحیح یہ ہے۔ کبھی اس طرح یہ نعمتیں حاصل بھی کی جاتی تھیں اور کچھ موہوب بھی ہیں۔

''یہ قصیدہ تو میرا ہے''

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ صحیح بخاری کے درس میں فرماتے تھے کہ ایک خلیفہ کے مصاحب تھے۔ ان کے درباریوں میں سے ایک ساتھی تھے، ان کا حافظہ ایسا تھا کہ یہ شعراء انعام حاصل کرنے کے لئے بادشاہوں کی منقبت میں، ان کے آباء واجداد کی منقبت میں ایسے قصائد لکھ کر لے جاتے تھے کہ جس سے وہ خوش ہو کر انعام سے نوازتے تھے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اُس خلیفہ کے وہ مصاحب جو تھے، جب تک وہ اس دربار میں رہے، وہاں تک کوئی شاعر اپنے قصیدہ کا انعام حاصل نہیں کر سکا، کیوں؟ کہ یہ بڑے دربار میں وہ قصائد سنے جاتے تھے، تو جیسا ہی اس نے اپنا قصیدہ ختم کیا کہ وہ صاحب کھڑے ہو جاتے، انگلی اٹھاتے اور کہتے کہ امیر المؤمنین! یہ قصیدہ تو میرا ہے جو انہوں نے سنایا۔ تمہارا؟ تو پھر سناؤ۔ وہ سنانا شروع کرتے، جس طرح اس شاعر نے پڑھا ہوتا، سارا قصیدہ از اول تا آخر ان کو پورا سنا دیتے، یہ اللہ کی ایک نعمت تھی قوت حافظہ جو اللہ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔

فن شاعری

اسی لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں شعبی، عامرِ شعبی جنہوں نے سب سے پہلے فنِّ حدیث کو مدون فرمایا، مرتّب فرمایا۔ حضرت شعبی کے حافظہ کا عالم یہ تھا، بہت بڑے محدث، بلکہ محدث گر کہہ لیجئے، بعد کے سارے ائمہ انہی کے مرہونِ منت اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طویل زمانہ تک اور شروع زمانہ میں یہی امام صاحب کے استاذ رہے۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے تلامذہ اور طلبہ سے فرمانے لگے کہ **اَقَلُّ شَیْءٍ تَعَلَّمْتُ هُوَ الشِّعْر**، فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے کم چیز جو سیکھی اور سب سے کم توجہ جس فن کی طرف میں نے دی، وہ شعر شاعری کا فن ہے کہ میں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی۔ یہ ایک کام کی چیز بھی ہے، ضرورت کی چیز بھی ہے اور جب اس میں کوئی حد سے تجاوز کر جائے، تو پھر اس کی ممانعت بھی ہے **فِیْ کُلِّ وَادٍ یَهِیْمُوْنَ**، ان کے متعلق مبالغہ آرائی جوان میں ہوتی ہے، اس وجہ سے فرمایا گیا، ورنہ نفسِ ادب کے اعتبار سے یہ بہت عمدہ چیز ہے۔

اسی لئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ کبھی کبھی میں اور مولوی اکرام یعنی حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم، جن کا ظہر کی نماز کی سنتوں میں سجدہ میں انتقال ہوا تھا، وہ فرماتے تھے کہ میں اور مولوی اکرام اور ایک تیسرا نام لیتے تھے، یہ تین کبھی کبھی رات کو عشاء کی نماز کے بعد بیت بازی شروع کرتے تھے، کبھی اشعار آنکھوں کے متعلق کہ آنکھوں کے حسن کے متعلق اشعار، کبھی بالوں کے حسن کے متعلق، تو ایک شعر اپنا ختم نہیں کر رہا ہے کہ دوسرا پڑھنا شروع کرے گا۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ہم ایسا کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ عشاء کی نماز کے بعد ہم بیٹھے، تھوڑی دیر کے بعد کسی کو استنجا کے لئے کمرہ میں سے

نکلنے کی ضرورت پیش آئی، تو انہوں نے آواز دی کہ ادھر آؤ، ادھر آؤ! یہ کیا؟ آسمان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ کیا؟ ہم سب تعجب میں کہ ابھی تو ہم نے عشاء کی نماز پڑھی، یہ کام ہم نے شروع کیا اور بیٹھے تھوڑی دیر اور یہ کیا؟ رات کے وقت میں اتنی روشنی؟ ابھی یہاں غور و فکر میں تھے کہ اتنے میں آواز آئی، اللہ اکبر! اللہ اکبر! تب پتہ چلا کہ فجر کی اذان ہوگئی، ساری رات گذر گئی اس مصروفیت میں۔

دستِ غیب

ایک منشی بیت اللہ صاحب نقشبندی سلسلہ کے بڑے اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ وہاں سورت میں گاندھی باغ کے پاس مسجد تھی، وہاں نماز پڑھاتے تھے۔کبھی کبھی ہم سورت جاتے تو ان کی زیارت ملاقات کے لئے اس مسجد میں جایا کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے متعلق ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ دستِ غیب کا ایک عمل شروع کیا، اور وہ عمل ایسا تھا کہ عصر کے بعد چند منٹ کے لئے وہ کرنا ہوتا اور سمندر کے پانی کے کنارہ وہ عمل کیا جاتا تھا، اور اس کے بعد کوئی تحریر لکھ کر پانی کے حوالہ کی جاتی۔

فرماتے ہیں کہ چالیس دن کا عمل تھا، میں روز یہ عمل کرتا۔اب سوچا کہ آج آخری دن ہے چالیسواں اور یہ آج عمل پورا ہو جائے گا، اور مجھے یہ دستِ غیب حاصل ہو جائے گا۔فرماتے ہیں کہ میں روز پڑھتا تھا، اس کے بعد وہاں سے آکر شہر میں آکر اپنے کام انجام دیتا اور دوسری مصروفیتیں ہوتی تھیں، دوسرے کام ہوتے اور اس سے فارغ ہو کر پھر مغرب کی نماز کا وقت ہوتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا ورد شروع کیا، تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد جیسے میں نے آنکھ کھولی، تو دیکھا کہ سامنے سمندر کی طرف میری نگاہ ہے، میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ سورج بالکل ڈوبنے کے قریب، ڈوبنے والا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے وہ اپنا پرچہ بھی پھینکا اور اپنا وظیفہ بھی پھینکا اور میں وہاں سے بھاگا، تو یہاں بھاگ رہا ہوں اور یہاں پہنچا تو دیکھا گھڑی میں کہ ایک گھنٹہ مغرب میں باقی ہے۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تنبیہ تھی کہ تم دنیا کی محبت میں اور دستِ غیب مل جائے، پیسے مل جائیں، اس کے لئے وظیفہ پڑھنے لگے؟ یعنی کہ اس سے روک دیا گیا۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ بے برکتی ایسی ہوئی وہ بیت بازی کی کہ ساری رات کہاں گزر گئی اس کا پتہ نہیں چلا۔ تو یہ شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے کم اس پر توجہ دی کہ بہت زیادہ اسے پسند نہیں کیا شعر گوئی کو۔ پھر بھی وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے تمام اشغال کو چھوڑ کر آپ حضرات کی تدریسِ حدیث اور دینی علوم کی تدریس، ان تمام کو میں چھوڑ دوں اور رات دن آپ کو میں صرف جو اشعار مجھے یاد ہیں وہ سنانا شروع کروں، تو ایک مہینہ چاہئے اس کام کے لئے۔

کیسا حافظہ ہوگا ان کا؟ کہ جس کام کے لئے کوئی محنت نہیں کی اور اسی لئے فرماتے ہیں کہ **اَقَلُّ شَیْءٍ تَعَلَّمْتُہُ الشِّعْرُ** مگر پھر بھی حافظہ ان کا کہ ایک مہینہ مسلسل میں سنا سکوں اتنے اشعار میرے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ بڑے اونچے محدثین میں ان کا شمار ہے جیسا میں نے عرض کیا کہ محدثین گر ہیں ان سے محدثین بنے۔

اسی لئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ پانچ سو صحابۂ کرام کی انہوں نے زیارت کی ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت میں بھی تمہیں اشکال؟ ان کے صحابۂ کرام سے سننے میں بھی تمہیں اشکال؟ جن کے استاذ، جن سے سالہا سال انہوں نے پڑھا شعبی، وہ تو پانچ سو صحابۂ کرام کو دیکھ پائے، اور وہیں رہتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت اور ان سے حدیث سننے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محروم رہے، یہ عقل کی بات ہے؟ یہ حضرت شعبی

بہت اونچے، تمام علوم میں، جس طرح انہوں نے شعر کے متعلق فرمایا، شعر گوئی اور اشعار کے متعلق فرمایا۔

اسی طرح ان کے حالات میں لکھا ہے کہ شعبی کو ایک دفعہ خلیفہ نے روم کے بادشاہ کی طرف اپنا قاصد بنا کر بھیجا، سفیر اور قاصد، کوئی پیغام لے کر وہاں پہنچے، جتنے پیغام لے کر جانے والے حضرات ہوتے ہیں تو اس طرح جاتے ہیں، پیغام پہنچا دیا، کام ختم ہو گیا، فوراً واپسی۔

مگر جب وہ شاہِ روم کے دربار میں پہنچے ہیں شعبی، تو بادشاہِ روم نے ان سے درخواست کی کہ آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں، وہ بیٹھ گئے۔ وہ مدت جب پوری ہونے کو آتی، تو پھر ملکِ روم کی درخواست ہوتی کہ ہمارا جی ابھی آپ سے نہیں بھرا، آپ اور ٹھہر جائیے۔ ایک طویل مدت انہیں اپنے پاس رکھا۔ جس علم کے متعلق، جس چیز کے متعلق بھی ان سے وہ سوال کرتے، تو اس کا جواب حاضر۔ وہ حیران تھے، کہ کیا علم اس شخص کے پاس ہے۔ پھر اخیر میں جب انہوں نے اصرار کیا کہ بہت مدت ہوگئی اور میری واپسی ضروری ہے، تو شاہِ روم نے ایک لفافہ میں بند ایک خط خلیفہ کے نام ان کو دیا کہ یہ میرا خط اپنے امیر المؤمنین کو آپ پہنچا دیجئے۔

جب خلیفہ نے وہ خط پڑھا تو وہ ان سے پوچھنے لگے، شعبی سے کہ آپ نے یہ خط پڑھا؟ شعبی فرمانے لگے کہ یہ تو سر بہ مہر تھا، اس پر مہر لگی ہوئی تھی، میں نے تو نہیں پڑھا۔ کہا آپ کو اس کا مضمون معلوم ہے؟ کہا مجھے اس میں کیا لکھا ہے نہیں معلوم۔ پھر انہوں نے سنایا۔

خلیفہ نے کہا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ ملکِ روم لکھتا ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ جس ملک میں، جس سلطنت میں شعبی جیسا آدمی ہو، اس پر کوئی اور بادشاہ اور خلیفہ اور حکمران ہو۔ وہ خلیفہ کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خلافت کے لائق اور آپ کی سلطنت پر بیٹھنے کے قابل تو یہ شعبی ہیں۔

یہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے قریبی اور سب سے طویل زمانہ تک کے استاذ اور جن کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے آپ کو اس طرف توجہ دلائی، جو امام، جن کے استاذ کا یہ حال، استاذ تو آپ کے تقریباً چار ہزار

سے زیادہ ہیں مگر آپ کے تلامذہ کو دیکھئے، کہ وہ بھی حضرت شعبی کی طرح سے کس پایہ کے؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور احادیث کا ذخیرہ

یہ آپ ابھی صحیح بخاری ختم کریں گے، صحیح بخاری کے انتخاب کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے اس کتاب میں صحیح احادیث کو منتخب کیا ہے۔ ایک مجلس میں کسی زمانہ میں اس سے کم احادیث آپ کے پاس ہوں گی تو اس کا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھیوں کا تذکرہ سنا کہ وہ ذکر کررہے تھے کہ محمد ابن اسحاق ابن راہویہ کہ ان کو ستر ہزار احادیث حفظ ہیں اور ستر ہزار احادیث انہیں ازبر ہیں اور یاد ہیں۔

یہ سن کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا، آپ لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ان کو ستر ہزار احادیث مع اسناد کے ان کو حفظ؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پھر کہنا پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ روئے زمین پر اس وقت ایک ایسا شخص بھی ہے کہ جسے دو لاکھ احادیث مع اسناد کے حفظ ہیں، اس سے مراد خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

اتنے عظیم ذخیرہ میں سے جو احادیث آپ نے منتخب فرمائیں چند ہزار، وہ صحیح بخاری میں ہیں۔ آپ نے اس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے استخارہ فرمایا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استشارہ فرمایا، جیسا حکم ہوتا اور استخارہ میں جواب ملتا اس طرح آپ اس میں احادیث لیتے رہے۔

ثلاثی روایات

جو انتخاب ہے صحیح بخاری کا، اس میں بائیس احادیث ایسی ہیں کہ جو صحیح بخاری کی تمام احادیث سے سب سے فوق اور سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں، وہ بائیس احادیث کونسی؟ کہ جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ میں صرف تین واسطے ہیں، ان احادیث کو کہا جاتا ہے ثلاثی احادیث، ایسی ثلاثی روایات کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، سب سے اونچی یہ سند جو شمار کی جاتی ہے وہ کُل بائیس ہیں۔

ان بائیس احادیث میں سے گیارہ احادیث حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مکی ابن ابرہیم سے ہیں۔اب بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح سلفی ناراض ہیں، مقلدین سے، حنفیوں سے، شافعی مالکی، حنبلی سے، انہیں شکویٰ ہے کہ یہ بدعتی ہیں، کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی بدعتی سے لے سکتے تھے؟ انہوں نے تو بڑے بڑے محدثین اور علماء کو چھوڑ دیا جن کے سامنے ہزاروں طلبہ بیٹھ کر درس لیتے تھے، اپنی شرائط کی وجہ سے۔

یہ بھی احادیث کیسی کہ سب سے اعلیٰ درجہ کی، کُل صحیح بخاری میں بائیس ایسی ثلاثی روایات ہیں ان میں سے آدھی کے راوی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جو استاذ ہیں، وہ مکی ابن ابرہیم ہیں اور وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور یہ جیسا میں نے عرض کیا کہ سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فنِ حدیث کے حصول کے لئے پہلے ہم بیس سال تک اعتکاف کیا کرتے تھے، اعتکاف میں رہ کر جس طرح انسان ہر وقت رات دن عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے، اسی طرح ہم بیس سال کا اعتکاف کرتے عبادتِ الٰہی میں، اس کے بعد پھر ہم حدیث لکھنا شروع کرتے تھے اور کاغذ اور قلم لے کر کسی استاذ کے پاس جا کر بسم اللہ کرتے کہ ہم اب حدیث شروع کر رہے ہیں۔

مکی ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

یہ مکی ابن ابراہیم بڑے اونچے عباد اور زہاد میں سے ہیں۔لکھا ہے ان کے متعلق کہ انہوں نے ساٹھ حج کیئے، اور دوسرا پہلو بھی دیکھئے کہ یہ اتنے بڑے عبادت گزار اور عبادتِ الٰہی میں ہر وقت مصروف رہنے والے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق سنت کے دائرہ میں رہ کر یہ کام بھی انجام دیا، اور کس طرح سنت کے دائرہ میں؟

فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ساٹھ نکاح کیے، کوئی فوت ہوگئی، کسی کی طلاق ہو گئی، کہیں وطن سے دور چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے کہیں تشریف لے گئے۔ ان کے متعلق یہ دو ساٹھ مشہور ہیں کہ ان کے ساٹھ حج اور ساٹھ نکاح۔ اور میں نے عرض کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شاگرد ہیں اور ایسے شاگرد کہ ان کی تھوڑی سی جھلک دیکھی جاتی تھی حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور ان کے تلامذہ میں، کہ وہ اپنے استاذ پر ہر وقت جاں نثاری کے لئے تیار، اپنے استاذ پر فدا ہونے کے لئے ہر وقت تیار۔ جیسے اپنے آپ کو، انہوں نے دیکھا کہ ہمارے استاذ نے اپنے آپ کو فدا کیا حضرت شیخ الہند کے لئے، تو یہی جاں نثاری کا جذبہ پھر ان کے تلامذہ میں منتقل ہوا۔

یہ مکی ابن ابراہیم امام ابوحنیفہ پر اتنے فدا تھے۔ ایک دفعہ حلقہ ہے، معمول کے مطابق احادیث پڑھا رہے ہیں تلامذہ کاغذ قلم لے کر احادیث لکھ رہے ہیں، کسی طرف سے صدا آتی ہے کہ ہمیں فلاں باب کی احادیث سنایئے صلوۃ کی، طہارت کی۔

حافظِ حدیث رحمۃ اللہ علیہ

یہ حافظِ حدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، ہر سال حرمین شریفین کی ان کی حاضری ہوتی، مہینوں پہلے حرمین کے ائمہ پوچھا کرتے تھے مَتٰی یَجِیءُ حَافِظُ الْحَدِیْثِ؟ کہ یہ حافظِ حدیث کب آئیں گے؟ کیوں؟ کہ جب حضرت درخواستی سے وہ ملتے تو وہ درخواست کرتے کہ ہمیں کچھ احادیث سنایئے۔ کبھی پھر وہ عرض کرتے کہ حضرت ہمیں صحیحِ بخاری کے باب الوتر کی احادیث سنایئے، کبھی کہتے کہ کتاب الزکوۃ کی احادیث سنایئے، تو حضرت وہاں سے شروع ہو جاتے، سند کے ساتھ سنائے جا رہے ہیں، تھے ہی حافظِ حدیث۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ

مکی ابن ابراہیم کے تلامذہ جس طرف سے جو صدا آتی تھی وہ احادیث وہ سنا رہے ہیں۔ اس

میں انہوں نے، کبھی ان کی درخواست ہوتی تھی کہ فلاں شیخ کی آپ کی جو اسناد ہے، ان کی احادیث سنائیں، ان کی وہ احادیث سناتے۔ایک دفعہ آپ نے جیسے ہی درس میں پڑھنا شروع کیا، حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ، کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے ہمیں یہ حدیث پڑھائی اور سنائی اور ہم نے ان سے یہ حدیث حاصل کی، اتنا سننا تھا کہ ایک شخص کھڑا ہوگیا، اوراس نے کہا لا تُحَدِّثْ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، کہ ہمیں ابوحنیفہ کی حدیث نہیں چاہیے، کسی اور کی سنایئے۔

لکھا ہے کہ حضرت مکی ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک یہ شخص حلقہ سے نکلتا نہیں وہاں تک میں دوبارہ حدیث پڑھانا شروع نہیں کروں گا۔کان پکڑ کر جب تک اس کو نکالا نہیں گیا وہاں تک آپ نے اپنا درس بند رکھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس زمانہ میں حکومتوں کا، پھیلائے ہوئے وسائل تھے اسی لئے جو تہمتیں آپ پر لگی ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائی گئیں، تو وہ تہمتیں ان کے شاگردوں پر بھی لگائی گئیں۔آپ کو کسی نے کہا کہ یہ مرجیہ ہے، حکومت سے شکایت کی گئی، یہ اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ کو نہیں مانتے ہیں، صرف کہتے کہ کلمہ اور تصدیق کا نام توحید ہے، یہ نالائق یہ نہیں سوچتے تھے کہ وہ رات دن جس میں مصروف رہتے ہیں۔اور مصروفیت ان کی کس درجہ کی ہوتی تھی۔

آپ کے ایک دوسرے شاگرد ہیں، بہت ہی چہیتے شاگرد عبداللہ بن مبارک، اور آپ پر وہ بھی جاں نثار حضرت عبداللہ بن مبارک۔ان کی، ان کے والد کی بڑی لمبی داستانیں ہیں، ان کے والد تھے حضرت مبارک۔

ایک بڑے صاحبِ ثروت اور صاحبِ تجارت، بڑے امیر آدمی تھے۔انہوں نے اپنے ایک باغ کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے سپرد کر رکھی تھی، اور کبھی کبھی باغ میں پہنچ جاتے تھے۔کئی سال سے یہ باغ میں ملازم تھے۔ایک دفعہ پہنچے تو انہوں نے کہا کہ جایئے ذرا گرمی کا وقت ہے، ہمیں انار کا شربت پینا ہے، جایئے اور انار کا شربت نکال کر لایئے۔گئے، نکال کر لائے، پیش

کیا۔ مالک نے ایک گھونٹ پیا اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا، میں نے کہا تھا کہ میٹھے انار کا شربت لائیے، یہ کیا تم لے کر آئے؟ تمہیں نہیں معلوم کہ کون کونسے کھٹے ہیں، کون کونسے درخت کے انار میٹھے ہوتے ہیں؟ انہوں نے سر ہلایا کہ نہیں۔ کیوں نہیں؟ تو اتنے سال سے یہاں ملازم ہے، تمہیں پتہ نہیں ہے کہ کونسے درخت کا پھل میٹھا ہوتا ہے، کونسا کھٹا۔ کبھی چکھا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ میرے ذمہ تو صرف حفاظت ہے۔

اب پہلے سے ان کے مالک دیکھ رہے تھے کہ ہر وقت یہ نماز، عبادت، تلاوت، ہر وقت زبان پر ذکر اللہ اور صلحاء کے ورود کے آثار اور جب یہ واقعہ عملی طور پر اس کے ساتھ پیش آیا، اتنے معتقد ہوئے کہ گھر پہنچے اور اپنی اہلیہ اور بیٹی کو بٹھا کر پہلے لمبی تقریر کی اور ان سے کہا کہ دیکھو، یہ جو عرب ہیں، عرب کا دستور بیٹیاں دینے میں یہ ہے کہ وہ پہلے حسب اور نسب کو دیکھتے ہیں، ذات اور پات کو دیکھ کر اس میں ان کا کفو برابر کا بنتا ہے یا نہیں، اس کو دیکھ کر پھر بیٹی دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ عرب کا دستور ہے۔ اور یہود کے یہاں دستور ہے کہ مال کو دیکھا جاتا ہے جو مالدار ہے اس کو بیٹی دے دیتے ہیں، وہ مال کو دیکھتے ہیں۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کے یہاں صورت شکل، حسن و جمال کو دیکھا جاتا ہے، آگے اور کوئی چیز نہیں دیکھی جاتی۔

پھر فرمایا اخیر میں کہ ہم مسلمان ہیں، تو ہمارے یہاں اسلام میں نہ ذات پات کو دیکھا جاتا ہے، نہ مال کو دیکھا جاتا ہے، نہ حسن اور شکل کو دیکھا جاتا ہے بلکہ ہمارے یہاں تدین کو دیکھا جاتا ہے، کہ یہ دین اور شریعت پر کتنا عمل پیرا ہے۔ پھر اس کے بعد ان کی، مبارک کی تعریف شروع کی کہ میں نے اس جیسا فرشتہ دیکھا نہیں، میری رائے یہ ہے کہ میں بیٹی کا نکاح ان سے کرلوں۔ اس طرح یہ نکاح ہوا اور اللہ تبارک و تعالی نے بیٹا دیا۔ نام رکھا عبد اللہ، پھر یہ عبد اللہ ابن مبارک۔

یہ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں کہ جب میں نے فنِ حدیث کے میدان میں قدم رکھنا چاہا، تو میں سب سے پہلے حاضر ہوا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، اتنے بڑے محدث کہ کوئی

کتاب ان کی روایت سے خالی نہیں، عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی، تو یہ حدیث پڑھنے کے لئے سب سے پہلے کس کے پاس جاتے ہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، جن کے متعلق کہتے ہیں کہ حدیث نہیں جانتے۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اور اس دن بتایا تھا کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسا بڑا امام، وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ جب میں نے سب سے پہلے فنِ حدیث کے حصول کا ارادہ کیا، تو میں نے پہلا سبق جن سے لیا وہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام صاحب کے شاگرد۔

یہ عبداللہ بن مبارک یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فنِ حدیث حاصل کرتے رہے، اور جب تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ زندہ رہے، وہاں تک آپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے در پر نہیں گئے، وہیں رہے۔ جب آپ کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد وہ تشریف لے جاتے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔

بیچ میں ختم کر دیتے ہیں، وقت ختم ہوگیا، جو آدھ گھنٹہ تھا۔ حدیث پڑھ کر دعا کر لیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْکَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ فُضَیْل عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ القَعقَاع عَنْ اَبِی زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰن ، خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَان، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَان، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم.

دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو قبول فرمائے، ان حفاظِ کرام کو قبول فرمائے۔

ے

حضرت منیب کے دادا نے دیکھا

ایک نہایت حسین و جمیل جوان کہتا ہے

اعبدوا الله ولا تشرکوا به شیأ

جواب میں انہیں کوئی گالی دیتا ہے، کوئی تھوکتا ہے



فَيَارِيْحَ الصَّبَا عَطْفًا وَّ رِفْقًا اِلٰی ذَاكَ الْحِمٰی بَلِّغْ سَلَامِیْ

وَاِنْ جُرْتُمْ عَلَیَّ فَلِیْ غِیَاثٌ بِبَابِ الْمُصْطَفٰی خَیْرِ الْاَنَام

اِلَیْهِ تَوَجُّهِیْ وَلَهٗ اسْتِنَادِیْ وَفِیْهِ مَطَامِعِیْ وَ بِهٖ اعْتِصَامِیْ

اَجِرْنِیْ سَیِّدِیْ مِنْ ضَیْمِ سُقْمٍ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ وَقْعِ الْحُسَام

وَذِكْرُكَ سَیِّدِیْ حِرْزِیْ وَحِصْنِیْ اُتِیْهُ بِهٖ عَلَی الْجَیْشِ اللَّهَام

مَوَاهِبُكَ الَّتِیْ لَا نَقْصَ فِیْهَا بِهَا رُبِّیْتَ مِنْ قَبْلِ الْفِطَام

فَقَدْ اُعْطِیْتَ مَا لَمْ یُعْطَ خَلْقٌ عَلَیْكَ صَلٰوةُ رَبِّكَ بِالسَّلَام

اے بادِ صبا! از راہِ لطف و کرم میرے اُس حامی و پشتیبان تک میرا سلام پہونچا دے۔

اے لوگو! اگر تم نے مجھ پر جور و ستم کیا تو میرا فریاد رس موجود ہے۔ بارگاہِ مصطفےٰ کی صورت میں، جو ساری دنیا سے اچھے ہیں۔

اُنھیں کی طرف میری توجہ ہے اور انھیں پر میرا اعتماد، انھیں کی ذات میری آرزوؤں کا مرکز ہے، میں نے انھیں کا دامن تھاما ہے۔

مجھے نجات دلوائے میرے آقا، بیماری کے ظلم سے جو مجھ پر تلوار کی ضرب سے بھی زیادہ شدید ہے۔

اور آپ کا تذکرہ، میرے سرکار! میرا حرز جان ہے اور میرا قلعہ، اسی سے میں بڑے بڑے لشکروں پر ہلاکت برساتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم پر جو عطایائے ربانی ہوئے ان میں کوئی کمی نہیں، انھیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پرورش وتربیت بچپن سے ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کچھ دیا گیا جو کسی کو بھی نہ دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں ہوں سلام کے ساتھ۔

(مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

بَابُ كَيفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ قَالَ حَدَّثنا سُفْيَان قَال حَدَّثَنَا يَحْيٰ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِىُّ قَالَ اَخبَرَنِى مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاهِيْم التَّيْمِىُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّيْثِى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّاب رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الْمِنبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ اِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

جن بچوں نے قرآنِ کریم حفظ ختم کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو قبول اور مقبول فرمائے، ان کے والدین کے لئے، ان کے اساتذہ اور مدرسہ کے منتظمین اور معاونین سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ جن بچیوں نے ابھی بخاری شریف کی بسم اللہ کی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ عافیت کے ساتھ اس کو اختتام تک پہنچائے، جو کچھ قرآن اور حدیث میں سے پڑھیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

سب سے اہم چیز اسی کو دیکھنا ہے، جس طرح ابھی آپ کے سامنے نعت پڑھی گئی، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائلِ حمیدہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں صحابۂ کرام میں منتقل ہوئیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ اِنہوں نے دیکھا، اُس کو آگے سلسلہ در سلسلہ اُسے وہ منتقل کرتے رہے۔

حضرت منیب رضی اللہ عنہ

ایک صحابی ہیں منیب، ان کے دادا کا اسمِ گرامی بھی ہے منیب، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا منیب سے ایک قصہ سنا تھا۔

فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی دور میں میری جاہلیت کا زمانہ تھا اور مکہ مکرمہ میں کفر اور شرک اور جاہلیت کا غلبہ تھا، ایسے وقت میں میں وہاں مکہ مکرمہ پہنچا، تو میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت حسین وجمیل، راستہ پر کھڑے ہوئے ہیں اور ایک اعلان فرمارہے ہیں اُعْبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشْرِکُوا بِہٖ شَیْئًا، ایک خدا کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ نصیحت فرمارہے ہیں اور فرمائے جارہے ہیں اور سننے والوں کا حال بڑا عجیب ہے۔

فرماتے ہیں کہ کوئی آتا ہے اور ان پر تھوک کر نفرت کر کے چلا جاتا ہے۔ آگے وہ فرماتے ہیں

دوسری قسم؛ کچھ لوگ آتے ہیں اور ان کو گالی گلوچ کرتے ہیں، سب وشتم کرتے ہیں، غلیظ کلمات بکتے ہیں، مگر یہ داعی اپنی جگہ پر اپنا اعلان جاری رکھے ہوئے ہیں۔ تو کچھ تو تھوکنے پر اکتفاء کرتے تھے، کچھ غلاظت بکنے پر اکتفاء کرتے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ آئے اور سنتے رہے اور اس کے بعد راستہ میں سے پتھر اٹھائے اور پتھر مار رہے ہیں، مگر داعیِ مکہ کا پیغام جاری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان میں کوئی فرق نہیں آ رہا ہے۔
حضرتِ منیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک اجنبی نو وارد، یہ دیکھ کر حیران، مجھے نہیں معلوم کہ یہ جو فرما رہے ہیں اس سے اس قدر نفرت اور عداوت اِنہیں کیوں ہے، میں کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ صبح سے لے کر دو پہر ہو جاتی ہے، میں دو پہر تک دیکھتا رہا، کڑی دھوپ ہوگئی اور اس وقت تک بھی ہر آنے جانے والے کو خطاب فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر خوشامد فرما رہے ہیں۔ اتنے میں جب دو پہر ہوتی ہے، کڑی دھوپ ہو جاتی ہے، تو ایک نوجوان بچی آتی ہے، لڑکی آتی ہے، اس کے ساتھ پانی ہوتا ہے اور وہ پانی پیش کرتی ہے، ابا جان!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پانی لے کر ہاتھ منہ دھوتے ہیں اور کیا کلمات ارشاد فرماتے ہیں کہ میری پیاری بیٹی! یہ جو تو اس وقت دیکھ رہی ہے خوف اور ذلت کا سماں، کہ دشمن ہم پر حاوی ہیں، ہمیں ڈراتے ہیں، دھمکاتے ہیں، زبان سے، ان پتھروں سے، مگر میری پیاری بیٹی، اس سے نہ ڈرنا۔

حضرت منیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اور یہ کیا منظر میں دیکھ رہا ہوں، صبح سے لے کر دو پہر ہوگئی۔

کہا کہ یہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ اپنا پیغام وہ پہنچاتے ہیں اور یہ مشرکینِ مکہ ہیں کہ اپنی ملت، اپنا مذہب، اپنی روش ترک کرنے اور چھوڑنے اور بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ اپنی نفرت کا اظہار اپنے بکواس سے کرتے ہیں، گالیوں سے کرتے ہیں، پتھر سے کرتے ہیں

اور یہ جو بچی آئی، جس نے پانی پیش کیا ابا جان کو، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی حضرت زینب ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا

اسی زینب کی طرح سے ایک اور زینب، جو اپنے وطن سے دور والدین کے یہاں حبشہ میں پیدا ہوتی ہے۔ جب تھوڑا ہوش سنبھالا، اطراف کا ماحول دیکھا کہ بڑا عجیب کہ میرے والدین کی زبان کچھ اور، ان کی شکلیں کچھ اور، اور مقامی ماحول کچھ الگ سا، ان کی زبان الگ۔ ان کی وہاں حبشہ میں جہاں حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی، وہاں ان کی ولادت ہے۔

اور یہی حضرتِ زینب رضی اللہ تعالی عنہا یہاں اپنی والدہ کے ساتھ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حرم میں قبول فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ بنتی ہیں، ان کی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو حق تعالی شانہ نے بہت اونچا، بڑا اعزاز عطا فرمایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بنیں۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی اولاد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں آئی اور کتنے پیار سے پرورش پاتی ہیں، ان کے بہت قصے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار پانے کے، کس طرح انہیں پیار ملا۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرما رہے ہوتے تھے، غسل فرما رہے ہوتے تھے، پانی ہوتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دہن مبارک میں، منہ میں پانی لے کر پھوار حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا پر پھینکتے۔

یہ آج کل تو اپنی شکل آئینہ میں دیکھ کر خود اپنے آپ سے نفرت کرتے جاتے ہیں، پیسے خرچ کرتے ہیں کہ میری شکل بدل دو، کن کن مراحل سے شکل کو خوبصورت بنانے کے لئے وہ

بیچارے گزرتے ہوں گے، کتنی دوائیاں کھاتے ہوں گے، کتنی پین کلر لیتے ہوں گے، کیسے بال نکلواتے ہوں گے کہیں، کیا کیا نوچ کر کے چہرہ اور ناک اور کان، سب کو سیدھا کرنے کے لئے کیا کیا تکالیف وہ برداشت کرتے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حسن و جمال

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پھوار، spray، فرماتے ہیں کہ اس کی برکت ہم نے جیسے جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی ہوتی چلی گئیں، جوان کا حسن و جمال ہم نے دیکھا اوہو! کیا حسن و جمال۔

فرماتے ہیں کہ نوے برس کی عمر تک اسّی سے اوپر کی عمر تک وہ پہنچیں اور فرماتے ہیں کہ ایسی جس طرح کہ ابھی دوشیزہ سولہ سال کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوار کی برکت۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں مکہ مکرمہ میں پیغام اپنا پہنچاتے ہوئے تکلیف اٹھائی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ہی ایسے حال میں کہ والدین مہاجر تھے، کہیں پڑے ہوئے تھے اپنے وطن سے دور ودراز، کیسے پرورش پائی، کسی طرح والدین کے ساتھ پہنچیں، پھر دنیا ہی میں حق تعالیٰ شانہ نے اسی دنیا کو ان کے لئے جنت بنا دیا۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت

اسی طرح حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط رضی اللہ عنہا جو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے۔ ہم لوگ تو پڑھ لیتے ہیں کہ قصہ آیا، ہم نے پڑھ لیا کہ انہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔

دوستو! ان واقعات کو سرسری نہ پڑھو، ایک ایک لفظ پر غور کرو، اس لفظ کے معنی اور مطلب سمجھنے کی کوشش کرو، سوچو کہ مکہ مکرمہ کہاں اور مدینہ منورہ کہاں، سوا چار سو کلومیٹر کا سفر طے کر کے کیسے ایک نوجوان بچی ام کلثوم تنِ تنہا، ہماری بچی اگر یہاں سے کوئی چلنا شروع کرے، تو مسلسل

اس کو آبادی ملے گی چار سو کلومیٹر کا سفر کرے تو، لیکن وہاں، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو سوچیے کہ جنگل، بیابان، صحراء، تپتی ہوئی ریت، خونخوار درندے، سانپ اور بچھو اور کیا کیا وہاں راستہ میں نہیں ہوتا، چور اور ڈاکو، لٹیرے اور سب سے بڑی مصیبت، مشرکینِ مکہ، جو کسی کو نکل کر جانے ہی نہیں دیتے تھے، جیسے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا گیا۔

اس دوری کو سوچیے، اس سماں کو سوچیے، ہر صحابی کے متعلق جب آپ پڑھیں کہ انہوں نے ہجرت فرمائی، تو یہ نہ سوچیے کہ میں بھی گیا ہوں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تین گھنٹے میں اور چار گھنٹے میں۔ اس زمانہ کو سوچیے اور ان کے تنِ تنہا اس پیدل سفر کو سوچیے، کہ آپ کو بھی کتنا ہی بڑا انعام دیا جائے کہ آپ ایک سفر کر لیں وہاں سے یہاں تک، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ، ہر کوئی سمجھے گا کہ یہ تو اپنی جان سے کھیلنا ہے، مگر ہزاروں صحابہ کرام نے ایک دفعہ نہیں، بار بار یہ سفر فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل شبیہ تھے، آپ کے ہم شکل، ہر چیز میں، عادات میں، اطوار میں، اخلاق میں، چہرہ میں، ہر چیز میں۔ ایسا خوبصورت اور ناز و نخرہ والا جسمِ پاک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا، انہوں نے پچیس پیدل حج کئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ۔ یہ جو اس طرح کے واقعات ہوں اس کو اچھی طرح سوچنے کی کوشش کیجیے تاکہ ان حضرات سے ہمیں تعلق پیدا ہو، جیسے ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو منتقل ہوئی، تو ہم بھی وہ خوشبوئیں پائیں، سوچنے کی وجہ سے، اس مراقبہ کی وجہ سے۔

مراقبہ نام لیں گے تو بعضوں کو allergy ہوتی ہے کہ یہ کیا؟ مراقبہ محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ کرو۔ نہیں، کسی چیز کو نہ اپنے خیال میں لائیے، نہ کسی کے ڈرانے کو، نہ دھمکانے کو، اور اسی کو سوچیے، تب آپ کو حقیقت پتہ چلے گی کہ اوہو! کیا ان حضرات کی قربانیاں تھیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ، چھ برس کی عمر میں، سفر میں، ابواء میں فوت ہو جاتی ہیں، اس وقت سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے ہونے تک وہ ایک ہی ماں رہ گئی تھیں، وہ ام ایمن، باندی، ان کی گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی۔ وہ ہجرت فرماتی ہیں، ان کی ہجرت کے قصہ میں لکھا ہے کہ وہ بھوکی، پیاسی۔

یہ میں جو گنوا رہا تھا کہ سب مصیبتیں، ایک مصیبت تھوڑی، اب آدمی کتنا اٹھائے گا؟ پیدل جا رہا ہے، پیدل ہجرت بھاگ رہا ہے، ظالموں سے بھاگ رہا ہے، کیا اٹھا کر لے کر جائے گا؟ کتنا اٹھا سکے گا، پانی کتنا اٹھا سکے گا، کھانا کتنا اٹھا سکے گا، یہ سب چیزیں آپ سوچیں گے تب آپ کو محبت پیدا ہوگی، ان حضرات کی قدر پیدا ہوگی، کہ کیسے دین ہم تک اِنہوں نے پہنچایا، کس طرح انہوں نے پہنچایا۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جب سفرِ ہجرت کر کے یہاں سے چلی ہیں تو خود فرماتی ہیں کہ میں راستہ میں دیکھتی ہوں کہ کوئی چیز نہ کھانے کے لئے، نہ پینے کے لئے ہے۔

کس طرح دل سے دعا نکلی ہوگی اور جس گود نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں اٹھایا ہوگا، کہ ماں کی لاش سامنے پڑی ہوئی ہے،، تو مالک کو بھی اس گود کی، گود والی کی دعا جب وہاں عرش سے ٹکرائی ہوگی، تو کیا پذیرائی اس طرف سے ہوئی کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں دیکھتی ہوں کہ آسمان سے ڈول لٹکا، اور میں نے منہ سے لگایا اور جی بھر کر پیا۔ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالی عنہا کی ساری عمر کے لئے، ہمیشہ کے لئے پیاس چلی گئی، کبھی انہیں پیاس لگتی ہی نہیں تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا

یہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالی عنہا کی طرح سے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط

رضی اللہ عنہا۔ نام آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ ابو جہل کی ٹائپ کے جو بڑے سب سے کٹر قسم کے ظالم دشمن تھے، ان میں سے یہ تھا عقبہ۔ پورا گھرانہ، وہ بھی، اس کی اولاد بھی، سب ایک ہی ٹائپ کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حق میں نہایت ظالم وہ ثابت ہوئے تھے۔

مکی زندگی میں، اللہ نے اسلام ڈالا ان کے دل میں، تو وہ اپنے گھر سے بھاگی، پورے خاندان کے علی الرغم، تمام مشرکین کے علی الرغم۔ جیسے ہی پتہ چلا تو وہ پیچھے دوڑے اور یہ بھاگ رہی ہیں۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کس طرح یہ خاتون پہنچی ہوں گی، وہ بھی نوجوان۔ وہاں وہ پہنچی ہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، تو اطمینان کا سانس لیا، مگر ابھی اگلے دن کی صبح ہوئی کہ پتہ چلا کہ ان کا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھائی پہنچ گیا اور اس نے جا کر اپنا دعویٰ پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہ آپ کا تو حدیبیہ میں ہمارے ساتھ معاہدہ ہے کہ جو وہاں سے بھاگ کر آئے، تو آپ انہیں واپس ہمارے حوالہ کرو گے، تو میں اپنی بہن جو بھاگ کر آئی ہے ام کلثوم رضی اللہ عنہا، اسے لینے کے لئے آیا ہوں۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا زار وقطار روتی ہیں، فریاد کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے ان کے حوالہ کیسے کرو گے، اور میں کیسے ان کے پاس جاؤں؟ میرا سارا گھرانہ اسلام کا دشمن، میری جان کا دشمن۔ تو جیسے وہاں سے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے لئے ڈول لٹکا، ایسے عرشِ الٰہی ان کی فریاد اور ام کلثوم کے رونے پر ہل گیا، **فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ** کہ جو مہاجرات ہجرت کر کے آئیں، تو ان مردوں کو تو آپ واپس کرو گے کہ آپ نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا، لیکن اس معاہدہ میں عورتوں کے لئے کوئی دفع مستورات کے لئے نہیں تھی، اس لئے خبردار **فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ** ان کو آپ ان کی طرف واپس نہیں کرو گے۔

ہم تو ذرا سی بات پر وہی جو قرآنِ پاک نے حال بیان کیا کہ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ** کہ کنارہ پر، اگر بھلائی آتی ہے تو اللہ تیرا شکر ہے اور مصیبت آئی تو ہم تو کلمہ گو، اور

خدا کو ماننے والے، قرآن کو ماننے والے اور اتنی مصیبت، وہ خدا کہاں؟ اس کے فرشتے کہاں؟ اس کی نصرت کدھر گئی؟ وہ ایک نہ ختم ہونے والا شیطانی سلسلہ دل میں، تصورات کا اور خیالاتِ فاسدہ کا اور شیطانی وساوس کا شروع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مایوسی پر ختم ہو جاتا ہے۔ سوال رہ جاتا ہے کہ اگر اسلام سچا ہے تو پھر یہ اتنا ظلم و ستم ہم پر کیوں؟ خدا کدھر؟ اس کی سب قہاریت اور طاقت اور قوت کدھر؟

مگر انہوں نے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہاتھ دے دیا، اس کے بعد جو حالات آتے رہے، کبھی پلٹ کر اس طرف نہیں سوچا، کبھی کبھی نہیں سوچا۔ تو یہ ام کلثوم، میں عرض کر رہا ہوں کہ کیسے کیسے حالات سے گزریں، اور حالات ان کا نہیں سنا رہا ہوں، صرف ان کا آخری قصہ جو آخری ابتلاء اور امتحان ان پر آتا ہے وہ سناتا ہوں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آخری قصہ

جب آپ بقیع کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، تو پہلے تو زائر کے لئے، جو زیارت کے لئے پہنچتے تھے ان کے لئے باقاعدہ مزوّر تمام مقدس مقامات کی تفاصیل بتا کر کے زیارت کراتے تھے۔

ایک جگہ کہ جہاں حرّہ میں یزیدی فوجوں نے جن صحابۂ کرام اور تابعین کو شہید کیا، بتایا جاتا ہے کہ اس جنگ میں ساٹھ ہزار شہید ہوئے۔ بتایا جاتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مزار کی طرف آپ جائیں گے، تو الٹے ہاتھ پر وہاں ایک جگہ بتائی جاتی ہے، فرماتی ہیں ام کلثوم کہ یزیدی فوجوں نے جب مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو ایک ایک کو پکڑ کر کے ان کو قتل کرتے تھے، جوان کے مقابلہ پر آیا، انہیں بھی اور مقابلہ پر نہیں آیا، جو گھر، گھروں میں بند ہو گئے دروازے بند کر لئے، دروازے کو توڑ کر انہیں بھی نکال کر انہیں بھی شہید کیا تھا۔

قبر شریف سے تکبیر اور نماز کی آواز

سعید ابن المسیب جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ اسی فتنہ کے دوران تین دن مسجدِ نبوی پر ایسے گزرے ہیں کہ نہ مسجدِ نبوی میں اذان ہوئی، نہ نماز ہوئی۔ چاروں طرف یزیدی فوجیں اپنا ظلم وستم مسجد اور مسجد کے باہر بھی ڈھا رہی تھیں۔ مسجد کے صحن میں ان کے گھوڑے لے کر وہ گھس جاتے تھے کہ یہاں تو کوئی چھپا ہوا نہیں ہے۔ سعید ابن المسیب تابعی ایک کونہ میں جس طرح کہ کوئی پاگل، بیمار، معذور پڑا ہوا ہو اس طرح فرماتے ہیں کہ میں پڑا ہوا رہا۔

فرماتے ہیں کہ تین دن تک میرے ان کانوں نے بیداری میں جو واقعہ دیکھا جو حقیقتِ حال ان تین دن کی وہاں دیکھی کہ جیسے ہی نماز کا وقت ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے تکبیر اور نماز کی میں آواز سنتا تھا۔

اسی ایامِ حَرّہ اور حَرّہ کی جنگ میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا نے، جنہوں نے اتنی قربانی دی، اتنے بڑے ظالم کی بیٹی اور اپنی جان کے ساتھ کھیل کر، جان کو ہتھیلی پر لے کر اتنا طویل تنِ تنہا اس نوجوان عورت نے سفر فرمایا اور ان کا آخری وقت ان کو کیا دیکھنا پڑا کہ یزیدی فوجوں نے جن لوگوں کو شہید کیا، ان میں جا کر دیکھتی ہیں، تو لوگوں نے بتایا کہ اوہو! آپ دیکھئے تو جا کر دیکھتی ہیں تو اپنا بیٹا ابو عبیدہ۔

فرماتی ہیں کہ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، انّا للہ پڑھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ایک تو ان کے مقابلہ کے لئے نکلا تھا، اس کو انہوں نے شہید کیا مگر دوسرا لڑکا تو گھر کا دروازہ بند کر کے پناہ کا طالب ہوا تھا۔ کہتے ہیں ان کو بھی گھر میں سے گھسیٹ کر انہوں نے شہید کیا۔

کتنی قربانیاں انہوں نے پیش کیں جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے، صحابیات نے قربانیاں پیش کیں، حق کے خاطر، مگر وہ حق سے چمٹے رہے، ذرہ بھر ان کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں آیا، کیوں کہ ادیانِ سابقہ میں بھی اہلِ حق کا یہی شیوا رہا ہے۔

ماشطہ فرعون

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کا سفر ہے۔ معراج کے سفر میں ہیں، جبریلِ امین کے ساتھ براق پر سوار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب وغریب خوشبو محسوس فرمائی۔ پوچھتے ہیں کہ جبرئیل! راستہ بھر تو یہ خوشبو نہیں تھی، اس جگہ پر یہ عجیب خوشبو، یہ کہاں سے؟

جبریلِ امین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! یہ فرعون کے محل میں جو خادمہ تھی، جو بچوں کی نگرانی کرنے والی مربیہ تھی اور محل میں اس کے ذمہ بچوں کے بال بنانا تھے، ماشطہ تھی۔ ان کے، فرعون کے بچوں کے بال بنانے والی، فرمایا کہ یہ اس ماشطہ کی اور اس کے بچوں کی خوشبو ہے۔

اور پھر سارا قصہ جبرئیلِ امین دہراتے ہیں کہ جب فرعون کے سامنے قصہ بیان کیا گیا، فرعون کی بیٹی جس کے وہ ماشطہ روز بال بنایا کرتی تھی۔ تو وہ جب بال بنانا شروع کرتی تو کنگھی ہاتھ میں لی اور بال شروع کیا اور پڑھا **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم**۔

ایک دن بچی کچھ سمجھدار ہوگئی، اس نے پوچھا کہ یہ **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم**، کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ، وہ میرا بھی رب ہے اور تیرا بھی رب ہے اور تیرے باپ کا بھی رب ہے۔ کسی دن اس بچی نے باپ سے سوال کیا کہ تو تو سب کے سامنے دعوی کرتا ہے **اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی** تو ہماری کنگھی کرنے والی ماشطہ تو کہتی ہے کہ ربِ اعلیٰ تو کوئی اور ہے۔

سارا قصہ فرعون نے جب سنا تو تلملا اٹھا کہ اوہو! یہ کلمۂ حق میرے محل میں، میرے بچوں میں کیسے آگیا؟! اور ان کو، ماشطہ کو، کنگھی کرنے والی کو لایا گیا، ڈرایا گیا، دھمکایا گیا۔ جب دیکھا کہ ان کے عقیدہ میں کوئی تزلزل نہیں آیا، اسی طرح وہ اپنے عقیدہ پر قائم ہے، تو اس نے کہا کہ اچھا ایک دیگ میں تیل گرم کیا جائے اور اس کے کئی بچے تھے تو حکم دیا کہ ایک ایک کو پھینکو اندر۔

ایک کو پھینکا گیا، کہ اب بھی تو باز آتی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ تو جتنے بچے اس کے پاس تھے، ایک ایک کر کے سب کو ڈال دیا گیا۔

بالآخر ایک تھا گود میں جسے دودھ پلا رہی تھی۔ اس کو جب کھینچ کر ہاتھ میں لینا چاہا، تو بچہ دیکھتا ہے کہ اوہو! ماں جس میں میں کسی طرح کا اب تک تغیر نہیں پا رہا تھا، اب میں میری ماں کا حال متغیر پا رہا ہوں۔

حق تعالیٰ شانہ نے اس بچہ کو گویائی عطا فرمائی، وہ بولتا ہے **یَا اَمَّاہ! اِقْتَحِمِیْ فَاِنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَۃِ،** کہ ماں! یہ میرے بھائیوں کو، بہنوں کو انہوں نے ڈال دیا، اور اب مجھے وہ اس میں دیگ میں ڈالنے کے لئے تجھ سے چھین رہے ہیں، تو تیرا حال بدلنا شروع ہو گیا؟ میں تیرے پیروں میں وہ استحکام نہیں پا رہا، نہیں دیکھ رہا جو ہونا چاہئے۔ مجھے کیا، تجھے بھی اگر اس میں ڈال دے تو اس میں خود ہی کود جا **اِقْتَحِمِیْ** کیوں؟ کہ یہ جو دنیا کا عذاب ہے یہ بہت آسان ہے آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں۔

ادیانِ سابقہ میں، دینِ موسوی میں بھی یہی پیغام تھا، اہلِ حق کے لئے جو ماشطہ نے اور اس کے بچوں نے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے، وہاں سے سفر میں گزرتے ہوئے ان کی خوشبو جو قبر سے اٹھ رہی تھی وہ خوشبو پائی، جس طرح آپ پڑھتے ہیں امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ میں، کہ ان کے دفن کے بعد ان کی قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی۔ اور سنئے۔

افضل نساء اھل الجنۃ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لکیر بنائی ایک، انگلی مبارک سے یا کسی لکڑی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریت پر لکیر بنا رہے ہیں، ایک لکیر، دوسری لکیر، تیسری لکیر، چوتھی لکیر۔

صحابۂ کرام دیکھ رہے ہیں، کسی نے پوچھا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استفسار فرمایا،

کہ جانتے ہو کہ یہ چار خطوط جو میں نے کھینچے یہ کیا ہیں؟

صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم کہتے ہیں مراقبہ، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت آپ مراقبہ کریں، چلتے پھرتے، پانچ وقت تو باقاعدہ آپ کو دعوت دی جاتی ہے نماز میں، اذان میں، نماز میں، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی وضاحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اَفْضَلُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَرْبَع کہ یہ جو میں نے چار لکیریں کھینچی ہیں، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اہلِ جنت کی سردار اور ان میں سب سے بلند مرتبہ چار خواتین کا ہے۔ ایک خَدِیْجَۃ وَ فَاطِمَۃ کہ ایک تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، ایک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں، ایک آسیہ اِمْرأۃُ فِرْعَوْنَ، فرعون کی بیوی حضرت آسیہ ہیں اور چوتھی مریم بنت عمران ہیں۔ یہ مراقبہ ہی تو ہوا کہ یہ لکیریں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہے ہیں اور ان لکیروں سے ان کے مرتبہ کو، قصہ کو اور ان چاروں کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ان کی قربانیوں پر کیا کیا انعامات ملے، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہے ہیں۔

حضرت آسیہ

پھر صحابۂ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آسیہ کے متعلق بیان فرمایا کہ جب فرعون کو پتہ چلا کہ وہ کنگھی کرنے والی، وہ موسیٰ علیہ السلام کی پیروکاران کا کلمہ پڑھنے والی اور خود اپنی بیوی کے متعلق اس کو پتہ چلا، حضرت آسیہ کے متعلق کہ وہ بھی ایمان لے آئی ہیں، تو اس نے جلادوں کو حکم دیا کہ اس کو چت لٹادو اور دونوں ہتھیلیوں میں کیلیں ٹھوک دو زمین پر لٹا کر اور دونوں پیروں میں کیلیں ٹھوک دو۔

جب وہ کیلیں ٹھوکی جا رہی تھیں اس وقت حضرت آسیہ اسی طرح پہلے سے زیادہ استحکام اور

مضبوطی کے ساتھ اپنے ایمان پر قائم، بس ایک حق تعالی شانہ سے طلب ہے اور وہ حق تعالی شانہ سے عرض کرتی ہیں رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ، کہ اے خدا! مجھے اس کا تو یقین ہے کہ اس کا بدلہ مجھے ملے گا، مگر جنت میں تیرے پاس مجھے جگہ چاہئے، تیرا قرب چاہئے۔

حق تعالی شانہ نے اس کو اپنے کلامِ پاک میں اتارا، جو دعا حضرت آسیہ نے فرمائی تھی۔ یہ حضرت آسیہ نے جس طرح حق کے لئے اتنی عظیم قربانی دی، ان کی عظیم قربانی کو قرآنِ کریم نے دہرایا، تا ابد جنت میں بھی اس کی قراءت ہوتی رہے گی۔

حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم مزنی رضی اللہ عنہ

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ان واقعات کو سنتے تھے اور وہ ہی ان کا ولولہ جذبہ اپنے دین کے بارے میں، کہ کوئی بڑی سے بڑی قیامت ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کرسکتی تھی۔

حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم مزنی رضی اللہ تعالی عنہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے ظالم کے پاس، مسیلمۃ الکذاب کے پاس گرامی نامہ پہنچانے کے لئے انہیں بھیجتے ہیں۔

جب یہ پہنچ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پیش کرتے ہیں تو پڑھتے ہی وہ حکم دیتا ہے سپّاں کو کہ ان کو بیڑیوں میں جکڑ کر جیل میں ڈال دیا جائے اور کل صبح میرے پاس پیش کیا جائے۔

صبح ہوئی حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم مزنی رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے، زنجیروں میں جکڑے ہوئے پیش کئے گئے۔

اب مسیلمہ پوچھتا ہے حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم سے اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ کیا تو مجھے اللہ کا پیغمبر مانتا ہے؟ اشارہ کرتے ہیں دونوں طرف، کانوں کی طرف، پھر زبان سے ہی فرماتے ہیں لِیْ صَمَمٌ، سن نہیں سکتا میں، میرے کان کام نہیں کرتے، میں بہرا ہوں۔

پھر دوسرا کلمہ کہتا ہے، اَتَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ اب وہ اذان دیتے ہیں اَشْھَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ، پھر کیا تھا؟ ظالم نے بلبلا کر کہا کہ ان کے اعضاء کاٹنے شروع کرو!
لکھا ہے، روایات میں آتا ہے کہ جیسے ایک ایک عضو کٹتا تھا، ایک ایک انگلی کٹتی تھی اور اذان جاری ان کی، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ، کہتے ہیں جتنی دفعہ اعضاء کٹتے رہے، وہی کلمہ دہراتے رہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ.

پھر آگے ان کی جو کرامت سرزد ہوئی ہے۔ دیکھئے، وہ ظالم جلدی مارنا نہیں چاہتے تھے، ایک ایک عضو کاٹتے چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ جب اوپر والا سارا دھڑ کٹ گیا اور نیچے والا آدھا باقی رہ گیا، ہاتھ کٹ گئے، صرف دھڑ باقی ہے، صرف جسد، تو فرماتے ہیں کہ وہ تو بولنے والی زبان چلی گئی، سب ختم ہوگیا، اب یہ دھڑ پورا جسم بول رہا ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ.

وہ خدا جو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ متکبرین، ظالموں کا حشر وہاں کیسے ہوگا؟ کہ وہ سر کے بل چلیں گے۔ صحابۂ کرام بھولے بھالے، پوچھا کہ یارسول اللہ! پیر کے بل تو انسان چل سکتا ہے تو سر کے بل، سر نیچے، پیر اوپر کیسے چلیں گے؟

فرمایا کہ جو اللہ پیروں سے چلاتا ہے وہ سر سے انہیں چلائے گا، وہ گیند کی طرح سے رول ہوتا ہوگا یا گیند اچھلتی ہے اس طرح اچھلے گا، ان ظالموں کو ذلیل کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ میدانِ محشر میں اس طرح ان کو چلائیں گے۔ اسی طرح وہی اللہ جو اس زبان کو گویائی دیتا ہے، تو اس نے، حبیب ابن زید رضی اللہ عنہ کا نیچے والا جسم اب بول رہا ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ.

ایک اِلَّا اللّٰہ سے نفی کا اثبات

اسی لئے میں سرمد کا قصہ سنایا کرتا ہوں کہ یہ مولوی کسی کے پڑ جائیں تو خدا کی پناہ۔ ہمارے مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ جملہ کہ خدا کی پناہ۔ اس طرح یہ سرمد کے پیچھے پڑ گئے کہ یہ صرف اتنا ہی کہتا ہے لَا اِلٰہ، لَا اِلٰہ، لَا اِلٰہ، لَا اِلٰہ، لَا اِلٰہ، بیچارا نہ کسی کو

دعوت دیتا ہے، نہ کسی کو تسبیح بتا تا ہے، کہتے ہیں کہ یہ ملحد ہے اس کو قتل کرو۔

اس سے پوچھا گیا کہ پورا کلمہ پڑھو لَا اِلٰـه اِلَّا اللّٰهُ تو لَا اِلٰـه، لَا اِلٰه، لَا اِلٰه، ان کو تو کھجلی اٹھتی تھی اپنے فتوے پر عمل کی، بادشاہ سے کہا کہ بھائی یہ تو ابھی بھی نہیں پڑھتا۔ مغل دور تھا، مغل کے زمانہ میں مغل دور میں یہ واقعہ ہوا ہے، تو ان کو آخری دفعہ کہا کہ آخری دفعہ ہم تجھے مہلت دیتے ہیں کہ کلمہ پڑھ لے اور تو اس قتل کی سزا سے بچ سکتا ہے۔ پھر بھی اس نے کہا لَا اِلٰـه، لَا اِلٰـه، لَا اِلٰه.

اب حکم ہو گیا کہ قتل کر دو، کہتے ہیں کہ جیسے ہی تلوار ماری اور سر الگ ہو کر دور جا کر گرا، تو اس نے کہا اِلَّا اللّٰـه، ساری عمر کی لَا اِلٰـه، کی نفی ایک اِلَّا اللّٰـه سے اثبات ہو گیا۔ ان تمام نفیوں کا اثبات ایک اِلَّا اللّٰه کے ذریعہ ہو گیا۔

حضرت زید بن عاصم رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ جسم اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه، سر الگ ہونے کے بعد بھی اس کی تسبیح جاری ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ایمان ہمیں بھی ایسا عطا فرمائے، ہمارے متزلزل ہر وقت کمزور ہل جانے والے ایمانوں کو مضبوطی عطا فرمائے۔ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائے ہوئے تھے۔

اکثم صیفی رضی اللہ تعالی عنہ

جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی نہیں پائی دور دراز علاقہ میں رہتے تھے، ان میں اکثم صیفی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام، اس کی تفاصیل سنیں، تو اپنے یہاں سے آدمی بھیجے، کہ تم جا کر ذرا تحقیق کرو کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

جو لوگ یہاں تحقیق کے لئے آئے، تو انہوں نے واپس جا کر انہیں بتایا کہ ہم نے پوچھا کہ اکثم صیفی نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ کس چیز کا حکم دیتے ہیں، تو ان کے اس سوال پر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو آیت ہمارے یہاں خطبہ میں پڑھی جاتی ہے وہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، کہ کس چیز کا حکم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ وَالْبُغْیِ. یہ کلمات جب جا کر انہوں نے دہرائے اور پہنچائے، تو اتنا سنتے ہی اکثم نے اپنے سارے قبیلہ سے کہا، ان کی عمر تھی کوئی دوسو برس، انہوں نے اپنے سارے قبیلہ کو اکٹھا کیا، کوئی دوسو سے زیادہ آدمی تھے، ان سے کہا کہ چلو! ہم سب جا کر مسلمان ہو جاتے ہیں، کیوں کہ یہ تو بڑی اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔

اتنا یہ کلمات سنتے ہی چلے۔ ابھی مدینہ منورہ سے چار دن کی مسافت کی دوری پر ہیں کہ ان کے ساتھ جو وفد میں شامل تھے، اس میں ان کا ایک بڑا بیٹا بھی تھا، تو اس کو اپنے ابا کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ پہلے تو کوشش کی ہوگی ورغلانے کی، شک ڈالنے کی اور اپنے فیصلہ پر نظرِ ثانی کی، دیکھا کہ یہ دوسو سال کی عمر ہو چکی ہے اور کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں، اپنے فیصلہ پر اڑے ہوئے ہیں، تو جب مدینہ منورہ چار دن کی مسافت پر رہ گیا، تو اس نے عجیب حرکت کی۔

رات کے وقت سب سوئے ہوئے ہیں اور اس نے یہ کیا کہ سب سوئے ہوئے تھے، اس وقت اس نے ایک ایک کر کے تمام سواریوں کے پیٹ چیر ڈالے اور جتنے مشکیزے پانی سے بھرے ہوئے تھے، ان میں چھید کر کے سارا پانی بہا دیا۔

صبح کی روشنی ہوئی، اٹھتے ہیں، دیکھتے ہیں تو تمام سواریاں مری پڑی ہوئی ہیں، پینے کے لئے پانی کا قطرہ نہیں ہے، دوسو آدمیوں کا قافلہ۔ آپ اندازہ لگائیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے ہیں، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہٴ کرام نے جا کر انہیں پیغام پہنچایا ہے اور انہوں نے تحقیق کروائی اور تحقیق کے مطابق انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم جا کر اب مسلمان ہو جاتے ہیں اور راستہ میں اتنی بڑی قیامت۔

یہی ان کو حق سے ہٹانے کے لئے جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے، ان کے لئے تو بہت

بڑا واقعہ تھا، مگر اکثم صیفی نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ یہ جو کچھ بھی ہمارے ساتھ اس ظالم نے کیا ہے، مگر میرا فیصلہ اب بھی یہی ہے کہ ہم سفر کرتے ہیں، سفر کرتے رہو، ہم خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جا کر مسلمان ہوتے ہیں۔

لکھا ہے کہ راستہ میں سواری نہ ہونے کی وجہ سے، مشقت والا سفر ہونے کی وجہ سے، پانی نہ ہونے کی وجہ سے، ان مصائب کی وجہ سے کتنے لوگ اللہ کو پیارے ہو گئے، ان میں سے یہ اکثم صیفی بھی ہیں۔ جس طرح حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم رضی اللہ عنہ نے وہاں اذان دی تھی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه، تو وہ اپنا ان کا جب آخری وقت ہوا، اکثم صیفی کا، تو وہ سب کو اکٹھا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا اب یہ آخری سانس میں محسوس کر رہا ہوں، اور میری وصیت ہے کہ تم جب جاؤ تو میرا پیغام پہنچا دینا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه.

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ پیغام پہنچایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اور جو ان کے ساتھی فوت ہو چکے ان سب کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور یہ جیسا میں نے شروع میں عرض کیا کہ یہ حضرات تو ابھی اسلام قبول کرنے کے لئے آ رہے تھے۔ انہوں نے اسلام کی تفاصیل کسی طرح کی کچھ سنی نہیں تھیں، صرف مجرد بہت مجمل پیغام ان تک پہنچا تھا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح انہیں کوئی زیارت ہوئی تھی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو شیطانی وساوس سے دور رکھ کر ان کا سفر جاری رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ پہنچے اور وہ اسلام لے آئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں، یہ جو ہمیں بھی اذان سے دولت ملی، یہ جو مسلمان گھر میں پیدا ہوئے، ہمارے کان میں اذان دی گئی، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس دولت کی حفاظت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے وابستگی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور یہ جس طرح صحابۂ کرام، حبیب ابن زید ابن عاصم رضی اللہ عنہ ہر ظلم برداشت کر گئے، ایک ایک

عضو کٹتا رہا اور یہی تسبیح ،اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه، کیوں؟ کہ انہوں نے دیکھا تھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو، تو ان کے لئے ہر مصیبت آسان ہوگئی۔

مبارک الیمامہ

اسی لئے ایک صحابی تھے حضرت معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع کے بعد مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کہاں ہے، تو مجھے بتایا گیا کہ فلاں گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں اس گھر میں پہنچا تو کہتے ہیں جیسے ہی میں دروازے پر پہنچا کہ اوہو! دور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی، اتنے سارے مجمع میں، میں دیکھتا ہوں کہ چاند چمک رہا ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں خدمتِ عالی میں، اسی مکان میں میں موجود تھا، اتنے میں ایک بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس طرح بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحنیک کے لئے، لعابِ مبارک کے لئے لایا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعا کے لئے لایا جاتا، تو ایک بچہ کو لایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ سے پوچھتے ہیں کہ هَلْ تَعْرِفُنِي؟ اب نو زائدہ چند دن کا بچہ، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں هَلْ تَعْرِفُنِي؟ وہ بچہ کہتا ہے، جواب دیتا ہے نَعَم اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰه. صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اس بچہ کا نام پڑ گیا مبارک الیمامہ، کہ الیمامہ سے وہ بچہ لایا گیا تھا، اس کے والدین وہاں سے لے کر آئے تھے، وہاں کے تھے، الیمامہ کے، تو ساری عمر کے لئے، بڑا بابرکت بچہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس بچہ کی زبان سے جاری ہوا، جو حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو مہد میں اور گہوارہ میں کلمہ حق کی گویائی عطا

فرمائی گئی تھی۔تو یہ چیزیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین دیکھتے تھے اوران کا ایمان قوی سے قوی تر ہوتا چلا جاتا تھا۔

حضرت قُد سلمی رضی اللہ عنہ

یہ تو انہوں نے حجۃ الوداع کا قصہ لکھا ہے، حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، فتحِ مکہ کا سنئے، مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اطراف سے جماعت در جماعت قبائل آتے اور اسلام لاتے ،مگر مکہ والوں نے اور سارے اطراف سے آئے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام رفقاء نے بھی اور اطراف سے جتنے لوگ وہاں جمع تھے، سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا وفد آیا۔

نوسو حضرات کا ایک وفد آیا، تو کچھ لوگ تو آپس میں اس طرح کی باتیں شک شبہ کی کرنے لگے کہ یہ نوسو آدمی اکٹھے یہاں پہنچ گئے، شاید اس لئے پہنچے ہوں گے کہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمانے کے بعد غزوۂ حنین کا مال وہاں جعرانہ میں تقسیم فرمایا ہے کہ بڑے بڑے سرداروں کو سوسو اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرمارہے ہیں، کئی ہزار جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائے، غلام باندیاں تقسیم فرمائیں، تو یہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ شاید یہ قصے دور دور تک پہنچے ہوں گے، یہ سن کر کہ وہاں ہم جائیں گے تو مال بہت ملے گا، تو شاید مالِ غنیمت کی لالچ میں یہ لوگ یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔

مختلف باتیں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور وہ جو نوسو آدمی تھے، ان کو ملاحظہ فرمارہے ہیں، بغور دیکھ رہے ہیں، ایک ایک کے چہرہ کو تاڑ کر دور دور تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیارے کلمات ارشاد فرمائے، فرمایا کہ میں **مَـا اَرٰی صَـادِقَ الْاِیْـمَـانِ، طَـلِیْقَ اللِّسَانِ حَسَنَ الْوَجْهِ وَ الْجِنَان،** کہ میں ایک لڑکے کو، نوجوان بچہ کو نہیں دیکھ رہا ہوں سارے مجمع میں، اس کی مجھے تلاش ہے، جس کا ایمان بڑا پکا اور سچا،

صادق الایمان، دو جہان کے سردار اس کے ایمان کی تصدیق فرما رہے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ بہت بولنے والا، بڑی پیاری اس کی زبان اور اس کی باتیں بڑی پیاری اور فرمایا کہ وہ بڑا خوبصورت بچہ۔ جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ تُرِید قُدَد؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے قدد سُلَّمِیْ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، وہ میرے پاس کچھ عرصہ پہلے میری خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا، وہ ایک نوجوان بچہ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اس لئے میں ہمیشہ جو ہمارے نوجوان فارغ ہوتے ہیں، ان سے میں کہا کرتا ہوں کہ ماشاء اللہ آپ تو سب بیس سال سے اوپر کے ہوں گے، دورہ کی کتابیں پڑھ کر اب فارغ ہو رہے ہو، اور آپ کی یہ عمر۔ آپ سے کم عمر میں تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، تیرہ سال کی عمر میں جس طرح میں بیٹھا ہوں اس طرح بیٹھ کر ارشاد فرماتے ہیں مکہ میں، کہ جو مسئلہ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو، چیلنج، تیرہ سال کی عمر۔ اسی پر ان کو ان کے اساتذہ نے سولہ سال کی عمر میں تو باقاعدہ اصرار سے بٹھا دیا فتوی دینے کے لئے کہ آپ فتوی دیں۔ تو کتنی محنت کی ہوگی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے، رات کو پڑھ کر سو گئے وظیفہ اور صبح سارا دل میں اتر گیا، ایسا تو نہیں، محنت کی ہوگی انہوں نے بھی۔

اسی طرح یہ نوجوان بالکل وہ ایک لڑکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، خود فرما رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ کچھ عرصہ پہلے وہ میرے پاس آیا تھا قُدد اور اس نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں یہاں سے جاؤں گا اور میرے قبیلہ کے ایک ہزار افراد کو لے کر اس سال آؤں گا، ایک ہزار افراد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تعداد پوچھی ان لوگوں سے کہ اس نے تو مجھ سے ایک ہزار کہا تھا اور آپ لوگ کتنے ہو؟ بتایا کہ ہم نو سو ہیں مگر اس نے پیچھے اپنے ہمارے علاقہ میں کام کرنے کے لئے سو کو چھوڑا ہے اور ان پر فلاں کو امیر بنایا ہے، اور ہم جو آئے ہیں نو سو، ان میں تین سو پر

ان کوامیر بنایا، تین سو پر یہ کسی دوسرے کو بنایا اور تین سو پر کسی تیسرے کو بنایا، کتنا منظّم کام اس عمر میں، چھوٹی عمر میں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہتے ہیں اس طرح کا کام وہ انجام دے رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی کرے کہ ہم بھی کوئی ایسا ایک کام کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخ رو ہوسکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہم کرسکیں، اس کے لئے کوئی ایک عمل بھی ہمارے پاس تو ایسا ہے نہیں، سارا اعمال نامہ ہمارا سیئات سے، گناہوں سے پُر۔

ہم گنہگاروں کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت آسان ایک نسخہ بتادیا، بہت آسان، آسان نسخہ تو کر سکتے ہو نہیں؟ بہت آسان۔ حدیثِ پاک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو اپنے بستر سے اٹھے تو بستر سے اٹھنے کے ساتھ کہے **رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا، وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَّبِیًّا،** کہئے **رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا، وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَّبِیًّا.**

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب صبح آنکھ کھلے، تو آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی یہ کلمہ زبان پر کہ اللہ کو یاد کرو اور مجھے یاد کرو۔ ہم کبھی یاد کرتے ہیں؟ دن کے دن گزر جاتے درود شریف زبان پر ہوتا ہے اور جو ٹیپ ہماری وساوس کی ہے وہ اسی طرح چالو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی درود شریف میں آتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کا کوئی تصور نہیں تو **رَضِیْتُ** کے معنی کہ اے خدا! ساری دنیا سے میں ناراض، ساری دنیا کو میں لات مارتا ہوں، بس میری choice تو تو ہے اور تیرا رسول، **رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا، وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَّبِیًّا.** آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو صبح اٹھتے ہی یہ کلمات کہے گا، تو کل قیامت میں میں اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا جنت میں داخل کروں گا، کتنا آسان کام اور کتنا بڑا انعام، اندازہ لگائیں۔

یہ ہم جو بار بار کہتے ہیں مراقبہ کے لئے، تو جو اس کا عادی ہو جائے گا اور اس کے معنی اور مطلب کو سوچ کر پڑھے گا کہ اے خدا! میری choice تو صرف تو، یہ بیوی اولاد، دوست، شوہر

بھائی، بہن مال، منال، جائداد، میری choice تو صرف ان سب کو چھوڑ کر تیری ذات اور تیرا رسول ۔ دیکھئے کر کے دیکھیں، اور اس کا مراقبہ شروع کریں، پھر دیکھئے کہ اللہ عز وجل کیسے نوازتے ہیں، کیسے نوازتے ہیں جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ کو نوازا گیا۔

عبدالعزیز ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ

ایک بہت بڑے محدث ہیں عبدالعزیز ابن الماجشون، عبدالعزیز ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی، انتقال ہوگیا، ان کو نہلانے لگے، نہلاتے ہوئے جس طرح ڈاکٹر یہاں سے پلس (pulse) دیکھتے ہیں آپ کے، مختلف جگہوں پر یہ رگ ہے جو پھڑکتی ہے، یہاں کان کے پاس بھی، کوئی پچاسوں جگہ ہیں، یہ آپ کی ٹخنے کی ہڈی ہے، اس کے نیچے وہاں بھی زور سے پھڑکتی ہے، تو نہلانے والے نے محسوس کیا کہ ارے، اس میں تو حرکت ہے۔ انہوں نے پھر اس کے بعد رگ کو اور ٹٹولا تو سب نے فیصلہ کیا کہ یہ تو ابھی زندہ ہیں، صرف سانس نہیں ہے اور یہ حرکت جاری ہے تو ان کو واپس لے آئے۔

کئی دفعہ کوشش کی، ایک دن گزرا، دو دن گزرے، تین دن گزرے، لوگوں نے پھر تو فیصلہ کر لیا کہ اب انتظار کرتے ہیں جب تک یہ حرکت بند نہ ہو، وہاں تک ہم ان کو میت کا غسل نہیں دیں گے۔ تین دن ہوئے اور آنکھ کھلی اور خود ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے مجھے ستو ڈال کر پانی پلاؤ۔ ستو والا پانی دیا گیا، وہ پیا۔ لوگوں نے اپنی کہانی سنائی کہ آپ کو تو ہم نے مردہ سمجھ لیا تھا، ہم نے آپ کو لٹایا، اس طرح دیکھا، تو پھر انہوں نے اپنی کہانی سنائی۔

فرمایا کہ سچ مچ میرا انتقال ہوگیا تھا، میرا سچ مچ انتقال ہوگیا تھا، ملک الموت مجھے لے گئے، میری روح نکالی میرے جسم سے اور لے گئے، پہلے آسمان کے دروازہ پر پہنچی، وہ ٹھوکا گیا، بجایا گیا، وہ کھلا، دوسرا، تیسرا، ساتویں آسمان کے دروازہ پر جب میری روح لے کر ملک الموت پہنچے ہیں، تو پوچھا گیا کہ کون؟ کس کو لائے؟

جب میرا نام لیا گیا تو وہاں ساتویں آسمان والوں نے کہا کہ نہیں، ابھی ان کا تو وقت نہیں آیا، ان کی عمر کے تو اتنے سال باقی ہیں، اتنے مہینے اور اتنے دن باقی ہیں، ان کو واپس لے جاؤ۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو میں سنانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے واپس وہ فرشتہ چھٹے آسمان، پانچواں، چوتھا، تیسرا، دوسرا، پہلا، پھر فضا، زمین اور آسمان کے مابین کی فضا میں جب پہنچے تو میں نے وہاں ایک مجلس دیکھی۔

میں وہاں سے دیکھ رہا ہوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں صدیقِ اکبر، بائیں حضرت عمر فاروق اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے بالکل متصل ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے دو کو تو پہچانا، تیسرے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے بالکل متصل لگے بیٹھے تھے، میں نے ان کے متعلق خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ! یہ اتنے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھے ہیں یہ کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمر ابن عبد العزیز ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے دائیں ذرا سے فاصلہ پر ابو بکر ہیں، بائیں عمر ذرا سے فاصلہ پر تشریف رکھتے ہیں، مگر یہ بالکل close آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر ابن عبد العزیز، اتنا قرب ان کو کیوں ملا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے، ابو بکر اور عمر نے جو عدل و انصاف کیا اور اپنا نظام چلایا، وہ صحابہ اور نیک لوگوں میں چلایا اور ان میں وہ کر سکتے تھے، اس کا ان میں تحمل تھا اور، اِنہوں نے، ایسے وقت میں عمر ابن عبد العزیز نے نظامِ عدل قائم کیا جب ظلم عام ہو گیا تھا، اس

لئے یہ میرے اور زیادہ نزدیک۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو، حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو بالکل قریب رکھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قرب عطا فرمائے۔

اب حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی کیا قربانی ہوگی؟ کس طرح انہوں نے یہ نظام چلایا کہ جس سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش کہ اتنا قرب ان کو عطا فرمارہے ہیں، ساری زندگی تو بیان نہیں کی جاسکتی میں ان کی آخری اس دنیا سے رخصت کا حال آپ کو بتادوں۔

صرف چالیس برس کی عمر پائی، ابھی بالکل جوان تھے، نہایت خوبصورت، اور زبردست ایک نظام چل رہا تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور کی یاد منا رہے تھے کہ یہ تو اس جیسا دور ہمیں مل گیا۔ یہ جتنی ابھی حدیثِ پاک، بخاری شریف کی حدیث جو پڑھی گئی، یہ سارا ذخیرہ جو مرتب کیا گیا، یہ ان کے حکم سے، انہوں نے اپنے امراء کو اور گورنروں کو لکھا تھا کہ احادیث کے تحفظ کا خیال کرو اور اس کو جمع کرو، بہت سے کارنامے ان کے۔ چالیس سال کی عمر میں صرف ڈھائی برس کا ان کو حکومت کا موقع ملا اور اس میں ان کے اتنے سارے کارنامے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے خلاف سازشیں تیار کی گئیں اور وہ لوگ کامیاب ہوگئے۔ کیسے کامیاب ہوگئے؟ کہ آپ کا بالکل آخری وقت محسوس ہورہا تھا، کہ اب جارہے ہیں اس دنیا سے، طبیب کو لایا گیا۔ اس نے جیسے ہی آپ کو دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ اوہو! ھَـذا مَسْمُوْم، ان کو تو زہر دیا گیا ہے!

جب حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سر ہلایا اثبات میں، تو طبیب پوچھتا ہے کہ آپ کو کیسے معلوم کہ آپ اس کی تصدیق فرمارہے ہیں؟ فرمایا کہ جیسے ہی میں نے حلق سے نیچے اتارا تھا، اسی وقت سے مجھے یقین ہوگیا تھا کہ یہ زہر مجھے پلایا گیا۔ طبیب نے کہا کہ جلدی سے اس کے علاج کی ضرورت ہے، تو کان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر مجھے پتہ چلے کہ یہ میری کان کی لو کے پاس یہاں دوا ہے اور صرف مجھے یہاں سرکانی ہے دو انگل کا فاصلہ، فرماتے ہیں کہ میں

اس دوا کو بھی استعمال نہیں کروں گا۔

بلکہ انہوں نے دعا شروع کر دی اے خدا! اب تو مجھے تیرا اور تیرے رسول کا قرب چاہئے، بس میں بیزار ہوں اب اس جہان سے۔ لوگوں نے کہا، اصرار کیا، تیار نہیں ہوئے، تو پھر لوگوں نے پوچھا کہ اچھا مَنْ تُوْصِیْ بِاَھْلِکَ؟ کہ آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں گیارہ چھوٹے چھوٹے، چھوٹی چھوٹی اولاد تھیں۔ جو سب سے بڑا تھا نوجوان، اس کی ایک عمر بیان کی گئی باقی سب چھوٹے چھوٹے۔ فرمایا کہ ان کے لئے کوئی وصی، کوئی ولی مقرر فرما دیں، یہ سوال سنتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ **ذَکِّرُوْنِیْ اِنْ نَسِیْتُ** فرمایا کہ آپ لوگوں کا اس وقت میں کام میرے ساتھ تذکیر، یاد دلاتے رہو، **لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ**، تلقین اور تذکیر آپ کا کام ہے اگر میں بھول جاؤں، آپ تو خود مجھے سوال کر کے مشغول کر رہے ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر انہوں نے سوال دہرایا، **مَنْ تُوْصِیْ بِاَھْلِکَ**؟ تو آپ نے آیت تلاوت فرمائی **اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ** وہ خدا جو نیک لوگوں کا ولی ہے وہ میرے بچوں کا ولی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ وہ جس نے مجھے زہر دیا تھا مجھے تو معلوم ہے اس فلاں غلام کو لاؤ۔ اس کو لایا گیا، پوچھا اس سے کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیوں زہر دیا؟ کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار دئے گئے تھے اور مجھے یہ لالچ دیا گیا تھا کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے گا، تو یہ غلامی سے نجات اور ایک ہزار دینار کی لالچ میں میں نے یہ حرکت کی۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ ذرا لے کر آؤ۔ تو تصدیق ہو جائے کہ واقعی سچی بات کہہ رہا ہے، ایک ہزار دینار لے کر آیا تو آپ نے وہ ہزار دینار لے کر بیت المال میں داخل کئے اور فرمایا کہ تو جلدی سے بھاگ جا یہاں سے! اپنے قاتل کو فرما رہے ہیں جلدی سے بھاگ جا، جہاں تو جا سکے بھاگ کر، جلدی سے بھاگ کر نکل جا! اور فرمایا کہ اچھا بھائی میں اپنے لئے دیرِ سمعان میں فلاں جگہ میں اپنی تدفین چاہتا ہوں اور جگہ متعین فرمائی۔

یہ دیرِ سمعان حمص کے قریب، جہاں سنیوں کو پچاس سال سے ذبح کیا جارہا ہے حمص، حما، حلب یہ سب سنیوں کے گڑھ ہیں۔ یہ اور ہزاروں مساجد سمیت ایک پورا علاقہ 70's میں ایک ہفتہ سے کم مدت میں، چار پانچ دن میں، اوپر سے بم پھینکے جاتے تھے، ٹینکیں چلتی تھیں اوران کے پیچھے بلڈوزر چلتے تھے اور بتایا گیا کہ دوسو سے زائد مساجد کا علاقہ کتنا بڑا ہوتا ہوگا؟ یہ اسی زمانہ میں سیونٹیز میں ہمیں بتایا گیا کہ اس وقت کا یہ جو مدینہ منورہ تم دیکھ رہے ہو، اتنی بڑی آبادی کو چار پانچ دن میں ہموار میدان بنادیا گیا تھا۔

وہاں پر سنیوں کو اُس وقت سے لے کر آج تک ان پر جو ظلم کیا جارہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی اِن شہداء کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا فرمائے اور اِس وقت جو وہاں کے باشندے ہیں حق تعالی شانہ انہیں مظلومیت سے نجات عطا فرمائے، ان کی مدد اور نصرت فرمائے، اس ظلم سے انہیں نجات دے۔

وہاں حمص کے قریب دیرِ سمعان میں جو جگہ آپ نے متعین فرمائی، تو پتہ چلا کہ وہ جگہ کسی ذمی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاکر اس سے خریدلو۔ وہ ذمی آکر عرض کرتا ہے کہ آپ تو ہمارے اتنے بڑے سلطانِ عادل، اتنے پیارے بادشاہ، یہ میری طرف سے آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے یہ جگہ، مجھے تو بڑی خوشی ہوگی کہ آپ کی قبر میری زمین پر بنے گی۔ فرمایا کہ نہیں، اوراس کی قیمت ادا فرمائی۔ اس زمانہ کے دو دینار اتنی قبر کی جگہ کی قیمت بتائی گئی اور وہ دینار آپ نے اپنے پاس سے ادا فرمائے اور وہاں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی تدفین

آپ کی تدفین میں لکھا ہے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خود بھی آپ کے جنازہ میں شریک تھا اور آپ کی تدفین کے بعد جب میں اپنے وطن واپس جارہا تھا، تو راستہ میں جب ہم لوگ سفر کرتے ہوئے قِنَّسرین پہنچے ہیں تو ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک،

اس کو جب پتہ چلا کہ ہم حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت کر کے واپس آ رہے ہیں، تو یہ سن کر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اللہ کے بندے تو تو مسلمان نہیں ہے، تجھے اتنا غم اور افسوس اس اللہ کے بندے کے انتقال کا؟ یہ کیسے؟ اس نے کہا کہ تمہیں کیا بتاؤں؟ وہ تو روئے زمین کے لئے برکت ہی برکت تھا اور وہ ایک نور تھا جس سے پوری دنیا میں روشنی پھیل رہی تھی۔

جیسے عبدالعزیز ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرب عطا فرمایا، ان کو اپنا پسندیدہ بنایا حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو، تو اس درجہ کے وہ پسندیدہ بنے کہ لکھا ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرا ایک بیٹا فوت ہو گیا تھا، جب سے وہ فوت ہو گیا تھا، اس کا میرے ساتھ معمول تھا۔ معمول کیا تھا کہ ہر جمعہ کی شب میں وہ میرے پاس، میرے خواب میں آتا اور وہاں کے، آخرت کے تمام احوال وہ مجھے سنایا کرتا تھا، میں پورا ہفتہ انتظار میں رہتا کہ کب وہ آئے۔

اس طرح کے کچھ واقعات حالات آپ بھی جاننا چاہیں، سونے سے پہلے، سو کر اٹھیں اس وقت تو پڑھیں گے رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَبِیًّا، مگر اس طرح کے حالات کے لئے مسنون دعائیں، مسنون سورتیں پڑھنے کے بعد آپ سورۃ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی، یہ دو سورتیں پڑھ کر سو جائیں، روز معمول بنا لیں۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا استقبال

یہ بزرگ فرماتے کہ میرے اس بیٹے کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کی شب میں آتا اور مجھے واقعات سناتا۔ میں ایک جمعہ کی شب میں سو کر اٹھا، تو بڑا افسوس ہوا کہ میرا بیٹا آج خواب میں مجھ سے

ملنے کے لئے نہیں آیا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا، پورا ہفتہ بڑی بے چینی میں گزرا۔ جب اگلے ہفتہ کا پھر جمعہ آیا تو جمعہ کی شب میں میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ سب سے پہلے میں نے شکوی کیا کہ بیٹے! تم گزشتہ جمعہ کو میرے پاس نہیں آئے۔ وہ کہنے لگا ابا! گزشتہ جمعہ کو میں اس لئے نہیں آیا کہ ہمیں حق تعالی شانہ کی طرف سے حکم تھا، تمام شہداء کو حکم تھا، روئے زمین پر اس زمانہ تک جتنے، جگہ جگہ جتنے شہداء دفن ہیں، ان تمام کو حکم تھا حق تعالی شانہ کی طرف سے کہ سب اکٹھے ہو کر حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا استقبال کریں۔

فرماتے ہیں کہ میں ان کے استقبال میں گزشتہ جمعہ کو گیا ہوا تھا، اور یہ شہداء میں بھی سب سے آگے آگے جنہوں نے استقبال کیا ہوگا، وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور دوسرے شہداء بھی ہوں گے، مگر سب سے پہلے ملنے والوں میں ان حضرات کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین حسن ابن علی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن ہوں گے۔

کیوں؟ کہ جیسے حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سکرات کے وقت، آخری وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب فرماتے ہیں کہ عائشہ! اس وقت میں میری رگِ جان کو کٹتا ہوا محسوس کر رہا ہوں، اس زہر کی وجہ سے جو خیبر کی یہودیہ زینب نے مجھے گوشت میں دیا تھا۔ وہ جو گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا تھا اور وہ poison سرایت کرتے کرتے اس کا جو پھوڑا بنا ہوگا، تکلیف بڑھتے بڑھتے اخیری وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکرات میں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسموم شہید بھی، جن کو زہر دے کر شہید کیا گیا، یہ شہادت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے اپنے دوست حارث ابن کلدہ حکیم کے

ساتھ، حکیم العرب، پورے عرب کے سب سے بڑے حکیم۔ کھاتے ہوئے اچانک ایک دم حکیم نے، آپ کے دوست نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ پھینک دو، مت کھاؤ، اُگل دو جو منہ میں ہے۔

انہوں نے اُگل دیا، پوچھا کہ کیا بات؟ فرمایا کہ پہلے بتاؤ کہ تم نے کچھ جو منہ میں لیا تھا اندر نگلا بھی ہے؟ کہا ہاں تھوڑا سا گیا۔ فرمایا کہ میں نے بھی منہ میں رکھا تھا اور میں نے بھی تھوڑا سا نگلا ہے، دیکھو آج کا دن یاد رکھو۔ آج کا دن، آج کی تاریخ یاد رکھو، آئندہ سال ہم نہیں پائیں گے، ایک سال کی عمر میری اور تمہاری رہ گئی ہے، آئندہ سال یہ دن آئے گا کہ آپ اور میں ہم دونوں فوت ہو چکے ہوں گے اس زہر کی وجہ سے۔ لکھا ہے کہ ایک دن پہلے وہ طبیب العرب کا انتقال ہوا اور اگلے دن حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ اور شہداء نے بھی استقبال کیا ہوگا سب نے، مگر یہ جو زہر کی وجہ سے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی ہوئی، تو وہ شہدائے سم اور آگے ہوں گے، سب سے آگے۔

حق تعالیٰ شانہ یہ سعادت ہمارے لئے بھی مقدر فرمائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہوں۔ یہ تو ذرا دور کی تمنا ہو جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم استقبال کے لئے تشریف لائیں، اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہاں یہ تصور اور کہاں، کچھ تصورات وہ دماغی خرابی کی وجہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔

اسی لئے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی اپنی طلب بیان کرتا کہ حضرت! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بڑی تمنا ہے، بہت کچھ پڑھا بھی، کوشش بھی کی، دعا بھی کی، مگر کام نہیں بنتا، حضرت فرماتے کہ بھائی ہمیں تو اس طلب کی بھی ہمت نہیں ہوئی، کس منہ سے ہم یہ طلب کریں؟ کس منہ سے یہ تمنا کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے قدم رنجہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔

یہ ادب سید الطائفہ رضی اللہ عنہ نے کہاں سے سیکھا، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے

کہاں سے سیکھا؟ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر

جب حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے، قبر کے لئے جگہ متعین فرمائی اور قبر کی تجویز ہوگئی کہ یہاں آپ کے لئے قبر بنائی جائے گی، تو سب مصر ہوگئے اور سب نے اصرار کیا کہ حضرت ایسا کیوں نہ کریں ہم۔ پوچھا کیا؟ کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ہم، فلاں جگہ۔ کسی نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں کہ ہم آپ کو لے چلتے ہیں تیز تیز، وہ تو بادشاہ تھے اور بادشاہ بھی کس پایہ کے، کہ سب سے بڑا پرشین ایمپائر کی تو خاک اڑ رہی تھی، نام ونشان ختم کر دیا تھا۔ یہ رومن ایمپائر ضرور تھا حضرت محمد بن معبد فرماتے ہیں کہ کسی کام سے میں قیصر کے پاس پہنچا، رومن ایمپائر کے بادشاہ کے پاس اور اس کے پاس گیا، تو جس طرح بادشاہ کو ہونا چاہیئے، توانا، تندرست، نشیط، میں نے دیکھا کہ اس کا حال کچھ دگرگوں خراب ہے۔

میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے، میں آپ کو کچھ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ پر کسی چیز کا اثر ہے۔ فرمانے لگے کہ ہاں، وہ ایک رجلِ صالح جس کا انتقال ہوگیا اس کا میرے دل پر بڑا صدمہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ کون رجلِ صالح؟ کہتے ہیں کہ اپنے ذہن میں سوچا کہ ہوگا کوئی جس کے یہ معتقد ہوں گے، مسیحی دین کے سربراہوں میں سے کوئی بڑا آدمی ہوگا، نیک آدمی ہوگا۔ کہنے لگے کہ نہیں، یہ عمر ابن عبدالعزیز، یہ میرے نزدیک سب سے بڑے، یہ روئے زمین کے اس وقت یہ انسان تھے ہر اعتبار سے۔

کیوں؟ کیوں تھے؟ اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ساری چیزیں، جاہ وجلال، حشمت، دولت، حکومت سب کچھ تھا اور اس کو لات مار کر فقر اختیار کیا اور فقر اپنے لئے تجویز کیا، ان کی زندگی پڑھنے کے قابل کیسے ان کی زندگی، انہوں نے زندگی گزاری۔ اپنے گیارہ بچوں کے لئے صرف جو انہوں نے چھوڑا تھا، بائیس دینار چھوڑے تھے انہوں نے کل، پورے خاندان

کے لئے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جب یہ مشورہ دیا گیا کہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ آپ کو تیز تیز لے چلتے ہیں اور ہم آپ کو مدینہ شریف پہنچاتے ہیں اور اگر بیچ راستہ میں انتقال ہو گیا تب بھی وہاں مدینہ شریف آپ کو لے جائیں گے اور وہاں لے جا کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہیں، تو وہاں تین قبریں بنی ہوئی ہیں اور چوتھی ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم جب وہاں ہوتے تھے، تو گزشتہ ہفتہ ہی میں نے کسی ساتھی کے پوچھنے پر بتایا کہ ہم جب حضرت کے ساتھ طواف کرتے تھے، تو حضرت کا معمول تھا دس بارہ روز طواف فرماتے تھے عشاء کے بعد wheelchair میں، wheelchair حضرت کی حجرِ اسود کے پاس پہنچ کر ہم روکتے تھے، حضرت کو دو طرف سے خادم اٹھاتے تھے اور پھر حضرت حجرِ اسود پر روتے ہوئے جھک کر بوسہ دیتے، حجرِ اسود کو چومتے اور پھر wheelchair میں حضرت کو ہم بٹھاتے تھے۔ ہر چکر میں کوئی چکر ایسا نہیں ہوتا تھا کہ جس میں تقبیل حجرِ اسود کی نہیں ہو سکے، ہمیشہ۔ صرف حج کے ایام مستثنیٰ ہوں گے ورنہ کیا رمضان المبارک کے ایام کے طواف ہمیشہ، ہر چکر میں بہت آسانی سے آپ حجرِ اسود کو بوسہ دے سکتے تھے۔ اس وقت سلام پڑھتے ہوئے بھی یہی حال ہوتا تھا کہ ہم جہاں چاہیں جتنی دیر کھڑے رہیں، آپ کسی بھی جگہ کھڑے رہیں، آپ کو کوئی روک ٹوک کرنے والا، یہ سلفیوں کا اتنا زور نہیں تھا، ان کی اس وقت اتنی نہیں چلتی تھی، وہ ستاتے نہیں تھے اتنے لوگوں کو تو وہاں سلام پڑھتے۔

اسی لئے میں نے کہیں سنایا بھی تھا، کہ اس زمانہ میں البانی نے جب دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں، کھڑے ہیں ستون کی طرح سے، رو رہے ہیں، رو رہے ہیں، تو وہاں آ کر اس نے بکواس شروع کی، لیکچر دینا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو بدعت ہے، سلام تو ہے، مگر آؤ سیدھے سلام کر کے چلے جاؤ، ٹھہرنے کی کیا ضرورت؟ اور یہ گھنٹوں ٹھہرتے ہیں، یہ تو بدعت ہے۔

حرم کے بابِ جبرئیل کی طرف کا جتنا علاقہ ہے، یہ سارا بخاریوں کا علاقہ تھا، تمام بخاری، بڑے بڑے تاجر، ان کی سونے کی دکانیں اکثر، کپڑے کی دکانیں ان کی ہوتی تھیں، یہ سارا علاقہ ان کا تھا۔ یہ بات فوراً پھیل گئی کہ یہ آدمی بکواس کرر ہا ہے وہاں، تو انہوں نے فوراً اسی وقت سب نے الگ الگ طور پر، اپنے طور پر ٹیلیگرام حکومت کو کیئے کہ اس شخص کو نکالو۔ چنانچہ البانی کو وہاں سے فوراً پولیس نے راتوں رات گرفتار کر کے اس کو سفر کرا دیا تھا۔ کوئی تیس چالیس برس تک واپس نہیں آسکا وہ، اخیر عمر میں جب سلفیوں کا زور شروع ہوا تب اس کو وہ لا سکے ہیں۔

خیر، وہاں ہم قریب پہنچ کر کے جب سلام پڑھتے تھے، تو ہم نے پچاسوں دفعہ ہمیشہ دیکھا کہ دائیں طرف کو دیوار کے کونہ پر جو غلاف ہوتا تھا، با قاعدہ جس طرح کعبہ شریف پر غلاف کالے رنگ کا ہے، تو وہاں دوسرے رنگ کا یہ غلاف تھا اور اس میں وہاں لکھا ہوا تھا کونہ پر هٰذَا مَوْضِعُ قَبَرِ سَيِّدِنَا عِيسٰى عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَام، کہ یہ چوتھی قبر کی جگہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ہے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ یہ جو چوتھی جگہ خالی ہے تو ہم آپ کو وہاں پہنچاتے ہیں اور وہاں آپ کو دفن کرتے ہیں۔ یہ جملہ آپ کو سنانا مقصود تھا کہ ہم تو بہت آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ بہت کچھ ہم نے پڑھا، بہت دعا کی، کوشش کی، زیارت نہیں ہوتی، اور حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ پتہ نہیں کیسے تمنا اور طلب کی جا سکتی ہے، ہماری تو کبھی ہمت نہیں ہوئی کہ ہم یہ طلب کریں آرزو کریں، اپنے آپ اس کا اہل سمجھیں کہ ہم آپ کی زیارت کر سکتے ہیں، تو یہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے انہوں نے سیکھا۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی سوائے دوزخ کی آگ کے، دوزخ کی آگ۔ خود فرماتے ہیں، اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ مجھ میں اس عذاب کے تحمل کی طاقت نہیں ہے، اس کے سوا اللہ مجھے جو بھی عذاب دے اس کے نتیجہ میں کہ میرے دل میں اس چیز کی، اس چیز کا خیال پیدا ہو کہ میں اس جگہ کا اہل ہوں، کہ جب میرے دل

میں یہ خیال آئے کہ میں اس جگہ دفن بھی ہوسکتا ہوں، تو اللہ عز وجل اپنے تمام عذاب مجھ پر چھوڑ دے سوائے آگ کے عذاب کے۔

اللہ تبارک وتعالی حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ادب ہمیں بھی عطا فرمائے، درود شریف پڑھ لیں، دعا کر لیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی کہنے والے سننے والے سب کو قبول فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ عالی کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے تمام اعضاء و جوارح کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے دل و دماغ، دماغ اور دل کے تصورات کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے آنکھوں کے گناہوں کو معاف فرما، شرمگاہ کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے پیٹ اور شہوت کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے ہاتھ اور پیر کے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے بڑے تمام گناہ بخش دے، یا اللہ! امت کو، امت کے تمام گناہ بخش دے، **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم،** یا اللہ! امت جس نرغہ میں گری ہوئی ہے اس سے نجات عطا فرما، یا اللہ! ان ظالموں کے مقدر میں اگر ہدایت ہو تو انہیں ہدایت نصیب فرما، اگر ہدایت مقدر نہیں ہے تو اللہ! تو اپنے تمام عذاب ان پر چھوڑ دے، یا اللہ! دنیا اور آخرت میں ان کو ذلیل اور خوار فرما، یا اللہ! امتِ مسلمہ نہایت مظلومیت کی حالت میں ہے، نہایت مغلوب الحال ہیں یا اللہ! اس مغلوبیت سے، مظلومیت سے نجات عطا فرما، یا اللہ! جو بھوکے ہیں انہیں کھانا دے، جو پیاسے ہیں انہیں پانی دے، یا اللہ! جو ننگے ہیں انہیں لباس عطا فرما، بے گھر ہیں انہیں گھر عطا فرما، جو وطن سے بے وطن ہیں انہیں وطن میں واپس آباد فرما۔ پہلے سے بہتر عافیت والی زندگی ان کو عطا فرما، یا اللہ! ہمارے ظاہری باطنی تمام امراض سے ہمیں شفاء نصیب فرما، یا اللہ!

ہمارے اکابرین جو جا چکے ہیں ہماری طرف سے انہیں بے حد جزائے خیر عطا فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں، ایسی زندگی ہمیں گزارنے کی توفیق عطا فرما، جب ہم اس جہان سے رخصت ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں اور تو ہم سے راضی ہو۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

٨

سلام على قبر النبى محمد



سلام على قبر النبی محمّد نبی الهدي والمصطفیٰ والمؤئد

نبی هدانا الله بعد ضلالة به، لم نكن لولاهداه لنهتدی

فكان رسول الله مفتاح رحمة من الله اهداها لكل موحد

وكان رسول الله افضل من مشیٰ على الارض، إلا أنه لم يخلد

شهدت علیٰ أن لا نبوة بعده وأن ليس حي بعده بمخلد

سرورِعالم، ہادیٔ رسل محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام۔

اس نبیؐ پر سلام جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگایا، اگر وہ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم رحمتِ الٰہی کی کلید تھے، وہ کلید جو ہر صاحبِ ایمان موحد کو عطا کی گئی ہے۔

روئے زمین پر آج تک جن لوگوں کے قدم پڑے ہیں ان میں رسول اللہ سب سے برگزیدہ اور افضل تھے، البتہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دنیا میں نہیں آئے تھے (یعنی حی و قیوم صرف اللہ کی ذات ہے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور یہ کہ کوئی ذی روح ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں ہے (یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اللہ نے اٹھالیا تو پھر کون ہے جس کو موت سے رستگاری ہو سکتی ہے)

(ابو العتاہیہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدۡءُ الۡوَحۡیِ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

وَ قَوۡلِ اللّٰہِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوۡحَیۡنَا اِلَیۡکَ کَمَا اَوۡحَیۡنَا اِلٰی نُوۡحٍ وَ النَّبِیِّیۡنَ مِنۡ بَعۡدِہٖ

حَدَّثَنَا الحُمَیۡدِیُّ قَالَ حَدَّثنَا سُفۡیَان قَال حَدَّثَنَا یَحۡیٰ بۡنُ سَعِیۡدِ الۡاَنۡصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بۡنُ اِبۡرَاھِیۡم التَّیۡمِیُّ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلۡقَمَۃَ بۡنَ وَقَّاص اللَّیۡثِی یَقُوۡلُ سَمِعۡتُ عُمَرَ بۡنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنۡھُمَا عَلَی الۡمِنبَرِ یَقُوۡلُ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیّاتِ وَاِنَّمَا لِامۡرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنۡ کَانَتۡ ھِجۡرَتُہٗ اِلَی دُنۡیَا یُصِیۡبُھَا أَوۡ اِلَی امۡرَأَۃٍ یَنۡکِحُھَا فَھِجۡرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیۡہِ

اس کی بسم اللہ تو کرادی تھی، اور یہی حدیث اُس وقت پڑھ دی تھی، اس لئے اب دوسری پڑھ دیتے ہیں اور ترجمہ کردیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ یُوۡسُف قَالَ اَخۡبَرَنا مَالِکُ عَن ھِشَامِ بۡنِ عُرۡوَۃَ عَنۡ اَبِیۡہِ عَنۡ عَائِشَۃَ اُمُّ الۡمُؤۡمِنِیۡن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡھَا اَنَّ الۡحَارِث بۡنِ ھِشَامٍ سَالَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ کَیۡفَ یَأتِیۡکَ الۡوَحۡیُ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَحْیَانًا یَأتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَۃَ الْجَرَسِ وَ ھُوَ اَشَدُّہٗ عَلَیَّ فَیُفْصِمُ عَنِّیْ وَ قَدْ وَعِیْتُ عَنْہُ مَا قَالَ،وَ اَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلاً فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ، قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَ لَقَدْ رَأَیْتُہٗ یَنْزِلُ عَلَیْہِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیُفْصِمُ عَنْہُ وَ اِنَّ جَبِیْنَہٗ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حارث ابن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اور عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! کیسے آپ پر وحی آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو میرے پاس گھنٹہ کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ میرے اوپر زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے علیحدہ ہوتی ہے، اس حال میں کہ میں یاد کر چکا ہوتا ہوں، اس کو جو فرشتہ نے کہا۔ اور کبھی فرشتہ میرے سامنے مرد کی صورت میں متمثل ہوتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، تو میں یاد رکھ لیتا ہوں اُس کو جو وہ کہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی سخت سردی والے دن میں، پھر آپ سے وحی ختم ہوتی تھی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبیں مبارک پسینہ بہا رہی ہوتی۔

کیفیتِ نزولِ وحی

اسی حدیث کی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ علیہ وسلم کیوں کہ اس حدیث میں کیفیت مذکور ہے۔ کہ کس کیفیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

جیسے ہی فرشتہ کی آمد دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہو جاتی، اسی وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہونا شروع ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کیف طاری ہو جاتا۔ اور اُس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماحول اور اطراف سے غائب ہو جاتے

تھے۔اور کیفیت، یہ کلامِ الٰہی کے بوجھ کی وجہ سے یا فرشتہ کیا لے کر آیا، اس میں کیا حکم ہوگا؟ اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجھ طاری ہوتا تھا، یا لذت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جس طرح کسی پر اشعار، نعتیہ اشعار، یا اچھا کلام سننے کے وجہ سے حال طاری ہوتا ہے، اُس طرح کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت شیخ قدِّس سرہ

حضرت شیخ قدّس سرہ کو دیکھا کہ جب اعتکاف میں پہلی حاضری پر، حضرت کی جب صحت بہت اچھی تھی، ۱۹۶۴ء میں، ایک طرف لاٹھی کے سہارے حضرت اس وقت خود چلتے تھے، تو اعتکاف میں، روزہ کی حالت میں حضرت نفلیں شروع فرماتے تھے مسجد کی صحن میں۔ اشراق کے بعد سے وہ نفلیں شروع ہوتیں اور زوال کے قریب ختم ہوتیں۔ نہ معلوم کتنے پارے حضرت اُس میں پڑھتے ہوں گے۔ روزانہ پینتیس، چالیس پارہ رمضان میں حضرت کا معمول تھا۔ اس وقت جو باہر صحن میں، دھوپ میں، سردی کا موسم تھا، تو وہاں دھوپ میں حضرت نماز پڑھتے۔ طویل قیام میں حضرت کو ہم نے دیکھا، کہ جس طرح شہد مکھی کے چھتہ پر مکھیاں ہوتی ہیں۔۔۔

اس لئے کہ اطراف میں سارے گنے کے کھیت اور گنے کی شگر (sugar) بنانے کی فیکٹری (factory) ہیں۔

نماز کے دوران حضرت کے چہرہ پر، پیشانی پر، کانوں پر، پیچھے گردن پر، حضرت کی گوری گوری سرخ چمڑی کہیں نظر نہیں آتی تھی، صرف مکھیاں ہی مکھیاں بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے مکھیاں ہمیں ستائیں، تو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ مگر حضرت کا نماز میں ایسا خشوع کہ گھنٹے گذر جاتے، حضرت قیام میں ہوتے اور حضرت کو اُس نماز میں اتنی لذت محسوس ہوتی ہوگی، اور کیف طاری ہوتا ہوگا کہ حضرت کو پتہ ہی نہیں کہ اس قدر مکھیاں بیٹھی ہیں کہ ہٹانے کے لئے ہاتھ ہلاتے۔

لیکن کبھی کبھی حضرت کا دایاں ہاتھ، کندھے سے لے کر پورا ہاتھ، بہت زور سے حرکت کرتا، دوسرا کوئی مشق کر کے بھی گھمانا چاہے تب بھی نہیں گھما سکتا۔ وہ ایک حضرت پر جو حال طاری ہوتا تھا، اس میں پورا ہاتھ گول گول حرکت کرتا تھا۔ کوئی ہلا کر دکھا بھی نہیں سکتا ادھر مونڈھے میں سے دائرہ میں حرکت کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کیفیت طاری ہوتی تھی۔ حضرت کے یہاں بکثرت لوگوں کو دیکھا کہ جب کبھی مجلس میں کوئی کلام پڑھا جاتا، تو بعضوں پر حال طاری ہوتا۔

ہمارے گاؤں نانی نرولی کی مولانا عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تعریف کی ہے، لوگ چاہے کتنا ہی برا کہیں، مگر وہ کہتے ہیں اور نہایت محبت بھرے لہجہ میں پڑھتے تھے

نَانِیْ نَرَوْلِیْ فِیْ کُلِّ حَالِ   بَیْتُ الْحَبِیْبِ ذَاتُ الجَمَالِ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کلامِ الٰہی کی لذت، حق تعالیٰ شانہ کی محبت، اُس دوست فرشتہ کی آمد۔ کہ جس کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین کی ابتدائی آمد کے بعد جب فصل طویل ہو جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں، کہ ابتداء میں یہ حال ہوتا کہ کسی پہاڑ کے اوپر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خودکشی کو سوچتے۔ جبرئیلِ امین سامنے آ کر عرض کرتے۔ خوشامد کرتے، دلجمعی کا سامان کرتے، یہ بہت سی چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیف اور لذت کی وحی میں جمع ہو گئی تھیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ حال طاری ہوتا تھا۔

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ کے ایک دوست صحابی حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے وحی نازل ہوتی ہے، یہ منظر دیکھا نہیں۔ جعرانہ کے سفر میں کسی نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ فوراً آپ

صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کے آثار شروع ہوئے۔

جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوجاتی۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایک طرف کو جھک جاتی۔اور جسم مبارک بالکل نرم ہوجاتا، loose ہوجاتا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اور صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور اور سر مبارک پر کپڑا چادر وغیرہ ڈال دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوست کو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت تم دیکھنا چاہتے تھے،تو دیکھو۔انہوں نے کپڑا اہٹا کر دکھایا۔وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایک طرف جھکی ہوئی تھی۔چہرۂ انور بالکل سرخ،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے پسینہ جاری تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جو کیفیت ہوتی تھی اور کس طریقہ سے وہ وحی نازل ہوتی تھی اس کے متعلق خود صحابی نے، جو حارث ابن ہشام،ابوجہل کے بھائی ہیں،انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سوال کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ کبھی اَحیَانًا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی تھی اُس کی کیفیت ہر مرتبہ ایک جیسی نہیں ہوتی تھی۔کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،کہ میرے پاس مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَس، جیسے گھنٹہ کو مسلسل بجایا جائے، اُس کی جیسی آواز ہوتی تھی،یہ آواز میرے اوپر زیادہ سخت ہوتی تھی۔

اب یہ کس چیز کی آواز ہوتی تھی؟اس میں اکثر شراح تو کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو فرشتہ حاضر ہوتا اور فرشتوں کے،جیسے مور اور مرغ کے پَر ہوتے ہیں،اس طرح جو پَر حضرت جبرئیل امین کے اللہ تعالیٰ نے بنائے چھ سو،تو ان پَروں کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز اور چلتے ہوئے اور جو اُڑ کر یہاں تک وہ پہنچتے ہیں زمین پر،تو اس کی وہ آواز ہوتی تھی۔

ہوٹ لائن کی آواز

مگر بعض علماء نے اس سے بھی اچھی بات کہی کہ ہوٹ لائن (hotline) کی آواز، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر براہِ راست فرشتہ کی وساطت کے بغیر کلامِ الٰہی کا نزول ہوتا تھا اور اس کی یہ کیفیت ہوتی تھی۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خود حق تعالیٰ شانہ کے کلام کو جب میں سنتا تھا، اور اس کی کیفیت ایسی ہوتی تھی مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَس تو یہ سب سے زیادہ میرے اوپر سخت ہوتی تھی۔

ورنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی مخلوق، جبرئیل اور دوسرے تمام فرشتے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے تمام ظاہری انسانوں کی قوت سے زیادہ قوت، اور روحانی قوت، تمام روحانیین میں اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور تمام مخلوقات کے مقابلہ میں سب زیادہ عطا کی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فرشتہ کی صرف پروں کی آواز۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر تو سب سے زیادہ قوی، ظاہری اعتبار سے بھی، کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کو حق تعالیٰ شانہ معتدل المزاج پیدا فرماتے ہیں۔ جب کبھی مزاج میں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے، کسی چیز کی کمی زیادتی، اخلاق کی کمی زیادتی، گرمی اور سردی کی کمی زیادتی، تو اس سے وہ اعضاء متأثر ہوتے ہیں، اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کو حق تعالیٰ شانہ اس سے محفوظ رکھتے ہیں۔

وہ تمام کے تمام معتدل المزاج ہیں۔ اُن میں کسی چیز کی زیادتی اور کمی نہیں ہوتی۔ اور امراض جو اُن کو لاحق ہوتے ہیں، وہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُن پر مسلط کئے جاتے ہیں، اُن کے درجات کی بلندی کے لئے، ورنہ جس طرح اور انسانوں میں اخلاط، صفراء، سوداء، بلغم، خون، ان

چیزوں کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے امراض پیدا ہوتے ہیں، وہ اُن کے یہاں نہیں ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے قوی القلب، تو ایک فرشتہ کے پَروں کی آواز سے کیسے ڈر جاتے؟ اس لئے یہ قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو سب سے پہلے بیان کیا، کہ براہِ راست حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو کلام الٰہی میرے اوپر نازل ہوتا تو وَ هُوَ اَشَدُّهُ عَلَیَّ، یہ میرے اوپر سب سے زیادہ سخت ہوتا، بھاری ہوتا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی کو کتابیں لکھ کر دی گئیں، لکھی ہوئیں جس طرح کہ توریت وغیرہ اور کتابیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح قرآنِ پاک کا بہت سا حصہ، وحی کا بہت سارا حصہ، براہِ راست حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نازل کیا گیا، کسی واسطے کے بغیر۔

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو کلیم بنایا اور اُن کو کلیم ہونے کا شرف عطا کیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نعمت بار بار عطا کی گئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اس طرح کلامِ الٰہی کے سننے کا تحمل آپ میں ہونا۔

دیدارِ باری تعالیٰ کا تحمل

اسی طرح حق تعالیٰ شانہ کے دیدار کا تحمل، یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ ورنہ خود قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حق تعالیٰ شانہ سے درخواست کی، کہ میں چاہتا ہوں کہ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ، کہ آپ مجھے دکھایئے کہ میں آپ کی طرف نظر کرسکوں۔ تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ملا، لَنْ تَرَانِیْ، کہ آپ ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔

ان کی اس درخواست کے اوپر حق تعالیٰ شانہ کے انوارات کی تجلی کی صرف ایک جھلک، کو وِ

طور کے اوپر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کی گئی، اس تجلی ،نور کی تجلی کے دیکھنے کی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تاب نہ لا سکے، **فَخَرَّ مُوسیٰ صَعِقًا**۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ،حق تعالیٰ شانہ کا معراج میں بار بار دیدار ہوا۔

بعضوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ زیارت چھ مرتبہ ہوئی، بعضوں نے کہا سات مرتبہ ہوئی، بعضوں نے کہا آٹھ مرتبہ ہوئی۔ الگ الگ مجالس کے طور، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے آتے۔ موسیٰ علیہ السلام نماز کی کمی کے لئے پھر واپس بھیجتے۔ تو متعدد بار حق تعالی شانہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

دوسرے فرمایا گیا کہ **اَحْیَـانـاً** کبھی کبھی فرشتہ میرے سامنے انسان بن کر متمثل ہوتا۔ جب انسان بنتا تو وہ پَر چھ سو کہاں چلے جاتے؟

بعضے یہ کہتے ہیں کہ اُن کا ازالہ ہو جاتا، وہ ختم ہو جاتے، اور وہ مکمل انسان بن جاتا فرشتہ۔

بعضے کہتے ہیں کہ نہیں، وہ پَر آپس میں مل جاتے، لیکن دیکھنے میں نظر نہیں آسکتے تھے اور وہ پورے انسان معلوم ہوتے تھے، جبرئیل امین، یا اور فرشتے بھی وحی لے کر شروع میں آئے، حضرتِ اسرافیل، حضرتِ میکائیل۔ بعضوں نے تین سال تک ان کی آمد کو بیان کیا ہے۔ ان کی آمد، انسانی شکل میں ہوتی، اور اصلی شکل میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو دو مرتبہ دیکھا۔

یَتَـمَثَّـلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلًا ، انسان بن کر وہ متمثل ہوتے، اور حضرت دحیۃ کلبی رضی اللہ تعالی عنہ، صحابہ کرام میں خوبصورت اور حسین وجمیل تھے، ان کی شکل میں اکثر جبرئیل امین آتے، اور کبھی کبھی، کسی اعرابی، دیہاتی انسان کی شکل میں بھی جبرئیل امین کی آمد ثابت ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **وَ یُکَلِّمُنِیْ** مجھ سے وہ کلام فرماتے۔

جس طرح ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں، اس طرح عام انسانوں کی طرح کلام ہوتا، اس وقت جبرئیل امین کو انسانی شکل میں دیکھ پاتے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان کے

جانے کے بعد بعض مرتبہ پوچھتے کہ ابھی کون آیا تھا؟ اور پھر شرح فرماتے کہ یہ دحیہ کلبی یا کوئی دیہاتی نہیں تھے، بلکہ جبرئیل امین اُن کی شکل میں آئے تھے۔

جو اوپر والی براہِ راست وحی نازل ہوتی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، تو اس کی کیفیت اور ہوتی۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وَ هُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ ، یہ کلام بڑا بھاری ہوتا، یا تو براہِ راست حق تعالیٰ شانہ سے ہم کلام ہونے کی لذت کے وجہ سے، یا حق تعالیٰ شانہ سے ڈر اور خوف اور خشیت کی وجہ سے اسکی شدت محسوس فرماتے۔

سرسید احمد خان

جیسا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصہ معروف ہے، نقشبندی سلسلہ کے بہت اونچے بزرگوں میں سے گذرے ہیں۔ حضرت کے کشف و کرامات بہت مشہور ہیں۔

کہتے ہیں کہ ادھر ایک مرتبہ سرسید احمد خان، جو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی ہیں، اُن کا جب انتقال ہوا، تو اُن کے بارے میں اُس زمانہ میں، اور اُس کے بعد بھی، کافی علماء میں تنفرٌ تھا، کہ انہوں نے انگریزی کی طرف اور انگریزی تعلیم کی طرف مسلمانوں کو لگایا۔

حضرت تشریف فرما تھے، اچانک حضرت نے فرمایا کہ او ہو! ابھی ابھی، سرسید احمد خان کا انتقال ہوگیا، اور مسلمانوں کی دنیا کی فکر کرنے کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اُن کی مغفرت فرمادی۔ جو دین کا فکر کرتے ہوں گے، تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اُن کا کیا مرتبہ ہوگا؟

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادابادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجرِ مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے آپ کو کشف بہت ہوتا تھا۔ قرآنِ پاک کے بہت سے مشکل الفاظ کے معانی علماء پوچھتے، تو اُن کے معانی جو آپ نے بتائے تو وہ کہیں چھپے ہوئے بھی

ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سے حدیث کی اجازت لینے کے لئے ایک غیر مقلد عالم حاضر ہوئے، جن کے متعلق اُن کی جماعت میں، غیر مقلدوں میں مشہور تھا کہ یہ بخاری شریف کے حافظ ہیں۔ اُن کو پتہ چلا کہ حضرت کے پاس حدیث کی بھی سند ہے، جو بہت عالی اور اونچی سند ہے۔ حضرت کہیں حجازِ مقدس تشریف لے گئے تھے، وہاں کسی سے ملاقات ہوئی تھی، اور حضرت کی عمر بھی بہت طویل ہوئی۔ اس لئے وہ جو حضرت کی حدیث کی سند ہے وہ کم واسطوں والی، بہت عالی ہے۔ حضرت سے اجازت لینے کے لئے وہ غیر مقلد عالم پہنچے، بخاری شریف کے وہ حافظ۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا بھائی، حدیث کی اجازت چاہئے، تو بخاری کی پہلی حدیث پڑھ دو۔

حضرت شیخ قدسؔ سرہ کے یہاں بھی یہی معمول تھا، کہ بہت سے علماء اجازت کے لئے آتے، کہ حضرت ہمیں حدیث کی اجازت چاہئے، تو حضرت فرماتے اچھا بھائی، کوئی کتاب اُن کو دے دو، اس میں سے ایک آدھ حدیث پڑھ دے۔

اب وہ حدیث سے پہلے سند آتی تو سند کے اعراب میں اُن کا امتحان ہوجاتا۔ جو علماء صحیح عبارت نہیں پڑھ پاتے، تو حضرت یہ الفاظ نہیں فرماتے تھے کہ میری طرف سے آپ کو حدیث روایت کرنے کی اجازت ہے، میں آپ کو حدیث کی اجازت دیتا ہوں، یہ کلمات نہیں ہوتے تھے۔ جب وہ فارغ ہوتے، حضرت فرماتے اچھا بھائی دعا کرلو۔ دعا ہوجاتی بس۔ اجازت نہیں ہوتی، وہ سمجھے کہ اجازت مل گئی۔ مگر جن کی استعداد اچھی ہوتی، اور عبارت پڑھ سکتے ہوتے، اُن کو پھر صاف الفاظ میں حضرت اجازت بھی دیتے اور اگر وہ سند لکھی ہوئی پیش کرتے، حضرت دستخط بھی اس پر فرمادیتے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ثقل کی ایک جھلک

غیر مقلد عالم کو حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، کہ حدیث پڑھ دو۔ اب

بخاری کے وہ حافظ، پڑھ نہیں سکتے، کانپنا شروع کیا، ایک حال طاری ہوگیا، سارا جسم کانپ رہا ہے، اور اُن کے بہت بڑے علاّ مہ۔

بعد میں کسی نے حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟ واقعی یہ بخاری کے حافظ بھی ہیں اور ایک حدیث نہیں پڑھ سکے حضرت کے سامنے۔ حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل میں ہم نے تو کچھ نہیں کیا، صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کلام کے وزن اور ثقل کی ایک جھلک ہم نے اِن کو دکھا دی تھی۔

ہم تو قرآن بھی الحمد شریف سے لے کر والناس تک پڑھ جاتے ہیں، نہ کوئی اثر ہوتا ہے، نہ کوئی تغیر ہوتا ہے، یہی حال ہمارا حدیث کا بھی ہے۔ ورنہ یہی احادیث اور یہی قرآن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نازل ہوتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ دولتیں نصیب فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ انسانی شکل میں متمثّل ہوکر آتا اور مجھ سے کلام کرتا، تو میں یاد رکھ لیتا جو وہ کہتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ شدید سردی والے دن میں بھی میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہورہی ہے اور وحی جب ختم ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ مبارک سے پسینہ جاری ہوتا۔

حَدَّثَنَا يَحْيٰ ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤمِنِيْنَ رَضِى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِىءَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِن الْوَحْيِ الرُّؤيَا الصَّالِحة فِيْ النَّوْمِ، فَكَانَ لايَرىٰ الرُّؤيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبحِ. ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلاءُ، وَ كَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهَ وَ هُوَ تَعَبّدُ اللَيَالِىْ ذَوَاتِ الْعَدَدِ، قَبْلَ اَنْ يَنْزِعَ اِلىٰ اَهْلِهِ وَ يَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلىٰ خَدِيْجَةَ رَضِىِ اللّٰهُ تَعالىٰ عَنْهَا فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَ هُوَ فِىْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اِقْرَءْ. فَقُلْتُ: مَا اَنَا

بِـقَـارِیءٍ. فَـقَـالَ فَاخَذَنِیْ فَغطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیْ الْجَهْدُ، ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ: اِقْرَءْ. فَـقُـلْـتُ: مَـا اَنَا بِقَارِیءٍ فَاَخَذَنِیْ فَغطَّنِیْ الثَّانِیَةَ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیْ الْجَهْدُ، ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَـقَـالَ: اِقْـرَءْ. فَـقُـلْـتُ: مَا اَنَا بِقَارِیءٍ . قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغطَّنِیْ الثَّالِثَةَ، ثُـمَّ اَرْسَلَنِیْ فَـقَـالَ: (اِقْـرَءْ بِـاسْـمِ رَبِّکَ الَّـذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَق. اِقْرَءْ وَ رَبُّکَ الْاَکْـرَمُ) فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلٰی خَـدِیْـجَةَ بِـنْـتِ خُـوَیْـلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ. فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَـقَـالَ لِخَدِیْجَةَ وَ اَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ. فَقَالَتْ خَدِیْجَةُ: کَلَّا وَ الـلّٰـهِ مـاَ یُـخْزِیْکَ اللّٰهُ اَبَدًا، اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَ تَحْمِلُ الْکَلَّ، وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتُقْرِی الضَّیْفَ. وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقّ. فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِیْجَةُ حَتّٰی اَتَـتْ بِـهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰی ابْنَ عَمِّ خَدِیْجَةَ وَکَانَ امْرَءً تَنَصَّرَ فِیْ الْـجَـاهِـلِیَّةِ، وَکَانَ یَکْتُبُ کِتَابَ الْعِبْرَانِیَّ، فَیَکْتُبُ مِنْ الْاِنْجِیْلِ بِالْعِبْرَانِیَّةِ مَا شَـاءَ الـلّٰـهُ اَنْ یَکْتُبَ، وَ کَانَ شَیْخًا کَبِیْرًا قَدْ عَمِیَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِیْجَةُ: یَا ابْنَ عَمِّ اِسْـمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِیْکَ. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: یَا ابْنَ اَخِیْ مَاذَا تَرٰی؟ فَاَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـی الـلّٰـهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰی. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَـلـیٰ مُوْسٰی، یَالَیْتَنِیْ فِیْهَا جَذَعًا، یَالَیْتَنِیْ اَکُوْنُ حَیًّااِذْ یُخْرِجُکَ قَوْمُکَ. فَقَالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَـلّـی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِـمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ اِلَّاعُوْدِیَ، وَ اِنْ یُدْرِکْنِیْ یَوْمُکَ اَنْصُرْکَ نَصْرًا مُؤَزَّراً.ثُمَّ لَمْ یَـنْشَـبْ وَرَقَةُ اَنْ تُـوُفِّـیَ وَ فَتَـرَ الْوَحْیُ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْـدِ الـرَّحْـمٰـنِ اَنَّ جَـابِـرَ بْـنِ عَبْـدِ الـلّٰـهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ، وَ هُوَ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْـوَحْـیِ، فَـقَـالَ فِیْ حَدِیْثِهِ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَـصَـرِیْ فَـاِذَا الْـمَـلَکُ الَّذِیْ جَاءَ نِیْ بِحِرَاءِ جَالِسٌ عَلٰی کُرْسِیٍ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ

الْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی(يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّر، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ، وَ ثِيَابَکَ فَطَهِّرْ، وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ) فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَ تَتَابَعَ. تَابَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَ اَبُوْ صَالِحٍ، وَتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَوَّادٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ، وَ قَالَ يُوْنُسُ وَ مَعْمَرٌ (بَوَادِرُهُ).

ابتدائی وحی

یہ ابتدائے وحی کے بعد ابتدائی وحی کا ذکر ہے۔ کہ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی یہ پہلے بیان کر دیا، اور پہلی وحی کیا آئی اس کا اس حدیثِ میں ذکر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ تمام علوم، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منتقل ہوئے ہماری طرف۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے انہیں بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ اَنَّهَا قَالَتْ وہ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے وحی کی ابتداء میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں اچھے اچھے خواب آتے تھے، اور اس کی مدت چھ ماہ۔ اسی لئے تیئیس سال کا چھیالیسواں حصہ، یہ چھ ماہ بنتے ہیں۔ اس لئے اچھے خواب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا۔ کیوں کہ کل مدتِ وحی تیئیس سال اور اس کا چھیالیواں حصہ چھ مہینے اور اُن چھ مہینوں میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے اچھے خواب آتے رہے۔ اور وہ خواب کیسے؟ کہ جو خواب آتے، تو بالکل اُسی طرح وہ خواب پورے ہوتے۔

غارِ حراء میں خلوت

اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خلوت محبوب ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں خلوت میں رہنے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی نیت سے، اُس میں مُجَاوِرًا بِحِرَاء آتا ہے، اور مجاور کے معنیٰ آتا ہے معتکف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی نیت سے غارِ حراء میں رہتے۔ اور کئی کئی

دنوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا پانی وہاں لے جاتے تھے۔اور پھراس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ ختم ہو جاتا، جب کوئی ضروت پیش آتی ،تو پھر مکہ مکرمہ گھر تشریف لاتے ،اور پھر اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِحراء میں تشریف لے جاتے۔

اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف رہتے ،تَحَنُّث کا ترجمہ بتایا عبادت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں عبادت میں مصروف رہتے ،اور کئی کئی راتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں اعتکاف کی حالت میں گذارتے۔اور اس کے دوران، اعتکاف کے دوران اپنے گھر والوں کے پاس حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

اوراس کے لئے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے لئے گھر سے توشہ لے جاتے ، پھر واپس خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لوٹ کر آتے ،اور اُتنی راتوں کے لئے پھر توشہ لے کر جاتے۔

یہ اعتکاف کا سلسلہ رہا، یہاں تک کہ حق آیا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِحراء میں تھے۔تو اس غارِحراء میں فرشتہ حاضر ہوا، جبرئیل امین اور عرض کیا کہ اِقْرَءْ. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں،مَا اَنَا بِقَارِیءٍ ، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کو دہرایا، کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ۔اور اُس کے متعلق بعض شراح کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ، یہ انکار کے لئے تھا، دوسرے صرف نفیِ محض تھی، کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی مرتبہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ کے جواب کے بعد جبرئیلِ امین نے زور سے بھینچا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے مشقت محسوس ہوئی۔ پھر چھوڑ دیا، پھر کہا کہ اقرء، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ،دوسری مرتبہ میں پکڑ کر بھینچا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے تکلیف محسوس ہوئی، اتنا زور سے بھینچا، پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا، کہ اِقْرَءْ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ ،تو فرشتہ نے پھر پکڑ کر بھینچا اور چھوڑ دیا،اور فرشتہ نے وہ کلام پہنچایا (اِقْرَءْ بِاسْمِ

رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَق. اِقْرَءْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ) تو یہ پہلی ابتدائی وحی ہے۔ جو پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ اقرء کی یہ ابتدائی آیتیں اُتریں۔

رمضانِ مبارک کی خصوصیت

شراح کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیسویں رمضان میں یہ اِقْرَءْ بِاسْم کی آیتیں اُتری ہیں۔ جس سے اشارہ تھا کہ یہ چوبیسویں کو اُتر رہی ہیں، تو رہ گئے تیئیس، تو یہ تیئیس دن جس طرح گذرے ہیں، اس طرح آئندہ تیئیس سال تک آپ کے ساتھ یہی سلسلہ رہے گا۔

اور رمضانِ مبارک کی خصوصیت رہی ہے۔ پچھلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی رمضان مبارک ہی میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کتابیں اُتریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو صحیفے نازل ہوئے وہ رمضانِ مبارک کی پہلی رات میں۔ اور توریت چھ رمضان المبارک کو، اور انجیل تیرہ رمضان المبارک کو اُتری ہے۔

نبیِ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم

اب اس جگہ فرشتہ نے کہا کہ (اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ،) آپ پڑھئے، تو اِقْرَءْ یا تو قرأت اس کی کی جاتی ہے، جو یاد ہو، یا سامنے تحریر ہو۔

بعض روایات میں اس کی شرح میں ایک حدیث ذکر کی ہے، کہ جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشم پر لکھی ہوئی ایک تحریر لے کر آئے۔ اور عرض کیا کہ اِقْرَءْ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ، اُس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کے بعد جو تحریر تھی، لکھی ہوئی، اُس کو جبریل امین نے ایک دفعہ پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اسی طرح پڑھ دیا۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کتابت کو پڑھنا جانتے نہیں تھے، لکھی ہوئی تحریر کو۔ اس لئے یہ روایت چاہے اپنی جگہ درست بھی ہو، کہ وہ تحریر لکھی ہوئی فرشتہ ریشم کے ٹکڑے پر لے کر آیا تھا،

پھر بھی اس کو دیکھ کر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہیں تھا۔ اس لئے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو قرآنِ پاک میں **النبیِ الاُمی** اس کے خلاف ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ اس قدر تحریر کو پڑھ سکتے ہوتے، تو صلح حدیبیہ کے موقع پر جو معاہدہ کفار کی طرف سے لکھا گیا تھا، تو اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ سوال نہ کرتے۔ کہ میرا نام کہاں ہے؟ مجھے دکھاؤ، میں اسے مٹاؤں۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دکھایا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مٹایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سب سے پہلی وحی **اِقْـرَءْ بِسْمِ** اور اس میں بار بار **اِقْـرَءْ** کی تکرار ہے۔ اقرء پڑھئے۔

آگے **عَـلَّمَ** تعلیم کا ذکر، **بِـالْقَلَمِ** قلم کا، جو آلہ ہے اس کا ذکر۔ اس سے تعلیم کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ کہ تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرآنِ پاک میں بھی حق تعالیٰ شانہٗ ذکر فرماتے ہیں تو **مِـن لَّـدُنَّـا عِـلْمًا**، **وَ عَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَكُمْ**. تو اور نعمتیں جہاں ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بیان فرماتے ہیں، تو اس میں خاص طور پر اس کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے اُن کو اپنی طرف سے علم عطا کیا، تو علم بہت بڑی دولت ہے۔

اگرچہ عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے، اس لئے پچھلے سال میں ایک حدیث بھی بھیجی تھی کہ جب یہ عورتیں **حـدثـنـا حدثنا اخبرنا** کہنا شروع کریں، تو کہتے ہیں کہ یہ علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ یہ مردوں ہی کا کام ہے، وہ حدیث ٹیکسٹ (text) کی تھی اور ساتھ یہ بھی کہا تھا، کہ یہ فلاں کتاب میں سے ہے اور اس کی تحقیق کی جانی چاہئے کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے۔

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت اُتری، تو اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو لے کر مکہ مکرمہ گھر پہنچے۔ اور **يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ**، قلبِ اطہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اس پر حال طاری ہونے کا اثر دیر تک رہتا، اور خاص طور پر پہلی دفعہ یہ حال طاری ہوا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم جب گھر پہنچے تو اس وقت بھی حال یہ تھا کہ یَرْجُفُ فُؤادُہ۔ کہ آپ کا قلبِ اطہر حرکت کر رہا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِی۔ چادر اوڑھا دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف دور ہو گیا۔ پھر حضرت خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصہ کی تفصیل بتائی اور ساتھ یہ بھی اپنی طرف سے کہ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلیٰ نَفْسِیْ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تسلی دی، کہ نہیں ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی بھی آپ کو ہرگز رسوا نہیں کریں گے، کیوں کہ آپ میں تو بڑی اچھی اچھی صفات ہیں۔ کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور جس کے پاس سواری نہیں ہوتی اور چلنے سے عاجز انسان کو اپنی طرف سے آپ سواری دیتے ہیں، یا عاجز انسان کا بوجھ آپ اُٹھاتے ہیں، یا عاجز انسان کا بوجھ آپ اپنی طرف سے لاد دیتے ہیں، اور جو خود معدوم یا مُعدِم ہے جس کے پاس مال نہیں، اُس کو آپ کما کر دیتے ہیں۔ مہمان کی میزبانی فرماتے ہیں، اور حق کی طرف سے اُترنے والی مصیبتوں پر آپ امداد فرماتے ہیں۔

ورقہ ابن نوفل

پھر بھی مزید تسلی کے لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ورقہ ابن نوفل چچازاد بھائی کے یہاں پہنچیں۔

یہ ورقہ ابن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی تھے، اور اُن سے تو حضرت خدیجۃ رضی اللہ عنہا کو بھی بڑا تعلق تھا، اور اُن کے والد سے بھی بڑا تعلق تھا۔ اس لئے کہ اُن کے والد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولی تھے، اور اُن کے انتقال کے بعد عصبات میں آخری چچازاد بھائی ہوتا ہے، تو ورقہ ابن نوفل کے پاس اس لئے لے کر گئیں۔

اور یہ ورقہ ابن نوفل کے والد تھے جنہوں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

نکاح کے موقعہ پر خطبہ پڑھا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح پڑھایا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر کی چچا جان سے، ابو طالب چچا تھے، ولی تھے، ابّا کی جگہ، کہ میرا ارادہ ہے کہ میں پیغام بھیجوں کہ میں نکاح کروں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے۔ انہوں نے کہا کہ اچھی بات ہے، آپ جا کر اپنا مدَّعیٰ خود بیان کر دیں تو بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، روایت میں ہے کہ ابو طالب نے اپنی باندی کو پیچھے پیچھے بھیجا، کہ جاؤ کیا جواب ملتا ہے۔ باندی پیچھے پیچھے گئی، اور واپس آ کر اس نے بڑے تعجب سے کہا کہ میں نے تو بڑا عجیب منظر دیکھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن یتیمی میں گذارا، کوئی دولت، جائیداد پاس نہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سارے مکہ میں سب سے مالدار عورت، اور بہت اونچے گھرانے والی۔ کوئی اور پیغام لے کر جاتا اور رد ہو جاتا، تو اس خیال سے ابو طالب نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور ساتھ جب باندی کو پیچھے پیچھے بھیجا، تو باندی نے آ کر تعجب سے کہا کہ میں نے تو بہت عجیب منظر دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی طرف سے جا کر پیغام دیا، نکاح کا، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُٹھ کر جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور پھر اپنے چچا ورقہ ابن نوفل کے والد کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورقہ ابن نوفل کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچیں۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے اور وہ جاہلیت میں نصرانی بن چکے تھے، چونکہ اس وقت مذہب یہی تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر

یہ کاربند تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ایک قول کے مطابق بلافصل نبی ہیں۔ اگر چہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور نبی آئے یا نہیں؟

وہ انطاکیہ والوں کا جو قصہ ہے سورۃ یٰس کے دوسرے رکوع میں، تو اس کے متعلق بعضوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران وہ حضرات بھی، جن کا اس میں، یٰس کے دوسرے رکوع میں ذکر ہے، اُن کو بھی نبوت عطا کی گئی۔ مگر راجح قول یہ ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلو ۃ والسلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

اس لئے ورقہ ابن نوفل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے پیروکار تھے۔ اور وہ عِبرانی رسم الخط لکھتے تھے، تو انجیل سے عِبرانی میں لکھتے تھے، جو اللہ تعالیٰ چاہتے کہ وہ لکھیں۔ اور ورقہ ابن نوفل بوڑھے آدمی تھے، نابینا ہو چکے تھے۔

اُن سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جا کر کہا کہ اے میرے چچا زاد بھائی، آپ اپنے بھتیجے کی طرف سے سنئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

ورقہ نے پوچھا کہ اے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا، غار حرا میں، اس کی خبر دی۔

ورقہ ابن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ ناموس ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر، جن کو اُتارا۔ ناموس اُس پیغام رساں کو کہا جاتا ہے جو بھید کی بات پہنچائے، راز کی بات۔ ورقہ ابن نوفل کہنے لگے کہ کاش کہ میں قوی ہوتا، کاش کہ میں زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا مجھے وہ نکالے گی؟ ورقہ کہنے لگے کہ ہاں! کوئی شخص بھی، اُس جیسے کلام کو لے کر نہیں آئے، جس کو آپ لے کر آئے، مگر اُن کے ساتھ عداوت کی گئی،

تو اس طرح آپ کے ساتھ بھی عداوت کی جائے گی۔ اور اگر میں آپ کا دن، جب آپ نبی بنا کر مبعوث کئے جائیں گے، اور تبلیغ اور رسالت کا آپ کو حکم دیا جائے گا، میں اگر اس کو پاؤں اور وہ دن مجھ کو پالے، تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ اس کے بعد پھر ورقہ زیادہ نہیں ٹھہرے کہ انتقال کر گئے، اور وحی بھی ادھر موقوف ہوگئی۔

فترت وحی

تقریباً یہ فترت وحی تین سال کے قریب بتائی جاتی ہے، اور اسی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوتی، وحی کے وقت جو لذت آئی تھی، جبرئیل امین سے جو دوستی ہوئی تھی، تو اُن کی غیبت ستاتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر ارادہ کرتے کہ وہاں سے اپنے آپ کو گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیں۔ تو جبرئیل امین وہاں نمودار ہوتے اور اس سے منع کرتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فترۃِ وحی کے متعلق بیان کرتے ہوئے اپنی حدیث میں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چل رہا تھا، کہ آسمان سے میں نے ایک آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی دور کرنے کے لئے جبرئیل امین ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے نگاہ اُٹھائی تو اچانک وہی فرشتہ جو میرے پاس غارِ حراء میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی کے اوپر بیٹھا ہوا ہے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو اصلی شکل میں دیکھا۔ فَرُعِبْتُ مِنْهُ، میں اُس سے مرعوب ہوگیا اور میں لوٹ گیا۔

جبرئیلِ امین اصلی شکل میں

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی کی طرح سے بے خبری کی کیفیت طاری ہوتی، تو اس موقعہ پر ہوتی۔ کہ جس میں اصلی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سو پَر کے ساتھ جبرئیل امین کو

دیکھا۔ مگر صرف ایک اجنبی شکل جو کبھی دیکھی نہ ہو اس کو دیکھ کر جس طرح انسان ذرا متعجب سا ہوتا ہے، مرعوب سا ہوتا ہے اس طرح مرعوبیت ذرا دیر کے لئے طاری ہوئی، اور وہ بھی ختم ہوگئی۔

میں ایک عجیب سی شکل چھ سو پَر والی دیکھ کر مرعوب ہوا اور میں لوٹ گیا۔ اور میں نے جا کر کہا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِی، اور اللہ تعالیٰ نے پھر وہ آیتیں نازل کیں، یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرْ. اور اس کے بعد پھر فَحَمِیَ الْوَحِیُ، لگاتار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اور فَحَمِیَ الْوَحی، وحی گرم ہوگئی، جس طرح کہ فَحَمِیَ الْوَطِیْس یہ بولا جاتا ہے، جب جنگ بہت زیادہ تیز ہو جائے۔ تو یہ آپ کی دوسری حدیث بھی ہوگئی۔

ابھی آپ نے سنا کہ حضرتِ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلد عالم کو احساس دلانے کے لئے، کہ یہ خیال دل میں نہ رہے کہ میں بخاری شریف کا حافظ ہوں۔

اس طرف خیال اُن کا جائے کہ او ہو! الفاظ تو میں نے یاد کر لئے سارے، مگر جو اصل اُن الفاظ میں روحانیت بھری ہوئی ہے اُس سے تو میں بالکل محروم ہوں۔ اس کا احساس دلانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کے وزن کی صرف ایک جھلک اُنہیں دکھائی۔

اس لئے یہ صرف الفاظ نہ پڑھیں، ورنہ الفاظ کے پڑھنے والے تو مسلم، غیر مسلم، یہودی، عیسائی بہت سارے بڑے بڑے پروفیسر ہوتے ہیں، اور بڑی تحقیقات انہوں نے ہماری کتابوں پر کی ہیں، اور اس کے باوجود ان کو کچھ حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا استحضار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احادیث کے پڑھتے وقت ان الفاظ کے اندر جو روحانیت ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس کا طریقہ ایک ہی، وہ یہ کہ جب احادیث پڑھی جا رہی ہوں، تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا استحضار۔ کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، دل دماغ پورے طور پر متوجہ ہو جانے

چاہئے۔ کہ ابھی میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے، آپ کی آواز میں ہم اس حدیث کو سن رہے ہیں۔

تھوڑا سا اہتمام اگر اس کا ہوگا، تو ساری کائنات بدل جائے گی، ہمارے دل دماغ کی۔ اور ہماری زندگی کی، دنیا بھی اور عقبی بھی۔ نہ لمبے لمبے وظائف، تہجد، عبادت، ذکر اذکار کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

علماء کے لئے تو بہت آسان، صرف کلامِ الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ مبارک کی قدر منزلت، اس کا ادب اور اُس کا مرتبہ، وہ کیا ہے، اس کو پڑھتے وقت اگر ملحوظ رکھیں تو حق تعالیٰ شانہ بہت اونچے درجات سے نوازتے ہیں۔ اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ایک کلمہ سنتے تھے، اور اُس سے اُن کی کایا پلٹ جاتی تھی۔ تو یہی حال ہمارا ہو سکتا ہے، بشرطیکہ ہمارا ذہن اُس وقت اس طرف ہو۔ کہ میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات نکل رہے ہیں اور اس کو میں سن رہی ہوں۔ پھر دیکھئے کہ کتنا تغیر آتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء ہمیں نصیب فرمائے۔ ایسے حرکات اور ایسے افعال سے ہماری حفاظت فرمائے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہوں، یا جس سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی کا سبب بنیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس حدیث پاک کے علوم کے سلسلہ کو جامعہ میں تا قیامت باقی رکھے۔ ہر طرح کے فتنوں سے جامعہ کی، جامعہ والیوں کی، جامعہ والوں کی حفاظت فرمائے۔ اور اس میں ترقی عطا فرمائے۔ اور یہاں سے پڑھنے والیوں کو حق تعالیٰ شانہ ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ جہاں وہ جائیں، وہاں حق تعالیٰ شانہ اُن سے دین کی خدمت لے۔

اب درود شریف پڑھ لیں اور دعا کریں ہاتھ اُٹھا کر۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ**

شَفِیْعِنَاوَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّم .صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ

کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کا نتیجہ

دعا کے بعد پھر اس کا میں تکملہ بتا دوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ مبارک کا احترام، توقیر، عزت وتکریم، اس کا کیا نتیجہ اور کیا اثر پڑتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ مبارک سے غفلت اور اس کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کا کیا نتیجہ۔

دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے تمام ملوک اور سلاطین کے نام گرامی نامے بھیجے۔ ایک کسریٰ کے نام بھی بھیجا، جو ایران کا بادشاہ تھا۔ ایران کے معنی اُس زمانہ میں تھے، کہ دنیا کی بہت بڑی سلطنت۔ جس نے رومیوں کے بہت بڑے علاقہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اتنا بڑا ایمپائر(empire)۔

جب اس کے پاس گرامی نامہ پہنچا، اور جیسا کہ تم نے روایت میں پڑھا کہ اُس نے اس کو پھاڑ کر پھینک دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مستقل آرڈر (order) بھیجا۔ یمن بھی اس کے قبضہ میں تھا، کہاں ایران اور کہاں حجاز کے پاس یہ یمن۔ اور وہاں اُن کا گورنر تھا، باذان۔ اُس کو اپنے عامل اور گورنر کو آرڈر (order) بھیجا کہ یہ شخص جنہوں نے ہمیں یہ خط لکھا ہے، تو اُن کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجو۔ تو اس نے بہت بڑے دو پہلوانوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔

وہ دو ایرانی جب آئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، صحابہ کرام کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، موٹے، تازے، لمبے قد۔ پیچھے یہ سلسلہ بھی ان کا رہا ہوگا کہ کوئی ضرورت پیش آئے تو فوج بُلا سکتے ہیں۔

جب یہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک نظر دیکھتے ہی، اُن پر رعب کی وجہ سے کپکپی

طاری ہوگئی، لرزنا شروع ہوگئے، بیٹھ نہیں سکتے تھے، کانپ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظر اُن کی طرف دیکھ کر نگاہ اُن سے پھیر لی، اور چونکہ اُن کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں، داڑھی منڈھی ہوئی تھی، تو ارشاد فرمایا کہ تمہیں داڑھی مونڈھوانے کا اور مونچھ بڑھانے کا حکم کس نے دیا؟ کہنے لگے ہمارے رب نے، یعنی بادشاہ نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھ کٹاؤں۔ اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے بتائے بغیر سمجھ گئے کہ کس ارادے سے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جا کر باذان کو تمہارے عامل اور گورنر کو بتادو کہ وہ تمہارا بادشاہ قتل ہوگیا۔ اُن کو بڑا تعجب ہوا۔

جب وہاں باذان کے پاس پہنچے تو پہلے اطلاع آچکی تھی کہ کسریٰ قتل کر دیا گیا۔ تو باذان اپنے تمام اہلِ حکومت اور عوام سمیت اسی وقت اسلام میں داخل ہوگیا۔

اسی لئے یمن والوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْاِیْمَانُ یَمَانِیَّۃٌ، پورا اُس کا سلسلہ وہاں اوپر سے چلتا ہے۔ یہ بات، صحابہ کرام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔

اور اُدھر گرامی نامہ کے ساتھ اس بدتمیزی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح اس نے میرے خط کو پھاڑا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کر دے۔ اس وقت سے لے کر آج تک کہیں ایرانیوں کی، پارسیوں کی، غیر مسلموں کی حکومت کا وجود نہیں رہا۔ حالانکہ ہندوستان کی حکومت چلانے والے یہ پارسی ہے، مگر اپنی اُن کی حکومت کا وجود دنیا میں کہیں نہیں۔ اور قیامت تک نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات تھے۔

دوسری طرف جب رومیوں کو خط بھیجا ہرقل کے پاس، تو اس نے گرامی نامہ کے ساتھ عزت اور تکریم اور تعظیم کا معاملہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے متعلق فرما دیا، کہ قیامت تک اُن کی حکومتیں رہیں گی۔ تو بظاہر دعا کے طور پر نہیں، پیشینگوئی کے طور پر، مگر اُس کی وجہ یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے بڑے نے، آپ کے گرامی نامہ کے ساتھ عزت کا معاملہ کیا۔

جب بڑی بڑی قوموں کا فیصلہ ایک گرامی نامہ، اور ایک حدیث کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وابستہ کردیا۔ اُدھر وہ سارا ایمپائر (empire) ختم، اور ان کا ایمپائر (empire) قیامت تک کے لئے رہے گا، چلتا رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن میں یہ صفات ہیں کہ ان میں حلم ہے، مظلموں کی مدد ہے، اور ان صفات کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ اُن کی حکومت کو باقی رکھیں گے۔ تو ایک حدیث کے ساتھ تکریم کے برتاؤ کی وجہ سے انہوں نے اپنی ساری قیامت تک کے لئے قوم کو بچالیا۔

اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث مبارکہ کے ساتھ پڑھتے وقت محبت کا اور تکریم کا معاملہ کریں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نہ معلوم کہاں سے لے کر کہاں تک پہنچائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

۹

علی رسول الله منی السلام



على رسول الله منى السلام

ما كان اِلّا رحمة للانام

أحيا به الله قلوبا كما

أحيا موات الارض صوب الغمام

أكرم به للخلق من مبلغ هاد

و للناس به من إمام

و أصبح الحق به قائما

و أصبح الباطل دحض المقام

كان رسول الله يدعوا إلیٰ

مدرجة الحق و دار السلام

(ابو العتاهیہ)

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ. اللہ تبارک وتعالیٰ ان طالبات کواوران کی معلمات کو،سب کوقبول فرمائے،نسلوں میں،ہم سب کی نسلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت،آپ کے لئے جاں فشانی اورآپ کےعلوم اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کےعلوم ہماری نسلوں میں قیامت تک کے لئے باقی رکھے۔

بارگاہِ نبوی سے انتخاب

وہاں گذشتہ ہفتہ حضرت حافظ پٹیل صاحب دامت برکاتہم کے دارالعلوم میں میں نے عرض کیا تھا کہ جتنے حضرات سے کام لیا گیا،صرف بارگاہ نبوی سے انتخاب ہی کی بناء پران سے کام ہوسکتے ہیں اوروہ کرسکیں،اس کے بغیرکوئی دوسراراستہ نہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ آپ نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کےحالات میں سنا کہ آپ کی بینائی جاچکی تھی۔حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تشریف لاتے ہیں والدہ صاحبہ کےخواب میں،بشارت دیتے ہیں،بینائی واپس مل جاتی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اب مکتب جانے لگتے ہیں، پڑھنا شروع کیا، فطری قابلیت تھی، استعداد تھی، جلدی جلدی قرآن حفظ کرلیا، ابتدائی ضروری تمام علوم پڑھ لئے، اس زمانہ کی تمام کتبِ فقہ، عبداللہ ابن مبارک کی کتابیں سب حفظ کرلیں۔

اس کے بعد حق تعالی شانہ نے جس کام کے لئے آپ کو منتخب فرمایا تھا، اب اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے، کہ آپ کا ذوق تو تھا تاریخ اور سیرت، اسی لئے آپ نے قضایا الصحابہ والتابعین تصنیف فرمائی، مگر جس کام کے لئے انتخاب تھا آپ کا بارگاہِ نبوی سے، تو اپنے تیسرے سفرِ حج میں خواب دیکھتے ہیں کہ مور کے پروں سے بنا ہوا پنکھا حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جھل رہے ہیں۔

اساتذہ کو خواب سنایا تو انہوں نے بھی تعبیر دی کہ آپ سے احادیثِ صحیحہ کے انتخاب کا کام لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت اسحاق ابن راہویہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ یہ کام شروع فرمائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کی مرہونِ منت ہے یہ امت کہ ان کی برکت، ان کے مشورہ اور ان کی سوچ سے یہ صحیح بخاری وجود میں آئی، اپنے استاذ اسحاق ابن راہویہ کے اس مشورہ کو قبول فرمایا، اور آپ نے یہ کام شروع فرمایا اور آپ نے اٹھارہ ہزار اور بعضوں نے اس سے بھی زیادہ کئی ہزار بتائے ہیں اساتذۂ کرام سے صحیح احادیث جمع فرمائیں۔

جمعِ احادیث میں احتیاط

اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمع اس طرح فرماتے تھے کہ آپ اُن کے پاس جاتے اور سن لیتے تھے۔ لکھا ہے کہ صرف ایک ہزار اسّی اساتذہ وہ ہیں کہ جن سے آپ نے صرف ایک حدیث سنی ہے، ایک حدیث لی ہے۔ بعض اساتذہ سے تو کئی کئی سو احادیث لی ہوں گی، مگر ایک حدیث کے لئے آپ ایک ہزار اسّی اساتذہ کے پاس سفر فرما کر تشریف لے گئے اور ان سے

صرف ایک حدیث سنی اور وہ بھی اتنے احتیاط سے کہ شام میں ایک جگہ کا نام لکھا ہے مؤرخین نے کہ وہاں ایک استاذ کے پاس اسی طرح حدیث کے لئے پہنچے۔ دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک برتن ہے، اپنے گھوڑے کو منا رہے ہیں، وہ دور بھاگ رہا ہے، تو اس کو مانوس کرنے کے لئے وہ برتن دکھا رہے ہیں اور گھوڑا ان کے قریب آ رہا ہے۔

جب یہ خود قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ برتن تو خالی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اتنا دیکھ کر واپس ہو گئے کہ جو شخص ایک جانور کو دھوکہ دے سکتا ہے، تو اس سے میں حدیث کیسے لوں؟

اس قدر احتیاط سے آپ نے احادیث جمع کیں۔ اور وہاں ان تمام اساتذہ کے پاس سے صرف حدیث سن لیتے تھے اور جب کسی دوسرے ملک میں پہنچتے، اطمینان ہوتا، اللہ تبارک وتعالی نے ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ وہاں جا کر اس کو لکھ لیتے تھے۔ یہ کئی لاکھ احادیث کے مجموعہ سے آپ نے صحیح بخاری میں احادیث کو منتخب فرمایا اور اس میں جمع فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر

اور جب کام انجام دینے کا تیسرا مرحلہ آیا، ایک تو سننے کے لئے سفر فرماتے، پھر کسی اور جگہ دوسرے ملک میں پہنچتے، وہاں اس کو لکھ لیتے، وہ سب لاکھوں احادیث جب جمع ہو گئیں، اس میں سے صحیح بخاری جب منتخب کرنے کا وقت آیا، تو آپ نے جگہ منتخب فرمائی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ شریفہ پر ریاض الجنۃ ہے، ریاض الجنۃ کو منتخب فرمایا۔

ہر حدیث لکھنے سے پہلے استخارہ اور مراقبہ

آج سے باون برس پہلے، جب میں ابتدائی درجات میں راندیر میں تھا، تو دار العلوم دیوبند سے جو ماہنامہ نکلتا ہے دار العلوم، اس میں سن ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء کے اپریل میں مرزا احمد رامپوری نے ایک مضمون لکھا تھا، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ

اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی لاکھوں احادیث میں سے جب صحیح بخاری میں احادیث منتخب کر کے جمع فرمانی شروع فرمائیں، اور صحیح بخاری کی تصنیف فرمانے لگے اور احادیث منتخب فرمانے لگے، تو اس میں احادیث کے انتخاب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر حدیث کو سامنے رکھ کر کہ اس میں لکھوں یا نہ لکھوں، اس کے بارے میں استخارہ فرماتے اللہ تبارک وتعالیٰ سے، اور مراقبہ فرماتے تھے۔

انہوں نے مراقبہ کے الفاظ لکھے ہیں کہ آپ مراقبہ فرماتے تھے۔ اس مراقبہ میں کسی حدیث کے بارے میں آپ کو قلبی اطمینان اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے الہام ہو جاتا ہوگا اور اس پر وہ لکھتے اور انہوں نے تصریح سے لکھا ہے کہ بارہا، بے شمار احادیث کے بارے میں خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس کے بعد آپ نے اس کتاب میں اس حدیث کو شامل فرمایا۔ یہ ایسی عظیم الشان کتاب جس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم سے جمع ہوئی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت کا مرکز بنادے، تو جہاتِ عالیہ اس طرف بھی ہوں۔

بارگاہ نبوی سے بشارت

میں سولہ سترہ برس پہلے ساؤتھ افریقہ کے سفر پر تھا۔ ہم آپ کی جماعت میں شریک ہماری نواسی عائشہ کو، ہماری ماں کو دکھانے کے لئے یہاں سے لے کر گئے کہ نانا کی ماں کی دعائیں اس کو ملیں گی۔ ماں کے پاس لے کر پہنچے، تو یہ وہاں بیمار ہوگئی، اتنی بیمار کہ ہم نے جو پروگرام تھا، ٹکٹ تھا ہمارا، وہ وہاں سے عمرہ کا تھا اور وہاں سے دو تین ماہ مدینہ شریفہ میں قیام کے بعد ہماری واپسی تھی، ہم نے پھر فیصلہ کرلیا کہ ہم واپس چلے جاتے ہیں۔

ظہر کے بعد ماں کے بستر پر جا کر سویا۔ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ اسی کمرہ میں، ماں کے کمرہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مولانا ارشد مدنی

صاحب کی شکل میں اکڑوں تشریف فرما ہیں، اور تین باتیں ارشاد فرمائیں، جن میں سے ایک یہ تھی کہ آپ عائشہ کو مدینہ شریف لے کر آجائیں، ان شاء اللہ یہ مدینہ منورہ میں بیمار نہیں ہوگی۔

چنانچہ الحمدللہ اس بشارت پر ہم نے اپنا سارا پروگرام پھر دوبارہ کینسل کیا اور لے کر گئے اور آپ کے ساتھ آج یہ فارغ ہو رہی ہے۔

جب یہ پیدا ہونے والی تھی، اس وقت بھی بارگاہِ نبوی سے بشارت ملی تھی۔ حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا نورالحق صاحب نے مجھے ایک پرچہ دیا، اس میں لکھا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا آپ کے گھر میں تشریف لائی ہیں۔ اس لئے ہم نے پھر نام رکھا عائشہ۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

میرے یہاں محمد اور سلیمان کے بعد جو تیسرے کی باری تھی، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آم کے جس طرح بڑے بڑے درخت ہوتے ہیں، ایسا بڑا ایک درخت ہے اور اس کی ایک ٹہنی زمین سے جتنی چیئر اور کرسی ہوتی ہے اتنی اوپر ہے، اور اس ٹہنی پر تمام ازواجِ مطہرات ایک ساتھ لائن میں بیٹھی ہوئی ہیں، تشریف فرما ہیں اور ان کے پیر ہل رہے ہیں۔

اب تک وہ منظر میرے سامنے ہے۔ ان میں سے ایک تنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا زمین پر کھڑی ہوگئیں اور اپنا دوپٹہ وہ ٹھیک فرما رہی تھیں، بس اتنا خواب تھا۔

خواب سے اٹھ کر میں نے گھر والوں سے کہا کہ اب یہ دو بیٹوں کے بعد یہ خواب میں نے دیکھا، اس کے معنی یہ ہیں کہ ازواجِ مطہرات کے ناموں میں سے اب انتخاب شروع کرو اور ایک کے بعد ایک ان میں سے آپ نام منتخب کر سکتے ہو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، فاطمہ آئی، زینب آئی، رقیہ آئی، ام کلثوم، آمنہ آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی کا زمین پر نیچے اتر جانا، یہ بھی اس طرف اشارہ کہ خود ماں کا نام عائشہ، تو وہ نام تو نہیں رکھا

جائے گا، باقی ناموں میں سے منتخب کرو، ہر چیز وہاں سے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کی قدر ومنزلت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آخری ایک قصہ عرض کر کے میں اپنی بات کو ختم کروں گا دوستو اور بہنو! واقعی ہم بہت بڑی غلطی میں ہیں، بہت بڑا اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ کاش کہ جس طرح ہمارے بزرگوں کا حال تھا، حضرت مولانا الیاس صاحب نے حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی کو فرمایا، چھپا ہوا ہے۔

مولانا ایوب سورتی نے جو تقریریں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کی چھاپیں، اس میں ہے کہ پیر دبا رہے ہیں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، پوچھا کوئی اور تو ہے نہیں؟ کہا نہیں، کوئی نہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جب قلب تڑپتا ہے اور زیارتِ نبوی کی تمنا اور آرزو بڑھتی ہے، تو گردن جھکا کر آنکھیں بند کرتا ہوں اور زیارت ہو جاتی ہے۔

ہمارے اکابرین کہاں اور ہم کہاں؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کا قیام، سفر، اٹھنا، بیٹھنا، کہیں تشریف لے جانا، ہر چیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کی اجازت سے ہوتی تھی۔

حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ یہی حال اپنا بیان فرماتے ہیں کہ اتنے برس مجھ پر گزرے کہ میں نے کوئی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں کیا۔ یہ ہمارے سب اکابرین کہاں تھے اور ہم کہاں ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی قدر عطا فرمائے، اور میں تو کہتا ہوں آگے بڑھ کر۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے قصہ سنایا تھا حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، کہ ایک دفعہ زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، پریشان سے ہوئے، لمبا

خواب دیکھا، مختصر کررہا ہوں، فرمایا کہ کوئی بات نہیں پھر زیارت ہوجائے گی۔ وہ اگلے روز یا ایک دو دن کے بعد پھر حاضر ہوئے روتے ہوئے، اورعرض کیا کہ بالکل جیسا آپ نے فرمایا تھا، آج بہت اچھی طرح زیارت ہوئی۔ ہمارے اکابرین کا اپنا حال کتنا اونچا اور ہم کتنے محروم۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ آخری قصہ جو میں سنانے جارہا تھا، وہ یہ کہ میں فیصل آباد میں تھا تو ہمارے مرحوم دوست حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خسر صاحب، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا اوکاڑہ میں دارالعلوم ہے، وہ تشریف لائے۔

حضرت مولانا کی نسبت سے مجھے وہ غائبانہ جانتے تھے، مجھے یاد فرمایا، میں پہنچا، وہ وہاں کی جمعیت علماء کے ساری عمر رکن رکین اور مجلسِ عاملہ میں رہے، وہاں کے بڑے اونچے علماء میں سے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت سے ملنا ہے، مصافحہ تو سب کرتے ہیں، ہوجائے گا مگر میں چاہتا ہوں کہ تھوڑا وقت مجھے حضرت عنایت فرمائیں، میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ضرور ایسا ہوجائے گا ان شاءاللہ، تو پھر وہ ٹھہر گئے۔

حضرت سے جب ملاقات ہوئی، تو حضرت کا جو معتکف تھا، وہاں میں ان کو لے گیا۔ پہلے سے میں نے بتادیا تھا، تو ملاقات کے بعد، مزاج پرسی کے بعد حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رونے لگے۔ روتے ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! بس میں تو ایک درخواست کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی مجھے مدینہ شریف کی موت دے۔

حضرت نے دعائیہ کلمات فرمادئے۔ اب وہ پاکستان ساری عمر رہے، کبھی عمرہ اور حج کے ایک دو ہفتہ کے سوا وہاں طویل قیام نہیں کرسکے، مگر اللہ کی شان کہ حضرت کی دعا، حضرت سے دعا کی درخواست کی، تو حضرت نے دعا فرمائی، توجہ فرمائی ہوگی۔ اس کے چند ماہ کے بعد انہوں نے

وہاں کا سفر فرمایا، اور وہاں مدینہ طیبہ میں، احد میں جا کر مقیم ہو گئے اور دو تین ماہ میں وہیں پر ان کا وصال ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہاتِ عالیہ کا مرکز بنائے۔ اب حضرت مولانا کچھ بیان فرمائیں گے اور اس کے بعد حدیث پڑھ کر دعا فرمادیں گے۔

۱۰

سلام از ما برساں خیر الوریٰ را



صبا اے پیکِ مشتاقاں خدارا　　سلام از مارساں خیرالوریٰ را

پس از صلاۃ و تسلیم و تحیات　　بزاری بوسہ دہ آں خاک پارا

پس آنگہ داستانِ شوق سر کن　　کہ اے کوثر لبا مصحف عزارا

دمِ عیسیٰ زگیسوئت نسیمے　　جمال یوسف از روئت نظارا

ز موئت عنبریں گیسوئے والیل　　ز رویت چشم روشن والضحیٰ را

قدرت را پایۂ گردوں خرامی　　لبت را مایۂ یُحیی العظامی

ز عشقت جان و دل را خانہ روشن　　زشوقت دیدہ را گوہر بدامن

زانجم آسماں شد محفل افروز　　چونورت برزمیں شد پر تو افگن

شمیمِ موئےتو در کوہ و صحرا　　بہارِ روئےتو در دشت و گلشن

بہ کشتِ امتاں ز نیساں گزشتی　　کہ برخاکِ بیاباں ابر بہمن

سوارِ فاقہ از صحرا رسیدی　　بشکر مقدمَت در کوئے و برزن

جہانے دیدہ کردہ فرشِ راہ اند

چو فرش اقبالِ پابوس تو خواہند

ہوئی عالم میں تیری ذات والا   دلیلِ رحمتِ باری تعالےٰ

کیا انساں کا ہمسر تو نے انساں   برابر کر دیا سب پست وبالا

بھنور میں امتوں کا جب تھا بیڑا   اسے گرداب سے تو نے نکالا

نکل کر چاند نے غارِ حرا سے   کیا اطرافِ عالم میں اُجالا

تری امّت کے اے دریائے رحمت   پڑا موجِ حوادث سے ہے پالا

(محمد ناظر)

اللہ تبارک وتعالیٰ حافظ ہونے والے طالبِ علم کوقبول فرمائے ،قرانی علوم سے اُس کو بہرہ ور فرمائے ، خاندانوں میں برکات تا قیامت جاری اور ساری رکھے۔ اس مدرسہ کو ، مدرسہ کے اساتذہ،طلبہ،اس کے محسنین ،معاونین سب کوقبول فرمائے۔ہم سب کے لئے آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ یہ سب کچھ،حق تعالیٰ شانہ،اُس کی کتاب،اُس کے دین کے خاطر سب کاوشیں ہورہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلطیوں کو معاف فرمائے ، اورٹوٹی پھوٹی ، اِن خدمات کو، کاوشوں کوقبول فرمائے۔

نورانی ،رحمانی ،ملکوتی نظام

ابھی گذشتہ کل (Coventry) میں اسی طرح کی ایک مجلس تھی، کسی مدرسہ کی نئی عمارت کا افتتاح تھا، وہاں میں نے عرض کیا کہ آپ کے سامنے قرآنِ پاک کی تلاوت سے پہلے تعوذ اور تسمیہ پڑھا جاتا ہے،**اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** ۔ یہیں سے ہمیں متنبہ کیا جاتا ہے کہ یہ دارِ دنیا ایک کشتی کے مانند ہے،جس میں ہم چل رہے ہیں۔ جس میں ہر وقت اِدھر سے اُدھر سے موجیں، تھپیڑیں مارتی رہتی ہیں، شیطانی وسوسوں کے دھکے بھی لگتے ہیں، اوراُن سے تحفظ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک مستقل نورانی ، رحمانی ،ملکوتی

نظام قائم فرمایا ہے۔

میں نے ایک دو حدیثیں وہاں ذکر کی تھیں کہ جیسے ہی آپ گھر سے باہر قدم نکالتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ یہ دونوں قوتیں موجود ہیں۔ قدم باہر نکالتے ہی ابلیس کا بچہ، شیطان بھی سامنے آجاتا ہے، اور جو فرشتہ ہماری حفاظت کا متعین ہے وہ بھی آجاتا ہے۔ وہ فرشتہ جو حفاظت پر متعین ہے وہ ہماری حرکت اور قول کا، ارادہ کا منتظر ہے۔

اگر آپ نے قدم باہر نکالا، اور اس نے سن لیا، آپ کے زبان سے نکلا **بِسۡمِ اللّٰه** ،تو باقاعدہ ہمیں جواب ملتا ہے **هُدِيۡتَ**، آگے دعا پڑھتے ہوئے **،تَوَكَّلۡتُ عَلَىٰ اللّٰهِ**، کہ میرا بھروسہ اللہ پر ہے تو وہ جواب دیتا ہے، **كُفِيۡتَ**۔ کہ جس ذات پر تو نے بھروسہ کیا ہے، اُس کی ذات کے بعد تجھے کسی اور آسرا کی ضرورت اور حاجت نہیں، وہ ایک کافی ہے۔ پھر آگے دعا پوری کرتے ہوئے آپ پڑھتے ہیں، **لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه** ،تو فرشتہ آپ کو الوداع، رخصت کرتا ہے کہ آپ سفر شروع کریں، میں ساتھ ساتھ ہوں اور اللہ کی حفاظت تیرے ساتھ ہے۔ میں نے بتایا تھا، کہ یہی حال، کہ فرشتہ ساتھ رہتا ہے۔ اگرچہ ویسے ہی آپ نکل گئے، گناہ کے ارادہ سے نکلے، تو ہر جگہ، ہر گھڑی وہ شیطان کا بچہ ساتھ رہتا ہے۔ ہر چیز میں اس کا دخل ہے۔

آگے حدیث میں آتا ہے کہ جب سونے کے لئے آپ بستر پر لیٹتے ہیں تو پھر یہ دونوں آمنے سامنے، فرشتہ کہتا ہے کہ ابھی یہ خاتمہ کا وقت ہے، دن ختم ہو رہا ہے، آپ سونے کی تیاری کر چکے ہو، تو خاتمہ بالخیر کر کے سو۔

اب اس کے بالمقابل، وہ دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، ابلیس کا بچہ کہ **اِفۡتَحۡ بِالشَّر** کہ خاتمہ بالشر کر کے سو۔ اب اگر اس وقت دعا پڑھی اور دعا پڑھتا رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ذکر کرتا رہا آنکھ لگنے تک، تو اب پوری رات وہ فرشتہ آپ کی حفاظت پر متعین اور آپ کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ لیکن اگر وہی گناہوں کے تصورات میں ڈوبے رہے، اور ذکر کی توفیق نہیں ہوئی، تو رات بھر وہ شیطان ساتھ ہوگا۔

پیدا ہونے سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی انسان پیدا ہوتا ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اُس کے ساتھ اس کا قرین بھی پیدا ہوتا ہے۔ شیطان، جو عمر بھر ساتھ رہے گا، اس سے حفاظت کے لئے اللہ نے فرشتہ متعین کر دیا وہ بھی ہر وقت ساتھ ہے۔ تا کہ اُس شیطان کے شر سے وہ بچائے۔

یہ دنیا کا سفر چلتا رہتا ہے۔ جب یہ دنیا کا سفر ختم ہوگا، وہ ایک دن کے مانند ہے، ایک دن تو بہت بڑا، وہ ایک پلک جھپکنے کے مانند ہے۔ سوسال کی عمر اُس کو ملے یا کئی سوسال کی ملے، جب آخری وقت اس دنیا سے وہ جارہا ہوگا، تو یہ سوسال کی عمر کو کتنا سمجھے گا، ایک پلک جھپکنے کے مانند۔ تو اُس وقت پھر یہ دونوں آمنے سامنے۔

بزرگوں کے وصال کے احوال

ایک کتاب لکھنے کی اللہ نے توفیق دی تھی، کہ پچیس برس پہلے لکھی ہوگی، بزرگوں کے وصال کے احوال، پھر اس میں دنیا سے جانے والے اکابر، یہ کس طرح گئے۔

یہ بھی بڑا کٹھن سفر ہے، اس جہان سے وہ جہان کو منتقل ہونا ہے۔ آپ یہاں سے پاکستان جاتے ہیں، ہندوستان جاتے ہیں، کسی اور ملک میں جاتے ہیں، تو تمام انتظامات پہلے سے سوچ لیتے ہیں، تو آپ یہاں سے کیسے اُس ملک میں منتقل ہوں گے؟ وہاں کیا ہوگا؟ وہ حضرات اس جہاں سے کیسے منتقل ہوئے، اُن کے کئی سو واقعات اُس کتاب میں مذکور ہیں۔

اس کتاب میں بہت سوں کے واقعات میں آپ کو ملے گا، یہی مقابلہ، جو روز صبح شام گھر سے نکلنے کے وقت، صبح کے وقت بھی، شام کے وقت بھی آنکھ کھلنے کے بعد بھی، ابلیس کا اور جو فرشتہ کا مکالمہ ہوتا ہے، تو یہی آخری گھڑی، جب اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت ہے، عالم آخرت میں قدم رنجہ ہونے کا وقت ہے، اُس وقت بھی دونوں موجود۔ تو فرشتہ خیر کی تلقین کرتا ہے کہ اب یہ عمر ختم ہو رہی ہے، خاتمہ تیرا بالخیر ہو، کلمہ پڑھ لے، اللہ کو یاد کر لے۔ اللہ کی یاد میں مشغول ہو جا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ

وہاں میں نے حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ذکر کیا تھا۔ کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص شاگرد دیوبند کے قریب کسی شہر میں رہتے تھے۔ اُن کے صاحبزادہ کا حضرت مدنی رحمۃ اللہ کو خط پہنچتا ہے کہ حضرت، ابا جان کے آخری ایام ہیں، آخری گھڑی ہے، اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت ہے، اور ہر وقت دنیا کا تذکرہ، کہ اُس زمین کا کیا ہوا؟ اُس جائیداد کا کیا ہوا؟ اُس مکان کا کیا ہوا؟ ہمیں بڑا فکر ہے۔

حضرت کو خاص تعلق تھا، تو حضرت تشریف لے گئے۔ جب اُن کے یہاں پہنچے، تشریف فرما ہوئے، حضرت نے کوئی نصیحت نہیں فرمائی، کوئی تقریر نہیں فرمائی، کوئی ڈانٹ نہیں پلائی، کوئی تنبیہ نہیں فرمائی۔ گردن جھکائی۔ حضرت نے ادھر گردن جھکائی، تو جتنا مجمع موجود، سب کے دل کے کان کھل گئے، اور وہ سب چھت سے ذکر کی آواز سُن رہے ہیں، دیوار سے ذکر کی آواز سن رہے ہیں، کھڑکی کی آواز سن رہے ہیں، اطراف کی تمام موجود اشیاء کی ذکر کی آواز وہ سن رہے ہیں۔ اور حضرت کھانے کے بعد، کھانا نوش فرمایا، تشریف لے آئے۔

بعد میں اُن کے صاحبزادہ نے خط لکھا کہ حضرت، آپ کی تشریف آوری کا بہت شکریہ، آپ کی تشریف آوری کے بعد سے والد صاحب کا حال بالکل پہلے کے برعکس ہوگیا۔ اب ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ پوچھنا پڑتا ہے کہ آپ کو استنجاء کی حاجت؟ آپ کو کھانے کی حاجت؟ آپ کو پانی چاہئے؟ ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف انتقال سے پہلے پہلے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

بارہا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قصہ سنایا۔ مدینہ شریف میں حضرت اپنی چارپائی پر ہیں، ہم چارپائی کے نیچے بیٹھے ہیں، حضرت کچھ لکھوا رہے ہیں، یہ کام ہو رہا ہے، اتنے میں ایک دم، مڑ کر فرمایا کہ مارو اس کو! ہم حیران کہ یہ چھوٹا سا ایک کمرہ ہے، حضرت ابھی تو فرما رہے تھے یوں

لکھو، اور ابھی ایک دم، مارو اُس کو۔ ہم سہم گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا مارو اس کو۔ تیسری دفعہ مارو اُس کو فرمانے کے بعد حضرت سے ہم نے پوچھا کہ کس کو ماریں؟ تو حضرت مسکرائے۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ ابلیس آیا تھا، یہ انتقال کے تین دن پہلے۔

جیسے میں نے عرض کیا کہ گھر سے باہر قدم نکالتے وقت پہنچ جاتا ہے، صبح آنکھ کھلتی ہے پہنچ جاتا ہے، آنکھ لگنے والی ہے پہنچ جاتا ہے۔ اور اس جہاں سے رخصت کے وقت بھی وہ پہنچ جاتا ہے۔ کیا انبیاء، کیا اولیاء، ہر ایک کے پاس، اس کو رسائی اللہ نے دی ہے، پہنچ تو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی حفاظتِ الٰہی کا پہرہ ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان شیطانی قوتوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ان شیطانی قوتوں کے کچھ واقعات میں نے اُن کو سنائے تھے۔ محمد ابن ابان کا قصہ سنایا تھا، ایک بڑے محدث وُہیب کا قصہ سنایا تھا۔ ایک اور محدث ابو النجم، وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے ایک مکان خریدا، جب ہم اُس میں منتقل ہوئے، تو ہم لوگ سب گھر والے کچھ سن رہے ہیں، اور دیکھ رہے ہیں، کبھی کوئی شکل نظر آتی ہے، ڈراؤنی، کوئی آوازیں آتی ہیں۔ اور جب اس سے کام نہیں چلا، تو پھر ساتھ ساتھ، صاف صاف انہوں نے ہمیں کہنا شروع کیا تَحَوَّلُوْا عَنْ جِوَارِی کہ یہاں کیوں آگئے؟ اس مکان کو ہمارے لئے خالی چھوڑ کر بھاگو یہاں سے۔

کہتے ہیں کہ پڑھتے بھی رہے، دعائیں بھی کرتے رہے، جب تنگ ہوگئے، تو فرماتے ہیں ابوالنجم کہ میں نے ایک خط لکھا۔ کوفہ میں تین بزرگ اس وقت رہا کرتے تھے، ایک بڑے محدث المحاربی، اور ایک ابواسامہ، اور تیسرے ابن ادریس۔ تو کَتَبْتُ اِلَیْھِم ، میں نے اُن کو سارا قصہ لکھا کہ اس طرح ہمارے ساتھ یہاں پیش آیا ہے، تو ان میں سے شیخ محاربی نے ہمیں جواب لکھا۔ جوابی خط لکھا اور اُس میں تحریر فرمایا کہ ایسا ہوسکتا ہے جیسا آپ اپنے گھر میں دیکھ رہے ہیں۔

پھر انہوں نے مدینہ منورہ کا ایک قصہ لکھا، کہ مدینہ منورہ میں ایک کنواں تھا، اس کنویں سے

پانی کے لئے جب کوئی پہنچتا، اور ڈول رسی اندر لٹکاتا، تو جیسے ہی رسی اندر لٹکائی کہ ڈول اور رسی غائب، کاٹ لی جاتی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ایک دفعہ ایک مریض کو لایا گیا کہ اسے جنات کی کوئی تکلیف ہے اور جتنی دفعہ کوئی علاج کیا جاتا ہے، تعویذ گلے میں ڈالا جاتا ہے، تو اُس وقت جیسے ہی گلے میں ڈالا، تو ایک چنگاری محسوس ہوتی ہے، وہ چنگاری ہمیں نظر آتی ہے اور اس سے تعویذ پھٹتا ہے۔ اس طرح وہاں بہت انواع اور اقسام کے مریض، اُن کے عجیب عجیب واقعات۔

اُن کے یہاں محاربی نے لکھا کہ وہاں مدینہ طیبہ میں وہ ڈول جیسے لٹکایا، کہ کوئی اندر سے رسی کاٹ لیتا تھا، ڈول بھی غائب، رسی بھی آدھی آپ کے ہاتھ میں، آدھی نیچے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے اُنہیں یہ دعا لکھ کر دی تھی۔ دعا آگے لکھی اور اس کے بعد لکھا کہ اس کے ساتھ سورۃ وَ الصّٰفّٰت کی دس آیتیں پڑھیئے۔ وَ الصّٰفّٰت صَفًّا سے لاَزِب تک۔ اور انہوں نے اس کنویں کے قصہ میں محاربی نے لکھا ہے، کہ جب ہم نے وہاں یہ عمل کیا کہ ایک ڈول میں پانی لیا، اور اُس پر ہم نے دم دیا، اور اس کنویں میں ڈالا تو وہاں سے ایک آگ نکلی، اوپر تک اور اُس میں سے آواز آرہی تھی احرقتمونا کہ تم نے ہمیں جلا دیا۔

شیخ محمد ابن عبدالوہاب

ابن قیم جوزی، ابن تیمیہ کے خاص شاگرد، اور ہر وقت کے اُن کے حاضر باش خادم، انہوں نے غالبًا اپنی کتاب الروح میں یہ قصہ لکھا ہے۔ سعودی عرب میں، مدینہ طیبہ میں، ہمارے اکابر کے خلاف ایک کتاب لکھی گئی، ہم سلفیوں سے بڑھکر مؤحد ہیں، توحید کو ماننے والے ہیں، اللہ شیخ حذیفی کو معاف کرے، اُن کی نگرانی میں یہ کتاب ہمارے خلاف لکھوائی گئی، جھود علماءِ الاحناف، بڑی ضخیم کتاب، اُس میں طرح طرح کی تہمتیں ہم پر گھڑی گئیں۔ ہم نے اُن کے جواب دیئے، اور ساتھ اُن سے کہا کہ ہم سے تو آگے، جن مشائخ کو آپ مانتے ہو، وہ ہم سے بھی آگے ہیں۔

اُن کا ایک قصہ سنایا، کہ یہ سعودی حکومت کے دینی سربراہ، شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں ایک قصہ لکھا ہے۔ کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اُس نوجوان کو دفن کیا گیا، کچھ دن کے بعد ان کے چچا اُسے خواب میں دیکھتے ہیں، وہ مرحوم شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے مجھے جو کفن پہنایا، بڑا گھٹیا قسم کا پہنایا، اس کفن میں، اس کفن کو پہن کر میں قبرستان والوں میں بیٹھ نہیں سکتا مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ ایسا کفن کیوں پہنایا مجھے؟

یہ خواب انہوں نے کسی سے، شیخ محمد ابن عبدالوہاب لکھتے ہیں، کہ خواب کسی بزرگ کے سامنے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، دیکھ لو اپنے اطراف میں جو شخص بیمار ہو، قریب الموت ہو، جس کے متعلق یہ خیال کیا جا رہا ہو کہ یہ اُن کے آخری ایام ہیں، اُن کے ساتھ کفن بھیج دینا۔

چنانچہ تعبیر کے متعلق انہوں نے معلوم کیا، کہ اس طرح آخری ایام کس کے چل رہے ہیں۔ کوئی بیمار تھا اُس کے پاس پہنچے، اچھا کفن لے کر کے، اور اُن سے سارا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے یہ خواب دیکھا، اور اُس کی یہ تعبیر دی گئی اور ہم یہ کفن، اللہ اس کو زندگی دے، جب بیماری میں آپ کا انتقال ہو گیا، تو یہ کفن ہم آپ کی قبر میں رکھ دیں گے۔ تو پلیز (please) آپ یہ ہمارا کفن، فلاں ہمارے رشتہ دار جو فوت ہو چکے ہیں، انہیں پہنچا دینا۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔

چنانچہ اُن کا انتقال ہو گیا، اور کفن اُن کے قبر میں رکھ دیا گیا، شیخ محمد ابن عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ پھر وہ مرحوم اسی اپنے چچا کے خواب میں آ کر شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ آپ حضرات کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اچھا کفن میرے لئے بھیج دیا، میں اس پر آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

میں نے اُن سے کہا کہ ہماری جماعت میں، ہم نے کہیں اس طرح کا قصہ نہیں پڑھا کہ دنیا سے، اُس جہان میں کوئی مادّی چیز قبر میں رکھی جاتی ہو، اور بھیجی جاتی ہو۔ آپ تو ہم سے دس قدم آگے بڑھ چکے ہیں۔ محمد ابن عبدالوہاب نے اپنی کتاب میں یہ قصہ لکھا ہے۔ صرف یہ نہیں کہ یہ،

ہم بھی امام ابن تیمیہ کو بزرگ مانتے ہیں، ابن قیم کو بزرگ مانتے ہیں، انہوں نے یہ قصہ لکھا ہے عملیات کی تاثیر کا کہ شیطانی قوتوں کو کس طرح زیر کیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ ایسے ہی وہ پانی بھر کر ڈول میں، وہ ڈول کنویں میں ڈالا گیا، تو اس میں سے ایک آگ نکلی، اور وہ چلّاتے ہوئے، کہ احرقتمونا کہ تو نے ہمیں جلا دیا۔

ابوالنجم فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر اپنے گھر میں جو تکلیف تھی، اس کے لئے ایک جگ (jug) میں پانی لیا، اور اس پر دم کیا اور گھر کی تمام دیواروں اور کونوں پر اس کو چھڑک دیا اور جس طرح اُس کنویں میں سے آواز آئی تھی تو اس طرح یہاں بھی آواز آ رہی ہے، کہ ہمیں مت جلاؤ، ہم جا رہے ہیں، اس مکان کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ ہمیشہ کے لئے پھر اُن سے نجات مل گئی۔

ایک نظام ہے شیطانی قوتوں کا، کہ جو اس طرح پریشان کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اُس سے آگے ہدایت کے راستہ میں رُکاوٹ ڈالتے ہیں، گناہوں کے راستہ کی طرف لے جاتے ہیں، اور اخیر میں جب اس جہان سے اُس جہان میں جانے کا وقت آتا ہے۔ آخری وقت جوان کا حملہ ہوتا ہے، وہ ایمان پر ہوتا ہے۔ اللہ ہمارے ایمان کو بچائے، اور ایمان کے ساتھ ہمیں اس جہان سے اُس جہان تک لے جائے۔

اسی لئے ہمارے امامِ اعظم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَکْثَرُ مَا ینزع الاِیْمَان، ویسے تو دنیا میں سب اپنے ایمان کو بچا لیتے ہیں، کبھی کبھار کوئی تکلیف، یا کوئی مصیبت پیش آئی، یا کوئی ظلم ظالموں کا برداشت نہیں ہوسکا، اور وہاں پھر اپنی زندگی بچائے یا ایمان بچائے، تو دو میں سے ایک، اس لئے یہ گھڑی بڑی مشکل ہوتی ہے۔ وہاں کوئی کھو دیتے ہوں گے، اللہ بچائے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اتنے زور کا ابلیس کا حملہ ہوتا ہے، کہ بہت سے لوگ ساری عمر اپنا ایمان بچاتے رہے اور اُس وقت کھو دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرانِ کریم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، تلاوت کی توفیق عطا فرمائے،

قران پر ہمارے عقیدہ کو مضبوط رکھے۔ نہ دولت عقل دے سکتی ہے، نہ حکومت عقل دے سکتی ہے، نہ دنیوی علوم انسان کو عقل دے سکتے ہیں۔ کتنے ملینوں (millions) انسانوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک پاؤنڈ(pound) کی، دس پاؤنڈ کی، سو پاؤنڈ کی مورتی خریدتے ہیں، لاکر رکھتے ہیں اور اسی کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں اور اسی کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں۔

درختوں کی پوجا ہوتی تھی، ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بڑی جری خاتون تھیں۔ انہوں نے ڈانٹا۔ اس نے کہا کہ اپنے ہاتھوں سے تو نے اس درخت کو بویا ہے، اور پھر اسی کی پوجا تو نے شروع کر دی۔ کہ جو درخت تو نے خود اُگایا، پودا تھا، پانی ڈال کر پھر جب بڑا ہو گیا، وہ درختوں کی پوجا بھی کرتے تھے، پتھروں کی پوجا بھی کرتے تھے۔

یہ جو میں عرض کر رہا ہوں اس کی دعا ہمیشہ کرتے رہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے عقیدہ کو مضبوط رکھے، ہمارا عقیدہ متزلزل نہ ہو۔ قرآن پر ہمارا عقیدہ صحیح رہے۔ اور اسی کے ذیل میں، میں نے کہا کہ حکومت مل جائے، دولت مل جائے، سب کچھ مل جائے، اس سے عقل نہیں ملتی۔

یہ تیونس، لیبیا، مغرب ہر جگہ ابھی طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں رحمتیں نازل فرمائے۔ قتل و غارت گری کو ختم فرمائے، امن اور سکون عطا فرمائے۔ جو بے گھر ہو چکے انہیں گھر عطا فرمائے۔ جو ننگے ہیں بھوکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی بہترین کفالت فرمائے۔

وہاں کے حبیب بورقیبہ کو ایک دفعہ جنون سوار ہوا، اُسی جنون میں، اُس نے ایسی بکواس کہی ہے، کہ آپ رشدی (Rushdie) کو بھول جائیں گے، ایسے کلمات کہ وہ کلمات میں نقل نہیں کر سکتا آپ کے سامنے۔ اُس وقت چونکہ اُس کے خلاف جو کچھ کر سکتے تھے، احتجاجی صدائیں بھی نہیں پہنچ سکتی تھیں، کیا کر سکتے تھے، دعائیں کر سکتے تھے۔

اُس نے ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور قران پر جو حملہ کیا تھا، جیسا میں نے عرض کیا کہ، وہ کلمات میں نقل نہیں کر سکتا کہ کیا اُس نے بکواس کی، اُس میں سے ایک

جزء جو یہاں منبر پر بیٹھ کر میں نقل کرسکتا ہوں ، وہ یہ کہ اس نے کہا کہ یہ بے ربط قرآن شریف ہے، کوئی ربط نہیں ہے، غیر مربوط ہے۔ حالانکہ محدثین نے، مفسرین نے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، آیات تک کو مکمل مربوط بیان کیا ہے یہ ہماری عقل کا قصور ہے، کہ سمجھ نہیں پا رہے ہیں، ہمیں اپنی عقل کو قصوروار سمجھنا چاہئے، نہ کہ قرآن شریف کو۔

تعدد ازواج

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے اسی طرح سوال کیا، کہ اماں جان! یہ جو سورۃ نساء کے ابتدائی رکوع میں ذکر ہے، اس میں مسلسل تذکرہ تو چل رہا ہے یتیم کا۔ یتیم کے تذکرہ میں **فَانكِحُوا مَا طَاب لكم مِنَ النِّساءِ مَثْنىٰ وَ ثُلاثَ وَ رُباع**، کہ تم نکاح کر سکتے ہو ایک نکاح، دو، تین، چار سے بھی نکاح کر سکتے ہو۔ یہ آیت بیچ میں، پورا رکوع، اس سے پہلے یتیم کا ذکر، اس کے بعد یتیم کا ذکر، اس میں یہ نکاح، چار نکاح کی جو اجازت، اس کا ذکر کیسے آ گیا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے برجستہ ان سے فرمایا کہ ہوتا یہ تھا کہ عربوں کے یہاں کوئی تعداد متعین نہیں تھی نکاح کے سلسلہ میں، یہ جمع ہے کہ صرف ۴ر کی اجازت ہے۔

وہاں افریقہ میں ایک مدرسہ کی حفاظت کے لئے gatekeeper کی ضرورت تھی تو کسی افریقن کو بلایا گیا، تنخواہ طے کی جارہی تھی۔ اس نے کہا کہ یہ تنخواہ تو میرے لئے تھوڑی ہے۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہنے لگا میری نو بیویاں ہیں اور اتنے بچے۔

یہی تصور عربوں کے یہاں اس سے بھی آگے کا، تو قرآن نے اس کو محدود کر دیا۔ یہ جو الزام لگاتے ہیں، قرآن پر حملے کرتے ہیں، اسلام پر حملے کرتے ہیں چار بیویاں، تو ان کو پتہ ہے کہ دنیا میں اِس وقت بھی یہ عام طور پر، افریقہ چلے جائیں تو وہاں درجنوں اور پچاسوں بیویوں کا تصور اب تک موجود ہے اور عملی طور پر ان کے یہاں یہ سلسلہ چل رہا تھا، تو اس سلسلہ کو ختم کیا قرآن نے

،اسلام نے ،اور محدود کر دیا، کہ صرف یہاں تک اجازت ہے اور اس کے لئے بھی شرائط متعین فرما دیں، پابند کر دیا شوہر کو۔ یہ جو سلسلہ چلا آ رہا تھا اس پر بریک لگا دی۔

اماں جان نے فرمایا کہ ہوتا یہ تھا کہ کسی کی تربیت میں، ولایت میں، کسی کی ماتحتی میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں، وہ کافر مشرک اس یتیم لڑکی کے مال کو بھی ہضم کر لیتے تھے اور اس کے بھی مالک بن جاتے تھے یہ کہہ کر کہ تو تو میری بیوی ہے۔ایک یتیم لڑکی، دوسری، تیسری، ان کو مظالم سے بچانے کے لئے بیچ میں یہ آیت لائی گئی کہ **وان خفتم الا تقسطوا**.. اور اس یتیمہ کو چھوڑ کر کے جو اور عورتیں ہیں اس میں بھی تم پر پابندی کہ صرف چار کی اجازت ہے۔

اس پر کنٹرول کیا اور بریک لگائی ،اسلام نے تو بریک لگائی کہ وہ یتیم لڑکی جوان کی تحویل میں ہوتی تھی، اس کے مالک بن جاتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھنے والے کو جواب دیا کہ یہ آیت اس لئے لائی گئی کہ اس کا تعلق یتیم لڑکی کے نکاح سے ہے، بے ربط نہیں ہے۔

قرآن پر اشکال

اسی طرح میں نے گزشتہ مہینہ بیان میں کہا تھا کہ قذافی نے قرآن پر اشکال کیا تھا۔ایک دفعہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب ، جمعہ کے دن وہ تشریف لائے ،فرمانے لگے ہماری مسجد میں آپ نماز پڑھا دیں اور بیان بھی آپ فرما دیں۔ میں نے وہاں پچیس برس پہلے یہ قصہ قذافی کا ذکر کیا تھا کہ قذافی کو اشکال ہو گیا کہ **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ،** پر قُلْ کیوں؟ یہاں سے شروع کرو، **هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ،** اور یہ تو دعا ہے **اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ،**

قرآن پر اشکال، نبوت پر اشکال۔ کہ ایک خاتون کو فرانس سے بلایا گیا، ساڑھے تین برس تک اس کو رکھا گیا اپنے پاس اور ایک کتاب لکھوائی اور اس کو چھپوایا گیا مختلف زبانوں میں اور اس

کتاب کا نام تھا رسول الصحر اء :desert کا پیغمبر۔

اور اسی میں وہ خاتون ان سے سوال کرتی ہے قذافی سے هَـلْ اَنْـتَ نَبِـىّ؟ کیا تم نبی ہو؟ تو جواب میں، عقل ہوتی تو صاف کہتے لا حول و لا قوة الا باللّٰه، مگر جواب کیا ہے، جواب کیا دیا؟ مَـا مِـنْ نَبِيٍّ اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ وَ اَنَا اَيْضًا رَعَيْتُ الْغَنَم کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں، لا حول و لا قوة الا باللّٰه، اس لئے میں نے کہا کہ نہ دولت، نہ حکومت، نہ دنیوی علم، کوئی چیز ہدایت نہیں دے سکتی، عقل نہیں دے سکتی، اللہ تبارک وتعالی ہمارے عقیدہ کو قرآن پر، اسلام پر مضبوط فرمائے۔

قرآن کی پیشینگوئی

قرآن سچا، کتنا سچا، میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن پاک میں ہزاروں پیشینگوئیاں، ایک پیشینگوئی یہودیوں کے متعلق قرآن پاک میں ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس گزر چکے اس طرح سے، قرآن نے کہا فَـقَلِيْلًا مَا يُؤْمِنُوْن کبھی کبھار تھوڑے اور بہت اَقَلْ وَقَلِيْل تھوڑے یہودی ایمان لائیں گے۔ آپ نے سنا کہیں کہ پوری بستی یہودیوں کی تھی، پورا ملک یہودیوں کا تھا اور وہ مسلمان ہو گیا، سنا ہے؟

عیسائی مذہب کو ماننے والے، دوسرے مذاہب کو ماننے والے، ان کے شہر کے شہر، ملک کے ملک مسلمان ہوئے، لیکن یہودی اپنے مذہب پر اتنے پختہ۔ اس سے بھی ہمیں سبق لینا چاہئے کہ دیکھو کتنے اسلامی ملکوں میں یلغار ہو رہی ہے مشنریوں (missionary) کی، دوسرے مذاہب کے لئے کام کرنے والوں کی، اور ارتداد پھیلانے والوں کی، ان کو نہیں بچا سکتے، مگر انہوں نے کس طرح اپنے مذہب کو، اپنی قوم کو بچایا۔ قرآن کی پیشینگوئی کتنی سچی، فَـقَـلِيْلًا مَـا يُؤْمِنُوْن پہلے پارہ میں ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی زبانِ مبارک سے قرآن، اللہ کا کلام تو سچا ہی ہے۔ آپ کی زبانِ مبارک سے جو کچھ نکلا وہ بھی سچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، بعض خواتین جن سے رشتہ داری کا تعلق تھا، جن کی قربانی تھی جو انہوں نے دین کے لئے پیش کی تھی اس کے خاطر کبھی ان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں کبھی آرام کے لئے تشریف لے جاتے، صحابۂ کرام کے ساتھ، شیخین کے ساتھ آرام فرماتے، آرام فرما رہے ہیں۔

اور انہیں بھی کتنا تعلق، ان صحابیات میں بھی کس قدر رقدر تھی، انہوں نے سوچا کہ یہ میں چادر بچھاتی ہوں، اس میں تو مشک و عنبر جنت سے لایا گیا ہو، اس سے بھی زیادہ خوشبو میری اس چادر میں بس گئی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند لمحات کے لئے آرام فرمائیں۔ ایسا کیوں نہ کروں كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرَ الْعَرَق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ زیادہ آتا تھا، تو وہ جو چادر بچھاتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے لئے، اس کی خوشبو سے جی نہیں بھرتا تھا، انہوں نے چمڑا بچھا دیا، کھال، جانور کی کھال دباغت دی ہوئی، بال صاف کئے ہوئے اب وہ پلاسٹک (plastic) کی طرح، جو قطرہ گرے گا اس کے اوپر محفوظ رہے گا، سو جو قطرے اس پر گرتے وہ لے رہی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ آرام فرمایئے، آپ کا پسینہ مبارک میری خوشبو میں ڈال دوں، تاکہ میرا عود، میرا مشک اور خوشبودار ہو جائے، کہ مشک اور عنبر کی خوشبو اس آپ کے پسینہ کی خوشبو کے سامنے ہیچ ہے۔

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں، ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں آرام فرما ہیں۔ آنکھ کھلی، فرمایا کہ ابھی میں خواب دیکھ رہا تھا کہ میری امت جس طرح ابھی سفر کر کے اسلام کی دعوت کو لئے دور دور جا رہی ہے، اسی طرح میری امت کی ایک جماعت سمندر پر سفر کر کے جائے

گی۔

انہوں نے فوراً عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں اللہ مجھے ان میں سے، اس قافلہ میں شامل فرمادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دے دی اَنْتِ مِنْھُمْ تو ان میں شامل ہوگی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے، پھر آنکھ کھلی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے پھر دیکھا، وہ ایک جماعت جارہی تھی، ان کو دیکھا، اس کے بعد دوسری جماعت بھی دیکھی، بار بار کہ سفر ہوگا میری امت کا سمندری سفر۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمایئے کہ میں اس میں شامل ہوجاؤں۔ فرمایا کہ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ، جو پہلی جماعت جائے گی ان میں تو جائے گی۔

چنانچہ سب سے پہلا جو بحری بیڑا مشرق کے ساحل سے چلا آیا cyprus کی طرف، اس میں حضرت ام حرام رضی اللہ تعالی عنہا۔ کتنی سچی زبانِ نبوت اور اسی سفر میں جب واپسی ہورہی تھیں اس سفر سے، تو سمندر پر دوبارہ جب سواری کے لئے جانور پر سوار ہوکر کنارے پر چل رہے تھے، اس سے یہ گر گئیں، وہیں انتقال ہوگیا ام حرام رضی اللہ عنہا کا، وہیں cyprus میں آپ کا مزار ہے، وہاں مدفون ہیں۔ تو پہلے ہی سفر میں، پہلی ہی جماعت میں انتقال ہونے والا تھا، اس لئے فرمایا کہ تو پہلے والوں میں ہے، دوسری جماعت میں نہیں، اس وقت تو اس عالم میں نہیں ہوگی، جب دوسرا سفر ہورہا ہوگا۔

حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالی عنہا

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا، بڑی پڑھی لکھی خاتون، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی امی تھے، اور فِی الْاُمِّیِّیْنَ. قرآن نے کہا سب کے سب امی، پڑھا لکھا ہوا کوئی کوئی۔ یہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا پڑھی لکھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عورتیں ان کے

یہاں اکٹھی ہوا کرتی تھیں، انہیں قرآن پڑھایا کرتی تھیں۔

ام ورقہ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، جیسے ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے، ان کے یہاں بھی تشریف لے جاتے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، وہ تو ایک قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک نکل پڑے۔ نہ کوئی جہاد کا سفر، نہ کوئی فوج، نہ کوئی انتظام، نہ کوئی تیاری، نہ اسلحہ اسی لئے صحابۂ کرام خالی ہاتھ، کسی کے پاس ڈنڈا۔

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زر ہیں اور آٹھ شمشیریں

کل آٹھ تلوار، تین سو تیرہ میں کتنی؟ آٹھ، کل، باقی سب خالی ہاتھ۔ کسی کسی کے پاس کہیں ڈنڈا تھا۔ یہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا دوڑی یا رسول اللہ! ہمیں بھی آنا ہے، عرض کر رہی ہے یا رسول اللہ! مجھے لے جائیے، میں شہادت چاہتی ہوں۔

میں عرض کر رہا تھا زبانِ نبوت کتنی سچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ درخواست کر رہی ہے یا رسول اللہ! آپ جا رہے ہیں، ابوسفیان کے قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے، میں بھی چلوں، مجھے شہادت ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض فرماتے ہیں کہ تجھے شہادت تو ملے گی، تیرے گھر میں ملے گی، گھر ہی میں کہ جو تیرا مدرسہ چلا ہے اور دینی کام خواتین میں کر رہی ہیں، اسی کو کرتی رہو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں تشریف لے گئے، واپس آ گئے تو معمول یہی جاری رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے جاتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقہ کے یہاں جانا آپ چاہتے تھے، جب سے بدر والا قصہ پیش آیا انہوں نے درخواست کی اور آپ نے ان کو شہادت کی بشارت دی، اس کے بعد جب ام ورقہ کے یہاں جانا ہوتا تو عنوان بدل دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، چلو! شہیدہ کے گھر چلتے ہیں، اب شہیدہ۔ جب بھی جانا ہوتا شہیدہ کے گھر چلو۔

زبانِ نبوت کی صداقت

زبانِ نبوت کی صداقت کہ حضرت ام ورقہ شہیدہ اپنے گھر میں کام کررہی ہیں خواتین میں، کام بڑے زور وشور سے جاری ہے، ان کی خدمت کے لئے ایک باندی گھر میں کام کاج کے لئے رکھی ہوئی ہے، ایک غلام باہر کے کام کے لئے رکھا ہوا ہے ان کی خدمت کے لئے ساتھ ہے، غلام باندی۔

ایک دفعہ ان کو خوش کرنے کے لئے غلام اور باندی کو، ایک انعام کے طور پر انہوں نے ان سے فرمادیا، غلام کو بھی اور باندی کو بھی کہ حُرّ بَعْدَ مَوْتِی کہ میرا انتقال ہو جائے گا اس کے بعد تم آزاد، ان کو مدبَّر بنادیا، جس کو، کسی غلام کو یہ کہہ دیا جائے، اس کو کہا جاتا ہے، اَنْتَ حُرّ بَعْدَ مَوْتِی میرے مرنے کے بعد تم آزاد۔

اب ان ظالموں نے، دونوں نے مل کر سوچا کہ یہ تو مرتی ہی نہیں، چلو ہم ہی اس کو قتل کردیتے ہیں تو انہوں نے پلان کر کے کام تمام کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے تھے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وفات پاچکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ان کے گھر جاتے، ام ورقہ کے گھر، وہاں روتے رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد مناتے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے، پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے جاتے، ان کا خیال رکھتے، کتنا خیال رکھتے؟

صَدَق رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

کہ ایک دفعہ صبح اٹھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمانے لگے کہ ہماری خالہ کی قراءت کی آج آواز کان میں نہیں آرہی ہے؟ کیا بات ہے؟ کہ وہ بیمار تو نہیں، چلو ان کو چل کر دیکھتے ہیں، حال پوچھتے ہیں کہ آج رات کو ان کے یہاں سے قراءت کی آواز نہیں آئی۔

اللہ تعالی ہمارے گھروں کو بھی ایسا بنائے کہ اس میں سے قرآن پاک کی تلاوت اور قراءت

کی آواز نکلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھیوں کو لے کر ان کے گھر پہنچتے ہیں۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لاش پڑی ہوئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، رو کر فرمایا **صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،** پھر یہ ساتھیوں کو قصہ سنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ بدر میں جانا چاہتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے شہادت چاہیے، مجھے لے جایئے آپ کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نہیں، تم اپنے گھر میں ہی رہو، وہیں تمہیں شہادت ملے گی۔ زبانِ نبوت کتنی سچی! ام ورقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہیں پر گھر میں ان کو شہادت ملی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے آدمی دوڑائے، پکڑو! کہاں بھاگ سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب طرف حکومت تھی۔ دونوں کو پکڑ کر لایا گیا، غلام کو بھی، باندی کو بھی، دونوں نے اقرار کیا، اس لئے ان کو قتل کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، عام طور پر اسلام میں جو قصاص ہے، بس ایک تلوار سے کام تمام کر دیا جائے، گردن اڑا دی جائے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمام واقعات ساری زندگی کے سامنے آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی فدائیت، ان کا تعلق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے یہاں بار بار تشریف لے جانا۔ فرمایا کہ نہیں، ایسے کام نہیں چلے گا، صرف ایک تلوار مارو، گردن اڑا دو۔ فرمایا پھانسی دو دونوں کو۔ فوراً سولی پر لٹکایا گیا۔

سب سے پہلے مدینہ منورہ میں جن کو پھانسی ملی ہے، یہ غلام اور باندی، ام ورقہ کے دونوں قاتل۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایسی عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات پر ہمیں یقین عطا فرمائے، قرآنِ پاک کی ہمیں تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت رُبیِّع رضی اللہ عنہا

یہ جس طرح ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے،

شہیدہ ام ورقہ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، رُبِیِّع بنت معوذ بن عفراء کے گھر تشریف لے جاتے تھے، ان کی بھی ایک بڑی تاریخ ہے۔

حضرت ربیع، یہ حدیبیہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا کفار کے ساتھ، اسی وقت ہجرت کر کے آئی تھیں، وہ مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آ رہی تھیں تو شوہر نے پکڑ لیا کہ تم نہیں جا سکتی، حضرت رُبیع نے آخری بڑی قربانی دے دی، فرمایا کہ میری جو کچھ جائداد ہے منقول اور غیر منقول، تمام جائداد میری تمام مملوکہ اشیاء تمہارے حوالے، سب لے لو، مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے، حضرت ربیع نے یہ سودا کیا۔

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ

حضرت ذوالبجادین کا بھی قصہ میں نے ان کو سنایا تھا کہ وہ جب وہاں سے ہجرت کے لئے نکلے ہیں، تو ظالم چچا، کافر، مشرک اس نے پکڑ لیا بھتیجے کو، ساری جائداد تھی ہی چچا کے پاس بھتیجے کی۔ ان کے متعلق آتا ہے کہ جب ذوالبجادین جا رہے تھے تو پکڑ لیا اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ بھی اتار دئے، ننگا کر کے۔ ماں کو ترس آیا، اس نے اپنی چادر دے دی۔ اس کے دو ٹکڑے کر کے، ایک لنگی اور ایک اوپر کے لئے استعمال کر کے جب مدینہ منورہ پہنچے، اس وقت مدینہ منورہ میں غربت کا، افلاس کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو فرمایا کرتے تھے اَوَ لِکُلِّکُمْ ثَوْبَان؟ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ کوئی کوئی ہوتا تھا کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے۔

شروع میں ہاورڈ اسٹریٹ (Howard Street) مسجد میں آپ حضرات نماز پڑھتے تھے تو اس وقت سب گاڑی میں نماز کے لئے آتے تھے؟ کار میں آتے تھے؟ کوئی کوئی ہوتا تھا کہ وہ کار والا، اس کا نام بھی تھا وہ کار والا، جس کے پاس کار ہو۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانی دی کہ وہ جو دو کپڑے ہیں جس کے پاس، باقی سب کے پاس ایک کپڑا، ذوالبجادین یہ

پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوہو! یہ تو دو چادر والے آگئے، نام ہی ذوالبجادین دو چادر والے۔

یہ حال ربیع کا، کہ شوہر نے سب کچھ لے لیا مگر اس نے ان کو اس وقت تو جانے دیا۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے فریاد کی کہ دیکھئے، میرا اور ربیع کا فیصلہ ایک آپ کو کرنا ہے۔

اسلام میں عدل اور انصاف دیکھئے، کہ ایک خاتون ہے، اس کی تمام جائداد، زیورات تمام منقول، غیر منقول اشیاء شوہر نے صرف اس لئے لے لیں۔ کہتا ہے کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئیں، ان کے پاس جارہی ہے، سزا کے طور پر، یہ سودا کرتے ہوئے ان کی زبان سے یہ نکلا کہ میری تمام چیزیں تم لے لو، مجھے جانے دو۔ شوہر نے یہ جملہ اس وقت اس کا پکڑ لیا کہ تو نے کہا تھا کہ تمام چیزیں لے لو، تو اس وقت یہ جو وہاں سے لباس پہن کر آئی تھی وہ انہوں نے واپس نہیں کیا تھا، وہ شوہر لینے کے لئے پہنچ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا کہ ہمارا فیصلہ کرو، اب اسلام میں کس قدر عدل وانصاف، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ظالم! تو نے اس خاتون کا سب کچھ لے لیا، تیری بیوی، ساری عمر تیرے ساتھ رہی، ایک کپڑا اس کے پاس تو نہیں چھوڑ سکتا؟ دونوں کا بیان سن کر حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ تو نے ایسا جملہ کہا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں، فرمایا کہ یہ جو لباس وہاں سے پہن کر آئی تھی اس کو واپس کردو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپس فرمایا۔

حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے۔ کیوں کہ وہ کن کی بیٹی؟ بڑے جوانمرد، جانباز، بہادر شجاع کی بیٹی تھیں جنہوں نے اپنے بچپن میں ابوجہل کو قتل کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے ان سے سب سے زیادہ محبت فرماتے، ان کے یہاں تشریف لے جاتے۔

اسی پر ایک دفعہ ان کے یہاں، حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں ایک عطر بیچنے والی کوئی عورت آئی۔ وہ کافر تھی، مشرک تھی، عطر بیچ رہی تھی، ان کے یہاں پہنچ گئی، کسی بات میں ذرا

تو تو میں میں شروع ہوگئی، تو اس عطر بیچنے والی عورت کا نام تھا اسماء۔ وہ کہتی ہے کہ تیرا باپ تو قبیلہ کے سردار کا قاتل۔ حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ابو جہل کو اس نے اپنے قبیلہ کا سردار کہا، میں نے اس کو جلانے کے لئے کہا کہ سردار تو درکنار، وہ تو غلام بنانے کے قابل بھی نہیں تھا، ابو جہل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں یہ اسطرح لڑتی تھیں۔

حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے۔ ان سے، حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے ایک دفعہ پوچھا کہ صحابہ کرام سے پوچھا کرتے تھے بعد والے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی، جن کو یہ شرف عطا ہوا ان صحابہ کرام سے پوچھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے؟ بتاؤ ذرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا، چہرۂ انور کیسا تھا؟

حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بہت پیار تھا، آپ نے بہت قریب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، بار بار دیکھا، مختلف مواقع میں آپ کو دیکھنے کی نوبت آئی، آپ بتاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف کیسا تھا۔

کتنی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کتنا پیارا جواب، وہ فرماتی ہیں کہ کیا بیان کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کس طرح کوئی بیان کرسکتا ہے، میں آپ کے سامنے حلیہ کیا بیان کروں؟ بس اتنا سمجھو کہ سورج طلوع ہورہا ہے۔

ایسی محبت اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی عطا فرمائے، طالب علم کو بلالیں، وہ پڑھ لیں، پھر ہم دعا کرلیتے ہیں۔

۱۱

راهب نے صحابی سے حسینِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا

سراپا کے ضمن میں جب ووجهه کدارة القمر سنا تو کہہ اٹھا

اشهد ان لا اله الاالله وان محمدا رسول الله



خون روتا ہوں ملبد آپ کو دیکھا نہیں

جس گھڑی پیوستہ حضرتؐ کے حنا تھی، میں نہ تھا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مُلَبَّدًا (صحیح بخاری) ترجمہ : حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے سر کے بالوں پر لیپ کیا ہوا تھا۔(یعنی خضاب)

جسم خوشبودار سے حضرت کے ہر ہر فیضیاب

حلس تھا مرط مرحل تھی ردا تھی، میں نہ تھا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ذَاتَ غَدَاۃٍ وَ عَلَیْہِ مِرطٌ مُرَحَّلٌ (صحیح البخاری) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک روز صبح کو برآمد ہوئے آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر اونٹ کے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

کہا یا لیتنی کنت ترابا عرش اعظم نے

قدم جب سیدِ عالمؐ کا ،بر روئے زمین آیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (سورۃ النازعات)

ترجمہ: اور کافر کہیں گے کاش میں مٹی ہوتا۔

لاریب ذات ان کی سراج منیر

پر نور جس کے عکس سے ہر دوسرا ہوا

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًاوَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وسِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورۃ احزاب) ترجمہ: اے نبیؐ ہم نے آپ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے اللہ کی طرف اس کے علم سے اور آپ چمکتا ہوا چراغ ہیں۔

پیروی سے جو سواد اعظم کی بہکا، وہ کبھی

راہ پائے گا نہیں یوں ہی بھٹکتا جائے گا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِتَّبِعُوْا سَوَادَ اَعْظَمِ فَاِنَّہ من شذ شذ فی النار (صحیحین) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایابڑی جماعت کی پیروی کروجو علیحدہ ہو گاوہ یقیناً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

گر کیا موسیٰؑ نے پانی سنگ سے جاری
میرے پیغمبرؐ نے ہر اونگلی کو پنگھٹ کر دیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذَ ا سْتَسْقَیٰ مُوْسیٰ لِقَوْمِه فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشَرَۃَ عَیْناً (سورۃ البقرہ) ترجمہ: اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہامار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکل اس سے بارہ چشمے۔

حدیث شریف میں آتا ہے عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِاِنَاءٍ وَھُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ یَدَہ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَآءُ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِه فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَۃ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثِمِائَۃٍ اَوْ زُھَآءُ ثَلٰثِمِائَۃٍ (صحیحین) ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ

کے پاس ایک برتن اس وقت لایا گیا جب آپ مقام زوراء میں تھے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا تو انگلیوں سے پانی جوش مارنے لگا (دریا کی طرح) پس قوم نے وضو کیا۔ قتادہؒ نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا۔ آپ کتنے حضرات تھے انہوں نے جواب دیا ہم تین سو تھے یا زیادہ تین سو سے۔

آپؐ کو مال و دولت سے جو رکھے گا افزوں

بے شک ایمان میں امجدؔ وہی کامل ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نِعْمَتِہٖ وَ مَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (مشارق الانوار) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے مال و دولت اور باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اگر کبیرہ کا مرتکب ہو شفاعت اس کی ہے ان پہ واجب

حبیبِ حقؐ پر جس امتی نے درود بھیجا سلام بھیجا

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (ترمذی، ابو داوٗد) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا

میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ رُوَیْفَع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (مشکوٰۃ) ترجمہ: حضرت رویفعؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود بھیجا اور کہا اے اللہ قیامت کے روز محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اپنے پاس قریب تر جگہ عنایت فرما تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

ہے شرف آپؐ کا افزوں خلیل اللہ پر
وہ خدا کے ہیں خلیل اور محمدؐ ہیں حبیب

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ عَمْرٍو بْنِ قَیْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَ نَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلاً غَیْرَ

فَخْرٍ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَ مُوْسىٰ كَلِيْمُ اللّٰهِ وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ (الدارمی) ترجمہ : حضرت عمرو بن قیسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم پیچھے آنے والوں میں سے ہیں اور ہم قیامت کے دن سب سے آگے ہونگے اور میں ایک بات کہتا ہوں بغیر فخر کے، ابراہیمؑ اللہ کے خلیل ہیں، موسیٰؑ اللہ کے کلیم ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں۔

(امجد حیدر آبادی)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی. اَمَّا بَعۡدُ

اللہ تبارک وتعالی اس مدرسہ کوقبول فرمائے ،طلبہ، طالبات ،اساتذہ ،معلمات ، منتظمین سب کو قبول فرمائے ۔ اس مدرسہ کے ذریعہ شہر میں، پورے ملک میں ، دنیا میں نور اور برکت اور اپنے فضل ورحم کو عام فرمائے ۔ آپ حضرات ظہر کے بعد سے مشغول ہیں، اسی لئے میں نے پوچھا کہ کتنی دیر بیان کریں؟ بتایا کہ آدھ گھنٹہ، اللہ تبارک وتعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہمیں وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

شمس وقمر کو میں اِن پر فداء دیکھتا ہوں

قاری صاحب ابھی نعت پڑھ رہے تھے

شمس وقمر کو میں اِن پر فداء دیکھتا ہوں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجتے ہیں ، نماز عصر کی سب پڑھ لیتے ہیں ، حضرت علی جب پہنچتے ہیں تو سورج غروب ہو جاتا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے سورج ڈوبا ہوا پھر واپس آجاتا ہے ۔ ردّ شمس کی روایات پر کافی کلام بھی ہوا مگر محدثین کی ایک جماعت اسے تسلیم کرتی ہے ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق القمر کا معجزہ، ایک اشارہ سے چاند شق ہو کر، ایک شاعر کہتا ہے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین کے اُس ٹکڑے کو، اس خطہ کو، اُس حصہ کو جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ کہ الٰہی! جس طرح شق ہو کر اس زمین کے ٹکڑے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اندر لیا ہے، الٰہی! میرے دل کو بھی تو اس طرح شق کر دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بس جائیں۔

یہ ابھی ہمارے قاری قربان صاحب نے آیت پڑھی، **وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِهِ**، کہ چاند، سورج، ستارے سب امرِ الٰہی کے تابع۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کے لئے دعا ہوگئی، آپ کی دعا کے ذریعہ ادھر ایک اشارہ ہو گیا چاند کو، سب حق تعالیٰ شانہ کی مخلوق، جو اُس کے تابع ہیں، وہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب اور دعا کو بھی سمجھتی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں کو بھی سمجھتی ہیں۔ اللہ ہمارے دل اور دماغ کو اس قابل بنائے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں اور ارشادات کو سمجھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔ اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔

حضرت ربیِّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

گذشتہ حاضری کے موقع پر آپ کے یہاں حضرت رُبیِّع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصہ پر میں نے ختم کیا تھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ان کے یہاں آرام فرمانے تشریف لے جاتے تھے۔ شیخین ساتھ ہوتے، اور صحابہؓ کرام ساتھ ہوتے، آپ وہاں تھوڑی دیر آرام فرمالیتے۔

ان کی خصوصیت ان کے ابا کی وجہ سے تھی کہ ننھے منے دو بچے اور دونوں نے، دونوں بھائیوں نے سب سے بڑے دشمن، مکہ کے ابوجہل کو قتل کیا تھا، ان کی بیٹی حضرت ربیِّع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑا پیار تھا۔

ایک دفعہ حضرت رُبیِّع رضی اللہ عنہا ایک طبق میں کچھ پھل اور کھجوریں بھیجتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا طبق ہیروں جواہرات، سونے اور چاندی کے زیوروں سے بھر کر بھیجا، ان کا جواب عرض کیا تھا کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے یہاں بکثرت تشریف لاتے تھے، آپ نے قریب سے دیکھا، ہم آپ کی زبان سے سننا چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے لگتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ بس نہ پوچھو کہ کیسے لگتے تھے، ایسے سمجھ لو کہ جیسے سورج طلوع ہو رہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تک رہی ہیں، تک رہی ہیں، سیری نہیں ہوتی، دیکھ رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے رہے۔ پھر جب تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرۂ انور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراہٹ دیکھی تو پوچھا کہ عائشہ! تو مجھے گھور رہی تھی، دیکھ رہی تھی، اور اب ہنس بھی رہی ہو؟ کیا بات ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ رہی تھی، اور آپ کے متعلق ابوبکر ہُذلی شاعر کا جو کلام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی خطوط، لکیریں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال کتنے پیارے! مجھے اس پر تبسم کی حالت میں آپ نے دیکھ لیا، میں اُس وقت ابوبکر ہُذلی کے کلام کو سوچ رہی تھی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

بکثرت صحابۂ کرام، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، وہ بھی، جنہوں نے نہیں دیکھا، وہ بھی، تابعین بھی، بکثرت پوچھا کرتے تھے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کیجئے۔ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث شمائل میں بہت مشہور ہے کہ حضرتِ ہند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرماتے ہیں۔

صحابۂ کرام اور تابعین تو پوچھتے ہی تھے، ایک راہب ایک صحابی سے پوچھتا ہے کہ میں نے تورات بھی پڑھی، انجیل بھی پڑھی، اور اس میں نبیِ آخرالزمان کا تذکرہ بھی پڑھا، اب میں نے تو نبیِ آخرالزمان کو نہیں دیکھا، آپ میرے سامنے اُن کا حلیہ شریف بیان کرو گے؟

صحابی نے بیان کرنا شروع کیا تو اس میں تقریباً وہی الفاظ آرہے تھے، وہ بیان کرتے جاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک ایسی، گال مبارک ایسے۔ ناک مبارک ایسی، آنکھیں مبارک ایسی۔ بیان کرتے کرتے جب وہ اس جملہ پر پہنچے صحابی، وَ وَجْهُهُ كَدَارَةِ الْقَمَر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کیسا تھا؟ اس کے متعلق انہوں نے فرمایا، وَ وَجْهُهُ كَدَارَةِ الْقَمَر ۔

کسی صحابی نے اسی کو بیان فرماتے ہوئے اس کو تھوڑا سا بدل دیا، کہ القمر کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے متعلق انہوں نے فرمایا كَانَّهُ قِطْعَةُ قَمَر کہ پورا چاند نہیں، اس کا ایک قطعہ اور ٹکڑا۔ شراح جب اس جملہ پر پہنچتے ہیں، تو انہوں نے اس صحابی کی عقل، سمجھ، دانائی، اور ذکاوت کو بیان فرمایا کہ وہ صحابی اور حضرات کی طرح سے چاند کے ساتھ تشبیہ کیوں نہیں دے رہے ہیں؟ انہوں نے چاند کے بجائے، چاند کا ٹکڑا کیوں استعمال فرمایا، كَانَّهُ قِطْعَةُ قَمَر .

پھر شراح نے اس کی وجہ بیان کی کہ چاند کو آپ جب غور سے دیکھو گے تو اس میں کچھ حصہ اس کا مکمل روشن اور کچھ حصہ تھوڑا سا دھندلا معلوم ہوتا ہے۔

جس کے متعلق دو تین سال پہلے اخبارات میں روز، اخبارات والوں کی تجارت خوب چلی، ان کے مزے ہوگئے تھے، اس میں اشتہار آتے تھے کہ ہمارے پیر صاحب چاند میں نظر آتے ہیں۔ بے نظیر کہا کرتی تھی کہ پاپا چاند میں نظر آتے ہیں، پاپا چاند میں ہیں۔ کسی کو چاند کا جو دھندلا حصہ ہے اس میں اپنے پاپا نظر آئے، کسی کو اپنے پیر نظر آئے۔

شراح اور محدثین فرماتے ہیں کہ صحابی نے كَانَّهُ قِطْعَةُ قَمَر چاند کا ٹکڑا اس لئے استعمال فرمایا کہ انہیں اتنا بھی گوارا نہیں ہے کہ میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تشبیہ دوں پورے

چاند سے، تو اس میں وہ دھندلا حصہ بھی شامل ہو جائے، اس دھندلا حصہ کو نکالنا چاہا انہوں نے اور فرمایا کہ نہیں پورا چاند نہیں، وہ جو روشن حصہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور اس جیسا تھا، کتنا ادب!

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شباہت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حسن و جمال! اس کے متعلق ایک دفعہ رمضان میں، میں نے اسی شباہت پر کہ حضراتِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ اور ہم شکل تھے، اس پر چند روز تک مسلسل بیان کیا تھا شباہت پر۔ جن حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت اور ہم شکل ہونے کی دولت ملی وہ نام ایک شاعر نے عربی میں نظم کئے ہیں، ان کی تعداد تقریباً ستر سے زائد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں، سید ہیں، اشراف میں سے ہیں، اُنہیں تو دولت ملی، لیکن جو حضرات، جن کا رشتہ داری کا کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحراء میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت محسوس ہوئی، اطراف میں دیکھا کہ پینے کے لئے پانی، دودھ کچھ مل جائے۔

دیکھا کہ دور ایک چرواہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، پانی تو میرے پاس پانی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ میں بکری کا دودھ پی سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ بکریاں تو میرے پاس امانت ہیں، میری نہیں، میں چرواہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اِس سمجھ اور دانائی اور عقل اور حکمت کی داد دی اور اس کے بعد اِس کو سَراہا، اور اس کے بعد فرمایا کہ اچھا، بالکل تو نے صحیح سوچا، صحیح جواب دیا۔ اب ان میں سے آپ کے پاس، ایسی بکریاں، ایسی فیمیل بھی ہوں گی کہ جن سے دودھ کی کوئی توقع نہیں۔ اُس نے اشارہ کیا کہ یہ سب ایسی ہی ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں ان کو دوہ سکتا ہوں؟ اس کا دودھ نکال سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا اس کا

دودھ کیسے نکلے گا؟

ام معبد الخزاعیہ رضی اللہ عنہا کی طرح سے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماتے ہوئے، مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں، ام معبد الخزاعیہ رضی اللہ عنہا پر گذر ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی اسی کا سوال فرمایا کہ هَلْ عِنْدَكُمْ قرا ؟ میزبانی اور ضیافت کے لئے کچھ ہے تمہارے پاس ہے؟ کسی مسافر کو کھلانے پلانے کے لئے؟ ام معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اگر ہوتا تو میں بغیر مانگے، بغیر طلب کے ضرور پیش کر دیتی۔لیکن ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے،اور ہمارا جوریوڑ ہے، وہ جانوروں کا وہ چڑنے کے لئے گیا ہوا ہے،اور گھر میں اس وقت کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ کو اسی گفتگو میں وہ کہتی ہیں، کہ یہ ایک بکری جو معذور اپاہج ہے وہ نہیں جا سکتی، اور دودھ بھی نہیں دے سکتی، اس کا دودھ بھی نہیں آتا، وہ صرف چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اور باقی سارا ریوڑ لے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میں اس کو دوہ سکتا ہوں؟ اس کا دودھ نکال سکتا ہوں؟ کوئی برتن دوگی؟ تعجب سے کہتی ہیں کہ اس کا دودھ کیسے نکلے گا؟ میں نے تو پہلے ہی بتا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن لے کر دودھ اس سے دوہتے ہیں اور خود بھی نوش فرماتے ہیں، ساتھی بھی نوش فرماتے ہیں، ام معبد کو بھی دیتے ہیں، اور گھر میں جو برتن ہوتے ہیں وہ دوسرے بھر لئے جاتے ہیں۔تو اُس نے ایک لقب دیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ شریفہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ شریفہ۔کئی سال ہوئے، غالبًا بیس سال سے زیادہ ہوئے ہوں گے مدینہ منورہ اعتکاف میں ایک دفعہ خیال آیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ شریفہ اور حق تعالیٰ شانہ کے اسماءِ الٰہیہ دونوں کو جمع کر کے ایک درود شریف اسی اعتکاف میں لکھا

تھا،یَا رحمٰن! صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ الْبُرْهَان سے وہ شروع ہوتا ہے۔اس وقت اوراس کے بعد جو کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ مبارکہ، اسماء جو نظر سے گذرے وہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہزار سے متجاوز ہیں۔

ایک لطیفہ

اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فضائلِ حج میں تحریر فرمایا کہ مدینہ منورہ کے اسماء سو کے قریب بیان کیئے گئے ہیں، سلفی حضرات میں سے کسی نے اشکال کیا کہ یہ اس قدر حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر اتنا مبالغہ کہ مدینہ منورہ کے اسماء، آپ نے جھوٹ لکھ دیئے کہ سو کے قریب مدینہ منورہ کے نام بتائے گئے ہیں۔

صَدَقَ شَيْخُنَا

ہمارے اکابرین اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی قبروں کو نور سے بھر دے، اُن کے درجات بلند فرمائے، اُن کی ہر چیز جو زبان سے نکلی، جو ہم نے سنی، وہ ہماری جہالت کی وجہ سے اُس وقت نہ مل سکی، تھوڑی سی توجہ سے وہ سب چیزیں مل گئیں۔

خود حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اپنے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا ایک قصہ بار بار بیان فرماتے تھے۔ کہ والد صاحب نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ امی جان یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مولویوں کا ناس کر گئیں اور امت کا بھلا کر گئیں۔

کتنا پیارا جملہ، کتنی محبت بھرا ہوا جملہ، کہ مولویوں کا ناس کر گئیں اور اُمت کا بھلا کر گئیں، کہ الٰہی! ان مولویوں کی روزی پریشان رکھیئے، کہ مولوی روزی کے خاطر پریشان رہیں اس کی بددعا دی۔ اس لئے فرمایا کہ مولویوں کا ناس اور امت کا بھلا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے بہت تلاش بھی کیا، مگر مجھے کہیں یہ حدیث اب تک نہیں ملی، لیکن والد صاحب اسکو بیان فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ چند روز قبل مجھے یہ حدیث ملی،

اَللّٰھُمَّ اَفْقِرِ الْمُعَلِّمِیْنَ کَیْ لَا یَذْھَبَ الْقُرْاٰنُ یہ الفاظ ہیں اس روایت کے کہ الٰہی! تو مولویوں کو فقیر رکھ تاکہ قرآن دنیا میں عام رہے، پھیلتا رہے۔ کہ اپنی روزی، تنخواہ کے خاطر وہ پڑھاتے رہیں، پڑھاتے رہیں اور قرآن کی خدمت وہ کرتے رہیں کَیْ لَا یَذْھَبَ الْقُرْاٰنَ اُس کی علت بھی بیان فرمائی۔ میں نے کہا کہ صَدَقَ شَیْخُنَا، کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ جو والد صاحب سے نقل فرماتے تھے جو سنا وہ بھی صحیح، اور حضرت کے والد صاحب نے جو فرمایا وہ بھی صحیح۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جو مزاحاً فرماتے تھے وہ چیز بھی ملتی تھی۔

’’اس میں تو کچھ کوڈّے‘‘

ایک بزرگ کا حضرت قصہ بیان فرماتے تھے کہ اُن کے پاس کوئی شاگرد پہنچے کہ حضرت! مجھے اسمِ اعظم سکھائیں گے؟ بزرگ نے اپنے پاس اُن کو رکھ لیا، خدمت کر رہے ہیں۔

ایک دن فرمایا کہ اچھا یہ ڈبہ لے جا کر کے فلاں بزرگ کو پہنچا کر آؤ، یہ خادم راستہ میں پہنچا، دیکھا کہ کوئی چیز اس میں حرکت کر رہی ہے، ہل رہی ہے، سہارنپوری زبان میں حضرت، جو سہارنپوری الفاظ بولتے تھے اتنے پیارے الفاظ ہوتے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ خادم جب لے کر چلا، راستہ میں پہنچا، اس نے دیکھا کہ اس میں تو کچھ کوڈّے، اس میں تو کچھ کوڈّے، اس میں تو کچھ کود رہا ہے، اچھل رہا ہے۔ خادم نے جب دیکھا کہ اس میں تو کچھ کوڈّے تو اس نے جیسے ہی ڈھکن کھولا تو چوہا چھلانگ لگا کر، کود کر بھاگ گیا جو کچھ کوڈّے۔

اب وہ پریشان، اس نے پھر ڈھکن بند کیا، اور بزرگ کے پاس جا کر وہ ڈبہ پہنچایا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ انہوں نے بھیجا؟ اب سچ نہیں بتا رہے ہیں کہ مجھ سے غلطی ہوئی، میں نے کیا حرکت کی۔ اب وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ نہیں، یہ خالی تو نہیں بھیجا ہوگا، سچ بتاؤ، بالآخر انہوں نے بتانا پڑا، پھر انہیں ندامت ہوئی کہ او ہو! کیا مصلحت ہوگی؟ کیوں بھیجا ہوگا؟ جب واپس پہنچے، اپنے پیر اور مرشد کے پاس، تو انہوں نے پھر پوچھا، کہ پہنچا دیا؟ کہا پہنچا دیا۔ کہا کیا فرمایا؟

اب پورا قصہ دہرانا پڑا۔ کہ جاتے ہوئے یہ مجھ سے حرکت ہوگئی، اور ڈھکن میں نے کھول دیا تو چوہا اچھل کر، کود کر بھاگ گیا۔

اب پیر صاحب جو فرماتے ہیں، اسے سن کر ان کے خادم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ دیکھو، میں نے جن بزرگ کے پاس تمہیں بھیجا تھا، انہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا ہے۔ اور میں نے اس لئے تمہیں بھیجا تھا، کہ تمہیں اس کی طلب ہے تم اسمِ اعظم سیکھنا چاہتے ہو، لیکن ایک ڈبہ میں بند چوہے کی حفاظت کر کے تم پہنچا نہیں سکے، اسمِ اعظم کی آپ حفاظت کیا کر پاؤ گے؟

حضرت تو سناتے تھے، ہم سمجھے تھے کہ ایک لطیفہ کے طور پر کسی نے کوئی قصہ گھڑ لیا ہوگا، ایسے ہی قصے حضرت مفتی نظام الدین صاحب، مفتی احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سناتے تھے اپنے اکابر کے واقعات، گزشتہ تاریخ مدارس کی، ہمارے یہاں کی، کبھی کبھی مزاحاً سن کر، دوستانہ مجلس ہوتی تھی، تو حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ حضرات کہتے کہ مفتی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ بعض قصے آپ گھڑ کر بیان کرتے ہوں گے۔ یہاں تک سنا کر مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کے بعد سے پھر میں نے معمول بنا لیا تھا کہ میں جو قصہ ان کے سامنے، کوئی حدیث، کوئی روایت، کوئی فتویٰ ان کے سامنے بیان کرتا، تو روایت کی سند اور حوالہ کے ساتھ بیان کرتا تھا کہ اس قصہ کی سند یہ ہے۔ تو میں نے گستاخی کی، میں نے کہا کہ حضرت! وہ سند بھی تو بنائی جا سکتی ہے، مفتی صاحب ہنس پڑے، فرمایا کہ ان کا ذہن اس طرف نہیں گیا۔

ہمارے اکابرین کا علم

یہ جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے قصہ سنایا تھا، کچھ کودّے والا، تو میں نے بخاری شریف میں جہاں کہیں حضرت سبق اور تدریس اور شرحِ حدیث سے ہٹ کر کوئی چیز بیان فرماتے تھے، میں

حاشیہ پر لکھ لیا کرتا تھا۔ وہاں (sixty seven) کا لکھا ہوا تھا، ابھی دو تین سال قبل حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں پڑھ رہا تھا، تو ان کے یہاں کا یہ قصہ ہے۔ کہ حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ جو صدیوں پہلے مصر میں ہوئے۔ ہمارے اکابر کے یہاں ہر چیز، جو وہ بیان فرماتے تھے، ان کی آپ کو ضرور اصل اور اس کا حوالہ ضرور ملے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن جیسا علم ہمیں، ہماری نسلوں کو بھی عطا فرمائے۔

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسکراتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ عائشہ! کس پر ہنس رہی تھی؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابو بکر ہزلی کے اشعار جو آپ کے چہرۂ انور کے متعلق اس نے کہے، اس کو میں سوچ رہی تھی، اور اس پر مجھے ہنسی آئی۔

اس سے پہلے میں نے راہب کا قصہ شروع کیا تھا کہ اُس نے ایک صحابی سے سوال کیا، کہ اپنے نبی کا حلیہ آپ بیان کیجئے کہ میں نے نبی آخر الزمان کا حلیہ تورات میں بھی پڑھا ہے، انجیل میں بھی پڑھا ہے، صحابی بیان کرتے کرتے کرتے جب اس جملہ پر پہنچے **وَ وَجْهُهُ كَدَارَةِ الْقَمَرِ** کہ ہمارے نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کیا پوچھتے ہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تو چاند اور چاند کے ہالہ کی طرح تھا۔ ابھی تو صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے متعلق جو انہیں معلوم تھا وہ بیان فرما رہے ہیں، جب یہاں پہنچے، یہ جملہ اُس نے سنا، تو اس نے ہاتھ اٹھا دئے، اس نے کہا کہ **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهُ** اور وہ اسلام لے آئے۔

مدینہ طیبہ کے القاب

اب اخیر میں وہ ام معبد الخزاعیہ والے قصہ کو جو میں نے شروع کیا تھا، اس میں، میں نے ایک بات عرض کی تھی، کہ میں نے درود شریف لکھا تھا جس میں القاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذکر کئے تھے۔ میں نے تمام القاب پڑھے جو جو مل سکے، جیسا میں نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق عرض کیا کہ سلفیوں نے اعتراض کیا، کہ یہ اتنا غلو، کہ مدینہ منورہ کے متعلق جھوٹ تم نے لکھ دیا کہ سو کے قریب اس کے اسماء بیان کئے گئے ہیں، کہاں لکھا ہے؟ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جواب دیا ہوگا، مگر مجھے خود نوّے، پچانوے اسماء تک تو میں پہنچ گیا ہوں، جو مدینہ منورہ کے اسماء ملے ہیں۔

حَالِبُ هَائِل

یہ ام معبد الخزاعیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شب قیام فرمایا وہاں اور اس کے بعد جب تشریف لے جاتے ہیں، تو یہ قریش آپ کی تلاش میں تھے، ابوجہل پارٹی جب وہاں پہنچتی ہے تو اس سے پوچھتی ہے کہ یہاں سے کوئی گذرا ہے؟

اس نے کہا کہ ہمارے یہاں تو، ہم تو جنگل میں ہیں، یہاں کون گذرے گا، ہاں البتہ ایک عجیب انسان کو میں نے دیکھا، اس نے لقب استعمال کیا، کہ **حَالِبُ هائِل** کہ جس بکری کو کبھی دودھ اتر ہی نہیں سکتا، اس سے جس نے دودھ دوہا، وہ ہمارے یہاں سے گذر کر گئے ہیں۔ فوراً ابو جہل کہتا ہے کہ یہی ہیں، انہی کو ہم تلاش کر رہے تھے، جنکو تم بتا رہی ہو لیکن دو تین دن پہلے، اب تو وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے قلوب کو بھی مدینہ منورہ کا وہ قطعہ بنا دے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

۱۲

حرمِ نبوی کے مدرس محمد بن منکدر درس میں اٹک جاتے
تو مواجھہ شریفہ پر جا کر گردن جھکا لیتے پھر واپس آ کر
علوم کے جواھرات بکھیرتے



خدا نے حکم دیا قبل ان تموتوا کا

جہاں میں میرے مشتاق رہتے ہیں ابرار

حدیث شریف میں آتا ہے۔مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ترجمہ: مرو مرنے سے پہلے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ ترجمہ: اپنا حساب کرلو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔

صفائے آئینہ لا الہ الا اللہ

جلائے سرمہ مازاغ واقف اسراء

حدیث شریف میں ہے۔مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ترجمہ: جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مازاغ البصر وما طغیٰ (سورۃ الحشر) ترجمہ: بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔

اسیر طوطی خوش لہجہ دام آفت میں

مقام فاعتبروا ہے اے اولی الابصار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْأَبْصَارِ (سورۃ الحشر) ترجمہ: اے آنکھوں والو عبرت پکڑو۔

ہوا اشارہ حضرت سے چاند دو ٹکڑے

ہوا نے کوچہ شق القمر میں کی رفتار

ارشادِ خداوندی ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورۃ القمر) ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔

(منیر شکوہ آبادی)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. وَ الضُّحٰیۙ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰیۙ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰیؕ.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابھی طالبِ علم نے آپ کے سامنے یہ سورت پڑھی اور مولانا نے آپ کی زبان میں اس سورت کے مضمون کی تشریح فرمائی۔ یہی سورت ہے کہ سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ صبح اُٹھتے ہیں، گھر والوں کو بتاتے ہیں کہ آج میں نے عجیب خواب دیکھا۔

خواب میں انہوں نے دیکھا کہ یہ سورۃ والضحیٰ اُن کی پیشانی پر لکھی ہوئی ہے۔ یہ خواب جب انہوں نے دیکھا، اس کے بعد انہوں نے معبر سے اس کی تعبیر مانگی، کہ اس خواب کی تعبیر کیا؟

بعض لوگوں کو یہ خواب وغیرہ کا تذکرہ اچھا نہیں لگتا، اور ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ تو خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ خوابوں کا تذکرہ یہ حقیقت کی دنیا سے دور ہے۔ مطلب اُن کا یہ ہوتا ہے کہ خواب کی فکر کرنے اور تذکرہ کی کیا ضرورت؟ اس سے کیا حاصل اگر خواب دیکھا؟ حقیقت کی دنیا کی باتیں کرو کہ یہ حقیقت ہے، **حقائق الاشیاء ثابتة**

موجودات کی بات کرو کہ جو نظر آتی ہیں یہ چیزیں، یہ زمین، یہ آسمان، یہ مکان، یہ کام، یہ فیکٹری، یہ دکان۔ آج کل جو مزاج ہے اس اعتبار سے جو اس گفتگو کو سنے گا تو وہ بھی کہے گا کہ ہاں، یہ کیا؟ خواب کی باتیں کرتے ہیں؟

هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِنْکُمْ رُؤیَا؟

اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے خواب دیکھتے ہیں، وہ اُن کی طرح یہ نہیں کہتے کہ اس کو خوابوں کی دنیا میں چھوڑو، بلکہ وہ معبّر کی تلاش کرتے ہیں جو اس خواب کی تعبیر دے۔

اسی لئے کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جو پہلا عمل ہوتا تھا، جو پہلا کام ہوتا تھا، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، مصلے پر ہیں، وہی تشریف فرما ہیں، اور بیان کرنا شروع فرماتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خواب دیکھا ہوتا، تو اپنا خواب سناتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے پوچھتے، کہ **هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِنْکُمْ رُؤیَا؟** تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ روز یہ سلسلہ ہوتا۔

اگر خوابوں کی کوئی حقیقت نہیں، تو دو جہاں کے سردار صحابہ کرام کو، اِس حقیقت کی دنیا کو دکھاتے؟ سلام پھیر کر پوچھتے کہ آج کون سے باغ میں آپ کو جانا ہے؟ آج کونسے جانوروں کو چرانے کے لئے کہاں لے جانا ہے؟ کونسی تجارت آج کرو گے؟ وہاں تو اُلٹا ہوتا، یہاں کی، اس دنیا کی حقیقت کی، اُن کی اُس بارگاہ میں کوئی حقیقت نہیں یہ دنیا کی۔ وہ تو جو ہو چکا، گذشتہ رات خواب دیکھا، وہ بھی گذشتہ رات کا ماضی کا قصہ، اُس کو دہرا رہے ہیں، کہ گذشتہ رات میں نے یہ خواب دیکھا، صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں کہ گذشتہ رات تم نے کیا خواب دیکھا؟

نبوت کا چھیالیسواں حصہ

اگر یہ خواب اتنی بے نفع اور غیر مفید چیز ہے، اگرچہ اس کی تو حیثیت بہت بڑی ہے۔ جو صحیح،

سچا خواب ہے، وہ تو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

نبوت پر مجھے یاد آیا کہ ایک محدث نے، بہت بڑے محدث، وہ فرماتے ہیں کہ نبوت کے بیان میں ان کی زبان سے نکل گیا، کہ **اَلنُّبُوَّۃُ، اَلْعَمَلُ وَ الْعِلْم**۔ کہ نبوت عمل ہے علم ہے۔ بس پکڑ لیا پکڑنے والوں نے، اور اس مسئلہ کو جو مسئلہ نہ ہو، کچھ لوگ اس درجہ کے ماہر ہوتے ہیں ہندسی کام میں، کہ وہ کوئی چیز جس کی نہ بن سکتی ہو، کوئی چیز نہ ہو تب بھی اس کو ثابت کر کے دکھاتے ہیں۔ اب اِن کا یہ جملہ پکڑ لیا، اور کہا کہ یہ تو کفر ہے، زندقیت ہے، اور مسئلہ چلایا گیا، اچھالا گیا، یہاں تک کہ حکومتِ وقت کی طرف سے اُن کے خلاف قتل کا فیصلہ ہوا، اور قتل کی وجہ بھی زندقیت، اس کی بناء پر اُن کو قتل کر دیا گیا۔ خیر، یہ بڑی لمبی کہانی ہے ان کی، یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس سچے خواب کو قرار دیا گیا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیان فرماتے تھے، اپنا خواب صحابہ کرام سے پوچھتے تھے، اُن خوابوں کی تعبیر دیتے تھے۔ اور یہ بھی روز کا موضوع اور روز اس پر گفتگو ہوتی۔

اور اتنی دلچسپی تھی، اتنی دلچسپی تھی صحابہ کرام کو اس موضوع سے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے متعلق فرماتے ہیں، کہ میں فجر کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کبھی سنتا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھے وہ بیان فرما رہے ہیں، میں وہ سن رہا ہوں۔ کبھی کوئی اپنا خواب بیان کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر بیان فرما رہے ہیں، کبھی میں اس کو سنتا۔ کہتے ہیں کہ مجھے دل میں تمنا ہوتی، تڑپ رہتی تھی کہ کاش کہ میں کسی دن کوئی اچھا خواب دیکھوں، تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کی تعبیر پوچھوں۔

خوابوں کی تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹائم ٹیبل میں

چنانچہ ایک مرتبہ اُن کی یہ تمنا پوری ہوئی، حالانکہ یہ تو بچوں میں سے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح سے چھوٹے چھوٹے

بچوں کو صحابیات بھیجا کرتی تھیں، کہ جاؤ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھو، اور یہ پانی لے جاؤ، وہاں سے پڑھوا کر لے آنا۔ روز جس طرح میں نے عرض کیا کہ فجر کی نماز کے بعد ایک خوابوں کا بیان اور خوابوں کی تعبیر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹائم ٹیبل میں، اور ٹائم ٹیبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری عمر کے لئے۔ اوہو! یہ ایک جیسا ٹائم ٹیبل ساری عمر کا، جب گھر پر ہیں تو اور ٹائم ٹیبل، جب سفر پر ہیں تو اور ٹائم ٹیبل، اور اس کی پابندی کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی کہ ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کو اسی وقت میں ملے گی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا نظم اور ضبط

اسی لئے پاکستان میں ایک بہت بڑے محدث تھے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجرِ مدنی قدس سرہ کو عریضہ لکھا، اس میں وہ لکھتے ہیں، کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو نظم اور ضبط پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ حضرت شیخ کو وہ لکھ رہے ہیں، کہ آپ کے یہاں ٹائم ٹیبل، بہت سختی سے اس پر عمل ہوتا ہے۔ میں اس نعمت سے محروم ہوں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ٹائم ٹیبل پر کتنی زیادہ سختی تھی، کہ فجر کی نماز کے بعد جب مجلس ہوتی تھی ذکر کی، اس کے قصے اگر سنانا شروع کروں، اسی طرح چائے کی مجلس میں، مہمانوں کا کس قدر خیال ہوتا تھا، اور ان کی پکڑ دھکڑ ہوتی تھی۔ اُس کو میں اگر بیان کرنا شروع کروں۔ ظہر کی نماز سے پہلے ساری زندگی سہارنپور میں، ساڑھے گیارہ بجے کھانا حضرت کے یہاں، ہزاروں مہمان، اُن کو ایک ہی ٹائم ٹیبل، ہمیشہ کے لئے، ساری عمر کے لئے۔ اس وقت کے قصے، بڑے بڑے لوگوں کو ڈانٹ پڑی ہے، ذرا سا ایک منٹ بھی ادھر اُدھر ہوئے تو ڈانٹ پڑی کہ وقت پر کیوں نہیں پہنچے۔ یہی حال مغرب کی نماز کے بعد، حضرت کے یہاں جو کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا تھا، وہ پوچھنے والوں کے قصے بڑے عجیب اور غریب۔ ایک داستان بن جائے گی لمبی

چوڑی۔تو یہ ٹائم ٹیبل حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ساری زندگی کے لئے تھا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے محدث، فرماتے ہیں کہ میں اسطرح نظام الاوقات پر قادر نہیں ہوں۔ یہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ مکرمہ پہنچے ہیں، اور مدرسہ صولتیہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ ہوا، بغلگیر ہوئے، تو میں دیکھ رہا تھا، کہ وہ دونوں شیخ الحدیث کتنے حسین، کتنے خوبصورت، کیا اُن کا رنگ، کیا اُن کا حسن و جمال؟ اور دونوں رو رہے ہیں۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اور کہتے جا رہے ہیں، کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَمَعَنَا بِاَقْدَسِ الْاَمَاکِن** ،اللہ تیرا شکر ہے، اللہ کا شکر ہے، کہ جس نے ہمیں، آپ کو اور مجھے مقدس زمین میں، مکہ مکرمہ میں اکٹھا کیا، اور یہاں ہماری ملاقات ہوئی۔ یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی جو ٹائم ٹیبل چل رہا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے، سختی سے ٹائم ٹیبل پر عمل۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں فجر کی نماز ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا، صحابہ کرام سے پوچھا۔

لَوْ یُصَلِّیْ بِالَّیْل

ایک دن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری تمنا پوری ہوئی، میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، ابن عمر کا خواب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا خواب۔ اور ہر وقت سے حاضر باش بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کا خواب، اور وہ بھی خواب کس کا؟ جنت کا۔ کہ وہ اپنے آپ کو جنت میں دیکھ رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اُن کی ہمشیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب بیان کیا، کہ یا رسول اللہ! میرے بھائی نے ،عبداللہ نے آج یہ خواب دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عبداللہ بڑے اچھے آدمی ہیں **لَوْ یُصَلِّیْ بِالَّیْل** ۔انہوں نے جنت

دیکھی ہے، وہ جنت میں جائیں گے، مگر جنت میں جانے کے لئے، خواب پورا ہونے کے لئے، شرائط ہیں، اُن کے لئے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جنت دیکھ چکے ہیں خواب میں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کے لئے شرط یہ ہے کہ لَو کَانَ یُصَلِّیْ بِالَّیْل۔ وہ اچھے آدمی ہیں، کاش کہ وہ تہجد کی نماز پڑھا کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی صلوٰۃ التہجد کا شرف نصیب فرمائے، اس کی حلاوت اور لذت ہمیں نصیب فرمائے، اس کا پڑھنا ہمارے لئے آسان فرمائے۔

فن تعبیر

یہ تو سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام اپنے خواب بیان فرما رہے ہیں، اب سنئے، جنہوں نے خود دوجہاں کے سردار کو خواب میں دیکھا۔ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں شیخ ابو الوفاء رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ کو دوجہان کے سردار، آقائے نامدار، فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اُس کو وہ بیان فرماتے ہیں۔

جس طرح میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا، اور اس کی تعبیر کی انہیں تلاش، کسی کو بھیجا معبر کے پاس، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری پیشانی پر سورۂ والضحیٰ لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے تعبیر دی کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُون، اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُون۔ کس پر پڑھا انہوں نے؟ انہوں نے تعبیر دی کہ اُن کا آخری وقت آگیا ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا۔

یہ تعبیر کا فن بڑا عجیب اور غریب ہے۔ پوری سورت کے مضمون میں سے انہوں نے یہ تعبیر دی کہ اِن کا آخری وقت آچکا ہے۔ اس دنیا سے جانے والے ہیں۔ اُن کے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس دنیا سے جانے کی اس میں خبر دی گئی ہے، اس سورت میں۔ انہوں نے پوری سورت میں سے ایک کلمہ سے یہ لیا، وَلَلآخِرَۃُ خَیْرٌ لَکَ مِنَ الْاُوْلیٰ۔

یہ دنیا، اس میں کیا رکھا ہے؟ جس طرح کہ میں نے ابھی بتایا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ خوابوں کی دنیا کو چھوڑو، حقیقت کی بات کرو۔ اس حقیقت میں کیا رکھا ہے۔ نہیں دیکھتے ہیں، کہ بڑے بڑے میلوں میں پھیلے ہوئے شہر، آناً فاناً آگ کی نذر ہو جاتے ہیں، طوفانوں کی نذر ہو جاتے ہیں، سیلاب کی نذر ہو جاتے ہیں، پلک جھپکنے میں، سیکنڈ، منٹ، چند سیکنڈ میں سب صاف۔ شہر کے شہر اس کی کیا بات کریں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ جو دیکھا اس کی بات فرماتے ہیں۔ چنانچہ یہ جو تعبیر دی گئی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق، کہتے ہیں کہ ابھی دو چار دن نہیں گذرے کہ تعبیر پوری ہوگئی، وہ اس جہاں سے رخصت ہو گئے۔

حضرتِ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بالکل ہو بہو چھوٹے بھائی بھی یہی خواب دیکھتے ہیں۔ حضرتِ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شہادت سے پہلے، انہوں نے ایک خواب دیکھا، معبر سے جب بیان کیا، تو انہوں نے بھی اسی طرح اِناَّ لِلّٰہ پڑھی۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ خواب میں دیکھتے ہیں، کہ اُن کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے، **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد، اَللّٰهُ الصَّمَد، لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ، وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ** ۔ سورۂ اخلاص لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے خادم کو بھیجا، کہ بھائی جاؤ، ذرا جا کر پوچھ کر آ۔ انہوں نے، اِناَّ لِلّٰہ پڑھ کر کہا کہ یہ کس کا خواب ہے؟ بتایا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب ہے۔ فرمایا کہ وہ اس دنیا سے جانے والے ہیں، اُن کا جانے کا وقت آ چکا ہے۔

اب وہاں سورۂ والضحیٰ میں تعبیر معبر نے لی، **وَلَلاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** سے، اور یہاں سورۂ اخلاص اپنی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھ رہے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور معبر تعبیر دیتا ہے کہ اب اس جہان سے وہ رخصت ہونے والے ہیں، اور آخرت کے سفر کا وقت اُن

کا قریب آ چکا ہے، اس کی اس سورت میں خبر دی گئی۔ انہوں نے یہ تعبیر کہاں سے لی؟ نام سے، کیوں کہ اس کا نام ہے، سورۃ الاخلاص۔ اس میں لفظ ہے، خلاص۔ خلاص جس طرح کہ ہم گجراتی میں بولتے ہیں، اردو میں بولتے ہیں، یہی معنیٰ عربی میں بھی ہے، ختم ہونا کسی چیز کا۔ **خَلَصْتُ هَذَا الْعَمَل**، میں نے یہ کام پورا کر دیا۔ اس سے، نام سے انہوں نے تعبیر لی، کہ اب اس دنیا میں اُن کی مدت ختم، اور آخرت کا سفر کریں گے۔

شیخ ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ اور پروانہ کے سلطان

اس کے بعد ابھی میں عرض کرنے لگا تھا، دونوں جہان کے سردار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصہ شیخ ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ کا۔ وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ پروانہ میں تھا۔ پروانہ ایک شہر ہے، وہاں پر میں ہوں، ۳۶۰، ہجری چل رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو ۳۶۰ برس گذرے ہیں۔ اور وہاں کے سلطان کے یہاں میرا آنا جانا رہتا ہے۔

وہ مجھے فرمائش کرتے ہیں، کہ قاری صاحب آپ، مولانا آپ قرآن سنائیں، تو میں اُن کے سامنے پڑھتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اُن کے سامنے قرآنِ پاک پڑھ رہا ہوں، قراءت چل رہی ہے، مگر وہ سب وزراء، درباری حضرات اپنی اپنی گپ شپ میں لگے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑا بوجھ ہوا، بڑے بوجھ کے ساتھ میں نے قراءت کی کہ کیسے لوگوں میں، میں پھنسا ہوا ہوں۔ کہ میں اللہ کا کلام اُنہیں سنا رہا ہوں، اور وہ اپنی لغویات میں، باتوں میں مشغول ہیں۔

لا تَقْرَءْ بَعْدَ هَذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه

اسی پریشانی میں آ کر میں وہاں سے گھر آیا اور رات کو سویا، دماغ پر اس کا اثر تھا، کہ قرآنِ پاک کی بے حرمتی کیوں کی جاتی ہے؟ اسی کو لے کر میں سویا، کہ وہ فرماتے ہیں، کہ مجھے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ارے آپ ایسے لوگوں میں بیٹھ کر اللہ کا کلام سناتے ہو، کہ جو اپنی باتیں نہیں چھوڑ سکتے؟ اور اپنی باتیں چھوڑ کر اللہ کا کلام نہیں سن سکتے؟ آپ کیوں اُن کو سنا رہے ہو؟ **لا تَقْرَءُ بَعْدَ هٰذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه۔**

ایک تو ڈانٹا اور اس کے بعد فرمایا کہ، **لا تَقْرَءُ بَعْدَ هٰذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه**، اس کے بعد تمہارا پڑھنا بند مگر جب اللہ چاہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا پڑھنا بند، **لا تَقْرَءُ**، صبح آنکھ کھلی، بولنا چاہتے ہیں، تو گونگے آدمی کی طرح بول ہی نہیں سکتے۔ **لا تَقْرَءُ**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا، حقیقت بن گئی، زبان بند۔

فرمایا کہ **اِنْتَبَهْتُ وَ اَنَا مُمْسِکُ اللِّسَان**. کہ میری آنکھ کھلی، آنکھ تو کھل گئی، مگر زبان نہیں کھلی۔ صبح میں اُٹھا ہوں اس حال میں کہ میری زبان بند۔ میں بولنا چاہتا ہوں، رو رہا ہوں، لیکن نہیں بول پاتا، اب میں پریشان۔ اور یہ ایک دن، دو دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ، دو مہینے، کئی مہینے گذر گئے، میں ہر وقت روتا رہتا تھا، اور جب کبھی کوئی ضرورت ہوتی تھی، تو بول نہیں سکتے تھے۔ گونگے آدمی کی طرح، سن سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں، کوئی کچھ کہے تو سن پاتے ہیں، مگر جو اپنا مافی الضمیر ہے، جو ضرورت ہے وہ بیان نہیں کر سکتے۔

فرماتے ہیں کہ میں کاغذ قلم ہر وقت رکھتا تھا، جو کچھ ضرورت ہوتی، تو اس پر لکھ کر دیتا تھا۔ مجھے روتا ہوا دیکھ کر علماء مجھے تسلی دیتے، اور وہ فرماتے تھے کہ کوئی نہیں ان شاء اللہ آپ ایک دن پھر بولنے لگ جاؤ گے۔ کیوں؟ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ، **لا تَقْرَءُ بَعْدَ هٰذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه**۔ الاّ استثناء فرمایا ہے، کہ تم نہیں پڑھ سکتے، مگر ہاں جب اللہ چاہے گا۔

یہ تو اُن کی تسلی سے میرا ذہن بھی سوچتا تھا، کہ یہ ماشاء اللہ، یہ تو اللہ کی مدت ہے۔ یہ کب پوری ہوگی؟ یہ دیکھو، الا ماشاء اللہ۔ وہ **خَالِدِیْنَ فِیْهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه** یہاں آیا ہے، اس سے بحث پیدا ہوگئی، کہ اس سے مراد کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے مدت مدید، ایک لمبی مدت مراد لی ہے۔ کہ ایک وقت آئے گا کہ جب یہ جنت اور جہنم سب کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ مگر جمہور اُن کے

خلاف ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس سے دوام ہی مراد ہے۔ ہمیشہ کے لئے جنت بھی اور جہنم بھی رہے گی، نعمت بھی رہے گی، عذاب بھی رہے گا۔

چالیس مہینے اور دس دن کی پریشانی

وہ فرماتے ہیں کہ میں انتظار میں، کہتے ہیں کہ مجھے پورے چالیس مہینے اور دس دن گذرے کہ میں اسی پریشانی میں۔ میں سویا، اور روز دعا کر کے میں سوتا تھا کہ الٰہی میری زبان کب کھلے گی؟ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سویا دعا کرتے ہوئے، تو خواب میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر زیارت کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے پوچھتے ہیں، کہ ابوالوفاء! کیا تو نے توبہ کر لی، تُبۡتَ؟ میں نے عرض کیا کہ، **نَعَمۡ تُبۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ**، یارسول اللہ میں نے جو حرکت کی تھی، کہ وہ لوگ اپنی دنیوی باتوں میں مشغول تھے، اور میں اُن کو قرآن سناتا رہا۔ اب میں نے ہمیشہ کے لئے اس سے توبہ کر لی، کبھی میں ایسا نہیں کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اچھا اپنی زبان دکھادو۔ جس طرح ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں، منہ کھولا، اور زبان انہوں نے باہر نکالی۔ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری زبان پر اپنی شہادت کی انگلی کو پھیرنا شروع فرمایا۔ کتنی لذت پائی ہوگی انہوں نے، دو جہان کے سردار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلی مبارک اُن کی زبان مبارک پر پھر رہی ہے۔ آنکھ کھلی، فرماتے ہیں کہ آنکھ کھلنے کے ساتھ آنکھ کیا کھلی، زبان کھل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی اُنگلی مبارک کے پھرنے سے، آنکھ کھلی اور زبان بھی ساتھ کھلی۔

حضرت علامہ ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ

یہاں آپ نے سنا کہ شیخ ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لَا تَقۡرَءۡ**، اب نہیں پڑھ سکتے تم، اس سے گرہیں لگ گئیں، زبان بند۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے دوسری مرتبہ خواب میں اِن سے فرمایا کہ زبان کھولو اور اُنگلی مبارک پھیر رہے ہیں تو گرہ کھل گئی۔

بالکل ہو بہو اسی جیسا، حضرت علامہ ابوطیب کا ایک خواب ہے، اُن کی ایک زیارت ہے۔ شیخ ابوالحسن البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے شیخ ابوطیب کہنے لگے کہ میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا، تمام اعضاء، ہاتھ، کان پاؤں، پیر، زبان سب ٹھیک ٹھاک کام کر رہے تھے۔ مگر جیسے جیسے عمر ہوتی ہے، تو ایک ایک عضو پھر ساتھ چھوڑتا ہے۔ پہلے بالڈنگ balding آتی ہے، بال۔

مجھے یاد آیا کہ حضرت حاجی نور محمد صاحب، جب میں سب سے پہلی مرتبہ آپ کے یہاں آیا ہوں eighties میں۔ تو حاجی صاحب کے گھر پر قیام تھا، صبح کی نماز کے لئے تیار ہو کر ہم جا رہے تھے، انہوں نے عطر کی شیشی نکالی، ہاتھ میں لی اور یہاں میری ڈاڑھی پر عطر لگانے کے لئے انہوں نے یہاں ہاتھ رکھا، تو میں نے، ہاتھ پکڑ لیا کہ نہیں، حاجی صاحب! فرمایا کہ ارے سنت چھے! میں نے کہا سنت تو ہے، مگر عطر سنت ہے، عطر بھی تو ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس پر یہ لکھا ہوا ہے، عطر کا نام۔ میں نے کہا کہ نام لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟ اور یہ عطر وطر نہیں ہوگا، سپرٹ spirit ہوگی، کیمیکل chemical ہوگا اس میں، اس میں غلط قسم کے آیل oil، اور پٹرول petrol اور یہ سب اس طرح کی لغویات ہوں گی، میں نے کہا کہ اس سے نقصان ہو سکتا ہے۔

تیسرے دن میں نے بتایا کہ دیکھو حاجی صاحب، میرا کوئی بال سفید نہیں تھا جب میں آپ کے یہاں آیا تھا، آپ مجھے ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں، میں نے کہا کہ جہاں آپ نے انگلی رکھی تھی، اس جگہ دو تین بال سفید already ہوگئے ہیں۔ تو یہ اس پٹرول کی وجہ سے، تیزابیت کی وجہ سے۔

شیخ ابوطیب فرماتے ہیں، میرے تمام اعضاء صحیح سالم، عام انسانوں کی طرح، لیکن جیسے جیسے

عمر ہوتی ہے تو سب سے پہلے warning بالوں سے ملتی ہے، اس کا رنگ جاتا ہے، سر کے بالوں کا، داڑھی کے بالوں کا، تاکہ انسان متنبہ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی ذاتِ عالی سے ہر وقت ڈرنے کی توفیق عطا فرمائے، آخرت کے لئے تیاری کی توفیق دے۔ یہ دنیا جہان اور یہاں کی ناپائیدار چیزوں سے ہمیں نفرت دے۔ آخرت سے محبت دے، آخرت کے اعمال سے محبت دے، جو اعمال آخرت میں کام آئیں اُن اعمال سے اللہ محبت دے۔ نماز سے اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں محبت عطا فرمائے۔ تلاوت کی توفیق دے، ذکر کی توفیق دے، نیک اعمال کی توفیق دے۔ یہ سارے کے سارے اعمال، وہ فرماتے ہیں، کہ میں بالکل اچھا بھلا انسان تھا، مگر جیسے عمر ہوتی ہے، اوراس کے بعدایک ایک عضو جواب دینا شروع کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ میں اچھا بھلا تھا، اچانک میری سماعت چلی گئی۔ کبھی وقتی طور پر بھی ہوتا ہے، نزلہ زکام، جہاز میں آپ ہوتے ہیں، تو جہاز میں، اوکسیجن oxygen وغیرہ کے مسئلہ کی وجہ سے جب نیچے اُترتے ہیں، تو کان تھوڑی دیر کے لئے کام نہیں کرتے۔ بیلنس کان کا خراب ہوتا ہے چکر بھی آتے ہیں۔

لیکن بڑھاپے کی وجہ سے جو چیز آتی ہے، پھر وہ ساتھ نہیں چھوڑتی، ہمیشہ کے لئے۔ ایک کے بعد ایک بڑھتی جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میری سماعت چلی گئی۔ بہت کوشش کی، بہت دوائیں کیں، علاج کیا، مگر کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو بڑھاپے کی بیماری تھی، اور وہ ایک دفعہ چلی گئی نعمت، تو چلی گئی اور علاج کے باوجود فائدہ نہیں ہوا۔ فرماتے ہیں، کہ ایک سال گذرا، دو سال گذرے، پانچ سال گذرے، کہتے ہیں کہ دس سال گذر گئے، اسی بڑھاپے کی حالت میں۔

لیکن فرماتے ہیں کہ میں دعا کرتا رہتا تھا، اللہ سے مانگتا رہتا تھا۔ اسی دوران میرا ایک مرتبہ سفر ہوا حجازِ پاک کا، اور میں مدینہ شریف حاضر ہوا۔ مدینہ شریف جب میں پہنچا، وہ کہتے ہیں کہ ابھی مصروف دنوں میں، آپ چاہیں کہ ریاض الجنۃ میں دو رکعت نماز پڑھ لیں، تو مشکل، ایک فرض کی آپ کو جگہ مل جائے دو تین منٹ کے لئے، وہ مشکل، نہیں مل سکتی ہے جگہ۔ عمرہ اور حج کے

ایام جب نہیں ہوتے، عام دنوں میں آپ جائیں تو ریاض الجنۃ میں آپ کو جگہ مل سکتی ہے۔ان کا بیان، صدیوں پہلے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نیند آرہی تھی، تو میں ریاض الجنۃ میں سو گیا۔ کتنی اچھی جگہ انہوں نے تلاش کی۔

ہمارے دوست تھے حضرت حکیم عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور وہ اور اُن کے خاص دوست بمبئ میں ہیں، ہمارے حکیم خلیل الرحمٰن صاحب مدظلہ۔ وہ دونوں ہر سال مسجدِ نبوی میں اعتکاف فرماتے تھے۔ دس برس، بیس برس نہیں بلکہ تیس برس سے زیادہ انہوں نے اعتکاف کیا، بہت پابندی سے اخیر عشرہ کا اعتکاف، ہندوستان سہارنپور میں بھی اور مسجد نبوی میں بھی، اور جگہ بھی اُن کی مخصوص۔اب اتنے بڑے حرم میں، آج کل تو بہت بھیڑ ہوتی ہے، جگہ نہیں ملتی، مگر اُن کی جگہ، اعتکاف میں بستر کی جگہ اپنے لئے انہوں نے کہاں بنائی تھی؟

وہ یہ کہ مسجدِ نبوی میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنی مسجدِ نبوی تھی وہ اگر آپ دیکھنا چاہیں، تو جو ستون ہے، وہ ستون چھت سے لگ رہا ہے، وہاں جو گول ستون ہیں مسجدِ نبوی کے، جو ترکی (ٹرکش) حرم کے اندر جو ستون ہیں، اُن کو آپ دیکھیں گے تو وہاں اوپر لکھا ہوا ہوگا کہ **حَدُّ مَسْجِدِ النَّبِیُ صلی اللہ علیہ وسلم** ۔کہ مسجدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حد یہاں تک ہوئی، اس لائن کے جو ستون ہیں سب پر گرین کلر میں لکھا ہوا ہے، اب تک بھی۔ اور اس میں بہت سی چیزیں مٹا دی گئیں مگر وہ ترکوں کا لکھا ہوا اب تک بھی محفوظ ہے۔ **حَدُّ الْمَسْجِدِ النَّبوی صلی اللہ علیہ وسلم**۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مسجدِ نبوی کی جتنی حد تھی، وہ نشانی بتاتی ہے۔

وہاں ریاض الجنۃ کے ختم پر، ریاض الجنۃ کی طرف پشت کر کے باب السلام کی طرف چلئے، اور جہاں پر وہ ستون ہے کہ جس پر لکھا ہوا ہے کہ مسجد نبوی کی حد یہاں تک ہے، وہاں جا کر کھڑے ہو جائیں۔ پھر وہاں سے دیکھئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف وہاں سامنے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا سامنا کہاں ہوگا، وہاں یہ دونوں اپنا بستر لگاتے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے بالکل سامنے مسجدِ نبوی میں۔ ہمیشہ کے لئے وہ ہی اُن کی اعتکاف کی جگہ، شیخ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔

اسی لئے جب اقبال بھائی سکرانی نے اپنی ہمشیرہ کے متعلق مجھے فون کیا کہ وہ بہت بیمار ہیں۔ اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے، حکیم عبدالقدوس صاحب مل سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ابھی وہ اپنا مطب نہیں چلاتے ہیں، وہ تو اعتکاف میں ہیں لیکن میں آپ کو پوچھ کر فون کروں گا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، میں سحری کے لئے جب تہجد کی نماز، صلوٰۃ اللیل سے فارغ ہوتا ہوں اس وقت۔ پھر ہم نے اقبال بھائی کی ملاقات کروائی تھی، رات کو ڈھائی بجے مسجد نبوی میں۔

یہ شیخ ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ریاض الجنۃ میں سو گیا۔ اب وہاں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ، ایک حدیث کے متعلق مجھے سوال کرنا ہے۔ کہ وہ حدیث ہے یا نہیں؟

محدث محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

یہ محدثین میں کثرت سے کتاب میں نام آئے گا، حدثنا محمد بن المنکدر ر، بہت بڑے محدث ہیں، بخاری شریف میں جگہ جگہ اُن کا نام آتا ہے۔ وہ اپنے تلامذہ کو پڑھاتے تھے مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر، مسجدِ نبوی میں اُن کا درس ہوتا تھا۔ کبھی کبھی فرماتے ہیں اُن کے تلامذہ کہ ہمارے استاذ شیخ محمد ابن المنکدر ر، کسی جگہ پر اٹک جاتے، کسی جگہ کوئی چیز سمجھ میں نہیں آئی، حدیث کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آیا، یا کسی لفظ کی کوئی تشریح سمجھ میں نہیں آئی، اُس کا ترجمہ سمجھ میں نہیں آتا، تو ہمیں فرماتے تھے، کہ بیٹھو! اور خود اُٹھ کر جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر شریف کے سامنے مواجہہ شریف پر جا کر حاضری دیتے، گردن جھکاتے۔ کیا پوچھتے ہوں گے؟ کیا جواب ملتا ہوگا؟ اُن کے تلامذہ، شاگرد فرماتے ہیں کہ ہم نے تو

نہیں سنا۔ لیکن وہاں سے واپس آ کر پھر جب بولنا شروع کرتے، تو جس جگہ پر وہ اٹکے ہوئے تھے، جس کا مطلب انہیں معلوم نہیں تھا، بڑی مدلل طریقہ سے بڑی واضح تقریر فرما دیتے۔ وہاں سے تازہ پوچھ کر آتے۔

ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کا ارشاد ہے؟ آپ نے یہ فرمایا ہے؟ کہ **مَنْ سَأَلَ لِی الْوَسِیْلَةَ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ** ۔کہ جو میرے لئے وسیلہ مانگے، اذان ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اذان کا جواب دینے کی ہمیں توفیق دے۔ اس کے بعد دعا کی ہمیں توفیق دے۔ اُس کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے، **اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلٰوةِ الْقَائِمَة**، اب اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسیلہ مانگا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرمایا کہ تم میرے لئے دعا کیا کرو کہ، اللہ تعالیٰ مجھے وہ مقامِ محمود اور وسیلہ مجھے عطا فرمائے۔ یہ تم میرے لئے دعا کرو گے، تو **وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی**، کہ کل قیامت میں، جب اُس مرتبہ پر میں فائز ہوں گا، تو میں حق تعالیٰ شانہ سے تمہارے متعلق کہوں گا، کہ الٰہی! یہ بندہ میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرتا تھا، اس کو جنت میں جگہ دے۔ اُس کی شفاعت میرے لئے واجب، **هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان**۔

یہ ابوطیب فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کا ارشاد ہے، کہ **مَنْ سَأَلَ لِی الْوَسِیْلَةَ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ**. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ **عَافَاکَ اللّٰه**! اللہ آپ کو عافیت دے۔ میری یہ حدیث نہیں ہے۔ میری حدیث کے اصل الفاظ ہیں کہ **مَنْ سَأَلَ لِی الْوَسِیْلَةَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ**۔ اتنا پڑھا، جو فرق تھا دونوں میں جو حدیث انہوں نے پوچھی تھی اس میں وہ الفاظ نہیں تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، **مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ**، اللہ سے جو وسیلہ میرے لئے مانگے، اس کے لئے میری شفاعت واجب۔ فرماتے ہیں کہ یہ میں نے خواب دیکھا، جب میری آنکھ کھلی، او ہو! میری تو عید ہوگئی، کہ میں تو دس برس سے بہرا تھا

، بالکل بہرا۔

ایک ہمارے گاؤں میں، جہاں ہم نے پرورش پائی ہمارے نانا جان کا۔ اُس وقت بھی کئی ہزار کی آبادی تھی، آج بھی دس پندرہ ہزار کی آبادی ہوگی۔ وہاں ہر ایک کو جانتے تھے، کہ یہ حاجی صاحب یہ کم سنتے ہیں، یہ حاجی صاحب بالکل نہیں سنتے، اُن کو کان کے پاس جا کر کہتے تھے۔ ایک حاجی صاحب وہ صاحبِ مال، کسی کو ضرورت ہوتی، ضرورت پڑی، کسی محتاج کو اپنا احتیاج ظاہر کرتا کہ مجھے ضرورت ہے۔ کسی کو قرض کی ضرورت ہوتی تو وہ جا کر مانگتا، کہ حاجی صاحب مجھے اتنا قرض چاہیئے۔ ایک صاحب آئے اُن کے پاس اوراس طرح مانگا کہ کان میں زور سے آ کر کہتے ہیں کہ دس روپے قرض چاہیئے، دس روپے۔ انہوں نے بائیں کان کی طرف اشارہ کیا، کہ ادھر آؤ، ادھر سے کہو، ادھر دائیں سے برابر سنتا نہیں ہوں۔ یہاں بائیں طرف پہنچے، پھر وہاں سے یہاں تک ایک قدم چلنے میں اُن کا خیال بدلا، انہوں نے حساب لگایا اپنے دماغ میں کہ، یہ دس روپیہ میں نے کہہ دئے غلطی سے، بیس سے کام چلے گا، بائیں کان میں کہا حاجی صاحب ۲۰ روپئے قرض دیدو، اب حاجی صاحب کیا فرماتے ہیں کہ اُدھر دس والے میں کہو۔

۔۔۔ناقص۔۔۔

۱۳

اول عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک

سورہ محمد سے قرآن کا ہے جیسے آغاز

عروس مملکتِ ربانیہ کا خطبہ نکاح



نفخت فیہ من روحی کے معنیٰ سے ہوا ثابت

خزانہ ہے محیط اس چشمہ روح مجرد کا

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُه وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَه سٰجِدِيْنَ (سورۃ ص) ترجمہ: پھر جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔

رہائی پائی قید بطن ماہی سے جو یونس نے

اشارہ یہ بھی تھا اک نون ابروئے محمدؐ کا

ارشاد خداوندی ہے۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مَلِيْمٌ فَلَوْلَا اَنَّه كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِه اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ (سورۃ الصٰفٰت) ترجمہ: پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے، تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے۔

قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے

انہیں دو نقطہ زیریں کا طالب لفظ تھا ید کا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلَ اَهْلُ مَكَةَ اَنْ يَّرَاهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَر (صحيح البخاری) ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں جب بارگاہِ نبوت میں اہل مکہ نے کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائے۔

شبِ معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا

خدا مشتاق شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

حدیثِ معراج میں آتا ہے۔عَنْ اَنَس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةٍ اُسْرِیَ بِهِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِيْم وَ رُبَمَا قَالَ فِیْ الْحَجَرِ مُضْطَجِعاً اِذْ اَتَانِیْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِه اِلٰی هٰذِه يَعْنِیْ مِنْ ثَغْرَة نَحْرِه اِلٰی شَعْرَتِه فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِیْ ثُمَّ اُتِيَتْ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَب مَمْلُوْء اِيْمَاناً فَغَسَلَ قَلْبِیْ ثُمَّ حَشٰی ثُمَّ اُعِيْدَ وَ فِیْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غَسَلَ الْبَطَنَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مَلٰی اِيْمَاناً وَحِكْمَةً ثُمَّ اُتِيَتْ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ فَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَض يُقَالُ لَه الْبُرَاقُ

يَضَعُ خَطْوُه عِنْدَ اَقْصٰی طَرَفِه فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرَائِيْلُ حَتّٰی اَتَی اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَائِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِه فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ الخ

(مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس رات کا حال بیان فرمایا جس میں آپ کو آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں حطیم یا حجر میں تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ یہاں سے یہاں تک میرے سینہ کو شق کیا یعنی گردن سے لے کر ناف تک پھر میرے دل کو نکالا۔ پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا گیا زمزم کے پانی سے۔ اس میں ایمان و حکمت کو بھرا گیا۔ اس کے بعد سواری کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا اس کا ایک قدم حدِ نظر تک اٹھتا تھا پھر مجھ کو اس پر سوار کیا گیا۔ جبرائیل مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ میں آسمانِ دنیا کے نیچے پہنچا۔ جبرائیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے، حضرت جبرائیل نے جواب دیا محمدؐ۔ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو

بلوایا گیا ہے جبرائیل نے جواب دیا ہاں تو فرشتوں نے کہا مرحبا مرحبا خوش آمدید، خوش آمدید آپ ؐ کا آنا مبارک۔ کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

اول عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک
سورہ محمد سے قرآن کا ہے جیسے آغاز

حدیث شریف میں آتا ہے۔ اَوَّل مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی (حدیث) ترجمہ: سب سے پہلے میرا نور اللہ نے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوا بِمَاَ نُزِّلَ عَلٰی مُحَمّد وَ ھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّہِمْ کَفَّرَ عَنْہُمْ سَیِّاٰتِہِمْ وَ اَصْلَحَ بَالھم۔ (سورة محمد) ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد ؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا

(امیر مینائی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون

یہ مبارک ایام، رمضان المبارک کی مبارک ساعتیں اور اعتکاف کے ایام چل رہے ہیں۔ کہیں اس اخیری عشرہ کا اہتمام ہوتا ہے، مگر آپ حرمین جا کر دیکھیں گے تو وہاں سینکڑوں کی تعداد میں سارے ماہِ مبارک کا اعتکاف کرنے والے آپ کو ملیں گے۔ یہ مبارک ساعتیں، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو ان ساعتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

مہینہ بھر کا اعتکاف

ماضی قریب میں ہم نے دیکھا کہ ہمارے ہند و پاک کے علاقہ میں، ہمارے اکابر میں سب سے پہلے پورے ماہِ مبارک کا اعتکاف حضرت شیخ، شیخ الحدیث قطب الاقطاب مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ نے، سہارنپور میں، 60s میں شروع فرمایا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک وہاں، حضرت کے یہاں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ دراصل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو سامنے رکھ کر، اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر اپنے آپ کو چلنے کا عادی بنانے کا نتیجہ تھا

کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو پورے ماہِ مبارک کا اعتکاف فرمایا، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔ اگرچہ سنتِ مؤکدہ تو ماہِ مبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔

رمضان کے مہینہ میں غارِ حرا میں اعتکاف

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بہت پہلے سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں عبادت کے لئے خلوت گزیں ہوا کرتے تھے۔ اور دیگر ایام میں اور سال بھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم، مختلف ساعتوں میں، مختلف اوقات میں تشریف لے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ بطورِ خاص عادتِ شریفہ ماہِ مبارک کے سلسلہ میں ایک انوکھی تھی، جس کے متعلق ابن شہاب زہری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ **بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِن رَمَضَان۔**

یہ عام طور پر آپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق ہمیشہ سنتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ماہِ ربیع الأول میں پیر کے دن۔ اس سے اختلاف کرتے ہوئے ابن شہاب زہری اور قتادہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ قرآن کا جو سلسلہ شروع ہوا، یہ ماہِ مبارک میں پیر کے دن شروع ہوا۔ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ جو اعتکاف کی تھی، اسی اعتکاف کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسی لئے وہ فرماتے ہیں کہ **بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَوْمَ الْاِثْنَيْن مِن رَمَضَان وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَتَعَبَّدُ فِيْ غَارِ حِرَاء فِي رَمَضَان،** کہ **كَانَ** استعمال فرمایا، **كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَتَعَبَّد** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت پہلے سے گویا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں غارِ حرا میں عبادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ماہ مبارک میں نزول قرآن

اسی دوران، ایک مرتبہ جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اگر چہ اس سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس کرنے کے لئے حق تعالی شانہ کی طرف سے یہ انتظام رہا کہ مختلف فرشتے جبرئیل کے علاوہ، اور تین فرشتوں میں سے بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیا کرتے۔ کبھی سلام کے خاطر حاضر ہوئے، تا کہ جب یہ مسلسل سلسلہ شروع ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحشت نہ ہو اور کوئی نیا سلسلہ محسوس نہ ہو۔

اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ نزولِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا، اور **اِقْـرَاْ بِاسْمِ** کی وحی نازل ہوتی ہے، جبرئیل امین لے کر آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین دفعہ معانقہ فرماتے ہیں، اس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور اسی وحی کی کیفیت کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر اس قدر اس وقت بوجھ محسوس ہوتا تھا کہ جس طرح منوں بوجھ رکھ دیا گیا ہو، اور اس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ شریف ایک دم loose ہو جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایک طرف جھک جایا کرتی تھی اور پسینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرابور ہو جاتے۔

جب یہ کیفیت وحی کی، پہلی وحی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع ہوئی، تو بشری تقاضے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھبراہٹ بھی طاری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں سے مکہ مکرمہ کی طرف چلے، لیکن حق تعالی شانہ کی طرف سے غیبی انتظام تھا، جس طرح کہ بہت پہلے سے بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ نبوت سے پہلے میں جب گزرا کرتا تھا تو پتھر مجھے سلام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی، اس مرتبہ بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غارِ حرا سے نکل کر تشریف لے جا رہے ہیں تو **تَقُوْلُ الْاَحْجَارُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!**

پتھروں سے سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں اور حق تعالی شانہ چاروں طرف کے ماحول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کے لئے استعمال فرماتے ہیں اور آپ پر سے یہ وحشت ختم ہو، اس کا انتظام فرما رہے ہیں۔

چنانچہ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس روایت میں ارشاد ہے کہ **وَلَمَّا كُنْتُ فِيْ وَسْطِ الْجَبَلِ سَمِعْتُ مِنَ السَّمَاءِ** کہ جب میں حرا سے اتر رہا تھا اور چاروں طرف سے، پتھروں سے سلام کی آواز آرہی تھی، اسی دوران جب میں پہاڑ کے بیچ میں ابھی اترتے ہوئے پہنچتا ہوں، تو میں آسمان سے ایک آواز سنتا ہوں۔

حق تعالی شانہ ہمیں بھی وہاں کی حاضری نصیب فرمائے، بار بار حاضری نصیب فرمائے۔ اور یہ ہمارے گنہگار اقدام اور پیر اور اعضاء اس قابل نہیں کہ ان مبارک بقعات کو اور مبارک جگہوں کو چھو سکیں، سر کے بل حاضری وہاں ہو۔ حق تعالی شانہ ہم سب کے لئے اس کو آسان فرمائے، مقدر فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جو علاقے اور جو جو جگہیں مانوس تھیں، اب تک ان تمام جگہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بسی ہوئی ہے، ان کو دیکھ کر ہماری آنکھوں کو نور اور دل کو سرور پہنچنے کا انتظام فرمائے، اور یہ جو عمرہ کے سلسلہ میں صرف حرمین حاضری کے سوا آگے جانے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی اس میں بھی وسعت فرمائے۔

یا محمد انت رسول اللّٰہ!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں حرا سے نیچے اتر رہا تھا، تو میں سن رہا ہوں کہ آسمان سے آواز آرہی ہے **يَا مُحَمَّد! اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰه!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی کہ اب آپ اللہ کے پیغمبر ہو، اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی۔ اسی لئے جتنی سیرت کی کتابیں آپ کھولیں گے، جتنی شمائل کی کتابیں پڑھنا شروع کریں گے، سب سے پہلے آپ کو یہی روایات ملیں گی کہ **مَتَى كُنْتَ نَبِيًّا؟** یا رسول اللہ آپ کب سے نبی ہیں؟

کہیں ارشاد فرمایا کہ ابھی آدم تو گارے اور مٹی کے مرحلہ میں تھے، اس وقت سے اللہ نے مجھے نبی بنایا۔ نبوت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت سے مل چکی تھی مگر یہ جو غارِ حرا میں جبرئیل امین آئے، یہ رسالت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت سے سرفراز فرمایا گیا۔

فرشتہ اور پردہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے، غارِ حرا سے گھر پہنچتے ہیں۔ راستہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے قاصد پہنچتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں، کہ معمول کے خلاف آج آپ واپس جلدی تشریف نہیں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچتے ہیں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ بیان فرماتے ہیں، جس طرح حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انتظام تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل بہلانے کا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون وسرور اور اطمینان پہنچانے کا، اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سالہا سال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کے نتیجہ میں، اس کا بالکل اطمینان تھا کہ یہ تو یقیناً ایسا ہونے والا ہے۔

اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا یہ قصہ جو اسی دن پیش آیا تھا وہ بیان فرماتے ہیں، تب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوچھتی ہیں کہ اچھا، اب جب جبرئیل آپ کے پاس دوبارہ آئیں تو آپ مجھے بتا سکتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ضرور۔ چنانچہ ایک روز، جیسا میں نے پہلے عرض کیا کہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارت ہوتی تھی، اگر وحی لے کر نہیں آئے، تو کبھی صرف سلام کے لئے حاضر ہوں گے، کبھی صرف دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضری دیں گے۔ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدیجہ! تم پوچھ رہی تھیں کہ جب جبرئیل آئیں تو مجھے بتانا، دیکھو یہ آ گئے۔

اب جیسے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا کہ جبرئیلِ امین پہنچ گئے، تو انہوں نے اپنے چہرہ پر نقاب تان لیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بانہوں میں لے کر اپنی ایک طرف کی ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دلوایا، جس طرح کسی کا دل بہلانے کے لئے یا کسی کو راحت پہنچانے کے لئے اپنے محبوب کے ساتھ پیار کا انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اس ایک طرف کی ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دے کر پوچھا کہ ابھی آپ کو نظر آ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں نظر آ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری جانب پھیر لیا، پھر پوچھا کہ ابھی بھی نظر آ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، ابھی بھی نظر آ رہے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بیچ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا، پھر پوچھا کہ ابھی بھی نظر آ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں!

اس کے بعد پھر چونکہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی، اطمینان اور اعداءِ مکہ، مکہ کے دشمنوں اور قریش کی ایذاء رسانیوں سے حفاظت کے لئے بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مہیا اور مختص فرمایا تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہر طرح سے مزاج شناس تھیں، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے چہرہ پر سے اب نقاب ہٹا دیا اور پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کو ابھی بھی نظر آ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ابھی تو نظر نہیں آ رہے۔

اتنا سنتے ہی فوراً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کتنا بہترین نتیجہ نکالا **اِنَّـــهُ مَلَک**، کہ جس طرح یہ مکہ کے دشمن کہا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف، کبھی کہتے کہ جنون ہے، کبھی کہتے تھے کہ شیطان ہے، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ **یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اَبْشِرْ اِنَّـهُ مَلَک**، کہ مجھے بالکل اطمینان ہے، آپ خوش ہو جائیں کہ یہ تو یقیناً فرشتہ ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے طور پر جو نقاب کے ساتھ اور نقاب کے بغیر، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

اپنے چہرہ مبارک سے نقاب ہٹا کر کے پھر پوچھا اور دیکھا کہ ابھی تو نظر نہیں آئے، وہ چلے گئے، تو فرمایا کہ یہ فرشتہ ہے، فرشتہ ہی ایسا کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً اسی وقت چلتی ہیں ورقہ ابن نوفل کے پاس اور ان سے جا کر سارا قصہ دہراتی ہیں۔

چونکہ پہلے سے ورقہ ابن نوفل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے تھے، تو سنتے ہی وہ فرمانے لگے قُدُّوس، قُدُّوس، کہ یہ تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بھیجے ہوئے مقدس فرشتہ جبرئیل آ چکے اور فرمایا النَّامُوْسُ الْاَکْبَر ناموس اکبر آ گئے، جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام اور دیگر انبیاءِ کرام کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور آگے انہوں نے بھی نتیجہ نکالا اور کہا کہ اِنَّهُ نَبِیُّ ھٰذِہِ الْاُمَّة، یہ جو نبیِ آخر الزمان کو آنا تھا تو وہ اب آ چکے اور یہ اس امت کے نبی ہیں اور نبی آخر الزمان ہیں۔ یہ مبارک مہینہ میں، ان مبارک ساعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رسالت کی نعمت سے سرفراز فرمایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنے کے لئے، امت مسلمہ کو صلاۃ وسلام اور درود شریف کی ترغیب اور تشویق کے لئے آپ کا یہ ریڈیو کام کر رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، کہ یہ مختلف طرق سے امت کو ان چیزوں کی طرف لانے کی ضرورت ہے۔ اس مادی دنیا میں، فتنوں کے زمانہ میں، کہاں سے کہاں امت بھٹک چکی ہے اور بھٹک رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو ہر آن، ہر گھڑی، ہر نفس، ٹکٹکی آپ ہی کی طرف باندھ کر ہمیں چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کو حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں جن میں سے آپ اپنے ریڈیو کے ذریعہ، مختلف طریقوں سے ان کو اس طرف لانے کی کوشش کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ہر شوط پر حجر اسود کا بوسہ

ہمارے ساتھی اور دوست بہت سارے حرمین پہنچے ہوئے ہیں، کوئی ملتزم پر گرگڑا رہا ہوگا،

روتے ہوئے دعائیں کر رہا ہوگا۔ کیا لمحات تھے کہ جب ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو طواف کراتے تھے، اس وقت تو اتنی بھیڑ نہیں ہوتی تھی، حضرت کی wheelchair حجرِ اسود پر ہم لے جا کر روکتے، حضرت کو دو طرف سے آدمی پکڑ کر wheelchair سے اتارتے، پھر حضرت حجرِ اسود پر لپٹ جاتے اور آرام سے بوسہ دیتے۔ پھر جب طواف ختم ہوتا تو اس کے بعد پھر حضرت کو، دوگانہ ادا فرمانے کے بعد ہم ملتزم پر لے جاتے، وہاں دیر تک حضرت ملتزم پر روتے رہتے۔ حضرت کا گورا گورا جسم، پورے جسم پر شیر خوار بچہ کی طرح سے نہ کوئی بال، نہ کوئی شکن، اسّی سال کی عمر میں بھی ہم نے نہیں دیکھی۔ ہم حضرت کو وہاں ملتزم پر کھڑا کر دیتے، حضرت زار و قطار رو رہے ہیں، پسینہ ٹپک رہا ہے، چہرۂ انور حضرت کا بالکل سرخ ہے، اور روئے جا رہے ہیں۔

وہاں پر ایک رمضان میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ کو دیکھا کہ عین افطار کے وقت ملتزم پر چمٹ کر رو رہے ہیں، اس امت کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی ان رونے والوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

پیارے! تو ہی رو لے!

مجھے ایک مرتبہ یاد ہے کہ سہارنپور میں حضرت کی عصر کے بعد مجلس ہو رہی تھی۔ ایک طرف تمام مشائخ واساتذۂ کرام کے لئے جگہ ہوتی اور سامنے شہر کا اور طلبہ کا عام مجمع ہوتا اور سب کے لئے چائے کا انتظام ہوتا تھا۔ میں حضرت کی چائے لے کر، چار پائی پر بیٹھ کر، حضرت کو چائے پلایا کرتا تھا۔ میں حضرت کو چائے پلا رہا ہوں، اتنے میں شہر سے کسی شیر خوار بچہ کو لے کر اس کے والد پہنچے دم کے لئے۔ چائے موقوف کر کے حضرت اس پر دم فرما رہے ہیں۔ اب اجنبی شکلیں دیکھ کر وہ بچہ رونے لگا، حضرت فرمانے لگے، اور ابھی کچھ کہنے کے لئے جس طرح حضرت تیاری فرما رہے ہوں اور بولنا چاہتے ہوں اور بولا نہیں جا رہا ہے۔ حضرت کا جی بھر آیا اور روتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ پیارے! اب رونے والے نہیں رہے، تو ہی رو لے!

آنسوؤں کا تالاب

کیوں؟ کہ یہ رونا بھی حق تعالی شانہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ رونے والے اٹھ گئے، تو اسی کا یہ نتیجہ ہے دنیا میں شرور اور فتن، مصائب، آلام برس رہے ہیں۔ یہ آنکھوں سے نکلنے والا ایک ایک قطرہ، ایک سمندر ہے جو ان تمام مصائب اور فتن کو بہا کر لے جاتا ہے، کیسے لے جاتا ہے؟

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حضرت کو کسی نے اپنا خواب لکھا۔ اس نے لکھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ بیٹھے ہوئے ہیں، چار زانو، جس طرح بیٹھنے کی عادت تھی اور حضرت کے سامنے، جس طرح تالاب یا چشمہ کا پانی ہوتا ہے، کافی پانی جمع ہے۔ اور اس پانی میں سے ایک عجیب وغریب قسم کی روشنی، چمک اور نورانیت، چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ کسی نے خواب دیکھنے والے سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے، کیا ہے یہ؟ مجھے نہیں معلوم۔ جس نے سوال کیا اسی نے پھر بتایا کہ یہ حضرت شیخ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جو روئے ہیں وہ پانی ہے، وہ آنسو یہاں جمع ہیں اور اس کی یہ نورانیت ہے۔

اور حضرت اتنا روئے ہیں، بالخصوص تقسیم کے وقت کہ حضرت کے یہاں، سہارنپور میں شیخ انعام اللہ ہوا کرتے تھے۔ وہ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ تقسیم کے دوران، جب چاروں طرف قتل و غارت کا سلسلہ جاری تھا، اس وقت ہم نے حضرت کو دیکھا، کہ ساری ساری رات حضرت قیام میں، نماز میں کھڑے گذارتے اور ہاتھ سے اشارہ کر کے انہوں نے بتایا کہ اس طرح، ہاتھی کی طرح حضرت کے پیر پھول جاتے اور ورم کر جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کتنی راتیں حضرت سوئے نہیں۔ وہ جوان حضرات کا رونا تھا، اسی کے نتیجہ میں آج الحمد للہ قَالَ اللّٰہُ، قَالَ الرَّسُوْل اور اذانوں کی آوازیں اب تک بلند ہو رہی ہیں۔ اسی لئے حضرت نے اس بچہ سے فرمایا کہ پیارے! تو ہی رو لے، اب رونے والے نہیں رہے۔ حضرت نے جس طرح رونے کے بارے میں ارشاد

فرمایا، اس طرح ایک ایک کر کے تمام نعمتیں اٹھ گئیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اقدامِ عالیہ میں

وہاں ملتزم پر بھی حضرت کو ہم نے جس طرح روتے ہوئے دیکھا، اس طرح وہاں جالی مبارک کے بالکل متصل، بابِ جبرئیل جہاں سے ہم داخل ہوتے ہیں، جسے بابِ جبرئیل کہا جاتا ہے، وہ دراصل بابِ جبرئیل نہیں، اس سے left side میں تھوڑا سا اوپر کو چھت کے قریب ایک کھڑکی ہے، اور وہ کھڑکی بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی سیدھ میں ہے، اس کھڑکی کے بالکل سیدھ میں، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامِ عالیہ پڑتے ہیں وہاں ہم حضرت کے لئے مصلیٰ رکھ دیتے تھے اور حضرت کی خاص، جالی مبارک کے متصل جگہ مخصوص تھی اور اس وقت جو وہاں نگران ہوتے تھے پولیس والے وغیرہ، ان سب کو معلوم تھا کہ یہ بہت بڑے شیخ ہیں اور ان کے لئے ان کے خدام آکر چادر یا مصلیٰ رکھتے ہیں تو وہ بھی کبھی منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت کو وہاں بٹھاتے تو حضرت وہاں گھنٹوں بیٹھ کر رویا کرتے تھے۔ اللہ کرے کہ ہمیں ان حضرات کی طرح سے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے رونے کا سلیقہ مل جائے۔ یہ جو ہمارے دل مثلِ پتھر چٹانوں کی طرح سخت ہو چکے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس سختی کو ختم فرمائے۔

تلووں کے بجائے پلکوں سے چھوئیں

یہ جو مبارک ساعتیں ہیں رمضان المبارک کی، ان کو آپ سوچیں، جیسے میں نے عرض کیا کہ اب جو ملتزم پر پہنچے ہیں، وہ حضرات وہاں مراقبہ کریں کہ جس جگہ میں کھڑا ہوں، دو جہان کے سردار، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی چند صدیوں پہلے اسی طرح یہاں کھڑے ہوتے تھے، جس جگہ مقامِ ابراہیم پر میں نماز ادا کر رہا ہوں، وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے ہیں۔ جہاں مطاف میں میرے گندے ناپاک پیر کے ساتھ میں چل رہا ہوں، وہاں آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامِ عالیہ بھی مس ہوئے ہیں۔ جس طرح ان مقاماتِ مقدسہ اور ان جگہوں کو دیکھ کر انسان یہ سوچتا ہے، یہ مراقبہ کرتا ہے کہ یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے مس ہونے والی مبارک جگہ ہے، اسی طرح ہم یہاں گنہگار، جو محروم القسمت جو وہاں نہیں پہنچ سکے اور یہاں رہ گئے، وہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ یہ یہی رمضان المبارک ہے اور یہی تاریخ ہے اور یہی دن ہے **یَوۡمَ الۡفُرۡقَان، یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعَان** کا۔ جس طرح ان مقدس جگہوں کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے، اور شعراء اپنا اپنا کلام پیش کرتے ہیں ان جگہوں کو خطاب کر کے، اسی طرح یہ جو مبارک ساعتیں ہیں ان کو آپ خطاب کریں۔

یَوۡمَ الۡفُرۡقَان، یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعَان

کیا ساعتیں تھیں کہ دو جہان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم آج اپنے پرانے دشمنوں سے ٹکرائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن مانوس سے نکالنے پر ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں ستاتے رہے، ستاتے رہے یہاں تک کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آنا پڑا۔

جب یہاں مدینہ منورہ پہنچے، تو وہاں مکہ مکرمہ سے ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ پر دھاوا بولنے کے لئے چل پڑے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں مڈبھیڑ ہوئی اور اس طرف تو نہتی ایک جماعت چلی تھی جن کے پاس نہ کوئی لشکر، نہ کوئی اسلحہ، نہ کوئی سواری، نہ کوئی آلات، کوئی چیز نہیں۔ کسی کے پاس ڈنڈا ہے، کسی کے پاس تیر ہے، اکثریت بالکل خالی ہاتھ ہے:

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں
بدلنے کو آئے تھے یہ دنیا بھر کی تقدیریں

تو یہ نہتی جماعت اور سامنے خونخوار، کتنا عظیم الشان، زبردست، اس وقت کے تمام اسلحے سے لیس لشکر کھڑا ہوا ہے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی کتنے سکون اور اطمینان کے ساتھ تھے، اس واقعہ سے آپ کو اس کا ایک اندازہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اپنی صفیں درست فرما رہے ہیں۔ دشمنوں نے صفیں بنا لیں اور ابھی حملہ کی سوچ رہے ہیں مسلمانوں پر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی صفیں بنوائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان صفوں میں، کون کہاں کھڑا ہوا ہے اس کو دیکھ رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک تیر ہے اور اس تیر کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سیدھی صف بنا رہے ہیں، جس طرح کہ لکیر بنانے کے لئے آپ کسی سیدھی چیز کے ذریعہ لکیر سیدھی ہو، ٹیڑھی نہ ہو، اس کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیر کے ذریعہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ یہ سب صف میں سیدھے کھڑے ہوئے ہیں۔

اسی دوران آپ گزر رہے ہیں، کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے زور سے آہ! کی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے، پوچھا کیا ہوا؟ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! مجھے خراش آ گئی۔ یہ واقعہ، آپ اس پر غور کیجئے کہ کتنا قلبی اطمینان اور سکون، کہ اتنے بڑے لشکر کے سامنے، کٹنے اور مرنے کے لئے تیار ہیں، اور پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن قلبی سکون اور اطمینان کتنا ہے کہ وہ صحابی بھی اس وقت ایک دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ مجھے خراش آ گئی۔ یہ تیر، آپ سیدھا کھڑا کرنے کے لئے جو تیر لے کر چل رہے تھے، یہ مجھے لگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاف کر دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! میں ایسے ہی معاف نہیں کروں گا۔

یہ جو قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات سے پہلے مسجدِ نبوی میں اعلان فرمایا کہ جس کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہو، تو ایک صحابی نے کھڑے ہو کر، جن میں نام حضرت عکاشہ کا لیا جاتا ہے، وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ سے مجھے ایک دفعہ خراش پہنچی تھی، لکھا ہے ابن جوزی نے کہ یہ ان کا قصہ نہیں ہے اور ان کا وہاں مدینہ کا قصہ نہیں ہے، بلکہ یہ قصہ ہے عین غزوۂ بدر کے دوران کا، اس کے شروع

ہونے سے چند لمحے پہلے کا قصہ ہے۔ یہ ابن جوزی کی رائے ہے۔

غرض وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست فرماتے ہوئے جب سواد ابن غزیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچتے ہیں اوراچانک وہ فریاد کرتے ہیں کہ مجھے خراش پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سواد ابن غزیۃ کو کہ مجھے معاف کردو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں یا رسول اللہ! ایسے معاف نہیں کروں گا، میں تو اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر دیا کہ بدلہ لے لو۔ فرمایا اس طرح نہیں، میری چادر نہیں تھی اور خالی برہنہ بدن پر میرے جسم کے پچھلے حصہ میں خراش آئی ہے۔ پیچھے کی طرف سے، پیٹھ کی طرف سے آپ صفوں کو سیدھا فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک کو ہٹا کر ارشاد فرمایا کہ اب بدلہ لے لو۔ چنانچہ وہ لپٹ گئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبوۃ کو بوسہ دیا۔ یہ کتنا اطمینان اور سکون، اس یوم الفرقان اور جنگ بدر میں اُن صحابی کو حاصل تھا، اور کتنا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام کاموں کو چھوڑ کر اُن کی دل جوئی میں لگے ہوئے ہیں۔

غرض پھر جنگ شروع ہوتی ہے اور شروع ہونے کے ساتھ ہی، چند لمحوں میں ختم ہوجاتی ہے۔ یہ جو اس جنگ کو دیکھا جاتا ہے تو کسی طرح بھی عددی اور افراد کے اعتبار سے بھی کوئی تناسب نہیں تھا۔ تیاری، اور اسلحہ اور مادیت کے اعتبار سے بھی دونوں لشکروں میں کوئی تناسب نہیں تھا۔ کسی کے پاس لباس تک پورا نہیں ہے، پیر ننگے ہیں اور ہاتھ خالی ہیں۔ اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی عام عادت شریفہ تھی، ان کے جینے کا انداز یہی تھا، یہی بزرگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے سیکھا اور اس کو اپنایا۔

سترہ برس تک ایک کرتہ

اور یہاں تک اپنایا کہ ہم نے خود حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں دیکھا کہ سترہ برس تک

ایک کرتہ، حضرت چھ مہینے، پوری سردیوں میں، ساری سردیوں میں ایک ہی کرتہ حضرت پہنے رہتے۔ اور اسی طرح حضرت نے ایک پائجامہ دس برس استعمال فرمایا۔ ہمارے صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے ایک سویٹر کا قصہ لکھا ہے کہ حضرت سے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ سویٹر مجھے عنایت فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تو پھر میں کیا کروں گا؟ اس وقت تو چپ ہو گئے صوفی جی۔ بازار سے اگلے دن، دوسرا لے کر آئے، پیش کیا تو حضرت نے اس وقت فرمایا کہ اوہو! میرا یہ سویٹر تم نے رکھ لیا، یہ ستائیس برس سے میرے استعمال میں تھا۔

مادیت سے اتنے نفور تھے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیہ کو سامنے رکھ کر، ہر چیز میں، لباس میں، کھانے میں، پینے میں، اوڑھنے میں، بچھونے میں۔ میں آپ کو اُس کچے گھر کے واقعات ابھی چند منٹوں میں کیا سناؤں؟ کیا حضرت کے فقر و فاقے؟ اور حضرت کے ایک اختیاری فقر کے میں کیا قصے سناؤں؟

ان رمضان المبارک کے ایام میں حضرت کا معمول تھا کہ، میں کہا کرتا ہوں کہ ہماری ایک دن کی خوراک حضرت کے پورے ماہِ مبارک کی خوراک نہیں بنتی تھی۔ ہمارے ایک دن کا کھانا اس کو ایک ترازو کے ایک پلڑے میں آپ رکھیں، اور حضرت کے پورے ماہِ مبارک کے وہ چمچے روزانہ کے کتنے بنے وہ اس میں ڈالیں، تو ہمارا ایک دن کا کھانا حضرت کے ایک مہینے کے کھانے سے بڑھ جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے میں، پینے میں، اٹھنے میں، بیٹھنے میں، ہر چیز میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا زہد

لکھا ہے حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھ رہے ہیں۔ استاذ خبر گیری رکھتے تھے، ایک دن دیکھا کہ آج امام احمد پہنچے نہیں حدیث کے لئے، تو اپنے دوسرے شاگرد کو بھیجا کہ بلا کر

لاؤ۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ میں نہیں آسکتا۔ پوچھا کیا بات؟ کوئی تکلیف، کوئی بیماری؟ انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ میرا ایک ہی جوڑا ہے اور وہ میں نے دھونے کے لئے دیا ہے، جب وہ دھل کر آجائے گا اس وقت میں حاضری دے سکتا ہوں۔ انہوں نے اپنی طرف سے، جانے والے نے دینار نکال کر پیش کئے کہ میں یہ دینار آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، اس سے خرید لیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا۔ جانے والے نے عرض کیا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہ اچھا، پھر میں آپ کے لئے ایک دو جوڑی کپڑے لے آتا ہوں۔ فرمایا کہ نہیں۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اچھا ہدیہ قبول نہیں کرتے تو عاریۃً مجھ سے لے لو۔ اس کے لئے بھی امام نے منع فرمایا۔ کس درجہ ان کو اس دنیا سے نفرت تھی۔

ہر چیز ہمارے پاس مہیا ہے، ہمیں ہر چیز میسر ہے، مگر جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ یہ دنیا کی بھوک اور ہوس اتنی بڑھتی ہے، اتنی بڑھتی ہے، دنیا جتنی آتی جائے گی، اتنی ہوس بڑھتی جائے گی۔ فرمایا کہ کسی ایک شخص کے پاس پورے جنگل سونے سے بھرے ہوئے ہوں، تو وہ تمنا کرے گا کہ ایک اور مل جائے۔ وہ مل جائے تو تمنا کرے گا ایک اور مل جائے۔

اسی لئے مجھے ایسے موقع پر میری والدہ صاحبہ یاد آتی ہیں، کہ وہ فرمایا کرتی تھیں جب دنیا اور مال و دولت کا تذکرہ ہوتا، تو فرماتیں کہ کیا کریں، گندی دنیا، ناپاک دنیا۔ ناپاک اور گندی فرمایا کرتی تھیں۔ ان حضرات کو اس طرح نفرت تھی۔

میرے سامنے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں کسی نے ہدیہ پیش کیا۔ حضرت نے ایک دفعہ منع فرمایا۔ دوسری دفعہ اصرار کیا، پھر منع فرمایا۔ تیسری دفعہ منع فرمایا، وہ شخص اصرار کرتا رہا۔ اب حضرت نے وہ نوٹ اپنے ہاتھ میں لے کر غصہ میں، جتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو سکتے تھے، کر کے پھینک دئے۔ حضرت کا اس وقت کی نفرت اور حقارت، تحقیر دنیا کا منظر اور دولت سے اور پیسوں سے جو نفرت تھی، وہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت نے غصہ میں جتنے

ٹکڑے ہو سکتے تھے، وہ کر کے پھینک دیئے۔ وہ چائے کا قصہ تو حضرت نے کہیں خود بیان فرمایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارے دلوں سے اس ناپاک دنیا کی محبت کو نکالے اور اس کی جگہ پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہمارے دلوں کو آباد فرمائے۔

یَا مَنْ لَمْ یَلْبَس الْحَرِیْر صلی اللّٰہ علیہ وسلم

یَا مَنْ لَمْ یَنَمْ عَلٰی فِرَاش رفیع صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو ایک دفعہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بچے تھے، مگر سمجھدار تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو ازواجِ مطہرات کے حجرات شریفہ میں خدمت کے لئے بعد میں بھی جایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ شریفہ پر پہنچا، باہر سے میں سن رہا ہوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روئی جا رہی ہیں۔ روتی ہیں، روتی ہیں، روتے ہوئے کہتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرماتی ہیں اور کہتی ہیں کہ

یَا مَنْ لَمْ یَلْبَس الْحَرِیْر
یَا مَنْ لَمْ یَنَمْ عَلٰی فِرَاش رفیع
یَا مَنْ لَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْر
یَا مَنْ لَمْ یَنَم اللَّیْلَ مِنْ خَوْفِ السَّعِیْر

کہ اے میرے محبوب، آپ نے نہ کبھی ریشم کا اچھا لباس پہنا، نہ کبھی نرم اچھے بستر پر آپ نے آرام فرمایا، کبھی زندگی بھر آپ نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمائی۔ فرمایا کہ اے میرے محبوب! رات بھر آپ رونے میں گزارتے تھے اور سوتے نہیں تھے مِنْ خَوفِ السَّعِیْر. سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیْنًا، لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہیں۔

مگر پھر بھی اماں جان فرماتی ہیں کہ اے میرے محبوب! آپ تو رات رات بھر جہنم کے خوف سے رویا کرتے تھے، سوتے نہیں تھے۔

اللہ تبارک وتعالی یہ جو ہمیں اس وقت اطمینان حاصل ہے، اللہ تعالی ہمیں عافیت نصیب فرمائے۔ مگر یہ جو ہمیں اگلی زندگی، آنے والی آخرت کی طرف سے اطمینان حاصل ہے، اللہ ہمارے اس اطمینان کو ختم فرمائے۔ کاش! کہ ہمارا اطمینان ختم ہو جائے اور ہر وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کی طرح سے ہم اس اگلے گھر کی تیاری کے لئے رونے والے بن جائیں۔ وہاں ہمارے لئے کدھر کا فیصلہ ہوگا اِلَی الْجَنَّةِ اَوْ اِلَی النَّار اس کے لئے ہر وقت ہمیں حق تعالی شانہ رونے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ ہر وقت رویا کرتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا۔

یا معاذ! اتنام ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین اطباق التراب

حق تعالی شانہ کی طرف سے خصوصی انتظام بعض بندوں کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نوجوان ہیں مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقتیں آپ پر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو یمن بھیج رہے ہیں، تو ان کو الوداع فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ سوار ہیں تو اترنا چاہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں اسی طرح چلتے رہو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابھی یہ آخری ملاقات ہے، اور اب آئندہ آؤ گے تو ملاقات اس طرح نہیں ہوگی، بلکہ میں دوسرے گھر میں پہنچ چکا ہوں گا، زمین کے نیچے ہوں گا۔ وہ سن کر اور بھی زیادہ رونے لگے۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالی عنہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وہاں یمن میں سویا ہوا تھا۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی کہنے والا مجھے کہتا ہے کہ یَا مُعَاذ! اَتَنَام؟ کہ تم تو

سورہے ہو وَ رَسُوْلُ اللّٰہ بَیْنَ اطباق التُّرَاب، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تحت الثریٰ تشریف لے گئے، قبر میں تشریف لے گئے اور تم آرام سے یہاں سوئے ہو؟ وہ فرماتے ہیں کہ میری جیسے ہی آنکھ کھلی، تو میں گھبرا کر اٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر میں سویا، تو پھر میں اسی طرح دیکھتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ کے بعد پھر میں بستر پر نہیں جا سکا، میں روتا رہا، روتا رہا اور پھر میں نے فوراً سفر کی تیاری کی اور میں چلا۔

راستہ پر، اپنے متعلق خود بیان فرماتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ پورا راستہ، ایک ہی تسبیح، وَا مُحَمَّدَاہ، وَا مُحَمَّدَاہ! اپنے اس خواب کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ اے معاذ، ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم وہاں ہوگے اور ادھر میں اللہ کو پیارا ہو چکا ہوں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب وہاں سے چلے ہیں تو اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں راستہ بھر وَا مُحَمَّدَاہ، وَا مُحَمَّدَاہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتا جاتا ہوں اور سواری کو تیز کرتا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ ابھی تھوڑے فاصلہ پر تھا، تو اتنے میں، میں نے دور سے کسی کی آواز سنی۔ مجھے کوئی پکار کر وہاں سے کہہ رہا ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت، میں چاروں طرف دیکھتا ہوں۔ دیکھا اتنے میں کہ سامنے سے کوئی مسافر آرہا ہے، اور وہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت مجھے سنانے کے لئے تلاوت کر رہا ہے۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں اور وہ فرمانے لگے فَارَق رَسُوْلُ اللّٰہِ الدُّنْیَا اے معاذ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس جہان سے تشریف لے گئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فخَرَّ مَغْشِیًّا عَلَیْه، بے ہوش ہو کر گر پڑے، نہیں برداشت کر سکے، کیسے برداشت کر سکتے؟

یوسف کب آئے گا؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جب انتقال ہوا، انتقال سے پہلے یکم شعبان، پیر کے دن، ظہر عصر کے درمیان حضرت کا انتقال ہوا۔ اس سے چند ماہ پہلے میں نے فون کیا حضرت کی خیر خیریت کے لئے ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو، میں نے کہا حضرت کیسے ہیں؟ کہنے لگے کہ آج ہی حضرت آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟ میں نے پوچھا آگے'' حضرت نے کیا فرمایا، کیوں پوچھ رہے تھے؟'' میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یہ تو میں جب بھی سفر کی تیاری کرتا ہوں اور حضرت کو اطلاع دیتا ہوں تو حضرت ناراض ہوتے ہیں، خفا ہوتے ہیں اور مجھے سفر سے روکتے ہیں۔ اور یہ حضرت نے یاد فرمایا، بس اتنا عرض کر دیجئے کہ ویزا اور بکنگ کی دیر ہے میں فوراً حاضر ہوتا ہوں۔

چنانچہ میں پہنچا، یہ جمادی الاولی کا قصہ ہے اور جمادی الثانیہ، رجب، شعبان اور یکم شعبان کو پیر کے دن تین بج کر چالیس منٹ پر مدرسہ علومِ شرعیہ میں وصال ہوا۔ حضرت کی چار پائی کے پاس میرے الٹے ہاتھ پر، حضرت پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب تھے، اور حضرت نے چند لمحہ پہلے گردن مبارک تھوڑی سی اوپر کر کے، ہم میں سے ہر ایک کو غور سے دیکھا اور حضرت مسکرائے۔ یہ بھی اخیر وقت تک سنت کی ادائیگی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ مبارک ہٹایا تھا اور مسجد میں صفیں لگی ہوئی دیکھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہوا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے چند منٹ پہلے، سر مبارک اوپر اٹھا کر کے ہمیں دیکھا، مسکرائے، اور پھر نیچے سر رکھ دیا، یَا کَرِیْمُ! یَا کَرِیْمُ، پھر جوش میں 'او کریم، او کریم'۔ وہ عجیب لمحات تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہمارے سامنے اس جہان سے کوچ فرما رہے ہیں۔

حضرت کے ایک خادم نے جب وہ کچھ دن بعد پہنچے، تو اپنے متعلق بتایا کہ جیسے ہی کسی اخبار کی سرخی میں نے پڑھی کہ حضرت وصال فرما گئے، کہتے ہیں مجھے تو اطراف کا، ماحول کا ہوش و

حواس ختم ہو گیا، وہ ہی بے ہوشی والی کیفیت ہوگئی۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی، جیسے ہی بتایا قاصد نے کہ **فَارَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الدُّنْیَا** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے تشریف لے گئے، تو **فَخَرَّ مَغْشِیًا عَلَیْہِ**، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا، تو قاصد نے ایک خط دیا کہ میں آپ ہی کی خدمت میں یمن آ رہا تھا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ آپ کے نام خط ہے۔ اس خط کو ہاتھوں میں لے لیا، چوما اور روتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے لگا رکھی تھی، اس کو بوسہ دیتے اور روتے جاتے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے ہیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضری دی، وہاں عجیب حال تھا۔ پھر اس کے بعد حجرات شریفہ میں، گھروں میں تشریف لے گئے۔

اِقْرَئِیْ مُعَاذًا مِنِّی السَّلَام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پیغام پہنچایا کہ معاذ! تمہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے متعلق فرمایا تھا کہ معاذ کو میری طرف سے **اِقْرَئِیْ مُعَاذًا مِنِّی السَّلَام** کہ میری طرف سے معاذ کو سلام کہہ دینا اور ان کو ایک بشارت سنا دینا کہ آپ وہاں میدانِ محشر میں جب چل رہے ہوں گے، تو تمام علماء کی جماعت آپ کے پیچھے ہوگی، اور ان سب کے امام اور امام العلماء بن کر ان کے آگے آگے چلنے والے آپ ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب انہیں سلام پہنچا ہوگا تو کیا حال ہوا ہوگا؟

مِنِّی السَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَسْتُ اَنْسَاہُ
وَ لَا یَمَلُّ لِسَانِیْ قَطُّ ذِکْرَاہُ

فَاِنْ غَابَ عَنِّیْ فَاِنَّ الْقَلْبَ مَسْکَنُہٗ
وَمَنْ یَکُنْ بِفُؤَادِیْ کَیْفَ اَنْسَاہُ؟

ہماری طرف سے بھی انہیں سلام، جواب تو انہوں نے دیا ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ ہر وقت ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں بسا کر سلام پہنچاتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، یہ مرتبۂ حضوری ہمیں عطا فرمائے جو حق تعالیٰ شانہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

مرتبہ حضوری ووصالِ محمدی

جیسا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ منازل السائرین کی شرح میں فرماتے ہیں، مدارج السالکین میں فرماتے ہیں کہ سالک کا سلوک، جب وہ سلوک میں قدم رکھتا ہے، وہ مقامات طے کرتا ہے، ان مقامات کو بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ پہنچ کر فرماتے ہیں کہ جب وہ مقامِ وصال محمدی میں پہنچتا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ کَاَنَّہٗ مَعَہٗ گویا کہ ہر وقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ یہ ہم دیوبندی بریلوی کہیں گے تو وہ ہمیں مبتدع اور بدعتی کا طعنہ دیں گے، مگر یہ تو ابن قیم فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ پوچھتے ہیں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ اِدھر اُدھر کوئی ہے تو نہیں؟ عرض کیا کہ حضرت کوئی نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جب جمالِ محمدی کے لئے دل تڑپتا ہے، تو آنکھیں بند کرتے ہیں، مراقبہ کرتے ہیں، تو حاضری کی اجازت مل جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

اے جنت! تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں
اے جنت! تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں

ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت! میرے دل کا طواف کر
اس کے تئیں حضور رہتے ہیں

کاش! کہ ہم بھی اپنے دلوں میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ بنالیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دل میں جلوہ گزیں ہوں، اور ہر وقت ہمیں ان بزرگانِ دین کی طرح سے حق تعالیٰ شانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت زیارت میسر فرمادے۔

اب جہاں سے میں نے شروع کیا، وہاں پھر واپس چلتا ہوں کہ میں نے آپ کے سامنے آج جو خطبہ پڑھا:

عروسِ مملکتِ ربانیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوس السَّلَامِ الْمُؤمِنِ، الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّار، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْله، اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْن.

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فدائی، جاں نثار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ زار، شاہِ حبش کے الفاظ ہیں۔ ان کا خطبہ ہے جو میں نے اس وقت بیان سے پہلے آپ کے سامنے پڑھا، اور یہ کس وقت انہوں نے پڑھا؟

جب کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ان کا شوہر مرتد ہو گیا اور مرتد ہو کر وہ مر گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لینے کے لئے پیغام بھیجا۔ اس وقت جب نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ نکاح کے لئے خطبہ پڑھا، انہوں نے یہ خطبہ، ان الفاظ سے انہوں نے پڑھا تھا، اور اس کے بعد انہوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح

میں دیا ان الفاظ سے کہ زَوَّجْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ حَبِيْبَةَ.

ہجرت حبشہ کی داستانیں

یہ جو دو دفعہ حبشہ کی ہجرت ہوئی ہے، وہاں کی داستانیں بھی بڑی عجیب ہیں۔ عجیب عجیب قصے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کا قصہ، ان کے ساتھی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہِ حبش کی کسی کے ساتھ جنگ ہوگئی اور اس جنگ میں بنفسِ نفیس خود بادشاہ کو جانا پڑا۔ نجاشی خود تشریف لے گئے اور جہاں تشریف لے گئے تھے، درمیان میں ایک بڑا وسیع اور چوڑا دریا حائل تھا، اور حکومت اور فوج تو اپنے انتظام سے پہنچ گئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ چونکہ مہمان تھے، تو ان کے متعلق تو جاتے ہوئے نجاشی نے اچھی طرح خبر گیری کی خدام کو تلقین فرمادی تھی، مگر ان مہمانوں سے رہا نہیں گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے ساتھی بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے سوچا کہ مجھے بھی جانا چاہئے۔ انہوں نے ایک چمڑے کی مشک میں پھونک مار کر ہوا بھری۔ جب وہ پھول گئی، تو اس کو پانی میں ڈالا اور اس کے سہارے، اس پھولی ہوئی مشک کے سہارے، سامنے والے کنارے تک پہنچے جہاں جنگ ہو رہی تھی، وہاں تک پہنچے۔ اور وہاں ان سے مل کر جلدی پھر واپس آئے یا انہوں نے پھر بھیجا کہ تم واپس جاؤ۔ جب وہ وہاں واپس آئے، تو یہاں والوں کو خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو حق تعالی شانہ نے فتح عطا فرمائی۔

غرض، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح نجاشی نے پڑھا۔ لطیفہ کے طور پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے کسی نے اسی کی درخواست کی، کسی کا نکاح ہونے والا تھا مدینہ طیبہ میں، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت پڑھ دیں گے؟ حضرت نے فرمایا کہ قاضی صاحب ہیں۔ قاضی عبد القادر صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ ہمارے بھائی محمد علی، جو ساؤتھ افریقہ میں فوت ہوگئے، ان کا وہاں مسجدِ نبوی میں بابِ عمر پر نکاح ہوا تھا، حضرت کے سامنے، حضرت کی مجلس میں، وہ بھی حضرت قاضی عبد القادر صاحب نے پڑھایا تھا۔ تو حضرت

نے فرمادیا کہ وہ پڑھ دیں گے۔ وہ مزاج شناس تو تھے نہیں، انہوں نے پھر اصرار کیا کہ حضرت آپ اگر پڑھادیں۔ حضرت نے فرمایا اب، کہا کہ میں نے عمر بھر کسی کا نکاح نہیں پڑھا، ایک پڑھا تھا، اس میں بھی طلاق ہوگئی تھی۔ حق تعالیٰ شانہ ان بندوں کو ایسی ظرافت عطا فرماتے ہیں۔

یا ابا عمیر میں پیشینگوئی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح: **یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟** کہ بچہ ہے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطورِ ظرافت فرمارہے ہیں **یَا اَبَا عُمَیْر! مَافَعَلَ النُّغَیْر؟** کہ اے ابا عمیر! تمہاری وہ بلبل، سرخ چڑیا، کیا ہوئی؟ انہوں نے ایک چھوٹا سا پرندہ پال رکھا تھا، اس سے ہمیشہ کھیلا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا **یَا اَبَا عُمَیْر!** مگر اس میں صرف ظرافت نہیں ہے، ایک ایک کلمہ میں درس انسانیت ہے، **وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی،** ان صحابی کی ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ میں بیان فرمادی، **یَا اَبَا عُمَیْر!** پھر یہی پیشینگوئی پوری ہوکر رہی یعنی ابا عمیر ایک چھوٹی سی عمر والے۔ ابو کا لفظ باپ کے لئے ہمیشہ استعمال نہیں ہوتا، 'والا' کے معنی میں بھی آتا ہے۔ **اَبُوْ لَبَنٌ،** عرب میں کہتے ہیں **جَاءَ اَبُوْ لَبَن،** دودھ والا آگیا، آئس کریم والا آگیا۔ وہاں بھی ابو کا لفظ استعمال ہوتا ہے، تو **یَا اَبَا عُمَیْر،** کہ ایک چھوٹی سی عمر والے۔ چنانچہ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اس بچہ کی عمر زیادہ نہیں ہوئی، بچپن ہی میں وہ انتقال کرگیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے بھی ظرافت میں فرمایا کہ ایک ہی پڑھا تھا، اس میں بھی طلاق ہوگئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباعِ کامل ہمیں عطا فرمائے۔

اتبعت دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح نجاشی نے پڑھا۔ اس نکاح کے بعد پھر حضرت نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر اپنی طرف سے عطا فرمایا اور بہت سارا

سونا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کو تحفہ کی شکل میں پیش کیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب وہ سونا میرے پاس آیا، تو میں نے وہ باندی جو سب سے پہلے میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی خوشخبری لے کر آئی تھی، میں نے پچاس مثقال سونا اس باندی کی خدمت میں بھیج دیا، بطورِ خوشی اور ہدیہ کے، کہ اس نے سب سے پہلے مجھے خوشخبری سنائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے وہ پچاس مثقال بھیجا، مگر اس باندی نے قبول نہیں کیا، واپس کر دیا۔ اور واپس کرتے ہوئے وہ باندی کہتی ہے **اِتَّبَعْتُ دِیْنَ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم،** وہ بھی نجاشی کو دیکھا کرتی تھی کہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ۔ اتنا عظیم الشان، پورے افریقہ کا بادشاہ اور ان کے یہاں ہر وقت وہ ہی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر، تذکرے سن کر وہ باندی بھی مسلمان ہوگئی۔ کاش، کہ ہمارے گھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے سے ہر وقت نورانی رہیں، ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا تذکرہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ انور کا تذکرہ ہو۔ وہ باندی کہتی ہے کہ **اِتَّبَعْتُ دِیْنَ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم** اور پھر اپنی طرف سے درخواست پیش کرتی ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو، کہ آپ جب یہاں سے واپس جاؤ، تو میری طرف سے **فَاقْرَئِیْہِ مِنِّی السَّلَام،** ایک سلام دینا ہے اور ایک پیغام دینا ہے۔ میری طرف سے پیغام یہ دینا کہ **وَاِنِّیْ عَلٰی دِیْنِک،** کہ میں نے آپ کا دین قبول کیا اور میں آپ کے دین پر ہوں، میری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام پہنچا دینا۔

حق تعالی شانہ ہمیں بھی ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرِ اطہر میں، ہمارے اعمال جب پہنچیں، تو ہم سے خوش ہوں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبرِ اطہر میں رنج کا باعث نہ بنیں۔ یہ جو مبارک ساعتیں رہ گئی ہیں، حق تعالی شانہ ان مبارک ساعتوں کی بھی ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص پورے ماہِ مبارک کا ہم اعتکاف

نہیں کر سکے، ابھی یہ اخیری عشرہ شروع ہونے والا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس سنت کی ادائیگی کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی، مقتدیٰ بنا کر اور ٹکٹکی باندھ کر آپ کی طرح ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قبر میں رخ الٹا پھیر دیا جاتا ہے

یہ بہت ضروری ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ہم نے کر لیا اور کافی ہو گیا، دوستو! ایسا نہیں ہے، ہرگز ایسا نہیں ہے۔ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف ہماری نظر رہے، اگر ایسا نہ رہا، ذرا سا ہم جادۂ رسول سے ادھر ادھر ہٹے اور ہماری نگاہ اس طرف سے ہٹی اور ہم ادھر ادھر ہوئے، تو اس کے متعلق میں پڑھا کرتا تھا کہ حضرت قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا جی چاہے، وہ قبریں کھول کر کے دیکھ لے کہ قبروں میں جو جادۂ سنت سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں، ان کی شکلیں دیکھ لے، کہ ان کی شکلیں کیسی ہوتی ہیں، کیا ہوتی ہیں؟

مگر قبر میں یہ رخ پھیر دیا جاتا ہے، اس کے معنی میں پورے طور پر نہیں سمجھ رہا تھا۔ قرآنِ پاک کی ایک آیت ہے اس میں حق تعالیٰ شانہ نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ جس طرح وہ رحیم ہے، کریم ہے، منعم ہے، ہر وقت اس کے ماننے والوں، نہ ماننے والوں، اس کے چاہنے والوں اور ایمان لانے والوں اور اس کے دشمنوں، سب کے لئے اس کی رحمتیں ہر وقت برستی رہتی ہیں۔ وہ جہاں رحیم ہے اور کریم ہے، وہاں وہ جبار بھی ہے، قہار بھی ہے۔ اس نے ایسی ایسی سزائیں بھی تجویز کی ہیں۔ طبقاتِ جہنم کی تفصیل ہم پڑھ نہیں سکتے۔ کاش کہ حق تعالیٰ شانہ ہمارا ایمان مضبوط فرمائے کہ جس طرح میں نے بتایا کہ ہمیں اس جہان کی طرف سے اطمینان ہے، ہمارے اس اطمینان کو اللہ تعالیٰ ختم فرمائے۔

قرآنِ پاک میں ایک سزا بیان فرمائی کہ ہم ہمارے دشمنوں کے چہروں کو پیچھے کی طرف کر دیں گے، کہ ایک زندہ انسان، اگر کوئی دشمن، دو آدمی پکڑ کر کے زور سے اس کی گردن پیچھے کی

طرف کردیں تو گردن ٹوٹ جائے گی، وہ مر جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ان کی گردنیں پیچھے کی طرف کردی جائیں گی۔ ہاتھ پیر آگے کی طرف ہیں اور گردن پیچھے کی طرف ہے۔ جو سنت کی طرف ٹکٹکی نہیں باندھتے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی ہی کو مدِّ نظر رکھ کر نہیں چلتے، ان کی قبر میں اس طرح شکل مسخ کردی جاتی ہے، جسم سارا دائیں طرف، جو قبلہ کی طرف موڑ کر آپ نے رکھا ہے، اس طرف ہاتھ اور پیر ہیں، مگر اس کی گردن فرشتہ توڑ کر پیچھے کی طرف کر دیتا ہے۔ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے جس طرح فرمایا، یہ بزرگ اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے بھی ہو بہو یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

جب کہ آپ کے سامنے ایک نباش اور کفن چور کا قصہ بیان فرمایا گیا، کہ ایک شخص تھا نباش، اور اس کی عادت تھی کہ پتہ چلا کہ آج کسی کو دفن کیا گیا ہے، تو وہ قبرستان میں رات کے وقت پہنچ جاتا، مٹی ہٹا کر کے وہ کفن چرا لیتا۔ اس نے جب توبہ کی، تو توبہ کرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک عجیب قصہ دیکھا۔ یہ دیکھا کہ میں نے بہت سے مُردوں کو دیکھا کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہے، جس طرح ان کو قبر میں لٹایا جاتا ہے۔ لیکن عجیب بات میں نے یہ دیکھی کہ بہت سے مردوں کا منہ پیچھے کی طرف تھا۔ اور ان کی ساری بوڈی (body) قبلہ کی طرف ہے اور صرف ان کا چہرہ، آنکھیں اور ناک اور منہ پیچھے کی طرف کردئے گئے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ قبر میں اس حال سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اچھے حال میں، اچھی جگہ پر اور اچھے عمل میں ہمارے لئے موت مقدر فرمائے۔ جب اللہ اور اس کے رسول ہم سے راضی ہوں، ایسے وقت میں ہمیں موت دے۔ مرنے سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہمارے لئے مقدر فرمائے۔ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کا منظورِ نظر فرمائے۔ جن کے متعلق روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ میں تشریف لائے ہیں، ان کے دفن کے منتظر ہیں۔ کاش کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایسے اعمال

کرنے کی توفیق دے کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اس قدر خوش ہوں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۱۴

پانی بولا : اما تستحيي اما تبت من هذا الذنب

تجھے حیاء نہیں تو نے اس گناہ سے توبہ نہیں کی تھی



تزئینِ شبِ اسریٰ دیکھی تو ملک بولے

کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ اَنَسٍ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حَدَّثَھُمْ عَنْ لَیْلَۃٍ اُسْرِیَ بِہٖ قَالَ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرَئِیْلُ حَتّٰی اَتَی اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ ھٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِہٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ (مشکوٰۃ) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ حضرت جبرائیل مجھے دنے کے آسمان پر لے گئے اور دروازہ کھولنے کو کہا، تو دربان نے پوچھا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرائیل ہوں، دربان نے کہا آپ کے ہمراہ کون ہے، حضرت جبرائیل نے جواب دیا محمدؐ۔ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو بلایا گیا ہے جبرائیل نے جواب دیا ہاں، تو فرشتوں نے کہا مرحبا مرحبا آپ ؐ کا آنا مبارک۔ کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

ہمارا کچھ نہ ہونا لاکھ ہونے کے برابر ہے

چلے دنیا سے ہم شیدائے ختم المرسلین ہو کر

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہ وَوَالِدِہ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیحین) ترجمہ : حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

(بیدم وارثی)

السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته

أَلْحَمْدُ لِلّٰہ! أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلاَ ھَادِيَ لَہٗ، وَ نَشْھَدُ أَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلیْہ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ و سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

أَمَّــابَعْد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا و نبینا ومولانا محمد وعلی اٰل سیدنا ونبینا ومولانا محمد وعلی اصحاب سیدنا و نبینا ومولانا محمد وعلی ازواج سیدنا و نبینا ومولانا محمد کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون

اللہ تبارک وتعالیٰ ان ریڈیو احسان والوں کو جزائے خیر دے کہ جنہوں نے نیکی کی طرف آپ

کو راہ دکھائی، درود شریف پڑھنے کی تلقین کی،اور بتایا گیا کہ اس کے نتیجہ میں اب تک کی اطلاعات کے مطابق چھ ملین درود شریف کا نذرانہ پڑھنے والوں نے پیش کیا ہے۔حق تعالیٰ شانہ اس درود پاک کے ختمات کے نتیجہ میں ہم سب کو معاصی سے توبہ کی توفیق دے،امت مسلمہ جن مصائب میں مبتلا ہے،اس سے نجات دے۔

کرسمس

یہ آج اور کل کا دن، اس علاقہ کے لئے اور ہمارے ہم وطنوں کے لئے بڑا اہم ہے کہ کل کرسمس ہے۔ ہمارا،شروع سے،اس ملک میں آنے کے بعد سے لے کراب تک معمول ہے کہ وہاں بولٹن کے قیام میں پڑوسیوں کو ہم کرسمس کارڈ بھیجا کرتے تھے۔ جب دارالعلوم بنا،تو دار العلوم کی طرف سے پڑوسیوں کو برابر یاد کر کے ہر کرسمس پر کارڈ جاتے رہے۔ابھی، گذشتہ کل بھی میں نے معلوم کیا تو بتایا کہ پڑوسیوں کو جا چکے ہیں۔

اس بحث میں ہم نہیں جاتے کہ کرسمس کا جو اختلاف بعض بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ یہ جو اِس وقت منائی جاتی ہے، اِس موسم میں، سردیوں میں، دسمبر میں، یہ صحیح ہے یا سمر میں کرسمس کے جو قائل ہیں وہ صحیح ہیں؟

جو علامات بیان کی جاتی ہیں اُس لمحہ کی، کہ رات کا وقت تھا، آسمان کے نیچے سب سوئے ہوئے تھے، جانور آسمان کے نیچے، کھلی زمینوں پر باڑے میں تھے،اور جو نئے نئے بچے ماداؤں نے دئے تھے، وہ نومولود جانوروں کے بچے وہاں کھیل رہے تھے۔ ان نشانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موسم بہار کا وقت تھا۔ ہم سے زیادہ ان کے پریسٹ اوران کے علماء اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ نہ ہمارا اس تاریخ کا گہرا مطالعہ ہے کہ جس سے ہم کوئی رائے زنی کرسکیں، اور جس مسئلہ میں بھی آپ کو درک حاصل نہ ہو، اس میں رائے زنی اور اپنی طرف سے دخل مناسب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس اختلاف میں جانے کے بجائے ہم ایک سچی تحقیق کی طرف آپ کو لے جاتے ہیں۔

سرو کا درخت

یہ جو کرسمس کے موقع پر آپ دیکھتے ہیں کہ لائیٹیں گھروں پر، دیواروں پر، کھڑکیوں پر لگائی جاتی ہیں، درختوں پر لگائی جاتی ہیں، بالخصوص جو سرو کا درخت ہوتا ہے، اس پر لگاتے ہیں۔ میں نے کل ہی پوچھا، مجھے نہیں معلوم کہ اس کو انگلش میں کیا کہتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ اس کا نام cypress ہے، سرو کے درخت کا نام cypress بتایا گیا۔ جو درخت کے لئے بولا جاتا ہے اس کی spelling، اور جو کنٹری ہے Cyprus، ان دونوں کی spelling میں تھوڑا سا معمولی فرق ہے۔ ممکن ہے کہ وہ درخت وہاں زیادہ ہونے کی وجہ سے اسے Cyprus کہتے ہوں۔ تھوڑی سی اس کی spelling کا تغیر ہو گیا ہو۔ ہم جب سے یہاں آئے تو دیکھتے ہیں، یہاں بھی دیکھا، اور دوسرے ملکوں میں بھی دیکھا کہ وہاں اس سرو کے درخت کا اہتمام ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کو بابرکت سمجھا جاتا ہو گا۔

یہ سرو کا درخت اس قدر بابرکت کیسے بنا؟ اس کے متعلق ابو منصور دامغانی کی روایت ہے، ان سے شروع ہوتی ہے اور کعبِ احبار پر ختم ہوتی ہے۔ کعبِ احبار ہمارے یہاں بہت بڑے بزرگ ہیں، جنہیں اسلامیات کا بھی علم ہے، اسرائیلیات کا بھی علم ہے، اہل کتاب کے علوم سے بھی وہ واقف، اسلامی علوم سے بھی واقف۔

کعبِ احبار نے سرو کے متعلق ایک قصہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص سے زنا صادر ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عظیم گناہ سے ہماری حفاظت فرمائے، امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے، ہمارے نوجوان بیٹوں، بیٹیوں، بھائی بہنوں کی حفاظت فرمائے، اس کی طرف لے جانے والے تمام اسباب سے ہماری حفاظت فرمائے۔ یہ نہ صرف اسلام میں بلکہ ہر مذہب میں اس کو برا سمجھا جاتا ہے۔ شرعی طور پر جس سے جماع اور استمتاع، فائدہ اٹھانا جائز ہو، اس کو چھوڑ کر کسی اور سے استمتاع ممنوع ہے۔

اسی لئے جب بنی اسرائیل کے ایک شخص سے یہ حرکت ہو جاتی ہے،تو وہ غسل کے لئے نہر میں جاتا ہے۔جس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ یہ جو سماوی مذاہب ہیں سب ایک جیسے۔سب میں توحید ہے،رسالت ہے۔ **کتب منزلة من السماء**،آسمان سے جو کتابیں اتاری گئیں۔ان سب کے بیانات ایک جیسے،اصولی اور فروعی احکام سب ملتے جلتے۔ان کے یہاں بھی غسل تھا جیسے ہمارے یہاں جنابت کا غسل ہے،اسی لئے جب جنابت لاحق ہوئی تو وہ شخص نہر میں غسل کے لئے پہنچا۔یہ غسل جیسے ہمارے یہاں ہے وہاں بھی تھا۔جیسے وضو ہمارے یہاں ہے وہاں بھی تھا۔

ہر چیز بولتی ہے

غسل کے لئے جب وہ شخص نہر کے کنارہ پہنچتا ہے،ابھی پیر اندر رکھا نہیں کہ اسے پانی آواز دیتا ہے۔

ہر چیز بولتی ہے۔ایک جگہ میں نے بیان کیا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پالتو، وحشی جانوروں نے شہادت دی، بھیڑئے نے کلام کیا، گوہ نے کلام کیا۔اسی طرح اونٹوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کی،فریاد کی،انہوں نے شہادت دی،نباتات نے بھی،درختوں نے بھی،کھجور کے خوشہ نے بھی،در و دیوار نے بھی۔ہر چیز کان بھی رکھتی ہے،سماعت بھی رکھتی ہے،اور وہ بولتی بھی ہے۔

اسی لئے ، یہ تمام چیزیں جس جگہ انسان نیکیاں کرتا ہے،وہ جگہ بھی اس کے حق میں،کل قیامت میں گواہ ہونگی،اور جہاں گناہ کرتا ہے وہاں کا اطراف، ماحول، وہ زمین، وہ در و دیوار، وہ آسمان و زمین، ہر چیز اس کے خلاف گواہی دینگی۔

اب پانی بولتا ہے۔پانی نے آواز دی اس شخص کا نام لے کر اے فلاں! **اما تستحی؟ الم تُبت من هذا الذنب؟** اس پانی کو یہ بھی پتہ ہے کہ اُس نے پہلے بھی یہ حرکت کی ہے۔اور پہلے

حرکت کرنے کے بعد اسے توبہ کی توفیق ہوئی اور اس نے توبہ بھی کی تھی اور آئندہ نہ کرنے کا عزم بھی کیا تھا۔ وہ عزم جو اس نے دہرایا تھا کہ اب میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا تو وہ پانی اسے یاد دلاتا ہے **وقلت انک لا تعود فیه** کہ تو یہ حرکت دوبارہ نہیں کرے گا۔

فخرج من الماء فزِعا جلدی سے، یہ پیر پانی کے شروع حصہ میں، کنارہ پر ابھی پیر اس نے بھگوئے ہوں گے، تو بھیگے پیر، وہاں سے وہ شخص بھاگتا ہے۔ بس ایک ہی کلمہ زبان پر **لا اعصی، لا اعصی اللّٰه، لا اعصی الله** اب میں اے خدا! تیری نافرمانی ہرگز نہیں کروں گا۔ بھاگا جارہا ہے۔ وہاں سے بھاگتے بھاگتے وہ پہاڑ پر پہنچتا ہے، اس زمانہ میں دستور تھا رہبانیت کا، قرآن میں جس کا ذکر آیا، کہ وہ آبادی چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاتے تھے، پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا بھی یہ معمول رہا۔ مگر دونوں کام کہ آبادی میں بھی رہتے، وہاں بھی عبادت فرماتے تھے اور وہاں غار حرا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت فرماتے تھے۔

توبۂ نصوح

یہ شخص پہاڑ پر پہنچتا ہے، اب اس کی یہ توبہ، اِس مرتبہ کی توبہ توبۂ نصوح ہوگی، جب وہاں پہنچتا ہے تو خدا کے نیک بندوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ بارہ عابد اس پہاڑ پر مقیم تھے، ڈیرہ انہوں نے وہیں ڈال رکھا تھا، وہیں وہ عبادت میں مصروف رہتے تھے، اب یہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ وہ عبادت کرتا رہا، ایک مدت گذر گئی، وہاں رہا۔ اب جو اس پہاڑ کے آس پاس میں فصلیں اگتی ہوں گی، درختوں پر پھل آتے ہوں گے، ان سے وہ فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک مدت کے بعد بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ علاقہ قحط زدہ ہونے لگا۔ دیکھا کہ کھانے پینے کے لئے اب نیچے تک اترنا پڑتا ہے، دور تک جانا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ حضرات وہاں سے سفر کرتے

ہیں۔

سفر کر کے جب یہ حضرات وہاں سے چلے ،تو اب چلتے، چلتے، چلتے دوسری جگہ پہنچے۔ یہ جو تیرھواں شخص ان میں جا کر شامل ہو گیا تھا، نیا آدمی، وہ دیکھتا ہے کہ اوہو، یہ تو سامنے وہ ہی نہر آ گئی، جہاں سے آواز آئی تھی اور جہاں سے میں بھاگا تھا، وہ رک گیا۔اب وہ روتا ہے۔

ساتھیوں کو تعجب ہوا، پوچھا، اِنھوں نے بتایا کہ یہ جو نہر ہے، وہاں کوئی مجھے پہچانتا ہے، اور میرے گناہ اسے معلوم ہیں، میں وہاں نہیں جا سکتا۔اور مجھے حیا آتی ہے اس سے کہ وہ میری شکل دیکھے۔اللہ اکبر! اپنے آپ کو گنہگار اس طرح سمجھنا چاہیئے۔کہ میں نکلوں، انسانوں کے سامنے کیسے نکلوں، باہر کیسے نکلوں؟

روایت میں آتا ہے کہ **فانا استحی منه ان یرانی**۔کہ جس نے مجھے ڈانٹا تھا اس سے مجھے حیا آتی ہے ، میں اس کا سامنا کیسے کروں، اس کے سامنے کیسے جاؤں؟ اب یہ جو بارہ شخص تھے، انہوں نے اس کو معذور سمجھا اور چھوڑ کر آگے چل دئے کہ اچھا بھائی، ہم پھر واپس آتے ہیں۔ہم وہاں اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں، نہر پر چلے جاتے ہیں۔وہ حضرات چلے گئے۔

جب یہ نہر پر پہنچے، اب پھر نہر میں سے آواز آتی ہے۔نہر پھر بولتی ہے، پانی پھر بولتا ہے۔اور کہتا ہے **یا ایھا العُبَّاد ما فعل صاحبکم**؟ پانی نے پوچھا اے اللہ کے نیک بندو! تمہارا وہ ساتھی کدھر چلا گیا؟ انہوں نے کہا کہ اس نے ہمیں بتایا کہ یہاں پر اس کے معاصی، گناہ، خطائیں کسی کو معلوم ہیں تو یہاں آنے سے اسے حیا آتی ہے اور وہ یہاں آنے سے گھبراتا ہے۔وہ ہمارے ساتھ آرہا تھا، لیکن اس نے ہمت نہیں کی اور وہ بیٹھ گیا، راستہ میں ہم اس کو چھوڑ کر آئے ہیں۔

پانی جواب دیتا ہے **یا سبحان اللہ**! اور کتنی بہترین طریقہ سے پانی ان کو سمجھاتا ہے کہ اُس سے کہو کہ کوئی ماں یا باپ، یا قریبی رشتہ دار اپنے چھوٹوں کو ڈانٹتے ہیں، پھر وہ اپنے قصور کی تلافی کر لے، گناہ سے توبہ کر لے، تو محبت پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔اور چونکہ تمہارے ساتھی نے

اب توبہ کرلی ہے اور سچی توبۂ نصوح کی ہے، اس لئے مجھے بھی پہلے سے زیادہ اس سے محبت ہوگئی ،تم اس کو لے آؤ۔

چنانچہ انہوں نے جاکر اس کو اطلاع دی کہ پانی نے ہم سے آپ کے متعلق یہ پیغام دیا اور ہمیں بلانے کے لئے بھیجا اور پانی نے یہاں تک کہا کہ اس کو جاکر بتلاؤ **فاخبروہ واعبدوا اللہ علی شاطئی** کہ تم مستقل ڈیرہ یہیں ڈال دو اور میرے کنارہ پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتے رہو۔انہوں نے جا کر اسے بتایا، وہ ان کے ساتھ یہاں آیا اور یہاں مقیم ہوگئے یہ تیرہ حضرات،اور اللہ کی عبادت کرتے رہے۔

اتنے میں کچھ عرصہ کے بعد، کچھ زمانہ کے بعد،ایک دن یہ اللہ کا نیک بندہ جو نہر سے بھاگ کر گیا تھا،ان میں سب سے پہلے اس کی وفات ہوئی۔جیسے ہی اس کی وفات ہوتی ہے تو اب پانی پھر بولتا ہے۔اور ان کو آواز دیتا ہے **غسلوہ من مائی وا دفنوہ علی شاطئی** کہ تم میرے پانی سے اسے غسل بھی دو اور میرے کنارہ ہی پر اسے دفن بھی کرو تا کہ قیامت قائم ہونے تک میرا اور اس کا ساتھ رہے۔اب توبۂ نصوح کرنے والے سے پانی کو،اور نہر کو کتنی محبت ہوگئی۔

جس طرح نہر نے حکم دیا،انہوں نے اسی طرح کیا اور پھر آپس میں سوچا کہ ساتھی تو ہمارا مر گیا،اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ آج کی رات ہم یہاں گذارتے ہیں اور بیٹھ کر پڑھتے رہتے ہیں، جب صبح ہوگی تو پھر ہم یہاں سے سفر کر جائیں گے، یہاں سے کوچ کرلیں گے۔

اَوَّلُ سَرْوٍ

نیند تو کیا آتی۔لکھا ہے کہ **فباتوا علی قبرہ یبکون**۔رات بھر اس کی قبر پر بیٹھ کر روتے رہے،اخیر رات میں ذرا سا نیند کا جھونکا ان کو آیا،آنکھ لگ گئی،تو وہ دیکھتے ہیں کہ جتنے آدمی ہیں ان کی تعداد کے برابر وہاں سرو اُگے ہوئے ہیں،سرو کے درخت۔

ابھی رات کو دفن کیا تھا اس وقت وہاں سرو کے درخت نہیں تھے اور رات کو بھی نہیں تھے، جب

ذرا سی دیر کے لئے آنکھ لگی ، پلک جھپکی ،اور آنکھ کھلی ، دیکھا تو سرو کے درخت کھڑے ہوئے ہیں۔ان کی شان میں فرمایا کہ **وکان اول سروٍ انبتہ اللّٰہ عز وجل علی وجہ الارض** ۔کہ یہ سب سے پہلا سرو کا درخت ہے جو روئے زمین پر اگایا گیا۔

انہوں نے پھر فیصلہ کیا کہ یہ تو بڑی عجیب وغریب جگہ ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے گویا ہمیں یہاں اقامت کی دعوت دی جارہی ہے،تو انہوں نے جو پہلے سے پروگرام بنایا تھا کہ ہم سفر کر جائیں گے،وہ منسوخ کر دیا اور **فاقاموا یعبدون اللّٰہ عز وجل علی قبرہ** یہیں پر بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے رہے۔اور جب ان میں سے کوئی مرتا تو وہاں اس کو دفن کیا جاتا۔

کعب احبار کہتے ہیں کہ جوان کی قبریں تھیں اور جو سرو کے درخت تھے،وہ ایسی مقدس تھیں بنی اسرائیل کے یہاں کہ **فکان بنو اسرائیل یحجون الی قبورھم** کہ بنو اسرئیل اس کو بہت مقدس جگہ مانتے تھے اور پھر ہر سال بنی اسرائیل کا معمول بن گیا،کہ ان بزرگوں کی قبروں پر وہ ہر سال حاضری دیا کرتے تھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی گناہوں سے سچی توبہ عطا فرمائے،ہمارے گناہ معاف فرمائے اور بالخصوص زنا اور اس کے مبادیات اور اس کے متعلقات سے خاص طور پر ہماری حفاظت فرمائے۔

ادیان سماویہ

جس طرح میں نے عرض کیا کہ تمام ادیان سماویہ ایک جیسے ہیں۔ہمارے یہاں غسل جنابت ہے،ان کے یہاں بھی تھا۔میں نے عرض کیا شروع میں کہ یہ جہاں کتب حدیث میں وضوء غسل کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بحث کی جاتی ہے کہ یہ ہماری خصوصیت ہے یا پچھلی امتوں میں بھی تھا؟اسی طرح وضوء کے متعلق بھی بحث کی جاتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی وضوء تھا۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا

وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چشمہ سے وضوفرمایا۔اور وہاں سے وضوفرما کر ابھی آپ تیاری فرما رہے تھے کہ نماز پڑھیں، اتنے میں نماز کی نیت باندھنے سے پہلے آپ نے دیکھا کہ ایک گھوڑ اسوار آیا، اپنے گھوڑے سے اترا تا کہ چشمہ سے پانی پیئے، جوسامان ہاتھ میں تھا، جوتھیلی تھی دراہم کی وہ اس نے رکھی، لیکن پانی پی کر فارغ ہوا تو اپنی سواری پرسوار ہوکر وہ چلا گیا۔دراہم کی تھیلی بھول گیا۔حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی نماز میں مشغول ہو گئے۔

اتنے میں وہاں ایک چرواہا اپنے جانوروں کو لے کر پہنچا۔اس نے دیکھا کہ یہ دراہم کی تھیلی پڑی ہوئی ہے،اس نے اٹھالی۔پھر اپنے جانور کو چرا کر وہاں سے آگے وہ چرواہا بھی نکل گیا۔

اب ایک بڑے میاں وہاں پہنچتے ہیں جن کی کمر پر لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھا رکھا ہے۔انہوں نے لکڑیوں کا گٹھڑ وہاں پھینکا اور وہاں لیٹ گئے تا کہ کچھ آرام کرلیں۔

اتنے میں وہ جو گھوڑ اسوار تھا اور اپنی تھیلی دراہم کی بھول گیا تھا، وہ واپس آتا ہے اور بڑے میاں سے پوچھتا ہے کہ یہاں تھیلی تھی، کدھر گئی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو نہیں معلوم۔غصہ میں اس نے بڑے میاں کو پیٹنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا سے فریاد کی الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ کہ یہ بے گناہ بڈھا،غریب انسان سوکھی لکڑیاں اٹھا کر جا رہا تھا،اس کو بلا وجہ قتل کر دیا گیا۔

یہ جتنے دنیا میں کام ہوتے ہیں،سارے کے سارے، جو ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں، حوادث ہوتے ہیں، جو واقعات رونما ہوتے ہیں، وہ سب مرتب ہیں۔ایک عجیب وغریب قسم کی ترتیب ہے۔جیسے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ سورۂ کہف میں آپ پڑھیں گے غور سے،حضرتِ موسیٰ اور خِضر کا،تو آپ کو یہ قصہ بھی سمجھ میں آئے گا۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فریاد کی کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بتایا گیا کہ اے موسیٰ! یہ جو بڈھا ہے اس نے کسی زمانہ میں اس گھوڑے سوار کے باپ کو قتل کیا تھا،تو یہ ہماری طرف سے قصاص ہوگیا، جو اس کے بیٹے نے اس بڈھے کو

تھیلی کی وجہ سے مار دیا۔ اور جو چرواہا دراہم کی تھیلی لے کر چلا گیا ہے، اس کا گھوڑے سوار کے باپ کے ذمہ قرضہ تھا جو اس باپ نے ادا نہیں کیا، تو یہ جتنے پیسے اس چرواہے کے باقی تھے، اس گھوڑے سوار کے ذمہ یا اس کے باپ کے ذمہ، وہ ہم نے وارث کی طرف لوٹا دئے اور ہم نے قصاص برابر کر دیا۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا جو قصہ میں نے بیان کیا، اس میں سب سے پہلے آپ نے سنا کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے پہلے وضوء فرمایا۔ اس کے بعد نماز پڑھی۔

حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

سر و کے سلسلہ میں قصہ بیان کیا، اس میں جو توبہ ہے، یہ بہت ضروری ہے، ہر آن، ہر گھڑی، ہر وقت اپنے گناہوں سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس کے متعلق ایک دفعہ ذکر ہو رہا تھا کہ ہمارے مولانا ہاشم صاحب نے حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اپنے شیخ کی مجلس میں کیا کرنا چاہئے؟ تسبیح پڑھنی چاہئے، درود شریف پڑھنا چاہئے، استغفار پڑھنا چاہئے، مراقبہ کرنا چاہئے، شیخ کے دل سے فیض آرہا ہے، اس کا تصور کرنا چاہئے؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! آپ کا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں کیا معمول ہے؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عجیب جواب دیا۔

فرمایا کہ میں تو جب حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں، تو میرے سامنے میرے گناہوں کا پہاڑ آجاتا ہے۔ میں ڈرتا رہتا ہوں کہ میرے اوپر اب گرے، تب گرے۔ اس طرح اپنے گناہوں کے پہاڑ سے ڈرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی

اسی طرح کا ایک بدعمل شخص حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی تھا۔ اور حضرت

امام رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان کی طرف سے تکلیف پہنچتی رہتی تھی لیکن برداشت کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ برے، ظالم پڑوسیوں سے بھی حفاظت فرمائے۔حدیث پاک میں **من جار السوء**، برے پڑوسی سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اس کو برداشت فرماتے رہے۔

ایک دن وہ شخص حضرت امام کی مجلس میں حاضر ہوا۔اس نے سلام کیا۔حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وہ دیکھتا ہے کہ حضرت امام کو کوئی انشراح نہیں ہوا، بلکہ انقباض اس نے محسوس کیا۔پھر بالآخر وہ پوچھنے لگا کہ **یا ابا عبد اللّٰہ!لم تنقبض منی**؟ کہ آپ مجھ سے منقبض کیوں ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کو پتہ تھا کہ میری حالت، میری بدحالی امام کو معلوم ہے،اسی وجہ سے انقباض ہوگا،اس لئے وہ اپنے سوال کے ساتھ اپنی صفائی بھی پیش کرتا ہے۔سوال تو کرلیا اس نے **لم تنقبض منی**؟ اور جواب لینے سے پہلے ہی اس نے بتادیا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرلی ہے اور اس کی وجہ بھی بتادی کہ **برؤیا رأیتھا** کہ میں نے خواب دیکھا کہ جس کی وجہ سے میں نے توبہ کی۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ وہ عرض کرتا ہے کہ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔اور میں دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کررہا ہوں کہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کررہے ہیں،لیکن میری اپنے گناہوں کی وجہ سے ہمت نہیں ہورہی ہے کہ میں حاضر خدمت ہوں، دعا کی درخواست کروں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ اے فلاں!تم کیوں نہیں آتے۔تو عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے حیا آتی ہے۔اللہ اکبر!

گناہ ایک مستقل چیز ہے اور اس کے بعد بے حیائی اگر سوار ہوجائے تو **الامان والحفیظ**۔اس کے بعد پھر خیر کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔حیا بہت بڑی چیز ہے۔

جس طرح وہ شخص حیا کرتا تھا، پانی کے پاس جانے سے وہ حیا کرتا ہے،تو اسی طرح یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دور سے زیارت کررہے ہیں،مگر اٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی،حیا آتی ہے

اپنے گناہوں کی وجہ سے،عرض کیا **یا رسول اللّٰہ! یقطعنی الحیاء** کہ میری بدحالی اور میرے گناہ کی وجہ سے مجھے حاضر خدمت ہونے سے حیا آرہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بات نہیں، اٹھو، آجاؤ! کیوں کہ تم نے گناہ تو سب کئے ہیں مگر ایک گناہ جو ایمان اور خیر کا ہمیشہ کے لئے دروازہ بند کر دیتا ہے وہ تم نے کبھی نہیں کیا۔**فانک لا تسب احدا من اصحابی** کہ تیری ایک بڑی خصوصیت ہم نے دیکھی کہ تم نے عمر بھر میرے صحابہ میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ہمت دلائی تو میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور حاضر خدمت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی اور جب یہ خواب دیکھا اور میری آنکھ کھلی، تو میں نے دل سے، سابقہ زندگی سے توبہ کر لی، آئندہ نہ کرنے کا عزم کر لیا ہے اور میں نے توبۂ نصوح کر لی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں سے اس قصہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ **حدثوا بھذا واحفظوہ فانہ ینفع** کہ اس قصہ کو خوب پھیلاؤ تا کہ دوسرے جو گنہگار ہیں وہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ بھی کرتے رہیں اور حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص سے اس کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت حق تعالیٰ شانہ ہم گنہگاروں کو بھی عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں بھی منظور نظر فرمائے۔

آپ نے سنا پہلے قصہ میں کہ پانی سے آواز آئی، وہاں میں نے عرض کیا کہ ہر چیز سنتی بھی ہے، بولتی بھی ہے، کیا نباتات، کیا جمادات، اس کے آپ کو قصے اگر سنائیں، تو ایک لمبا دفتر اس کے لئے چاہئے۔

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ میں تین عجیب واقعات پیش آئے۔ اگر کسی قوم میں پیش آتے تو نہ معلوم وہ کیا کرتے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا تھا کہ یہ جو الیوم اکملت لکم دینکم کے نزول کا دن ہے، اگر ہمارے اندر ہوتا تو لاتخذناہ عیدا. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا کہ اوہو، ہمارے یہاں تو وہ ڈبل ٹرپل عید تھی اس دن۔ یہ دن ہمارے لئے اتنا مقدس ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تین عجیب واقعات پیش آئے۔ ایک تو یہ پیش آیا کہ ایک خاتون سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ نوجوان بیٹا ہے، وہ ہجرت کرتی ہیں، آپ کے یہاں قیام کرتی ہیں، یہ نوجوان بیٹا اصحاب صفہ کے ساتھ رہتا ہے اور یہ جو خاتون ہیں وہ ازواج مطہرات کے ساتھ مقیم ہیں۔ ان کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ اللہ کی شان کہ کچھ دنوں کسی مرض کی وجہ سے اس نوجوان کی وفات ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفن دفن کا انتظام کرلیا جائے۔ غسل کی تیاری ہورہی تھی تو فرمایا کہ والدہ کو بھی اطلاع کردو۔ اس کی والدہ جب پہنچتی ہیں تو اس نوجوان، لخت جگر کے پیر پکڑ لیتی ہیں اور حق تعالیٰ شانہ سے اور خدا کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرتی ہیں کہ میں نے اپنے مذہب کو چھوڑا، اپنے بتوں کو چھوڑا، شوق سے ہجرت کی اور اب یہاں پہنچ کر اتنی جلدی میرے لخت جگر کو اٹھا لیا گیا، پیچھے جو میرے رشتہ دار ہیں بت پرست، وہ خوشی منائیں گے اور ہمارے مذہب کو برا کہیں گے، اس سے بدفالی لیں گے، اور یہ کہتی جاتی تھیں اور فریاد کرتی جاتی تھیں کہ مجھے تو میرا بیٹا چاہئے، مجھے تو میرا بیٹا چاہئے۔

من عاش بعد الموت

اب جو وفات پاچکا تھا، اوراس کے کفن دفن کی تیاریاں ہوچکی تھیں، اس کی ماں کی فریاد عرش تک پہنچی ہوگی اور صحابہ کرام دیکھتے ہیں کہ اس کے پاؤں میں حرکت ہوئی اوراس نوجوان نے خود اپنے چہرہ سے کپڑا اہٹایا اور وہ پھرزندہ ہوگیا۔

ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے کہ **من عاش بعد الموت**، اس میں دوقسم کے واقعات ہیں۔ایک تو وہ لوگ جومرنے کے بعد پھرزندہ ہوگئے، اور کافی عرصہ تک پھرزندہ رہے، پھران کا پھرکسی وقت میں انتقال ہوا۔

دوسرے وہ جو وفات پاچکے تھے، اور پھرانہوں نے تھوڑی دیر کے لئے کوئی کلام کیا، کچھ بولے، اور پھرآنکھیں بندکرلیں، **من تکلم بعد الموت۔من عاش بعد الموت اورمن تکلم بعد الموت**۔دوقسم کے حضرات اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

یہ ان میں سے ہیں کہ جوعرصہ تک زندہ رہے، بلکہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جولشکر گیا ہے، اس میں یہ نوجوان خود بھی شامل تھے، اس کے بعدمیں پھران کی وفات ہوئی ہے۔

ایک قصہ اس نوجوان کا جس کا انتقال ہوچکا تھا، اللہ نے اسے پھرزندگی دی، اورطویل عرصہ وہ زندہ رہ کرپھراپنے وقت پراس نے وفات پائی۔

دوسرا قصہ بیان کیا گیا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا جومشہور ہے۔شعراء بھی جس کے متعلق کہتے ہیں کہ:

اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو

اب تک ہے تیرادریاافسانہ خواں ہمارا

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر پر نکلتے ہیں بحرین کی طرف، دیکھتے ہیں

کہ راستہ میں دریا آ گیا، حکم دیتے ہیں کہ اپنے گھوڑے ڈال دو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ان کے سُم تک پانی سے بھیگے نہیں۔ اور وہ صحیح سالم نہ صرف پار ہو گئے، بلکہ وہاں پہنچ کر ساتھی نے بتایا کہ میرا لوٹا گر گیا۔ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے آواز دی پانی کو، کہ ہمارے ساتھی کا لوٹا ہمیں واپس کر دو۔ جس طرح وہاں بتایا کہ پانی بولتا بھی ہے، سمجھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے۔ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم اس نے سن لیا، مان بھی لیا، ایک موج آئی اور اس نے لوٹا کنارہ پر پھینک دیا۔

تیسرا واقعہ جو ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے، وہ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی سفر کا ہے کہ وہ ریگستان میں پہنچتے ہیں، پانی ختم ہو جاتا ہے، سواریاں اور تمام شرکاء، پینے کے پانی کے لئے ترس رہے ہیں۔ اب سب پریشان کہ پانی نہیں ہے۔ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں کو اکٹھا کیا، دعا فرمائی۔

ساتھیوں کا بیان ہے کہ جیسے انہوں نے ہاتھ اٹھائے کہ ادھر سے بارش شروع ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے جلدی جلدی پانی کو روکنے کے لئے حوض کی طرح سے ریت کے دائرے، حوض بنانے شروع کئے۔ پھر پانی اپنے برتنوں میں، اپنے مشکیزوں میں بھر لیا۔ جانوروں نے پیا۔ فرماتے ہیں کہ یہ تین قصے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر میں پیش آئے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح ان کا یہ قصہ ہے پانی کا، بالکل ہو بہو انہی کے جیسا قصہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر کا بھی ہے۔ کہ وہ دجلہ کے کنارہ پر پہنچتے ہیں اور سخت طغیانی تھی۔ اور موجیں تھیں کہ کسی طرح نہ کشتی جا سکتی تھی نہ جانوروں کے ساتھ سفر ہو سکتا تھا۔ مگر یہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے۔ بڑے جلالی قسم کے بزرگوں میں سے تھے۔ بڑے صاحب کشف و کرامات۔ انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ بس، پانی میں کود جاؤ۔

جیسے ہی ان کے حکم کے مطابق وہ اپنی سواریاں پانی میں ڈالتے ہیں اور قدم رکھتے ہیں تو ساری طغیانی موقوف۔ جیسے ریڈ کارپیٹ بچھادیا گیا ہو۔ پار ہوگئے۔ جس طرح میں نے یہ بتایا کہ یہ جلالی قسم کے بزرگ تھے۔ کہ انہوں نے اپنے گھر میں کبھی نہ کسی قسم کا کوئی انتظام کیا، نہ باہر، نہ سفر میں، نہ حضر میں۔

اگر چہ ہم تو شریعت اسلامیہ کے احکام کے پابند ہیں کہ جس طرح نماز پنج وقتہ فرض ہے، زکوۃ فرض ہے، حج فرض ہے، روزے فرض ہیں، اسی طرح روزی کمانا، جاب کرنا اور کام کرنا، یہ بھی فرض ہے۔ یہ قصہ سن کر کے کوئی اندھیری کوٹھری میں جا کر بیٹھ جائے کہ یہاں مجھے کھانا ملتا رہے گا، بیوی بچوں کو بھی خدا دیتا رہے گا، ہماری شریعت میں یہ جائز نہیں۔ روزی کے حصول میں مشقت۔ مشقت سے اللہ بچائے۔ عافیت کے ساتھ، نہایت سہولت کے ساتھ روزی عطا فرمائے۔ اس وقت جتنے نوجوان کام کی وجہ سے پریشان ہیں، حق تعالیٰ شانہ کام کے دروازے ان کے لئے کھول دے، بہتر سے بہتر عافیت کے ساتھ جاب انہیں عطا فرمائے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج بالکل مختلف تھا۔ گھر میں بھی ہمیشہ جھاڑو دے رکھا تھا اور جب ضرورت ہوئی، ہاتھ اٹھائے، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انتظام ہوگیا۔ گھر والے بھی اسی طرح ان کی ولایت کی وجہ سے گزارہ کرتے تھے۔ مگر یہ جو غلط صحبتیں ہوتی ہیں، یہ انسان کو برباد کردیتی ہیں۔

ایک دفعہ اپنے گھر پر پہنچے، اور گھر پہنچنے پر ان کا معمول تھا کہ گھر پہنچتے ہی، جانے کے ساتھ ہی سلام سے پہلے زور زور سے تکبیر کہتے۔

ہمارے حکیم عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے، کہ مدینہ شریف میں ہمارے گھر پر وہ تشریف لاتے، تو جیسے ہی ہماری گلی میں وہ پہنچتے کہ دروازہ پر آنے سے اور نوک کرنے سے پہلے ہی پتہ چل جاتا، کہ حکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں، کہ **لا الٰہ الا اللّٰہ، لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اللّٰہ**، ان کا ذکر بالجہر مسجد نبوی سے لے کر گھر پہنچنے تک زور

زور سے جاری رہتا تھا۔

اسی طرح یہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب گھر پر پہنچتے تو زور سے کہتے اللہ اکبر، اللہ اکبر، لیکن کوئی جواب نہیں ملا بیوی کی طرف سے، نہ دروازہ کھولا۔ پھر انہوں نے اللہ اکبر کے بعد جوان کا معمول تھا سلام کا، جب السلام علیکم کہا تو اس کا بھی جواب نہیں ملا۔ پھر پوچھنا پڑا تیسرے درجہ میں کہ ارے بھلی تو تو اندر بیٹھی ہوئی ہے اور ہاتھ میں تنکا لے کر زمین کرید رہی ہے، جس طرح ناراض ہو کر کوئی بیٹھ گیا ہو۔ اور گھر میں نہ کوئی روشنی اور نہ کوئی دیا بتی، کیا بات ہے، خیر تو ہے؟

تب وہ گویا ہوئی اور اپنا غصہ اس نے نکالنا شروع کیا اور اس نے کہا کہ سب لوگ تو آرام اور راحت سے زندگی بسر کرتے ہیں، اور ہمارا گھر بالکل خالی، نہ کوئی کھانے کا پیشگی انتظام، آپ کے اتنے تعلقات ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو جانتے ہیں، پہچانتے ہیں، حکومت سے آپ رابطہ کر سکتے ہیں مگر پھر بھی آپ نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جلالی قسم کے بزرگ تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ صحبتیں بگاڑتی ہیں، غلط صحبت ملی ہے۔ انہوں نے بیوی کو ڈانٹنے کے بجائے ہاتھ اٹھائے اور دعا شروع کی کہ الٰہی! جس نے بھی میری بیوی کا ذہن بدلا ہے، اور اس کا ذہن خراب کیا ہے، اور اسے غلط راستہ پر ڈالا ہے، تو اس کی بینائی سلب کر لے۔ اللہ اکبر!

اب وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کون ہے؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کاندھلہ کے خاندانی بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے متعلق فرماتے کہ علاقہ میں کہیں کوئی چوری ہوتی، تو جس کے یہاں چوری ہوتی وہ پہنچ جاتا کہ حضرت ہمارے یہاں ایسا ہوا۔ پھر حضرت کسی آدمی کو بھیجتے کہ بھائی، آواز دے دو کہ جس کے پاس ہو غریب کو دے دو۔ اگر چیز آ گئی تو ٹھیک ہے۔ لوگ سمجھ جاتے کہ شکایت پہنچی ہے، تو واپس کر دیتے۔ چپ چاپ کوئی رکھ جاتا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ میں پھر تنبیہ، ڈانٹ کر فرماتے کہ اچھا بھائی، وظیفہ پڑھا جائے گا، نقصان اٹھاؤ گے۔ تو اس پر کوئی

دے جاتے۔ڈرتے تھے سب کہ ان کے پاس بعض وظائف اس طرح جلالی قسم کے ہوں گے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے معلوم کرنے کے لئے، کہ پتہ تو چلے کہ کون ہے، بڑی عجیب دعا کی کہ الٰہی! جس نے بھی میری بیوی کو غلط راستہ پر ڈالا ہے، تو اس کی بینائی سلب کر لے۔اب ان کی بیوی کو تو معلوم تھا کہ کس نے ذہن خراب کیا، اس نے فوراً اس خاتون کے یہاں آدمی بھیجا تو واقعی جس نے غلط پٹی پڑھائی تھی تو اس کی بینائی سلب ہوگئی تھی۔کہلوایا کہ بھائی جلدی آ، میرے شوہر سے معافی مانگ۔اس نے آکر جب معافی مانگی، تب حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ دعا کی کہ الٰہی! اس کی بینائی تو واپس کردے۔کس درجہ کے بزرگ ہوں گے؟

عجیب عجیب مزاج اور عجیب عجیب رنگ کے بزرگ ہوتے ہیں۔امت مسلمہ میں، اور صحابہ کرام میں اور نیک لوگوں کے گلدستے میں کئی رنگ کے پھول ملتے ہیں، ہر قسم کے پھول، الگ الگ قسم کے، کسی کو علم کا ذوق، کسی کو ولایت کا، کسی کو عبادت کا۔

توکل علی اللہ

ایک مرتبہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سفر میں جا رہے ہیں، وہاں کافی مجمع اکٹھا ہوگیا۔سب کہنے لگے کہ ہمیں بھی آپ کے ساتھ جانا ہے، ہمیں بھی آپ کے ساتھ سفر کرنا ہے۔وہ فرمانے لگے کہ بھائی، تم ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے۔کہا کیوں نہیں جاسکتے؟ تم میرے ساتھ جانے کے لئے سواری لے کر آئے۔سواری پر سارے سفر کا، جانے آنے تک کا سب توشہ لے کر آئے۔میرے ساتھ تو وہ صرف جاسکتا ہے کہ جس کے پاس کوئی سامانِ سفر نہ ہو۔

انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ! ایسا بغیر زادِراہ کے اور بغیر سامان کے۔سفر کیسے کریں گے؟ اور کیسے جائیں گے اور کیسے آئیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ اچھا، یہ پرندوں کو تم دیکھتے نہیں ہو؟ کیا وہ صبح وشام ہر جگہ اپنا توشہ کہیں لے کر جاتے ہیں؟ کہیں دیکھا؟ جو اللہ ان کو روزی دیتا ہے، وہ

ہمیں بھی دے گا۔ایک لمبی تقریر آپ نے اس پر فرمائی ،بس سب تیار ہو گئے ۔

بے سروسامان دمشق سے چلے ہیں اور دمشق سے مکہ مکرمہ کا سفر ہے۔اب جو سواریاں ساتھ تھیں ان کے متعلق فرمانے لگے کہ جب کسی کو اپنے متعلق کسی چیز کی حاجت ہو،ضرورت ہو،سواریوں کے لئے ضرورت ہو،تو مجھے بتاؤ۔

اب تھوڑے دور پہنچ کر دیکھا کہ سواریاں تھک گئیں اور بھوکی ہیں،کھانا اور چارہ دینے کی ضرورت ہے،آپ نے فرمایا کہ چلو، یہاں قریب کی مسجد میں ہم چلتے ہیں۔وہاں گئے ،دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد پھر آپ نے دعا شروع کی اور دعا میں بھی ، میں نے عرض کیا کہ ان کا مزاج ،عام بزرگ جو آپ نے دیکھے ہوں گے ان سے مختلف تھا۔

دعا میں بھی حق تعالیٰ شانہ سے عرض کر رہے ہیں کہ الٰہی ! میں تو تیری اطاعت اور تابعداری کے لئے گھر سے نکلا ہوں، تیرے گھر کی زیارت کے لئے اور حج کے لئے نکلا ہوں۔میں نے دنیا میں بڑے کنجوس اور بخیل دیکھے ہیں، وہ بھی جب مہمان ان کے پاس جائیں،دل سے،یا بے دلی سے ان کی مہمان نوازی ضرور کرتے ہیں۔ہم تو تیرے زائر اور تیرے مہمان ہیں،الٰہی ! تو ہمارا بھی انتظام کر، ہماری سواریوں کے چارے کا بھی انتظام کر۔

لکھا ہے کہ ان کی دعا ابھی ختم نہیں ہوئی کہ سامنے دسترخوان بچھا ہوا تیار اور ثرید اور پانی اور چارہ جانوروں کا سب تیار،آسمان سے اتار دیا گیا۔

انہوں نے ساری زندگی کتنا مجاہدہ کیا ہوگا۔حق تعالیٰ شانہ کے سامنے کتنی پیشانی رگڑی ہوگی ،ساری زندگی کیسی مقدس ، بے گناہ صاف ستھری ہوگی ، کہ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ کا ان کے ساتھ ایسا معاملہ تھا۔ہم ان کی حرص نہیں کر سکتے۔حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی اپنے نیک بندوں کی طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قبر میں نور ہی نور

قصہ بیان کرر ہا تھا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا کہ جن کے تین قصے پیش آئے ہیں۔ان کے متعلق آگے لکھا ہے کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب ایک دفعہ کسی سفر میں انتقال ہوا،تو ساتھی آگے سفر پر جار ہے تھے۔جیسے انتقال ہوا، وہاں ریگستان میں ایک دریا تھا، اس کے کنارہ سے تھوڑے دور کہ جہاں تک پانی وغیرہ نہ آ سکے،انہوں نے وہاں گڑھا کھودا،اور اس کے بعد حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کر دیا۔اور دفن کر کے وہ حضرات آگے اپنے سفر پر چلے گئے۔

جب دوبارہ اپنا سفر ختم کر کے اسی راستہ سے لوٹے ہیں،جس طرح کہ آج کل آپ لندن سے گلاسگو جاتے ہیں تو ایک ہی روٹ،اسی راستہ سے آئیں گے، جائیں گے۔اسی طرح وہ بھی اپنے جس راستہ سے گئے تھے،اسی سے واپس آئے،قبر پر حاضری دی، فاتحہ پڑھی۔اس کے بعد انہوں نے سوچا کہ یہ ہم نے جو قبر کی جگہ منتخب کی ہے وہ صحیح نہیں ہے،تھوڑی ڈھلوان جگہ میں ہے۔یہاں تو کسی وقت بھی پانی آنے کا خطرہ ہے۔اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ ایک محفوظ جگہ پر، کسی بلند اونچی جگہ پر ان کو لے جا کر منتقل کر دیتے ہیں۔

اب قبر کھودنا شروع کی، قبر کھودر ہے ہیں۔جیسے ہی قبر کھولی، دیکھتے ہیں کہ قبر تو اسی طرح صحیح سالم تھی، جس طرح وہ دفن کر کے گئے تھے،اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا،ایسا کوئی نشان نہیں تھا کہ کسی نے قبر کھودی ہو، کھولی ہو،اور جب قبر کھولی تو دیکھا کہ اندر نعش نہیں ہے۔دیکھ کر حیران کہ ہم نے تو اسی جگہ دفن کیا تھا، یہ وہی جگہ ہے،اور آپ کی قبر میں آپ کی نعش کیوں نہیں ہے؟ حیران ہوئے۔

کہتے ہیں اور کھودو۔ جب کھودا تھوڑا سا،تو دیکھتے ہیں کہ اوہو، بہت بڑی قبر ہے۔ یہ راستہ اندر نظر آرہا ہے لیکن صرف روشنی ہی روشنی ہے،نور ہی نور۔وہ روشنی ایسی کہ جگمگا تا سورج ہو،اس

کی طرف نگاہ جمانے کی کوشش کریں گے تو آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ ہر ایک دوسرے کو دکھاتا ہے کہ دیکھو، کتنی تا حد نظر نور ہی نور، سارا نور ہی نور۔ ان کی نعش اب آگے اس نور میں کہاں اندر منتقل کی گئی ہے، اس کو دیکھنے کے لئے آگے ان کو کھودنے کی تو ہمت نہیں ہوئی۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ پھر ہم نے اسی طرح ان کی قبر کو بند کر دیا۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو احادیث میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کو، ہماری ان عبادات کو، ہمارے اس قرآن کو، نور ہی نور فرمایا تو اس سے نوران حضرات نے اتنا حاصل کیا کہ قبر میں وہاں ان کو جہاں رکھا گیا تو دیکھا کہ تا حد نظر نور ہی نور۔ اللہ تعالیٰ شانہ ہمارا بھی قبر میں یہ حال فرمائے جس طرح حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کے لئے انتظام کیا گیا۔ قبر کی تنگی سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ

یہ نور کے واقعات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے بے شمار ہیں۔ فرماتے ہیں ایک صحابی، ایک بدری صحابی ان کا نام ابو عبس تھا۔ یہ مسجد نبوی سے دور رہا کرتے تھے۔ مسجد نبوی سے جہاں دوران کا قیام تھا، وہاں سے مسجد نبوی میں پنج وقتہ نماز کے لئے حاضری دیا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں پانچوں وقت کی جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، پنج وقتہ جماعت کی پابندی کا ہمیں اہتمام عطا فرمائے۔

یہ بہت اہتمام سے، دور سے حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ عشاء کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے، تو بارش ہو رہی ہے۔ اور سخت اندھیری رات ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ہاتھ میں جو چھڑی تھی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک میں چھڑی رکھا کرتے تھے، اسی سنت کی ادائیگی کے طور پر ان کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی، اب وہ ٹارچ بن گئی۔ اس میں حق تعالیٰ شانہ نے روشنی پیدا فرما دی۔ خود ان کا ابو عبس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب تک کہ میں اپنے گھر پہنچا، وہاں تک وہ روشن رہی، جیسے ہی میں نے گھر میں قدم رکھا کہ وہ روشنی ختم ہوگئی۔

یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے کا حال تھا، اور آگے تابعین کی سنئے۔

یزید بن اسود

دمشق کا قصہ ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس کو بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یزید بن اسود، یہ دمشق کی جامع مسجد میں نماز کے لئے آیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ان کی کرامت تھی کہ جب کبھی رات تاریک ہوتی، اندھیرا ہوتا، اور چاند نکلا ہوا نہ ہوتا، تو جو چپل پہنتے تھے، تو جو ان کے پیر کا انگوٹھا تھا، وہ روشن ہو جاتا، وہ ٹارچ بن جاتا۔ اور اس کی روشنی میں وہ اپنے گھر پر پہنچتے، اور جب گھر پہنچے تو اس کے ساتھ ہی پھر یہ روشنی ختم۔

پیشانی اور عصا میں نور

ایک صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اسلام قبول کرتے ہیں۔ جب کچھ عرصہ ٹھہر کر کے واپس جانے کا ان کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک درخواست کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں واپس جا کر اپنے قبیلہ میں تبلیغ کروں۔ اور ان کو اسلام کی میں دعوت دوں۔ لیکن میں کوئی نشانی، کوئی علامت ایسی چاہتا ہوں کہ جس کی وجہ سے انہیں یقین ہو جائے کہ میں آپ کے پاس سے آپ کا بھیجا ہوا آپ کا فرستادہ ان کے پاس پہنچا ہوں۔ کوئی نشانی مجھے دے دیجئے۔

جیسے ہی انہوں نے درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی بات۔ جب یہ اپنے قبیلہ میں پہنچتے ہیں، ابھی قبیلہ میں پہنچے نہیں، دور ہیں، یہیں سے ان کی پیشانی کے بیچ سے نور، روشنی نکلنا شروع ہوگئی۔

یہاں آج کل آپ سائیکل چلانے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ رات کو حادثہ سے حفاظت کے لئے اور سامنے جو کار آ رہی ہو، اس کی اطلاع کے لئے ، ہیٹ کے ساتھ کوئی چیز پہنتے ہیں کہ جس میں لائیٹ ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے ان کی پیشانی پر روشنی پیدا فرما دی۔ جیسے ہی وہ قبیلہ میں پہنچے، تو سب لوگ حیران ہو گئے کہ اللہ! یہ ہمارے جیسا انسان، ہمارے ہی پاس سے گیا تھا اور ہر چیز اس کی صحیح سالم اسی طرح تھی ، بات چیت، سمجھ بوجھ ہے، اور یہ ایک نور کی عجیب کرامت لے کر آئے ، ساری کی ساری قوم کو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت پہنچائی اور سارے قبیلہ نے اسلام قبول کیا۔

مگر انہوں نے پھر حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ الٰہی! یہ ممکن ہے کہ میری اس پیشانی پر نور کی وجہ سے ہر وقت ساتھ رہنے والوں کو الجھن ہوتی ہوگی ، کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ نے دن بھی بنایا، رات بھی بنائی ، اور رات کو سکون و آرام و راحت کا وقت بنایا، اس لئے انہوں نے دعا کی کہ الٰہی! یہ جو نعمت تو نے مجھے عطا فرمائی ہے بجائے پیشانی کے اس کی تو جگہ بدل دے، اور میرے اس عصا میں یہ روشنی آ جائے۔ لکھا ہے کہ جیسے انہوں نے دعا کی، حق تعالیٰ شانہ نے اس نور کی جگہ تبدیل فرما دی اور وہ نور پیشانی سے ان کے عصا اور ان کی چھڑی پر منتقل ہو گیا۔

حق تعالیٰ شانہ ہماری دعاؤں میں بھی اثر پیدا فرمائے۔ جس طرح یہ حضرات مستجاب الدعوات تھے، جو مانگتے تھے، مل جاتا۔ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ کے لئے عہد کر لیا تھا کہ الٰہی! جب میں مانگوں گا، تو مجھے دے گا۔ اور وہ خدا دیتا تھا۔ ان کے لئے بھی دیتا تھا، ساتھیوں کے لئے بھی دیتا تھا، مجمع کے لئے بھی ، جانوروں کے لئے بھی دیتا تھا۔ انہوں نے دعا کی تو وہ نور ان کی پیشانی سے عصا میں منتقل ہو گیا۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے نور

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نور کو کہاں کہاں دیکھا گیا، اور یہ نور کس کس جگہ چمکا

ہے۔ایک صحابی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم عشاء کی نماز پڑھ رہے ہیں مسجد نبوی میں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما مسجد میں ہیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں زمین پر سر رکھتے ہیں تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت مبارک پر، گردن مبارک پر چڑھ جاتے ہیں۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ سے سر اٹھانا ہے تو آہستہ سے ان کو نیچے سرکاتے ہیں اور پھر سجدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے جب فارغ ہوئے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو پیار سے اپنے زانو پر بٹھالیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مصروف ہوگئے، تو صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی اجازت ہو تو میں ان کی والدہ کے پاس ان کو چھوڑ کر آؤں؟

جیسے ہی صحابی یہ عرض کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کے پاس میں چھوڑ کر آؤں؟ ابھی نہ کوئی سوال نہ جواب، مگر اتنے میں اوپر عرش تک یہ گفتگو پہنچ گئی۔اور جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ کڑک ہوتی ہے، اس کے ساتھ بجلی چمکتی ہے، صحابی فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے عرض کیا کہ فوراً میں نے دیکھا کہ بجلی کی روشنی ہوگئی۔ جیسے بجلی کوندرہی ہو۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اب ان کو لے جاؤ۔اور صحابی فرماتے ہیں کہ جب میں ان کو لے کر چلا ہوں مسجد نبوی سے، ان کے گھر تک پہنچایا، وہ اپنے گھر میں پہنچے، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے گھر میں قدم رکھا اور وہ جو بجلی کی روشنی تھی وہ غائب ہوگئی۔ حالانکہ جو بجلی کوندتی ہے، وہ تو چند سیکنڈ کے لئے ہوتی ہے۔آپ ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں کہ چند سیکنڈ سے زیادہ وقت اس کا نہیں ہوتا، مگر یہ اتنا لمبا وقت وہ بجلی چمکتی رہی ،حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے گھر میں پہنچنے تک برابر روشنی رہی۔

کہاں کہاں اور کیسے کیسے اس نور نے کرشمہ دکھایا ہے۔آپ حیران ہوں گے کہ یہ نور ایک صحابی، ایک مشرک کے لئے صحابیت کا شرف حاصل کرنے کا سبب بن گیا۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

آپ نے نام سنا ہوگا، اسم گرامی سنا ہوگا حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ اور ایک راہبر تھے۔ یہ چار حضرات مدینہ منورہ کی ہجرت کے سفر میں تھے۔

راہبر عبداللہ بن اریقط دیلی، ان کے اسلام کا حال تو کہیں نظر سے نہیں گذرا، بظاہر ان کے لئے ابو طالب کی طرح سے مقدر نہیں ہوا۔ مگر یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شروع سے جاں نثاروں میں رہے۔ کہ یہ طفیل بن عبداللہ سخبرہ کے غلام تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خریدا، اور آزاد کردیا۔ اور مکہ مکرمہ میں، سابقین اولین میں، جو سب سے پہلے اسلام میں داخل ہونے والوں میں سے ہیں۔ کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار ارقم میں تشریف لے جانا شروع نہیں فرمایا تھا کہ اس سے پہلے یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اسلام کے داعی بن چکے تھے۔ وہ ہی غار ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہ روزہ قیام میں بھی انتظام فرماتے رہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے رفیق بھی رہے۔ سفرِ ہجرت کے بھی رفیق رہے، بدر و احد میں بھی رفیق رہے، اور اخیر میں جا کر بیر معونہ میں وہ شہید ہوئے اور عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ شہادت کے بعد وہ اوپر اٹھائے گئے، اتنے کہ میں نے دیکھا کہ آسمان بھی ان سے نیچے رہ گیا۔ اسی لئے شہداء میں ان کی نعش دفن کے لئے نہیں ملی۔

ایک عامر بن طفیل رئیس المشرکین ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے مرا ہے اور بیر معونہ میں عامر بن فہیرہ کو جس شخص نے قتل کیا، وہ بھی عامر ہے۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا ہے، ان پر وار کیا ہے۔ تو جب تلوار ماری جائے، نیزہ

مارا جائے، گولی ماری جائے، کسی کو ڈنڈا مارا جائے، تو جسم سے خون نکلتا ہے۔لیکن فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے جسم سے بجائے خون کے نور نکلتا ہوا دیکھا۔اللہ اکبر!

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شہید ہو گئے، مگر یہ عامر بن طفیل جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلقین فرما رہے ہیں، یاد دلا رہے ہیں کہ ان کا نام بھی عامر ہے اور جو شہید ہوئے ان کے ہاتھوں عامر بن فہیرہ، ان کا اسم گرامی بھی عامر۔وہ عامر بن فہیرہ اور یہ بھی عامر۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یاد دلایا کہ عامر، تمہیں یاد ہے کہ تم نے کیا دیکھا تھا جب تم نے عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا ہے۔تم نے نور نکلتا دیکھا تھا۔

اسی کے نتیجہ میں حق تعالیٰ شانہ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی اور یہ نور جو حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے جسم سے نکلتا ہوا انہوں نے دیکھا، اس کے نتیجہ میں حق تعالی شانہ نے ان کو اسلام کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور صحابی بننے کے شرف سے ان کو نوازا ہے۔

اسی لئے عامر بن الطفیل ازدی رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت میں فرماتے ہیں:

بکت الارض والسماء علی النور	الذی کان للعباد سراجا
من ھدینا بہ الی سبیل الحق	وکنا لا نعرف المنھاجا

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ للہ علیہ

ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔کوئی ایک صدی کا مجدد ہوتا ہے۔یہ ہزار سال کے مجدد ہیں، دس صدیوں میں، اس علاقہ میں جتنی بدعات اسلام میں داخل ہو چکی تھیں، سب کے مصلح کے طور پر ان کو اللہ نے پیدا فرمایا تھا۔اور بہت مختصر زندگی، نبوی زندگی، صرف تریسٹھ برس کی، اس میں اپنا کام انجام دے کر چلے گئے۔اور اکبری مذہب جو ایجاد کیا گیا تھا، ہمیشہ کے لئے نام ونشان اس کا مٹا کر گئے۔

یہ کیسے نور دیکھتے ہیں اور کہاں نور کو دیکھتے ہیں اور کیسے اس کی تطبیق ہوتی ہے، یہ سنئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نصف شعبان کی رات عبادت میں مشغول ہیں۔ جس طرح کہ گفتگو ہوتی ہے گھر والوں کے ساتھ، آپ اس رات کی فضیلت وغیرہ کے متعلق گفتگو فرما رہے ہیں۔

اہلیہ نے عرض کیا کہ نہ معلوم آج کس کس کا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوگا۔ یہ سن کر حضرت امام نے فرمایا تم تو شک کے طور پر کہہ رہی ہو، اندازہ کے طور پر کہ نہ معلوم کس کس کا نام مرنے والوں میں لکھا گیا ہوگا۔ مگر اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو کہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں لکھ دیا گیا ہے۔

جب اہلیہ کے ساتھ یہ گفتگو ہوئی، تو اس کے بعد پھر آپ نے اس کو سوچا کہ اب تو یہ بات پھیل جائے گی کہ حضرت نے بظاہر یہ اپنے متعلق فرمایا ہوگا، تو یہ جو وہاں اوپر ام الکتاب، وہ دیکھ کر فرما رہے ہیں کہ جس نے خود دیکھا کہ وہاں نام کن میں ہے، زندوں میں ہے یا اس سال کے مرنے والوں میں؟

آپ نے پھر صاحبزادوں کو بلایا، پھر تمام کاموں کی ذمہ داری ان کے سپرد فرما دی۔ پھر اس کے بعد پہلے سے زیادہ اشغال، اذکار، مراقبہ، تلاوت وغیرہ میں مصروف ہوتے، اور صرف نماز کے لئے باہر تشریف لاتے، اور نماز کے علاوہ باہر تشریف آوری بند ہوگئی۔ پھر آہستہ آہستہ مرض شروع ہوا۔

ایک دن فرمانے لگے، خواب دیکھا ہوگا، فرمانے لگے کہ آج تو حضرت پیرانِ پیر سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بڑی مہربانی مجھ پر فرمائی۔

کچھ لوگ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ قادری، یہ نقشبندی، یہ چشتی، یہ کلمات ہمیں زیب نہیں دیتے۔ ہمارے بزرگوں کی تعلیم اس کے برعکس ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود فرما رہے ہیں کہ آج حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی۔

اس وقت تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا تھا کہ اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس نے اپنا نام مردوں کی فہرست میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ مگر اب تحدید کے ساتھ فرمارہے ہیں، خدام کو، صاحبزادگان کو فرمارہے ہیں کہ اب چالیس پچاس دن میں مجھے جانا ہے۔ ایک موقعہ پر یہ فرمایا کہ چالیس پچاس دن، کہ اب چالیس دن کے بعد مجھے جانا ہے۔ چنانچہ بالکل اس دن سے لے کر ساتھیوں نے گنا، تو چالیس دن پورے ہوئے کہ آپ اس جہاں سے تشریف لے گئے۔

یہ میں نے قصہ سنانا شروع کیا تھا کہ کہاں کہاں، کیسے کیسے نور دیکھا گیا۔ کہیں پیشانی میں، کہیں عصا میں، کہیں پیر کے انگوٹھے میں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جب وصال ہوجاتا ہے، آپ کو جہاں دفن کیا گیا، بتایا گیا کہ جب کبھی آپ اس علاقہ میں تشریف لے جاتے تھے، اس جگہ کے آس پاس کوئی دور سے اشارہ فرما کر فرماتے تھے اس جگہ کی طرف کہ اس جگہ پر میرے قلب کے انوار چمکتے ہیں۔

یہ جس جگہ آپ نے فرمایا تھا اسی جگہ مقدر سے آپ کو دفن کیا گیا، وہاں اس سے پہلے آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی قبر وہاں سرہند شریف میں بنائی گئی تھی۔ اب حضرت اپنے قلب کے انوارات اس جگہ دیکھ رہے تھے کہ یہ جسم وہاں دفن ہوگا اور یہ نور جو اس وقت یہاں قلب میں چمک رہا ہے، کسی وقت، کسی زمانہ میں وہاں قبر میں بھی چمکے گا۔ اس کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیشگی پہلے سے بار بار اشارہ فرمایا کہ اس جگہ یہ نور چمکے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں بھی ایسی بصیرت اور فراست اور بینائی عطا فرمائے کہ ہماری دل کی آنکھیں جو بند ہیں، یہ آنکھیں کھل جائیں اور ہم اپنے گناہوں کی نحوست کو، تاریکی کو، اور اس کی بدبو کو دیکھ پائیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

گذشتہ ہفتہ تعلیم ہو رہی تھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتاب خصائل نبوی شرح شمائل

ترمذی پڑھی جارہی تھی۔ ہمارے طلبہ کا چالیس دن کا اعتکاف ہے، دو تین دن چلہ کے ختم میں رہ گئے ہیں۔حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے۔اس میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی شمائل ترمذی کی شرح خصائل نبوی پڑھی جاتی ہے،اس میں ایک جملہ آیا۔

اس میں پڑھنے والے نے پڑھا تو میں نے اشارہ کیا۔جس طرح کوئی شاعر اپنا کلام سناتا ہے،تو سب حاضرین کہتے ہیں مکرر،مکرر۔کوئی ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے کہ اور پڑھو،اور پڑھو۔اس طرح میں نے پڑھنے والے سے جب اس نے یہ جملہ پڑھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو ہر وقت پھیلتی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں گھر سے نکلتے تھے اور پتہ چلا کہ مسجد میں بھی نہیں، گھر میں بھی نہیں، کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں تلاش کریں اور کس سے پوچھیں،کوئی بتانے والا وہاں نہیں ہے۔لکھا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو پہچانتے تھے۔وہ خوشبو سونگھتے ہوئے راستوں پر جاتے تھے کہ او، یہ خوشبو ادھر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے ہیں،اس باغ کی طرف خوشبو ہے۔ادھر گئے ہیں۔کھلی فضا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ہر وقت سمائی رہتی تھی جہاں جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔اللہ اللہ!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے یہ لکھا ہے کہ خوشبو کے بِالمقابل جو گناہ ہیں، گناہوں سے جو بدبو پیدا ہوتی ہے،اس پر حضرت نے فرمایا کہ اس سے بدن کی سڑاہن مجرب ہے۔تو میں نے پڑھنے والے سے کہا کہ اس کو مکرر پڑھو۔

مولانا ہاشم صاحب بھی وہاں تھے۔میں نے حضرت مولانا ہاشم صاحب سے عرض کیا کہ یہ دو تین جملوں میں کتنی نفرت دلا رہے ہیں۔اور صرف تین جملے کہ گناہوں کی نحوست سے بدن کی سڑاہن مجرب ہے۔فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا تجربہ ہے کہ گناہوں سے اس کے جسم سے جو بدبو آرہی ہے،تو یہ بدبو کسی بیماری کی وجہ سے، پسینہ کی نہیں ہے، یہ گناہ کی ہے۔اور میں نے کہا کہ حضرت کو کتنی نفرت ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ بدبو۔یہ فرمایا کہ سڑاہن، انتہائی درجہ کی جو مدتوں سے

پڑی رہی جو چیز۔ گناہ بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ سالہا سال، جتنے پرانے ہوتے ہیں اتنا وہ چسکہ اور بڑھ جاتا ہے، لت چھوٹتی ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبۂ نصوح نصیب فرمائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی ٹاپ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کو صحابہ کرام پہچانتے تھے۔ اور کیا کیا چیزیں پہچانتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو تو پہچانتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر حج میں ہیں۔ سب سے پہلا حج جو فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔ کہ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے، اور امیر حج بنا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ راستہ میں مقیم ہیں۔

ساتھیوں کا بیان ہے کہ ہم نے وہاں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے بیچ راستہ میں ایک دفعہ دیکھا کہ اب تک تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ ایک دم پریشان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے، حیران ہیں، انہیں دیکھ کر ہم بھی حیران ہوگئے کہ کیا ہوگیا۔ کیا بات پیش آئی۔ جس طرح کوئی آدمی خود کوئی چیز دیکھ رہا ہو، سن رہا ہو، دوسرے نہیں سن رہے ہیں، اس طرح سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوگئے۔ ساتھی پوچھنے لگے کیا بات ہے؟ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قصواء، آپ کی جو خاص سواری اونٹنی ہے عضباء، قصواء، اس کے پیر کی آہٹ سن رہا ہوں۔ اللہ اکبر!

دنیا میں ہزاروں جانوروں کے چلنے کی آواز، ان کی ٹاپ، یہ پیر زمین پر پڑنے کی آواز جو ہوتی ہے، سب کی انہوں نے سنی ہوگی، مگر کتنی محبت، کتنا عشق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی ٹاپ کو بھی وہ پہچانتے ہیں۔ خوشبو کو کیوں نہ پہچانیں گے پھر وہ حضرات؟

ساتھی حیران ہوئے، اتنے میں تھوڑی دیر کے لئے تو کوئی نظر بھی نہیں آرہا ہے مگر وہ ٹاپ کو پہچان رہے ہیں۔ پھر کافی دیر کے بعد دیکھا کہ کچھ سوار نمودار ہوئے، اور جب وہاں قریب پہنچے تو دیکھا کہ اوہ، وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری قصواء، اور اس پر سوار ہیں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا جو خاص پیغام لے کر آئے تھے قبیلوں کے نام، سورہ براءت کی آیتیں تھیں، سارے عرب کو وہ سنانی تھیں، اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا تھا۔

اس درجہ کی محبت ہو کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں کو پہچانیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی ٹاپ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح سے پہچانیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا بنادے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ صریح احکام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمائے، ہم تو اسے بھی پہچان نہیں سکے، اس کی بھی قدر نہ کر سکے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے نصیحتیں فرمائی تھیں، یہاں دار العلوم میں۔ فرماتے تھے کہ میرے پیارو! مرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب سامنا ہوگا، تو ہماری یہ شکلیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سوچنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائے، ہمارے لئے سوچنا آسان فرمائے۔ کہ ہم ہماری بدعملیوں کے ذریعہ، اعمال بد کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر شریف میں کتنی تکلیف کا ہم سبب بنتے ہوں گے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

آپ نے نور کے واقعات سنے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کرامتیں، اللہ والوں کی کرامتیں، کہ روشنی، نور ہی نور، نور ہی نور، یہ دراصل تصدیق ہے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے اس معجزہ کی، جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو ید بیضاء عطا کیا گیا تھا۔ کہ جب آپ کو فرعون کے پاس بھیجا گیا تو خدا سے عرض کیا کہ خدا! اس کے لئے کوئی نشانی

جس سے وہ مان لے۔تو بطور نشانی کے آپ کے دست مبارک کو، ہاتھ کو نور عطا کیا گیا تھا کہ اس کا نور دیکھ کر اسے یقین ہو کہ ہماری طرح سے موسیٰ علیہ السلام انسان ہیں، ہماری طرح سے ہاتھ ہیں، مگر یہ نور کیسے حق تعالیٰ شانہ نے پیدا فرمادیا۔

ایسے ہی حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو اللہ کا رسول بھی بنایا ہے، ان کی رسالت پر ہمیں ایمان لانا چاہئے۔ان کے اس معجزہ کو دیکھ کر ہمیں یقین کرنا چاہئے۔سارے واقعات جو آپ نے سنے نور کے، اور روشنی اور چمک کے، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی چمکا دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کرامت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ ید بیضاء کے نور کا تسلسل امت محمدیہ کے افراد کی کرامتوں کا ذریعہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو معجزات عطا کئے گئے تھے، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات قرآن پاک نے بہت سارے ذکر کئے۔

سب سے زبردست معجزہ، بارہا آپ نے سنا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام مردوں کو زندہ فرماتے **و یحیی الموتی** قرآن نے بیان کیا۔

ہمارے یہاں جس طرح میں نے عرض کیا کہ دارالعلوم میں معمول ہے کہ ہم کرسمس کارڈ پڑوسیوں کو بھیجتے ہیں۔کبھی کبھی open day بھی رکھا جاتا ہے۔جو open day ایک دفعہ رکھا گیا تھا، اس open day میں وہاں کے پڑوسیوں کو دعوت دی گئی تھی۔میں نے طالب علم سے کہا اور اس نے سورۂ مریم کا پہلا رکوع پڑھا، جس میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر شریف ہے۔**کٓھٰیٰعٓصٓ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا**۔یہ رکوع اس نے پڑھا۔

وہ قاری پڑھتا جاتا تھا اور ایک دوسرا طالب علم انگلش میں ترجمہ ہر جملہ کا کرتا جاتا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ جو مہمان پڑوسی سب بیٹھے ہوئے تھے، اس میں سے کئی ایک خواتین، بالخصوص جو عمر رسیدہ تھیں، سب رو رہی تھیں، بے تحاشا رو رہی تھیں۔ ایک کی تو بیچاری کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ ترجمہ بھی سمجھ میں آئے اس طرح، اچھا ترجمہ کیا جارہا تھا۔ اور واقعی، قرآن پاک کو اگر صحیح طور پر پیش کیا جائے تو ساری دنیا اسلام قبول کرسکتی ہے۔

قرآن کریم کا اثر

لکھا ہے کہ ایک دفعہ جمال عبدالناصر نے روس کا سفر کیا، تو اپنے ساتھ قاری کو لے کر گئے، جس وقت کمیونزم اپنی ایک قوت کے دور میں تھا، زبردست، دھاک بیٹھی ہوئی تھی دنیا میں جگہ جگہ اور سب ملک جارہے تھے کمیونزم کی گرفت میں، ان کو مجبور کیا جارہا تھا۔

جب قاری عبدالباسط صاحب نے وہاں قرآن پڑھا، شرکاء کے متعلق آتا تھا ناموں کے ساتھ، کہ فلاں وزیر، فلاں صدر، فلاں وزیراعظم، کہتے ہیں کہ سب رو رہے تھے۔ ان کے پڑھنے کا انداز ایسا ہی تھا اور اس کا ترجمہ بھی صحیح طور پر پیش کیا گیا ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ قرآن پاک کو صحیح طور پر پیش کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہمارے خلاف، اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف، امت مسلمہ کے خلاف پروپیگنڈہ، حق تعالیٰ شانہ ان سب کو محبت سے بدل دے۔ مخالفین کے دلوں میں نرمی پیدا فرمائے، محبت پیدا فرمائے۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات میں سے اہم معجزہ ویحیی الموتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ان چیزوں کو بھی جاری فرمایا۔ تاکہ قیامت تک کے لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات پر یقین انسانوں کا باقی رہے، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات پر یقین باقی رہے۔

اسی طرح کا ایک قصہ پیش آیا۔حدیث کے راویوں میں ایک نعمان بن بشیر ہیں، ان کو ایک خاتون نے سوال کیا اور پوچھا عبداللہ بن ہاشم کی بیٹی نے، کہ ہم نے سنا ہے کہ کسی کا انتقال ہوا، زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا، اور انتقال کے بعد پھر دوبارہ انہوں نے کچھ کلام کیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

انہوں نے مستقل ایک خط لکھا اور اس میں لکھا **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔اس کے بعد پھر اپنا نام لکھا اور ان کا نام لکھا جن کو لکھا گیا اور سلام اور حمد وثنا کے بعد پھر انہوں نے لکھا کہ آپ نے مطالبہ کیا ہے کہ میں مرنے کے بعد کلام کا وہ قصہ لکھ کر بھیجوں۔ وہ اس طرح پر ہے کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بالکل تندرست تھے۔اچانک ان کے حلق میں شدید درد محسوس ہوا اور پھر ظہر عصر کے درمیان ان کا انتقال ہوگیا۔انتقال کے بعد ان کو، ساری (body) بوڈی کو سیدھا کر دیا گیا، ہاتھ پیر سب ٹھیک کر کے کپڑے سے ان کو ڈھانک دیا گیا۔

مغرب کی نماز کے بعد یہ نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے آ کر کہا کہ ادھر آؤ، ادھر آؤ۔ پوچھا کیا ہے؟ کہنے لگے کہ یہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بول رہے ہیں۔ارے ان کا تو انتقال ہوگیا تھا اور وہ بول رہے ہیں؟ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا ہوں تو وہ واقعی بول رہے تھے اور انہوں نے اس وقت جو بیچ میں سے ان کی تقریر سنی۔اس میں وہ کہہ رہے تھے کہ تین خلفاء میں سے درمیانی خلیفہ زیادہ قوی ہے اور وہ دینی کاموں میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔اور کسی طاقتور کو کمزور کا مال ہضم نہیں کرنے دیتے، اور یہ اللہ کا بندہ امیر المؤمنین سچا تھا۔لوح محفوظ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

پھر اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر شروع کیا۔کہ وہ لوگوں کی اکثر کوتاہیاں معاف کرتے ہیں۔دو برس ان کے گذر گئے، چار برس ابھی باقی ہیں۔اور اس کے بعد پھر خانہ جنگی ہوگی، اور طاقتور کمزور کو تختۂ مشق بنالے گا، اور سارا ملکی نظام درہم برہم ہوجائے گا۔پرانی جاہلیت کے زمانہ کی جو دشمنیاں آپس کی تھیں، وہ سب رنگ لائیں گی۔اور یہ اللہ کا

فیصلہ ہے۔اور یہ دوٹوک اللہ کا فیصلہ ہے۔

پھر اس کے بعد ایک دم اچانک وہ کہتے ہیں اللہ اکبر! چند گھنٹے پہلے جن کا انتقال ہو چکا تھا، زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ، وہ ہی کہہ رہے ہیں اللہ اکبر! یہ جنت ہے، یہ دوزخ ہے، نبی اور صدیق سلامتی کا سوال کریں گے۔ایک لمبی انہوں نے تقریر کی، پھر اس کے بعد آواز بند ہوگئی۔

نعمان کہتے ہیں کہ حاضرین جو وہاں موجود تھے، میں نے ان سے کہا کہ میں نے تو بیچ میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر سنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر سنا، پہلے انہوں نے کیا کہا تھا؟

انہوں نے کہا کہ پہلے تو ہم نے سنا کہ ان کے سینہ میں سے جس طرح کہ فون کی گھنٹی، رنگ بجتی ہے، اس طرح ان کے سینہ میں سیٹی سی بجنی شروع ہوئی۔جس طرح کوئی آدمی روتے ہوئے آواز بند کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اور وہ سیٹی سی آواز نکلتی ہے، یا کبھی کسی پر حال طاری ہوتا ہے، تو اس کو وہ روکنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس کے حلق اور سینہ سے آواز آتی ہے۔یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے دل پر فیض آتا ہے۔

نفخ کا ترجمہ

وہاں میں نے ایک جگہ بتایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اذا نام نفخ آتا ہے، کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے تو نفخ۔کئی چیزیں تھیں کہ جس کے متعلق ان طلبہ سے میں نے کہا تھا کہ فلاں کلمہ کا یہ ترجمہ کبھی نہ کرنا۔ایک لسٹ بھی شاید بنانے والوں نے، پرانے طلبہ نے بنائی ہوں گی۔ میں نے کہا تھا کہ نعل کا ترجمہ ہر جگہ جوتہ نہ کرنا۔ہر جگہ چپل ترجمہ کیجئے، جوتا کا شاذ و نادر کہیں کہیں ہوگا۔وہاں عرب میں چپل ہی ہوتے تھے۔اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چپل کی پٹیوں کا ذکر آیا۔اور اسی طرح میں کہتا تھا کہ جہاں کہیں ولدٌ آئے، تو ولد کا ترجمہ ہر جگہ بیٹا نہ کیجئے، اولاد کیجئے۔بیٹا بھی ہوسکتا ہے، بیٹی بھی ہوسکتی ہے۔اسی طرح یہ جو نفخ کا

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خراٹے کا نہ کیجئے۔ میں نے کہا کہ یہ ایک وجدانی چیز ہے۔

پھر میں نے ان کو سمجھایا کہ اصل میں جب کسی کی توجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی کو زیارت ہوئی، کسی پیر ومرشد کی زیارت ہوئی، اور ان سے فیض دل میں آرہا ہے، محسوس کر رہے ہیں، مزہ آرہا ہے، مزہ آرہا ہے۔ پھر وہ ہوتے ہوتے دل اندر چلنا شروع ہوتا ہے، ہلنا شروع ہوتا ہے، اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ آواز بھی نکلتی ہے منہ کے راستہ سے، مگر خراٹے کی آواز وہ ہرگز نہیں ہوتی۔ خراٹے کی آواز، وہ ناک سے نکلتی ہے، اور یہ براہِ راست قلب کی حرکت کی آواز ہے، اور اس کیفیت کی آواز، وہ حلق سے نکلتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے وقت میں جو آواز آتی تھی، وہ بھی یہی آواز تھی، خراٹے کا ترجمہ وہاں وحی میں بھی نہیں ہوگا اور نیند والے میں بھی خراٹے کا ترجمہ نہیں ہوگا۔

غرض زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد انہوں نے ان کو کپڑا ڈال کر لٹا دیا۔ کئی گھنٹے بعد ان کے سینہ سے آواز سیٹی جیسی شروع ہوئی، پھر انہوں نے بولنا شروع کیا، فرمایا انصتوا انصتوا! چپ ہو جاؤ! ساتھیوں سے نعمان بن بشیر پوچھ رہے ہیں کہ میرے آنے سے پہلے کیا بیان ہوا تھا۔

کہا کہ انہوں نے پہلے کہا انصتوا انصتوا! خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ سب! ہم ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھنے لگے کہ یہ تو انتقال کر چکے تھے اور یہ آواز آرہی ہے۔ پھر انہوں نے خود ہی اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور دیکھا تو وہیں سے، ان کے منہ سے آواز آرہی ہے۔ اور وہ پھر بولنے لگے، سب سے پہلا کلمہ انہوں نے کیا کہا؟ آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول، یا رسول اللہ! آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، اللہ اکبر!

کتنے بزرگوں کے قصوں میں، میں ہمیشہ بیان کرتا رہا، آپ لوگوں نے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلدوں میں بھی واقعات پڑھے ہوں گے کہ انتقال ہو رہا ہے، اور وہ اشارہ سے فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دادا کے انتقال کے بعد، جب جنازہ اٹھایا گیا، بہت بڑا مجمع تھا، اور قبرستان لے جانے میں دیر ہو رہی تھی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے، سب کندھا دے رہے ہیں، تو دادا جان حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب نے کسی کو فرمایا کہ مجھے حیا آرہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار میں ہیں، مجھے جلدی لے جاؤ۔ یہ زید بھی سب سے پہلے جو کلمہ فرما رہے ہیں، آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول۔

حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی آخری وقت ہے۔ جب ایک دفعہ ہم سہارنپور سے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کر کے عید کے دن روانہ ہو رہے تھے گجرات کے لئے، حضرت کے معتکف سے باہر نکلے روتے ہوئے، حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب نے ایک پرچہ دیا۔ اب تک بھی میرے پاس وہ اشعار کہیں لکھے ہوئے ہیں۔

جیسے حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے کپڑا ہٹا کر بولنا شروع کیا، تو سب سے پہلے فرمایا کہ آپ ہیں احمد۔ اسی طرح مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا، تو وہاں تو پورا ہال بھرا ہوا ہے۔ بیچ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابھی ناشتہ کیا ہے۔ آٹھ بجے صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر، سب بیٹھے ہوئے ہیں، مشورہ ہو رہا ہے۔ سامنے سارا مجمع بیٹھا ہے۔ انہی کے ساتھ اب تک محو گفتگو تھے، اچانک دونوں ہاتھ پھیلا دئے اور سر اوپر کر کے زور سے فرمانے لگے آیئے، آیئے، تشریف لایئے، آیئے، آیئے، تشریف لایئے، اھلاً اھلاً اور ایک طرف لڑھک کر گر گئے۔

کون کون ان کو لینے کے لئے پہنچا ہوگا مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اسی طرح یہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انصتوا انصتوا، آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، ابو بکر صدیق وامین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں۔ جسم ناتواں، مگر احکام الٰہی میں طاقتور ہیں، یہ بالکل درست ہے، درست ہے۔ یہ لوح محفوظ میں ہے۔

پھر اس کے بعد جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق انہوں نے بیان فرمایا، حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان فرمایا، یہ سارا مجمع استقبال کے لئے وہاں پہنچا ہوگا۔ ہمیں تو اس کی دعا کرتے ہوئے بھی، اس کے مانگنے سے بھی شرم آتی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اللہ ہمیں ایسے لوگوں میں سے بنائے۔ انا للہ، کیسے یہ الفاظ ہم اپنی زبان سے نکال سکتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی کوئی آ کر عرض کرتا کہ حضرت! اتنے عرصہ سے میں پڑھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو جائے، تمنا ہے، دعا بھی کی، بہت کچھ پڑھا ہے۔ حضرت فرمانے لگے کہ بھائی ہم تو تمنا بھی نہیں کر سکتے، ہم سوچتے ہیں کہ کیسے تمنا کریں، کس منہ سے کریں؟

اب کہاں دو جہاں کے سردار اور کہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد خواب میں یا مرتے وقت۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ستاری فرمائے، ہمارے ایمان کو سلامت رکھے، کہ ہم اس کو بچا پائیں۔

دوستو! سب سے بڑی آج کل جو مشکل ہے وہ ہے ایمان۔ ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ کہاں کی یہ ولایتیں اور کہاں کے یہ مراقبے، اور کہاں کی یہ تمام بلندیاں؟

خیر، یہ جو میں نے ابھی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نور کے معجزہ کا تسلسل اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے مُردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ کا تسلسل، زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے یہاں، دوسروں کے یہاں بھی جس طرح میں نے بتایا کہ اس پر مستقل کتاب ہے **من تکلم بعد الموت**، اور بزرگوں کے وصال کے احوال میں بھی ہے، جو بیس بائیس سال پہلے میں نے لکھی تھی، ان شاء اللہ ابھی انگلش میں بھی طبع ہو رہی ہے۔ اس میں بھی اس طرح کے واقعات ہیں۔

علامہ جمال الدین ابوزکریا صرصری رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات ہیں، ان کو ذکر کرتے ہوئے علامہ جمال

الدین ابو زکریا صرصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بڑے حافظ حدیث اور بڑے عاشق رسول، اورعربیت کے زبردست ماہر ہیں یہاں تک کہ ان کوحسان ثانی کہا گیا۔کہ یہ عربی کے شاعر بھی تھے۔لیکن اللہ کی شان کہ وہ نابینا تھے، بصارت سے تو محروم تھے،مگر بصیرت سے مالا مال تھے۔اللہ تعالیٰ ہماری بصیرت کو کھول دے،حق تعالیٰ ہمارے قلب پر جو تاریکیوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں،ان پردوں کو ختم فرمائے۔ یہ اپنے ایک قصیدہ میں ان حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کو بھی ذکرفرماتے ہیں اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔اس میں فرماتے ہیں:

محمد ن المبعوث للناس رحمة سے شروع کرتے ہیں۔ بڑے شاندار ان کے اشعار ہیں۔آگے کہیں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

لئن سبحت صم الجبال مهيبة

کہ اگر حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے جو پہاڑ اور پتھر ہمیں گونگے معلوم ہوتے ہیں، یہ تسبیح پڑھتے ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں میں،آپ کے دست مبارک میں جو کنکریاں ہوتی تھیں،

وان الحصى فی کفه تسبح

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریاں تسبیح پڑھتی تھیں۔

وان کان موسیٰ انبع الماء من العصا

کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے لاٹھی ماری اور بارہ چشمے پھوٹ پڑے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں مبارک کبھی طشت میں رکھی گئیں،کبھی پیالہ میں رکھی گئیں،کبھی کسی چھوٹے طشت میں رکھی گئیں،اوراس سے چشمے جاری ہوگئے اور ساری انسانیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیراب فرمایا۔

ان تمام واقعات کو ذکر کرکے پھر ان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کو ذکر کرتے ہیں

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو ذکر کرتے ہیں۔ بڑا شاندار ان کا وہ قصیدہ ہے۔مگر تاتاریوں کے ہاتھوں انہوں نے جام شہادت نوش کیا تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، جیسا عشق رسول ان کو عطا ہوا تھا،حق تعالیٰ شانہ اس کا کوئی شمہ، محبت کا کوئی حصہ ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔

نور قلب

یہ جتنے میں نے نور اور روشنی کے واقعات آپ کو سنائے۔ یہ کبھی چمکتا ہوا نظر آیا، پیشانی میں، عصا میں نظر آیا، انگوٹھے میں نظر آیا، اور آنکھوں نے دیکھا، مگر ایک نور جوان حضرات کے دلوں میں ہوتا ہے، اس نور سے وہ بہت کچھ دیکھتے ہیں، وہ نور سکانی قوت رکھتا ہے۔ سکان (scan) ڈاکٹر کرتے ہیں، جسم کے اندر کہاں کونسا عضو بڑھا ہوا ہے، کونسا چھوٹا ہے، کونسی بیماری کس جگہ ہے، وہ سکان (scan) کرتے ہیں، ان بزرگوں کو حق تعالیٰ شانہ ایسی نظر عطا فرماتے ہیں، ان کے قلب کی نظر، اس میں سکان (scan) پیدا ہو جاتا ہے۔

جیسا ہم نے کسی زمانہ میں پڑھا تھا، سعودیہ میں کہ وہاں ایک بچہ تھا، کوئی دس پندرہ سال کا بچہ، وہاں جہاں کہیں کسی کو ضرورت ہوتی تھی پانی کا کنواں کھودنے کی، تو اس بچہ کو لے جاتے تھے۔ بچہ وہاں گشت کر کے، چل پھر کر کے بتاتا تھا کہ یہاں کھودو، ڈرل کرو۔ وہاں وہ کھودتے، اور وہیں پر ان کو پانی مل جاتا تھا۔

ابن کثیر نے ایک قصہ لکھا ہے۔ کئی دفعہ میں نے بیان بھی کیا کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں کسی جنگل میں تھا، وہاں دیکھا کہ کچھ اجنبی آدمی ہیں اور وہ ایک جگہ پہنچے، پھر انہوں نے اپنا بستہ کھولا اور تھیلا کھول کر کے وہاں وادی میں پہنچ کر انہوں نے لوبان وغیرہ جلایا، پھر بنسری بجانی شروع کی۔ اتنے میں دیکھا کہ بہت سارے سانپ اکٹھے ہو گئے۔ وہ دو آدمی تھے۔ وہ پکڑ پکڑ کر دیکھتے کہ یہ نہیں چاہئے، یہ نہیں چاہئے، پھر وہ بہت سارے سانپوں میں سے ایک سانپ

انہوں نے لیا، اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔ پھر وہ چلتے بنے۔ اوراس تھیلے میں ڈالنے سے پہلے انہوں نے، جس طرح ہم سلائی سے سرمہ لگاتے ہیں، اس طرح سلائی اس سانپ کی آنکھ پر پھیری، پھر اپنی آنکھوں پر انہوں نے پھیری۔ جب اس کے بعد انہوں نے اپنا سب بند کیا، وہ سب سانپ بھی وہاں سے چلے گئے۔

یہ کہتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا تم نے کیا؟ اگر تم مجھے بتاؤ گے نہیں، تو میں حکومت سے شکایت کر دوں گا، پولیس کو بتا دوں گا۔ انہوں نے پھر وہ تھیلا رکھا، پھر وہ سلائی جو انہوں نے اپنی آنکھ پر لگائی تھی، وہ میری آنکھ پر پھیر دی۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی آنکھ پر لگائی، تو میں دیکھتا ہوں کہ زمین کے نیچے کہاں تک مٹی ہے، پھر پتھر کہاں سے شروع ہوتے ہیں، پھر کہاں ٹار ہے، کہاں سونا ہے، کہاں چاندی ہے، کیا کیا خزانے ہیں، ہر چیز اس سکان والی آنکھ سے مجھے نظر آنے لگی۔ کہتے ہیں کہ پھر مجھے اچانک راستہ چلتے ہوئے تھوڑی دور جا کر کے دونوں نے مل کر گرا دیا اور میری دونوں آنکھیں پھوڑ دیں۔ اس نے گھر آ کر اپنا قصہ سنایا۔

جس طرح اس شخص کی سکان والی آنکھ تھی، جس طرح سعودیہ کے اس بچہ کی آنکھ میں سکان کی قوت تھی، کہ وہ پانی بتاتا تھا کہ کہاں کہاں پانی ہے، اسی طرح ان حضرات اولیاء اللہ کی آنکھوں میں اور دل کی آنکھوں میں یہ قوت کیسے آجاتی ہے؟ اور کیسے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قوت منتقل ہوئی۔

منتقل کیسے ہوئی کہ قرآن پاک کیا کہتا ہے **ولو نشاء لارینکھم فلعرفتھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول** آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہم تو یہ بھی کر سکتے ہیں کہ آپ ان کو نشانی سے پہچان لو گے، ایسا بھی ہم انتظام کر سکتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ شانہ نے یہ دنیا دارالجزاء نہیں بنائی، دارالعمل بنائی ہے، اس لئے ان مشرکین کی، منافقین کی، تمام دشمنوں کی بھی ستاری فرمائی ہے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سب کے نام بتا دئے تھے کہ یہ منافق ہے، یہ منافق ہے۔اور وہ مسجد کہ جس میں پانسو آدمی مشکل سے نماز پڑھ سکتے ہوں گے، اتنے نمازیوں میں سے ستر 70 سے لے کر اسی 80 یا اس سے بھی زیادہ منافق ہوتے تھے۔ ہر وقت، پانچوں نمازوں میں اتنا بڑا مجمع، ستر اسی منافقین کا ہر وقت ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم کس درجہ کا، کہ ہم تو مسجد میں ذرا سی کسی کے ساتھ تو تو میں میں ہو جائے، تو اس کی شکل دیکھنے سے تکلیف ہو گی، اس مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے، مسجد بدل دیں گے کہ فلاں کی وجہ سے میں نماز نہیں پڑھتا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ستر اسی منافقین کو مسجد میں گوارا فرما رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہے خدا کی طرف سے کہ یہ منافق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چپکے سے پوچھتے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کہ میرا نام تو نہیں ہے اس میں؟ نفاق سے ڈرتے تھے یہ لوگ۔اللہ تعالی نفاق سے بچائے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح پہچانتے تھے ان منافقین کو، تو یہ چیز منتقل ہوئی، **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله** ۔اور یہ کوئی علم غیب نہیں ہے، بلکہ حق تعالیٰ شانہ کا ایک نور ہے جو دل پر ڈالتا ہے۔اس نور کی شعاؤں سے پتہ چلتا ہے۔

جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح میں آگے دیکھ سکتا ہوں، تم نماز میں میرے پیچھے ہوتے ہو، میں تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے بھی دیکھ سکتے تھے، پیچھے بھی دیکھ سکتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج کا قصہ بیان فرمایا، انہوں نے انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بتاؤ، وہاں عمارت میں کس طرف کتنی کھڑکیاں ہیں، اور کتنے دروازے ہیں؟ آپ کے گھر کے متعلق پوچھا جائے تو آپ کو ایک گھنٹہ لگے گا سوچ سوچ کر بتانے میں، جہاں سالہا سال سے آپ رہتے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کو ہر چیز بتا دی کہ اتنے دروازے، اتنی کھڑکیاں، مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہیں اور بیت المقدس دیکھ رہے ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے، یہاں اطلاع دی کہ فلاں شہید ہوئے، ان کی جگہ یہ آئے، ان کی جگہ یہ آئے، اور پھر اخیر میں یہ چوتھے خالد بن ولید ان کی جگہ کمانڈر بنے۔ یہ سارے واقعات یہاں مدینہ منورہ میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے دیکھ رہے ہیں۔

فراست ایمانی

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر ہیں اور فوج ہے نہاوند میں، تو وہاں دیکھ لیا کہ جنگ کا کیا نقشہ ہے۔ کیسی ان کی فراست، کیسی نگاہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کو عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا آؤ، جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں کہ حبشہ میں اصحمہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کا انتقال، ان کی نعش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے دیکھ رہے ہیں، بیان فرما رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آتا ہے اشتر نخعی، تو صرف اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہیں، حالانکہ اس وقت تک اس نے کچھ نہیں کیا تھا، اوپر سے نیچے تک نگاہ فرمائی اور اوپر سے نیچے تک دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص سے اس امت کو زبردست مصیبت پہنچنے والی ہے۔ چنانچہ وہ یزیدیوں کے فتنہ میں استعمال ہوا اور اس سے امت کو نقصان پہنچا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، یہ بیٹھے ہوئے ہیں مسجد حرام میں، اور وہاں کوئی شخص آتا ہے اور اس کو دیکھ کر ایک امام نے فرمایا کہ یہ بڑھئی معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے امام نے فرمایا کہ نہیں، یہ لوہار معلوم ہوتا ہے۔ تو اس شخص کو اشارہ کر کے بلایا کہ دونوں میں سچا کون ہیں۔ تو اس نے کہا کہ تمہاری دونوں کی بات درست ہے۔ پہلے میں نجار تھا۔ اب میرا لوہے کا کام ہے۔ کیسی زبردست فراست؟

اسی طرح حضرت ابوزکریا نقشدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ، میرے پیر و مرشد کی خدمت میں کھڑا ہوا تھا، میں تو کھڑا ہوا

ہوں، اور وہ مراقبہ میں ہیں۔ اچانک انہوں نے سر اٹھایا، پیرومرشد نے اور فرمایا **الا تستحی** شرم نہیں آتی تمہیں؟ یہ حضرت ابوزکریا رحمۃ اللہ علیہ دل میں کہنے لگے کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ کیوں؟ کسی کا غلط تصور اس وقت دماغ میں آیا، غلط تصور سے مزے لینا، یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔

شہوۃ خفیہ

یہ جو ایک کلمہ آتا ہے جہاں شرک اور ریاء کا ذکر ہوتا ہے، وہاں **شَهْـوَة خَفِيَّه** ،خفیہ شہوت کا ذکر آتا ہے۔ اس کی الگ الگ تفاسیر بیان کی گئی ہیں، اس میں سے ایک تفسیر یہ بھی، خفیہ شہوت، کہ بہت خطرناک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا۔ کہ تصور سے مزے لئے جائیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طور پر اس کی تفسیر فرمائی۔ جب یہ حدیث پڑھاتے ہوئے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ یہاں پہنچے، تو فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ خفیہ شہوت؟ خفیہ شہوت فرمایا کہ یہ ہے کہ تم لوگ میرے پاس حدیث پڑھنے کے لئے آتے ہو، کہتے ہیں کہ میں تم سے کہوں کہ نہیں، نہیں، نہیں، میں تو نہیں پڑھاتا ابھی۔ فرمایا کہ میرا دل اندر سے چاہتا ہو کہ ہاں یہ لوگ آئیں، پڑھیں، میں محدث رہوں، محدث بنوں، حدیث پڑھاؤں، لیکن میں زبان سے انکار کروں۔

کسی نے تو یہاں تک خفیہ شہوت کی ترجمانی اور تفسیر بیان فرمائی کہ آپ کسی کے یہاں مہمان جائیں اور کوئی پوچھے کہ بھائی، کچھ ٹھنڈا گرم، مہمان کہے کہ کچھ نہیں چاہئے، حالانکہ دل اندر سے چاہ رہا ہے کہ چائے کا وقت ہے، چائے پینے کی طلب بھی ہے، لیکن یہ جھوٹ زبان سے جو کہہ رہے ہیں، اس کو بھی گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے سر اٹھایا اور مرید کو ڈانٹا **الا تستحی**؟ تمہیں شرم نہیں آتی؟ بزرگوں نے سب اپنے تجربات سے اس کا علاج بیان کیا۔ اب یہ ہماری آنکھیں بند ہیں، دل کی

آنکھیں۔ یہ حضرات تو آنکھیں بند کر کے نیچے دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے پھر دیکھ لیا کہ مرید کے دل میں کیا وسوسہ گناہ کا ابھی آ رہا ہے اور گناہ کے وسوسہ سے کیا یہ لذت پا رہا ہے۔اس پر اس کو ڈانٹا۔ یہ ہمیں کیسے حاصل ہو؟

نور قلب

اس کے متعلق یہ ایک بزرگ ہیں شاہ کرمانی۔ وہ فرماتے ہیں کہ **من غض بصرہ عن المحارم** کہ جو اپنی نگاہ کو حرام جگہوں سے بند رکھے **وامسک نفسہ عن الشھوات** اور حرام شہوتوں سے اپنے نفس کو روکے رکھے، دوسرا یہ کام۔ تیسرا انہوں نے یہ بتایا کہ **عمّر باطنہ بدوام المراقبۃ وظاھرہ باتباع السنۃ** کہ ہر وقت سوچ اور فکر اپنے باطن کی طرف توجہ ہو، اس کو معمور رکھے، کسی نہ کسی، آپ اس وقت، کچھ نہ ہو سکے تو اتنا تو دوستو! یہ کہ آپ حج میں گئے تھے تو اس کے سفر کو سوچتے رہیئے، مدینہ شریف کو سوچتے رہیئے، وہاں جو آپ نے طواف کئے تھے، ان چکروں کو سوچتے رہیئے، تا کہ اگر ہم ان حضرات کی طرح سے رونا دھونا، آخرت اور دوزخ کا خوف، اس سے تعمیر باطن نہیں کر سکتے، یہ ظاہری جو ہم نے اچھی جگہ میں وقت گذارا ہے، اس کو سوچ کر اتنی دیر تو گناہوں سے اپنے نفس کو تو بچا سکتے ہیں۔

اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اپنے باطن کو معمور رکھے ہمیشہ مراقبہ کے ذریعہ اور اپنے ظاہری اعضاء سے اتباع سنت کی طرف، ہاتھ پیر ہر چیز سنت کے موافق چلتی رہے۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے اس طرح چلے، جیسی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، ویسی نماز پڑھے۔ جیسا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نوش فرمایا، اس طرح کھانے میں مشغول ہو۔ اور آخری حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ والی انہوں نے بیان فرمائی۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے میں نے بہت قصے سنائے تھے۔ کہ حضرت فرماتے تھے کہ جو میرے پاس چالیس دن رہے، جو میں کھاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پیئے، تو میرا دعویٰ ہے کہ چالیس دن اس طرح

میرے ساتھ وہ گذارے گا، تو پھر کسی قبر پر جا کر کھڑا ہوگا، تو صاحب قبر کا کیا حال ہے، وہ اس سے پوچھ سکے گا اور اس کو کشف قبر حاصل ہو جائے گا۔

صرف ایک چیز۔ اب اگر یہ ساری چیزیں جتنی چیزیں میں نے اس میں گنوائیں، وہ سب اگر کوئی شخص کرے گا، حق تعالیٰ شانہ اسے کس قدر نوازیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باطن کو تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے باطن کی جو تخریب ہم نے کی ہے، اس کو ہم ویران کر چکے ہیں، اس کا احساس حق تعالیٰ شانہ ہمیں عطا فرمائے۔

یہ چیز انہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ والی حلال کھانے کی ذکر فرمائی ہے کہ **وتعود اکل الحلال** کہ ہمیشہ حلال کھائے۔

حرام لقمہ سے دل سے توفیق نیک اعمال کی سلب ہو جاتی ہے اور نیک عمل صادر ہی نہیں ہوتے ہیں۔ ہم کوشش کر کے سوچتے بھی ہیں کہ نیک عمل کریں گے، فلاں نماز پڑھیں گے، تہجد پڑھیں گے، جماعت میں جائیں گے، قرآن اتنا پڑھنے کا معمول بنائیں گے، مگر کہتے ہیں ہمت نہیں ہوتی۔ ہر چیز کر سکتے ہیں۔ پوری پوری کار اٹھانی ہو، تو اس کو دھکا دے کر برف میں کہاں سے کہاں پہنچا دیں گے، اتنی ہمت آ جائے گی، مگر ایک ذرا سا کام وہ نہیں کر سکتے۔ آرام سے بستر پر بیٹھ کر ہیٹر کے سامنے قرآن پڑھنا ہے، نہیں پڑھ سکیں گے، اٹھ کر نماز پڑھنی ہے تہجد کی، وہ نہیں پڑھ سکیں گے، پہاڑ کی طرح بوجھ محسوس ہوگا۔ یہ اسی توفیق کے سلب کیے جانے کی علامت ہوتی ہے۔

لیکن اس کے برخلاف جو انہوں نے بتائے کہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں، اپنے نفس کی حفاظت کریں، باطن کی، ہمیشہ معمور رکھیں حق تعالیٰ شانہ کی یاد کے ساتھ، اتباع سنت کے ساتھ، اکل حلال کو اپنا شیوہ بنائیں تو کہتے ہیں **لم تخطئ فراسته** اس کی فراست کبھی غلط نہیں ہوگی۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف ایک مثال کے طور پر کشف قبر کو بیان

فرمایا، حالانکہ کوئی مقصود بالذات نہیں ہوتی۔ بزرگ ایسی چیزوں کے متعلق تو دعا کرتے ہیں کہ الٰہی، ایسی چیزیں مجھے نہیں چاہئیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح کی فراست رکھنے والا بڑا مشہور حضرت جنید کے زمانہ میں ایک نوجوان تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک دفعہ پہنچا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس سے پوچھتے ہیں کہ بیٹے! تمہارے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ سامنے والے کے دل میں کیا خیال آیا، تمہیں پتہ چل جاتا ہے؟ یہ صحیح ہے؟ نوجوان کہنے لگا ہاں! بات تو صحیح ہے کہ مجھے پتہ چل جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھا! ہمیں بھی کوئی کرشمہ دکھاؤ تمہارا۔ وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کہتا ہے، اچھا آپ سوچیں اپنے دل میں، میں بتادوں گا کہ آپ نے کیا سوچا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا میں نے سوچا، بتاؤ کیا سوچا؟ اس نے بتایا کہ آپ نے یہ سوچا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں سر ہلایا کہ نہیں۔ اس نوجوان نے کہا کہ اچھا، پھر دوسری مرتبہ آزماتے ہیں، پھر سوچئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں ہم نے سوچ لیا۔ بتاؤ کیا سوچا۔ اس نے پھر بتایا کہ یہ آپ نے سوچا دل میں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں پھر سر ہلایا۔ اس نے کہا کہ پھر تیسری مرتبہ ہم دیکھتے ہیں۔ آپ پھر سوچئے۔ تیسری مرتبہ میں پھر اس نے بتایا کہ یہ سوچا، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ نوجوان کہتا ہے اللہ! کیا کروں؟ میری فراست سچی ہے، اور یہ اتنے بڑے بزرگ، اتنے بڑے بزرگ، ان کی زبان بھی سچی، کیوں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان سے نہیں بولے۔

یہ اکابر انتہائی درجہ کے عقلمند ہوتے ہیں، انتہائی درجہ کے۔ اللہ اکبر! وہ تو سر ہلاتے رہے اور یہ انہوں نے کیوں اپنے متعلق سوچ لیا کہ یہ میری نفی فرما رہے ہیں۔ کبھی کسی کی تصدیق کے طور پر

بھی سر دھونا جاتا ہے کہ اوہ، یہ سنتے ہیں اور سر دھونتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹے! تینوں دفعہ تم نے بالکل صحیح بتایا کہ جو تو نے کہا تھا بالکل صحیح تھا، مگر میں مزید تیرا امتحان لینے کے لئے سر دھن رہا تھا اور یہ چاہ رہا تھا کہ میں تیرے متعلق معلوم کروں کہ کہاں تک تیری رسائی ہے۔ یہ بزرگ نسبتوں کو بھی اسی طرح پہچانتے ہیں کہ اس کی نسبت کہاں تک ہے، کتنی اونچے درجہ کی نسبت اسے حاصل ہے، اور کونسے درجہ پر یہ پہنچا ہوا ہے۔

ابو سعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ

ابو سعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں، مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص فقیرانہ لباس میں ہے، وضع قطع بالکل فقیرانہ، مانگنے والوں کی طرح، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ مانگنے والے جو بھکاری ہوتے ہیں، یہ **کَلٌّ علی الناس**، یہ لوگوں پر بوجھ بنے ہوئے ہیں، اور یہ مانگتے پھرتے ہیں۔

کہتے ہیں میری طرف ترچھی نگاہ سے، آنکھیں کھول کر کے اس نے دیکھا۔

ہماری والدہ محترمہ ہوتی تھیں، کبھی کوئی بیٹھا ہوا ہو، اور وہاں کوئی بات ہو جائے تو ڈانٹنے کے لئے پوری آنکھ کھول لیتی، ہم ڈر جاتے تھے کہ اوہو، ماں ڈانٹ رہی ہے۔

فرماتے ہیں ابو سعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ کہ فقیر کے متعلق میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ لوگ دنیا کے لئے بوجھ بنے ہوئے ہیں اور مانگتے پھرتے ہیں اور حرم میں بھی مانگنے سے باز نہیں آتے، یہ دل میں میرا سوچنا تھا کہ میری طرف آنکھیں نکالیں اور آنکھیں پھاڑ کر وہ کہنے لگے کہ **واعلموا ان اللّٰہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ.** انہوں نے قرآن کی آیت پڑھی کہ دیکھو، وہ جو تمہارے دلوں میں ہے، اللہ اسے جانتے ہیں۔ ذرا بچ کر سوچا کرو۔ سوچنے سے بھی بچتے رہو۔ میں نے آیت سنی اور میرا دل اندر سے رونے لگا، دل رو رہا ہے، میں نے کہا انا اللہ! اللہ

کے کتنے بلند مقام والے بندہ کو میں نے چھیڑ دیا اور اس کو تکلیف پہنچائی۔

اب میرا دل توبہ کر رہا ہے، زبان سے تو میں بول نہیں سکا۔ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فوراً یہ میرا حال دل کا روتا ہوا دیکھ کر اب دوسری آیت انہوں نے پڑھی۔ **وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ** ۔ کہ کوئی بات نہیں، پہلے تم سے قصور ہو گیا اور اللہ اپنے بندوں کی طرف سے توبہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توبہ کی توفیق عطا فرمائے، اور حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں توبہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس توبہ نصوح پر ہمیشہ کے لئے زندگی گذارنے کی توفیق دے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

اس طرح کے بزرگوں کے قصے اور بھی ہیں، اس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بارہا سنایا۔ حضرت ایک شعر پڑھتے تھے۔ جب کہیں ہمارا تصور بگڑا، کہ حضرت نے فرمایا کہ آنکھیں تو ہماری، نظریں تو ملی ہوئی ہیں مگر دل کہاں؟ ایک شعر پڑھتے تھے اور ہم دل میں توبہ کرتے کہ یا اللہ! حضرت کو اس پر اطلاع ہو گئی۔

یہ جو سارا دین ہے، حق تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں اب تک اس سلسلہ کو، سلسلہ وار اِن تمام روحانیت کی چیزوں کو باقی، جاری اور ساری رکھا۔ یعنی پہلے کے مقابلہ میں کم ضرور ہو گئیں، سلف سے تو کوئی تقابل ہی نہیں ہو سکتا، ان کے زمانے اور ان اولیاء اللہ اور ان کے دَور سے، مگر اب بھی الحمد للہ، ہم نے جس طرح ہمارے بزرگوں کو دیکھا، ان کے یہاں یہ تمام چیزیں پائیں۔ میں جب اس ملک میں آیا ہوں تو حضرت کو میں نے لکھا۔ یہ خطوط انٹرنیٹ پر رکھے ہوئے بھی ہیں، انگلش میں بھی، اردو میں بھی، اس میں ہے اور محبت نامے میں چھپ بھی چکے ہیں۔ اس میں شکوہ فرمایا کہ دور افتادہ لوگوں کو کیا یاد کرو گے کہ وہاں کا تو ہر دن عید اور ہر رات

شب قدر ہوگی کہ اس وقت شادی ہوئی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ اب تم ہمیں کیسے یاد کروگے۔ یہ جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم رہتے تھے تو ہمارا ہر دن عید اور ہر رات شب قدر ہوتی تھی۔

کیا مقام تھا ان حضرات کا! میں کبھی پریشان ہوتا ہوں۔ پریشانی ہوتی ہے، تو میں کبھی تصور کرتا ہوں ان لمحات کا جو گذارے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جالی مبارک کے بالکل متصل حضرت کے ساتھ ہم بیٹھے ہوتے تھے تو صرف یہ تصور، تمام خوف اور ڈر کو مٹا دیتا ہے۔ کہ ہم وہاں پہنچے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں کیا غم دشمنوں کا؟

میں کبھی سوچتا ہوں کہ وہاں صولتیہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی چار پائی کے نیچے ہمیشہ میں سوتا تھا۔ کولر، اس کا رخ ایک ہی طرف کولر کا ہوتا تھا، ٹھنڈی ہوا کا۔ حضرت کی طرف جب ہوا جاتی تھی اوپر، تو تھوڑی سی نیچے بھی آجاتی ہوگی میرے اوپر، تو چار پائی کے لئے اس کا تصور کرتا ہوں۔

ان بزرگوں کے ہم معتقد ہوئے، وہ تمام چیزیں دیکھ کر، ان کا اتباع سنت دیکھا اور اس کے نتیجہ میں ان کا اعلیٰ مقام۔ حق تعالیٰ شانہ ان حضرات کے طفیل ہماری مغفرت فرمائے۔ اور ہمارے بزرگوں کے طریق پر ہمیں باقی رکھے، اسی پر ہمیں موت دے، انہیں کے ساتھ ہمیں محشور فرمائے۔

یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت و قدرت الٰہیہ کہ یہ روحانی نورانی سلسلے، یہ فراست کے واقعات قیامت تک باقی رکھنا ہے، تاکہ یہ دین پوری قوت کے ساتھ نہ صحیح، اپنی اصلی شکل تو کہیں نہ کہیں ضرور باقی رہے گی اس کی، یہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا تھا۔

حجۃ الوداع کے واقعات

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا میں نے نام لیا۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر حج میں ہیں۔اور سفر حج میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بہت بڑے کارنامے انجام دئے ، بہت بڑے کارنامے۔اور بڑے بڑے صحابہ،خلفاء اربعہ نے تو اپنی شان کے مطابق کارنامے انجام دئے ،مگر جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے، تو بچے تھے۔لڑکے تھے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ اس سفر حج میں ہیں۔انہوں نے ایسے ایسے واقعات اس سفر حج کے، حجۃ الوداع کے ہم تک پہنچائے ہیں،جس طرح میں نے بتایا کہ یہ ہمارے لئے ایسے قیامت خیز دور میں ڈھارس بنتے ہیں اور جس میں امید کی کرن ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ دیا(lamp)اسلام کا اسی طرح قیامت تک جلتا ہی رہے گا۔ان شاء اللہ۔دل سے دل میں روشنی منتقل ہوتی رہے گی،دیے سے دیا جلتا رہے گا۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سلسلہ میں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے اسم گرامی کے ساتھ مجھے یاد آیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں ہیں،اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم فلاں جگہ پہنچے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں،فلاں وادی میں پوچھا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ یہ کونسی وادی ہے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان؟کسی نے بتایا کہ یہ وادی ازرق ہے۔جو خُلیص اور عسفان کے بیچ ہے۔یہ دونوں وادیاں وہاں راستہ میں آتی ہیں۔وہاں وادی ازرق پر پہنچے تو پوچھا کہ کونسی وادی؟بتایا گیا کہ یہ وادی ازرق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوہو،میں موسیٰ علیہ السلام کو یہاں سے گذرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج فرمارہے ہیں،اس میں یہ تمام ارواح بھی شریک ہیں،اور زندوں میں اس وقت تک اسلام لاچکے تھے،ان میں جو جاسکتا تھا،سب ساتھ ہیں،ایک

لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ صحابہ کرام ساتھ ہیں، اور پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر انبیاء کرام بھی سب ساتھ ہیں۔ ان کو بھی حکم ہوا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جشن میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو میں اس وادی سے گذرتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور کیسے، وہ بھی فرمایا۔ کہ بہت بلند آواز سے آپ لبّیک پڑھ رہے ہیں اور دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر جس طرح اذان دیتے ہیں، اس طرح انگلیاں موسیٰ علیہ السلام نے کان میں ڈال رکھی ہیں، اور پھر یہ لبّیک پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں۔

اسی طرح ایک وادی میں پہنچے، وادئ روحاء، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا نام سجاسج ہے، اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اور فرمایا کہ یہاں جو مسجد ہے جہاں ہم نے نماز پڑھی، تو مجھ سے پہلے ستر نبیوں نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب یہاں سے گذرے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے حاجی 70,000 حاجی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کس طرح تلبیہ پڑھ رہے ہیں، وہ دیکھ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اور کس طرح انگلیاں کہاں کان میں رکھی ہیں وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور اونٹنی کا رنگ بیان فرمایا۔ کہ جس اونٹنی پر سوار ہیں تو وہ خاکستری رنگ کی اونٹنی ہے۔ اور جو آپ کا لباس ہے موسیٰ علیہ السلام کا، وہ بیان فرما رہے ہیں کہ سفید رنگ کا کمبل جس میں روئیں کم ہوتے ہیں تو وہ اوڑھے ہوئے ہیں احرام کے طور پر اور یہاں سے وہ گذر رہے ہیں۔

یہ تو جو ہو چکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بیان فرمایا، کیسا سکان (scan)، کیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی، کیسا نور عطا فرمایا، کہ جو ہو چکا موسیٰ علیہ السلام کا صدیوں پہلے، وہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

نزول ہوگا اور جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے سلسلہ میں اس وادی سے گذریں گے نہیں، اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ اللہ اکبر! جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، تو وہ بھی یہیں سے گذریں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بارہا ہم نے سفر میں اس جگہ نماز پڑھی تھی اور حضرت مولانا سعید خان صاحب، جو ساتھی نئے ہوتے تھے ان کے سامنے بیان فرماتے تھے کہ اتنے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے اس جگہ نماز پڑھی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر بیان فرمارہے ہیں۔

اور اسی طرح حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا نام یاد آیا، اس پر میں نے شروع کیا تھا، وہ تو رہ ہی گیا، کہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا تو انہوں نے بھی کعبہ کے سات چکر کئے اور جہاں مقام ابراہیم ہے، اس کے بالمقابل آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی، اور یہ دعا جو ہم لوگ پڑھتے ہیں، جو عمرہ پر گئے ہیں، طواف کے بعد دعا پڑھتے ہیں **اللھم انک تعلم سریرتی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنوبی. اللھم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتبت لی ورضا بما قسمت لی**۔ یہ دعا کہتے ہیں کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے وہاں پڑھی تھی۔

اور یہ دعا پڑھنے کے نتیجہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالی شانہ نے فرمایا تھا کہ ہم نے تمہاری یہ دعا سن لی، تمہارے گناہ معاف، اور تمہاری اولاد میں سے یہاں آکر جو بھی یہ دعا پڑھے گا، تو اس کے بھی اسی طرح تمام گناہ معاف ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے بار بار وہاں حاضری کا انتظام فرمائے اور حق تعالیٰ شانہ بار بار ہمیں وہاں لے جائیں، جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام عالیہ، حضرات انبیاء علیہم

الصلوۃ والسلام کے اقدام عالیہ، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تک، تمام انبیاء علیہم السلام کی وہاں آمد رہی ہے، وہاں آپ کے قدم پڑے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے متعلق بھی اس طرح کے واقعات سنائے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق بھی فرمایا کہ وادیٔ عُسفان میں جب پہنچے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وادیٔ عسفان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام دو سرخ اونٹوں پر سوار، اور انہوں نے بھی کمبل کا تہبند اور لنگی باندھ رکھی تھی۔ اور کندھوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دھاری دار چادریں انہوں نے احرام کے طور پر ڈال رکھی تھیں، اور حج کے سفر میں یہاں سے، اس وادی سے **لبّیک** پڑھتے ہوئے وہ یہاں سے گذرے ہیں۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کا لباس، ان کا حال بیان فرمایا، اس طرح ان کا حال سارا بیان فرما کر ان کے بھی اونٹوں کے متعلق بیان فرمایا کہ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹوں کی جو نکیل تھی، جو ہم ان کی ناک میں سوراخ کر کے رسی ڈالتے ہیں، تو رسی کے بجائے کھجور کی چھال کی بنی ہوئی نکیلیں ان کی اونٹوں کے ساتھ ہیں۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق بیان فرمایا، سب سے چھوٹوں میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، مگر کتنا یاد رکھا۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم ایک پہاڑی راستہ میں پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کونسی چڑھائی ہے؟ سب نے عرض کیا کہ یہ **ھرشٰی**۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی وہ ہی الفاظ استعمال فرمائے۔ کہ میں گویا ابھی دیکھ رہا ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام جبہ پہنے ہوئے ہیں، اور اونٹ کی ناک میں کھجور کی چھال کی نکیل ہے، اور یہاں سے وہ **لبّیک** پڑھتے ہوئے گذر رہے ہیں۔

اور جو تلبیہ تھا، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کا بیان فرمایا کہ وہ پڑھ رہے تھے کہ **لبّیک اللھم لبّیک، لبّیک لا شریک لک، الا شریکا ھو لک تملکه وما ملک**۔ یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے وہ گذر رہے تھے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھائی کو، برائی کو، منافقین کو، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی صدیوں پہلے، جو عبادتیں وہاں ہوئیں، وہاں سے گذرے، اسی وقت دیکھ کر بیان فرمارہے ہیں۔ اسی طرح آئندہ، صدیوں بعد حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا نزول ہوگا، اس کو دیکھ کر بیان فرمارہے ہیں کہ وہ بھی یہاں سے اسی طرح گذریں گے۔

کشف بزرگی کی دلیل نہیں

امت میں اسی طرح یہ سلسلہ، کبھی اسی طرح کشف کے ذریعہ، کبھی خواب، سچے خواب کے ذریعہ باقی ہے۔ اس لئے میری تو عادت تھی کہ میں جب روز صبح کلاس میں پہنچتا تھا تو تازہ بہ تازہ اس دن کا خواب میں بیان کرتا تھا۔ جو سمجھدار طلبہ ہوتے تھے، کہیں نوٹ بھی انہوں نے کئے ہوں گے۔ بہت سے واقعات جو آئندہ کے متعلق ہوتے تھے، اسی طرح وہ پیش آئے۔ یہ سب نہ کسی کی بزرگی کی دلیل، نہ کسی کی ولایت کی دلیل، یہ تو کافر کو بھی آئندہ کے واقعات اس طرح حق تعالیٰ شانہ دکھادیتے ہیں۔

جیسے کہ جب Princess Diana کا انتقال ہوا، ان کا ایکسیڈنٹ ہوا، تو اخبارات میں سب خبریں آرہی تھیں۔ کسی عورت نے کہا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میں پھول کی دکان پر جارہی ہوں، جگہ جگہ پھول کی دکان پر گئی، وہاں گئی، یہاں گئی، تو کہیں پھول نہیں مل رہے ہیں۔ صبح اٹھی اور جب یہ خبر سنی، تو واقعی مجھے جانا پڑا پھول لینے کے لئے، تو جہاں کہیں جاتی تھی، تو وہ ہی خواب والا منظر، خواب کی طرح سے کہیں پھول نہیں ملے، سب دکانیں پھولوں سے

خالی، سب لوگ لے گئے۔اس نے بھی سچا خواب دیکھا جو آئندہ چند گھنٹے کے بعد واقع ہونے والا تھا، وہ دیکھا۔

میں نے اس رات یہ واقعہ معلوم ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ آسمان سے چاول کی کھچڑی جو ہم لوگ پکاتے ہیں، تو وہ پکی ہوئی کھچڑی آسمان سے گر رہی ہے۔ جو ایسے واقعات ہوتے ہیں وہ منظّم طریقہ سے ہوتے ہیں، پکی ہوئی کھچڑی سے فرشتہ نے اس کو تعبیر کیا ہوگا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اچھے خواب، اور جو سچے ہوتے ہیں، تو خواب کے ذریعہ کسی کی راہنمائی بھی کی جاتی ہے، کسی کو اچھائی کی طرف لایا جاتا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا وہاں حبشہ میں ہیں۔اور حبشہ میں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا اپنے شوہر عبید اللہ کو، کہ خوب بدترین شکل میں ہے، اور کہتے ہیں کہ میں ڈر گئی۔اور میں نے سوچا کہ میں نے اتنا برا خواب اس کے متعلق کیوں دیکھا؟ میں نے دل میں سوچا کہ ضرور کوئی بات ہے۔

پھر کہتی ہیں کہ جب میں نے شوہر سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تو نے سچا خواب دیکھا۔ میں نے کہا کیا سچا خواب دیکھا؟ کیا مطلب؟ اس نے کہا کہ ہاں مجھے یہ نصاریٰ کا دین اچھا لگتا ہے۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا سمجھا رہی ہیں، کوشش کر رہی ہیں، عبید اللہ کو معلوم کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دیکھ لیا، پھر بھی باز نہیں آیا، تو بالآخر وہ نصرانی بن کر مرا۔ یہ برائی جو آنے والی تھی، اتنی بڑی مصیبت، کہ مرتد ہونے والا تھا شوہر، اس کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا۔

اب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا پریشان، ایک تو مکہ والوں نے ستایا، ستایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، اور حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور دور دراز علاقہ

میں، اور وہاں شوہر کا یہ حال، انّا للہ! کیا گذری ہوگی؟

اب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اچھا خواب دکھایا گیا۔ خواب میں دیکھتی ہیں کہ کوئی میرے پاس آ کر مجھے سلام کرتا ہے اور کہتا ہے یا ام المؤمنین! میں سوچتی ہوں کہ ام المؤمنین؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین، اور مجھے ام المؤمنین؟ تو یہ بشارت حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے پہلے ان کو مل گئی۔ اور پھر اس کی تعبیر پوری ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، حضرت اصحمہ شاہِ حبشہ، ان کے پاس حکم آیا کہ میری طرف سے منگنی کردو، اور میری طرف سے تم وکیل ہو۔

چنانچہ وہ وکیل بنے، انہوں نے خطبہ پڑھا، لیسٹر میں کہیں بلکہ آپ ہی کے یہاں رمضان میں جو میں نے بیان کیا تھا، اس میں جو خطبہ پڑھا تھا شروع میں، تو میں نے بتایا تھا کہ یہ جو خطبہ کے الفاظ تھے، یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے موقع پر حضرت نجاشی نے پڑھے تھے جو میں نے آپ کے سامنے دہرائے۔

نورِ نبوت

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله ۔ بیداری میں دیکھ لے، بیداری میں پتہ چل جائے خیر اور شر، خواب میں پتہ چل جائے یہ خیر ہے، وہ شر ہے، اس کو دیکھتے رہے، یہ سب اس نور کا تسلسل ہے اور یہ نور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے بہت پہلے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی پشت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت چمکتا تھا، وہاں سے میں نے وہ بیان کرنا شروع کیا تھا۔

وہ نور ہوتے ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں حضرت خزیمہ کے یہاں منتقل ہوا۔ سلسلۂ نسب میں حضرت خزیمہ آتے ہیں، وہاں ان کے نام کی وجہ تسمیہ یہی بیان کی جاتی ہے **لانـــه خـــزم نـــور آبـــاء ہ** کہ انہوں نے اپنے آباء واجداد کے نور کو اپنی طبیعت میں جذب کیا

تھا۔نور ہی نور تھے،سراپا نور،اتنے حسین وجمیل،اتنے حسین وجمیل،کہ جب ان کی شادی کا موقع ہوا،شادی کی عمر ہوئی،تو شادی نہیں کر سکتے تھے۔کہ گھر والے،تمام یہ سوچتے تھے کہ کتنی ہی حسینہ کوئی ملے گی مگران کا جوڑا کیسے ملے گا۔جتنے حسین خزیمہ تھے،اور کیوں نہ ہوتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی پشتوں کے بعد،ان کی نسل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے تھے۔

بالآخر،جس طرح ابھی خواب کا ذکر ہوا،تو انہیں بھی خواب میں راہنمائی کی گئی،کسی نے خواب میں حضرت خزیمہ سے فرمایا کہ تـزوج بـرّہ۔پھران سے آپ کا نکاح ہوااوروہ بھی مکہ مکرمہ کی نہایت حسین وجمیل خاتون تھیں۔حضرت خزیمہ کے متعلق تو صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت خزیمہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ملت پر تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ایک اجداد ہیں کہ جن کے نام کے ساتھ ان کا حال بیان کر کے تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ملت پر تھے،آپ کا طورطریق،شریعت تھی،اسی پر وہ قائم تھے۔ان کے متعلق بھی صراحت آتی ہے جیسا کہ حضرت عبد المطلب کے متعلق بھی صراحت آتی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کوحق تعالی شانہ نے ہمیشہ بتوں سے،اورتمام کفروشرک کی برائیوں سے،ہر چیز سے محفوظ رکھا۔تمام اجداد جوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں،آپ کے اجداداور جدات جتنی پڑتی ہیں،کفراورشرک کی برائیوں سے حق تعالی شانہ نے ان کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔

اسی لئے حضرت عبدالمطلب کے متعلق،جب سب سے بڑاان پر امتحان آیا ہے حضرت عبد المطلب پر،اس سے بڑاامتحان کیا ہوسکتا ہے کہ ابرہہ نے حملہ کردیا اورابرہہ طائف کے قریب پہنچا،وہ طائف جہاں سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے والا قصہ جو باغ کا ہے،اس سےاور پہلے مُخَمِّس نامی ایک جگہ آتی ہے۔وہاں آکرابرہہ رکا ہےاوروہاں آکراس نے عبدالمطلب کو بلایا،وہ تشریف لے گئے۔

حضرت عبدالمطلب کا ڈیل ڈول،حسن وجمال،ایک کتاب میں میں نے اس کو پڑھا،ابھی

اس کا حوالہ مجھے یاد نہیں۔اس میں لکھا ہے،ایک راوی کا بیان ہے۔وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالمطلب کو اور ان کے دس بیٹوں کو دیکھا،اور سب کے سب اتنے حسین وجمیل کہ کہتے ہیں کہ میں صرف ہالہ کے ساتھ،وہ چاند کے اردگرد جو ہوتا ہے ہالہ،اس کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہوں۔کہا کہ میں کبھی عبدالمطلب کو دیکھتا،کبھی ان کے یہ بیٹے کو دیکھتا،کبھی اس بیٹے کو دیکھتا،تمام حسن وجمال کی انتہاء پر تھے۔ان سے زیادہ حسین مجمع،وہ جو گیارہ کا مجمع وہاں بیٹھا تھا،کہتے ہیں کہ دنیا میں ایسا مجمع کہیں حسینوں کا کسی نے دیکھا نہیں ہوگا۔

ایک عجیب جملہ وہاں آتا ہے کہ یہ جو حضرت عبدالمطلب کے یہ دس بیٹے تھے، **کل واحد منهم یأکل جزوراً**۔کہ ان میں سے ہر ایک اتنا توانا،تندرست،کہ ایک ایک اونٹ کھا سکتے تھے۔کیسی اللہ نے ان کو طاقت اور جسمانی قوت عطا فرمائی۔شاہانہ زندگی بھی تھی ان کی۔

ان کی تجارتیں ہوتی تھیں۔حضرت عبداللہ کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے ان کو کھجور لینے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا تھا،وہاں بیمار ہوئے،انتقال فرمایا۔دوسری روایت ہے کہ فلسطین میں جو غزہ ہے،وہاں آپ تجارت کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے۔وہاں سے واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے اور پھر مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

یہ حضرت عبدالمطلب پر جو امتحان آیا،ابرہہ پہنچ گیا اور اس نے بھیجا،تو آپ تشریف لے گئے،کوئی نہ خوف،نہ ڈر،نہ چھپنا،نہ بھاگنا،کہ اتنا بڑا لاؤ لشکر ہاتھیوں کا لے کر آرہا ہے،ابرہہ نے صاف کہہ دیا۔اس نے کہا کہ دیکھو،میری مزاحمت نہیں کروگے،تو میری فوج تمہیں تکلیف نہیں دے گی،میں صرف کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں، **الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل** ۔یہ جو حبشہ ہے،اس میں نصرانی بادشاہ تھا۔ان کی طرف سے ان کے ماتحت یمن کا بادشاہ تھا،اس نے فوج لے کر چڑھائی کی تھی۔

حضرت عبدالمطلب نے ابرہہ سے چھپنے کے بجائے جا کر اس کی بات سنی اور جواب ان

للبیت ربا ۔اس وقت بھی وہ کسی بت کے پاس نہیں گئے بلکہ حق تعالی شانہ سے دعا کی کہ الٰہی! یہ جوفوج ہم پر لے کر آئے ہیں تو تجھ سے میں مدد کا طالب ہوں۔

اب دعا کر لیتے ہیں، دو منٹ رہ گئے۔اللہ تبارک وتعالی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق میں سے ہمیں بنائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے لئے مقدر فرمائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادات میں، کھانے، پینے، لباس، ہر چیز میں ہمیں اتباع نصیب فرمائے۔

اللھم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولٰنا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے متعلق دعا مانگی تھی، اس طرح ہم نور مانگتے ہیں، ظلمت سے ہمارے دل بھرے ہوئے ہیں، گناہوں کی وجہ، گناہوں کی ظلمت سے، یہ دعا کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے نور مانگا۔

اللھم اجعل لی نورا فی قلبی ونورا فی قبری ونورا من بین یدی ونورا من خلفی ونورا عن یمینی ونورا عن شمالی ونورا من فوقی ونورا من تحتی ونورا فی سمعی ونورا فی بصری ونورا فی شعری ونورا فی بشری ونورا فی لحمی ونورا فی دمی ونورا فی عظامی اللھم اعظم لی نورا واعطنی نورا واجعلنی نورا و زدنی نورا

الٰہی! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں اس حال میں ہمیں موت دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کی، زندگی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق چاہتے ہیں، ایسی زندگی گذارنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

وصلّی اللّٰہ تعالی علی سیدنا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ وبارَکَ وسَلَّمَ.

۱۵

مر جاؤں مدینہ میں مدینہ میں لحد ہو
گھر بیٹھے نظر میں میرے آجائے مدینہ



کب تک رہے سینے میں تمنّائے مدینہ
کب تک دلِ بے تاب کہے ہائے مدینہ

مر جاؤں مدینے میں مدینے میں لحد ہو
لے جاؤں لحد میں، میں تمنّائے مدینہ

آ بیٹھو مرے دل میں کہ دل عرشِ بریں ہے
تم چاہو تو سینہ میرا بن جائے مدینہ

یا رب! مرے دل میں رہے یثرب کی تمنّا
یا رب! مرے سر میں رہے سودائے مدینہ

اے چشمِ تصوّر تجھے اتنا ہی بہت ہے
گھر بیٹھے نظر میں میرے آجائے مدینہ

سآئل کی تمنّا ہے شب و روز الٰہی
ہر دم میرے دل میں رہے سودائے مدینہ

(سائل دہلوی)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ!

یہ مدینہ منورہ کے فضائل کا باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منعقد کیا ہے۔ مدینہ منورہ پر ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا شعر ہے:

مہ نے شق ہو کر لیا دین کو اپنی گود میں

کہ ماہ اور مہ چاند کو کہا جاتا ہے۔

یوسف بن ماہک

ایک محدث کا نام آتا ہے، اس میں بڑی غلطی کی جاتی ہے، یوسف ابن ماہَک۔ اور صحیح نام ہے یوسف بن ماہِک، اس پر آپ دیکھیں گی کہ وہاں زیر، زبر دو زیر دو زبر پتہ نہیں کیا کیا سب لگا ہوا

ہے۔ اور اسے کوئی یوسف ابن ماہکِ اور کیا کیا پڑھتے ہیں، میں طلبہ سے اُس وقت کہا کرتا ہوں کہ ہمارا نام کوئی بگاڑ کر ابھی کہے تو؟ بچے لڑتے ہیں تو نام بگاڑتے ہیں، حالانکہ قرآن میں تو اس کی ممانعت ہے، وَ لا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقاب.

ہمارے سلسلہ کے ایک بزرگ تھے، مناظرہ کا شغف تھا، کتابیں ردِّ باطل پر لکھا کرتے تھے۔ کتاب اور ان کے دلائل کا جب مخالفین سے جواب نہیں ہوسکا، مخالف پارٹی سے، تو آخر کیا کرتے بیچارے؟ بچوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ کس طرح چلاّ چلاّ کر نام بگاڑتے ہیں اور بولتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے، اُن کا نام تھا مولانا خُرّم علی، تو خرم علی کو بگاڑ کر کے بنایا خرِ معلّٰی۔

خُرّم جب لکھا جاتا ہے، تو خُرّم الگ سے لکھتے ہیں میم سالم لکھی جاتی ہے، علیحدہ خُرّم، پھر اس کے بعد علی۔ انہوں نے اس نام کو بگاڑنے کے لئے جو ان کے خلاف جواب لکھا، مخالف پارٹی نے، اس میں ان کے نام کو بگاڑا، لکھا خر اور میم کو علی کے ساتھ ملا دیا، لکھا خرِ معلّٰی۔ عرشِ معلیٰ کی طرح چاہے نور کے ساتھ نسبت کی جائے، چاہے اس کے ساتھ نسبت فیض کے ساتھ کی جائے، چاہے کوئی اس طرح خَرْ وغیرہ الفاظ، جو حیوانات کے نام ایسے غلط موقع پر استعمال کیئے جاتے ہیں، وہ بنا کر پیش کرے نسبت، تو عرشِ معلیٰ کی طرف ہی رہی، اور یہ تو اُن کے لئے، بہت زیادہ قابلِ فخر چیز تھی کہ چلو کسی نام سے تیری ذات کی طرف، تیرے عرش کے طرف نسبت تو ہوگئی کہ انہوں نے نام بگاڑا۔

اسی طرح یہ نام ہے یوسف ابن ماھک تو اس کو، ماھک، حالانکہ وہ تو غیر منصرف ہے، منصرف نہیں پڑھ سکتے، اسے ماہکِ نہیں پڑھ سکتے۔ اور اس میں دو سبب جمع ہیں، اگر نحو امتحان دینے کے لئے نہ پڑھا ہو، پڑھ کر بھلا نہ دیا ہو، کہ اس میں عجمہ اور علم، تو اس کے غیر منصرف ہونے میں دو سبب جمع ہیں۔ کیونکہ ماہَک یہ فارسی نام ہے اور اس کا ترجمہ ہے قُمیر، چھوٹا سا چاند۔

جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیار میں کبھی یا عائش! اور کبھی

حمراء کے بجائے حُمیراء مصغّر، اس طرح قمر کے بجائے، کسی کا نام ہو قمر چاند تو اسے پیار میں کہتے ہیں قُمَیر۔ اسی طرح ماہک چھوٹے سے چاند کو کہا جاتا ہے۔ ماہ کے معنی چاند، پورا چاند اور کاف تصغیر کے لئے، فارسی میں تو ماہک قمیر، اس لئے اس کو یوں ہی یوسف بن ماہک پڑھنا چاہئے۔

خیر یہ تو یہ شعر پر یاد آیا کہ جو شعر ہے:

مہ نے شق ہو کر لیا دین کو اپنی گود میں

کہ مدینہ میں آپ دیکھیں گے کہ شروع میں میم ہے، اور اخیر میں ہا، یہ ہو گیا مہ چاند، اس نے شق ہو کر دین کو اپنی گود میں لیا۔ اور دین جب بیچ میں لیا اس نے گود میں، تو بن گیا مدینہ۔

ہر چیز کا الگ الگ اپنا مقام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ایک خاص مقام ہے، جیسے مکہ مکرمہ، بیت المقدس کا ایک خاص مقام ہے اس کے خاص فضائل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کائنات بنائی تو اس میں ہر ایک کو ایک مقام عطا کیا۔ تمام کائنات کی چیزیں بنائیں اس میں بھی، یہ اِس کے نفع کے لئے، یہ اُس کے نفع کے لئے، ہر ایک کا مقام اور کام الگ الگ اللہ کی طرف سے بنائے گئے۔ جتنے انسان پیدا فرمائے، حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے آخری انسان تک، اس میں ہر ایک کا اپنا ایک الگ مقام اللہ کے یہاں متعین ہے، تکوینِ ازلی میں۔ اسی طرح یہ آسمان اور زمین کے ہر چپے کا الگ الگ ایک مقام ہے۔

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے جو کعبہ بنایا، اسے بھی ایک خاص امتیازی مقام عطا فرمایا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، جب وہاں اوپر تھے، تو جس جگہ وہ طواف کیا کرتے تھے، دنیا میں آنے کے بعد اس کی یاد انہیں ستانے لگی کہ او ہو! ایک لغزش اور خطا کی وجہ سے جنت بھی گئی، اس کی نعمتیں بھی گئیں، الٰہی! یہ سب نعمتیں تو تو نے لے لیں اس سے تو صبر ہو سکتا ہے، لیکن یہ جس کے ذریعہ تیرا قرب حاصل ہوتا تھا، وہ آسمانی قبلہ، بیت المعمور جس کا

طواف کیا جاتا تھا، تیرے عرش کے ارد گرد ہم گھوما کرتے تھے۔ اُس سے جنت کی طرح میں صبر نہیں کرسکتا۔

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوش میں آتے، تو وہ کہتے:

نہ دنیا دوست می دارم　　نہ عقبیٰ راخریدارم

مرا چیزے نمی باید　　بجز دیدار یا اللہ!

ہم لوگ کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ مَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ، اور مانگنے کا حکم بھی ہے۔ اِذَا سَئَلْتُمُ الْجَنَّۃَ فَاسْئَلُوْا الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی۔ مگر وہ جوش میں اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں، کہ الٰہی نہ مجھے یہ دنیا چاہئے۔ ہم ہر روز مانگتے رہتے ہیں، الٰہی برکت دے، مال میں برکت۔ تو برکت، برکت کے نام سے کیا مانگتے ہیں؟ دوسرے الفاظ سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ اے اللہ! مجھے پیسے دے دے۔

چھپن کروڑ کی چوتھائی

ہمارے ایک استاذ تھے، درجہ حفظ کے راندیر میں، ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ انہوں نے عصر کی نماز مدرسہ میں پڑھی۔ طلبہ میں سے کوئی نماز کے لئے آگے نہیں بڑھ رہا تھا، تو وہ خود نماز کے لئے آگے بڑھ گئے۔ مصلیٰ پر جا کر دیکھا کہ صرف پیچھے طلبہ ہیں اور اُن کے درجۂ حفظ میں پڑھانے والے دوسرے اساتذہ ان کے ساتھی جن سے بے تکلفی بھی تھی حافظ ایوب صاحب وغیرہ، وہ پیچھے مصلیوں میں ہیں، اچھی طرح انہوں نے تسلی کرلی تکبیر کے وقت کہ ہاں پیچھے کوئی نہیں بڑے اساتذہ میں سے، مہتمم صاحب، شیخ الحدیث صاحب کوئی ہیں تو نہیں؟

عصر کی نماز کے بعد دعا کی جاتی ہے، نماز سے فارغ ہوکر، عام طور پر تو دعا دو چار رَبَّنَا کی آیتیں پڑھ دیتے ہیں، یا اللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامَ پڑھ دیتے ہیں، وہ ایک دو دعائیں عربی میں پڑھیں، اس کے بعد کہنے لگے کہ اے خدا! چھپن کروڑ کی چوتھائی نصیب فرما، اے اللہ چھپن کروڑ

کی چوتھائی کا سوال ہے، جب وَ صَـلَّـی اللّٰہ کہہ کرمنہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے ہیں، تو پیچھے حضرت مولانا سعید صاحب مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اُن کی رکعت گئی ہوگی، بیچ میں آ کر شریک ہو گئے تھے، اب مصلیٰ پر سے اُٹھا نہیں جاتا، اور سوچتے ہیں کہ یا اللہ یہ کیا ہو گیا؟

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں، جوش میں ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ اے خدا! نہ مجھے پیسے چاہئے، نہ دولت چاہئے، نہ مال چاہئے، نہ مکان چاہئے۔ اور یہ واقعی ان حضرات کا حال تھا، دنیا کے بارے میں، کہ دنیا اُن کے پاس پھٹک نہیں سکتی تھی، اتنی نفرت تھی، اس مال سے، ان پیسوں سے، جائداد سے اتنی نفرت تھی۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا، ابھی وہاں مسجد کی افتتاح کے سلسلہ میں بیان ہوا، اس میں تذکرہ کر رہا تھا کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ وہ بڑے صاحبِ کشف تھے۔ کہیں قبر پر تشریف لے جاتے، تو قبر والا کون ہے، کس حال میں ہے، تمام چیزیں مکشوف ہو جاتی تھیں۔

ان کے کچھ واقعات میں نے ان کو سنائے، کہ اُن کا ایک خاص ہمیشہ کا حاضر باش خادم دودھ لے کر آیا، گھی لے کر آیا۔ حضرت نے فرمایا بھائی مجھے ضرورت نہیں، گھی واپس لے جاؤ۔ اُس نے کہا کہ حضرت میں لے جاتا ہوں لیکن یہ تو میری اپنی گھر کی بھینس کے دودھ کا گھی ہے اور گھر والی نے ہر طرح سے حضرت کے احتیاط کو دیکھ کر اس کو تیار کیا ہے۔ خیر کوئی بات ہوگئی ہوگی، کوئی لغزش ہوگئی ہوگی، میں واپس لے جاتا ہوں، وہ واپس لے گئے۔

ہفتہ بھر کے بعد دودھ لے کر آئے، تو حضرت نے فرمایا کہ دودھ واپس لے جاؤ! انہوں نے کہا کہ حضرت میں ہمیشہ لاتا ہوں، آپ قبول فرماتے ہیں، اسی بھینس کا دودھ، اور آج کیوں؟ فرمایا کیوں، یہ نہ پوچھئے۔ فرمایا نہیں ایسی باتیں پوچھا نہیں کرتے۔ تب وہ مُصِر ہوئے کہ نہیں،

حضرت بتا دیجئے۔ کہ ہر روز کا مسئلہ ہے، مجھے حضرت کے لئے پھر دودھ لانا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا، گھر والوں سے جا کر پوچھئے کہ گذشتہ کل جو اس بھینس کے لئے مزدور سے چارہ تم نے خریدا ہے، تو اس چارہ کے پیسے اب تک ادا نہیں کئے۔ تو تم نے جس چارے کے پیسے ادا نہیں کئے، اس کے تم مقروض ہو۔

اب سامنے دودھ رکھا ہوا ہے، اور اس کی ساری تاریخ، کہ بھینس نے کونسا چارہ کھایا، اُس چارے سے، وہ چارہ پیٹ میں گیا، اس سے مِنۡ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا، اللہ تعالیٰ نے بنایا، کس طرح بنا، ان تمام پردوں کو پھاڑتے ہوئے وہ نگاہ، حضرت کی پاک، صاف، مزکیٰ، مصفّیٰ نگاہ اُن تمام چیزوں کو دیکھ رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ جو کل چارہ اس بھینس کے لئے لیا گیا تھا، گھر جا کر پوچھیں کہ اس کے پیسے اب تک ادا نہیں کئے گئے۔

واقعی اگر اس دودھ کو استعمال کر لیا جائے، اور پھر نیت خراب ہو جائے، پیسے نہ دئے جائیں تو؟ ایسا ہی ہے جس طرح کہ زبردستی کسی چور نے دودھ کسی کے گھر میں جا کر چوری کر کے لے لیا کسی سے۔ زبردستی پستول دکھا کر کوئی چیز چھین لی۔ تو اس میں اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اُس نے پستول دکھا کر چھین لی، اس نے گھر میں گھس کر چپکے سے چھین لی، اور اس نے ذرا عقلمندی سے، قرض کے نام سے، وہ چارہ لے کر بھینس کو کھلا دیا، دودھ پی لیا اور اس کے پیسے نہیں ادا کئے۔ ایسا بھی تو ہوسکتا ہے، اس لئے جب تک اس کے پیسے ادا نہ ہوں تو حضرت کی نگاہ اس کو مشکوک سمجھ رہی ہے۔

وہ خادم واپس گئے، اُس مزدور کو تلاش کیا، اُس کو پیسے دئے۔ واپس وہ دودھ لے کر آ رہے ہیں، تو دور سے فرما رہے ہیں، کہ ہاں اب پاک ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا ہاں، یہ آج جو آپ دودھ لائے تھے، یہ تو پاک ہوگیا۔ اب وہ جو اُس دن آپ ایک ہفتے پہلے گھی لائے وہ بھی لے آیئے وہ بھی پاک ہوگیا ہے۔ اور ساتھ جگہ بتائی، کہ آپ کے گھر میں فلاں کمرہ میں فلاں جگہ رکھا ہوا ہے۔

سبحان اللہ! لاہور میں جہاں پر حضرت کا قیام تھا، وہاں سے کتنے دور مکان میں، درمیان میں کتنی بلڈنگیں حائل، کتنے پردے، مگر حضرت کی دوررس، دورتک دیکھنے والی نگاہ وہاں تک دیکھ سکتی ہے، کہ گھی کہاں رکھا ہوا ہے۔فرمایا وہ بھی لے آؤ وہ پاک ہوگیا ہے۔کیسے پاک ہوگیا؟

وہ اِن کے بتائے بغیر،خود حضرت نے دیکھ لیا کہ وہ جو اُدھار، اُس بھینس کو دانہ کھلانے کے لئے جو دانہ دکان دار سے خریدا گیا تھا،جس کے پیسے ادا نہیں کئے گئے تھے،اس لئے اُس دن حضرت نے وہ گھی واپس فرمادیا تھا۔کہ گھی واپس لے جاؤ۔اوراس کے دوچار دن کے بعد،جس طرح سب کا معمول ہوتا ہے، کہ اُدھار لے آتے ہیں، پھر واپس کردیتے ہیں، پیسے دے دیتے ہیں۔ یہ بھی حضرت کو معلوم کہ اُس وقت پیسے نہیں دئے تھے، دوتین دن کے بعداب اس کے پیسے ادا کردئے گئے ہیں،تو خوش ہوکر فرمایا کہ اچھا، وہ دودھ کے ساتھ تمہارا وہ گھی بھی لے آؤ، وہ بھی پاک ہوگیا ہے۔انہوں نے کہا حضرت !اس کے پیسے اس وقت نہیں دئے تھے، بعد میں عقل آئی،اوراب اس کے پیسے ادا ہوگئے ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی میرے پاس چالیس دن تک رہے، جو میں کھلاؤں وہ کھائے، میں پلاؤں وہ پیئے، چالیس دن میرے پاس اس طرح رہے گا،تو اسے کشفِ قبور حاصل ہوجائے گا۔کہ یہ غلط چیزیں،مشکوک، مشتبہ،حرام غذاء کھانے کی وجہ سے ہمارے دلوں پر حجاب اور پردے پڑے ہوئے ہیں،توبہ کرنے سے اور پاک صاف غذا کھانے سے،اور حقوق ادا کردینے سے وہ دور ہوجاتے ہیں۔

سنانا یہ تھا کہ یہ جو ہمارے اکابرین اور بزرگ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرب بندے، اُنہیں دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہوتا،حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار ہزاروں دفعہ درخواست کی گئی، کہ حضرت! آپ کرائے کے مکان میں ہیں،ہم آپ کے لئے فلاں جگہ یہاں مکان بناتے ہیں،ہم مسجد کے ساتھ بناتے ہیں،اس جگہ بناتے ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ نہیں، میں نہیں چاہتا کہ میرے نامۂ اعمال میں ایک اینٹ بھی لکھی جائے۔اخیر تک،حضرت نے اس کو نہ قبول فرمایا،

اور نہ کسی کی طرف سے ایسا ہدیہ قبول فرمایا، جائداد کی شکل میں، یا نقدی شکل میں، کہ جس سے بنا سکے۔ فرمایا کہ نہیں مجھے مکان نہیں چاہئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے بھی درجنوں قصے ہیں اس سلسلہ میں۔ ان تمام اکابرین کا یہی حال تھا، نہ دنیا دوست می دارم۔ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا:

نہ دنیا دوست می دارم　　　　نہ عقبی را خریدارم

ساتھ دوسری چیز کی بھی وہ نفی کرتے ہیں، کہ جو ساری دنیا مانگتی ہے کہ اللہ! مجھے آخرت میں بہتر بدلہ عطا فرما۔ اور جنت مانگتے ہیں، جنۃ الفردوس کا سوال کرتے ہیں، وہ جوش میں فرماتے ہیں کہ نہ مجھے دنیا چاہئے، نہ آخرت چاہئے، نہ دنیا کی نعمتیں چاہئے، نہ آخرت کی نعمتیں چاہئے، مجھے جنت بھی نہیں چاہئے:

نہ دنیا دوست می دارم　　　　نہ عقبی را خریدارم

مرا چیزے نمی باید　　　　بجز دیدار یا اللہ!

تیرے دیدار کے سوا الٰہی مجھے کچھ نہیں چاہئے۔

حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی کا شکوہٰ کیا کہ الٰہی! جنت کی ساری نعمتیں بے شک تو نے چھین لیں اس سے میں صبر کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ جو تیرے عرش کا پھیرا ہوتا تھا، طواف ہوتا تھا، اس سے تو مجھے محروم نہ کر۔ اُن کے لئے بیت المعمور کے بالمقابل، اور آسمانوں میں بیت المعمور، اس کے بالمقابل کعبہ فرشتوں نے اتارا، اُس کا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام طواف کیا کرتے تھے۔ اُس کو ایک خاص مقام عطا کیا گیا۔

مرقدِ پاک عرش وکرسی سے افضل

اسی طرح حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس بقعۂ شریفہ میں آرام فرما رہے ہیں، زمین کے جس ٹکڑے پر آرام فرما رہے ہیں، جہاں پر آپ کی قبر شریف ہے، حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس بقعہ شریفہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے مس ہوتا ہے تو وہ عرش اور کرسی سے بھی افضل، کعبہ سے بھی افضل ہے۔

اسی طرح یہ زمین کے جو ٹکڑے جن پر مساجد قائم ہیں اِن کا ایک خاص اللہ کے یہاں مقام، جس جگہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے اللہ کی یاد ہوتی ہے اُس کا ایک خاص مقام۔

اسی طرح برائی کے اعتبار سے بھی الگ الگ مقامات بیان کئے گئے ہیں، درجات بیان کئے گئے ہیں۔ بازار کا جہاں گناہ ہوتا ہے، اس جگہ کا، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی ذات کے قریب کرنے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

مدینہ منورہ کی سرزمین

یہ مدینہ منورہ کے فضائل پر امام بخاری نے باب قائم کیا، کہ **بَابُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ**، کہ مدینہ منورہ کا بھی حرم ہے، جیسا کہ حرمِ مکی کے لئے مستقل احکام ہیں۔ تو یہ جبل عیر سے لے کر جبلِ ثور تک۔ اور حرّہ ٔ شرقیہ سے لے کر حرّہ ٔ غربیہ تک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے حدود کے لئے یہ چار کونے متعین فرمائے۔

جبلِ عیر یہ جہاں مسجدِ میقات ہے مدینہ منورہ کے باہر، جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے، اس کے سامنے والے پہاڑ کا نام ہے جبلِ عیر اور یہاں سے لے کر ثور تک۔

یہ جبلِ ثور، ایک تو غارِ ثور جو مکہ مکرمہ میں ہے یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ ثور نامی ایک پہاڑ جبل اُحد کے بالکل قریب واقع ہے اس کا نام جبلِ ثور۔ یہاں اس جبلِ ثور سے لے کر کے یعنی اُحد سے لے کر، جس کے قریب یہ پہاڑ، یہاں سے لے کر کے عیر تک، اور اُدھر حرۂ شرقیہ سے لے کر غربیہ تک، اس کے درمیان کا علاقہ مدینہ منورہ کہلاتا ہے۔ اور جو وہاں رہنے کے فضائل ہیں، وہ اتنے حصہ میں رہنے والوں کو حاصل ہیں۔ اور یہ حرۂ شرقیہ اور غربیہ جو کالے پتھروں والے پہاڑ

جس طرح کہ جلے ہوئے پتھر ہوتے ہیں، جہاں کبھی لاوا (lava) نکلا ہوا ہو زمین میں سے اور پتھر کوئلے کی طرح جل گئے ہو،ان دو کے درمیان اور اُدھر ثور اور عیر کے درمیان۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں وہاں کی سکونت نصیب فرمائے، جب آخری وقت آئے تو مدینہ منورہ میں ہمیں موت دے۔اور بقیع کی مٹی ہمارے لئے مقدر فرمائے۔

حرمِ مدینہ

یہ حرمِ مدینہ کے لئے، امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو فضائل، جو احکام حرمِ مکی کے لئے ہیں، وہی یہاں مدینہ طیبہ میں بھی ہیں۔ کہ یہاں کے درخت اُن کے نزدیک نہیں کاٹ سکتے اور یہاں کی خضرہ اور گھاس کو نہیں کاٹا جاسکتا اور وَ لَا یُـنَفَّرُ صَیْدُھا، وہاں شکار نہیں کیا جاسکتا، مگر احناف کے نزدیک یہ حرمِ مکی کے لئے خاص ہے،اور حرمِ مدینہ کے لئے یہ احکام نہیں۔

خیر۔اب یہ باقی سبق تو مولانا آپ کو پڑھاتے رہیں گے۔ مجھے تو آج جب مولانا نے بتایا کہ وہاں سبق پڑھانا ہے، میں نے کہا کہ وہاں سے باٹلی سے کہاں جاؤں گا؟ کبھی دیکھیں گے۔ کہنے لگے کہ اس سال تو سال بھر، کبھی آپ کا آنا نہیں ہوا۔ مجھے واقعی بہت افسوس ہوا، تو میں معافی مانگتا ہوں کہ پورا سال گزر گیا ایک دفعہ بھی میں سبق کے لئے نہیں آسکا۔ میرے ذہن میں یہ تھا کہ یہ فرض تو کبھی ادا کردیا ہوگا ایک آدھ دفعہ۔انہوں نے کہا کہ نہیں اس دفعہ آنا نہیں ہوسکا۔ اللہ تبارک تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، درود شریف پڑھ لیں دعا کرلیں۔

اللہ وتعالیٰ مدینہ منورہ میں سکونت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص محبوبوں میں سے ہمیں بنائے، جن پر آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی نظرِ خاص ہو اُن میں سے ہمیں بنائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت ہمیں نصیب فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق جو ہم سے ادا نہیں ہوسکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

عَـنْ سَـمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا وَ کُنَّا فِیْ صُفَّةَ بِالْمَدِیْنَةِ، فَقَامَ عَلَیْنَا فَقَالَ: اِنِّیْ رَأَیْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے۔ہم مدینہ منورہ میں صفہ میں تھے۔ ہمارے سامنے کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گذشتہ رات میں نے عجیب منظر دیکھا:

والدین کے ساتھ فرمانبرداری

رَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ أَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَجَاءَهٗ بِرُّهٗ بِوَالِدَیْهِ فَرَدَّ مَلَكَ الْمَوْتِ عَنْهُ:

میری امت کے ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے آئے مگر والدین کے ساتھ اس کی فرمانبرداری کی نیکی آڑے آگئی اوراس نے ملک الموت کوواپس کردیا۔ (یعنی عمر میں زیادتی کی گئی)۔

وضو

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدْ بُسِطَ عَلَیْهِ عَذَابُ الْقَبرِ فَجَاءَہٗ وُضُوْءُہٗ فَاسْتَنْقَذَہٗ مِنْ ذٰلِكَ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب قبر اس کیلئے تیار کیا گیا مگر اس کا وضو اس کے پاس آ پہنچا اور اس کو اس عذاب سے بچا لیا۔

اللہ کا ذکر

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدِ احْتَوَشَتْهُ الشَّیَاطِیْنُ فَجَاءَہٗ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَطَرَدَ الشَّیْطَانَ عَنْهُ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ شیاطین اسے پریشان کر رہے تھے کہ اس کا کیا ہوا ذکر اللہ آ پہنچا اور شیطان کو وہاں سے دھکا دے کر ہٹا دیا۔

نماز

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدِ احْتَوَشَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَجَاءَتْهُ صَلَاتُہٗ فَاسْتَنْقَذَتْهُ مِنْ أَیْدِیْهِمْ

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ ملائکۃ العذاب اسے پریشان کر رہے تھے کہ اس کی نماز سامنے آ گئی اور ان کے ہاتھوں سے اسے چھڑا لیا۔

صوم رمضان

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یَلْتَھِبُ ...... وفی روایة یَلْھَثُ ......عَطَشًا کُلَّمَا دَنَا مِنْ حَوْضٍ مُنِعَ وَطُرِدَ ، فَجَاءَهٗ صِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ، فَأَسْقَاهُ وَ أَرْوَاهُ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہانپ رہا ہے۔ جب کسی حوض کے قریب جاتا ہے تو اسے روک دیا جاتا ہے اور دھتکار دیا جاتا ہے مگر رمضان کے مہینے کے اس کے روزے آ پہنچے اور اس کو سیراب کیا اور خوب اچھی طرح سیراب کیا۔

غسلِ جنابت

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ وَرَأَیْتُ النَّبِیِّیْنَ جُلُوْسًا حِلَقًا حِلَقًا ، کُلَّمَا دَنَا اِلیٰ حَلَقَةٍ طُرِدَ ، فَجَاءَهٗ غُسْلُهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَخَذَ بِیَدِهٖ فَأَقْعَدَهٗ اِلیٰ جَنْبِیْ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا اور انبیاء کو حلقہ در حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جب وہ کسی حلقے کے قریب پہنچتا ہے تو اسے دھتکار دیا جاتا ہے تو اس کا غسل جنابت پہنچ گیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے پہلو میں بٹھا دیا۔

حج وعمرہ

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ظُلْمَةٌ وَھُوَ مُتَحَیَّرٌ فِیْھَا فَجَاءَهٗ حَجُّهٗ وَ عُمْرَتُهٗ فَاسْتَخْرَجَاهُ مِنَ الظُّلْمَةِ وَ أَدْخَلَاهُ فِی النُّوْرِ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے آگے بھی تاریکی اس کے پیچھے بھی تاریکی۔ اس کے دائیں بائیں اوپر نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے اور وہ ان تاریکیوں

میں حیران پریشان لیکن اس کا حج اور عمرہ آ پہنچا اور دونوں نے اسے تاریکی سے چھڑا کر نور میں داخل کر دیا۔

صدقہ

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یَتَّقِیْ بِیَدِہٖ وَھَجَ النَّارِ وَشَرَرَھَا فَجَاءَ تْہُ صَدَقَتُہٗ فَصَارَتْ سُتْرَۃً بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ النَّارِ وَ ظَلَّلَتْ عَلٰی رَأْسِہٖ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جو اپنے ہاتھ سے آگ کے شعلوں اور لپٹوں سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس کا صدقہ پہنچ گیا اور وہ اس شخص کے اور آگ کے درمیان آڑ بن گیا اور اس کے سر پر سائبان تان لیا۔

صلہ رحمی

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یُکَلِّمُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَایُکَلِّمُوْنَہٗ فَجَاءَ تْہُ صِلَتُہٗ لِرَحِمِہٖ فَقَالَتْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ، اِنَّہٗ کَانَ وَصُوْلًا لِرَحِمِہٖ فَکَلَّمُوْہُ ، فَکَلَّمَہُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَصَافَحُوْہُ وَصَافَحَھُمْ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اہل ایمان سے بات کرنا چاہتا ہے مگر وہ اس کے ساتھ بولتے نہیں۔ وہیں پر اس کی صلہ رحمی جا پہنچی اور کہا کہ اے مسلمانوں کی جماعت یہ تو بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والا تھا تو مؤمنین اس سے بولنے لگے اور اس سے مصافحہ کرنے لگے اور اس نے ان سے مصافحہ کیا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ قَدِ احْتَوَشَتْهُ الزَّبَانِيَةُ فَجَاءَهٗ أَمْرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهْيُهٗ عَنِ الْمُنْكَرِ فَاسْتَنْقَذَهٗ مِنْ أَيْدِيْهِمْ وَ أَدْخَلَهٗ فِيْ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ زبانیہ فرشتوں نے اسے پریشان کر رکھا ہے۔ اتنے میں اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہنچ گیا اور ان کے ہاتھوں سے اسے چھڑا لیا اور ملائکہ رحمت کے درمیان اسے پہنچا دیا۔

اچھے اخلاق

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ جَاثِيًا عَلىٰ رُكْبَتَيْهِ ، وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ حِجَابَ ، فَجَاءَهٗ حُسْنُ خُلُقِهٖ ، فَأَخَذَ بِيَدِهٖ فَأَدْخَلَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھا پڑا ہے اور اس کے اور اللہ عزوجل کے درمیان حجاب ہے۔ اتنے میں اس کا حسنِ خُلق آ گیا اور ہاتھ پکڑ کر اور اللہ عزوجل کے پاس اسے پہنچا دیا۔

اللہ عزوجل کا خوف وخشیت

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ قَدْ ذهبت صحيفته من قبل شماله فَجَاءَهٗ خوفه من الله عز و جل فأخذ صحيفته فوضعها فی يمينه۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ کی طرف نکل گیا تو اس کا اللہ عزوجل سے خوف وخشیت پہنچ گئے اور اس کا نامہ اعمال داہنے

ہاتھ میں تھما دیا۔

نابالغ بچے جو فوت ہو جائیں

وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ خَفَّ مِیْزَانَہٗ فَجَاءَ ہٗ أفْرَاطُہٗ فَثَقَّلُوْا مِیْزَانَہٗ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا ترازو ہلکا رہا تو اس کی اولاد جو قبل البلوغ فوت ہو چکی تھی وہ پہنچ گئی اور اس کے ترازو کو بھاری بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ سے امید و رجاء

وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَائِمًا عَلیٰ شَفِیْرِ جَھَنَّمَ فَجَاءَ ہٗ رَجَاؤُہٗ فِی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْتَنْقَذَہٗ مِنْ ذٰلِكَ وَمَضیٰ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے کہ اتنے میں اللہ عزوجل سے اس کی رجا و امید پہنچ گئی اور اس کو اس سے چھڑا لیا اور وہ آگے چلنے لگا۔

خوف خدا سے ٹپکنے والے آنسو

وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدْ اُھْوِیَ فِی النَّارِ ، فَجَاءَ تْہٗ دَمْعَتُہُ الَّتِی بَکَی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْتَنْقَذَتْہُ مِنْ ذٰلِكَ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو آگ کے حوالے کیا جا رہا تھا کہ اس کے آنسو پہنچ گئے جو اللہ عزوجل کے ڈر سے اس نے بہائے تھے اور ان آنسوؤں نے اسے اس مصیبت سے چھڑا لیا۔

اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ قَائِمًا عَلَى الصِّرَاطِ يُرْعَدُ كَمَا يُرْعَدُ السُّعْفَةُ فِيْ رِيْحٍ عَاصِفٍ ، فَجَاءَهُ حُسْنُ ظَنِّهِ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَسَكَنَ رِعْدَتُهُ وَمَضىٰ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو پل صراط پر کھڑا کانپ رہا ہے جیسے طوفانی ہوا میں پرندے کا پر ہل رہا ہو۔ اتنے میں اس کا اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن پہنچ گیا اور اس کا کانپنا بند ہو گیا اور وہ آگے چلنے لگا۔

درود شریف

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ يَزْحَفُ عَلَى الصِّرَاطِ وَيَحْبُوْ أَحْيَانًا ، وَ يَتَعَلَّقُ أَحْيَانًا ، فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ عَلَيَّ فَأَقَامَتْهُ عَلىٰ قَدَمَيْهِ ، وَ أَنْقَذَتْهُ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو پل صراط پر سرین کے بل گھسٹ رہا ہے اور کبھی گھٹنوں کے بل چلتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے۔ اتنے میں مجھ پر اس کا درود شریف آ پہنچا اور اپنے قدم کے بل اس کو کھڑا کر دیا اور اس مصیبت سے اسے نجات دی۔

توحید و رسالت کی گواہی

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ اِنْتَهَى عَلىٰ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَغُلِّقَتِ الْأَبْوَابُ دُوْنَهُ ، فَجَاءَتْهُ شَهَادَةُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَفُتِّحَتْ لَهُ الْأَبْوَابُ ، وَ أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو جنت کے دروازوں تک پہنچا اور اس کے سامنے سب دروازے بند کر دیئے گئے کہ اس کی لا الہ الا اللہ کی گواہی جا پہنچی تو تمام

دروازے کھل گئے اور شہادت توحید و رسالت نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔

(رواہ ابوموسی المدینی فی کتاب الترغیب)

درود تنجینا کی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ ایک دعا

شیخ عبدالغنی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ثقہ نے بتایا کہ میں کسی وقت بیت المقدس پہنچا جب کہ وہاں زبردست طاعون پھیلا ہوا تھا۔ وہاں میں شیخ ابوبکر الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت طیلونیہ میں مقیم تھے جو باب حطۃ کے قریب معروف جگہ ہے۔ میں ان کے پاس عرصہ ہوا حدیث پڑھ چکا تھا۔ میں ان سے قرآن کریم کا دور کرتا رہا جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ جب بھی وہ دور سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ ان کلمات سے دعا کرتے اور ان کے ساتھ تلامذہ کی ایک جماعت بھی ہوتی تھی۔ میں نے ان سے اس دعا کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ پھر انہوں نے اپنے بعض تلامذہ کو حکم دیا کہ وہ یہ دعا مجھے لکھ دیں۔ سو انہوں نے مجھے یہ دعا لکھ دی اور اس کی تصحیح بھی کر دی۔

اَللّٰهُمَّ سَكِّنْ هَيْبَةَ عَظَمَةِ قَهْرَمَانِ الْجَبَرُوْتِ بِاللَّطِيْفَةِ النَّازِلَةِ الْوَارِدَةِ مِنْ فَيْضَانِ الْمَلَكُوْتِ حَتّٰى نَتَشَبَّثَ بِأَذْيَالِ لُطْفِكَ وَكَرَمِكَ وَنَعْتَصِمُ بِكَ مِنِ اِنْزَالِ قَهْرِكَ يَا ذَالْقُوَّةِ الْكَامِلَةِ وَالْقُدْرَةِ الشَّامِلَةِ يَا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، عَزَّ جَاهُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ وَالْفُجَأَةِ وَ سُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي

النَّفَسِ وَالْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَدَدَ ذُنُوْبِنَا حَتّٰى تُغْفَرَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْحَوْضِ وَالْكَوْثَرِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ كَمَا شَفَّعْتَ فِيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ فَأَمْهِلْنَا وَاَعْمِرْنَا وَأَعْمِرْ بِنَا مَنَازِلَنَا وَلَاتُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِنَا وَسَيِّآتِنَا وَارْحَمْنَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

پھر میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی سند معلوم کی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے مشائخ میں سے فلاں نے بتایا کہ ایک جگہ پر ایک بزرگ تھے جنہیں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی تھی۔ اس بستی میں بہت سخت طاعون پھیلا اور وہاں کے اکثر لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ تو کچھ علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو تو اس طاعون زدہ بستی کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں۔ جب زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا لکھوائی اور فرمایا کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کریں اور لوگوں کو بھی تلقین کر دیں کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھول جاؤں گا یا ان کلمات میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدام کو حکم فرمایا کہ اس کی ہتھیلی پر لکھ دو۔ جب میں بیدار ہوا تو یہی کلمات میری ہتھیلی پر لکھے ہوئے تھے۔